



وَقَدْ سَوَّلَ لَكُمْ فِي هَذِهِ السُّورَةِ مَثَلًا لِمَنْ كَفَرَ بَعْدَ إِيمَانِهِ سَاءَ مَا يَحْكُمُهُ يَوْمَ يَكْفُرُ

رحمۃ اللعالمین

رحمۃ اللعالمین

قاضی محمد سلیمان مسلمان
منصور پوری تدریس

مؤلف

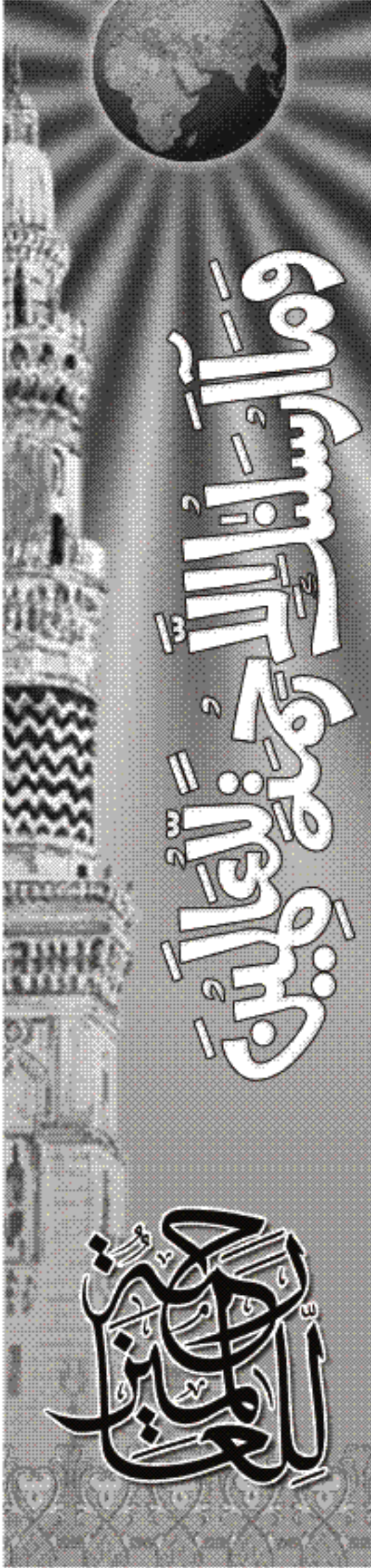
قاضی محمد سلیمان مسلمان منصور پوری تدریس

ترجیح و تالیف

میان طاہر



مركز المدینہ اسلامیہ



إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رحمۃ اللعالمین

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین

ترتیب و تصنیف

میان طاہر پسر



جلد اول

مركز المدینہ اسلامیہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا حُرْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق ”الحرمین“ محفوظ ہیں۔

میان طاہرہ

محمد جاوید ناصر

ایم انور جاوید

حاجی خالد وقاص

رمضان المبارک اکتوبر 2007ء

ناشر

اہتمام

طابع

ترجمین

الحرمین ایڈیشن

مرکز الحرمین الاسلامی

کمپوزنگ

کتاب وسنت کی ترویج و اشاعت کیلئے سرگرم عمل

مرکز الحرمین الاسلامی

مین ستیانہ روڈ، فیصل آباد، پاکستان

MARKAZ

Al-Hrmain-ul-Islmai

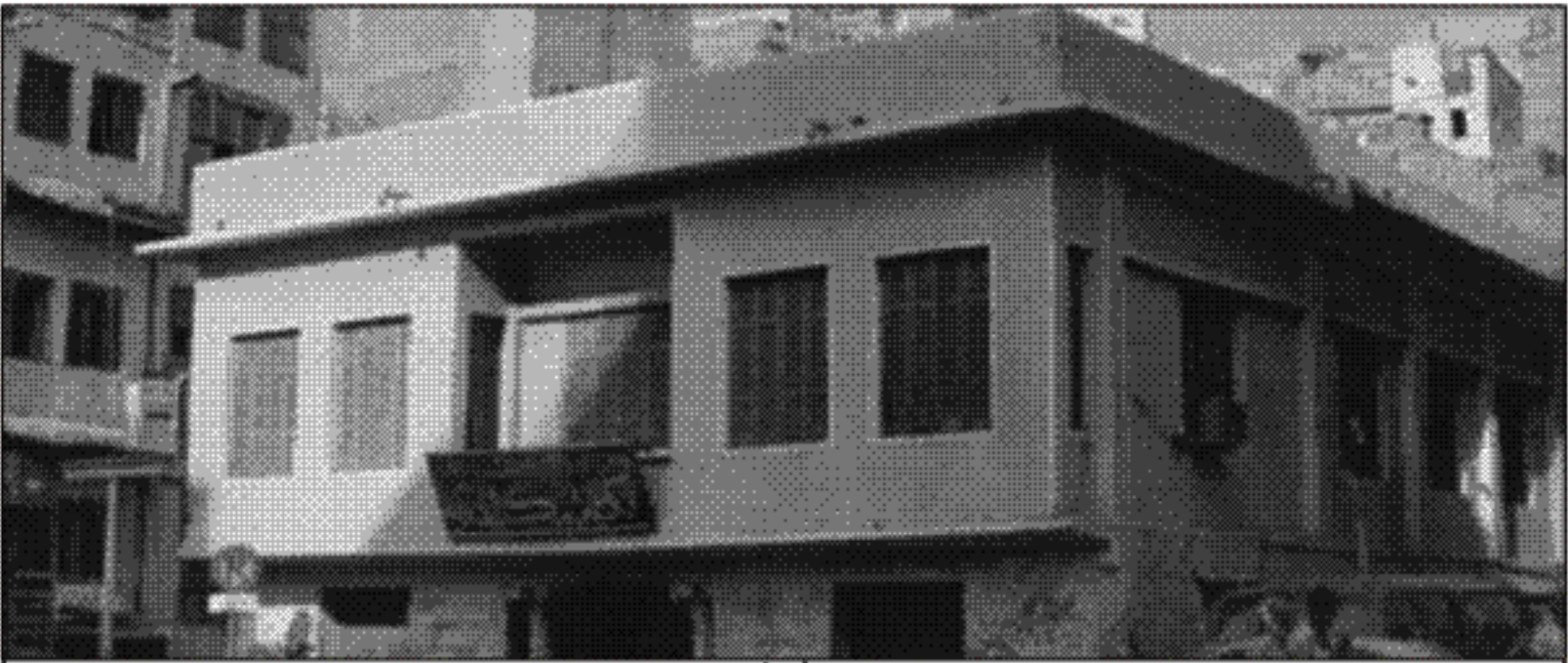
GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777

یہ کتاب عربی متن سے لاکھوں روپے کی قیمت پر تقسیم کی جا رہی ہے۔

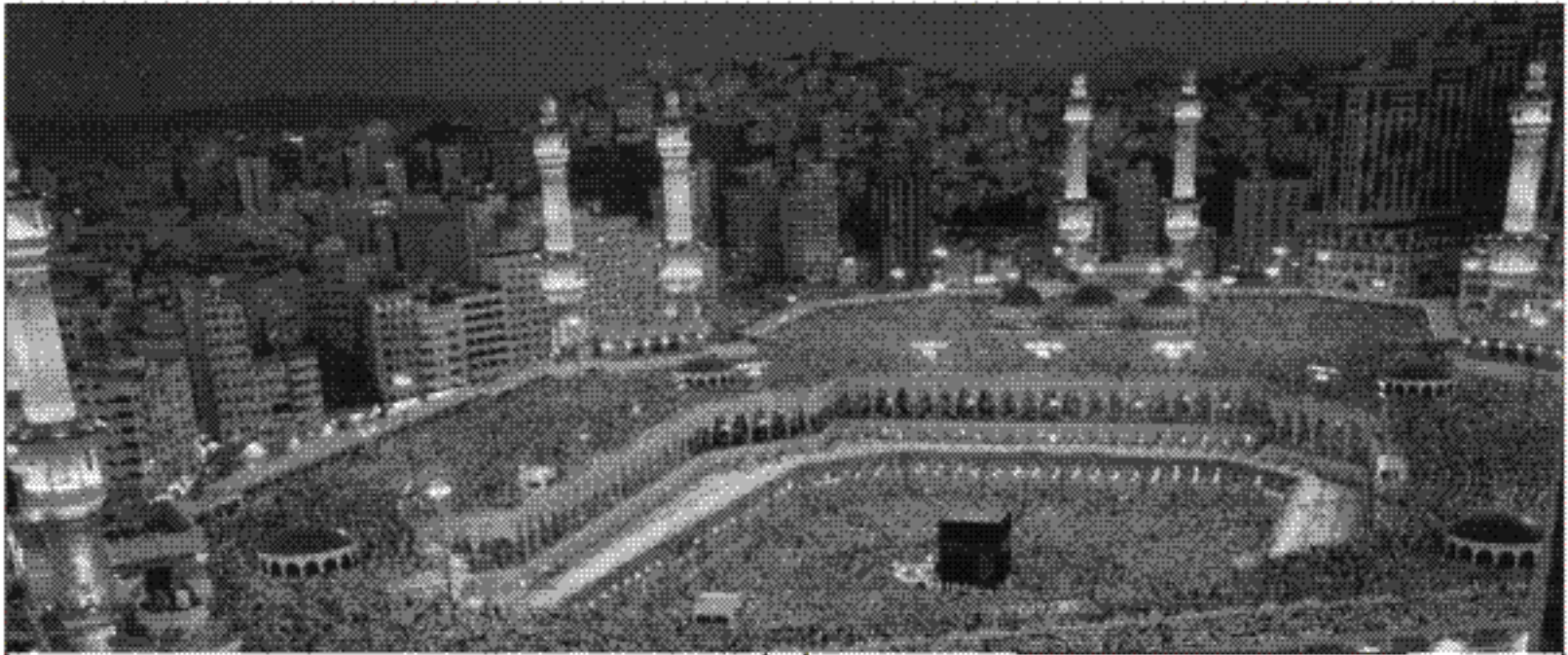


فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد اول

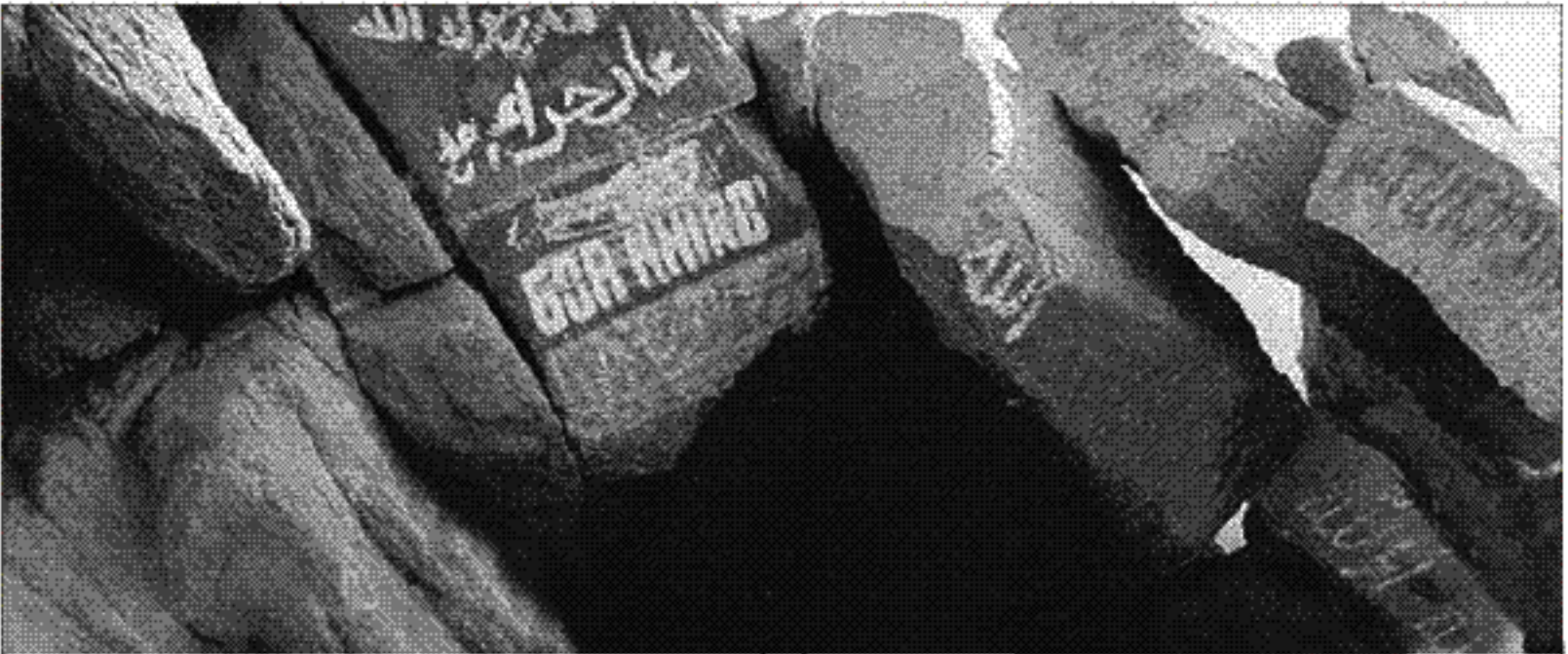
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات اور زندگی کے	37	کلمۃ الحریمین
66	گونا گوں حالات	41	قاضی محمد سلیمان منصور پوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
67	آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان	59	مقدمہ
70	”محمد ﷺ“ نام رکھا گیا قوم نے اس نام پر تعجب کیا	62	عرب کا محل وقوع
70	ایام رضاعت	62	عرب کی سرزمین
70	والدہ مکرمہ کا انتقال	62	عرب کی سیاسی حالت
71	ابوطالب کی تربیت	62	عرب کی اخلاقی حالت
71	بکیرہ راہب سے ملاقات	63	عرب کی مذہبی حالت
71	تجارت کا خیال	63	عرب کا کرۂ ارض کے وسط میں وقوع
72	نکاح	64	نبی ﷺ کے اعلیٰ کام
72	قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد	64	وحدت تعلیم
	ملک کی طرف سے ”صادق“ و ”امین“ کا نام	64	اسلام اور مختلف طبقات
72	آنحضرت ﷺ کو ملنا	65	مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں
73	آنحضرت ﷺ کا تمام قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا	65	مساوات ظاہری و اخوت باطنی
75	قرب زمانہ بعثت	65	دشمنوں کا دوست بن جانا
75	غار حرا میں عبادتیں کرنا	66	معجزات مادی و معجزات علمی



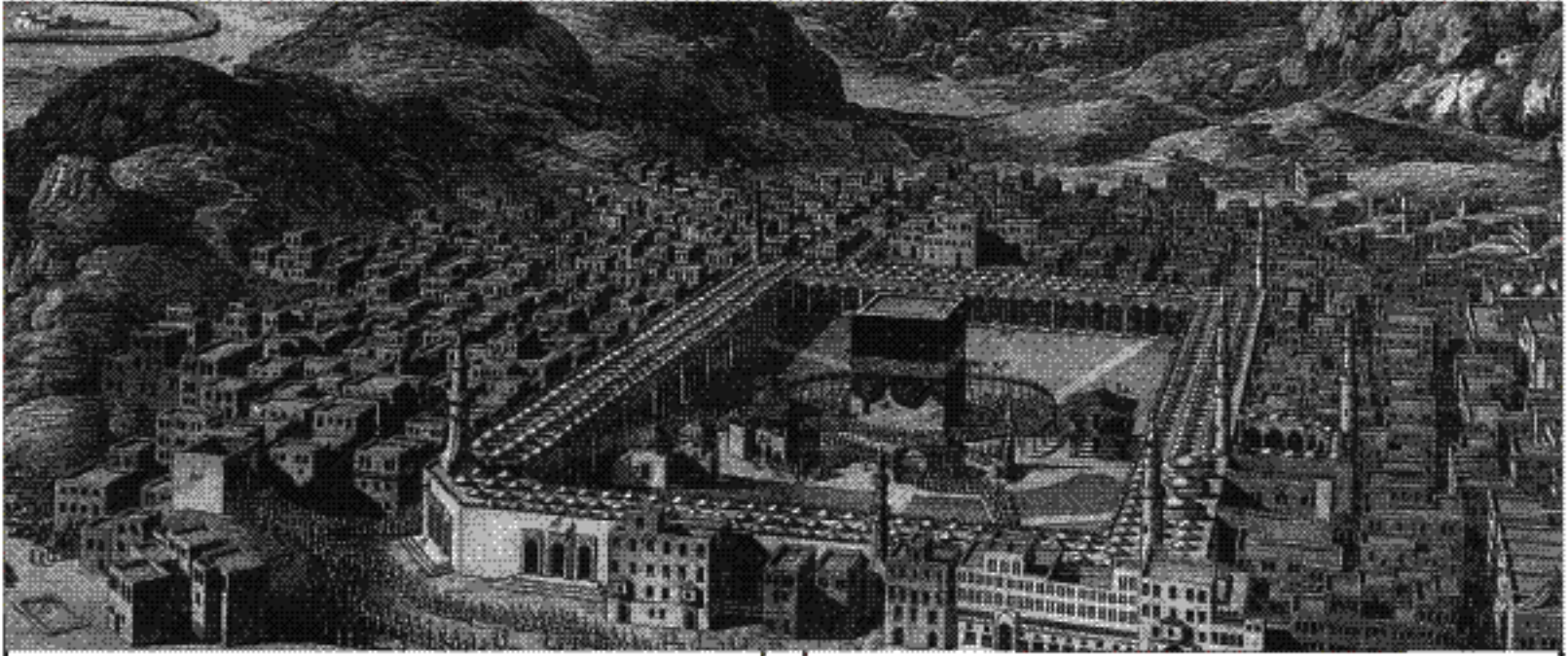
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
81	منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا	75	بعثت و نبوت
81	قریش کی مخالفت		خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت آنحضرت ﷺ
82	اسلام کے خلاف تدبیریں	75	کے اعلیٰ اخلاق پر
82	اسلام لانے والوں پر قریش کے جوہر و ستم		عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ
83	آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں	76	کی نبوت پر
84	ایذا رسانی کی باقاعدہ کمپنیاں	76	ابتداء نزول قرآن
84	مستہزئین کی جماعت	77	نماز کا آغاز
	دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے	77	تبلیغ کا آغاز
84	تعلیم نبوی ﷺ پر کفار کی شہادت	77	”سابقین الاولین“ کے مختصر نام
85	دشمنوں کے ریزولیشن آنحضرت ﷺ کے خلاف	77	پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز
85	ہجرت حبش	78	نبی ﷺ کی نبوت کے مقاصد
85	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت	78	تبلیغ کے پنجگانہ مراتب
85	قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا	79	بعثت کے وقت عالم کی حالت
85	دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر تقریر	80	اپنے کنبہ میں تبلیغ
90	امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	80	اپنے گھرانے میں آنحضرت ﷺ کی تقریر
90	عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	80	پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ
	نبی ﷺ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی	81	تمثیلات نبوت ﷺ
91	گھاٹی کے اندر محصور رہے	81	تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں
92	ابوطالب کا انتقال	81	آپ ﷺ کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں



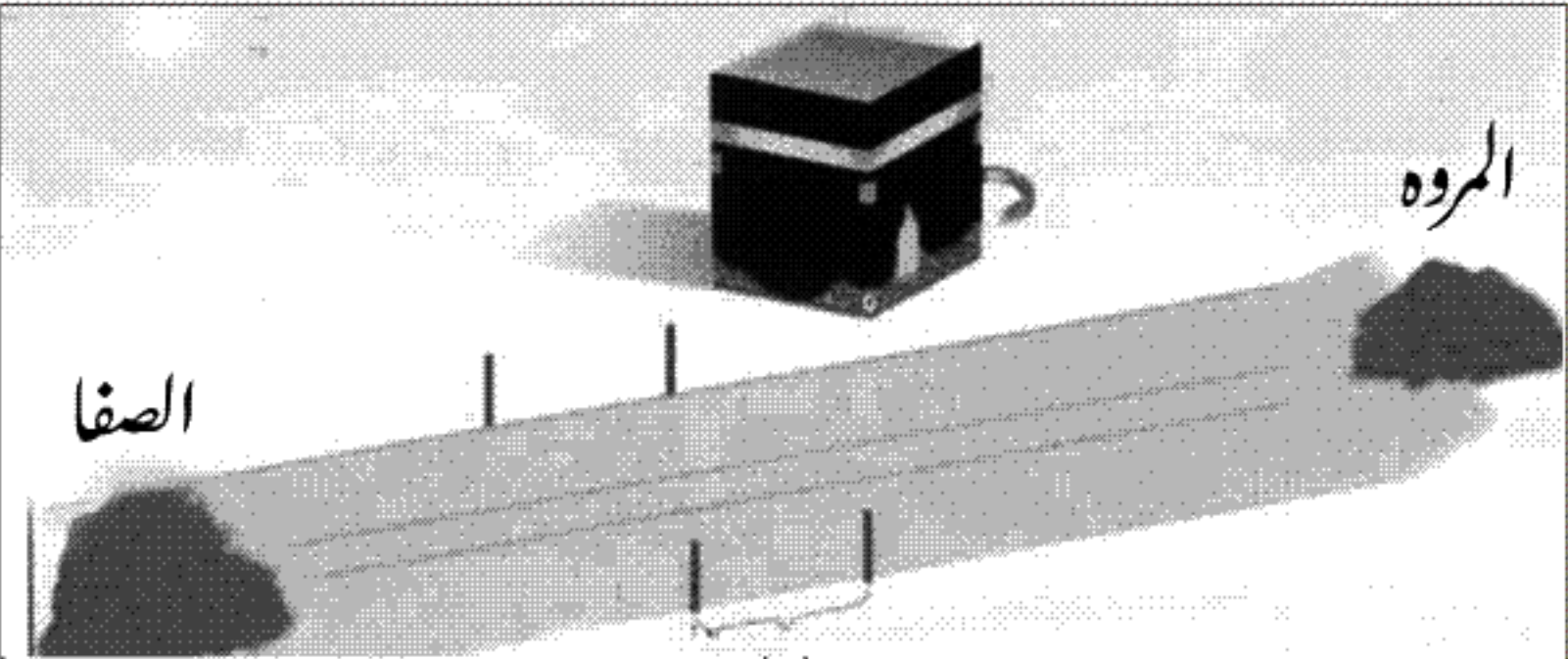
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
103	تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا	92	خدمتِ اکبریؐ کا انتقال
103	عقبہ ثانیہ پر آنحضرت ﷺ کا وعظ		نبی ﷺ کا تبلیغ کے لئے مختلف قبائل کی
104	نبی ﷺ کے بارہ نقیب	92	جانب سفر کرنا
104	قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا	94	مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لئے جانا
105	مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت مل گئی	94	سوید بن صامتؓ کا ایمان لانا
105	ہجرت کی دشواریاں		سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا، ایاس بن معاذؓ
107	ہجرت	95	کاراہ یاب ہونا
	آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لئے قریش کے	95	ضداد زویؓ کی روئید قبول اسلام
107	سرदारوں کی کمیٹی کا اجلاس	96	معراج
108	نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق	99	طفیل بن عمروؓ کا ایمان لانا
108	انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الہی تدبیر	99	ابوذر غفاریؓ کا ایمان لانا
109	ایک لڑکی کی قوتِ ایمانی	100	اسبابِ ہجرت
109	غار کا قیام	101	وہ نبی ﷺ
109	غار سے روانگی	101	بیعت عقبہ اولیٰ
110	خیمہ ام معبد پر آنحضرت ﷺ کا آرام و قیام	101	بیعت کی شرطیں
111	حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبان ام معبد	101	مصعب بن عمیرؓ
112	نبوت کے تیرہ سال مکہ میں	102	بیعت عقبہ ثانیہ
112	سابقین و اولین کی شان	102	مصعبؓ کے وعظ پر اسیدؓ کا ایمان لانا
113	اشاءِ راہ میں بریدہؓ اور 70 اشخاص کا مسلمان ہونا	103	مصعبؓ کے وعظ پر سعد بن معاذؓ کا ایمان لانا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
124	دوسری وجہ	113	قبائیں پہنچنا
124	تیسری وجہ	114	خطبہ
125	مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر	116	مدینہ منورہ میں داخلہ
126	قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری	117	مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ
126	حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	118	یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے
127	قریش کا تیسرا حملہ، غزوہ سویق یا قرقرۃ الکدر	118	عیسائیوں اور مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے
127	قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد		فصل اول 1
	فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی	120	استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ
128	خدمات میدان جنگ میں	121	گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع
128	عورت کے دل میں شوہر کا درجہ	121	قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا
128	مائی صفیہ رضی اللہ عنہا کا استقلال	122	مسلمانوں کی خلافت قریش کی پہلی سازش
128	انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جوش و جان نثاری	122	دوسری سازش
129	جان توڑتے وقت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیغام بجان اہل اسلام	122	قریش مکہ کی دھمکی
129	عمارة بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کس مزے سے جان دی	122	قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ
129	ابودجانہ، حنظلہ، علی مرتضیٰ، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت و مردانگی	123	لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین
129	بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال	123	اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی
130	رحمۃ للعالمین ﷺ کا درگزر، معافی اور ظالموں کیلئے دعا	123	حکم جہاد کی ضرورت
130	قریش کی چوتھی سازش اور دس واعظان اسلام کا مارا جانا	124	اجازت جہاد کا پہلا حکم
130	ضیب رضی اللہ عنہ و زید رضی اللہ عنہ قید میں	124	پہلی وجہ

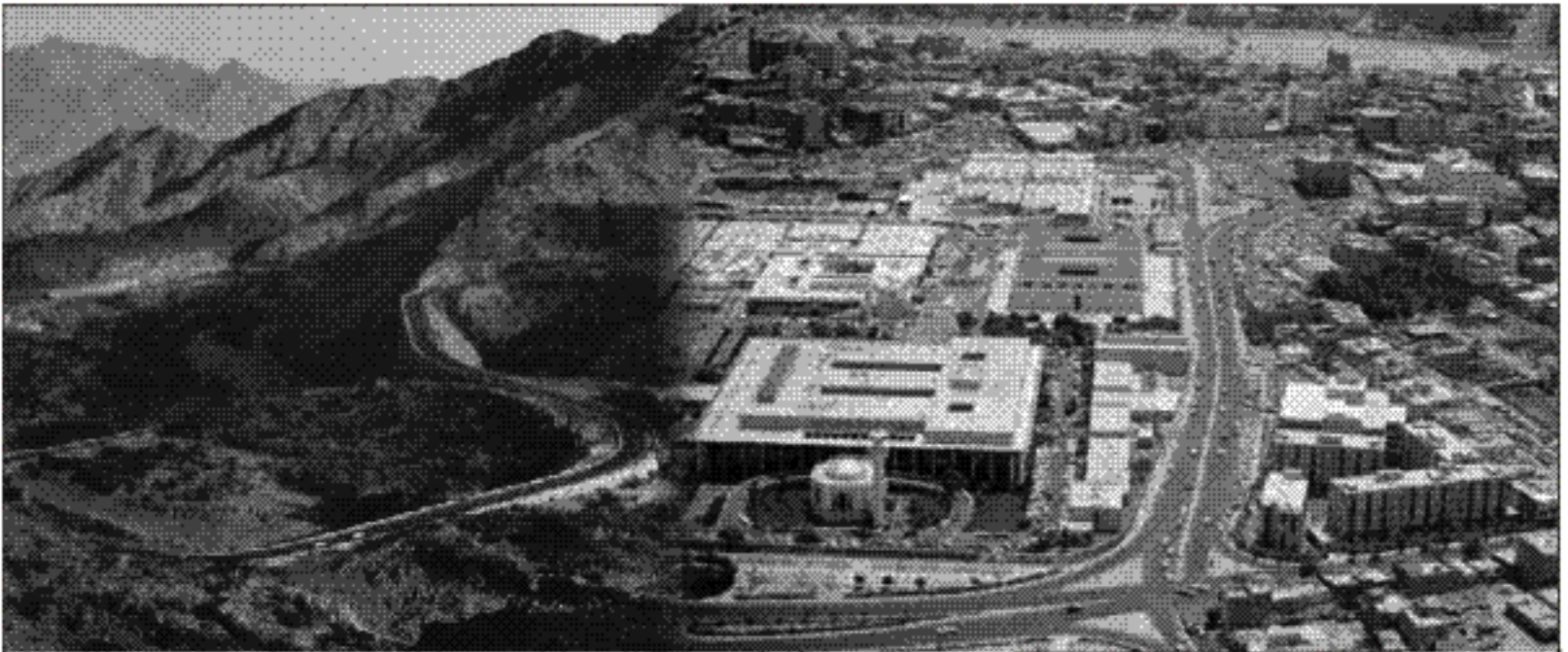


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	فصل	130	مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں
145	یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں	131	جان اور محبت رسول ﷺ کا موازنہ
145	یہودی کی پہلی شرارت بلوہ، قتل اور اخراج بنو قینقاع	132	ایک اور سازش اور ستر (70) معلمین اسلام کا قتل کیا جانا
145	یہودی کی دوسری شرارت، نبی ﷺ کے قتل کی سازش	132	قاتل کا مقتول کے آخری کلمہ پر اسلام لانا
145	یا جلاء بنو نضیر	133	قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ
146	یہودی کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام ”جنگ احزاب یا غزوہ خندق“	135	فوج کو ہدایت اور احکامِ رحم
148	بنو قریظہ کا انجام	137	حق بخقدار
	فصل	137	فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے
149	عیسائیوں سے جنگ	137	اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط
149	داعی اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ	138	عورتوں سے مزید اقرار بیعت
150	جیشِ عسرت یا سفر تبوک	138	عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ
151	سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت	140	فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات
151	آپ ﷺ کا خطبہ	142	ہوازن و ثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین
154	ذوالجنادین رضی اللہ عنہ کی وفات	144	بے نظیر فیاضی اور رحم
155	مخلص عرب کی تدفین میں نبی ﷺ کا اسوہ	144	دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت
155	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان سخت طریق سے	144	مخلصین کے اخلاص کا نمونہ

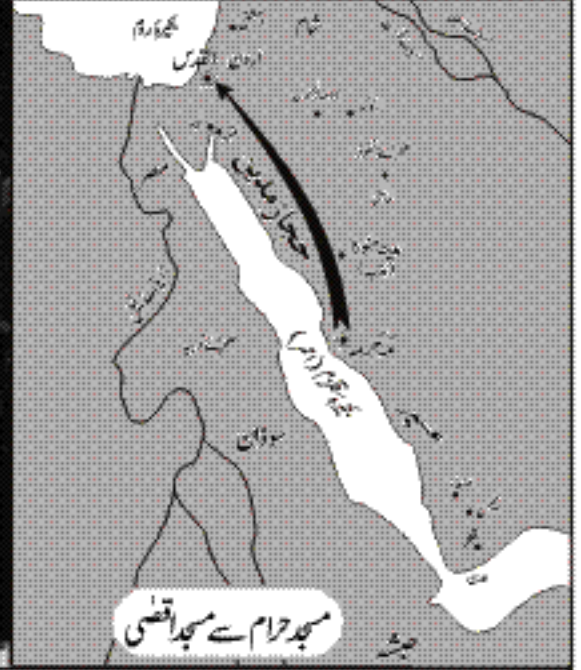
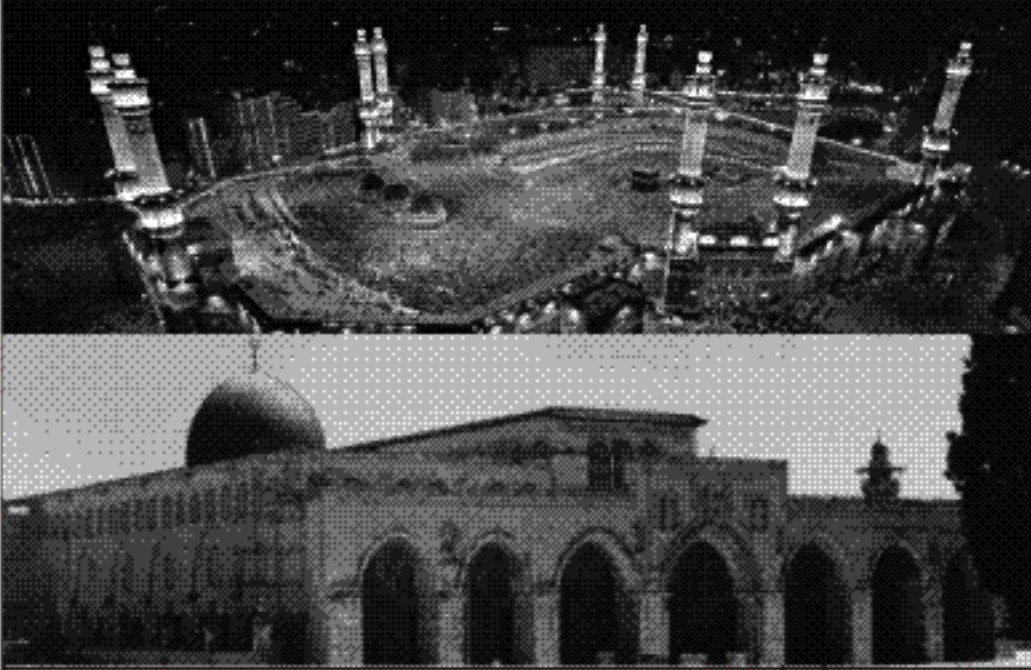


الصفاء

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
168	مقبوس کا جواب	157	کعب بن اللہ کے پاس والی غسان کا خط
169	ابوسفیان و ہرقل کے مابین گفتگو	157	کعب بن اللہ کا والی غسان کو جواب
171	کسریٰ (شاہ فارس) کو تبلیغ	158	خاتمہ حروب
171	گورنر یمن کا دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کیلئے	158	لاٹانی، فیاضی و رحمدلی
172	قتل خسرو کی آپ ﷺ کا باعلام الہی خبر دینا	158	مذہب اسلام میں جبر و اکراہ نہیں
172	چند واریان ملک کا مشرف باسلام ہونا	159	اسیران جنگ
	باب 3	159	اسیران جنگ اور اسلام
173	نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت		باب 2
173	وفد دوس		مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کو.....
174	دعوت اسلام کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات	162	دعوت اسلام
174	وفدِ صداء	162	نبی ﷺ کا کل عالم کے لئے رسول ہونا
174	بے خبروں کو اسلام سیکھنے کی بہت ضرورت ہے	162	دعوت عامہ کی نظیر موجود نہ تھی
174	وفد ثقیف کا حال	163	بادشاہ حبش کے نام
176	قوم کی عزت کا سبق	165	شاہ بحرین کا اسلام
176	زنا حرام ہے	165	سفیر اسلام کی دربار عمان میں گفتگو
177	سود کا روپیہ لینا حرام ہے	167	بادشاہ عمان کا اسلام
177	شراب کا استعمال حرام ہے	168	گورنران دمشق و یمامہ کا انکار
179	وفد عبدالقیس کا حال	168	مبلغ اسلام کی دربار مصر میں تقریر



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
214	روزہ اور چاند کی تاریخیں	197	تیسرا خواب اور اس کی تعبیر
214	ام النجاشہ شراب کو اسلام نے حرام کیا	197	چوتھا خواب اور اس کی تعبیر
215	ولادت و شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	* باب 4 * مدینہ میں دس (10) سالہ قیام نبوی کے اہم	
215	ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ سرور نجد کا مسلمان ہونا	199	واقعات اور وفات
216	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمنوں سے حسن سلوک	199	تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
216	صلح حدیبیہ 6ھ مقدس	200	عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا
218	حملہ کرنے والے اسی (80) اعداء کو معافی	200	فاضل راہب کا اسلام
218	برکات معاہدہ	201	نماز
219	ابوجندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے؟	202	مواخات (بھائی چارہ)
219	صلح کا حقیقی فائدہ	203	اذان
220	مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لئے جانا اور اس کے نتائج	204	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا
220	جنگ خیبر	204	تحویل قبلہ
224	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	209	زکوٰۃ
224	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	210	زکوٰۃ اور تمدن انسانی
224	حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	211	زکوٰۃ و صدقات کا مال
224	عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	211	غلامی کی تائید عیسائیت کی تعلیم میں
225	عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ	213	رمضان 2ھ مقدس
226	حج اسلام کا پانچواں رکن		

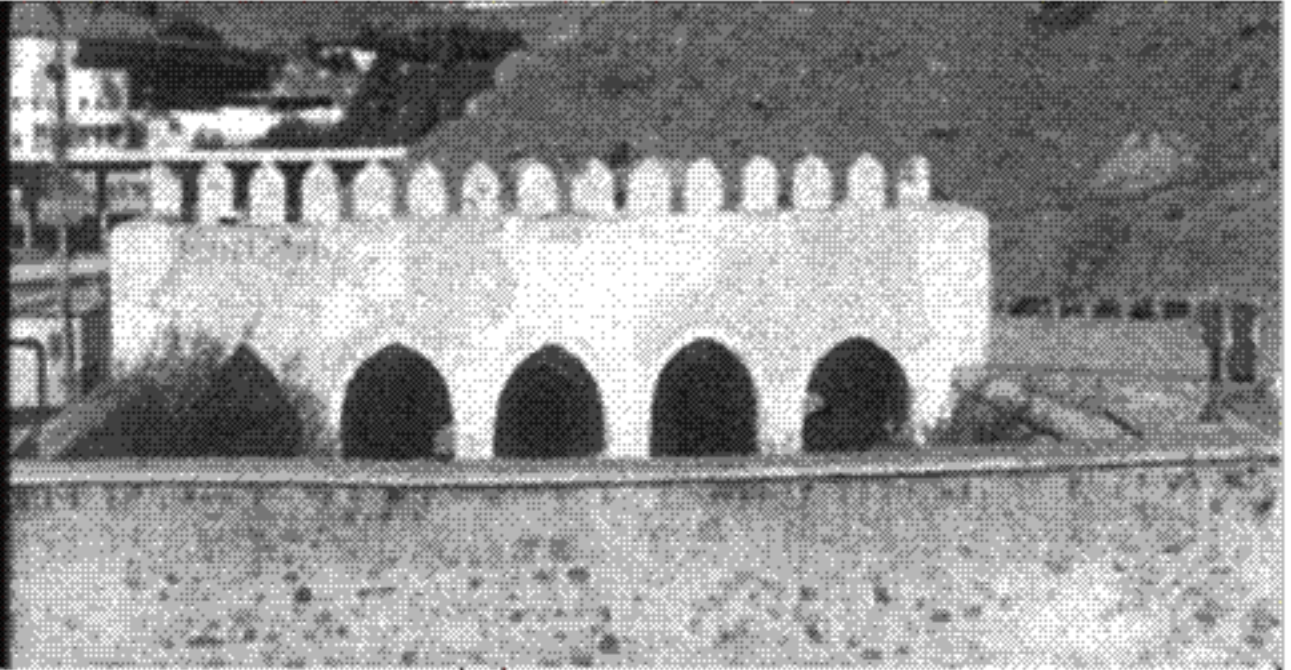


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
باب 5		227	حج کے فوائد عظیمہ
245	خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	227	10 ہجری
247	سکوت اور کلام	227	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج
247	ہنسارونا	230	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ الوداع
248	غذا کے متعلق ہدایت	237	خطبہ غدیر
248	مرض اور مریض	237	11ھ
248	طیبیب نادان	238	آغاز مرض
249	عیادت بیماروں	239	آخری ہفتہ
249	علاج	239	پانچ یوم قبل از رحلت
249	خطبہ خوانی	240	چار یوم قبل از رحلت
250	صدقہ و ہدیہ	240	پنجشنبہ مغرب
250	اپنی تعریف	240	پنجشنبہ عشاء
250	اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح	240	دو یا ایک یوم قبل از رحلت
250	مصلحت عامہ کا لحاظ	241	ایک یوم قبل از رحلت
251	بشریت و رسالت	241	آخری دن
251	بچوں پر شفقت	242	حالت نزع رواں
251	بوڑھوں پر عنایت	243	غسل و تکفین
251	ارباب فضل کی قدر و منزلت	244	نماز جنازہ



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
259	اللہ کا حق بندوں پر بندوں کا حق اللہ پر	252	خادم کے لیے دعا
259	رحمت الہیہ کا بیان	252	ادب و تواضع
259	خدمت والدین	253	شفقت و رافت
259	نصرت باہمی	253	عدل و رحم
259	مسلمان کون ہے؟	254	اعداء پر رحم
259	ایمان کا کمال	254	جو دو کرم
260	شیرینی ایمان	255	شرم و حیا
260	پسندیدہ اعمال	255	صبر و حلم
260	اعمال شاقہ سے ممانعت	255	عفو و رحم
261	محنت کی تعریف مانگنے کی برائی	256	صدق و امانت
261	کن لوگوں پر رشک کرنا چاہئے؟	256	عفت و عصمت
261	بہترین اخلاق کی تعلیم	257	زہد
261	اخلاق رفیہ سے نبی اور اخوت کا حکم	257	صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال
261	ہمسایہ اور مہمان کا حق	258	اسیران جنگ کی خبر گیری
261	کلام اور خاموشی	258	مردانہ ورزشیں
262	نجات کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت	258	تیرا فگنی
262	صبر و شکر کی تعلیم	258	گھوڑ دوڑ
262	پہلو ان کون ہے؟	258	مردم شماری
262	منادیان اسلام کا فرض	259	تعلیمات رسالت

مکہ مکرمہ میں
عقبہ (گھاٹی)
کی مسجد جہاں
بیعت عقبہ
ہوئی

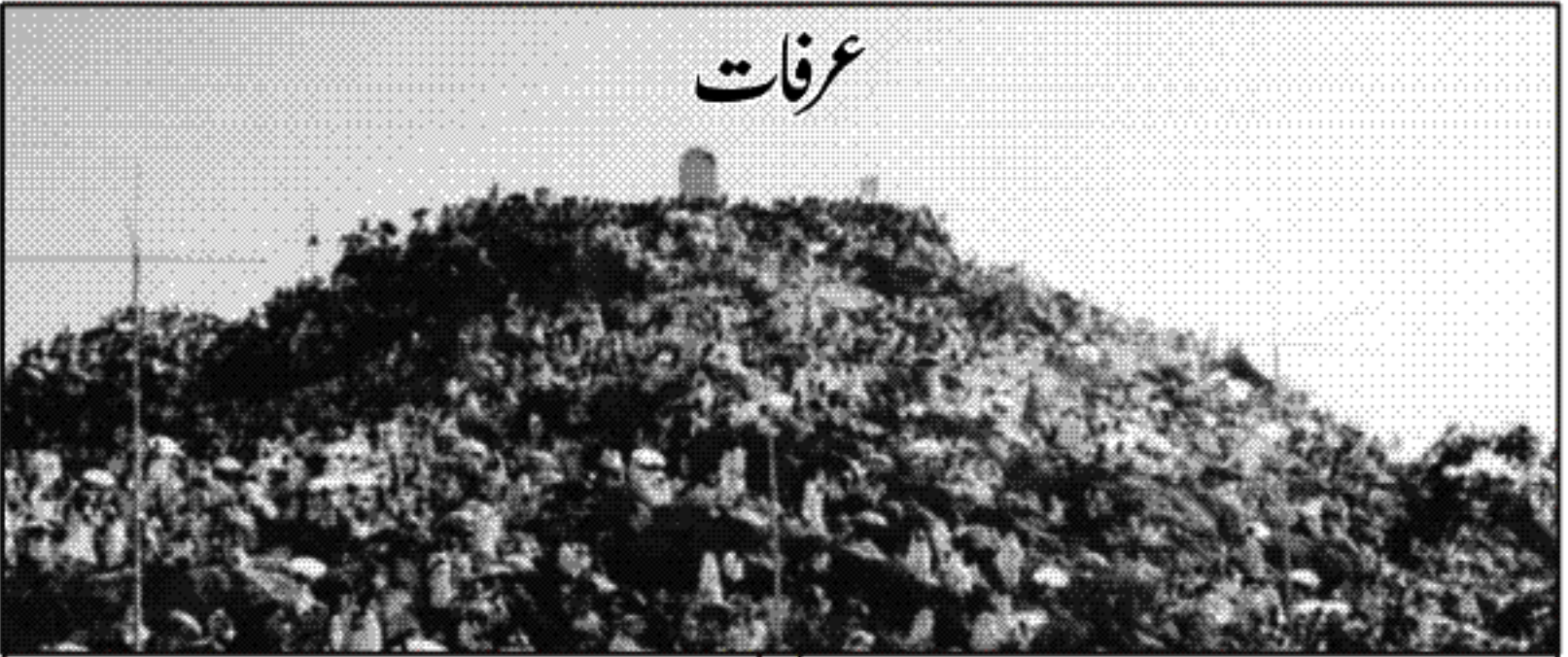


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
266	وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت	262	اثرِ محبت
266	عورتوں کی مثال اور ان سے گزران کی ہدایت	262	قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم
266	عورت کا درجہ گھر میں	262	درخت لگانے کا ثواب
266	ماہر قرآن کا درجہ	263	حیوانات سے ہمدردی کا حکم
266	اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام	263	لوٹڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر
267	قرآن مجید	263	لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر
268	الہیات	263	منافع کون؟
268	ذات الہی کا عرفان	263	مہاجر کون؟
269	سچے دین کی تعریف	264	قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟
269	بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟	264	بادشاہ کی اطاعت کا حکم
269	شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے	264	سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا
270	نبی کے فرائض	264	سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے
	اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت	265	غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت
270	کے بعد بھی	265	زیست کا درجہ قدر زندگی
270	سنن الہیہ میں تبدیلی نہیں	265	صحت اور فراخ دستی کا درجہ
271	انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے مشربتی ہے	265	ادائے قرضہ کی فضیلت
271	صبر اور پرہیزگاری کا درجہ	265	دولت مندی کی تعریف
271	حکمت اور دانش کا درجہ	265	مساوات عامہ
271	صبر کا ثمرہ	266	رحم عامہ



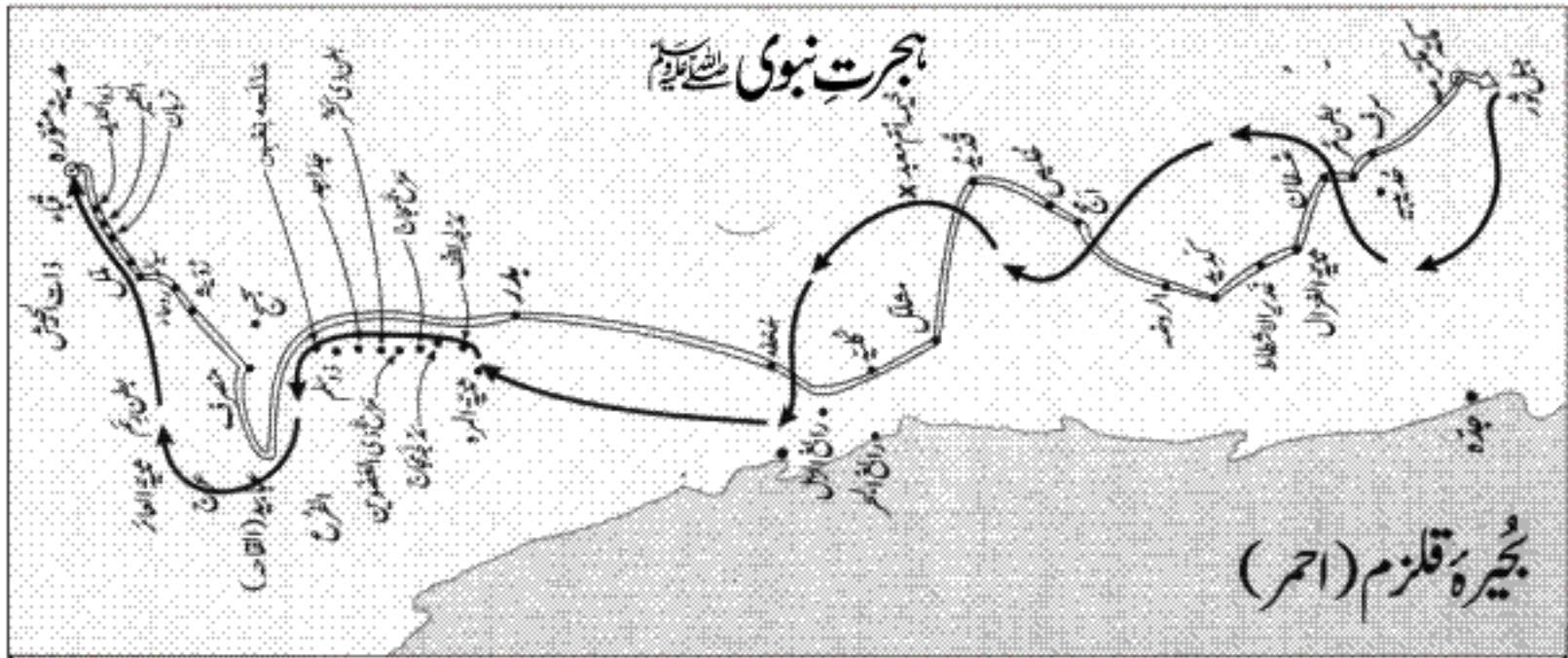
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
274	جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے	271	قطع طمع
274	ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا	272	دنیوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا
275	تعلیم و تعلم	272	تہلکہ سے بچنا
	علم و حکمت کی باتوں کا سننا، ان پر غور کرنا،	272	افتر اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں
275	بہترین صورت کو اختیار کرنا	272	قطع حرام چیزیں
275	غیر اقوام سے علم اخذ کرنا	272	اللہ کی عبادت الہی ہتھمہ ہے
275	نظام تبلیغ دین	272	تحریر و انشادانی کی تعریف
275	دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے	272	ارباب عقل و دانش کے لئے الہی نشانات
275	ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے	273	قسم کھانے کی ممانعت
276	تہذیب اخلاق	273	صلح کلی کی دعوت
276	جنس اناث کی تعریف	273	اصلاح باہمی کا حکم
276	میاں بیوی کی تعریف	273	عفو و درگزر کی تعلیم
276	میاں بیوی کے حقوق	273	سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے
276	کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں	274	سلطنت کے اصول
277	بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں	274	حاکمان عدالت کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے
	بروہنچر پر تسلط کرنے بہترین و پاکیزہ اصول	274	نقض امن کی ممانعت
277	پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے	274	ظلم باعث زوال ہے
277	انسان کا اشرف ہونا ہی روضہ شرف کی دلیل ہے	274	نیوکو کاری باعث قیام ہے

عرفات



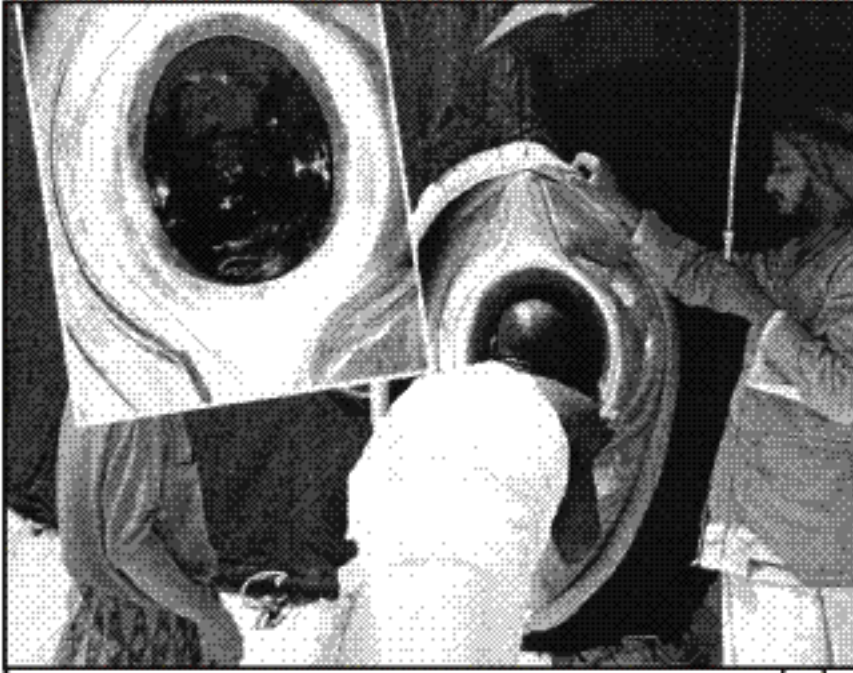
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
278	لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں	277	انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے
279	سیاست مدن کا قیام اور انتظام	277	دیکھنے والے کے لئے ہر چیز میں ایک نشان ہے
279	مساوات حقوق کا تاکید حکم، عدل کی تاکید	277	سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے
279	بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے	277	اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے
279	اخوت کی بنیاد	278	حرام چیزیں طیب نہیں، طیب چیزیں حرام نہیں
280	مال کی تعریف، دولت، قیام قومی کا سبب ہے	278	حلال طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی ہے
280	فقر و تنگ دستی کی برائی	278	بصیرت اور ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے
280	اسراف کی برائی، بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے	278	ایمان ہی کے ذریعہ سے ہر ایک اعلیٰ منزل پاسکتے ہیں
280	میانہ روی، رحمان کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے	278	تمدن
280	بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے		چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا، لوازم حیات میں
280	اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کیلئے ہیں؟	278	انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کار بند ہونا
282	قصیدہ در نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم	278	موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں





فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد دوم

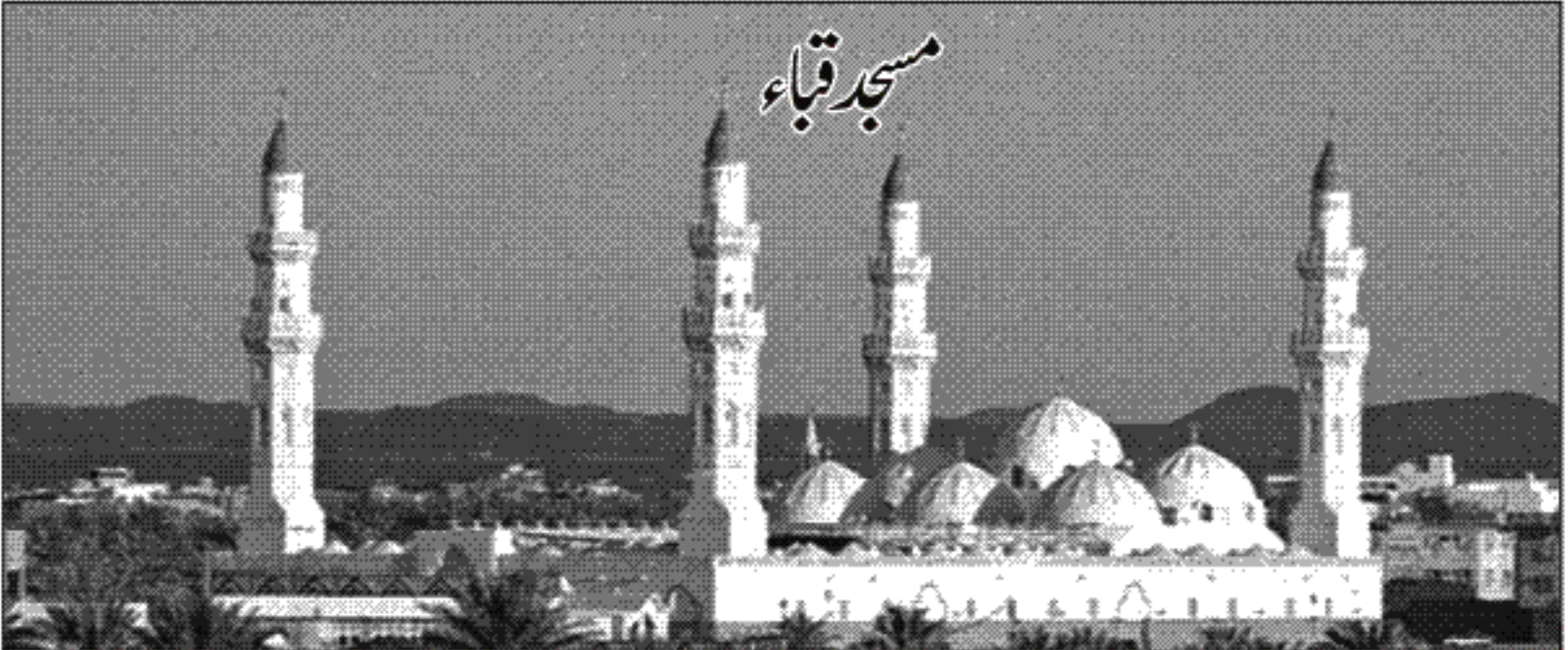
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
301	حصہ سوم: از داؤد علیہ السلام تا ابراہیم علیہ السلام	287	تمہید از مصنف
303	فصل دوم: اشہر المشاہیر کے حالات	* باب 1 *	
303	حضرت آدم علیہ السلام	289	النسب
303	حضرت نوح علیہ السلام	289	فصل اول - شجرہ طییبہ
304	فرزندان نوح علیہ السلام کی شاخیں	289	حصہ اول: از عبد اللہ تا عدنان کا بیان
305	سام کا حال اور سامی زبانوں پر بحث	289	ایسا شجرہ نسب تمام دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے
306	حضرت ابراہیم علیہ السلام	289	حصہ دوم: فوق عدنان روایت کرنے کا جواز
307	ام المسلمین ہاجرہ علیہا السلام (حرہ یا ائمۃ کی بحث)	289	حصہ سوم: آدم علیہ السلام سے تارہ تک کی اعمار اور بائبل کے
311	حضرت اسمعیل علیہ السلام (ذبح اللہ کون تھا؟)	290	بیان پر بحث
314	بائبل میں اسحاق و اسمعیل علیہما السلام کے فضائل	290	شجرہ از عبد اللہ تک عدنان 21 پشت
315	اقوام اسماعیلی	294	شجرہ از او تا قیدار از 22 تا 60 پشت
317	عدنان	296	شجرہ از اسماعیل علیہ السلام تا آدم علیہ السلام از 61 تا 80 پشت
317	معد	297	یسوع مسیح کا شجرہ
318	نزار (اسکی اولاد کا شجرہ، امام احمد رضا علیہ السلام کا نسب)	298	حصہ اول: لوقا ومتی کا مقابلہ از یوسف تازرو بائبل
318	مضر	299	حصہ دوم: لوقا ومتی و بائبل کا مقابلہ از سلاقی ایل تا داؤد
318	الیاس	301	نتیجہ



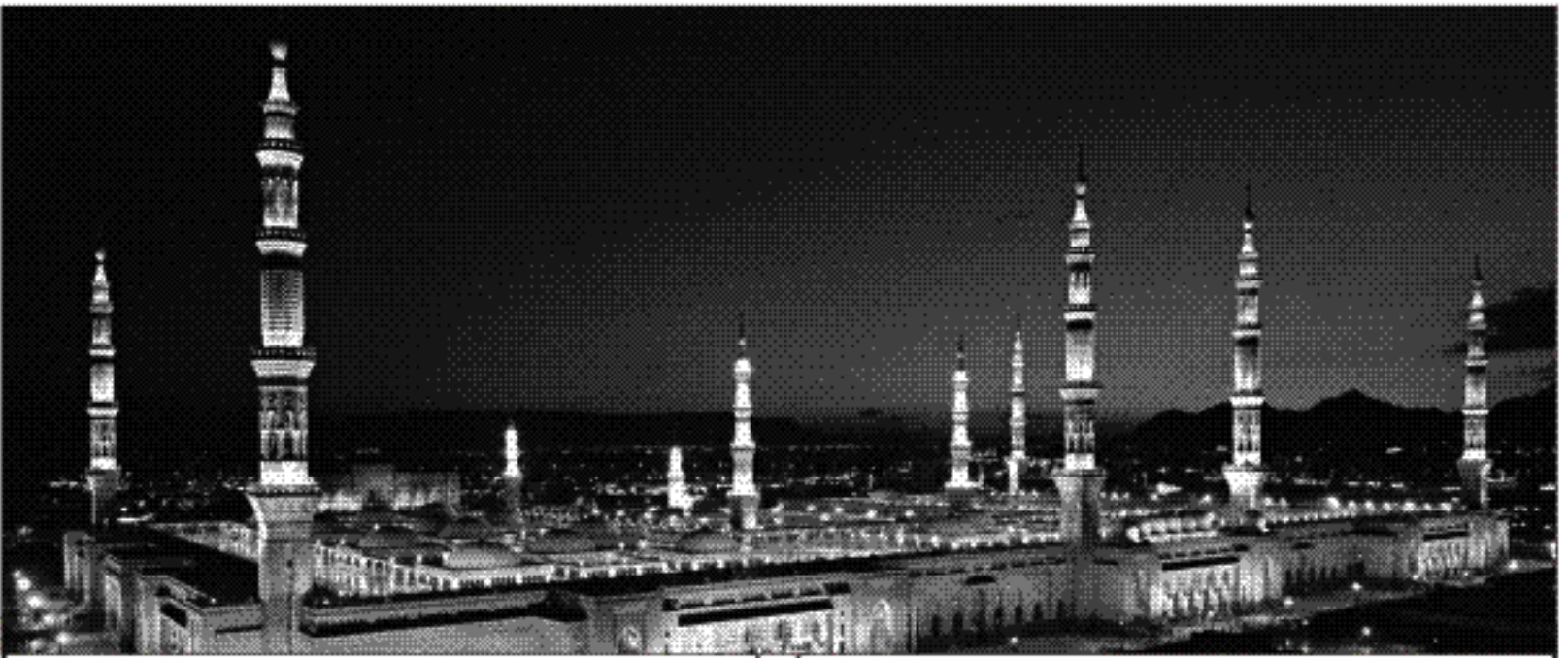
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
330	عبدالمطلب	319	مدرکہ
331	نقشہ اولاد عبدالمطلب	319	خزیمہ
332	حارث عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد	319	کنانہ (حدیث صحیح مسلم)
333	ابوسفیان مغیرہ ابن عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم	320	نضر
333	ابوسفیان کے اشعار بروفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم	320	مالک
334	ابوطالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فرزند ان و دختر ان	321	فہر (لفظ قریش کی وجہ تسمیہ)
335	عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	غالب
335	جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	لوی
336	سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور علوی فرزند	322	کعب (ابوصیدہ رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب)
	وفات علی رضی اللہ عنہ پر بکر بن حماد کے اشعار فاطمہ	322	مرہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نسب)
337	(والدہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	323	کلاب (سعد رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، سیدہ آمنہ کا نسب)
338	اولاد علی کا نقشہ مع اسماء زوجات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	323	قُصَی (بیت اللہ پر قبضہ اقوام - قصی کے اصول حکومت)
339	عباس علمدار اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	شجرہ اولاد قُصَی
340	عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	عبدمناف (اشعار مدحیہ عبدمناف و شجرہ اولاد عبدمناف)
340	ابوالقاسم محمد بن علی و اولاد محمد بن الحنفیہ کا شجرہ	326	زکوٰۃ
341	ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	327	غنیمت فے کی بحث آیات تقسیم
341	ام ہانی دختر ابی طالب	328	نقشہ (احکام تقسیم صدقات غنیمت، فے مع آیات قرآن مجید)
342	جمانہ دختر ابی طالب	329	ہاشم
342	حزہ رضی اللہ عنہ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم	330	نقشہ اولاد ہاشم



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
353	ابناء النبی ﷺ		دختر حمزہ رضی اللہ عنہا کی حضانت پر زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور
353	قاسم بن محمد النبی ﷺ	343	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعاوی
353	عبداللہ (طیب و طاہر)	344	ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کی اولاد
353	ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ	344	عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد
356	جدول کسوف خمس	347	زبیر عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد
	بنات النبی ﷺ زینب رضی اللہ عنہا، بنت رسول ﷺ اور	347	عمات النبی ﷺ
357	ان کی اولاد	347	بیضاء عمۃ النبی ﷺ
358	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	347	امیہ عمۃ النبی ﷺ
361	رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ (عبداللہ سبط رسول ﷺ)	348	عاتکہ عمۃ النبی ﷺ (اس کا خواب)
362	ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ	348	صفیہ عمۃ النبی ﷺ (قوت ایمانیہ صفیہ رضی اللہ عنہا)
363	سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ	348	برۃ عمۃ النبی ﷺ
363	ولادت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخوں میں اختلاف (حاشیہ)	348	اروی عمۃ النبی ﷺ (اروی کے اشعار)
366	مرویات سیدہ رضی اللہ عنہا	349	سردار عبداللہ والد النبی ﷺ (ان کے ذبح کا قصہ)
367	ابنائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	349	ابوطالب کے اشعار
367	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	350	سیدہ آمنہ اور ان کا شجرہ نسب
370	اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ	351	سیدہ آمنہ کے اشعار و عاسیہ بٹان نبی ﷺ
371	حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہ	352	سیدہ آمنہ کے اشعار و وفات شوہر پر
371	حضرت حسن ثقی بن حسن رضی اللہ عنہ		فصل
371	(سید الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا نسب)	353	آل النبی ﷺ



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
377	حضرت حسن عسکری <small>علیہ السلام</small>	372	حضرت امام حسین <small>علیہ السلام</small>
	باب 2	373	حضرت امام حسین <small>علیہ السلام</small> اور ان کے اشعار
378	امہات المؤمنین (ازواج النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>)	373	اہلبیت امام حسین <small>علیہ السلام</small> کے اشعار بر شہادت امام حسین <small>علیہ السلام</small>
378	ایشیاء کے مشہور مذاہب	374	اولاد حضرت امام حسین <small>علیہ السلام</small>
379	منہاج نبوت اور تعداد زوجات	374	حضرت زین العابدین <small>علیہ السلام</small> اور ان کی اولاد
380	حضرت ابراہیم <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (3)	374	عبداللہ الباہرین زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
380	حضرت یعقوب <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (4)	375	زید شہید بن زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
380	حضرت موسیٰ <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (4)	375	عمر الاشرف بن زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
380	حضرت موسیٰ <small>علیہ السلام</small> پر بے تعداد بیبیوں کا جواز	375	حسین الاصغر بن زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
381	حضرت داؤد <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (9) اور دیگر ازواج و حرم	375	علی الاصغر <small>علیہ السلام</small>
381	حضرت سلیمان <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (1000)	375	حضرت امام باقر <small>علیہ السلام</small> (صحیح مسلم میں ان کی ایک عجیب حدیث)
383	فصل اول: نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> اور کثرت زوجات اور مصالح نکاح	375	حضرت جعفر صادق <small>علیہ السلام</small> اور ان کے پانچ
383	نکاح ام المؤمنین صفیہ <small>رضی اللہ عنہا</small>	376	فرزند جن سے نسل جاری ہے
384	نکاح ام المؤمنین جویریہ <small>رضی اللہ عنہا</small> اور ان عام	376	حضرت موسیٰ کاظم <small>علیہ السلام</small> اور ان کے دس فرزند
384	ام المؤمنین میمونہ <small>رضی اللہ عنہا</small> کے نکاح کے فوائد	376	جن سے نسل جاری ہے
384	ام المؤمنین زینب <small>رضی اللہ عنہا</small> کے نکاح کے دینی فوائد	376	حضرت علی الرضاء <small>علیہ السلام</small>
385	فصل دوم: ازواج النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے فضائل	377	حضرت محمد الجواد <small>علیہ السلام</small> ، ان کے فرزندوں کی نسل
392	فصل سوم: ازواج کے ساتھ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا حسن سلوک	377	حضرت علی التقی <small>علیہ السلام</small>
	فصل چہارم: ازواج النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا نسب میں نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	377	حضرت ابو عبد اللہ جعفر کذاب

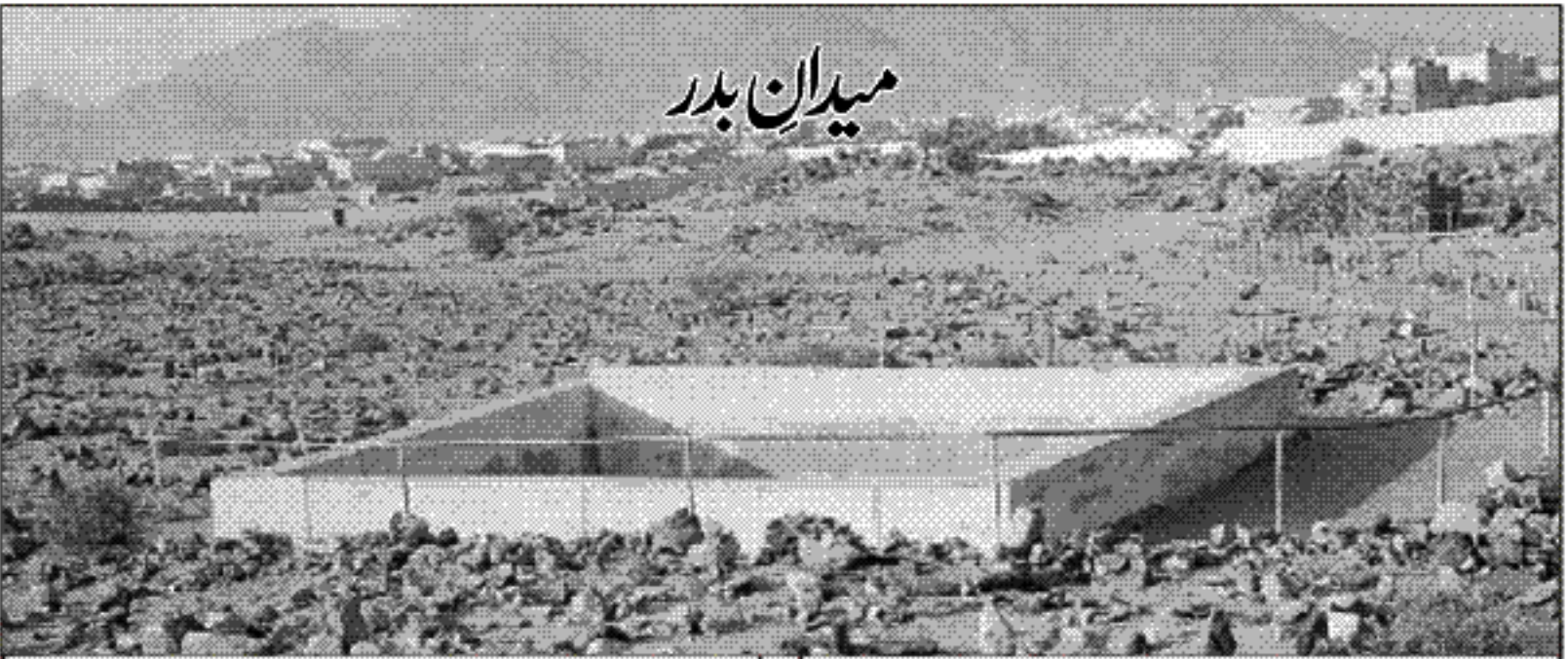


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
409	ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح	394	سے اتصال مع نقشہ
410	ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	فصل پنجم: امہات المؤمنین کے جداگانہ حالات
411	احادیث سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
412	اقارب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	397	فرزندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	خواجہ فرید شکر گنج رضی اللہ عنہ، مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ،	398	اقارب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ، شاہ ابوالخیر رضی اللہ عنہ،	398	ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا و اقارب سیدہ رضی اللہ عنہا
412	حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کا نسب	398	ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
412	ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	398	(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر حال)
412	ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	الشیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کا نسب (حاشیہ)
413	اقارب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	محبت کا امتحان
414	مرویات سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	401	فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
415	ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	404	مسئلہ فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
415	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر (نسب عالی)	404	احادیث مرویہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
415	ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے	405	جہاد فی سبیل اللہ
416	رسم تہنیت کے کڑوے پھل (خرابیاں)	405	اشعار حسان رضی اللہ عنہا مدح صدیقہ رضی اللہ عنہا
417	خاوند بیوی کا رشتہ	406	امومت امت
418	جواز تہنیت اور تاویل	406	ایک لغزش
418	عیسائی اس قصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟	408	اقارب سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
455	غزوات و سرایا کی تقسیم بلحاظ مقاصد	419	اقارب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
457	فریق ثانی (قبائل)	422	خواہران ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
458	قبائل کے باہمی تعلقات قرابت	422	ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
459	قبائل کی شرکت جنگ کی تاریخ نقصانات جنگ ہر دو فریق	423	مرویات سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
461	اسیران غزوات کا انجام	423	اقارب سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
462	یورپ کی جنگ عظیم اور ہلاکت نفوس	423	ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
462	مذہبی لڑائیاں اور ائتلاف نفوس	424	خطبہ نکاح
	فہرست ان صحابہ پاک کی جو نبی ﷺ کے عہد مبارک	424	مرویات سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
464	میں شہید ہوئے	425	اقارب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
	✽ باب 4 ✽	425	ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا
481	اساطیر کے معنی	426	ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
	پادریوں کے اعتراض قرآن اور مبلغ قرآن پر اور	427	مرویات سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
481	اس مضمون کا سیرت سے تعلق	428	نقشہ متعلق احوال ازواج النبی ﷺ
481	حضرت آدم علیہ السلام، ان کا نسیان		✽ باب 3 ✽
482	قائس و ہابیل فرزند ان آدم علیہ السلام	429	غزوات و سرایا
483	حضرت نوح علیہ السلام	431	نقشہ جس میں 82 غزوات و سرایا کا ذکر ہے
484	حضرت ابراہیم علیہ السلام	450	جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت النبی ﷺ
486	حضرت لوط علیہ السلام	453	غزوات و سرایا کی صراحت کہ وہ سب لڑائیاں ہی نہیں

میدان بدر



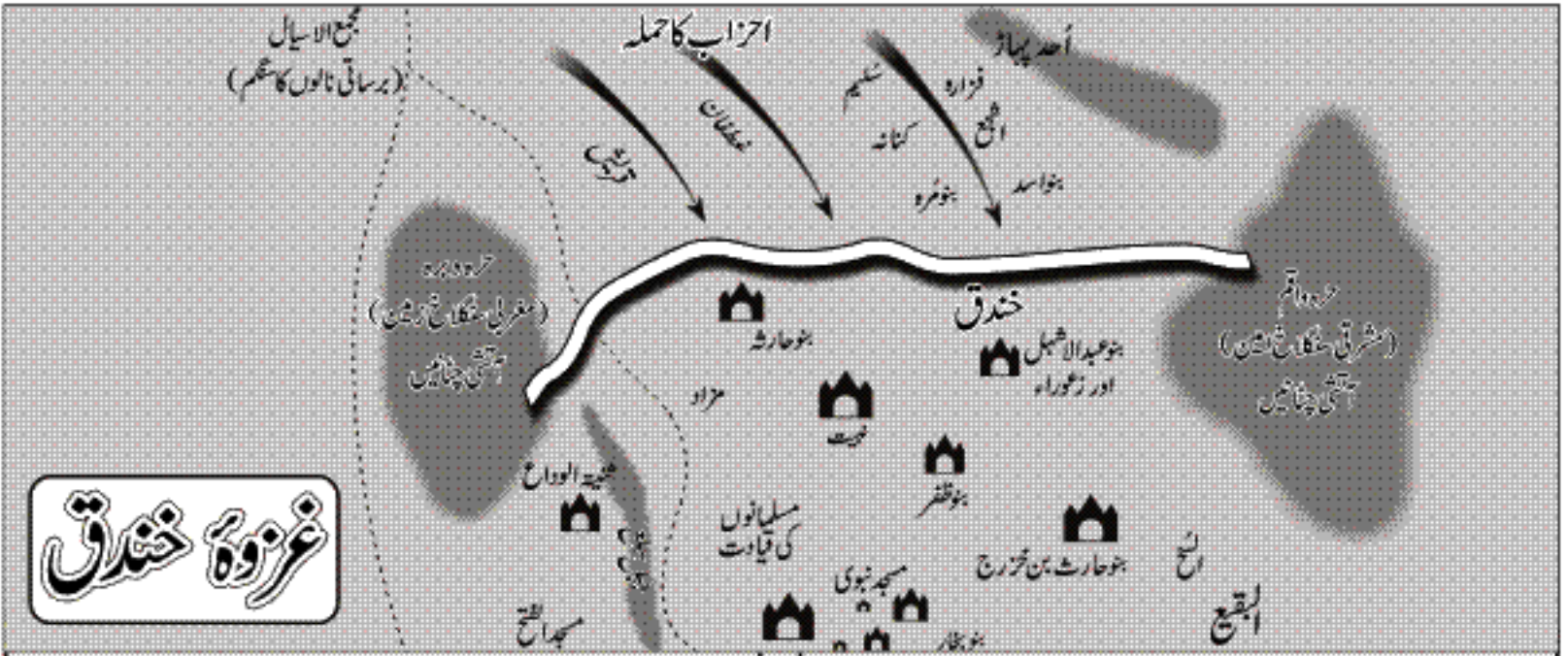
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
501	ادریس علیہ السلام	486	حضرت اسحاق علیہ السلام
501	صدق ادریس علیہ السلام وصدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم	487	حضرت یعقوب علیہ السلام
501	رفعت مکان ادریس علیہ السلام ورفعت ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم	488	حضرت یوسف علیہ السلام
501	الیاس علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام واحد شخص کے نام ہیں	490	حضرت موسیٰ علیہ السلام
502	بعل بت اور لات و مناتہ و عزیزی	494	حضرت داؤد علیہ السلام
502	نوح علیہ السلام	494	حضرت سلیمان علیہ السلام
502	انبیاء اولوالعزم کے اسماء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدم	495	حضرت ایوب علیہ السلام
503	نبوت نوح علیہ السلام اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت	496	حضرت زکریا علیہ السلام
503	نوح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عدم اطراء و غرباء	497	حضرت یحییٰ علیہ السلام
503	حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کی سلامتی و برکات	497	حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام
503	امت محمدیہ اور صلوة و تطہیر و اتمام نعمت		
504	حضرت ہود علیہ السلام		
504	ہود علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت	498	افضلیت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (تخیر و فضیلت)
504	مؤمنین عہد ہود و عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	499	آدم علیہ السلام
504	حضرت ہود علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب	499	تعلیم آدم علیہ السلام و تعلیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
505	صالح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ کے مضامین	499	نسیان آدم علیہ السلام، عدم نسیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
505	خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام	500	کلمات بر آدم علیہ السلام و کلمات بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
506	اطفائے نار برابر ابراہیم علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	500	شجر آدم علیہ السلام و شجر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
		500	سجدہ بر آدم علیہ السلام و صلوات بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باب 4

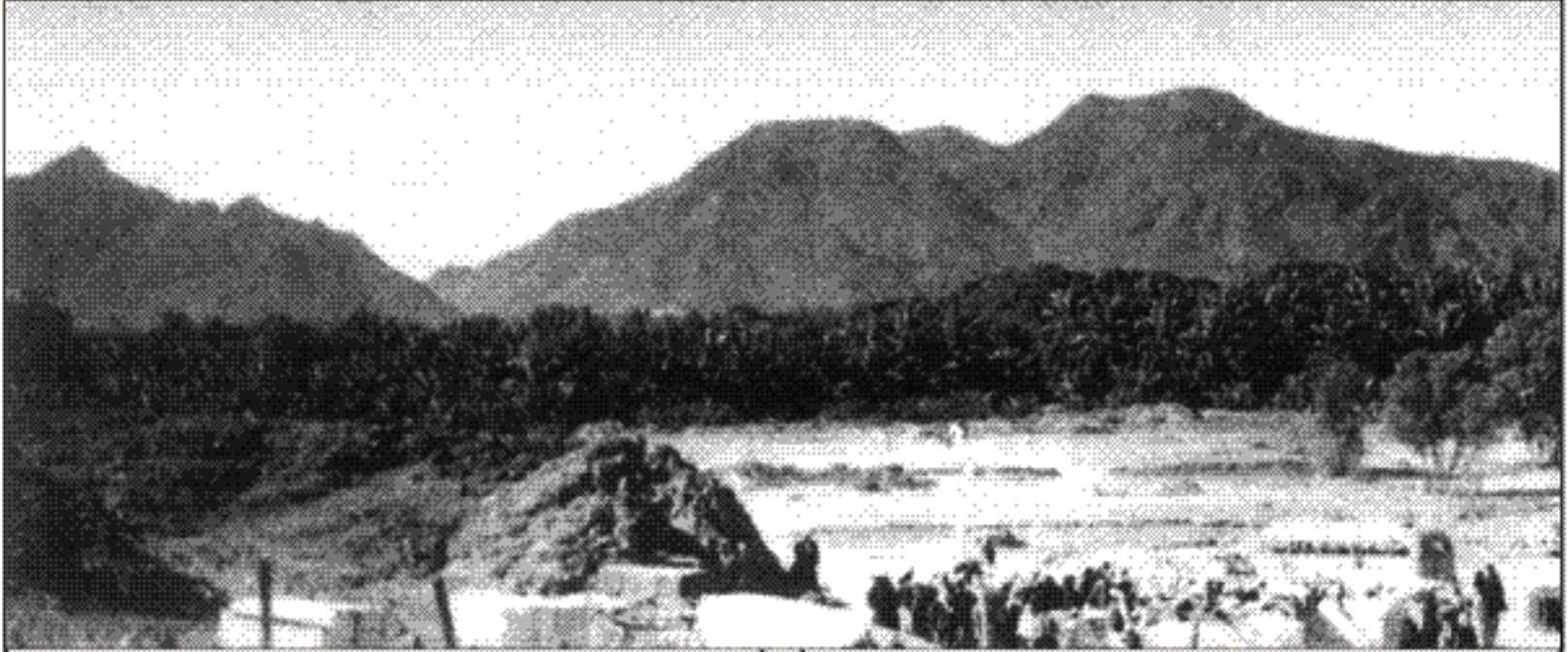
جبل احد



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
510	حضرت یعقوب علیہ السلام	506	تعمیر کعبہ وقلب جہت کعبہ
	حضرت یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے مواعظ تو حیدریاس از	506	بت شکنی و بطلان صنم پرستی
510	رحمت کے خلاف یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کی تعلیم	506	اذان برائے حج و فرضیت حج
	استغفار یعقوب علیہ السلام برائے فرزند ان واستغفار		ابراہیم علیہ السلام کا بغض اللہ کی صفت میں اور محمد ﷺ
511	محمد ﷺ برائے عاصیان	506	کا الحب فی اللہ کی صفت میں اسوہ حسنہ ہونا
511	درود شریف کی فضیلت	507	ابراہیم علیہ السلام کا اوادہ و حلیم اور نبی ﷺ کا ملک خلق عظیم ہونا
511	حضرت یوسف علیہ السلام	507	ابراہیم علیہ السلام کی دلیل بر قدرت الہی محمد ﷺ کی برا حیاہ موتی
512	خواب یوسف علیہ السلام و خواب نبی ﷺ	508	حضرت لوط علیہ السلام
512	امراة العزیز اور امراة زید شہیذہ	508	قوم کی جانب سے اخراج لوط علیہ السلام و اخراج محمد ﷺ کی دھمکیاں
	یوسف علیہ السلام کے قتل و اخراج اور نبی ﷺ کے قید قتل	508	قوم لوط علیہ السلام کا عمل برخباثت، نبی ﷺ کا تحریم خباث
512	اور اخراج کے مشورے	508	لوط علیہ السلام اور محمد ﷺ کی امداد کے لئے فرشتوں کا نزول
	قطب میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی	509	حضرت اسماعیل علیہ السلام
512	امداد برائے غرباء	509	صدق وعدة اسماعیل علیہ السلام و تصدیق وعدہ نبوی
513	حضرت شعیب علیہ السلام	509	اسماعیل علیہ السلام اور محمد ﷺ کی اصلاح اہل بیت
513	شعیب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے احکام کیل و وزن پر	509	طہارت بیت اللہ اور بیت اللہ کا قبلہ ہونا
513	اخراج امت شعیب علیہ السلام و اخراج مہاجرین بنی النضیر	509	حضرت اسحاق علیہ السلام
513	انکار از فہم تعلیم شعیب علیہ السلام و محمد ﷺ		حضرت اسحاق علیہ السلام کا فرزند بشارت ہونا اور
514	سودور باصلوۃ ایمان بعہد شعیب علیہ السلام و محمد ﷺ	509	محمد ﷺ کا بھی فرزند بشارت ہونا



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
519	فتیٰ موسیٰ علیہ السلام اور زید بن حارثہ کا ہم صفت ہونا	514	حضرت موسیٰ علیہ السلام
520	حضرت ایسح علیہ السلام	514	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یتیم ہونے کا گمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یتیم ہونا
520	خیریت ایسح علیہ السلام امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	514	موسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالفین میں سے سلامت نکلنا
521	حضرت داؤد علیہ السلام	515	دختر شعیب علیہ السلام اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
521	علم داؤد علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	515	حجلی بر موسیٰ علیہ السلام و معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
521	فصیحت داؤد علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	516	تعاقب فرعون کے وقت کلام موسیٰ علیہ السلام
522	ارض موعود پر خلافت مومنین محمد یہ تلمین حدید و تلمین قلوب	516	تعاقب قریش کے وقت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جس کی روایت قرآن میں ہے
523	حضرت سلیمان علیہ السلام	517	تخلف بنی اسرائیل و تخلف اعراب از جہاد بعد کلمی و نبوی اور نتائج انجام اعدائے موسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم
523	سلیمان علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غنی	518	شرح صدر موسیٰ و محمدی
523	ریح السلیمان علیہ السلام و ریحاً و جنوداً محمد صلی اللہ علیہ وسلم	518	وزارت موسیٰ علیہ السلام و رفع وزر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
523	حضرت سلیمان علیہ السلام اور جن و انس و طیر	518	رضا پر موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات
523	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ مخلوقات	519	حضرت ہارون علیہ السلام
525	حضرت یونس علیہ السلام	519	حضرت ہارون علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امام نماز ہونا
525	یونس علیہ السلام اور شکم حوت	519	فصاحت ہارون علیہ السلام و فصاحت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
525	محمد علیہ السلام اور بطن غار	519	جوامع الکلم
526	تسبیح یونس علیہ السلام و تقدیس محمد صلی اللہ علیہ وسلم		
526	حضرت ایوب علیہ السلام		
526	صبر ایوب علیہ السلام و صبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم		



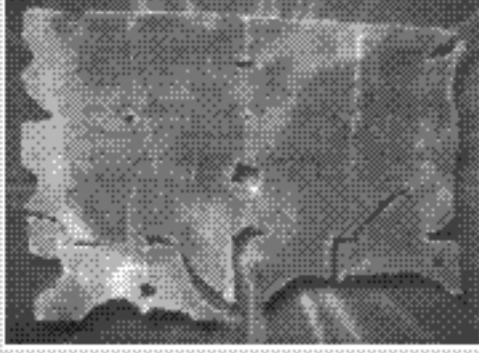
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
532	حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام	527	عبدیت ایوب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
532	جدہ مسیح علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و استعاذہ	527	ایوب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راجع الی اللہ ہونا
532	مریم علیہا السلام و مسیح علیہما السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماویٰ کا ذکر	528	حضرت زکریا علیہ السلام
533	مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور اتیاء کتاب	528	رحمت بر زکریا علیہ السلام اور رحمت بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
533	مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور برکت	528	دعا زکریا علیہ السلام و التاج محمد صلی اللہ علیہ وسلم
533	مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم عبادت تا حیات	528	حضرت سخی علیہ السلام، سخی علیہ السلام کا دعائے زکریا ہونا اور
533	عیسیٰ علیہ السلام اور تائید روح القدس اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تائید جنود الہی	529	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے ابراہیم ہونا
534	عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقصد بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا	529	حضرت یحییٰ علیہ السلام مصدق حکمت اللہ تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
535	اسم پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر احادیث نبوی	529	مصدق لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
536	اسم پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اشعار عرب	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سید ہونا
536	قبل از بعثت	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور ہونا
	اسم پاک احمد پر حضرت حسان بن علیؓ و کعب بن علیؓ کے اشعار		یحییٰ علیہ السلام کو نبی فرمایا گیا اور
537	حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	531	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو 33 بار نبی کہا گیا
	صحابہ جنی اللہؓ اور علی مرتضیٰ وسیدہ فاطمہ کے اشعار اسم	531	یحییٰ علیہ السلام کا اخذ کتاب
538	پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد از وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	531	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم الکتاب
	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کسی شخص کا اسم احمد صلی اللہ علیہ وسلم	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی
539	سے موسوم نہ کرنا	531	یحییٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم و رزق و تزکی
	بعد از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اکابر امت کا اس نام سے موسوم	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صفت تقویٰ
539	ہونا اور 53 مشہور اسماء کی فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہد ہیں	532	احسان اللوالدین



تیسرا

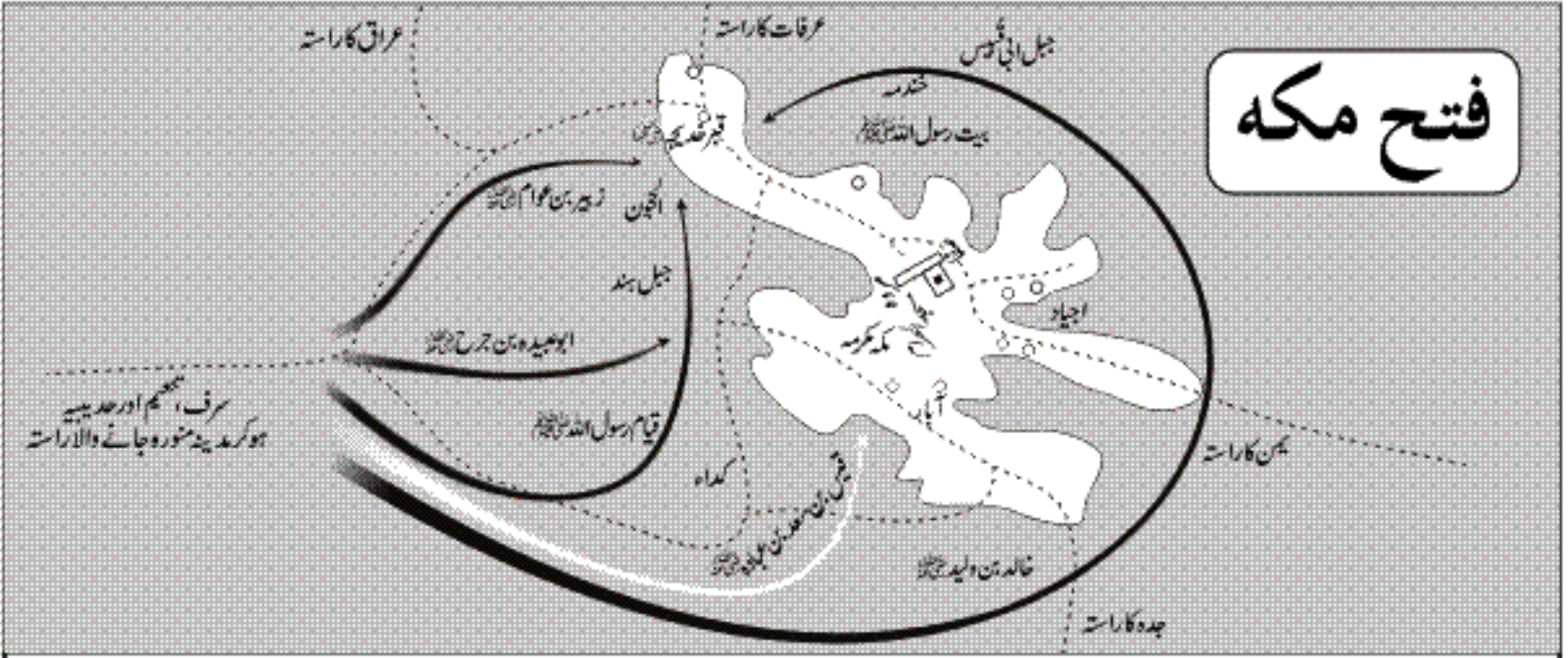
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
555	رحمۃ للعالمین ﷺ جنگ میں بھی رحیمانہ اصول قائم فرماتا ہے	542	نبی ﷺ شاہد ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم والدین کی اطاعت پر	543	نبی ﷺ مبشر و نذیر ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے معافی کی فلاسفی ظاہر فرمائی	544	نبی ﷺ داعیاً الی اللہ باذنہ ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے زنا کی برائی پر کیسی دلیل پیش کی	546	نبی کریم ﷺ سواجاً منیروا ہیں
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم حرمت شراب و قمار پر	* باب 6 *	
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کا عالم کے لئے عام ہونا	548	رحمۃ للعالمین ﷺ
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت اور رافت کا خاص کیلئے خاص ہونا	548	قرآن مجید میں للعالمین کا لفظ کس کس کے لئے ہے؟
558	باب 7 *	549	نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا قومی امتیازات سے بالاتر ہونا
558	حب النبی ﷺ	550	نبی کریم ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا
558	لفظ عشق کا استعمال قرآن و حدیث میں نہیں ہوا	550	نبی ﷺ کی رحمت مختلف اقوام پر و نبی کریم ﷺ کی رحمت مختلف طبقات پر
558	عشق کے لغوی معنی، محبت اور عشق میں فرق	551	نبی کریم ﷺ کی رحمت یہود پر
559	محبت کی صفت	552	نبی کریم ﷺ کی رحمت عیسائیوں پر
561	جو دو سخائے نبوی ﷺ	553	رحمۃ للعالمین ﷺ اخوت کی تعلیم دیتا ہے
562	عدل و انصاف	553	رحمۃ للعالمین ﷺ خالص انصاف کا حکم دیتا ہے
563	نجدت و شجاعت	553	رحمۃ للعالمین ﷺ شہادت کی توثیق فرماتا ہے
564	تواضع	554	رحمۃ للعالمین ﷺ نبوی کا درجہ اور حقوق بتاتا ہے
565	حیاء	554	رحمۃ للعالمین ﷺ انسان کی جان کی قدر و قیمت کا اندازہ ظاہر کرتا ہے

نبی کریم ﷺ کے خطوط کے عکس



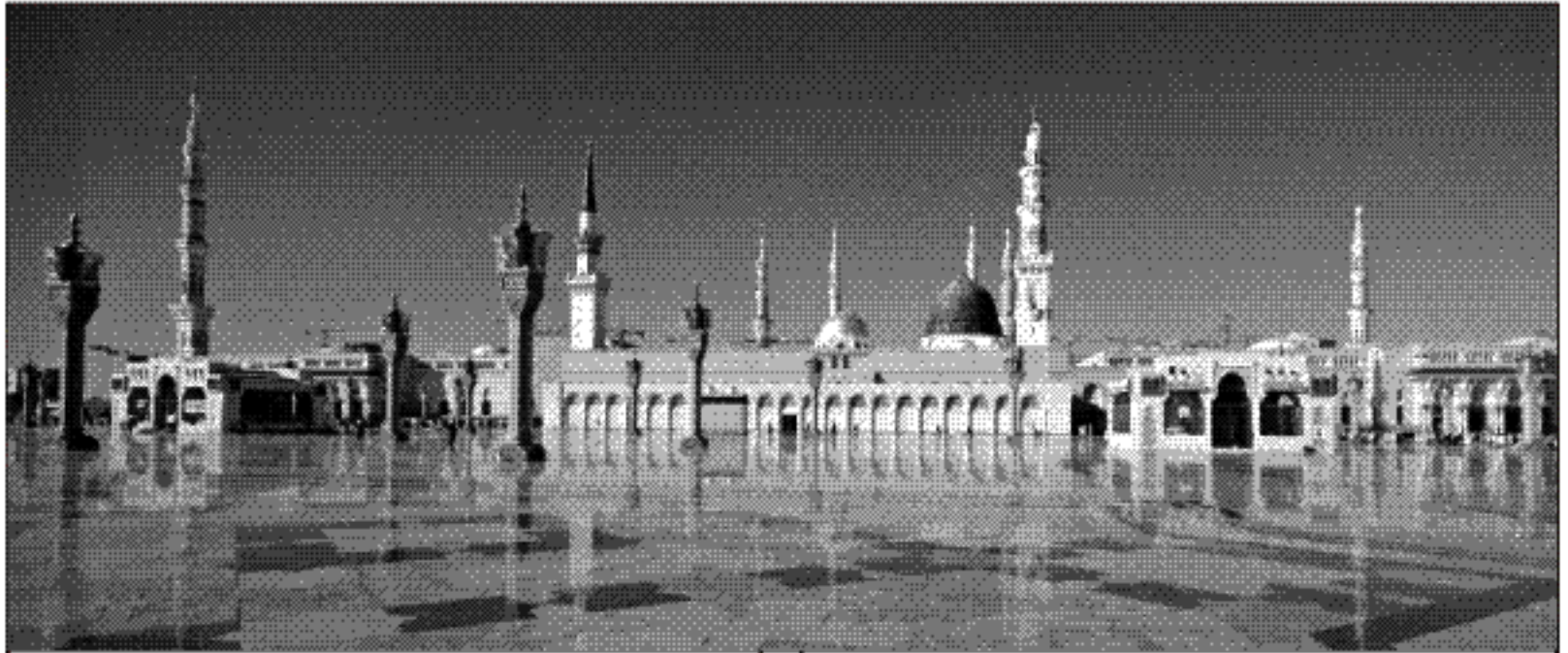
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
572	جذباتِ محبت	565	شفقت و رافت
575	کن بزرگوں کی محبت عین محبت نبوی ﷺ ہے	566	عفو و کرم
576	دعائے محبت	567	زہد فی الدنیا
	باب ششم	569	طریقہ نبوی کی جامع حدیث
577	لَتَعْلَمُوا عَدَدَ النَّبِيِّ وَالْحِسَابَ	569	عام اخلاق
	دنیا کے مشہور سنین کی تاریخیں اور ہر ایک تاریخ کا سنہ	571	محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بابت عروہ بن مسعود کا بیان
577	ہجری سے تطابق	571	محبت نبوی ﷺ پر زید کا حلفیہ بیان
578	جدول آغاز مشہور سنین نبوت ﷺ	571	عبید اللہ بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ اور محبت نبوی ﷺ
593	قصیدہ در حمد باری تعالیٰ	572	ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی محبت
		572	انس و عثمان و غنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور محبت نبوی ﷺ

فتح مکہ



فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد سوم

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
635	خصوصیت نمبر 15	599	مقدمہ مولانا سید سلیمان ندوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
640	خصوصیت نمبر 16	602	تمہید از مصنف
643	خصوصیت نمبر 17	* باب 1 *	
643	عرب	603	خصائص النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>
646	یہود	603	خصوصیت نمبر 1
647	نصاری	607	خصوصیت نمبر 2
649	ہندو اقوام	608	خصوصیت نمبر 3
650	مجوس	609	خصوصیت نمبر 4
651	خصوصیت نمبر 18	611	خصوصیت نمبر 5
652	خصوصیت نمبر 19	613	خصوصیت نمبر 6
656	خصوصیت نمبر 20	615	خصوصیت نمبر 7, 8, 9
657	خصوصیت نمبر 21	618	خصوصیت نمبر 10
659	خصوصیت نمبر 22	621	خصوصیت نمبر 11
661	خصوصیت نمبر 23	624	خصوصیت نمبر 12
664	خصوصیت نمبر 24	631	خصوصیت نمبر 13
667	خصوصیت نمبر 25	634	خصوصیت نمبر 14

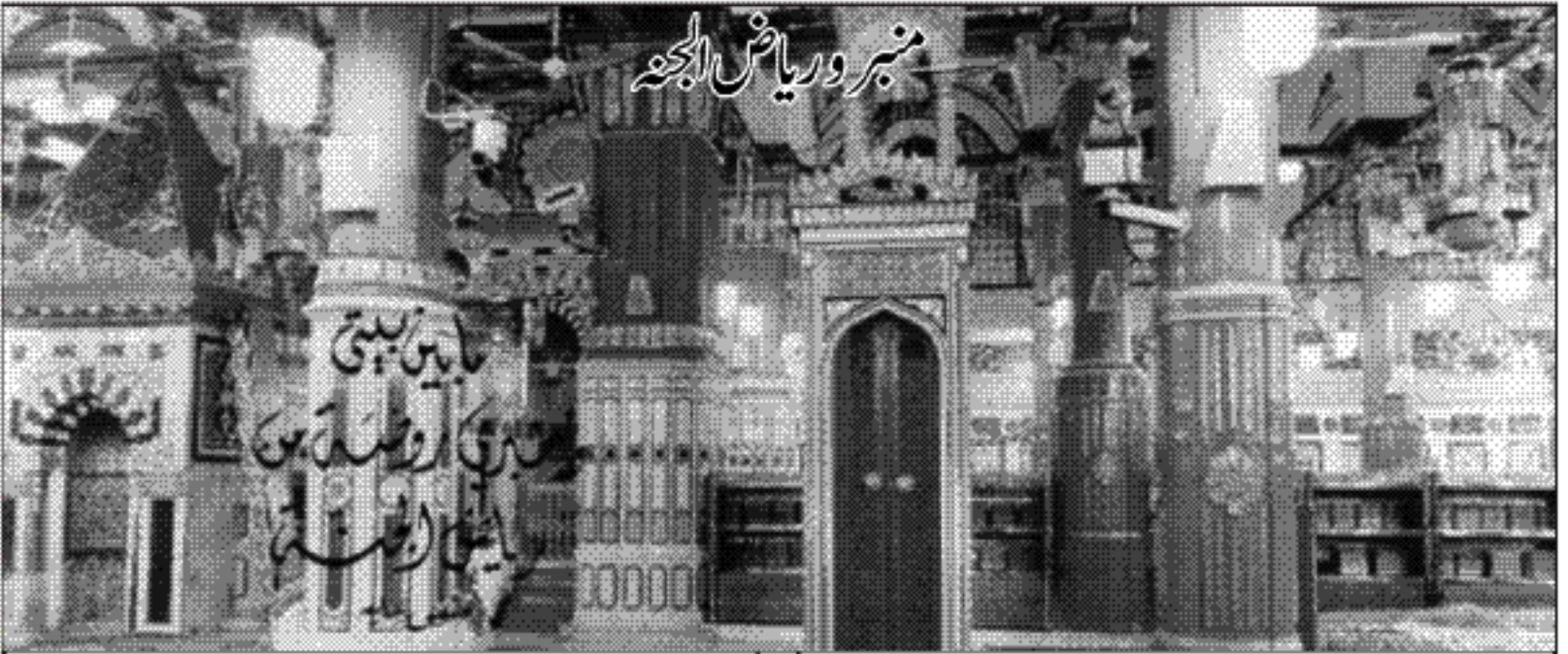


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
686	خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ	677	خصوصیت نمبر 26
686	نصرت بالرب	678	حالات نوح علیہ السلام
688	روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا	678	حالات ابراہیم علیہ السلام
689	حلت مخانم	679	حالات اسحاق علیہ السلام
690	عطاءئے منصب شفاعت	679	حالات یعقوب علیہ السلام
692	بعثت عامہ	679	حالات یوسف علیہ السلام
692	جوامع الکلم کا عطیہ	679	حالات داؤد علیہ السلام
693	معراج	680	حالات سلیمان علیہ السلام
702	ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء علیہم السلام کی ملاقات کا راز	680	حالات ایوب علیہ السلام
703	قرآن کریم اور معراج شریف	681	حالات موسیٰ علیہ السلام
705	بیداری و خواب کی بحث	681	حالات ہارون علیہ السلام
707	معجزات نبویہ ﷺ	681	حالات زکریا علیہ السلام
711	پانی کا معجزہ	682	حالات یحییٰ علیہ السلام
715	دودھ کی برکت	682	حالات عیسیٰ علیہ السلام
717	کشمیر طعام	683	حالات الیاس علیہ السلام
719	حنین جزع	683	حالات اسماعیل علیہ السلام
721	حیوانات پر اثر	684	حالات اسمعٰل علیہ السلام
722	افلاک پر اثر معجزہ شق القمر	684	حالات یونس علیہ السلام
732	اس معجزہ کی توثیق	684	حالات لوط علیہ السلام



منبر و ریاض الجنۃ

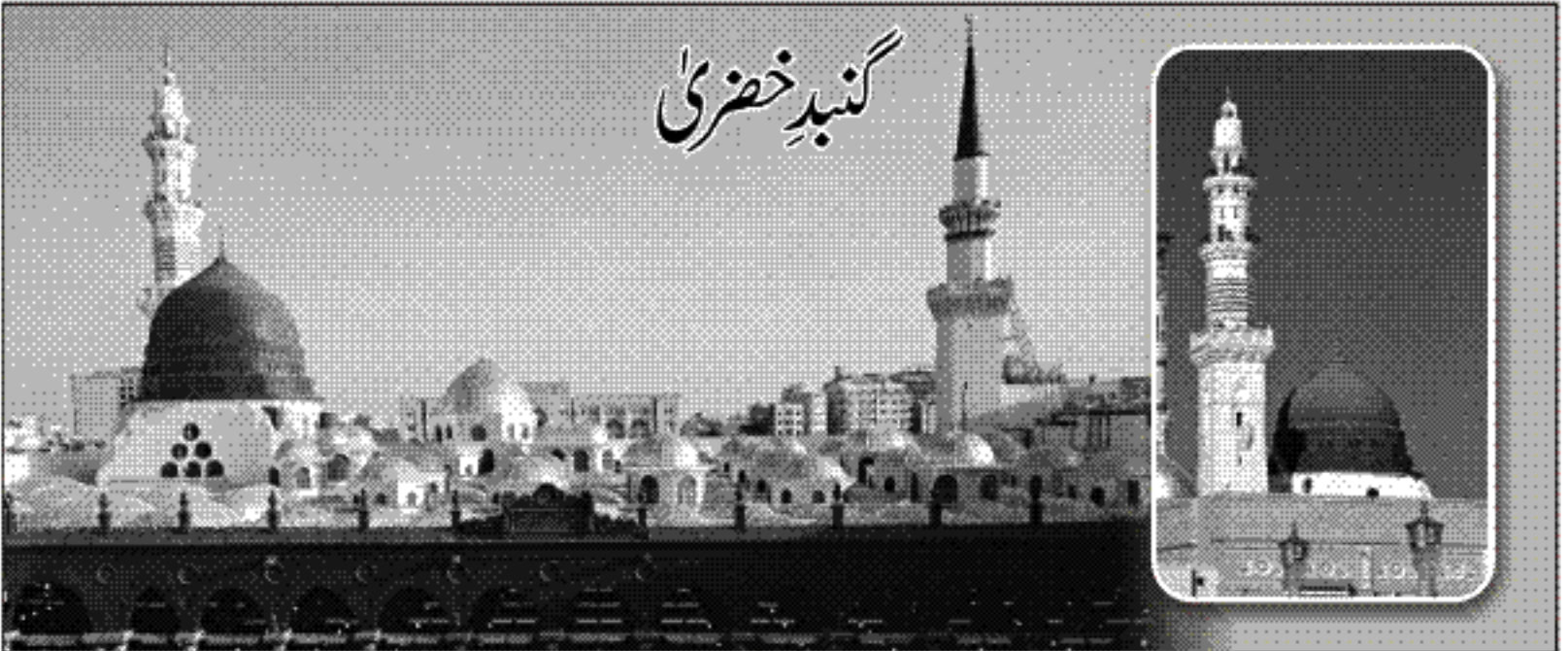
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
734	دعائے عفت	725	معجزات قسم دوم
735	سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	726	اطلاع اخبار مستقبلہ
736	عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	726	جہاز بحری کی اطلاع
736	انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	727	پیش گوئی
736	مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء	727	فتوحات ممالک کی پیش گوئی
736	حکیم کی سزا	728	فتح مصر کی پیش گوئی
736	شکستہ استخوان کی دُستی کا معجزہ	728	ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی
737	اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	729	شاہ ایران کے متعلق پیش گوئی
755	سنت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم	729	معجزات قسم سوم
755	الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي	729	393 سال پیشتر کی پیش گوئی
757	الْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي	730	654 سال پیشتر کی پیش گوئی
759	وَالْحُبُّ أَسَاسِي	731	656 سال پیشتر کی پیش گوئی
763	وَالشُّوقُ مَرَكَبِي	731	700 سال پیشتر کی پیش گوئی
764	ذِكْرُ اللَّهِ إِنِّي سِي	731	855 سال پیشتر کی پیش گوئی
769	الْبَيْتَةُ كَنْزِي	731	1348 سال پیشتر کی پیش گوئی
770	وَالْحُزْنُ رَفِيقِي	732	زمانہ حال کی پیش گوئی
771	وَالْعِلْمُ سَلَاحِي	732	دور حاضر کی پیش گوئی
774	وَالصَّبْرُ دَانِي	733	معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
779	وَالرِّضَاءُ غَنِيمَتِي	734	قتل سے مصون رہنے کی دعاء



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
814	پہلی پیش گوئی کہ اس کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا	781	وَالْعَجْزُ فَخَرِي
815	دوسری پیش گوئی کہ قرآن مجید زمین پر ہمیشہ محفوظ رہے گا	783	وَالرُّهْدُ حِرْفَتِي
819	نقشہ حروف تہجی	783	وَالْيَقِينُ قُوَّتِي
822	تیسری پیش گوئی بابت جمع قرأت قرآن مجید	785	وَالصِّدْقُ شَفِيعِي
822	چوتھی پیش گوئی کہ قرآن مجید کا حفظ رکھا جائے گا	786	وَالطَّاعَةُ حَسْبِي
822	پانچویں پیش گوئی کہ قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا	787	وَالْجِهَادُ خُلُقِي
823	چھٹی پیش گوئی کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی	789	وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ
	ساتویں پیش گوئی کہ کوئی بطلان قرآن کے مقابلہ		
823	میں نہ ٹھہر سکے گا		
824	اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں	791	✽ باب 2 ✽
824	پہلی پیش گوئی	791	✽ خصائص القرآن ✽
825	دوسری پیش گوئی	792	✽ ضرورت قرآن ✽
826	تیسری پیش گوئی	803	✽ فصاحت و بلاغت قرآن ✽
828	چوتھی پیش گوئی	804	✽ معانی عالیہ و مضامین نادرہ ✽
829	پیش گوئی کہ لڑائیوں میں مسلمانوں کو ہی غلبہ رہے گا	804	✽ تاثیر قرآن ✽
830	پیش گوئی کہ روئے زمین پر مسلمانوں کو حکومتیں حاصل ہوں گی	806	✽ نمونہ تعلیم قرآن ✽
830	پیش گوئی کہ اہل ایمان کی دنیوی حالت اچھی ہو جائے گی	807	✽ قبولیت قرآن ✽
831	مہاجرین کے متعلق تین پیش گوئیاں	808	✽ خصوصیت قرآن مجید ✽
831	پیش گوئی کہ تنگدستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے	812	✽ قرآن مجید کا مصنف ✽
		814	✽ قرآن مجید کی پیش گوئیاں ✽
		814	✽ قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں ✽



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
850	غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیاں	832	پیش گوئی کہ عرب میں بت پرستی معدوم ہو جائے گی
852	یہود اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں	833	پیش گوئی کہ مہاجرین کو دنیا میں اچھا ٹھکانا ملے گا
854	مسلمانوں کی تعداد کے متعلق پیش گوئی	833	پیش گوئی کہ اصحاب رسول ترقی و کمال حاصل کریں گے
855	یہودیوں کے متعلق 9 پیش گوئیاں	834	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش گوئی
858	عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں	834	غیر اقوام کے مسلمان ہونے کی پیش گوئی
859	سلطنت روما و ایران کے متعلق دو پیشگوئیاں	835	اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں
* باب 3 *			
862	خصائص اسلام	839	پیش گوئی کہ قرآن مجید کے مخاطبین اولیٰ میں فتنہ عام پھا ہوگا
862	اسلام ہی دین التوحید ہے	839	مستہزئین مکہ کے متعلق پیش گوئی
867	اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے	841	قریش کے دشمنوں کے متعلق پیش گوئی
872	اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے	843	کفار مکہ کے متعلق پیش گوئی
877	اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کیا	843	کفار عرب کے متعلق پیش گوئی
879	اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے	843	پہلی پیش گوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے
884	تذئیل	843	دوسری پیش گوئی کہ مشرکین عرب مرعوب ہوں گے
885	اسلام ہی دین العمل ہے	844	اہل مکہ کے خلاف دو پیشگوئیاں
886	اصول ارث و موارث	845	ابولہب کے متعلق پیش گوئی
889	اسلام ہی بانی اخوت ہے	844	ابولہب کی عورت کے متعلق پیش گوئی
895	اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند کیا	845	منافقین کے متعلق پانچ پیش گوئیاں
		848	مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
920	اسلام ہی فیض رساں دین ہے	898	اسلام ہی غیر متعصب دین ہے
	اسلام ہی نے ہدایت الہیہ کو ربوبیت خالقہ کی طرح	903	اسلام ہی دینِ الحبت ہے
923	کل عالم کے لئے عام بنایا	908	اسلام ہی مساوات کا بانی ہے
927	اسلام دین البر ہے	912	اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا
928	اسلام دین التقویٰ ہے	914	اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے
931	اسلام دین الصدق ہے	915	اسلام ہی اپنے مہد و گہوارہ میں آج تک قائم ہے
933	اسلام ہی دین الحسن و الجمال ہے	916	اسلام ہی دین تمدن ہے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کلمۃ الحرمین

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا بابرکت، ایمان افروز اور پاکیزہ موضوع ہے، اس کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے کم ہے۔ ہر مسلمان کی یہ عزیز ترین متاع حیات ہے۔ اسوۂ حسنہ کی روشنی، ذہنی، فکری، اعتقادی اور عملی زندگی کی آبیاری کرتی ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ، سرسبز و شاداب اور اپنی عطر پیزی سے اس کائنات کو معطر، منور اور مبارک کرتی ہے اور بنی نوع انسان کے قلب و دماغ کو روشن کرتی اور اسکی تعمیر، فکری اور عملی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے اور برگشتہ انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے برسرِ عمل اور مستعد کرتی ہے۔

ہر وہ شخص جو اللہ عزوجل کی وحدانیت و حقانیت کا دل و جان سے اقرار کرتا ہے اور عبدیت کا حق ادا کرنا چاہتا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکت، حسب و نسب، نجابت و شرافت، اخلاق و کردار، طور اطوار، انداز تمدن و معاشرت، ذاتی، خانگی، اجتماعی، ملکی، ملی معاملات، ایہوں اور بیگانوں سے آپ ﷺ کا برتاؤ اور طرزِ عمل سیرت و کردار کے آئینہ میں ضرور جاننا چاہتا ہے۔ دوسروں سے آپ ﷺ کی ذات گرامی کا موازنہ اور حیات طیبہ ﷺ کے ہر برگوشہ کا مطالعہ اپنے ایمان و یقین کا حصہ تصور کرتا ہے۔ کیونکہ اس ذات بابرکت سے تعلق ہی آدمی کو ایک اچھا انسان اور راسخ العقیدہ مسلمان بناتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس زندگی کے ہر مرحلہ، موقع اور مقام پر انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [33: 21]

”آپ کی حیات مبارکہ ہی سب سے بہترین نمونہ ہے“

نبی کریم ﷺ کا کام صرف احکام کی تبلیغ و ارشاد ہی نہ تھا۔ بلکہ ان احکام و فرائض کا عملی اجراء و نفاذ بھی آپ ﷺ کے ہاتھوں اور تبلیغی ذمہ داریوں کا حصہ تھا۔ سب سے پہلے خود پیغمبر اسلام ﷺ نے اللہ عزوجل کے احکامات کو اپنی عملی زندگی میں لاگو کر دکھایا تاکہ بنی نوع انسان کے لیے کسی قسم کی استثنائی صورت پیدا نہ ہو۔ عداوت، مخالفت، طعن زنی، معنوی اور مادی نقصانات کی پروا نہ کرتے ہوئے آپ اپنے مشن کی تکمیل میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف رہے۔

اخلاق عالیہ، گفتار، کردار، معاملات معمولات، نرم ولی، عفو و حلم، انصاف، وادری، حقوق کا تحفظ، فرائض کی انجام دہی اور ملک و ملت سے وفا، کس کامیاب انسانی معاشرے کی ضرورت نہیں ہے؟ ان سب معاملات میں سیرۃ النبی ﷺ ہماری رہنمائی کے لئے سب سے اولین اور زریں دستور حیات ہے۔ کیونکہ دین اسلام کے احکام اور وہ اعلیٰ و ارفع ربانی تعلیمات جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو سکھائی تھیں ان سب کا عملی اظہار و حقیقت قرآنی تعلیمات کی ہی عملی تفسیر اور تعبیر تھی۔ توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صبر و استقلال، توکل علی اللہ، جیسے اخلاق عالیہ پر عمل پیرا ہونا ہی توحید پرست انسان کی نجات کا بنیادی ذریعہ ہے۔ گویا آپ ﷺ ان اعمال و اخلاق حسنہ کی عملی اور مجسم تصویر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں کہ کیا آپ قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کرتے۔؟

كَانَ خُلُقِي رَسُوْلِ اللّٰهِ الْقُرْآنَ ”آپ ﷺ قرآنی اخلاق سے متصف تھے۔“

قرآن کریم دراصل سیرۃ النبی ﷺ پر سب سے معتبر اور مستند کتاب ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ بڑیاں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک واقعہ قرآن کریم کی حقیقی ترجمانی، تفسیر، تعبیر اور عملی تصویر ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر امور اور احکام قرآنی پر کیسے عمل پیرا ہونا ہے؟ معروف و منکر کو کیسے جانچنا ہے؟ نیکی و بدی کے فرق کو کیسے معلوم کرنا ہے؟ فلاح و کامرانی کیسے اور کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ ان سب امور کی تشریح و توضیح کے لئے پیغمبر ﷺ کا اسوۂ حسنہ رہبری و رہنمائی کے لئے پوری آب و تاب سے موجود ہے۔

آپ ﷺ احکام الہی کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف و مشغول رہے۔ ان اعمال جلیلہ کی بجا آوری میں راستہ کی کسی مشکل اور رکاوٹ کو پورا کرنے سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ آپ ﷺ کی تیس (23) سالہ زندگی اس مشن کی تکمیل اور اطاعت گزاروں سے عبارت ہے۔ دعوت دین کے ساتھ ساتھ ستائے اور تڑپائے جانے والے احباب کی خبر گیری، دل جوئی، ان کے لیے مناسب حال بندوبست آپ کی خداداد مدبرانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے بے خانماں مہاجرین کی آباد کاری، نومولود اسلامی سلطنت کا استحکام، مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں یہود اور دیگر قبائل عرب سے معاہدے، بیرونی خطرات، مسلط کی گئی جنگیں، دفاعی حکمت عملی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علمی و عملی تربیت، احکام دین کی تشریح و توضیح، رجال کار، مبلغین و دعاۃ کی فکری و نظری رہنمائی کے ساتھ ساتھ خاندانی اور خانگی امور کی با حسن بجا آوری جیسے تمام امور کی انجام دہی آپ ﷺ کے معمولات مبارکہ تھے، جسے آپ بڑی ذمہ داری اور خداداد قائدانہ صلاحیتوں سے سرانجام دے رہے تھے۔ مقدس زندگی کا ایک ایک گوشہ، جلوت خلوت، عملی زندگی کے تمام تر زریں اصول آج امت مسلمہ کے سامنے دن کے اجالے کی طرح واضح اور آشکارا ہیں۔ ان امور سے آگاہی اور اسے اپنی عملی زندگی بنانا اور حتی المقدور وہ اصول و قواعد جن پر نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں عمل فرمایا اسے اسوۂ حسنہ کے طور پر اپنانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہ دنیاوی کامیابی و کامرانی کے ساتھ ساتھ اخروی نجات اور اللہ اکرم الہامین کی خوشنودی اور تقرب کا بھی باعث ہے۔

انسانی معاشرہ تجمہ و تغیر پذیر ہے۔ نسلی و علاقائی امتیاز حالات و مواقع، مزاج کی رنگارنگی، ترجیحات کا واضح فرق، دوسروں پر بالا دستی اور تفوق زمانے کا ایک عام دستور ہے۔ نبی اور رسول اسی دینی اور دنیاوی خرابیوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ نبی کریم ﷺ آخری پیغمبر اور رسول تھے۔ ان پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب نہ تو کوئی نبی اس کائنات کی رہبری اور رہنمائی کیلئے مبعوث ہو سکتا ہے اور نہ قرآن کریم کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل ہو سکتی ہے۔ لیکن دنیا تو قائم ہے۔ یہاں بسنے والے انسانوں کو ہدایت و رہنمائی کی تو ہر وقت ضرورت ہے۔ اسلامی شریعت دائمی اور قیامت تک کے لئے ابدی ہے۔ جو تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔ اس شریعت مطہرہ میں انسانی گروہوں کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، علاقائی سب مجبوریوں، ضرورتوں اور مصلحتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ عزوجل کی طرف سے نبی آخر الزماں ﷺ کی زندگی کو نمونہ عمل نہ قرار دیا ہوتا تو آج ہم گمشدہ انسانیت کس کے دامن سے وابستہ ہوتی؟ اور اپنی انارکی، خلفشار، بد امنی اور بے دینی کا حل کیسے تلاش کرتی؟ اپنی خوش بختیوں اور سعادت مند یوں کے لئے کس کو اپنا رہبر تسلیم کرتی۔

آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ پندرہ (15) صدیاں گزرنے کے باوجود مسلمانان عالم بلکہ پوری نسل انسانی کی رہنمائی اور ہدایت کا سامان ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس اعتقادات، عبادات، ایمانیات، اخلاقیات، معاشرت، معیشت،

معاملات، انفرادی، ازدواجی، ملکی، فکری، سیاسی غرضیکہ زندگی کے تمام طبعی مراحل و منازل میں روشنی، عظمت، کامرانی اور ثور کا مینار ہے۔ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ عہد اسلام کی تاریخ جتنا ہی قدیم ہے اور یہ ایسا موضوع ہے جس کی رعنائی و زریبائی اور عطر بیڑی دنیا کی ہر زندہ زبان میں دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہے اور شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی زبان ہو جو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ادب کی لطافتوں اور رعنائیوں سے محروم ہو۔

مورخانہ بصیرت، اسلوب بیان کی ندرت، مثبت انداز بیان، واعیانہ شیریں بیانی، جاندار اور پر حکمت اسلوب، شستہ انداز تحریر یہ تمام کمالات کا کسی شخصیت میں کیجا ہونا بظاہر ناممکن اور مشکل ہے۔ لیکن اللہ عزوجل کا لطف و کرم اور اعزاز دیکھئے کہ ہمارے مدوح قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ اُن سب اوصاف حمیدہ اور اطوار جلیلہ سے متصف تھے۔ انہی اوصاف کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو شرف قبولیت سے نوازا کہ پون صدی گزر جانے کے باوجود مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ آج بھی تصنیف و تالیف کی دنیا سے اپنا لوہا منوار ہے ہیں۔

قاضی صاحب نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا، اعتماد و یقین اور ذمہ داری سے تحریر کا حق ادا کیا۔ انداز تحریر میں تلخی تو بہت دور کی بات، پوری کتاب کا مطالعہ کر لیجئے ایک سطر بھی موضوع اور محل سے ہٹی نہ ہوگی۔ استدلال کی فراوانی اور موقع محل کی مناسبت سے آیات و احادیث کا بر محل استدلال تصنیف کی قدر و منزلت میں اور بھی اضافہ اور شان پیدا کر دیتا تھا۔

اس کتاب ”رحمۃ اللہ علیہ“ کو ”رب العالمین“ نے ایسی قبولیت و شرف عطا فرمایا کہ اس کی مثال اس پوری صدی میں ملنی ناصرف مشکل بلکہ مجال ہے یہ خوش بختی و سعادت مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے ساتھ ہی خاص ہے۔

مصنف کے منفرد انداز نگارش، حسن بیان، حسن ترتیب، حسن انتخاب، عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم، اثر انگیزی، دل آویزی معلومات کی ترتیب و یکجائی، روایت و درایت، تحقیق و تہویب کے باعث جلالت علمی کا خوبصورت اظہار اور تصنیفی دنیا کا لازوال شاہکار ہے کہ لکھے ہوئے الفاظ زندہ حقیقتوں اور بولتی صدائوں کا خوبصورت نمونہ نظر آتے ہیں کہ بے ساختہ قاری کے ہاتھ مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کی بلندی درجات کے لئے بارگاہ ”رب العالمین“ میں دعائے خیر کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسی بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

ایک منفرد، علمی، فکری، دعوتی اور تربیتی انسٹیٹیوٹ (Institute) ہے۔ جو دور

حاضر کے تمام جدید وسائل و ذرائع ابلاغ آڈیو، ویڈیو، انٹرنیٹ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مشن میں ہمہ وقت مصروف ہے۔

الحمد للہ! فتاویٰ آن لائن اور اس کا ٹول فری فون (0800-11777) نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا میں بسنے والے مسلمان خواتین و حضرات کی دینی، معاشی، روحانی، معاشرتی، سماجی مشکلات اور مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی کا فریضہ گزشتہ تین برس سے بڑی باقاعدگی سے سرانجام دے رہا ہے۔ وینعمتہ تتم الصالحات

اس کے علاوہ ”رحمۃ اللہ علیہ“ فیصل آباد، پاکستان“ تھوڑے ہی عرصہ میں تقاسیر، احادیث، فقہ، تاریخ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اہم موضوعات پر مشتمل لاکھوں روپے کی کتب انتہائی ارزاں (خرید اور لاگت سے کم) تبلیغی نرخوں پر پہنچانے کی

ذمہ داری بڑی عقیدت اور اخلاص سے ادا کر رہا ہے۔

ان تبلیغی کتب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شہرہ آفاق اور انتہائی معتبر اور پسندیدہ کتاب ”ترجمۃ القرآن“ بھی ہے۔

مارکیٹ میں بے شمار پبلشرز کی طبع شدہ یہ کتاب عام دستیاب ہے۔ لیکن بد قسمتی سے کوئی بھی نسخہ اس خوبصورت کتاب کے حوالہ سے پورے طور پر مکمل نہیں۔ کتاب جس عنایت، علمی محبت، توجہ اور معیار کی محتاج تھی۔ اس طرف قطعاً کوئی قابل ذکر توجہ نہ دی گئی۔ بعض اداروں نے اس کتاب کو مختلف انداز سے شائع کیا ہے، لیکن کتاب جس تحقیق، تخریج، تعلق، نئے پرانے نسخہ جات کا تقابل، ابواب کی صحیح تقسیم، آیات قرآنی کا ترجمہ، اشعار کی تصحیح، اعراب کی درستگی، غیر مسلم محققین، مصنفین اور مستشرقین کے صحیح نام، ائمہ اور اکابر ملت کا تذکرہ اور دیگر امور جو کتاب کی افادیت و اہمیت کو اور زیادہ خوبصورت اور کتاب کی قدر و منزلت اور افادیت میں اضافہ کا سبب بن سکتے تھے۔ قطعاً قابل اہتمام نہ سمجھا گیا اور نہ ان امور کی طرف کوئی خاص توجہ دی گئی۔

اس کی کوپورا کرنے کے لئے ”مکتبۃ المدینہ“ فیصل آباد، پاکستان کے علمی رفقاء نے اس عظیم ذمہ داری کی سعادت کا بیڑا اٹھایا۔ سابقہ حوالہ جات کی ترقیم و ترتیب، تبویب، تفہیم کے ساتھ ساتھ کچھ مزید مفید نوٹس کا اضافہ کیا۔ جو بہت حد تک سابقہ کی کوپورا کرتا ہے۔ دو سال کی مسلسل محنت شاقہ کے بعد یہ علمی شاہکار اپنی معنویت، افادیت، تخریج، تحقیق تعلق کے ساتھ ساتھ کاغذ، طباعت، ٹائٹل اور پرنٹنگ کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ ہے۔ جو ”مکتبۃ المدینہ“ فیصل آباد، پاکستان کے رفقاء و معاونین کی محبت، محنت، تحقیق، تخریج، تعلق اور اخلاص کا منہ بولنا ثبوت ہے۔ دیگر اور بھی کئی کتب پر اسی نوعیت کا علمی، تحقیقی اور فکری کام ہو رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں اپنے نیک مقاصد اور ارادوں میں کامیاب فرمائے۔

آخر میں اپنے برادر عزیز محمد جاوید ناصر کے لیے خصوصی دعا گو اور شکر گزار ہوں کہ جس کی ایک خواہش ”مکتبۃ المدینہ“ فیصل آباد، پاکستان کی بنیاد اور اساس ٹھہری کہ یہ ناچیز دین کی آبیاری، اعلاء کلمۃ اللہ اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں مشنری جذبہ سے اپنی زندگی کی اصل منزل کی طرف کشاں کشاں گامزن ہو گیا۔ ناسپاسی ہوگی کہ میں اس کتاب کو مفید تر بنانے میں اپنے علمی و فکری معاون ساحتہ الشیخ عبداللطیف سرور رحمۃ اللہ علیہ کا دل کی اتھار گہرائیوں سے شکر یہ ادا نہ کروں جن کی قدم قدم پر رہنمائی اور علمی معاونت اس کتاب کو مفید تر بنانے میں میرے ساتھ رہی۔

برادر مرانا شبیر احمد، ایم انور جاوید، شیخ محمد عرفان، محمد یحییٰ فاروق اور دیگر معاونین اور رفقاء بھی بطور خاص ہم سب کے شکر یہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔ جن کی علمی، فکری اور نظری رہنمائی کے ساتھ ساتھ مادی اور معنوی تعاون بھی اس کتاب کی اشاعت کا باعث بنا۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس کتاب کے مصنف کی بخشش کے ساتھ ساتھ ہماری اس عاجزانہ کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ ادارہ اس کے بانی، رفقاء، معاونین اور سب مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع کا سچا اور حقیقی جذبہ عطا فرمائے اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اخلاص و عقیدت سے عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

میان طاہر

مکتبۃ المدینہ، فیصل آباد، پاکستان

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

میاں طاہر

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ایک جید عالم، وسیع النظر مؤلف اور بلند پایہ سیرت نگار تھے۔ آپ دین داری، زہد و ورع، تقویٰ اور لہصیت میں یگانہ روزگار شخصیت تھے۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ عصری علوم سے بھی بہرہ ور تھے۔ عربی، فارسی اور انگریزی پر مکمل عبور کے ساتھ ساتھ ادیان و فرق باطلہ پر ان عقائد و نظریات کے ماننے والوں سے بڑھ کر معلومات رکھتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ تبحر عالم، محقق اور سیرت نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صاحب طرز انشا پرداز تھے۔ دین اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے انہیں خاص انس، لگن بلکہ جنون کی حد تک عشق و محبت تھی۔

”رحمۃ اللعالمین“ ان کی ایک یادگار اور خوبصورت تحریر ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت اور لطیف مہک سے معطر ہے۔ اس کتاب کی ایک ایک سطر کچھ اس قدر سچائی، محبت اور وادائی سے لکھی گئی ہے کہ قاری اگر ذمہ داری اور محبت و عقیدت سے اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اپنے آپ کو کبھی مکہ، کبھی مدینہ اور کبھی بدر و جنین کے میدانوں میں پائے گا۔ تحریر میں ایسی کٹنگنی اور قلم میں ایسی روانی ہے کہ قاری کتاب پڑھتے پڑھتے عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق ان کی سیرت نگاری کا سب سے نمایاں اور خوبصورت عنوان ہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ توشہ کہ جس کے بغیر آخرت کی سعادت و خوش بختی اور خوش نصیبی کا تصور ممکن ہی نہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نالہ نیم شب اور آداب سحر گاہی کی لذت سے خوب آشنا تھے۔ مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ نے اپنی خوبصورت اور دل آویز نگارشات کے لئے اپنی محبت و عقیدت کے گلابائے عقیدت کے چناؤ کے لئے اسی مبارک اور باسعادت وقت کو موزوں جانا۔ پوری کتاب نماز تہجد اور نماز فجر کے دوران قلمبند فرمائی۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

دنیاۓ اسلام میں وہ کون ایسا اردو دان مسلمان ہوگا جو مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کے نام و مرتبہ سے نا آشنا ہو اور وہ کون سا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تبع سنت ہوگا۔ جس نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تر گوشہ حیات پر محیط کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ کا مطالعہ کرنے کی سعادت اور خوش بختی حاصل کر کے اپنے دل و دماغ کو منور اور اپنی زندگی کے چال چلن کو اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی مقدور بھرپور کوشش نہ کی ہو۔ قاضی رحمۃ اللہ علیہ صاحب، عبادت گزار، خلیق، مفسر اور دیگر اوصافِ حمیدہ کے حامل، بڑے ہی وضع دار اور متوازن انسان تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و نبوت کی زندگی تیس (23) سالہ جہد مسلسل کا عنوان اور روزنامہ ہے۔

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت و خوش بختی ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر حسین امتزاج اور حسن اتفاق ہے کہ ان کی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل عدیم المثال کتاب ”رحمۃ اللعالمین“ بھی تقریباً تیس (23) برس کی محنت شاقہ اور عرق ریزی ہی کا ایک جیتا جاگتا شاہکار ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک نورانی چہرہ بلند قامت، معزز و وجہ گہوری رنگت گھنی اور خوبصورت داڑھی، ستواں ناک، خود دار، متحمل مزاج، مسکراتا چہرہ، کشادہ اور باوقار پیشانی، نرم طبیعت، خوش طینت ریاستی چگری اور چوڑی وار پاجامہ پہننے والے بزرگ تھے۔ عالمانہ سنجیدگی اور وقار جن کا اوڑھنا بچھونا، وعظ و ارشاد جن کی زندگی کا مشن تھا، آپ قلم و قریح سے منسلک تھے اور خدمت خلق اور اصلاح معاشرہ ایسے اہم فرض کو اپنی زندگی کا جزو ایمان بلکہ ایمان کامل تصور کرتے تھے۔ اپنی تحریر و تقریر میں وحدت و یکانیت کی عملی تفسیر اور تصویر مجسم تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ 1867ء کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قاضی احمد شاہ بھی ایک صاحب علم اور نیک نام بزرگ تھے۔ وہ ریاست پٹیالہ کے نائب تحصیل دار کے عہدہ پر فائز تھے۔ اسلامیات کی بعض کتب آپ نے اپنے والد بزرگوار سے ہی پڑھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ، ولادت باسعادت سے اس جہان فانی سے رخصت کے آخری لمحات کی روئیدار اور کارہائے نمایاں کی سنہری تاریخ ہے۔ جس میں حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک گوشہ خواہ امور سیاست سے متعلق ہو یا زندگی کا کوئی ایسا پہلو جو بنی نوع انسانی کے لئے خیر و برکت اور کامیابی و کامرانی کا باعث ہو بڑی عمدگی اور عقیدت کے ساتھ درج فرمایا ہے۔ واقعات کی صحت و صداقت کا اس قدر لحاظ و خیال رکھا کہ ایک ایک جزئی کی کتاب و سنت سے دلیل بہم پہنچائی کہ قاری کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے تسلسل اور شیرینی کلام کے باعث عمدہ ذہن میں محفوظ جاتا ہے کہ جیسے وہ خود مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے اپنے دل و دماغ کی کیفیت و احساس میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گھوم رہا ہے اور لطف اندوز ہو رہا ہے۔ بچوں، غلاموں، غیر مسلموں غرضیکہ اپنوں اور بے گانوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک اور برتاؤ کے باعث اپنے آپ کو اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے آمادہ اور برسر عمل پاتا ہے۔

خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مختلف قبائل و خاندان سے نسبی اور خانگی تعلق جوڑنا اور ہر جزئی پر سیر حاصل معلومات بہم پہنچانا قاضی رحمۃ اللہ علیہ پر بس ہے خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چچوں پھوپھیوں اور آباء و اجداد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر نیز ایک ایک شخصیت کا تذکرہ شاید ہی کسی اور کتاب میں ایسی عقیدت و محبت سے کیا گیا ہو جو خوبصورت اور لطیف پیرایہ ”رحمۃ اللعالمین“ میں اختیار کیا گیا ہے۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کا خوبصورت قلم ایک ایک زوجہ محترمہ کا تعلق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ان کے ساتھ اس انداز اور خوبصورتی سے ملاتے اور ان پاک ہستیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انس و محبت کا تذکرہ، اس خوبی اور احسن پیرایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قاری عیش عیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

فرزندان اور بنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بہت عمدہ، مفید و معلوماتی اور محققانہ بحث تحریر فرمائی ہے اور پھر ہر ہستی کا الگ الگ ذکر اور ان کی اولاد و اخلاک کا ذکر کس عقیدت و عمدگی سے مرتب فرمایا اور اس کتاب کی تصنیف تک چندا کا برکت، بزرگان اسلام اور مشائخ عظام کا ان عظیم اور مقدس ہستیوں سے نسب و تعلق اور قربت داری کو جس محنت و عرق ریزی سے مدون فرمایا، یہ مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ ہی کا کمال ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں انبیاء کرام کو اس وقت کے حالات اور تقاضوں کے مطابق معجزات اور انعامات الہی سے نوازا گیا۔ لیکن پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ سے بہرہ ور فرمایا گیا جو انبیاء سابقین

کو فروزا عطا ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کی زندگیوں کا تمام تر حسن اور ان کے کردار کی ایک ایک خوبی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سمٹ کر جلوہ افروز ہوئی تھیں

حسن یوسف وم عیسیٰ یٰ بیضا داری
آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غرضیکہ حیات مبارکہ کا وہ کونسا گوشہ ہے جسے مصنف ”رضی اللہ عنہ“ نے اپنی تصنیف لطیف میں اپنے قلم کی جولانیوں سے واضح اور آشکار نہ کیا ہو۔ غزوات نبوی ﷺ اور اس میں ہونے والے بڑے بڑے عظیم حوادث، جنگوں کے اسباب، ان معرکوں میں ہونے والی ہلاکتوں اور نقصانات کو بڑی جامعیت اور دلائل و براہین کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے تاکہ عالم کفر و کجی لے وہ دین حنیف جس کے بارے میں دشمنان اسلام بالخصوص صلیبی دنیا کا یہ پروپیگنڈہ کہ اسلام وحشت و بربریت، سفاکی اور قتل و غارت گری کا دوسرا نام ہے، اعداد و شمار سے نہ صرف لفظ ثابت کیا ہے، بلکہ حقائق سے واضح کیا ہے کہ اسلام کے خلاف وحشت گردی کا مذموم پروپیگنڈہ کرنے والے بذات خود ایسے سفاک مظالم اور سنگین جرائم کے مرتکب ہیں۔ جن کے ذکر سے انسانیت شرم سے پانی پانی ہے۔ بلکہ اگر واضح الفاظ میں کہا جائے، تو ان انسانیت کے دشمنوں کا مکروہ چہرہ امت مسلمہ جسے وہ اپنا دشمن تصور کرتے ہیں کے ضمن میں بھیا تک، داندھار اور سیاہ تو تھا ہی ان کا اپنوں کے ساتھ بھی برتاؤ نہایت گھناؤنا، ظالمانہ، سفاکانہ اور مکروہ تھا۔ بلکہ احترام انسانیت کے حوالہ سے قابل نفرت، حد درجہ مکروہ، سیاہ اور بھیا تک تھا۔

”جان ڈیون پورٹ“ (John Devonport) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”Apology for Muhammad and Quran“ میں کس ذمہ داری اور دیانت سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائی دنیا کے غیر عیسائیوں پر مظالم اور بربریت تو ایک طرف، خود عیسائیوں کا اپنے عیسائی بھائیوں پر ظلم و ستم کچھ اس قدر اندوہ ناک اور قابل نفرت تھا کہ اپنے ہی سوا کروڑ (12500000) دینی، مذہبی، مسیحی بھائیوں سے مسلکی اور فروعی اختلافات کی بنا پر زندگی کا حق چھین لیا گیا اور نہ جانے اس جرم بے گناہی میں کتنے لوگوں کو زندہ آگ میں جلا کر سوختہ سامان کر دیا اور طرح طرح کے غیر اخلاقی و غیر انسانی مظالم روار کھے گئے۔ صرف اسپین میں اپنے تین لاکھ چالیس ہزار (340000) ہم مذہب عیسائیوں کا بڑی بے دردی، وحشت و بربریت اور سفاکی سے قتل عام کیا گیا اور تیس ہزار (30000) انسان زندہ آگ میں جلا دیئے گئے۔

جب کہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں بیاسی (82) معارک اور غزوات میں دونوں طرف کے مقتولین کی کل تعداد مستند اعداد و شمار کے مطابق صرف ایک ہزار اٹھارہ (1018) ہے۔ جبکہ صرف ایک عالمی جنگ میں ہلاک ہونے والے افراد کی مجموعی تعداد تہتر لاکھ (7300000) نفوس سے متجاوز ہے، اسی طرح اپانچ اور ڈیڑھی ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، جن کی زندگی موت سے بھی بدتر تھی۔

”رضی اللہ عنہ“ کے بنگالی، فارسی، عربی اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم طبع ہو چکے ہیں۔ جو سیرۃ النبی ﷺ کی معروف کتاب ”رضی اللہ عنہ“ کے بہترین اسلوب نگارش اور قبولیت کی منفرد مثال ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رضی اللہ عنہ کے اکلوتے فرزند قاضی عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جو علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ تھے، اردو، عربی، فارسی کے علاوہ انگریزی پر خاص دسترس رکھتے تھے۔ دیگر دینی و ملی خدمات کے ساتھ ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ کو انگریزی قالب میں ڈھالنا ایک

عظیم اور خوشگوار فریضہ جسے پوری ذمہ داری، لگن، محبت اور احتیاط سے پورا کیا۔ اس ترجمہ پر قاضی عبدالباقی منصور پوری جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے، نے نظر ثانی کے فرائض انجام دیئے۔

اعلیٰ زبان دانی، ادبیت، حوالہ جات کی ترتیب و تنقیح پر بہت محنت کی اور کئی برس کی مسلسل کاوش کے بعد ’رحمۃ اللعالمین‘ کا یہ انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ زبان اتنی شستہ، خوبصورت اور جاندار ہے کہ یہ ترجمہ پاکستان کے معروف انگریزی روزنامہ پاکستان ٹائمز (Pakistan Times) میں (1961, 1960, 1959ء) متواتر تین سال بالاقساط طبع ہو کر انگریزی دان طبقہ سے داؤدِ حسین وصول کر چکا ہے۔

کتاب ’رحمۃ اللعالمین‘ کے حوالے سے عالم اسلام کی معروف علمی اور فکری شخصیت سید ابوالحسن علی الندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ’کاروانِ زندگی‘ میں فرماتے ہیں کہ میری ابتدائی عمر میں ایک کتاب ’رحمۃ اللعالمین‘ کا اشتہار طبع ہوا میں نے جھٹ پبلشر کو کتاب بھجوانے کا ایک خط پوسٹ کر دیا۔ چند ہی دنوں بعد یہ کتاب بذریعہ V.P گھر کے پتہ پر موصول ہو گئی۔ والدہ مرحومہ کے پاس اتنی رقم کہاں تھی کہ وہ ادا کر کے پوسٹ مین سے کتاب حاصل کر سکتی، میرا رونا دھونا اور کتاب کے حصول پر اصرار کے باعث ایک عزیز نے اپنی گھر سے رقم ادا کر کے مجھے دی میں نے بڑی ہی محبت و عقیدت، توجہ، انتہاک سے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کیا اور آج میں برملا اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ ’رحمۃ اللعالمین‘ اپنی منفرد جاوید بیت عنادین کی ترتیب اور خوبصورت پیرایہ اظہار کے باعث ان عظیم کتب میں سرفہرست ہے جنہوں نے اپنی مقناطیہ سیت اور کشش کے باعث نہ صرف میرے دل و دماغ کو جھنجھوڑا بلکہ میری تصنیفی اور تالیفی صلاحیتوں کو بھی جلاوا اور رہنمائی بخشی۔

مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگرچہ اردو میں سیرت النبی کے موضوع پر بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں تاہم ان کتب میں چند ہی ایسی ہیں جن کے اندر واقعات کی صحت کا کما حقہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان گنی چنی کتب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ’رحمۃ اللعالمین‘ سرفہرست ہے۔

معروف سیرت نگار اور مورخ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ’رحمۃ اللعالمین‘ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے غیر مذہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر متمکن ہونے کے باوجود اپنی ظاہر داری، مہمان نوازی، اہل و عیال کی ذمہ داری، عزیز واقارب کی دل جوئی اور دیگر مصارف کی وجہ سے بڑی وضع دار زندگی گزارتے تھے۔ عظیم اور بڑے عہدے پر متمکن ہونے کے باوجود تنخواہ میں بڑی تنگ دستی سے اپنی گزران کر پاتے تھے۔ لیکن مجال ہے کہ کبھی اپنے عہدہ کی وجہ سے ہزاروں روپے حاصل کر سکنے کے باوجود کبھی کسی شخص کی ایک پائی تنک کے ناجائز روادار اور متحمل ہوئے ہوں۔ رشوت ستانی اور اپنے اختیارات سے تجاویز تو بہت دور کی بات ہے، کسی سے اپنے منصب کے باعث جائز فائدہ، بلکہ تھوڑے تحائف سے بھی اپنی دینداری اور ذمہ داری کے باعث حد درجہ اجتناب کرتے تھے۔ حکیم محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی ذاتی زندگی کا ایک ایمان افروز واقعہ ذکر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک مژم کی سفارش کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ ملزم قلعاً بے گناہ ہے۔ لہذا آپ اسے رہا کروادیں۔ اس درخواست کے ساتھ ہی اس ہندو دوست نے ایک بند لفظ

انجمن اور متعدد صلاحیتوں کے باعث ایک ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا اہم اور سن پسند موضوع تقابل ادیان تھا۔

انہیں تاریخ پر بھی مکمل عبور تھا۔ دوسری بار جب اللہ عزوجل نے مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کو حج بیت اللہ کی سعادت بخشی تو فرمانروائے مملکت سعودیہ خادم حرمین شریفین شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود رحمۃ اللعالمین سے ملاقات میں ”نجد“ پر بڑی تفصیلی اور سیر حاصل گفتگو کی۔ اس فکر انگیز اور تاریخی معلومات سے بھرپور گفتگو سے متاثر ہو کر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللعالمین نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین سے ”تاریخ نجد“ لکھنے کی خواہش کے ساتھ عربی زبان میں اس موضوع پر دستیاب چند قیمتی دستاویزات اور تاریخی کتب بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین کے حوالہ کیں۔ اسی سفر مبارک سے واپسی پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، جس کی بنا پر یہ سب کام دھرے کے دھرے رو گئے۔ مگر نہ آج قاضی صاحب کے موعود قلم کا ایک اور دل پذیر تحقیقی و تاریخی شاہکار ”تاریخ نجد“ بھی مسلمانان عالم سے داد تحسین حاصل کر چکی ہوتی اور ان کی فکری اور تاریخی معلومات کا بھرپور اعتراف کر چکی ہوتی۔

جب خادم حرمین شریفین شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود سے مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی تاریخ نجد کے حوالہ سے تاریخی ملاقات ہوئی تو خادم حرمین شریفین نے غلاف کعبہ کا چارٹ مربع پر مشتمل ایک خوبصورت تحفہ جس پر سورۃ اخلاص مکمل اور یا اللہ باریک اور خوبصورت انداز میں چار مرتبہ لکھی ہوئی تھی۔ اپنے معزز اور محترم مہمان قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین کی خدمت اقدس میں پیش کیا جسے معزز مہمان نے نہ صرف بعد خوشی و انبساط قبول فرمایا بلکہ فرمایا کہ یہ عظیم اور مبارک تحفہ مجھے دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی اور عزیز ہے اور اس کا حصول میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش و خوش نصیبی ہے۔

1884ء میں میندرہ کالج جوہنجاہ یونیورسٹی سے الحاق شدہ تھا، سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث یونیورسٹی بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔

1885ء میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور پٹیاہلہ کے سپرنٹنڈنٹ (Superintendent) برائے تعلیم متعین ہوئے۔

جب متحدہ ہندوستان کے حالات دن بدن بگڑتے چلے گئے۔ چوری، ڈکیتی اور راہ زنی کی وارداتیں روز کا معمول بن گئیں۔ جسے سنبھالنا حکومت کے لیے مشکل اور محال ہو گیا تو قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین کو 1900ء میں محکمہ تعلیم کی بجائے متحدہ پنجاب کے انسپکٹر جنرل (I.G. Police) نام کنسن کے ساتھ اصلاح احوال کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ آئی جی (I.G) پولیس آپ کی شخصیت و کردار، طرز فکر، حسن کارکردگی اور اسلوب کار سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے حکام بالا سے گزارش کی کہ کیوں نہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین کی خدمات محکمہ انصاف (Judiciary) کے سپرد کر دی جائیں۔

نام کنسن کے ساتھ کام کی وجہ سے آپ عدالتی باریکیوں اور قانونی موٹوگانیوں سے بہت جلد روشناس ہو چکے تھے۔ یہ بات تاریخی اعتبار سے بہت ہی حیران کن ہے کہ قاضی رحمۃ اللعالمین نے صرف چند ایام میں ہی ضابطہ فوج داری کی تمام تر قانونی دفعات پر کامل دسترس حاصل کر لی تھی۔

مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کی پہلی تقرری دفعہ 30 کے مجسٹریٹ (Magistrate) کے طور پر ہوئی، جلد ہی سول جج (Civil Judge) بنادیئے گئے اور پھر ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے سیشن جج (Session judge) کے منصب جلیلہ پر جلوہ افروز ہو گئے۔

دین میں فروعی اختلاف سے کفر لازم نہیں آتا۔ اگر یہ اختلاف نیک نیتی، علمی، تحقیقی اور اصلاحی مقاصد پر مبنی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں فرقہ بندی، مسلکی اور فروعی اختلاف کی بنیاد پر کسی کی تکفیر اور تکذیب کی اسلام کسی بھی حیثیت سے نہ تو اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ایسا کرنا اسلامی تعلیمات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم بعض مسائل میں شدید اختلاف یہاں تک کہ بعض امور حلت و حرمت کی حدود تک پہنچ جاتے تھے۔ پھر بھی ایک دوسرے کی اقتداء و امامت میں نماز ادا کرتے اور ان کے سماجی، معاشرتی اور اجتماعی معاملات آپس میں پیار و محبت کی عملی شکل نظر آتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں مرحمت فرمایا تھا کہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے میں نے آج تک کسی مسلمان کے کفر کے فتویٰ پر دستخط نہیں کئے۔ میرا اس باب میں وہی نظریہ اور مسلک ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

لَا نَكْفُرُ أَهْلَ الْقِبْلَةِ (تاوی ثناء جلد 1 ص 263)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرقہ بندی کی بجائے وحدت امت اور اتحاد عمل کے داعی تھے۔ فرقہ بندی مسلکی اور فروعی تعصب کی بجائے ”اسلام اور مسلم“ زندگی بھر ان کا عنوان تھا۔ ہمارے فاضل بزرگ دوست، مورخ، مصنف و محقق محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خوبصورت کتاب ”مصنف رحمۃ اللعالمین“ (جواب تک قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر لکھی گئی واحد تصنیف ہے) جس میں عصر حاضر کے علما کو مخاطب کرتے ہوئے عام مسلمانوں سے ان کی محبت و وارثی کے متعلق ایک خوبصورت واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ قاضی صاحب کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بے نماز شخص نے آپ کو گھر کھانے پر بلایا۔ قاضی صاحب کو بتایا گیا کہ یہ شخص بے نماز ہے۔ فرمایا، پھر کیا ہوا، مسلمان تو ہے اس کے گھر جائیں گے۔ اسے ملیں گے اور اس سے بات چیت کریں گے تو اللہ اسے نماز کی توفیق عطا فرما دے گا۔ قاضی صاحب اس کے گھر گئے اور ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ شخص دور ہو کر بیٹھ گیا قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ آپ دور کیوں ہو گئے ہیں؟ آئیے میرے ساتھ کھانا کھائیے۔ لیکن وہ گھبرا رہا تھا اور بے نماز ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنے میں شرم محسوس کر رہا تھا۔ قاضی صاحب نے اصرار کیا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ قاضی صاحب نے کھانے کے دوران اپنے اسلوب خاص میں چند باتیں کیں۔ کھانا کھا چکے تو عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب نماز کے لیے مسجد کو روانہ ہوئے تو باتیں کرتے کرتے وہ بھی ساتھ چلا آیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ پکا نمازی بن گیا اور تہجد پڑھنے لگا۔ پھر کتنے ہی لوگوں کو اس کی تبلیغ سے اللہ نے راہ ہدایت پر گامزن فرمایا۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ علمی و فکری رہنمائی اور کمالات کے ساتھ ساتھ ہر دل عزیز اور محبوب خصال و صفات کے مالک تھے۔ پیار، محبت، اخلاص اور اپنائیت کے باعث احباب کا ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ پندرہ (15) برس تک سیشن جج (Session Judge) کے عہدہ جلیلہ پر عوام کی دادری،

سلیمان رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ”انجمن حمایت اسلام“ کے ایک جلسہ جس کے صدر مقرر قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے کہا کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جتنے گھنٹے تقریر کریں گے میں فی گھنٹہ 300 روپے بطور عطیہ انجمن کو دوں گا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس خوبصورت تقریر کی خوشی میں ایک ہی مجلس میں اٹھارہ ہزار (18000) روپے بطور عطیہ انجمن کو دیا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اتنی رقم یعنی ”اٹھارہ ہزار روپے“ سے کئی گلو خالص سونا خریدا جاسکتا تھا یہ بات قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی کے ساتھ ساتھ سب مکتبہ ہائے فکر میں اپنی گونا گوں خداداد اصلاحیتوں، ہر دل عزیز، اپنائیت اور یگانگت کی زندہ اور تابناک مثال ہے۔

ان تمام سرکاری اور تصنیفی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہل و عیال، عزیز و اقارب کی سب تقریبات میں شریک ہوتے۔ ان کی دل جوئی، حوصلہ افزائی اور جاتز خوشنودی کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہر ایک کی عزت نفس کا خیال کرتے۔ امیر و غریب سب کی یکساں عزت افزائی فرماتے۔ مہمان نوازی بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کا خاص وصف تھا۔ مہمان کے آرام و آسائش اور ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنا اپنے دین و ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ دوست و احباب جو بعض ناگوار عادات یعنی حقہ نوشی وغیرہ کی لت میں پڑے ہوتے، ان کی ضروریات بھی پوری فرماتے تھے اور ماتھے پر تمکین تک نہ ڈالتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی چند یادگار تصانیف اور ان کا اجمالی تعارف

معارف الاسماء شرح اسماء اللہ الحسنى

اللہ عزوجل کے اسماء مبارکہ پر قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ یادگار تصنیف جس میں اللہ عزوجل کے اسماء حسنی پر بڑی شرح و بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تصنیف لطیف آج سے پون صدی قبل مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ہی حیات مبارکہ میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مصنف شہود پر جلوہ گر ہو کر عارفان الہی اور مجاہدان دین سے داد تحسین وصول کر چکی تھی۔ اپنے موضوع پر اولین بے نظیر، منفرد اور خوبصورت تصنیف ہے۔ گو بعد میں اس موضوع پر متعدد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ لیکن اولیت کا شرف قاضی محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ ہی کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ عزوجل کی توحید و عظمت، حاکمیت، وحدانیت اور دیگر صفات و اوصاف کو بڑی باریک بینی اور شرح و بسط سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح فرمایا ہے۔ چونکہ مصنف خود بھی عالم باعمل اور صاحب زہد و ورع، اخلاص و للہیت کے ایسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ اس لئے ان کی یہ تصنیف اللہ عزوجل کے اسماء و صفات کی معرفت کے ساتھ ساتھ مسنون اذکار و وظائف قرآنی اور نبوی دعاؤں کا ایک خوبصورت، مستند اور دل آویز مجموعہ ہے۔

یہ کتاب شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ الاستاذ عبدالعزیز علوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثانی اور خوبصورت مقدمہ کے ساتھ ”طارق اکیڈمی“ نٹنہ ہی خوبصورت انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کر چکی ہے۔ حافظ عبدالعزیز علوی رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ ناچیز کو شرف تلمذ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ جن دنوں وہ ملک کی معروف علمی، روحانی، تربیتی درس گاہ ”جامعہ تعلیمات اسلامیہ“ فیصل آباد میں جس کے بانی ملک کی معروف دینی، سماجی، سیاسی، علمی شخصیت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مسند تدریس پر متمکن تھے فضیلۃ الشیخ حضرت حافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے

والد گرامی حافظ احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو خود بھی زندگی کے آخری لمحات تک شیخ الحدیث کی مسند جلیلہ پر متمکن رہے۔ نیز ان کے سبھی بیٹے بھی شیوخ الحدیث کی مسند جلیلہ پر فائز ملک و ملت کی رہنمائی اور تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں

۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

الجمال والکمال

مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کی ایک خوبصورت اور یادگار تصنیف ”الجمال والکمال“ ہے۔ درحقیقت یہ قرآن مجید کی سورۃ یوسف کی تفسیر ہے۔ اور جلیل القدر پروفیسر کریم ابن کریم ابن کریم یوسف علیہ السلام کے حالات کا تفصیلی ذکر، جسے اللہ اعلم الحاکمین نے اپنی کتاب میں ”احسن القصص“ سے تعبیر فرمایا ہے، کی جامع و دلنشین تفسیر و تشریح ہے۔ اس میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدگی، ذمہ داری، علمی اور تاریخی سلیقت سے قصہ یوسف علیہ السلام کی ایک ایک جزئی کو دلائل و براہین کی روشنی میں بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے اسی لئے یہ کتاب اس موضوع پر اپنے محققانہ اسلوب بیان و نشین انداز اور علمی استدلال کے باعث ایک بھرپور تفسیری اور تحقیقی تصنیف ہے۔ کیونکہ اس میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے روایت و درایت اور صحیح و ضعیف روایات کی بڑے محققانہ اور فاضلانہ اسلوب بیان اور شیخیت سے مستفاد و توفیح کی ہے کیونکہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک محقق اور مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث فن تفسیر میں بھی غیر معمولی ملکہ اور مقام رکھتے تھے۔

”الجمال والکمال“ قاضی محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پہلے سفر حج میں مناسک کی تکمیل، حرمین شریفین کے علماء و فضلاء سے ملاقات اور دیگر گونا گوں مصروفیت کے باوجود صرف چند ہفتوں میں قلمبند فرمائی تھی۔ جو مرحوم کی وسعت علمی کی بھتی جاتی تصویر اور مصنف کی تحقیقی شاہکار اور یادگار تصنیف ہے۔ اس کتاب کے بعض ابواب تو واقعی تفسیری حسن و جمال کے اعتبار سے مصنف کی مفسرانہ بصیرت اور مجتہدانہ طرز استدلال کی نماز ہیں۔

مہر نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ نے جہاں محققین اور پڑھے لکھے طبقہ کے لئے لازوال کتب تصانیف فرمائیں، وہاں وہ دعوت و تبلیغ کے حوالہ سے تمام قارئین بالخصوص کم پڑھے لکھے لوگوں اور نو نبالان امت کو بھی اپنی محبتوں، فیاضیوں اور علمی لطفاتوں سے نوازتے رہے۔ ”مہر نبوت“ اسی سلسلہ کی ایک زندہ و جاوید یادگار تصنیف ہے۔ طرز ادا و نشین اور زبان اپنی شیرینی و لطافت کے باعث ایک خاص جاؤ بیت اور کشش لئے ہوئے ہے۔ جو اپنی دلنشینی اور خوبصورت انداز تحریر اور چھوٹے چھوٹے پرتاثر جملوں کے باعث بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں میں بھی پسند کی جاتی ہے۔ مختصر لیکن اپنے موضوع پر ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ طبع اول کو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی اسلوب بیان کے باعث عوام و خواص دونوں طبقوں میں پسندیدہ ہے۔ کئی دیگر پبلشرز کی طرح اس کتاب کو فیصل آباد کے معروف اشاعتی ادارہ ”ظارق اکیڈمی“ نے بڑے خوبصورت، جاذب نظر، دورنگ، اور دیدہ زیب ناکسل کے ساتھ زور طباعت سے آراستہ کیا ہے۔

الصلوة والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آٹھویں صدی کے عظیم اور جلیل القدر امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی درود و سلام کے احکام و مسائل پر مشتمل انتہائی مفید و اہم تصنیف ”جلاء الإفہام فی الصلوة والسلام علی خیر الانام“ کا اردو ترجمہ ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ عظیم محدث، امام فقیہ اور بلند اقبال محقق و

مصنف تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہ صرف شاگرد رشید بلکہ ان کی مسند علم و تحقیق کے حقیقی علمبردار اور وارث تھے۔ ان کی تصانیف میں محدثانہ رنگ غالب اور فکر و استدلال میں فقیہانہ انداز نمایاں پایا جاتا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں درود و سلام کے ہر پہلو پر قرآن و سنت سے تفصیلی، مدلل اور واضح روشنی ڈالی ہے۔ قاضی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اس گرانقدر علمی کتاب کا بڑی عمدگی سے اردو زبان میں ترجمہ کیا جو رحمۃ اللہ علیہ اور سلاست کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے مصنف کی محبت اور عقیدت و انیسیت کا ثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم کی اردو، عربی زبان دانی اور فنی مہارت کا منہ بولنا ثبوت ہے۔ اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد اور خوبصورت کاوش ہے کیونکہ یہ کتاب دراصل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ایک اہم باب ہے، جس میں صلوة و سلام کے متعلق احکامات، قرآن و سنت کی روشنی میں مستند، مستون اور درود کے صحیح الفاظ اور اس کے فضائل و آداب کو بڑی عقیدت اور سلیقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

اصحاب بدر رضی اللہ عنہم

”بدر البدور“ المعروف اصحاب بدر، غزوہ بدر میں شمولیت اختیار کرنے والے تین سو تیرہ (313) حلیل القدر مجاہدین، غازیوں اور شہداء کرام رضی اللہ عنہم کا خوبصورت اجمالی تذکرہ ہے، جنہوں نے اس معرکہ حق و باطل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و سیادت میں اپنی جان بازی اور جان فروشی کی خوبصورت داستان اور سنہری کارنامے انسانی تاریخ میں رقم کیے تھے۔

غزوہ بدر ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سال پیش آیا تھا۔ مسلمان مہاجر و انصار کی بے سرو سامانی، اسلحہ سے تہی دامنی، ذرائع و وسائل کی قلت، مجاہدین کی عدم تیاری، افرادی قوت کی کمی، کفار کے لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد واضح فرق سے محسوس کی جا رہی تھی۔ لیکن متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ رضا الہی کے حصول کی خاطر پہ سالار اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں دشمنان دین و ایمان کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے کہ اللہ عز و جل نے ان کو فتح و نصرت سے ہم کنار کیا۔ انہوں نے قوت ایمانی سے یہ ثابت کیا کہ قلت و کثرت نظر پاتی قوموں کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس معرکہ یوم الفرقان میں شامل ہونے والے تین سو تیرہ (313) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خوبصورت گل دستہ شاید ہی کسی اور اردو

کتاب میں اس قدر خوبصورت مفصل اور اچھوتے انداز میں دستیاب ہو۔

چونکہ یہ سب جاٹار اور جانناز فدائی ملت اسلامیہ کے روشن اور تابندہ ستارے ہیں اور ان کی بے لوث و بے مثال زندگی ہر

مسلمان کے لئے مشعل راہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔

کیونکہ وہ جانتے تھے اصل بات اللہ سے تعلق ہے۔ اگر وہ پیدا ہو جائے تو اس روئے زمین پر بسنے والی تمام اہلیسی اور طائفاتی طاقتوں کے مقابلے میں آسمانی لشکر ہماری مددگاری کے لئے اتریں گے اور ان دشمنوں کو نیست و نابود کر دیں گے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اس کتاب میں سفرنامہ حج اور زیارت حرمین شریفین کا ذکر ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مبارکہ میں دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ 1923ء میں پہلے سفر حرمین شریفین سے واپسی پر جغرافیائی حالات اور بین الاقوامی اہمیت و حیثیت، حج بیت اللہ کی فرضیت و حکمت، اس سے حاصل ہونے والی روحانی و مادی برکات، اس اہم فریضہ کے اسرار و رموز کتاب و سنت اور دیگر آسمانی کتابوں کی رہنمائی اور شواہد میں بڑی خوبی سے واضح فرمائے ہیں۔ مدینہ منورہ کا سفر ”مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی برکات و احساسات اور روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرعی طریقہ اور وہاں طوطا رکھے جانے والے آداب و معاملات کو بڑی لطافت، باریک بینی اور مدلل انداز میں واضح فرمایا ہے۔ کیونکہ ان مقامات مقدسہ کا ادب و احترام بالخصوص مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور ایک سچے عقیدت مند موحد مسلمان کے لئے ان آداب کا پاس اور لحاظ رکھنا ایمان کا جزو و نجات اخروی اور شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث ہے۔

درحقیقت یہ سفرنامہ حج روئیدار حج کی بجائے ان انوار و تجلیات کا جو مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ کے دل و دماغ پر وارد ہوئے اور ان روحانی اور قلبی اور اک و احساسات کا مظہر ہے، جس کا دوران سفر حضرت شیخ کے قلب و نظر پر نزول اجلال ہوا تھا۔ اپنی فکر و نظر کی گہرائی اور لطافتِ تحریر کے باعث یہ دینیات کی ایک مکمل کتاب معلوم ہوتی ہے۔

خطبات سلیمان <http://mujahid.xtgem.com>

ہر بڑے رتبے مقام اور حیثیت والے لفظ کو مختلف تقریبات میں شرکت کے لئے مدعو کیا جاتا ہے اور وہ حسب موقع اپنے تاثرات کا اپنے خصوصی اور صدارتی خطاب میں اظہار بھی کرتا ہے۔ اسی طرح قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے منصب جلیلہ سماجی حیثیت اور بالخصوص اپنی مثبت ملی اور دینی سوچ کے باعث مختلف انجمنوں اور تنظیموں کی دعوت پر اعلیٰ کلمۃ اللہ اور رضائے الہی کے حصول کے لیے محبت، محنت، تیاری اور عقیدت سے ایسی مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ خطبات اپنی جامعیت اور موضوع پر مکمل احاطہ کے باعث ایک یاد گار تاریخی اور علمی حیثیت رکھتے ہیں۔ ویسے تو قاضی صاحب ان مجالس میں فی الہدیہ تقاریر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات حسب ضرورت تحریری خطبے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ خطبات اپنی علمی، تحقیقی، واقعاتی حقیقت پسندی کے باعث بڑی دلچسپی اور محویت سے سنے جاتے تھے۔ ان دس (10) مطبوعہ خطبات میں سے زیادہ وہ ہیں جو آپ نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مختلف جلسوں اور کانفرنسوں کے مواقع پر ارشاد فرمائے تھے۔ تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر میں بھی ان کا ایک خاص مرتبہ اور مقام ہے۔ زمانہ اس بات کا معترف ہے کہ قاضی صاحب تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر کے بھی ذہنی تھے۔ اور تحریری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ تقریر میں بھی بڑا معتبر نام رکھتے تھے۔

غایت المرام۔ تائید الاسلام

قاویا نیت وہ نخب ہے۔ جو انگریز حکومت نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر متحدہ ہندوستان میں اپنے جبری اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے امت مسلمہ کے سینے میں گھونپنا چاہا تھا اور اس مذموم مقصد کے حصول کی خاطر ایک نام نہاد اور انگریز کے خیر خواہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو جو گھر کا بھیدی تھا، امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لئے تمام تر طاغوتی، مادی اور معنوی قوتوں کے سہارے میدان عمل

میں اتارا۔ جس نے روشنی کے نام پر تاریکی، ہدایت کے نام پر گمراہی، اسلام کے نام پر کفر و الحاد، اتفاق و اتحاد کی بجائے، منافرت اور تفرقہ کو امت مسلمہ میں رواج دینے کی کوشش کی۔

یہ دونوں کتابیں دراصل خود ساختہ عجمی نبوت کے دعویدار غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت اور نبوت کے دور میں تحریر فرمائی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی ذات، شخصیت، اپنے دعاوی اور الہامات میں ایک ایسی گتھی ہے کہ جسے جاننا اور سمجھنا ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ مذکورہ شخص کبھی مسیح موعود ہے، کبھی مریم، کبھی نبی مرسل اور کبھی کچھ اور۔ مرزا نے اپنی تصنیفات میں اپنی ذات کو کچھ اس قدر پریچ، گھنگل اور چوں چوں کا مرہ بنایا ہوا ہے کہ عام آدمی کے لئے یہ عقده لانیخچل ہے۔ لیکن برصغیر پاک و ہند میں بڑی بڑی نامور علمی ہستیوں نے اس مکروہ چہرہ کا بڑی ذمہ داری اور حقانیت سے پردہ نہ صرف چاک کیا بلکہ عام مسلمانوں کو ان کے مکروہ و جل و فریب سے آگاہ فرمایا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سعادت میں ہراول دستہ کے جرنیل کی حیثیت اور مقام رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں کتابیں اس جھوٹے مدعی نبوت کی مختلف کتابوں دعویٰ مسیحیت، فسخ السلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام کا ایک مسکت اور شواہد و دلائل سے بھرپور علمی اور تحقیقی جواب ہے۔

کتاب کے متعلق پیش گوئی جو درست ثابت ہوئی

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے پر پرزے نکلنے کی ابتدا ہی تھی جب قاضی صاحب نے یہ کتاب لکھی اور اس الہامی پیش گوئی کے ذریعے قادیانی مکروہ فریب کے تار و پود کھیر دیے آپ نے اس کتاب کے حوالے سے ایک پیش گوئی فرمائی جو بعد میں بالکل درست ثابت ہوئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا تھا کہ مرزا غلام احمد اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے گا اس کے بعد قاضی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں پورے یقین سے یہ بات کہتا ہوں مرزا غلام قادیانی اپنی زندگی میں حج نہیں کر سکے گا اور یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے قاضی صاحب نے ”غایت المرام“ میں اس کا اعلان بھی کر دیا اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال زندہ رہا لیکن نہ وہ اس کتاب کا جواب دے سکا اور نہ ہی حج کر سکا۔

یہ دونوں کتابیں انیسویں صدی کے اختتام سے قبل ہی زیور طباعت سے آراستہ ہو کر تشنگان حق کی آبیاری کی سعادت حاصل کر چکی تھیں اور قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد تصنیفی، تالیفی، تحقیقی، صلاحیتوں کا اعتراف کروا چکی تھیں۔

تاریخ المشاہیر

نوجوان نسل کو اپنے دینی، علمی اور ثقافتی ورثہ سے ایک خاص تعلق، دل چسپی اور لگن ہوتی ہے اور یہی تعلق کسی انسان کو اپنے نظر یہ، اعتقاد، نصب العین اور مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہمہیز کا کام کرتا ہے۔ آج اگر ہماری نئی نسل صحیح اسلامی تعلیمات اور مثبت فکر سے آراستہ ہو جائے تو دعوت و تبلیغ کی بے شمار منزلیں آسانی سے طے ہو جائیں۔ اخلاق و کردار کے حوالہ سے ایک نیا ولولہ، جذبہ اور جوش مارتا ہو خون پھر سے امت مسلمہ کی رگوں میں دوڑنے لگ جائے اور بظاہر بنا کارہ اور بیار نظر آنے والا معاشرہ علم و عمل اور ترقی کی نئی منزلوں پر رواں دواں اور گامزن نظر آئے۔ اسلامی فکر و نظر سے آگاہی کے لئے ائمہ الاعلام اور مشاہیر اسلام کا تذکرہ اور دین اسلام کی آبیاری اور اس کی اشاعت و ترقی اور ترویج کے لئے ان ارواح قدسیہ کی عظمت و کردار اور ان کی بے لوث و بے مثال قربانیوں کا تذکرہ بھی اس مشن کو کامیابی کی طرف لے جانے میں بنیادی کلید ہے۔ کیونکہ ائمہ سلف اور ایسی گراں قدر اور معزز بزرگ ہستیوں کا ذکر خیر، ولولہ نمازہ کا باعث

بڑتا ہے اور اسلاف کی ان کوششوں کا ذکر نیک طینت انسان کے لئے مشعل راہ اور سبک میل کی حیثیت رکھتا ہے:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسانوں میں

امرِ سر کے ایک معروف بہت روزہ ”وکیل“ میں جس کے کسی زمانے میں امام الہند ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ بھی مدیرِ تحریر ہوا کرتے تھے، قاضی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ چونکہ انتہائی راسخ العقیدہ، کپے، سچے اور کھرے مسلمان تھے انہوں نے جب ”الوکیل“ میں تصاویر کی اشاعت دیکھی تو بہت روزہ کے مالک منشی غلام محمد سے استدعا کی کہ آپ ان بے مقصد اشیاء کو ترک کر دیں تو میں اس صحافیِ خلا اور کمی کو مشاہیر اسلام کے تذکرہ سے پورا کروں گا۔ (ان شاء اللہ) اور پھر حسب وعدہ و خواہش قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بڑی ہی ذمہ داری سے پورا فرمایا اور حسب موقع آپ نے ائمہ اربعہ یعنی ”امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایسے عظیم ائمہ و مجتہدین کے تذکرے اپنے خاص صحافی اسلوب بیان سے قلمبند فرمائے۔ ان عظیم شخصیات کے احوال، علاقائی ماحول، ان کی خداداد صلاحیتوں، ان کے تفہم کے جلیل القدر تذکرے، ان کی زندگیوں کے اخلاق و کردار، دینی لگن، تڑپ، علمی، تحقیقی اور مجتہدانہ کارہائے نمایاں سے مسلمانانِ برصغیر کو آگاہ کیا۔

یہ خوبصورت کتاب ان ائمہ عظام کے ساتھ ساتھ بے شمار اسلامی اور تاریخی عمائد و عظام کی زندگیوں کے بھرپور تذکروں سے بھی معمور ہے اور یہ تذکرہ اصحابِ علم و فضل، اپنی نادر تاریخی معلومات اور دل نشین اسلوب نگارش کے باعث ایک یادگار علمی شہ پارہ ہے۔ شخصیات کا یہ خوبصورت تذکرہ خود مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ ہی میں ”الوکیل“ میں چھپنے کے بعد ایک خوبصورت کتاب کی صورت میں زیورِ طلبہ و محققین سے آراستہ ہو کر عام قارئین کے ہاتھوں تک پہنچ کر قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور فکری صلاحیتوں کا لوہا منوا چکا تھا۔

مکاتیب سلیمان

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے زود نویس، احباب کی دل جمعی و دل جوئی، احوال واقعی سے آگاہی اور دوست و اقارب سے خط و کتابت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ شاید اس دور میں خط و کتابت ہی باہمی تعلق اور جاباط اور آپس کے حالات سے آگاہی کا ایک موثر ذریعہ تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضلانہ، عالمانہ اور محققانہ مکتوب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ان کے بعض مکتوبات تو تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک کسی مسیحی کے سوال کا جواب تھا جو ”استقامت“ کے نام سے طبع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بڑا مبسوط خط غازی محمود دھرم پال کے جوابی خط میں تحریر فرمایا تھا۔ اس طرح یہ مکاتیب جس کی مجموعی تعداد چونتیس (34) ہے، ایک خوب معلوماتی نادر اور تحقیقی مجموعہ ہے۔

سید البشر ﷺ

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور بھی بے شمار خوبصورت مطبوعات و مؤلفات ہیں جن میں سید البشر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیئے گئے چار (4) لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انہوں نے متحدہ پنجاب کے مشہور شہر امرتسر کے ایم اے او (M.A.O.) ہائی سکول میں ارشاد فرمائے تھے اور مصنف ہی کے بھتیجے قاضی حبیب الرحمن مرحوم نے کتابی صورت میں ترتیب دیئے تھے جو ایک سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدتوں کا دالہ بانا اظہار ہے۔ اس خوبصورت کتاب کو پاکستان کا معروف اشاعتی ادارہ ”طارق اکیڈمی“ چھاپنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔

المسح علی الجورین

نویں صدی ہجری کے تبحر عالم اور لاتعداد کتب کے مصنف و مؤلف علامہ سید جمال الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف عربی کتاب ”المسح علی الجورین“ کا مسلمانان برصغیر کے افادہ کے لئے سلیس اور شستہ اردو زبان میں ترجمہ کیا جو ان کے اعلیٰ علمی و ادبی ذوق و مہارت کا آئینہ دار ہے۔ یہ کتاب بھی کئی دفعہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

برہان

ایک مسیحی پادری نے جولائی 1914ء میں غازی محمود دھریل پال مرحوم کے معروف رسالہ ”المسح“ جو لدھیانہ سے نشر ہوا تھا، کے توسط سے شق وارجا رسولات پر مشتمل ایک توشیحی خط قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ارسال کیا تھا۔

- 1] صحف انبیاء، توریت، انجیل اور قرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟
 - 2] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کیا ہیں؟ آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟
 - 3] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس بات میں نمونہ ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس بات میں؟
 - 4] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی کے برتاؤ کا انسانی حاجتوں میں کس زمانے کے لوگوں سے مقابلہ کریں تاکہ وہ عمدہ اور اعلیٰ ثابت ہو؟
- قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً (5) ماہ بعد بمطالعہ میں جہاں ان دنوں موصوف اپنی سیشن جج (Session Judge) کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں تعینات تھے، ان تمام وضاحت طلب سوالات کے توشیحی جوابات مرحمت فرمائے۔ پادری کے خط کا جواب بڑا فاضلانہ، عالمانہ، محققانہ اور کتب ساہوی بالخصوص تورات و انجیل پر آپ کی کامل دسترس کا آئینہ دار تھا۔ جب ریاست پٹیالہ کے مسلمانوں نے اس خط کو افادہ عام کے لئے طبع کروانا چاہا تو قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بصد خوشی و مسرت طباعت کی مشروط اجازت مرحمت فرمائی کہ مصلحت پادری صاحب کا نام ظاہر نہ کیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ فاضل پادری ایک مصلح عالم کے کردار و اخلاق اور نسلی بخش جوابات سے متاثر ہو کر نہ صرف حلقہ بگوش اسلام ہو گیا بلکہ بہت بڑا داعی اور مبلغ اسلام بن گیا۔

اس کے علاوہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور بھی خوبصورت تحریریں مختلف رسائل و جرائد کی زینت بنتی رہی ہیں۔

معراج المؤمنین، اسلام اور تلوار، تبلیغ اسلام، واقع کر بلا، قرآن، انجیل اور تورات میں تقابل۔ ان کی دیگر مؤلفات ہیں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ”اے میرے مولا مجھے ایسے وقت میں اپنے حضور بلا ناجب میں دنیا کی ہر قسم کی لالچوں سے پاک ہوں“ دنیا فانی ہے سب نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ عارضی بندھن اور وقتی سہارے سب چھوٹ جانے ہیں۔ پالا خر وہ گھڑی جو ہر ذی روح پر آنے والی ہے، وقت موعود پر آ پہنچی۔ 30 مئی 1930ء کو مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے لئے ”اللہ رب العالمین“ کی طرف حاضری کا بلا وہ آن پہنچا۔ دوسرے سفر ج سے اپنے وطن ہندوستان لوٹ رہے تھے۔ داعی اجل کو لبیک کہا۔ روحانیت سے مالا مال، دنیاوی مال و متاع سے تہی و امن یہ مسافر حرم ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ کی عملی تصویر بنا کشاں کشاں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ، دین اسلام کی علمبرداری و قرآن کریم کی حاکمیت اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد گار اور اہم نقوش چھوڑنے والا وقار و احتشام کے ساتھ معرکہ حق میں کامیابی اور اپنی زندگی کو بامقصد گزارنے کا پر مسرت و پر کیف احساس لئے اعلیٰ علیین کی طرف رخت سفر باندھ گیا۔

عارف باللہ ولی کامل، خاندان غزنویہ کے فرشتہ صفت، ممتاز عالم مولانا محمد اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحری جہاز پر ہی ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے مصنف کو ”رب العالمین“ کے حضور پیش کر دیا۔ علم و تقویٰ کی مجسم تصویر کو جمعۃ المبارک کے روز سنسدر کے حوالہ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مرحوم کی زندگی کا باب آخری کنارہ تک پہنچا۔

مصنف ”رحمۃ اللہ علیہ“ کو آج ہم سے پچھڑے پون صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ لیکن اپنے تعمیر، تخلیق، تحقیقی، تصنیفی ذخیرہ کے باعث وہ آج بھی مسلمانان عالم کے دلوں میں دھڑکتے اور محسوس کیے جاتے ہیں۔ ان کی خوبصورت اور عالی مرتبت نگارشات آج بھی امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ اور سنگ میل ہیں۔

پنپالہ جہاں مصنف پیدا ہوئے، عمر عزیز کا خوبصورت حصہ گزارا۔ ریاست کے عظیم منصب پر متمکن رہے۔ خبر وفات کے ساتھ ہی کہرام مچ گیا۔ ہر آنکھ انگبار اور ہر شخص غم و اندوہ کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اپنے بیگانے سب دل گرفتہ اور مغموم تھے۔ خالصہ ہائی سکول میں تعزیتی جلسہ ہوا۔ ریاست پنپالہ کے مہاراجہ بوندر سنگھ چونکہ ان دنوں لندن میں تھے اس لئے وزیر اعظم راجہ گوردوت سنگھ نے اس عظیم الشان تعزیتی اجلاس میں ان کی تعزیت کی۔ عزیز واقارب ہم مذہب و ہم مسلک حاضرین کے ساتھ دیگر ادیان و مذاہب کے ماننے والے بھی نہ صرف اس جلسہ میں شامل ہوئے بلکہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے مختلف نہاں خانوں کو بڑی عقیدت و عمدگی سے عوام کے سامنے آشکارا کیا۔

مسٹر ڈلوپ سمٹھ، لارڈ ماؤنٹ بیٹن، لارڈ کرزن، جوگندر سنگھ، یہ سب لوگ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سانچہ ارتحال پر بہت غمگین اور افسردہ ہوئے یہ سب قاضی صاحب کی اپنی اور بیگانوں اور حتیٰ کہ غیر مسلموں تک سے حسن سلوک، اسلامی رواداری اور اعلیٰ اخلاق کے باعث تھا قاضی صاحب برصغیر پاک و ہند بحیثیت اہل حدیث کے عظیم رہنما اور لیڈر تھے۔ لیکن ابھی سے باوقار تعلقات رکھتے تھے۔ اپنے تعلقات کے باعث جب اسلم سراجپوری جو مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز کے استاد و مرشد تھے، جب پنپالہ جامع ملیہ کے چندے کے لئے آئے تو قاضی صاحب کا ہی دولت کدہ ان کا راحت کدہ بنا۔

قاضی صاحب اپنی ملازمت سے 1924ء میں ریٹائرڈ ہو گئے تھے۔ پھر بھی ریاست نے ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند قاضی عبدالعزیز کو انسپکٹر آف سکولز پر متمکن کر دیا۔

قاضی صاحب بڑے متواضع، مختلف طبع، خوش مذاق، شیریں مزاج، نہایت خوش اخلاق، شائستہ مزاج، فرشتہ سیرت اور عظیم انسان تھے۔ اسلامی آداب و اخلاق سے مزین، شرافت و وضع داری کے پیکر مجسم تھے۔ ان کے اخلاص، اللہیت، زہد و ورع، ذمہ داری، دین داری اور تقویٰ کی قسم کھائی جاسکتی تھی۔ معمولات اور معاملات میں احکام الہی کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا بھی بڑے سلیقے سے اہتمام کرتے تھے اور دل و جان کی گہرائیوں سے اس پر عمل کرتے تھے۔ صاحب ذکر و فکر، ظاہری اور باطنی ہر دو اعتبار سے ایک حسین ہستی تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرماتے ہوئے انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی قبر کو روشن کرے اس پر رحمت کی برکھ برسائے، رہتی دنیا تک ان کا فیضان جاری و ساری رہے۔ آمین

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ



حرف اول

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ
مُحَمَّدِ الْمُصْطَفَى إِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ
رِضْوَانِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔

اما بعد! سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت سید ولد آدم محمد النبی الامیؐ کی سیرۃ
پر تین کتابیں لکھ سکوں:

□ مختصر □ متوسط □ مطول

1899ء میں مختصر کتاب لکھ کر شائع کر چکا ہوں اس کا نام ”مہر نبوۃ“ ہے۔

متوسط کتاب کا نام ”رحمۃ للعالمین“ تجویز کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوئی۔ یہ پہلی جلد
ہے۔ جسے قارئین مطالعہ فرما رہے ہیں۔ دوسری جلد 1921ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی ان شاء اللہ جلد شائع
ہوگی۔ ان کے بعد پھر سیرت النبیؐ پر ایک کتاب پورے شرح و بیسٹ سے لکھی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)
میں جانتا ہوں کہ میری یہ کتاب آنحضرتؐ کے محامد و محاسن کا اظہار اس قدر کر سکتی ہے جس
قدر ذرہ بے مقدار آفتاب عالم تاب کے انوار کو آشکارا کر سکتا ہے۔ تاہم میں اس کتاب کے پیش کرنے کی
جرات صرف اس لیے کرتا ہوں کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہنچ سکے۔ مضامین
کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری
کوشش و سعی کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہنصرع والتجاہیہ دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز محنت و عمل کو قبول فرما
کر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی 18 محرم 1328ھ) کے نامہ اعمال
میں شبت فرمائے!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

المذنب

راجی شفاعت و غفران

قاضی محمد سلیمان عفی اللہ عنہ

سیٹل مجسٹریٹ درجہ اول متوطن منصور پور

علاقہ ریاست پٹیالہ جمادی الاولیٰ 1330ھ

حمد

الحمد لله الذى لم يتخذ ولداً ولم يكن له شريك فى الملك ولم يكن له ولى من الذل وكبره تكبيراً۔
 فله الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمين۔ وله الكبرياء فى السموات والارض وهو العزيز
 الحكيم۔ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له كلمة قامت بها الارض والسموات وخلقتم لاجلها
 جميع الموجودات و بها ارسل الله رسوله وانزل كعبه و شرع شرائعه و لاجلها نصب الموازين
 و وضعت الدواوين و اشهد ان محمداً عبده و رسوله الذى يجدونه مكتوباً عندهم فى التوراة والانجيل
 يامرهم بالمعروف وينههم عن المنكر و يحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث و يضع عنهم اصرهم
 و الاغلال التى كانت عليهم ارسله الله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله شاهداً على الخلائق
 اجمعين و نذيراً مبيناً و رحمة للعالمين و مبشراً للمؤمنين بان لهم من الله فضلاً كبيراً فصلى الله تعالى
 على نبيه امينه على وحيه و خير من خلقه سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ امام الخير و قائد الخير و رسوله
 الرحمة المبعوث بالدين القويم و المنهج المستقيم و على السابقين الاولين من المهاجرين و الانصار
 و الذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه۔

اهدى اليه الهنبا متواتراً
 و الى معاشر صحبه العالين
 دار الصلوة الزهراء الغراء
 و الال الكرام السادة الكبراء
 ما اهتزت الارواح من نفس الصبا
 و تنفس الارواح بالاضواء

ما بعد: كتاب "رحمة للعالمين" كى جلد اول ہے جو 1912-1916ء کے بعد اب سہ بارہ بعد صحت چھپوائى گئی ہے۔ يوم اشاعت
 سے اس کتاب کو محدثین و مؤرخین ادباء و فضلاء نے جس محبت اور عزت سے دیکھا اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں، رسالوں
 اور مضامین میں نقل کیا گیا اور جس شغف سے طالب علموں، واعظوں اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی اور اقتضائے ملک تک جس طرح اس کی
 اشاعت ہوئی، صلحاء امت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا، میں اس کے لیے اپنے مالک حکیم العظیم کے افضال عظیم اور
 نعم متکاثرہ کا نہایت در نہایت شکر گزار ہوں۔ "جامع اوراق" کو اس امر کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ تاجیر محنت اس طرح پر قبول کی جائے گی۔

﴿ وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ يَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَ رَبُّكَ
 يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُونَ ۝ وَ هُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَ الْآخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ
 وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ (التقص: 68-70)

طبع سوم میں چند در چند معلومات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب دعا ہے کہ رب العالمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونے کی
 توفیق فرمائے۔ وَ مَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

محمد سلیمان کان اللہ له

ذی قعدہ 1342ھ / جن 1924ء

مُقَدِّمَةٌ

حضرت مسیح علیہ السلام سے قریباً دو ہزار (2000) سال پیشتر کا ذکر ہے کہ سلطنت بابل نہایت عروج پر تھی، سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیر امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت و غرور اس قدر بھردیا تھا کہ اس نے سلطنت کے مغربِ اعظم میں اپنی سونے کی صورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اسی کو سجدہ کرے اور اسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے۔

رب العالمین نے ان کی ہدایت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضور ربی علیہ السلام کا سلسلہ نسب واسطے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاتا ہے۔ بادشاہ کو تو حید کی آواز پسند نہ آئی کیوں کہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھرانہ بھی جو بادشاہ رس تھا اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہو گیا، قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر انھوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سارہ علیہا السلام جو بیوی تھی اور لوط بن فاران علیہ السلام جو ان کا برادر زادہ (بھتیجا) تھا۔ دونوں نے مہاجرت میں ان کا ساتھ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گزران کے لیے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ اللہ نے ان میں برکت دی اور وہ بڑھ کر بہت سے گلے بن گئے۔ اساک بارش سے وہ مر سبز میدان، جہاں ان کے گلے رہتے اور پلتے تھے جب دست بیابان بن گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے۔
مصر پر اس وقت جو بادشاہ حکمران تھا اس کا نام رقیون [1] تھا۔ وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا (ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو۔)

بادشاہ مصر نے بی بی سارہ علیہا السلام کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لیے پسند کیا، لیکن اسے اللہ نے جلد معلوم کرادیا کہ وہ اللہ کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بی بی ہاجرہ علیہا السلام بھی ساتھ کر دی [2] تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیانیہ جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آسند آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ علیہا السلام سے نکاح کر لیا۔ اللہ نے انھیں پہلو ٹاٹا بیٹا اسی کے لطن سے عنایت کیا۔ اس کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

بی بی سارہ علیہا السلام سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام اسحاق (علیہ السلام) رکھا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام کو

[1] خطبات احمدیہ ص: 109 دکتوری ان آداب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص مطبوعہ مطبعہ اسعادۃ مصر جلد 2 ص 182 میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا اور اس کے دارالافتادہ کا نام صفت لکھا ہے۔ ص: 183 طوطیس کو سلاطیس لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رقیون اس کا اصلی نام اور طوطیس اس کا شاہی نام تھا۔ اس مؤرخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی بادشاہ نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام تک مصر کا غلام پہنچانے کے لیے دریائے نیل سے بحر احمر تک شہر نکالی تھی جس کی بعد میں اور بان قیصر شخوس دارا نے بھی تجدید کرائی اور پانچ فریقوں نے اسے از سر نو نکلوا دیا تھا۔

[2] ہاجرہ علیہا السلام کو صرف بی بی شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ توراہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں بھی ان کا درجہ بالا تر تھا۔ کتاب پیدائش 16 (7-11) 17/21 سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہنچایا کرتے تھے مگر سارہ بی بی کے سامنے بھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ پیدائش 18/10 سے ثابت ہے کہ سارہ کو بی بی کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معرفت دی۔

تلا دیا تھا کہ دونوں بیٹے بڑے بابرکت ہوں گے ﴿۱﴾ اور بڑی بڑی قوموں کے جد اعلیٰ ہوں گے اور ان کی اولاد کثرت کی وجہ سے گنی نہ جائے گی۔ اس لیے باپ نے اللہ کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لیے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیے تھے۔ شام کا ملک اسحاق علیہ السلام کو دیا کیوں کہ باہل اس کے مشرق میں تھا اور اسحاق علیہ السلام کو اپنے نضیال سے قرب کا موقع ملا۔

عرب کا ملک اسماعیل علیہ السلام کو دیا۔ کیوں کہ مصر اس کے مغرب میں تھا اور اسماعیل علیہ السلام کو اپنے نضیال سے قریب تر رہنے کا موقع مل گیا اور بایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد و اعانت کرتا رہے۔ ﴿۲﴾

اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرمانروا تھا ﴿۳﴾ اور اسحاق علیہ السلام کی شادی اپنے نضیال میں ہوئی تھی۔ اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بعد بڑھتا رہا لیکن رب العالمین وقتاً فوقتاً اس بعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دور فرماتا رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دے کر لائے۔ تب یہاں عرب ہی میں انھوں نے چالیس (40) سال پورے کیے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جب بادشاہ سمویل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے تو عرب ہی میں آ کر ٹھہرے تھے۔ جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا تو انھیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسماعیل علیہ السلام کی بابت بہت کچھ اشارے کیے ہیں۔ اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ آباد ہے۔ مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنا دی تھی اور اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے۔ انھیں کھانے کے لیے عمدہ عمدہ میوے ترکاریاں ملتی رہیں۔ ﴿۴﴾ اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے

﴿۱﴾ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہے۔

- ﴿۱﴾ خدانے درودم کو سنا ہاجرہ کے (16-11 پیدائش)
- ﴿۲﴾ خدانے درودم کو سنا سارہ کے (18-14 پیدائش)
- ﴿۳﴾ خدانے ہم رکھا ہاجرہ کے (16-11 پیدائش)
- ﴿۴﴾ خدانے ہم رکھا سارہ کے (17-19 پیدائش)
- ﴿۵﴾ خدانے برکت دی ہاجرہ کے (17-20 پیدائش)
- ﴿۶﴾ خدانے برکت دی سارہ کے (17-19 پیدائش)
- ﴿۷﴾ خدا ساتھ تھا اسماعیل کے (16-11 پیدائش)
- ﴿۸﴾ خدا ساتھ تھا اسحاق کے (26-24 پیدائش)
- ﴿۹﴾ قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل (25-16 پیدائش)
- ﴿۱۰﴾ قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق (25-16 پیدائش)

﴿۱﴾ پیدائش باب 25 درس 9 میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دکھ میں شریک رہتے تھے۔ ﴿۲﴾ خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سید (Sade) صفحہ 23 ﴿۳﴾ جو لوگ مکہ جاتے ہیں ان کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں: (1) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی پایا اور نظر نہیں آتی (2) مکہ کے بازاروں میں ہنر و ترمیم سے اور ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا اور اس سے دلیل چلائی جاتی ہے کہ اللہ نے دعا کے دوسرے جز یعنی رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونا تو رات کی آفتاب استنشا 17-18-19 (باب - 18) سے اور مکہ (قارآن) سے ظاہر ہونا استنشا 2/23 سے ثابت ہے۔

ایک عظیم الشان رسول بھی اسی مقام پر پیدا ہو۔

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بارہ (12) بیٹے ہوئے [1] انھوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جو ان کا انھیال تھا جا ملے اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قنوطرہ کو آباد کیا تھا اور شمال کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں جہاں ان کے بھائی بنو اطلق آباد ہوئے تھے۔

اسی طرح ایک ہی باپ کے فرزند بائبل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہو گئے اور بحر ہند و بحیرہ احمر کی ایسے بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہو گیا جہاں سے اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے اور عرب کا اندرونی حصہ بھی ان کے پاس آ گیا جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لیے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انھوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ سے پورا کیا جو دنیا کے لیے توحید کی پہلی درسگاہ تھی۔ قیدار کی اولاد میں 37 پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کر لی تھی۔

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے تاہم بنو جرہم نے ان کو 207ء میں مکہ سے نکال دیا تھا کیوں کہ بنو اسماعیل نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔ لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے چند ہزاروں پشت میں ہے پھر مکہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس نے مکہ میں مشرک حکومت کی بنیاد 440ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے:

- ① رفادہ
- ② سقایہ
- ③ حجابہ
- ④ قیادہ
- ⑤ قومی نشان بنایا جسے ”لواء“ کہتے تھے۔
- ⑥ نیز قومی مجلس قائم کی جسے ”ندوہ“ یا ”دار الندوہ“ کہتے تھے۔

قصی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف [2] پھر اس کا فرزند ہاشم [3] پھر اس کا فرزند عبدالمطلب [4] (المولود 497ء) پھر اس کا فرزند ابوطالب اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی سیرت پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے عبدالمطلب کے پوتے تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے اور ان کا اپنے ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق

[1] حضرت یعقوب بن اسحاق علیہ السلام کے بھی بارہ (12) بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے کلطن سے چھ بڑے بنین، شمعون، لاوی، یہودہ، اشکار، زبلون۔ بی بی راعیل کے کلطن سے دو: یوسف، بنیامین۔ زلفہ کے کلطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی دو: جد، آشہ۔ بلہہ کے کلطن سے جو بی بی راعیل کی لونڈی تھی دو: دان، نفتالی۔ پیدائش 29/30 سب انہی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں، جنہیں حضرت یعقوب، موسیٰ، داؤد، سب، یونس نے برکت یافتہ بنا دیا ہے۔ اگر یہ سب ایوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں، جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا تب بھی بنی اسماعیل پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ جد۔ آشہ۔ دان۔ نفتالی پر اور ان کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بچے ہیں۔ [2] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدائش کے بعد ان کو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے۔ اس لیے ”عبد مناف“ مشہور ہو گئے تھے۔ [3] ہاشم کا نام عمرو تھا۔ یہ شوہر ہاشم روئی کے کھڑے بھوکو زغریہوں کو کھلا یا کرتے تھے۔ اس لیے ”ہاشم“ نام پڑ گیا۔

[4] ان کا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے تو سر کے چند بال سفید تھے۔ اس لیے ماں نے ان کا نام شیبہ (بوزخا) رکھا۔ مطلب ان کا چچا تھا جس نے قبیلہ کے دونوں میں انہیں پالا تھا۔ اس شکرگزاری میں یہ تمام عمر ”عبدالمطلب“ کہلائے۔

تھا؟ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

عرب کا محل وقوع

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحیرہ احمر اور جنوب میں بحر ہند، مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے اور مصر سے آبنائے سویز جو چالیس (40) برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی الگ کرتی ہے، ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرہ عرب ہے۔

عرب کی سر زمین

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھر ملی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔

عرب کی سیاسی حالت

ہم جس ستودہ صفات علیہ السلام کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کر رہے ہیں ان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ اس کے جنوب میں سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روم کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ اندرونی ملک بزرگوں نے خود آزاؤں کو ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لیے سامی تھی۔

عرب کی اخلاقی حالت

اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خود مختاری سے خود سری پیدا ہو گئی تھی۔ انھوں نے اپنی شجاعت و جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کاہلی نے جو اور شراب کی عادت پیدا کر دی اور طبیعت ثانی بنا دی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان اور نسل بے شک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خود ستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے یا اپنے نفس کارناموں کو مشہور کرنے کے لیے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلک رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کر دی تھی اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو تو ہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور اس طرح وہ اللہ کی عظمت و جلال کو فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت بھی بھول چکے تھے۔ اس لیے انسانی حقوق کے لیے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیے کوئی قانون تھا، قتل انسان، رہزنی، جس بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبر یا پھسلاؤٹ سے ہٹانے کا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت اور ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کے دین سے بہتر کوئی دین ہونی نہیں سکتا۔

عرب کی مذہبی حالت

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی [1] عیسائی [2] صابی ایسے مذاہب ہیں جن کے نام سن کر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونہ بھی پائے جاتے ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ و شعیب و صالح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔

عام عیسائی ایک مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" کہتے ہیں، لیکن عرب کے عیسائی مریم کو اللہ کی جوڑو اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے اور بت پرست تولات و عزی کو مؤنث اللہ (لات مونث ہے اللہ کا اور عزی مؤنث ہے عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو تورات کے ازبر لکھ دینے سے "ابن اللہ" کہا کرتے تھے۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو اللہ کے بیٹے، بیٹی، پیارے، پیاری کہا کرتے تھے۔

آتش پرست عارفی بن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے مگر غرب کے طلحہ اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوڑوؤں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے۔

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے عاری، تمدن سے ناواقف، مصالحت اور معافی سے نا آشنا تھے۔

طلحہ اور دہریے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے۔

اللہ کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مرتب ہونا ان کے نزدیک قابل تسخیر خیال تھا۔ ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔

عرب کا کرہ ارض کے وسط میں وقوع

اگر ہم عرب کو کرہ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے [3] کہ اللہ نے اسے ایشیا و یورپ

[1] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقے سے نکالا تو وہ عرب کی طرف چلے آئے اور خواہ اسماعیل نے (اپنے ان بچا زاد بھائیوں کا) غیر مقدم کیا اور ان کے مذہب نے حجاز اور نواح خیر و بدینہ میں اچھی اشاعت پائی۔ (از کتاب خلاصہ تاریخ العرب ص 38)

[2] عیسائیت کا 330ء میں عروسیان نے قبول کیا اور پھر عراق، عرب، بحرین اور سحرانے فاران و روم و ایتھال اور فرات و دجلہ کے دریا میں بھی مذہب پھیل گیا اور اس دین کی اشاعت میں نہاشی اور قیصر نے باہم مل کر کوشش کی۔ 395ء تا 513ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا اور بحین میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں۔ (ایضاً ص 39)

[3] کرہ ارض پر آدھ نیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ 40 درجہ عرض البلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ 80 درجہ تک آدھ ہے۔ دونوں کا مجموعہ 120 اور نصف 60 ہوا۔ جب 60 کو 80 درجے شمالی سے تفریق کریں تب 20 رہ جاتے ہیں اور جب 60 میں سے 40 درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی 20 (درجہ شمالی) رہ جاتا ہے۔

وافریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے، اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لیے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لیے موزوں ہے۔ خصوصاً اس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ، یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آوازاں براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔

رب العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لیے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عرب میں پیدا کیا اور ان کو بتدریج قوم اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔

نبی ﷺ کے اعلیٰ کام

قارئین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے کہ نبی ﷺ کا کام کس قدر مشکل تھا اور انہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبیٰ، صبر و حلم، استقامت اور تحمل سے شروع کیا۔ کیوں کرتہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کو پھیلا یا۔ کیوں کر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی کا نقش قائم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء و اسباب کا خادم انسان ہونا ثابت کر دیا۔

وحدتِ تعلیم <http://mujahid.xtgem.com>

رسول کریم ﷺ نے کس طرح نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک و مقام کی حالتوں اور امیری و غریبی کے امتیازوں اور فاتح و مفتوح کی تفاوتوں مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں کے ماہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبیٰ سے سب کو دین واحد کے رشتہ میں متحد و یکساں و مساوی ہم سطح و ہم خیال ہم اعتقاد و ہم آواز بنایا۔

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے، بندوں کو اللہ سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت کو بٹھلا چکے، عظمت و جہالت کو نکال کر ان کے دل و دماغ پر نورِ صداقت و علم کو متمکن کر چکے تب کیسی فارغ البالی، کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ دنیا سے سدھار گئے۔

اسلام اور مختلف طبقات

نبی ﷺ کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لیے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا جو اس کا نیک پھل پھل جاتا ہے اور مکہ معظمہ ساڑھے 21 درجے پر آباد ہے۔ اس لیے کہ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

① یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا مقام افغانی کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ وسط خشکی کے قریب واقع ہوا ہے۔ لہذا درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لیے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔

② اب اس طرح سمجھو کہ عرب 15 سے 35 درجہ ہائے عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و مشول اور مغرب میں حبشی و ہامانت (نسل عام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصل باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہچانا نہ نظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ غائبا اس لیے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ﴾ (البقرہ 143) "ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ قوموں کے سامنے تم اللہ کی شہادت ادا کرو۔"

نجاشی ملک حبشہ، جیفر ملک عمان، اکیدر شاہ دومۃ الجندل۔
نجد کے وحشی، تہامہ کے بدو اور یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں۔

مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیت اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ عیسائیت اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت کو چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر متحضر ہیں۔
مساوات ظاہری و اخوت باطنی

یہودیوں کا زرخیز غلام فارسی مسلمان رضی اللہ عنہ منسا اھل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخیز غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی، جس کی سلطوت و ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا، سید سید (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگوں کا اختلاف، زبانوں کا تباہن، قومیت کا تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا۔ حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمیٹنگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں، ایک ہی جوش طبیعتوں میں ایک ہی خیال و مافوں میں ایک ہی آواز و توحید زبانون پر جاری کر دیا ہے۔

دشمنوں کا دوست بن جانا

دشمن دوست بن گئے اور جان ستان، جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مسلمانوں کو بطور آکسٹراڈیشن (Exterditiion) مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے۔ وہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات و غزی کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا اور اسلامی فتوحات میں گرجوں، جنرل کا درجہ پاتا ہے۔ وہی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ منورہ میں حاضر ہوتا ہے اور اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سمیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جو معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کسٹرم معاہدہ تھا اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لفظ ”رسول اللہ“ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر کرتا ہے۔ جو سنگڑوں و دلوں میں سکینت اور ایمان بھردیتی ہے۔

وہی عمر رضی اللہ عنہ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے لیے نکلا تھا۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن شمشیر برہند لے کر کہہ رہا ہے کہ جو کوئی کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اس کا سر قلم کرو یا جاوے گا۔ وہی وحشی، جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مارا۔ کلیجہ

[1] الطبرانی، 261/6، حاکم، 6541، 6539، الطبرانی فی المشیر، 2/85، اسلام آباد، 514/2، ابن سعد، 5/59

[2] غیر ملکی مجرموں کو مکہ کے حجاز حاکموں کے حوالے کرنا۔

نکالا، اعضاء کاٹے، جنازہ بے حرمت کیا تھا، کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا، شرم و خجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر میلہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔

وہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب جو حقیقی تایا کا بیٹا ہو کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ججو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور جنگ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا سے نظر آتا ہے۔

وہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث جو سات (7) برس تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیل وہی رضی اللہ عنہ جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کان میں نہ پہنچے بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہنچاتا تھا۔ وہ عبد یاسیل ثقفی رضی اللہ عنہ جس نے طائف میں غلام بچوں کو پتھراؤ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جو اہر ایمان و ایقان لایا تھا۔ وہی بریدہ رضی اللہ عنہ بن الحصیب سلمی جو قریش سے سو (100) ستر سرخ رضی اللہ عنہ کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لیے ستر (70) سواروں کی دوش لے گیا تھا چند گھنٹہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علمبردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

معجزات مادی و معجزات علمی

یہ سب کرشمے اس پاک تعلیم کے تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزے دکھلائے۔ لاشیٰ سانپ، پتھر، دریا، آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم (فِئْدَاهُ اَمْسِي وَ اَمْسِي) نے عظیم الشان معجزہ دکھلایا کہ دلوں کو بدل دیا اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاشیٰ انسان اور سانپ، انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے۔

اور وہی چیز ہے جو آج تک ان سب دماغوں کی حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے۔

کاش! مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش! وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش! وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ کاش! وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں، اپنے بچوں، اپنے باپ، پیر، بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔

قارئین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پاسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر تیتیم ہو چکے تھے۔ اس لیے مسکینی و غربت ایسے اوصاف ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "توأم" ہیں۔ رضی اللہ عنہ

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور زندگی کے گونا گوں حالات

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔ اس لیے سادگی و بے تکلفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ نشوونما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا جب کہ قوم حرب الحجاز و غیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی۔ اس لیے امن بسیط اور ہمدردی حامد کی

رضی اللہ عنہ مراد سرخ اونٹ ہیں۔ رضی اللہ عنہ جزواں۔

قدر و منزلت شروع ہی سے حضور ﷺ کے خاطر نشین تھی۔

25 سال کی عمر تک حضور ﷺ نے شادی نہیں کی۔ تجربہ دہا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا عالم تھا کمال عفت و عصمت، شرم و حیا

سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضور پر وہ فشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر با شرم و با حیا تھے۔

آنحضرت ﷺ نے معاش کے لیے تجارت کو پسند فرمایا تھا اور اس طرح ان بلند حوصلہ لوگوں کے لیے جو ثبات و استقلال،

معاملہ نمبی و ضرورت شناسی، حلم اور بردباری سے متصف ہوں۔ ہدایت فرمائی کہ تجارت سے بہتر اور کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین، حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضور ﷺ سے چند

(15) سال زیادہ تھی، پہلا نکاح کیا اور اس سے عقد بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ نیز واضح کر دیا کہ

متاثر زندگی میں بھی ہم کیوں کر شہوانی خیالات کے تھید سے آزارہ سکتے ہیں۔

یہ بیوی نہایت متمول تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زاهدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے

خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سر راہ ایک مشعل روشن فرمائی۔

آنحضرت ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خوشخوار عرب پر پھیلا دیا تھا اور سب کے دلوں

میں اپنے لیے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنائی تھی اور اسی طرح پر راستبازوں کے لیے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی کہ کیوں کر نیکی اور

صداقت کی طاقت، ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور حاکم الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع

انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر

لینے کے زریں اصول کا سبق دیا۔

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت ﷺ نے ابتلا دیا کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو

جائیں تو ان کو کیوں کر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمایا کہ خدشہ جنگ کے حال دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی

نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان

آنحضرت ﷺ کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔

□ آپ ﷺ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے پھر بھی صابر و شاکر رہی پائے گئے۔

□ آپ ﷺ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور رستوں میں اللہ کی آواز کو پہنچایا۔

□ آپ ﷺ نے عیسیٰ رسول اللہ علیہ السلام کی طرح اللہ کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔

□ آپ ﷺ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و ٹھیکہ بانی کے ساتھ گھائی میں تین (3) سال تک محصوری کے دن کاٹے اور پھر بھی آپ ﷺ کا

دل اللہ کی شاگزی سے لبریز اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔

- آپ ﷺ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برکات بخت لوگوں کو خفیہ اور اعلانیہ خلوت اور جلوت میں میلوں اور جلسوں، گزرگاہوں اور راہوں پر، پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لوگوں کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی۔
- آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور وطن کو چھوڑ کر شجرہ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے۔
- آپ ﷺ نے شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے ترغیب سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔
- اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنھوں نے تین (3) دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نیونی میں منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین (3) دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔
- آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح (جنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا) شامی عرب کو شاہ قسطنطینہ کی بند مملکت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔
- آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ منورہ میں اللہ کے لیے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے اللہ کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پر نور رہا ہے، جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا۔
- آپ ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں و ستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے (بتوسط ثمامہ بن اثال) غلہ ہم پہنچایا اور بالآخر فتح مکہ کے دن ﴿لَا تَقْرَبُ عَلٰیكُمْ الْيَوْمَ﴾ (یوسف: 29) کا مژدہ سنا کر "انتم الطلقاء" کے فرمودہ سے انھیں پابند منت و احسان بنایا۔

وقت واحد میں آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت تھے اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی۔
ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی، ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی، یوسف علیہ السلام کی سی درگزر، داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات، یعقوب علیہ السلام کا سامبر، سلیمان علیہ السلام کی سی سلطنت، جیسی علیہ السلام کی سی خاکساری، یحییٰ علیہ السلام کا سازہد، اسماعیل علیہ السلام کی سی سبک روجی کامل ظہور بخش تھی۔

اے کہ برتخت سیادت ز ازل جاواری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنجا داری

خورشید رسالت ﷺ میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ للعالمین کا رنگ وہ نور تھا کہ جس نے تمام رنگوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ و چیدہ (بیضا و نقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے۔

ذره بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لیے سادہ و مختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ رب کریم میری حسن نیت پر نظر فرما کر میرے ذلالت کو غفور فرمائے اور برادران اسلام میری کمی ایضاً رعایت کو ملحوظ رکھ کر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں۔ آمین!

خاکسار
محمد سلیمان

أُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

سیدنا محمد ﷺ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد رکھا تھا۔
 نبی ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام (خلیل الرحمن والوالا نبیاء) کی اولاد سے ہیں جو باجرہ بی بی کے لطن سے ہوئی۔ باجرہ بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھی۔ اللہ کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ اللہ کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے۔

باجرہ بی بی ﷺ کے فرزند کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کے لیے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا۔
 حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے بارہ (12) بیٹے دیے تھے۔ ان میں سے قیدار بہت مشہور ہوئے ہیں۔ تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے۔
 قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی ﷺ کے دادا ہیں۔
 نبی ﷺ کی ماں کا نام آمنہ ہے جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

اس لیے نبی ﷺ دوھیال اور خیمیاں میں عرب کے بہترین قبیلہ بہترین قوم اور شہان شمس سے ہیں۔
 ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں دوشنبہ (پیر) کے دن 9 ربیع الاول عام الفیل مطابق 22

لذات محمد ﷺ سے اسم معلول ہے۔ یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے آیا ہے اور "احمد" بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمد ﷺ سے حمد کی کثرت و کمیت اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما کا شعر ہے۔

وَسَقَى لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيَجْلَهُ
 قَدْوُ الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ

"اللہ نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت محمد ﷺ ہیں۔"
 واضح ہو کہ نبی ﷺ کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضور ﷺ کا نام محمد و احمد ہے اور حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام "محمود" ہے۔ امت محمدیہ کا نام "حمادون" ہے اور آنحضرت ﷺ کے "لواء" کا نام "لواء احمد" ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ حَمْدًا كَثِيرًا۔

حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ اور آسمان پر احمد ﷺ ہے۔ تورات میں اسم مبارک محمد ﷺ اور اسمائیل میں احمد ﷺ ہے۔
 سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے باجرہ بی بی ﷺ نے اسماعیل علیہ السلام کا نام (پیدائش 16/11) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا باب 31 درس) رکھا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم علیہ السلام رکھا۔ اس کا معنی قوموں کا باپ ہے۔ (پیدائش 17 باب 5 درس) بنی اسماعیل و بنی اسرائیل و بنو عیصو و بنی قبطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ ان کے قول کے مطابق ابراہیم علیہ السلام قوموں کا باپ کیوں کر ثابت ہوئے۔ کتاب پیدائش 16/7 و 17/21۔ زیور 84 باب 4, 5, 6 درس و کتاب صحیح بخاری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما و پیدائش 19/20۔ یسعیاہ 5/120۔ یسعیاہ 7/60 و 28/49 وغیرہ وغیرہ۔
 حضرت یحییٰ و داؤد علیہم السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی۔

لوجہی والزمان و شہرو و ضعی دبع فی ذبیح فی ذبیح

نبی ﷺ کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات، سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری و ابن خلدون نے 12 تاریخ اور ابوالفدا نے 10 لکھی ہے۔ محرم کا اتحاق ہے کہ

اپریل 571ء ① مطابق یکم جیٹھ ② سمت 628 ہجری کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق ③ قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ ④ والد بزرگوار کا آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔
عبدالطلب، آنحضرت ﷺ کے دادا، نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ اپنے چوٹیس (24) سالہ نوجوان فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعانا تک کروا پس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا؟ عبدالطلب نے کہا: ”محمد“ ﷺ۔

محمد ﷺ نام رکھا گیا، قوم نے اس نام پر تعجب کیا

لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے۔ ⑤
شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جب کہ وہ آٹھ (8) دن کے ہو جاتے تھے دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے۔

ایام رضاعت

اسی دستور کے مطابق آنحضرت ﷺ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھ مہینے لاکران کی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھلا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا۔ مانی حلیمہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ (وہاں کی آب و ہوا حضور ﷺ کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو پھر مانی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔

والدہ مکرمہ کا انتقال

جب آنحضرت ﷺ کی عمر چار (4) برس کی ہوئی تو والدہ مکرمہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس رکھ لیا، جب

۶۶۵ھ و شنبہ کا دن تھا۔ چونکہ دو شنبہ کا دن 9 ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا اس لیے 9 ربیع الاول ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں ”محمد طلعت بک عرب“ نے بھی 9 تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ ⑥ واقعہ عام الفیل کے 55 یم بعد۔

⑦ 22 مارچ 5284 جولین کے مطابق ہے۔ جس پر ستمبر 1752ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق 9 ربیع الاول مطابق 19 مارچ 5284 جولین کے تھی اور گریگورین نے اس 19 کو 20 مارچ 571ء روئے حساب قدم قرار دیا۔

⑧ واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ 46 سیکنڈ ہے مگر سمت بروہہ کے جاری کرنے والوں نے 23 منٹ 23 سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ توجیز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت بروہہ منہ سومی کے مقابلہ میں 23 منٹ 23 سیکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت بروہہ 1 کا آغاز یم یک شنبہ (مطابق 14 مارچ 4657 جولین) ہوا تھا۔ یعنی اعتدال ربیع سے 9 یم پہلے مگر سمت 628 بروہہ کا آغاز 22 مارچ 571ء کو ہوا تھا۔ یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یم بعد۔ اور ہمارے زمانہ میں سمت 1927 بروہہ 13 مارچ 1915ء کو شروع ہوا ہے۔ یعنی اعتدال ربیعی سے 23 یم بعد۔ آئندہ بھی سمت بروہہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہے گا۔ یعنی ساڑھے 61 سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن موخر ہوتا رہے گا۔ غرض سمت بروہہ میں جو غلطی متعلق مقدار سال شمسی کے ابتدائی سمت مذکور سے موجود ہے۔ اسی کی وجہ سے ہے کہ 628 سمت بروہہ کا یکم جیٹھ مطابق 22 مارچ 571ء تھا اور سمت 1927 بروہہ کا یکم جیٹھ مطابق 14 مئی 1915ء کے ہے

⑨ یم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع 4 بج کر 20 منٹ (دھوپ گزری کے گھنٹوں کے حساب سے) 9 بج کر 57 منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا اور آفتاب اس وقت برج حمل سے 31 درجہ 20 دقیقے پر تھا اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر 13 گھنٹے 16 منٹ گذر چکے تھے۔

⑩ یعنی 619ء میں ہے: ”ہم کو ایک چٹا بچھا گیا“ یہ بشارت نبی ﷺ کی ہے جو حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نہیں ہو سکتی کیوں کہ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ صحیح جیٹھ ۶۶۵ھ

آنحضرت ﷺ کی عمر چھ (6) برس کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی، جب آنحضرت ﷺ کی عمر آٹھ برس 10 دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بیاسی (82) سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابوطالب کی تربیت

ابوطالب آنحضرت ﷺ کے تایا تھے اور آپ کے والد عبد اللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرت ﷺ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے۔

بحیرہ راہب سے ملاقات

اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب بارہ (12) سال کے ہوئے تو اپنے تایا ابوطالب کے ساتھ، جب کہ وہ تجارت شام کو جاتے تھے، سفر میں گئے۔ بصرہ میں بحیرہ راہب نے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا کہ نبی موعود ہی کو جو ان ہے۔ تایا سے کہا کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ شفیق تایا نے آنحضرت ﷺ کو بصرہ ہی سے واپس کر دیا۔

اس بارہ میں جو حدیث ترمذی وغیرہ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ٹالنے والے پس کرتے وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ صریح غلطی ہے۔ اول تو اس وقت بلال رضی اللہ عنہما ابوطالب کے پاس تھا، نہ ابو بکر رضی اللہ عنہما کے پاس۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان دنوں موجود ہی نہ ہو۔

قرآن مجید کی آیت ﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ﴾ [البقرہ: 89] "یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر فتح اس کے ذریعے سے پانے کی آرزو میں رہا کرتے۔ جب نبی ظاہر ہوا اور انھوں نے پہچان بھی لیا تب اس سے منکر ہو بیٹھے۔" سے ثابت ہے کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد ان کا اس وقت تک رہا جب تک کہ حضور ﷺ کی بعثت نہ ہوئی۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیوں کہ اگر یہودی اس لڑکے میں آنحضرت ﷺ کو پہچان لیتے تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضور ﷺ کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان ناقابل اعتبار ہے۔

تجارت کا خیال

جب نبی ﷺ جوان ہوئے تو آپ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ بنت خویلد تھی۔ وہ بہت مالدار تھی، اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی، اس نے آنحضرت ﷺ کی خوبیاں اور

صفتوں کی اور بھی باتیں اور بھائی تھے اور وہ مریم کے اکلوتے بیٹے نہ تھے۔ [ابوالفدا، ص: 110 نیز بیضاوی، 6/9] "وہ اس نام سے کہلاتا ہے جب"

[1] ماخوذ از خطبات احمدیہ مصنفہ سر سید احمد خان، التلوی: 1415، جز اول المعاد۔

[2] زاد المعاد، امام ابن قیم بیہیجہ۔ [3] پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نهرانی ملا تھا۔ یہ شام ویرگ اور بھی لگا دیے کہ 40 سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرت ﷺ نے ظاہر کی تھی وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت ﷺ نے حکایت اور کفار و کافروں کے صلیب پر جان دینے کا اعلان اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا تو اب عیسائی اپنے اس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے۔

[4] زاد المعاد مصنفہ علامہ ابن قیم (التلوی: 23، باب 571، ص: 17)

ان کے اوصاف سن کر اور آپ کی سچائی، دیانت داری، سلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود درخواست کر دی کہ اس کے روپے سے تجارت کریں۔ آنحضرت ﷺ اس کا مال لے کر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

اس سفر میں خدیجہ بنتیہؓ کا غلام میسرہ بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، اس نے آنحضرت ﷺ کی ان تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہ بنتیہؓ کو سنایا جو سفر میں خود دیکھی تھیں، ان اوصاف کو سن کر خدیجہ بنتیہؓ نے درخواست کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ خدیجہ بنتیہؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی۔

نکاح:- جب یہ نکاح ہوا تو آنحضرت ﷺ کی عمر پچیس (25) سال اور خدیجہ بنتیہؓ کی عمر چالیس (40) سال کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں وہ پچیس (25) سال تک زندہ رہیں، آنحضرت ﷺ ان کے مرجانے کے بعد بھی اکثر ان کا محبت سے ذکر کیا کرتے اور ان کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے، اس شادی کے بعد آنحضرت ﷺ کا تمام وقت اللہ کی عبادت اور بنی آدم کی بہبود و خیر اندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا۔

قیام امن و مگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد

ان ہی دنوں میں آنحضرت ﷺ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہوئی جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تمیم شامل تھے۔ اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا کرتے تھے۔

- ① ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔
 - ② ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔
 - ③ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔
 - ④ ہم زبردست کو زبردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔
- اس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لیے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا۔

ملک کی طرف سے ”صادق“ و ”امین“ کا نام آنحضرت ﷺ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے ان دنوں لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو نام لے کر نہیں بلاتے تھے بلکہ ”الصادق“ یا ”الامین“ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی عمر پینتیس (35) سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو (جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) از سر نو تیار کیا۔ ⑤

① انگلستان میں نائٹ ہڈ (Knighthood) کا آرڈر جس کے ممبر قریباً بیسی اقرار کیا کرتے تھے، اس انجمن سے کئی صدیوں کے بعد قائم ہوا تھا۔
 ② کعبہ کی اول تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کی تھی، پھر بنی جرہم، بنو عاتقہ، قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی۔ تجدید عمارت کی ضرورت مرور زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ کسی غیر قوم کے قبضہ کر کے گرا دینے، منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچ ہزار (5000) سال سے نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ مکہ مکرمہ کے ساتھ بارہا ایسے واقعات پیدہ ہوئے اور صدمہ بارہوئے رہے اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کی کسی عبادت گاہ کو حاصل نہیں۔

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے مگر جب حجر اسود کے قائم کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف ہوا۔ کیوں کہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر کا تھا یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں۔

آنحضرت ﷺ کا تمام قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

اس رائے کو مانا گیا اور اتر دیا گیا کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئے گا وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا۔ اتفاقاً آنحضرت ﷺ تشریف لائے آنحضرت ﷺ کو دیکھنا تھا کہ **هَذَا الْأَمِينُ رَضِيئًا** کے نعرے لگ گئے (امین آ گیا ہم اس کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ کو عبادت گاہ مقرر کرتے وہاں ایک لمبا بن گھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھتری وغیرہ گاڑ لیا کرتے ہیں۔ جسے سترہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب پیدائش باب 12 درس 8، 7 باب 13 درس 18 و باب 26 درس 25 و باب 28 درس 18، 19، 22 و کتاب خروج باب 25 و باب 24 درس 4 سے بخوبی ملتا ہے۔ حجر اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے کہ کعب بنائے ابراہیمی سے اب کوئی نیا گودینے کے بعد یا اتنا کام دیتا ہے کہ طواف کا شروع اور ختم اسی جگہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجر اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنانے کے لیے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا "تو ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے۔" (بخاری: 1597)

ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی انھوں نے الامین ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ہے۔ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتے سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درس ہے: "یہ یوحنا کا مکاشفہ جو اللہ نے اسے دیا تھا کہ اپنے بندوں کو دے وہاں جن کا جلد ہونا تھا دے۔ اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں ان باتوں کا ذکر ہے جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونے والی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیح کا عواری ہے جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح کے دنیا پر سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے: پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا اور اس کا سوار (ب) لانا تھا اور سچا کہلاتا ہے۔ (ج) اور راسی کی عدالت کرتا ہے۔ (د) اور لانا ہے (و) اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اس کے سر پر بہت سے تاج (ز) اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانتا۔ (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنتے تھا۔ (ط) اور اس کا نام کلام خدا ہے۔ (ی) اور وہ فوٹھیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید کٹائی لباس پہنتے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے ہولیں۔ (ک) اور اس کے منہ سے ایک تیز گولہ نکلتی ہے کہ وہ اس سے قوموں کو مارے (ل) اور وہ اوہے کے عصا سے ان پر عکرائی کرے گا (م) اور وہ خود قادر مطلق اللہ کے قہر و غضب کے کولہوں میں روندتا ہے۔ (ن) اور اس کے لباس اور اس کی ران پر یہ نام لکھا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" (مکاشفہ 19 باب)

اب میں نہایت اختصار سے اس کی شرح کر دینا چاہتا ہوں۔

(الف) نقرئی گھوڑے اور اس کے سوار کا ذکر مکاشفہ 6-2 میں بھی ان الفاظ سے ہے، دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اس پر سوار تھا۔ کمان لیے ہے اور ایک تاج اسے دیا گیا اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتح مند ہونے کو نکلتا۔ مکاشفہ 19-11 میں نقرئی گھوڑے کے سوار کی نام کی اور مکاشفہ 6-2 میں اس کے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے اور یہ علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آتی ہیں۔

(1) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا جس کا نام بحر تھا۔ (دیکھو کتاب سفر السعادت)

(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان کو ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے: **إِذْ مَوَّاهِبَانِ أَبَا تَحْمِيمٍ حَتَّىٰ رَامِيًا كَرِيمًا يَأْتِي كَرِيمًا بَابِ اسْمَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَمِيمًا تَحِيًّا** (بخاری: 3373)

(3) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ عليه السلام اپنی امت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح روح اللہ عليه السلام اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمال کا اعلان دے کر یہاں سے رخصت ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین میں اور فتح مند ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی زیرکی اور معاملہ نمئی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک چادر بچھائی۔ اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر اسے اٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا۔

عصاف (ب) امانتدار اور سچا کہا جاتا ہے۔ امانتدار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے۔ کہلاتا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ لوگ اسی نام سے بلایا کریں گے اور یہی معاملہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوتا رہا۔

(ج) وہ رات ہی سے عدالت کرتا ہے۔ بمعنی 11 باب میں بھی ہے۔ 4۔ وہ رات ہی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لیے انصاف کرے گا۔ یوحنا نے اسی کو ہر اک بتا دیا کہ اس کا تعلق زمانہ باعدسج سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]۔

(د) اور لڑتا ہے۔ رات ہی کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتلائی گئی تاکہ کوئی پادری غلطی سے اس کا صفہ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے۔ کیوں کہ اس سوار کے لیے مجاہد و غازی ہونا ضروری ہے۔

(و) اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند نبی ﷺ کے علیہ میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں سرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا کہ مردک انور کے گردا گرد سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔

(و) اس کے سر پر بہت سے تاج مانعیاہ کے پاک گردہ کو دیکھو، کوئی واعظ ہے۔ (سلمان) کوئی مبشر ہے۔ (عیسیٰ علیہ السلام) کوئی منذر ہے۔ (نوح علیہ السلام) کوئی منجی ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام) کوئی مناظر ہے۔ (ابراہیم علیہ السلام) کوئی مجاہد ہے۔ (داؤد علیہ السلام) لیکن نبی ﷺ میں ہمد صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لیے اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَإِنَّا لَإِلَى اللَّهِ بِآذَانٍ سَمِيعَةٌ﴾ [سورۃ الاحزاب: 45-46] اے نبی ہم نے تم کو شاہد، مبشر، منذر، دواعی الی اللہ، روشن رویے والا اور منجی بنا کر بھیجا ہے۔ سر پر بہت سے تاج ہونے کے آتی ہیں کہ دو جامع صفات ہیں۔

(ز) اس کا ایک نام کعبا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانا۔ آنحضرت ﷺ کا اسم پاک احمد و محمد ﷺ ہے جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نہ بیوں ہوئے۔

(ح) خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے گا۔ نبی ﷺ کے ساتھ طائف میں منادی کرنے کے وقت ایسا ہی گذرا کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہو لہاں ہو گیا تھا اور لباس خون میں تر جسم کا خون بہہ کر ایسا جم گیا کہ وضو کے لیے جو اتارنا مشکل ہو گیا تھا اور چون کہ اس سفر میں آنحضرت ﷺ تباہ تھے اس لیے یسعیاہ 63/3,2,1 بھی آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آتا ہے۔

(ط) "کلام خدا" نبی ﷺ کی یہ علامت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب 5 باب 31) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وعظ (یوحنا 13/16) میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوحنا کے مکالمہ تک کلام خدا والی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔ پس یہ قرآن ہی ہے جس کی بابت اللہ خود فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَسْطِغِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: 2-3] "نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو وہ کلام اللہ ہے جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔"

(ی) فرشتوں کا اور کھوتی طاقتوں کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے۔ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظٰهِرِيْنَ﴾ [التحریم: 4] "یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔" فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی ﷺ کے اجراع میں ہیں۔ نبی ﷺ کو سفید لباس ہی محبوب تھا آپ کے نشان (علم کارنگ بھی سفید تھا) اختراع جنگ اور قیام صلح کے لیے بھی سفید پھر یہی اڑایا کرتے ہیں۔

(ک) "اس کے منہ سے حیرت انگیز نطقی ہے۔" یہ جہاد ہے اور جن لوگوں پر جہاد کیا گیا ہے ان کا مذکور بھی اسی مکالمہ 19 باب کے 17 سے 21 تک میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (ل) "لوہے کے عصا سے کھرائی کرے گا۔ زبور 2-9 میں بھی اس کا مذکور ہے۔ مکالمہ میں زبور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے وہ یوحنا کے بعد آنے والا ہے۔ پس وہ یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کیوں کہ پھر کوئی بھی حضور ﷺ کے سوا وہی، نبوت اور سلطنت حکم کا جامع نہیں ہوا۔

(د) وہ قادر مطلق کے تہرے کو کھو میں رو دیتا ہے۔ سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا، قبصر و کسری کو تافرمانی محمد ﷺ کی سرالمانا اللہ کے تہرے ہی سے تھا۔

(ن) اس کے لباس اور ان پر بادشاہوں کا پوشا، خداوندوں کا خداوند کھنا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء، سید المرسلین بھی ہیں اور یہی مراد مکالمہ کے الفاظ کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس مختصر مدد سے ایک خونخوار جنگ کا اسناد کروا دیا اور نہ اس وقت کے اہل عرب میں، ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

قرب زمانہ بعثت

بعثت سے سات (7) برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی [1] اور آنحضرت ﷺ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے۔ [2] اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس طرح قریب ہوتا گیا آنحضرت ﷺ کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔

عاجز میں عبادتیں کرنا

آنحضرت ﷺ اکثر پانی اور ستونے کر شہر سے کئی کوس پرے سنان جگہ کوہ حرا [3] کی ایک عمارت میں جس کا طول 4 گز اور عرض پونے 2 گز تھا جا بیٹھے، عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تمہید و تقدیس الہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرت الہیہ پر تدبر و نظر بھی [4] جب تک پانی اور ستونہ نہ ہو جاتے، شہر میں نہ آیا کرتے۔ [5]

اب آنحضرت ﷺ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آ جاتا۔ [6]

بعثت و نبوت

جب آنحضرت ﷺ کی عمر کے چالیس (40) سال [7] قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو 9 ربیع اول [8] 41 میلادی (مطابق 12 فروری 610ء) کو بروز دوشنبہ (سوموار) روح الامین علیہ السلام اللہ کا حکم لے کر آنحضرت کے پاس آیا اس وقت آنحضرت ﷺ حرا میں تھے۔

روح نے کہا: محمد ﷺ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور میں جبریل (علیہ السلام) ہوں۔ [9] اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ [10]

خدمتِ الکریمیٰ ﷺ کی شہادت آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق پر

خدمتِ الکریمیٰ ﷺ نے کہا: نہیں آپ کو ڈر کا ہے؟ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے ہیں، رانڈوں تیبوں، بے کسوں کی دیکھیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ آپ کو کبھی اندوہ گین نہ

[1] بخاری: 3، مسلم: 403 [2] سفر السعاده مشرح ص: 31 [3] اب اسے جبل اور کہتے ہیں مفصل حال ہمارے سفر نامہ تجاژ میں ہے۔ [4] سفر السعاده ج 1 ص 100

[5] بخاری: 2، 4953، مسلم: 403 [6] بخاری: 3، 4955، مسلم: 405 [7] بخاری: 3851 حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی 40 سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال مشہور انجیل۔ [8] زاد العاد ص: 18 میں 8 ربیع الاول لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے چون کہ دوشنبہ کا دن 9 کو پڑتا ہے اس لیے 9 صبح ہے۔

[9] سفر السعاده مشرح ص: 35 [10] اس فقرے سے حضور ﷺ کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔

اب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے وہ نبی ﷺ کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آچکی تھی۔ اس لیے بعثت محمدی ﷺ کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے، جو اہلسنت اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبیدہ، زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں۔ [2]

زید بن عمرو جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا تھے، وہ بزرگوار ہیں جنہوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور سفر کیے تھے اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر

الغرض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر نبی ﷺ نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریل علیہ السلام کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اٹھا، یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اتر اٹھا۔ کاش! میں جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ رہتا، جب قوم آپ ﷺ کو نکال دے گی۔ <http://mujahid.xtgem.com>

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بولا: ہاں۔ اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش! میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور ﷺ کی نمایاں خدمت کروں۔ [3]

ابتداء نزول قرآن

کچھ دنوں [4] کے بعد پھر فرشتہ آیا اور نبی ﷺ کو جنہوں نے اب تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا اللہ کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمُ ﴾ [العلق: 1-5]

[1] بخاری: 2 [2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیدع (Sade)۔ [3] صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقولہ مس 514 ورقہ بن نوفل اس واقعہ کے چند دنوں بعد ہی مر گیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور قانتہ امیر ہو گیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر عیادہ 42 باب میں پڑھا ہوگا۔ [4] ملا کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت بماء ریح الاول ہوئی۔ نیز اتفاق ہے کہ ابتداء وحی 41 ویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابتداء وحی بھی بماء ریح الاول ہوئی مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا۔ یہی نتیجہ ہے کہ ابتداء نزول قرآن بماء رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے جس میں روئے سادقہ آتے رہے جو نبوت کا چھیلے سواں حصہ (23 سال عہد نبوت کا چھیلے سواں حصہ = 6 ماہ) تھے۔ امام طبری رضی اللہ عنہ نے نزول قرآن کی تاریخ 17 یا 18 / رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ 8 / رمضان 1 نبوت کو یوم جمعہ تھا۔ (مطابق 17 / اگست 610ء) اس لیے نزول قرآن مجید شب جمعہ 18 / رمضان کو تھا۔

”شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا (ہاں) پڑھتا چلا جاتا تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی (جس نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔“ [1]

نماز کا آغاز

اس کے بعد ”روح الامین“ نبی ﷺ کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی ﷺ کے سامنے خود وضو کیا اور آنحضرت ﷺ نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی۔ روح الامین علیہ السلام نے پڑھائی۔

تبلیغ کا آغاز

نبی ﷺ نے گھر بیچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا (بیوی) علی رضی اللہ عنہ (بھائی عمر آٹھ سال) ابو بکر رضی اللہ عنہ (دوست) زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (مولیٰ) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے۔ [2]
ان اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرت ﷺ کی چالیس (40) سالہ ذرا ذرا سی حرکات و سکنات تک سے واقف تھے، نبی ﷺ کی اعلیٰ صداقت اور راست بازی کی قوی دلیل ہے۔

بلال، عمرو بن عبسہ و خالد بن سعد بن عاص رضی اللہ عنہم بھی چند روز کے بعد ہی مسلمان ہو گئے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

سابقین الاولین کے مختصر نام

ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے، تجارت کرتے تھے، مکہ میں ان کی دکان بزازی کی تھی۔ لوگوں میں ان کا بہت میل ملاپ تھا۔ ان کی تبلیغ سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ پھر ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (جن کا لقب بعد میں ”امین الامت“ ہوا) عبدالاسد بن ہلال رضی اللہ عنہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، عامر بن قیس رضی اللہ عنہ ابو حذیفہ بن یشجبہ رضی اللہ عنہ سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ارقم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

عورتوں میں ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی ﷺ کے تایا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل رضی اللہ عنہا، اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا اور فاطمہ خواہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز

ان دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

[1] اس خوبی کو دیکھیے کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کے لیے اتر انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے انسان کے لیے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی۔ مائتہ معلمہ سے آنحضرت ﷺ کو کلام کا ان پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب سعبہ 12/29 میں ہے۔ ”ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھے قرآن مجید کو لفظ و معنا کلام الہی ہونے کے لیے دیکھو سنہ 15 20 18 در باب“

[2] علما میں اختلاف رہا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا کیوں کہ یہ بحث ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا علی رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ہونی چاہیے۔

نبی ﷺ نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے اور پتھروں، درختوں، چاند اور سورج کی پوجا سے بٹھا کر اللہ کی بندگی سکھایا کرتے تھے۔ اب اللہ کا حکم پہنچا:

﴿بِنَائِبِهَا الْمَدِينَةُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ
تَسْتَكْبِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝﴾ [المدثر: 1-7]

”اے درست کرنے والے (عالم کے) اٹھو، (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بزرگی پھیلاؤ اور پاکدامنی اختیار کرو۔ (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ اپنے پروردگار کے لیے (رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف میں) استقلال رکھو۔“
ان آیات سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی رسالت اور نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

نبی ﷺ کی نبوت کے مقاصد

- ① نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا۔
 - ② اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا۔
 - ③ لوگوں کو اعتقاد، اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا۔
 - ④ پاکیزگی، صفائی اور پاک دامنی سکھانا۔
 - ⑤ الہی تعلیم مفت دینا، نہ ان پر احسان جتانا، نہ ان سے اپنے کسی فائدے کی توقع رکھنا۔
 - ⑥ اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں سب کو برداشت کرنا۔
- جو شخص نبی ﷺ کی پاک زندگی کے حالات پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا۔

نبی ﷺ کی تبلیغ کا کام بعد از ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا۔

تبلیغ کے پنج گانہ مراتب

- اول: قریب کے رشتہ دار اور خاص خاص احباب۔
- دوم: قوم اور شہر کے سب لوگ۔
- سوم: مکہ کے اطراف و جوانب کے قبیلے۔
- چہارم: عرب کے جملہ حصص اور قبائل۔
- پنجم: دنیا کی جملہ متمدنہ اقوام اور جملہ مشہور مذاہب۔

① زاد المعاد اور مستسار ساخت طائر آشیانہ خود را۔ منہی ۱۱۱۱ باب ۱۱۱۱۔ علامہ ابوالمعتمد و سیدنا ابی القاسم جلد ۱۱ ص ۲۷۸ پر لکھتے ہیں مدثر ای اللہی
ذکر هذا الأمر العظيم وعصب به۔

حضور ﷺ نے اس تبلیغ کے لیے نہایت استحکام، کمال استقلال اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی اور اپنی تعلیم کو نین دلائل اور براہین محکم سے ثابت کر دیا تھا۔
تاریخین اس کتاب میں تبلیغ کی ان پنج گانہ مراتب کے متعلق نبی ﷺ کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے۔

بعثت کے وقت عالم کی حالت

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت نبی ﷺ تبلیغ عالم کے لیے مبعوث ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درنگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت، تہذیب، اخلاق کے نام شاید ان کتابوں میں نظر آ سکتے تھے مگر دلوں پر کوئی اثر نہ تھا۔
① بنی اسرائیل تو مسیح علیہ السلام سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے۔ اب مسیح علیہ السلام کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا ان میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی قائم ہو چکی تھی۔

② یورپ میں جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔ انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔ نارٹمبر لینڈ۔ ڈیلینڈ۔ کونٹیز۔ نار فوک۔ سو فوک۔ سائیکس (اضلاع انگلستان) میں ورڈن بت کی پرستش ہوتی تھی۔ فرانس، برن ہلڈ، سگ فرٹ، فرے دی گوٹن دی ہل، بے رک۔ نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جب کہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بے ہود گیاں روار کھی جاتی تھیں۔
فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریاغے الگ پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی 782ء کے بعد تک جاری رہی۔ جب کہ ساڑھے چار ہزار (4500) سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر ورڈون میں ہلاک کیے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا، جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔ ③

③ ایران پر مژدکیہ کا زور تھا، جنھوں نے زن۔ زر۔ زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو ملیا میٹ کر دیا۔
④ ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ ⑤ اور ہام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگان خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تماثل بنا کر رکھی جاتی تھیں اور ان ہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کی درو دیوار پر ایسی سراپائش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہیے۔
⑥ چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر اللہ سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا، اور ہر ایک بت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا۔

کانفیوشس (Confucius) کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے۔ ③ لیکن اس وقت اس کا بھی ظہور نہ ہوا تھا۔ ④
⑤ مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور انہیت کی تعریف و تحدید، تو حد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے

① سول اینڈ ملٹری گزٹ مورے 12 اکتوبر 1907ء، ایڈیٹوریل نوٹ۔

② اردو تہذیب قدیم ہندوستان مسٹر آری دت ص 37۔

③ Confucianism (کنفیوشس ازم) مذہبی تحریک، چینی دانشور کنفیوشس نے 53 ق م میں اس کی بنیاد رکھی۔ (تاریخ عالم کا انسائیکلو پیڈیا ص 147)

④ مصنف چین کی بات تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ کنفیوشس (Confucius) کا دور قبل از مسیح کا ہے۔ دو 478 ق م میں پیدا ہوا اور 51 ق م میں اس کا انتقال ہوا۔

اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔

یہ مختصر حالت ان ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے بڑے علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے۔

﴿7﴾ عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجئے اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ یہ ایسا ملک تھا جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہوا تھا، نہ کوئی اثر قانون نے ڈالا، نہ کوئی ہادی ان کی ہدایت کے لیے پہنچا تھا۔ اس حیوانی ﴿8﴾ آزادی پر بے علمی، جہالت اور اقوام مستندہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے ان کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔

اس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ تر واجب الرحم ظہر ایا اور رب العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔

اپنے کنبہ میں تبلیغ

نبی ﷺ نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرما دیا۔ قرہی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیت سے تھا۔ ﴿وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: 214] نبی ﷺ نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب نبی ہاشم ہی تھے۔ ان کی تعداد چالیس یا ایک کم یا زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بیوی کی وجہ سے نبی ﷺ کو کھانے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لیے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی جب سب لوگ کھانا کھا کے، دودھ پی کے فارغ ہو گئے تب نبی ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھرانے میں آنحضرت ﷺ کی تقریر

اے حاضرین! میں تم سب کے لیے دنیا اور آخرت کی بہبودی لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتلاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟

یہ سن کر سب کے سب چپ رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ نبی ﷺ نے ابوطالب سے کہا: تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے سنا کرو۔ یہ فقرہ سن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمد ﷺ تمہیں کہہ رہا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔ ﴿9﴾

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ

ایک روز نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا تم مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچ سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو۔

﴿8﴾ انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کے اثر کو باہل ظہر کر حاصل ہوتی ہو۔

سب نے ایک آواز سے کہا: ہم نے کوئی بات غلط یا بے ہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔ ①

نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے ادھر ادھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا اگر میں یہ کہوں کہ ہزنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے نظر آ رہا ہے جو مکہ پر حملہ آور ہوگا کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟ لوگوں نے کہا: ”بے شک! کیوں کہ ہمارے پاس تیرے جیسے راست باز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے۔“

تمثیلات نبوت ﷺ

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سب کچھ سمجھانے کے لیے ایک مثال تھی۔ اب یقین کر لو کہ موت تمہارے سر پر آ رہی ہے اور تم نے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمہاری نظر ہے۔ اس دل نشین وعظ سے مطلب نبی ﷺ کا یہ تھا کہ نبوت کے لیے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جب کہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں

اب نبی ﷺ نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر ایک کی کوپے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بتوں، پتھروں، درختوں کی پوجا سے روکتے، بیٹیوں کو مار ڈالنے سے ہناتے۔ زنا سے منع کرتے جو اکیلے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے، کپڑوں کو میل پکیل سے، زبان کو گندی باتوں سے، دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک و صاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار کی پابندی کریں۔ لیکن دین میں کسی سے دعائے نہ کریں۔ اللہ کی ذات کو نقص سے، عیب سے، آلودگی سے پاک سمجھیں۔ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، چھوٹے بڑے سب کے سب اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت و تندرستی دینا، مرادیں پوری کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا

عرب میں عکاظ، عینہ اور ذی الحجاز کے میلے بہت مشہور تھے، دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔

قریش کی مخالفت

مغرب و قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جیسے سمندر میں ویل مچھلی۔ نبی ﷺ کا وعظ پسند نہ آیا۔ اس

- ① وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے اور بعید سمجھتے تھے کہ اللہ کے حکم سے کوئی انسان، انسانوں کے سمجھانے کے لیے آئے۔
 - ② وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لیے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جو ابدی ہوگی۔ ان کے نزدیک بالکل قابلِ تمسخر تھی۔
 - ③ وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر نہایت مغرور تھے اور انہیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔
 - ④ ان میں اکثر قبائل، بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا۔
 - ⑤ وہ بت پرستی پر بالکل قانع تھے اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصور میں نہ آتا تھا۔
 - ⑥ وہ زنا، جوار، رہزنی، قتل، عہد شکنی، آوارگی، ہر ایک قانون و قاعدہ کی بندش و قیود سے آزاد رہنے، بیشمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا۔
- اس لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھی اور اسلام کا نام و نشان مٹانے کا فیصلہ کیا۔

اسلام کے خلاف تدبیریں

اول تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آ جائیں اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں۔

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کیے انہیں جو تکالیف اور آذیتیں دیں ان کا مفصل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر ان کے عذابِ دینی کے طریقوں اور چند بزرگوں کا حال مذکور ہوتا ہے۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

- ① بلال رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب امیہ نے سنا کہ بلال رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ گونا گوں عذاب ان کے لیے ایجاد کیے گئے۔ (1) گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انہیں لیے پھرتے۔ رسی کا نشان گردن پر نمایاں ہو جاتا۔ (2) وادی مکہ کی گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھران کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ (3) مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا (4) دھوپ میں بھلا یا جاتا (5) بھوکا رکھا جاتا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سب حالتوں میں اُحَدُ اُحَدُ کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید اور اللہ لیے آزاد کر دیا۔
- ② عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والد یاسر رضی اللہ عنہ ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئے تھے۔ ابو جہل نے انہیں گونا گوں عذاب پہنچائے۔ ایک دن نبی ﷺ نے انہیں مار کھاتے، عذاب سب سے دیکھا، فرمایا: اِصْبِرْ وَايْمَا اِلٰى يٰسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمْ اَلْجَنَّةُ (ياسر کے گھرانے والو! صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے) کبخت ابو جہل نے نبی بی سمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور اسے جان سے مار ڈالا۔

③ ابولکبیر جن کا نام اَبُو لُحَیْبِہ تھا، کے پاؤں میں رسی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔

① حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دمشق میں 20 سال 63 سال وفات پائی، اسد الغابہ 1/416، 415، مجمع الزوائد 9/293، زاد المعاد 3/22

② جنگِ ٔنین میں عمر 91-92 سال شہید ہوئے، زاد المعاد 3/22، تاریخ الخلفاء جلد 2 ص: 50، اعجاز التوریل ص: 53

④ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا۔
 ⑤ یحییٰ بن زبیرہ، نھد یہ اور ام عیسٰ بنی اللہ بے چاری لوٹدیاں تھیں اور ان کے سنگ دل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔
 قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا، اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگ دلی کا برتاؤ کیا کرتے۔
 ⑥ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ مکنت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔

⑦ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔
 ⑧ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش گائے اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔
 فرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی ان کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ پہلی امتوں نے تو کھوٹے سکے لے کر انبیاء رضی اللہ عنہم کو گرفتار اور قتل تک کر دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کی بدسلوکی

بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ راست کے اندھیرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عنقوتیں پھینکی جاتیں تاکہ صحت و جمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فرما دیا کرتے کہ فرزند ان عبد مناف حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو۔
 ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر رسی جیسا بنایا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ در پیچ دینے شروع کیے۔ گردن مبارک بہت بھینچ گئی تھی۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور زبان سے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ [المومن: 28]

”کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنے روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔“

چند شریر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے اور ان کو بہت زد و کوب کیا۔

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی حمن کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابو جہل بولا کہ آج

① مدینہ منورہ میں ہجر 63 سال 19ھ کو وفات پائی۔ ② زاد المعاد 3/23 ③ اعجاز القرآن 1/53 ④ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

⑤ زاد المعاد 2/297 ⑥ تاریخ طبری ⑦ بخاری 3856/3 ابوداؤد: 4344، ترمذی: 2174، ابن ماجہ: 4011

شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اور جھڑی پڑی ہوئی ہے، کوئی جائے اٹھالائے اور اس (نبی ﷺ) کے اوپر دھر دے۔ شتی عقبہ اٹھا۔ نجاست بھری اور جھڑی اٹھالایا۔ جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی۔ آنحضرت ﷺ تو رب العزت کی جانب متوجہ تھے، کچھ خبر نہ ہوئی۔ کفار غمی کے مارے لوٹے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہما صحابی بھی موجود تھے، کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کو تو حوصلہ نہ پڑا مگر معصومہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما آگئیں۔ انھوں نے باپ کی پشت سے اور جھڑی کو پرے پھینک دیا اور ان سنگ دلوں کو سخت ست بھی کہا۔ [1]

ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں

قریش مکہ نے نبی ﷺ اور مسلمانوں پر جو جو رستم ہو رہے تھے، اسے ہنوز ناکافی سمجھا۔ اس لیے بجائے متفرق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔

مستہزئین کی جماعت

ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا سربراہ ابولہب تھا اور مکہ کے پچیس (25) سردار اس کے ممبر تھے۔ اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ میں آتے ہیں انھیں محمد ﷺ کی نسبت کیا کہا جائے تاکہ لوگ ان کی باتوں میں نہ پھنسیں اور ان کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔

<http://mujahid.xtgem.com>

ایک نے کہا: ”ہم بتلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے۔“

ولید بن مغیرہ (جو ایک خزانہ بڈھا تھا) بولا: میں نے بہترے کاہن دیکھے ہیں، لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمد ﷺ کا کلام! ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

ایک نے کہا: ”ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے۔“

ولید بولا: ”محمد ﷺ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟“

ایک بولا: ”اچھا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔“

ولید نے کہا: ”ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصناف سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں۔ محمد ﷺ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں۔“

ایک بولا: ”ہم بتلایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے۔“

ولید نے کہا: ”جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمد ﷺ رہتا ہے، وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہیں۔ جادوگروں کی

منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔“

دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے تعلیم نبوی ﷺ پر کفار کی شہادت

اب سب نے عاجز ہو کر کہا: ”چچا تم ہی بتلاؤ کہ پھر کیا کہا جائے؟“ ولید نے کہا: ”سچ تو یہ ہے کہ محمد ﷺ کے کلام میں عجب

شیرینی ہے، اس کی گفتگو نورس حلاوت ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر و

زن میں جدائی ہو جاتی ہے۔ [1] اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔“

آخراً اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولوشن (Resolution) (قرارداد) پر اتفاق کیا:

دشمنوں کے ریزولیشن (Resolution) آنحضرت ﷺ کے خلاف

محمد ﷺ کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے، تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے۔ محمد ﷺ کے سچا سمجھنے والوں کو اجتہادِ درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے۔

ہجرتِ حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لیے حبشہ کو چلا جائے۔

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ بارہ (12) مرد اور چار (4) عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہِ شعبیہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبشہ کو روانہ ہو گیا۔ [2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (بنت النبی ﷺ) ان کے ساتھ تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لو طو و ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہِ حق میں ہجرت کی ہے۔“ [3]

قریش نے مسلمانوں کا حبشہ تک پیچھا کیا

ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (83 مرد اور 18 عورتیں) مکہ سے نکلے اور حبشہ کو روانہ ہوئے۔ ان میں نبی ﷺ کے تایا زاد بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبشہ کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکہ کے کافر بھی اس کے پاس تحفے تحائف لے کر گئے اور جا کر کہا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں ہمارے پروردگار دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ تب نبی ﷺ کے تایا زاد بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی:

دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر تقریر

”اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بے ہودہ بنا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور سچی مہمان داری کا نشان نہ تھا۔ مسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں اللہ نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب و نسب سچائی، دیانتداری، تقویٰ پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس

[1] سیرت ابن ہشام جلد 1، ص: 90، شفاء قاضی عیاض ص: 129 - [2] زاد العاد: 23/3 - [3] رواہ حاکم فی المستدرک: 6849۔

نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ رحم کریں۔ گناہوں سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑی تھی۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا، ہم کو ستایا تاکہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے لگ جائیں ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔“ ﴿۱۸﴾

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا مجھے قرآن سناؤ۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے سورہ مریم سنائی۔ بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی کہ وہ رونے لگ گیا اور اس نے کہا کہ محمد ﷺ تو وہی رسول ہیں۔ جن کی خبر یسوع مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول ﷺ کا زمانہ ملا۔ پھر بادشاہ نے مکہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ جیش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکالتا تو انہوں نے کہا آؤ محمد ﷺ کو پہلے تو لالچ دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائے گا یہ مشورہ کر کے مکہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام تہبہ تھا۔ نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے یوں تقریر کی:

”میرے بھتیجے محمد ﷺ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مال مال ہو جائے اگر تم عزت کے بھوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں جو چاہو سوسو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے۔ تو بتلا دو کہ ہم تمہارا علاج کرائیں۔“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال، عزت، دولت، حکومت کچھ درکار نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿حَمْدٌ ۝ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِشِیْرًا ۝ وَنَذِیْرًا ۝ فَاَعْرَضْ اَكْثَرُهُمْ فَهَلُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَكْنٰثٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقُرْوَیْنٍ ۝ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ ۝ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنْمَآ اِلَیْكُمْ اِلٰهُ وَاَحَدٌ ۝ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۝ وَوَهِّلْ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوٰةَ وَهَمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرٌ مَّمْنُوْنَ﴾ [41: حم سجدہ: 1-18]

”یہ فرمان اللہ کے حضور سے آیا۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ بڑی پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان میں سمجھ دار لوگوں کے لیے اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں جو لوگ اللہ کا حکم مانتے ہیں۔ ان کے

واسطے اس فرمان میں بشارت ہے اور جو انکار کرتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی (تدبیر) کرو، ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں اے نبی ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور اللہ کے فرشتے نے یہ بتلادیا کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے۔ ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے۔“

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ ہاتھوں پر سہارا دیئے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتار ہا اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا قریش جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے، سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے۔ پوچھا کیا دیکھا؟ کیا کہا؟ کیا سنا؟

عتبہ بولا۔ معشر قریش: میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے، نہ جادو، نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو تو محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا: لو! عتبہ پر بھی محمد ﷺ کی زبان کا جادو چل گیا۔ [1] جب لالچ کی تدبیر نہ چلی تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے اور نبی ﷺ کے تالیابو طالب کے پاس آ کر یوں تقریر کی:

ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاڑوں اور ہتوں کو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے۔ اتنا سخت ست کہنے لگا ہے کہ ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔

سارے ملک کی عداوت دیکھ کر تالیابو طالب کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو بلایا اور سمجھایا کہ ”بت پرستی کا رد نہ کیا کرو، ورنہ میں بھی تمھاری کچھ حمایت نہیں کر سکوں گا۔“

نبی ﷺ نے فرمایا:

”تالیابو! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لارکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور اللہ کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔“ [2]

اس ناکامی کے بعد قریش مکہ نے مشاورت کی کہ محمد ﷺ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیے۔ اس مشاورت کے بعد انہوں نے نبی ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔ نبی ﷺ خوش خوش وہاں گئے، کیوں کہ حضور ﷺ کو ان کے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں جا بیٹھے تو انہوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

”اے محمد ﷺ، ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی

مشکلات لایا ہو جس قدر تو نے قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آ چکی ہو۔ اب تم یہ تلاءؤ
کہا اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تیرے لیے مال جمع کر دیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے
پاس اتنا روپیہ نہ لکھے اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو تو ہم تجھے اپنا سردار بنالیں اور اگر سلطنت کے طالب ہو تو تجھے
اپنا بادشاہ مقرر کر لیں اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو غالب آ گیا ہے تو ہم ٹونے
ٹونکوں کے لیے مال صرف کر دیں تاکہ تم تندرست ہو جاؤ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم نے جو کچھ کہا، میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔ جو تعلیم میں لے کر آیا ہوں وہ نہ طلب اموال کے لیے
ہے، نہ جاب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا
ہے۔ مجھ پر کتاب اتاری ہے، مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے، میں نے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیے ہیں اور تمہیں
بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کر لو گے تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تب
میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا کہ وہ میرے لیے اور تمہارے لیے کیا حکم بھیجتا ہے۔“

قریش نے کہا:

”اچھا محمد ﷺ! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس قدر سخت و جنگی
سے دن کا رٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم اللہ
سے یہ سوال کرو ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ ﴿۱﴾ نیز ہمارے
لیے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے، ان زندہ ہونے
والوں میں قصی بن کلاب ضرور ہو کیوں کہ وہ ہمارا سردار تھا اور سچ بولا کرتا تھا۔ ﴿۲﴾ ہم اس سے تیری بابت پوچھ لیں
گے۔ اگر اس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کر دیا تب ہم بھی تجھے سچا جان
لیں گے اور مان لیں گے کہ ہاں اللہ کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے،
جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں ان کاموں کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو اس تعلیم کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں نے
اللہ کے پیغامات تمہیں سنا دیے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لو گے تو یہ تمہاری دنیا و آخرت کے لیے سرمایہ ہے اور اگر
رد کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا، جو کچھ اس نے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہو گا فرمانے گا۔“

قریش نے کہا:

﴿۱﴾ منکرین مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے بنا کر اپنا گھن کھلوانا چاہتے تھے، لیکن ایمان والوں کے لیے جبرائیل سے لے کر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا اور
تمام روئے زمین گھر کا گھن بن گیا۔ ﴿۲﴾ آنحضرت ﷺ کے دادا عبد مناف کے والد کا نام ہے۔ جس نے جوہر ہم کو مکہ سے لایا اور قریش کے قبیلوں کو پھراکٹھا کر کے
مکہ میں آباد کیا اور قادیان سے، عراق، یمن، فارس، تاجک، ازلام کی خدمات کو تقسیم کر دیا۔ (دیکھو جلد ۲ حصہ ۲ لعل العالیین)

”اچھا اگر تم ہمارے لیے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے لیے اللہ سے سوال کرو:

- ① کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہم کو تیری مخالفت سے منع بھی کر دے۔
- ② ہاں تم اپنے لیے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں، خزانہ میں سونا چاندی جمع ہو جائے جس کی تجھے ضرورت بھی ہے۔ اب تک تو خود ہی بازار میں جاتا اور اپنی معاش تلاش کیا کرتا ہے ایسا ہو جانے کے بعد ہم تیری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تجھے اللہ کا رسول سمجھ سکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں ایسا نہ کروں گا اور اللہ سے بھی ایسا سوال نہ کروں گا اور ان باتوں کے لیے مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر

و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو تو تمہارے لیے ذخیرہ دارین ہے ورنہ میں صبر کروں گا اور اللہ کے فیصلے کا منتظر رہوں گا۔“

قریش نے کہا:

”اچھا تم آسمان ہی کا کھڑا تو ذکر ہم پر گرا دو کیوں کہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پس جب تک تم

ایسا نہ کرو گے، ہم ایمان نہیں لائیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایسا کرے۔“

<http://mujahid.xtgem.com>

قریش نے کہا:

”محمد ﷺ یہ تو بتاؤ کہ تیرے رب نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتلایا کہ ہم تجھے بلائیں گے اور ایسے ایسے سوال کریں گے،

یہ یہ چیزیں طلب کریں گے؟ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور اللہ کا منشا ایسا ایسا کرنے کا ہے؟ چون کہ تیرے رب نے

ایسا نہیں کیا اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ سچ ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ اس کا نام ”رحمن“

ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھاتا ہے۔ ہم تو رحمن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ محمد ﷺ دیکھو آج ہم نے

اپنے سب عذرات سنا دیے ہیں۔ اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہہ دیتے کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دیں

گے حتیٰ کہ ہم مرجائیں یا تو مرجائے۔“

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی کہ ایک ان میں سے بولا کہ: ”ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔“ دوسرا بولا:

”محمد ﷺ ہم تیری بات کا یقین نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے نہ آ جائیں۔“

نبی ﷺ آخری بات سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نبی ﷺ کے ساتھ عبد اللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ ﷺ کا

① دنیوی ثروت و امارت محل و دیستان سرا و غیرہ جن کو اہل مکہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا۔ دو نشان ایمان والوں کے ساتھ اللہ نے پورے کیے اور معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کے لیے بھی سرمایہ ہے جیسا کہ آخرت کے لیے وہ بالضرور ذخیرہ ہے۔

② جس عذاب کی درخواست لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ ان پر اترا اور انکار کرنے والوں اور خسرو کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا۔

③ اللہ عزوجل کے اسمائے حسنیٰ جو اسمائے نے بتائے ہیں ان میں رحمن ایسا نام ہے جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے۔ اس لیے وہ اللہ کے نام رحمن سے بہت چڑا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا حالانکہ رحمن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی کمال رحمت والا۔

پھوپھی زاد بھائی (عائکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا) تھا۔ اس نے کہا: ”محمد ﷺ! دیکھو تمہاری قوم نے اپنے لیے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا، وہ بھی تو نے نہ مانا، پھر انھوں نے یہ چاہا کہ تو خود اپنے ہی لیے ایسی علامات کا اظہار کرے جس سے تیری قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو اسے بھی تو نے قبول نہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے لیے تھوڑا سا عذاب بھی چاہا جس کا خوف تو دلایا کرتا ہے تو نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ بس اب میں تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ ہاں اگر تو میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جائے اور میرے سامنے اس زینے سے اترے اور تیرے ساتھ چار (4) فرشتے بھی آئیں اور وہ تیری شہادت بھی دیں میں تو تب بھی تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔“ [1]

نبی ﷺ اس رد و انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لیے موجود ہے۔ جن دانش مندوں نے ایمان قبول کیا اور تعلیم نبوی ﷺ پر کار بند ہوئے انھیں اس سے بھی زیادہ معارف و فوائد حاصل ہو گئے، جن کا سوال کفار نے کیا تھا۔

ہم کو اس موقع پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے جس میں مسیح علیہ السلام سے آزمائش کے لیے شیطان نے کئی سوال کیے اور مسیح علیہ السلام نے ان سب کا جواب انکار میں دیا۔ [2] حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ رسول علیہ السلام اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیوں کہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ کسی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لیے ان سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے۔

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبی ﷺ کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل وہاں پہنچ گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو پہلے تو گالیاں دیں اور جب نبی ﷺ گالیاں سن کے چپ بے تو اس نے ایک پتھر حضور ﷺ کے سر پر پھینک مارا، جس سے خون چلنے لگا۔ نبی ﷺ کے تایا حمزہ رضی اللہ عنہ کو خیر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ قرابت کے جوش میں ابو جہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر اس زور سے کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ پھر نبی ﷺ کے پاس گئے اور کہا: ”بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا“ نبی ﷺ نے فرمایا تایا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔“ حمزہ رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ [3]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے تین دن پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان سے متعلق تھا۔ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبی ﷺ کے قتل کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے۔

[1] سیرت ابن ہشام جلد 1 ص: 101۔ قارئین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے۔ لیکن چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ فتح مکہ سے دو شتر ہی عبداللہ کے ہتھ پتوئیں رہائی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا رویہ اسلام ہو جانا نبی ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھ جانے نوشتہ لائے فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر ہے کیوں کہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

[2] انجیل متی 4۔ باب 11-1 درس [3] حلیۃ الاولیاء 1/40، ابن ہشام 1/185

بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ راستے میں ان کو پتا لگا کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر بہن کے گھر گئے اور ان دونوں کو خوب مارا۔ ان کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ﴿عمر رضی اللہ عنہما﴾ تم پہلے وہ کتاب سن لو جسے سن کے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے تو ہم کو مار ڈالنا۔“ عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ”اچھا“ اس وقت ان کے گھر میں نبی ﷺ کا ایک صحابی بھی تھا جو عمر رضی اللہ عنہما کے آجانے سے چھپ گیا تھا۔ اس نے قرآن مجید (طہ کا پہلا رکوع) سنایا۔ عمر رضی اللہ عنہما قرآن سن رہا تھا اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمر رضی اللہ عنہما اسی وقت سے نبی ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قائل بن کر نکلا تھا وہ جان نثار بن گیا۔ آگے چل کر ان کا لقب ”فاروق“ ہوا۔

اس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ اب کعبہ میں جا کر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلتے اور مسلمانوں کو بے حد تکلیف دینے لگے اور نبی ﷺ کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے۔ ﴿

نبی ﷺ اپنے قبیلہ سمیت تین (3) سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

جب کفار نے دیکھا کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی ﷺ اپنی تعلیم پر قائم ہے اور بے نظیر جرات اور ان تھک محنت سے اپنا کام کیے جاتا ہے تو بمابہ محرم 7 نبوت انھوں نے کہا کہ: ”بنو ہاشم جو نبی ﷺ کا قبیلہ ہے اگرچہ مسلمان نہیں ہوا، پھر بھی نبی ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑنا، آذان سے ناظرہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انھیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو، ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو۔“ ﴿اس بات کا معاہدہ لکھا گیا اور کعبہ پر لٹکا یا گیا۔

نبی ﷺ اور ان کا قبیلہ مجبور ہو گئے گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محصور ہو کر رہنے لگے۔ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر روپا کر تے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر تک سنی دیتی۔ ﴿تین (3) برس تک نبی ﷺ اور ان کے خاندان نے اسی طرح کالے اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کر رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے، نبی ﷺ اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب صبح سے شام تک نبی ﷺ کے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا۔ لوگو! یہ دیوانہ ہے۔ اس کی بات نہ سنو، جو کوئی اس کی بات سے گا اور مانے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔

تین (3) برس تک نبی ﷺ نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اٹھا لیے اور دیمک نے ان کے معاہدہ کے کاغذ کو کھالیا، جو کعبہ پر لٹکا یا گیا تھا۔ تب نبی ﷺ باہر نکلے اور پھر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ﴿ایک روز نبی ﷺ مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے نبی ﷺ کو دیکھا اور تسخّر سے کہا: ”عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی ﷺ آ گیا۔“

عقبہ بن ربیعہ بولا: ”تمیں کیا انکار ہے، ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے“ نبی ﷺ یہ باتیں سن کے لوٹے اور ان کے پاس آئے۔

﴿1﴾ فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا خواہر عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور زوجہ سعید بن زید ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہما عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ زینب بنت جحش اور امینہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہما کے والد زید وہ ہیں جنھوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا۔ بالآخر یہود و نصاریٰ سے یہ بات پا کر کہ نبی آخر الزمان ﷺ مکہ میں ہوں گے، مکہ میں آ گئے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے نقل انتقال کر گئے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے آخرت میں زید کے انجام کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زید جنت میں ہوں گے۔ ﴿2﴾ وائل بن اُبہ رضی اللہ عنہما صحابی تھے۔ ﴿3﴾ زاد المعاد ص: 30/3

﴿4﴾ زاد المعاد ص: 30/3 ﴿5﴾ ابن ہشام: 21/2، الخصاص الکبریٰ للسیوطی: 250/1، البدایہ والنہایہ: 97/3

پہلے عقبہ سے فرمایا: ”عقبہ! تو نے اللہ اور رسول ﷺ کی حمایت کبھی بھی نہ کی تو اپنی ہی بات کی بیخ پر اڑا رہا“ پھر ابو جہل سے فرمایا: ”تیرے لیے وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے، دوڑ نہیں رہا ہے کہ تو تھوڑا نیسے گا اور بہت روئے گا۔“ پھر قریش سے فرمایا: ”تمہارے لیے وہ ساعت نزدیک آ رہی ہے کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو آخراً اسی میں داخل ہو جاؤ گے“ ﴿۱﴾

قرآن میں دیکھیں گے کہ یہ پیش گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔

ابوطالب کا انتقال

10 نبوت میں نبی ﷺ کے تایا ابوطالب کا جو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے والد تھے، انتقال ہو گیا۔ ابوطالب نے لڑکپن سے نبی ﷺ کی تربیت کی تھی اور جب سے آنحضرت ﷺ نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی وہ برابر مددگار رہا تھا۔ اس لیے نبی ﷺ کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا۔

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال

ان سے تین دن پہلے نبی ﷺ کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر نبی ﷺ کی خوشی پر قربان اور اللہ کی راہ میں صرف کر دیا تھا۔ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے اس بیوی کو اللہ کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گزر جانے کا رنج نبی ﷺ کو بہت ہوا۔ اب قریش نے نبی ﷺ کو زیادہ سنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے نبی ﷺ کے سر پر کچھ پھینک دی۔ آنحضرت ﷺ اسی طرح گھر میں داخل ہوئے، نبی ﷺ کی بیٹی اٹھی۔ وہ سردھلاتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ تیرے باپ کی حفاظت اللہ خود فرمائے گا۔ ﴿۲﴾

نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا

اگرچہ ابوطالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت نمکسار تھی، جدا ہو گئی، مگر نبی ﷺ نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبی ﷺ مکہ سے نکلے اور بیرونی قبائل کو وعظ کے لیے تشریف لے گئے۔ نبی ﷺ کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو وعظ سنا تے۔ توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی ﷺ زیادہ پاٹائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبد یلیل، مسعود، حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی ﷺ پہلے ان ہی سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا: ”میں کعبہ کے سامنے دائرہ منڈوا دوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو“ دوسرا بولا: ”کیا اللہ کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا، جسے چڑھنے کی سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔“

تیسرا بولا: ”کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کروں گا، کیوں کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے، جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ بہت خطرناک

بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کروں اور اگر تو اللہ پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایان نہیں کہ تجھ سے بات کروں“
نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔“

نبی اللہ ﷺ نے وعظ کہنا شروع فرمایا: ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھلا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی ﷺ پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور ﷺ لبو میں تر پتر ہو جاتے۔ خون بہ بہ کر جوتے میں جم جاتا اور وضو کے لیے پاؤں سے جو تانکا نامشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بد معاشوں اور اوباشوں نے نبی ﷺ کو اس قدر گالیاں دیں، تالیاں بجا لیں، چھین لگائیں کہ اللہ کے نبی ﷺ ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہو گئے۔ یہ جگہ عقبہ و شیبہ فرزند ان ربیعہ کی تھی۔ انھوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی ﷺ پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی ﷺ کے سامنے رکھ دیے۔ نبی ﷺ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور زبان سے فرمایا: ”بسم اللہ“ اور پھر انگور کھانے شروع کیے۔

عداس نے حیرت سے نبی ﷺ کی طرف دیکھا اور پھر کہا: ”یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے“
نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم کہاں کے ہو؟ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟“

عداس نے جواب دیا: ”میں عیسائی ہوں اور غنیوں کا باشندہ ہوں“
نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم مرد صالح یونس بن متی علیہ السلام کے شہر کے باشندے ہو؟“

عداس نے کہا: ”آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی علیہ السلام کون تھا؟ اور کیسا تھا؟“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ میرا بھائی ہے، وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں“

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی ﷺ کا سر، ہاتھ، قدم چوم لیے۔

عقبہ و شیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا اور آپس میں کہنے لگے لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا تو انھوں نے کہا: کم بخت تجھے کیا ہو گیا تھا؟ کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں، سر چومنے لگ گیا تھا۔

عداس نے کہا: ”حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں۔ اس نے مجھے ایسی بات بتلائی جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے“

انھوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا، تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے۔ [1]

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضور ﷺ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

زید بن حنیف نے ان کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا، آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی ﷺ کا

دل اللہ کی عظمت اور محبت سے بھر پور تھا۔ اس وقت جو دعا حضور ﷺ نے مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَلَيْكَ اَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَ قِلَّةَ حِيَلِيْ وَ هَوَانِيْ عَلَي النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَ اَنْتَ رَبِّيْ اِلَى مَنْ تَكَلِّبُنِيْ اِلَى بَعِيْدٍ ﴿١﴾ يَجْهَمُنِيْ اَوْ اِلَى عَدُوِّ مَلِيْكَةٍ اَمْرِيْ۔ اِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا اَبَالَيْ وَ لَسِكُنْ عَافِيَتَكَ هِيَ اَوْ سَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرٍ وَ جَهَكَ الَّذِيْ اَشْرَفْتَ لَهٗ الطُّلُمِبَ وَ صَلَّحَ عَلَيْهِ اَمْرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزَلَ بِيْ غَضَبَكَ اَوْ يَجِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعَيْبُ حَتّٰى تَرُدَّنِيْ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔ ﴿٢﴾

”الہی! اپنی کمزوری بے سرو سامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درمندانہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بے گانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ کیوں کہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اتارے یا تیری رضا مندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔“

نبی ﷺ نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا: ”میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا امید ہے کہ ان کی آئندہ فطرتیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی۔“ ﴿٣﴾

مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے جانا

مکہ میں واپس آ کر نبی ﷺ نے اب ایسا کرنا شروع کیا کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لے جاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا اسے ایمان اور اللہ پرستی کا وعظ فرماتے۔ انہی ایام میں قبیلہ بنو کنندہ میں تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بلخ تھا۔ نیز قبیلہ بنو عبد اللہ کے پاس بھی پہنچے۔ انھیں فرمایا کہ تمہارے باپ کا نام عبد اللہ تھا۔ تم بھی اسم باسکی ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے سارے عرب بھر میں سب سے بدتر طریق پر نبی ﷺ کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بخیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سن کر نبی ﷺ سے پوچھا۔ بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آ جائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہے گا۔ میرے بعد اسے مقرر کرنے گا۔ بخیرہ بولا: ”خوب! اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم نہیں اور جب تمہارا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اڑائے جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضور ﷺ کے رفیق طریق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

انہی ایام میں نبی ﷺ کو سوید بن صامت رضی اللہ عنہ ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی ﷺ نے اسے دعوت اسلام فرمائی۔ وہ بولا شاید آپ کے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے۔“ نبی ﷺ نے پوچھا: ”تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ بولا ”حکمت“ ﴿٤﴾ طبری نے لفظ ”بعید“ روایت کیا ہے۔ جس کا ترجمہ ”بیگانہ“ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام اور ابن اثیر بیہد نے لفظ ”محمد“ روایت کیا ہے، جس کے معنی ”دوست“ کے ہو گئے۔

لقمانؑ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بیان کرو“ اس نے اپنے کچھ عمدہ اشعار سنائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا کلام ہے لیکن میرے پاس قرآن جو اس سے افضل تر ہے اور ہدایات اور نور ہے اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔ [1]

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابوالحسین انس بن رافع مکہ آیا۔ اس کے ساتھ بنی عبدالاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی ﷺ ان کے پاس گئے اور جا کر فرمایا: ”میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہبود ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے؟“ وہ بولے: ”ایسی کیا چیز ہے؟“ فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں، مخلوق کی طرف مبعوث ہوں۔ بندگان الہی کو دعوت دیتا ہوں کہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں، مجھ پر اللہ نے کتاب نازل کی ہے۔“ پھر ان کے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا۔ سنتے ہی بولا: ”اے میری قوم! بخدا یہ تمہارے لیے اس مقصد سے بہتر ہے جس کے لیے تم یہاں آئے ہو۔“ [2]

انس بن رافع نے نکلیوں کی تمھی بھر کر اٹھائی اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا بس چپ رو۔ ہم اس کام کے لیے تو نہیں آئے۔ رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے، جو اس وقت خزرج میں ہوئی، پہلے کا ہے۔ ایاس واپس جا کر چند روز کے بعد مر گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح و تحمید، تہلیل و تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی ﷺ کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

ضما دزدی رضی اللہ عنہ کی روئیداد قبول اسلام

انہی ایام میں ضما دزدی رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا اور عرب کا مشہور افسوس گر تھا۔ جب اس نے سنا کہ محمد ﷺ پر جنات کا اثر ہے۔ تو اس نے قریش سے کہا کہ میں محمد ﷺ کا علاج اپنے منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا: محمد ﷺ آؤ تمہیں منتر سناؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سن لو۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اسے سنایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَمَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ:

”سب تعریف اللہ کے واسطے ہے ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور ہر کام میں اسی کی اعانت چاہتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ ہی رستہ نہ دکھلائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ (اس کے بعد دعا یہ ہے)

ضما رضی اللہ عنہ نے اس قدر سنا تھا بول اٹھا کہ انہی کلمات کو پھر سنا دیجیے۔ دو تین دفعہ اس نے انہی کلمات کو سنا اور پھر بے اختیار بول اٹھا۔ میں نے بہترے کا ہن دیکھے اور ساحر دیکھے۔ شاعر سنے، لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمد ﷺ! اللہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں۔ [3]

[1] طبری ص: 232 [2] طبری ص: 234، زاد المعاد: 44/3، ابن ہشام: 1/428، 427 [3] مسلم: 2008، نسائی: 3278، ابن ماجہ: 1893

27 رجب 10 نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی سیر کرائی۔
 اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاء ﷺ کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی
 سیر کرتے اور انبیاء ﷺ سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے ”سدرۃ المنتہی“ اور ”بیت معمور“ تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص
 حاصل ہوا اور گونا گوں وحی سے مشرف ہوئے۔ ①

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ②

وَأُسْرِيَ بِهِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى ثُمَّ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَإِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ وَكُلُّ ذَلِكَ بِجَسَدِهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقْظَةِ وَلَكِنْ ذَلِكَ فِي مَوْطِنٍ هُوَ بَرَزُخٌ بَيْنَ الْمَثَالِ وَالشَّهَادَةِ جَامِعٌ لِأَحْكَامِهَا
 فَظَهَرَ عَلَى الْجَسَدِ أَحْكَامَ الرُّوحِ وَتَمَثَّلَ الرُّوحُ وَالْمَعَانِي الرُّوحِيَّةُ أَجْسَادًا وَلِذَلِكَ بَانَ لِكُلِّ وَاقِعَةٍ
 مِنْ تِلْكَ الْوَقَائِعِ تَعْبِيرٌ۔

”نبی ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہی تک اور جہاں تک کہ اللہ نے چاہا۔ سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے
 ساتھ بیداری میں تھا، لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام
 کا جامع ہوتا ہے جس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثیل اختیار کیا۔ اسی لیے
 ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔“

① أَمَّا شَقُّ الصِّدْرِ وَمَلَاةُ، إِيْمَانًا فَحَقِيقَتُهُ، غَلْبَةُ أَنْوَارِ الْمَلَكِيَّةِ وَانْطِفَاءُ لَهَبِ الطَّبِيعَةِ وَخُضُوعِهَا لِمَا
 يَقْبِضُ عَلَيْهَا مِنْ حَظِيرَةِ الْقُدْسِ۔

”صدر کا چاک کرنا، اسے ایمان سے بھر دیا جانا، اس کی حقیقت ہے انوارِ ملکئہ کا غلبہ ہو جانا اور شعلہٴ طبیعت کا بجھ جانا
 اور جو کچھ حظیرہ القدس سے طبیعت کو فیضان ہوتا ہے اس کے لیے مطیع بن جانا۔“

② وَ أَمَّا رَكُوبُهُ، عَلَى الْبُرَاقِ فَحَقِيقَتُهُ اسْتِوَاءُ نَفْسِهِ النَّطْقِيَّةِ عَلَى نَسْمَتِهِ الَّتِي هِيَ الْكَمَالُ الْحَيَوَانِيُّ۔
 فَاسْتَوَى رَاكِبًا عَلَى الْبُرَاقِ كَمَا غَلَبَتْ أَحْكَامُ نَفْسِهِ النَّطْقِيَّةِ عَلَى الْهَيْمِيَّةِ وَتَسَلَّطَ عَلَيْهَا۔

”براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفسِ ناطقہ نسیم پر جو کمال حیوانی ہے غالب آ جائے۔ پس آنحضرت ﷺ

① علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و ما رواہ ابن عمر رضی اللہ عنہما و امام حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسرئیلی روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے
 منقطع نہیں ہوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسراءِ روحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسراءِ روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی
 گئی اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہودیہ اتم و اکمل، اشرف و اعلیٰ ہے۔ علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراءِ بدن و روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد ص 3/401 واضح ہو کہ
 عروجِ جسدی کا انکار آج کل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے کیوں جس قادر مطلق نے اجرامِ سماویہ کے بھاری بھارے اجسام کو خلا میں قیام رکھا ہے۔ وہ جسمِ انسانی کے
 سفیرِ جرم کو خلا میں لے جانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج کل ناطقہٴ جن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے اندر آدنی ازر سے ہیں اس لیے رب کریم کا اپنے نبی
 کریم ﷺ کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکڑھی Electricity) کی طاقتِ تھکیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوتِ اسموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد
 نہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھا۔ ② حیدرآباد ص 387

3 ﴿ وَأَمَّا اسْرَاؤُةُ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ فَلَأَنَّهُ مَحَلُّ ظُهُورِ شَعَائِرِ اللَّهِ وَ مُتَعَلِّقِ هِمَمِ الْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ وَ مَطْمَحِ أَنْظَارِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَكَانَتْ، كُوَّةً إِلَى الْمَلَكُوتِ -

”مسجد اقصیٰ تک میرا لیے ہے کہ وہ شعائر الہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظر گاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روزن ہے۔“

4 ﴿ وَأَمَّا مَلَاقَاتُهُ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَ مَفَاحِرُهُ مَعَهُمْ فَحَقِيقَتُهَا اجْتِمَاعُهُمْ مِنْ حَيْثُ ارْتِبَاتُهُمْ بِحَظِيرَةِ الْقُدْسِ وَ ظُهُورُ مَا اخْتَصَّ بِهِ مِنْ بَيْنِهِمْ مِنْ وَجْهِ الْكَمَالِ -

”انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے ان کو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے اور پھر ان جماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور ہوا۔“

5 ﴿ وَأَمَّا رُقِيَّةُ إِلَى السَّمَوَاتِ سَمَاءً بَعْدَ سَمَاءٍ فَحَقِيقَتُهُ الْإِنْسِلَاخُ إِلَى مُسْتَوَى الرَّحْمَنِ مَنزِلَةً بَعْدَ مَنزِلَةٍ وَ مَعْرِفَتُهُ حَالِ الْمَلَائِكَةِ الْمُؤَكَّلَةِ بِهَا وَ مَنْ لِحَقِّ بِهِمْ مِنْ أَفْضَلِ الْبَشَرِ وَ التَّنْذِيرِ الَّذِي أَوْحَاهُ اللَّهُ فِيهَا وَ الْإِحْتِصَامُ الَّذِي يَحْصُلُ فِي مَلَائِهِ هَا -

”آسمان پر کیے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستویٰ ظہور کی طرف جانا ہے نیز احوال ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں نیز ملائکہ اور نسل انسانی کے ان بزرگوں کے احوال و شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں نیز اس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی۔ نیز ان امور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔“

6 ﴿ وَأَمَّا بَغَاءُ مُوسَىٰ فَلَيْسَ بِحَسَدٍ وَ لَكِنْ مِثَالُ لِفَقْدِهِ عُمُومِ الدَّعْوَةِ وَ بَقَاءُ كَمَالِ لَمْ يَحْصُلْهُ، مِمَّا هُوَ فِي وَجْهِهِ -

”واضح ہو کہ گریہ موسیٰ علیہ السلام سے حسد کا اظہار مراد نہیں بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ ان کی رسالت تمام دنیا کے لیے عام نہ تھی اور اس طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہ تھا۔“

7 ﴿ وَأَمَّا سِدْرَةُ الْمُنْتَهَىٰ فَشَجَرَةُ الْكُونَ وَ تَرْتَبٌ يَعْضُهَا عَلَىٰ بَعْضِ وَ الْجَمَاعِيهَا فِي تَنْذِيرٍ وَ أَحَدٍ كَمَا جَمَاعُ الشَّجَرِ فِي الْغَاذِيَةِ وَ النَّامِيَةِ وَ نَحْوِهِمَا وَ لَمْ تَمَثَّلْ حَيَوَانًا لِأَنَّ التَّنْذِيرَ الْجَمَلِيَّ الْإِجْمَالِيَّ الشَّبِيهَةَ لِلْسِّيَاسَةِ الْكُلِّيِّ إِفْرَادَةً وَ إِنَّمَا أَشْبَهَ الْأَشْيَاءَ بِهِنَّ الشَّجَرَةَ دُونَ الْحَيَوَانِ فَإِنَّ الْحَيَوَانَ فِيهِ قُوَى تَفْصِيْلِيَّةٌ وَ الْإِرَادَةُ فِيهِ أَصْرُوحٌ مِنْ سُنَنِ الطَّبِيعَةِ -

”سدرۃ المنتہیٰ درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مرتب اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی فدا و مومیں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اس کی تمثیل نہیں دی گئی کیوں کہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے اور اسی لیے بہترین مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ ایک

ہی تیار مختلف شائیس، ڈالیاں، ٹہنیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذاؤں میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت نہیں پائی جاتی کیوں کہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوت ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔“

﴿۸﴾ وَأَمَّا الْأَنْهَارُ فُيْ أَصْلِهَا رَحْمَةٌ فَإِنضِي فِي الْمَلَكُوتِ حَذُّ وَالشَّهَادَةِ وَحَيَاةٌ وَإِنَّمَا لِقَدْ لَكَ تَعِينُ هُنَالِكَ بَعْضُ الْأُمُورِ النَّافِعَةِ فِي الشَّهَادَةِ كَمَا لِلْبَيْتِ وَالْفِرَاتِ -

”دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے۔ نیز حیات اور موت بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔ اس لیے ظاہر اچند اسباب نافعہ مثل ٹیل و فرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے۔“

﴿۹﴾ وَأَمَّا الْأَنْوَارُ الَّتِي غَشِيَتْهَا فَتَدْبِيرَاتِ الْهَيْئَةِ وَتَدْبِيرَاتِ رَحْمَانِيَّةٍ تَلْعَلَعَتْ فِي الشَّهَادَةِ حَيْثُ مَا اسْتَعَدَّتْ لَهَا -

”رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا تھا یہ وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات الہیہ ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نوربیز ہیں۔ جہاں تک اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے۔“

﴿۱۰﴾ وَأَمَّا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ فَحَقِيقَتُهُ النَّجَلِيُّ الْإِلَهِيُّ الَّذِي يَتَوَجَّهُ إِلَيْهِ سَجَدَاتِ الْبَشَرِ وَتَصَرُّعَاتِهَا يَتَمَثَّلُ بَيْتًا عَلَيَّ حَذُّ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْكُفْيَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ -

”بیت المعمور کی حقیقت وہ الہی محل ہے جس کی طرف بندگان الہی کی دعاؤں اور سجدوں کا رخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دونی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا نمثل لیے ہوئے ہے۔“

﴿۱۱﴾ ثُمَّ آتَى بِأَنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ فَأَخْتَارَ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيلُ هَدَيْتَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ لَعَوَتْ أُمَّتَكَ فَكَانَ هُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَامِعُ أُمَّتِهِ وَمَنْشَأُ ظُهُورِهِمْ وَكَانَ اللَّبَنُ اخْتِيَارَهُمْ الْفِطْرَةَ وَالْخَمْرُ اخْتِيَارَهُمْ لِلدُّنْيَا -

”شب معراج نبوی ﷺ کے سامنے ایک برتن دودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا اور جبریل علیہ السلام نے بتلادیا کہ آپ نے فطرتِ اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھو نبی ﷺ اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرت کو پسند کرے اور شر سے یہ مراد بھی کہ لذات دنیا کو پسند کرے۔“

﴿۱۲﴾ وَأَمْرًا بِخَمْسٍ صَلَوَاتٍ بِلِسَانِ التَّحْوِيزِ لِأَنَّهَا خَمْسُونَ بِأَعْيَابِ الثَّوَابِ - ثُمَّ أَوْصَحَ اللَّهُ مَرَادَهُ، تَدْرِيحًا - لِيَعْلَمَ أَنَّ الْخَوْجَ مَرْفُوعٌ وَأَنَّ النِّعْمَةَ كَامِلَةٌ وَتَمَثَّلَ هَذَا الْمَعْنَى مُسْتَبَدًّا إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ مُعَالَجَةً لِلْأُمَّةِ وَمَعْرِفِيَةً بِسِيَاسَتِهَا -

”پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہوا۔ یہ پانچ ثواب میں پچاس (50) کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا کہ ثواب تو (50 کے برابر کا) کامل ہے اور ہرج اور مرج اٹھا دیا گیا۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متحمل کیا گیا ہے کیوں کہ جناب ممدوح امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی

شناخت میں اکثر انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے ہیں۔“ [1]

طفیل بن عمروؓ کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمروؓ مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن میں ان کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیلؓ بذات خود شاعر و دانش مند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور اعلیٰ پیمانہ پر اس کی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے، اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے، زن، شوہر، بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام اتر کر دیے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اس لیے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اس کی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔

یہ باتیں انھوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں کو روٹی کے (پنبہ) سے بند کر لیتا۔ تاکہ محمد ﷺ کی آواز کی بھٹک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ چوں کہ اللہ کی مشیت یہ تھی کہ ان کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اس لیے میں نے سنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں، باہم ہوں، اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟ اور کونسی روک ہے کہ میں اس کی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہوگی تو مانوں گا، ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا جب نبی ﷺ واپس گھر کو چلے گئے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی ﷺ کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے، لوگوں کے بہکانے، پنپہ درگوش رہنے اور آج حضور ﷺ کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سنائیے۔ نبی ﷺ نے قرآن پڑھا۔ بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا۔ جو اس قدر نیک اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

الغرض طفیل ﷺ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے۔ وہ بات کی بات میں محمد ﷺ کا دل و جان سے خادم اور مطیع بن گیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق و ناگوار گذرا۔ [2]

ابو ذر غفاریؓ کا ایمان لانا

ابو ذرؓ اپنے شہر یشرب ہی میں تھے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے متعلق کچھ اڑتی سی خبر سنی۔ انھوں نے اپنے بھائی سے کہا تم جاؤ، مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ اور پھر مجھے بتلاؤ۔

انہیں براہ راست ابو ذرؓ کا ایک مشہور فصیح شاعر، زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی ﷺ سے ملا۔ پھر بھائی کو بتایا کہ میں نے محمد ﷺ کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

[1] اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از وہابی طائف کیا ہے مگر امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ الملک والامم میں ابتداء نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ ان کی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا اور نبی ﷺ اور دیگر مسلمانان اس وقت سے ہی براہ نماز پڑھتے تھے۔ تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیوں کر مندرجہ روکتا ہے۔ لیکن حسب بیان شاہ عبدالرحمن محدث دہلوی متوفی 1051ھ (مندرجہ شرح سلسلہ سعادت ص 36) کہ پہلے صرف دو نمازی فجر و عصر فرض ہوتی تھیں اب شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں، کوئی اشکال نہیں رہ جاتا۔

[2] ملخصاً زاد المعاد صفحہ 493، 494، جلد اول، اسد الغابہ، 77/3، ابن سعد فی الطبقات 1:4، 176۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ بولے، اتنی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ بولے: ہاں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا میرے ہاں چلو۔ یہ بات کو وہ پس رہے۔ نہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ پوچھا، نہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی، ابو ذر رضی اللہ عنہ پھر کعبہ میں آگئے۔ دل میں آنحضرت ﷺ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پھر آ پہنچے۔ انہوں نے فرمایا: شاید تمہیں اپنا ٹھکانا نہ ملا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ بولے: ہاں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پھر ساتھ لے گئے۔ اب انہوں نے پوچھا: تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو؟ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: راز رکھو تو میں بتلا دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی اللہ تلاتا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لے کر نہ گیا۔ اس لیے میں خود آیا ہوں۔

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم خوب آئے اور خوب ہوا کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو میں انہی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا درست کر رہا ہوں۔

الغرض ابو ذر رضی اللہ عنہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں پہنچے اور عرض کیا کہ مجھے بتلایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے اسلام کی بابت بیان فرمایا اور ابو ذر رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ابو ذر رضی اللہ عنہ! تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے تب آ جانا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ بولے: بخدا! میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابو ذر رضی اللہ عنہ کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔ انہوں نے سب کو سنا کر با آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا، اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کے لیے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ عباس رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ کہا: کم بختو! یہ تو قبیلہ بنو غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انہوں نے پھر سب کو سنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو چھڑایا اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے۔ [1]

اسباب ہجرت

11 نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ پر لوگوں کو باتیں کرتے سنا۔ [2] اس آواز پر اللہ کا نبی ﷺ ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی تھے [3] اور یثرب سے آئے تھے۔ [4] ان کے سامنے نبی ﷺ نے اللہ کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا۔ ان کی محبت کو اللہ کے ساتھ گرایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی۔ نیکی

[1] بخاری: 3522، مدارج النبوة میں ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ قریباً ایک ماہ تک آب زمزم ہی پر رہے۔ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی تو نگل آئی۔ [2] یہ مقام الحراء اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔ [3] (1) امامہ اسعد بن زرارہ (2) عوف بن حارث، (3) رافع بن مالک، (4) قطبہ بن عامر بن حدیدہ (5) عقبہ بن عامر بن نابل (6) سعد بن رافع [4] تراویح العباد: 45/3، ابن ہشام: 1/428

و پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے لیکن انھوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بار بار یہ ذکر کرتے ہوئے سنا تھا کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ [1] اس تعلیم سے وہ اسی وقت ایمان لے آئے اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے تو دین حق کے سچے مناد بن گئے۔

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ ہر ایک کو یہ خوش خبری سناتے تھے کہ ”وہ نبی“ [2] جس کا تمام عالم کو انتظار تھا، آ گیا۔ ہمارے کانوں نے اس کا کلام سنا، ہماری آنکھوں نے اس کا دیدار کیا اور اس نے ہم کو اس زندہ رہنے والے اللہ سے ملا دیا کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے کھلی ہے۔

بیعت عقبہ اولیٰ

ان لوگوں کی بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے لگا اور اگلے سال 12 نبوت کو یثرب کے بارہ (12) باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی۔ [3] ان لوگوں نے جن باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی وہ یہ ہیں:

بیعت کی شرطیں

- ① ہم رب و احد کی عبادت کریں گے اور کسی اور اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔
- ② ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔
- ③ ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔
- ④ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔
- ⑤ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کریں گے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لیے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہیں پہنتے مگر جب ان کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انھوں نے بالکل

[1] زور العاد: 3/44، ابن ہشام: 1/427، 428 [2] قرین اللہ ”لانی“ کا مطلب سمجھنے کے لیے انجیل یوحنا باب اول کو 19 سے 28 درس تک چھیں۔ یوحنا (یحییٰ) نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ 21۔ انھوں نے پوچھا کیا تو ایسا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو ”وہ نبی“ ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا کہ علمائے یہود اس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد ظہور کے منتظر تھے۔ (1) الیاس (2) مسیح (3) وہ نبی۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح علیہ السلام بتلایا اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں ”وہ نبی“ اور مسلمانوں کی زبان پر ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم“ کے خطاب سے یاد کیے گئے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ”وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم“ نہیں تو پادری بتلا کہ مسیح علیہ السلام کے بعد ”وہ نبی“ کہلانے والا کون ہوا؟ [3] (1) ایوانام۔ (2) عوف بن حارث (3) رافع بن مالک (4) قطبہ بن عامر (5) عقبہ بن عامر (6) معاذ بن عرش (7) ذکوان بن عبد قیس (8) خالد بن ولید (9) عمارہ بن حسان (10) عباس بن عبادہ (11) ابوالشیم (12) عوف بن سعد۔

چھوڑ دیا تھا جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان دنوں ان کے کندھے پر صرف کبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے نیکر کے کانٹوں سے اٹکایا کرتے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اترے تھے اور ان کو مدینے والے الْمُقْرِئِ (پڑھانے والا استاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعب رضی اللہ عنہ و اسعد رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان "بیز مرق" پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لیے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں کیوں کرا سلام کی منادی کی جائے۔

اسعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھیں بھی خبر ہوئی اسعد بن معاذ نے اسید

بن حضیر سے کہا:

"تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے۔ تم جاؤ۔ انھیں جھڑک دو اور کہہ دو کہ ہمارے مخلوق میں پھر کبھی نہ آئیں۔ میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لیے خاموش ہوں کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے۔"

اسید بن حضیر اپنا ہتھیار لے کر روانہ ہوا۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے مصعب رضی اللہ عنہ کو کہا: دیکھو یہ قبیلے کا سردار آ رہا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعب نے کہا کہ اگر وہ آ کر بیٹھ گیا تو میں اس سے ضرور کلام کروں گا۔ اسے میں اسید رضی اللہ عنہ آ پہنچا اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو۔

مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر اسید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں۔ اگر پسند آئے، قبول فرمائیں، ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں۔

اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: خیر کیا مضائقہ ہے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے اور پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ اسید رضی اللہ عنہ نے سب کچھ چپ چاپ سنا۔ بالآخر کہا: ہاں یہ بتلاؤ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو تم کیا کرتے ہو؟

انہوں نے کہا: نہلا کر، پاک کپڑے پہنا کر کلمہ شہادت پڑھا دیتے ہیں اور دو رکعت نفل پڑھا دیتے ہیں۔ اسید رضی اللہ عنہ اٹھا، کپڑے دھوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور نفل ادا کیے۔ پھر کہا: میرے پیچھے ایک اور شخص ہے۔ اگر تمہارا بیرو ہو گیا تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہے گا اور میں جا کر ابھی تمہارے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اسید رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ ادھر اسعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا۔ دیکھو اسید رضی اللہ عنہ کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اسید رضی اللہ عنہ آ بیٹھا تو اسعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اسید رضی اللہ عنہ بولا، میں نے انھیں سمجھا دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری منشا کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آ گئے اور اسعد بن زرارہ کو اس لیے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سن کر اسعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھر گیا اور اپنا حر پہ سنبھال کے کھڑا ہو گیا۔ اسے ڈر تھا کہ بنو حارثہ اس کے بھائی کو نہ مار ڈالیں۔ اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اسید رضی اللہ عنہ تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کے آئے۔

مصعب رضی اللہ عنہ کے وعظ پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ایمان قبول کرنا

سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ مصعب رضی اللہ عنہ و اسعد رضی اللہ عنہ دونوں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ سمجھا کہ اسید رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کی باتیں سننے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی انھیں گالیاں دینے لگا اور اسعد رضی اللہ عنہ کو یہ بھی کہا کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو تمہاری کیا مجال تھی کہ ہمارے محلے میں چلے آتے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا: دیکھو یہ بڑے سردار ہیں اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائیں گے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے سعد سے کہا: آئیے بیٹھ جائیے۔ کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے تو قبول فرمائیے ورنہ انکار کر دیجیے۔ سعد رضی اللہ عنہ حرب رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید بھی سنایا۔ آخر سعد رضی اللہ عنہ نے بھی وہی سوال کیا جو اسید رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ الغرض سعد رضی اللہ عنہ اٹھا۔ نہایا، کپڑے دھوئے، کلمہ پڑھا، نفل ادا کیے اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا:

اے بنی عبدالاشہل! تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب نے کہا: تم ہمارے سردار ہو تمہاری رائے، تمہاری تلاش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ بولا: سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر

ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا

اس کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال 13 نبوت کو بہتر (73) مرد، دو (2) عورتیں یشرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے۔ ان کو یشرب کے اہل ایمان نے اس لیے بھی بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منظوری حاصل کریں۔

یہ راستبازوں کا گروہ اسی تبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یشرب کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے رات کی تاریکی میں

پہنچ گیا اور اللہ کا برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے تایا عباس صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیے ہوئے وہاں جا پہنچا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ انھوں نے کہا: لوگو! تمہیں معلوم ہے

کہ قریش کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمانہ کرنا سرخ و سیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے۔ جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو، ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو۔

ان راست بازوں نے عباس رضی اللہ عنہ کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں:

عقبہ ثانیہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ کا کلام جو اللہ کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھ کر سنایا۔ جس کے سننے سے وہ ایمان و ایقان کے نور سے مہر پور ہو گئے۔

[1] طبری صفحہ: 244 [2] سرخ لڑائی سے مراد سخت خونریزی لڑائی ہے اور سیاہ لڑائی سے مراد تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے۔

اب سب لوگوں نے عرض کی کہ اللہ کا نبی ہمارے شہر میں چل کر بے تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔
نبی ﷺ نے فرمایا:

① کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری مدد کرو گے؟

② اور جب میں تمہارے شہر میں جاؤں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے؟

ایمان والوں نے پوچھا: ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا؟ ③

نبی ﷺ نے فرمایا: بہشت (جو نجات اور اللہ کی خوشنودی کا محل ہے)

ایمان والوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ہماری تسلی فرما دیجیے کہ حضور ﷺ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: میرا بیٹا، میرا امرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔

اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جان نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔ ④

براء بن معرورہ رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا: لوگو! آؤ۔ دیکھو کہ محمد ﷺ اور اس کے فرقے

کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس بن عبدالمطلب نے کہا: اگر حضور کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکہ

والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں۔ ⑤

نبی ﷺ کے بارہ نقیب

اس کے بعد نبی ﷺ نے ان سے بارہ (12) اشخاص کا انتخاب کیا اور ان کا نام نقیب رکھا اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح حبیبی

بن مریم علیہ السلام نے اپنے لیے بارہ (12) شخصوں کو چن لیا تھا اسی طرح میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں۔ تاکہ اہل یشرب میں جا کر دین کی

اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں میں خود یہ کام کروں گا۔

ان کے نام یہ ہیں:

قبیلہ بنو خزرج کے نو (9) اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، رافع بن مالک رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے)

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، براء بن معرور رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔

قبیلہ اوس کے تین (3) اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، سعد بن خیشمہ رضی اللہ عنہ، ابوالشیم بن تہیان رضی اللہ عنہ ⑥

قریش نے یشرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھٹک سی معلوم ہوئی۔ وہ اہل یشرب کی تلاش میں نکلے، لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔

① دیکھو بھٹس کا سوال صحیح سے۔ متی 19-27

② دو نوشتہ پورا ہوا: "نور تاریکی میں چمکتا ہے۔" انجیل یوحنا 5 باب

③ زاد المعاد: 3/48

قریش نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہما کو وہاں پایا۔ منذر رضی اللہ عنہما تو بھاگ گیا اور ان کے ہاتھ نہ آیا، مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو انھوں نے پکڑ لیا اس کی سواری کے اونٹ کا ٹھک کھول کر اس کی منگیلیاں باندھ دیں۔ مکہ میں لا کر اس کو مارتے اور اس کے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان 12 اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ جب قریش انھیں زد و کوب کر رہے تھے تو ایک سرخ و سفید شیریں شامل شخص انھیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں سے کسی شخص سے مجھے بھلائی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہوگا۔ جب وہ میرے پاس آ گیا تو اس نے نہایت زور سے میرے منہ پر ٹھانچ لگایا۔ اس وقت مجھے یقین آ گیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے امید خیر کی جاسکے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس نے میرے حال پر ترس کھایا اور کہا کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حق مسابغی حاصل نہیں اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمانہ نہیں؟ میں نے کہا: ہاں جیسر بن مظعم رضی اللہ عنہ اور حارث بن امیہ رضی اللہ عنہما جو عبد مناف کے پوتے ہیں وہ تجارت کے لیے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں اور میں نے بارہا ان کی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا اور انھیں بتلایا کہ خنزرج کا ایک آدمی پتہ رہا ہے اور وہ تمہارا نام لے لے کر تمہیں پکار رہا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے بتلایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ وہ بولے: ہاں اس کا ہم پر احسان بھی ہے اور انھوں نے آ کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو چھڑا دیا اور یہ ثابت قدم بزرگ بیٹھ کر سوہا رہ گئے۔

مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت مل گئی

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جو مکہ سے باہر نہ گئے تھے لیکن جن پر اب اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن ان کے لیے آگ کا پہاڑ بن گیا، بیٹھ چلے جانے کی اجازت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار، خویش و اقارب، باپ بھائی، زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا بھی غم نہ تھا بلکہ خوشی یہ تھی کہ بیٹھ جا کر اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت پوری آزادی سے کر سکیں گے۔

ہجرت کی دشواریاں

ہجرت کرنے والوں اور گھر بار چھوڑ کر جانے والوں کو قریش کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

① صحیب رومی رضی اللہ عنہما جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار نے انھیں آگھیرا۔ کہا صحیب رضی اللہ عنہما! جب تو مکہ آیا تھا تو مفلس و قلاش تھا۔ یہاں ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لے کر چلا جائے گا، یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔ صحیب رضی اللہ عنہما نے کہا: اچھا اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دے دوں تب مجھے تم جانے دو گے۔

قریش بولے: ہاں۔

حضرت صحیب رضی اللہ عنہما نے سارا مال انہیں دے دیا اور بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ اس سوڈے

① سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے کہ اسلام کے ساتھ ہی اللہ کی طرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک و پیاس کی آزمائش، قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش، ضرر جسمانی و نقصان مال کی آزمائش وغیرہ وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں پر پورا اترتا ہے تب وہ اللہ کے اس ابدی وعدہ کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو قرآن اور انجیل و توراہ میں مومنین سے کیا گیا ہے کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی۔ کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد اسلام کے شیریں شرف ثابت ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ بزرگ شہیر مسلمان کیے گئے تھے۔ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزرگ شہیر مسلمان کیا کرتے تھے۔

میں صہیب رضی اللہ عنہ نے نفع کمایا۔^①

② حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا۔ میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے تو بنو مغیرہ نے آ کر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا، کہا: تو جا سکتا ہے، مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جا سکتا۔ اب بنو عبدالاسد بھی آ گئے۔ انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تو جا سکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے، تو نہیں لے جا سکتا۔ غرض انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھا دیا۔ بنو عبدالاسد تو گود کے بچہ کو ماں سے چھین کے لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو لے آئے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جو دین کے لیے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا زین و بچہ کے بغیر روانہ ہو گیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا روز شام کو اسی جگہ جہاں بچہ اور شوہر سے الگ ہو گئی تھی پہنچ جاتی، گھنٹوں رو دو کر واپس آ جاتی۔ ایک سال اسی طرح روتے چلاتے گذر گیا۔ آخر ان کے ایک پیچیرے بھائی کو رحم آیا اور ہر دو قبائل سے کہہ سن کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دلا دی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچہ بھی ان کو واپس دے دیا گیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تین تبا چل دیں۔^② ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی رضی اللہ عنہم کو کرنا پڑا تھا۔

③ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عیاش رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے مگر ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ ان کو قریش نے قید کر دیا۔ عیاش رضی اللہ عنہ مدینہ جا پہنچے تھے کہ ابو جہل مع اپنے برادر حرس کے مدینہ پہنچا۔ عیاش رضی اللہ عنہ ان کے پیچیرے بھائی تھے اور تینوں کی ایک ماں تھی۔ ابو جہل و حرس نے کہا کہ تمہارے بعد والدہ کی بری حالت ہو رہی ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کروں گی اور نہ سایہ میں بیٹھوں گی۔ اس لیے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دے کر آ جانا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: عیاش رضی اللہ عنہ مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری ماں کے سر میں کوئی جوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کر لے گی اور مکہ کی دھوپ نے ذرا خبر لی تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیے۔ عیاش رضی اللہ عنہ بولے: نہیں، میں والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آ جاؤں گا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لیے میری ناقہ لے جاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں تمہیں ذرا بھی ان سے شبہ گزرے تو تم اس ناقہ پر باسانی ان کی گرفت سے بچ کر آ سکو گے۔

عیاش رضی اللہ عنہ نے ناقہ لے لی۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابو جہل نے کہا: بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا۔ بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو۔ عیاش رضی اللہ عنہ بولا: بہتر۔ جب عیاش رضی اللہ عنہ نے ناقہ بٹھائی تو دونوں بھائیوں نے اسے پکڑ لیا، مشکلیں کس لیں اور مکہ میں اسی طرح لے کر داخل ہوئے۔

یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے کہ دیکھو، بے وقوفوں، احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش رضی اللہ عنہ کو بھی ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ قید کر دیا گیا۔

① سیرت ابن ہشام، ص: 168 صحیب رضی اللہ عنہ نے شوال 38ھ میں عمر 73 سال مدینہ میں وفات پائی۔ الطہرانی فی الکلیب: 43/8، حلیۃ الاولیاء، 151/1، الطبقات لابن سعد: 163/1، الہدایۃ والنہایۃ: 173/3، اسد الغابہ: 39/39، سیرت ابن ہشام، ص: 168

جب نبی ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضور ﷺ کی تمنا پوری کرنے کے لیے ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شبائشب نکال کر لے گئے۔^[1]
ان ہر سہ حکایات سے قارئین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جدوجہد اور ابتلا و امتحان کے آسان نہ تھا۔

ہجرت

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما باقی رہے تو قریش مکہ نے کہا: کہ اب محمد ﷺ کے قتل کر دینے کا اچھا موقع ہے۔

آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لیے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لیے دارالندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ دارالندوہ کو قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوان پارلیمنٹ تھا۔ اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہوا تھا اور قریش کے مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور سردار موجود تھے۔

- ① بنو عبد شمس میں سے: شیبہ و عقبہ۔ فرزند ان رہیہ اور ابوسفیان بن حرب۔
- ② بنو نوفل میں سے: طعیہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر۔
- ③ بنو عبد الدار میں سے: نضر بن حارث بن کلاب۔
- ④ بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے: ابوالختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام۔
- ⑤ بنو مخزوم میں سے: ابوجہل بن ہشام۔
- ⑥ بنو کعبہ میں سے: بنیہ و منبہ فرزند ان تجاج۔
- ⑦ بنو جحش میں سے: امیہ بن خلف۔^[2]

ایک بولا: اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو اور مکان کا دروازہ تیز کر دو تاکہ یہ بھی زہیر و نابود شاعروں کی موت کا مزا چکھتا ہوا مر جائے۔

بوڑھا نجدی بولا: نہیں، یہ ٹھیک نہیں۔ محمد (ﷺ) کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہے گی۔ مسلمان اسے چھڑالے جائیں گے اور طاقت پا کر تمہیں بھی فنا کر دیں گے۔

دوسرا بولا: ایک سرکش اونٹ پر بٹھلا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے، کہیں رہے، جیسے خواہ مرے۔
بوڑھا نجدی بولا: نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمد (ﷺ) کی دلاویز باتوں کو بھول گئے ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جس

[1] سیرت ابن ہشام، 1: 167، اسد الغابہ: 4/308 [2] قرآن مجید میں ہے ﴿يَكِيدُونَ كَيْدًا ۚ أَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمَقِيلُ الْكٰفِرِيْنَ اَنْهٰلِيْهُمْ رُوْبًا﴾ [الطّٰرِق: 15-17] وہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی ﷺ آپ ان کو زنی و آہستگی سے چھوڑ دیجیے۔ اس آیت کے ساتھ ان 14 سرداروں کا انجام آپ دیکھیے کہ گیارہ سردار ایک دن میں (جنگ بدر) قتل ہوئے اور تین ابوسفیان بن حرب (جبیر بن مطعم و حکیم بن حزام) جو قتل سے بچے وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

سے بات کرتا ہے۔ اسی کو اپنا بھائی بتاتا ہے۔ وہ دلوں پر کسی آسانی سے قابو پالیتا ہے۔ جہاں جائے گا۔ وہیں کے باشندے اس کے ساتھ لگ جائیں گے اور وہ بالآخر تم سے اپنے نبی کا بدلے لے کے چھوڑیں گے۔

نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق

آخر ابو جہل نے ایسی تدبیر بتلائی، جسے تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی۔

- ① عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوان مرد کا انتخاب کیا جائے۔
- ② یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمد ﷺ کے گھر کو گھیر لیں۔
- ③ جب محمد ﷺ صبح کی نماز کے لیے باہر نکلے اس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اس پر وار کریں اور اس کی بوٹی بوٹی کر دیں۔ اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا گیا کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہوں گے۔ اس کا بدلہ نہ تو محمد ﷺ کا قبیلہ لے سکے گا اور نہ محمد ﷺ کو سچا ماننے والے کچھ شرف و فساد اٹھائیں گے۔

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں اب الہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھیے کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی ﷺ کا گھر آ گھیرا۔ اس وقت اللہ کے نبی ﷺ نے پیارے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم میرے بستر پر میری جاؤ اور لے کر سو رہو، ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تیرا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے عربوں کی فیند سو رہے اور اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورہ یس پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی ﷺ کو جاتے نہ دیکھا۔ ① یہ واقعہ 27 / صفر 13 نبوت روز پنجشنبہ (جمرات) (12 ستمبر 621ء) کا ہے۔

اللہ کا نبی ﷺ پیارے دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا۔ انھوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار میل کے فاصلے پر کوہ ثور ہے۔ اس کی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا۔ نوکیلے پتھر نبی ﷺ کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے اور شوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ آخر ایک غار پر پہنچے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو باہر ٹھہرایا۔ خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کیے اور پھر عرض کیا کہ حضور ﷺ بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انھیں پہچانا۔ پوچھا: محمد ﷺ کہاں ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے کیا خبر، کیا میرا پہرہ تھا؟ تم لوگوں نے انھیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علی رضی اللہ عنہ پر چل پڑے۔ ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر کے لیے جس بے جا میں رکھا آ خر چھوڑ دیا۔ ② اب وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا باہر نکلی۔ ابو جہل نے پوچھا لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟ وہ

① خدا کے برگزیدہ داؤد علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی مشابہت۔ داؤد کھڑکی سے بھاگ کر چڑھ گیا۔ میکہ نے ایک پتلا پتنگ پر لٹا رکھا اور بکریوں کی کھال بکری کی جگہ اور اوپر سے چاؤ اور حلاوی اور جب ساؤں نے ہر کارے داؤد کو پکڑنے کے لیے جیسے تو یہ بولی کہ وہ پیار ہے۔ صالح کتاب اسماؤئیل (12-13-14) 19 باب۔

بولی بخدا مجھے معلوم نہیں۔

بد زبان و درشت خواہو جہل نے ایسا طمانچہ کھینچ مارا کہ اسماء رضی اللہ عنہا کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔^[1]

ایک لڑکی کی قوت ایمانی

ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھا کر لے گئے تھے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے۔ والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ نے کہا: ”بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تم کو دوہری مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا اور نقد و مال بھی ساتھ لے گیا۔“ اسماء رضی اللہ عنہا بولی: ”نہیں، دادا جان۔ وہ ہمارے لیے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔“

اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک پتھر لیا۔ اس پر کپڑا لپیٹا اور جس گھر سے میں روپیہ ہوا کرتا وہاں رکھ دیا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔ ابوقحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے۔ بوڑھے نے اسے ٹٹولا اور پھر کہا: ”خیر جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے تو اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانے کا چنداں غم نہیں۔ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اچھا کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا ہے۔“

اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بوڑھے دادا کے اطمینانِ قلب کے لیے کی تھی ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے) ساتھ لے گئے تھے۔^[2]

<http://mujahid.xtgem.com>

غار کا قیام

یہ چاند اور سورج دونوں تین روز تک اسی غار میں رہے۔^[3] رات کی تاریکی میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا گھر سے روٹی دے جاتی، عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی باتیں سنا جاتا۔^[4] عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا غلام تھا اور جس کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ریوڑ تھا۔ وہاں بکریاں لے آتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دودھ بقدر ضرورت لے لیتے اور وہ پھر ریوڑ سے آنے والوں کے نقش قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا۔^[5]

اللہ عزوجل نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ فرمایا کہ جس معیت الہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واصل تھے، اسی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کر دیا۔

غار سے روانگی

چوتھی شب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو اونٹنیاں آگئیں جن کو اسی سفر کے لیے خوب فرمایا اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریظ (جسے راستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب کیم ریح الاول روز دوشنبہ (سوموار) (16 ستمبر 622ء) کو روانہ ہوئے۔

[1] طبری ص: 247 [2] ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خاندان کی چار ٹیلیں صحابی ہیں۔ [3] ابن ہشام ص: 173/1 [4] یونین نبی نے داؤد علیہ السلام کو کہا۔ جب تیری غیر حاضری پر تین دن گزر جائیں تو تو وہاں جایا (سومیکل باب 20 درس 19) [5] ابن ہشام ص: 173/1 [6] بخاری: 5039

ہجرت سے نبی ﷺ نے انبیاء سابقین کی سنت کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن اور حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی ہجرت کے واقعات بائبل میں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کے بعد حضرت ابی کی معیت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا۔

دلیل راہ نے درمیانی راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا تھا۔ جب حضور ﷺ رابع کے موجودہ قلعہ اور ساحل سمندر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے، تب سراقہ بن جحشم نے حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ عبدالرحمن بن مالک مدنی جو سراقہ کا برادر زادہ ہے، بیان کرتا ہے:

سراقہ خود سر پر لگائے، نیزہ تانے، بدن پر ہتھیار سجائے، اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ اس کی نظر حضور ﷺ پر پڑ گئی۔ اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بل گری۔ سراقہ نیچے آیا۔ اٹھا، گھوڑی کو اٹھایا، سوار ہوا۔ پھر چلا۔ نبی ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لو لگائے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ نبی ﷺ کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع عرض کی گئی۔ فرمایا: الہی ہمیں اس کے شر سے بچا۔ ادھر جب الفاظ مبارکہ زبان سے نکلے، ادھر گھوڑی کے قوائم زمین میں جھنس گئے۔ سراقہ گریزا اور سمجھ گیا کہ حفاظت الہی پر غالب آنا محال ہے۔ اس نے عاجزانہ الفاظ میں اپنی جان کی امان مانگی۔ امان دی گئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کیا کہ اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ پھر اس کی درخواست اور نبی ﷺ کے ارشاد پر عامر بن فہر رضی اللہ عنہ نے اسے خط امان بھی لکھ کر عطا فرمادیا۔^[1] غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گذر خیمہ ام معبد پر ہوا۔ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لیے مشہور تھی۔ سر راہ پانی پلایا کرتی تھی اور مسافروں کو ہاں ٹھہر کر ستایا کرتے تھے۔ یہاں پہنچ کر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی: نہیں۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کروتی۔

خیمہ ام معبد پر آنحضرت ﷺ کا آرام و قیام

نبی ﷺ نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دکھائی۔ پوچھا: یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا: کمزور ہے، ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: "اجازت ہے کہ ہم اسے دھولیں۔"
 ام معبد نے کہا: "اگر حضور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دھو لیجیے۔"

نبی ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا۔ وہ ایسا بھر گیا کہ دودھ اچھل کر زمین پر گر گیا۔ یہ دودھ^[2] سراقہ رضی اللہ عنہ اپنے دادا جحشم کی نسبت سے سراقہ بن جحشم مشہور ہے۔ سراقہ بن مالک بن جحشم رضی اللہ عنہ مدنی کنانی ہے۔ علاقہ رابع پر ہی کا قبیلہ قابض تھا۔ الاستیباب میں ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا: سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تیرے ہاتھوں میں کسری کے شاہی لنگن پہنائے جائیں گے۔ سراقہ رضی اللہ عنہ واقعہ احد کے بعد مسلمان ہوا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا اور کسری کا تاج اور مسیح زبورات فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئے تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسری پہنائے اور زبان سے فرمایا: اللہ اکبر! اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسری کے لنگن سراقہ امراہی کے ہاتھوں میں پہنائے۔ (بخاری: 3906، مسلم: 2009، زاد المعاد: 55/3، الشفاء: 274/1، اتحاف السعادی: 18/7، اسد الغابہ: 2/414، احمد: 212/3، حاکم: 76/3)

آنحضرت ﷺ اور امراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دھویا گیا، برتن بھر گیا اور ام معبد کے لیے چھوڑ دیا اور آگے کو روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا اور یہ دودھ اس کے قدم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا! تم ذرا اس کی توصیف تو کرو۔ ام معبد بولی:

حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبان ام معبد

ظَاهِرُ الْوَضَاءِ اَبْلَجُ الْوَجْهِ حَسَنُ الْخَلْقِ - لَمْ تَبِعَهُ نَجْلَةٌ وَ لَمْ تُدْرِ بِهِ صُعْلَةٌ وَ سِيمٌ فِسِيمٌ فِي عَيْنِهِ
 ذَعَجٌ وَ فِي اَشْعَارِهِ وَ طَفٌ وَ فِي صَوْتِهِ صَحْلٌ وَ فِي عُنُقِهِ سَطْحٌ اَحْوَرٌ، اَكْحَلٌ، اَزَّجٌ، اَقْرَنٌ، شَدِيدٌ
 سَوَادِ الشَّعْرِ، اِذَا صَمَتَ عَلَاهُ الْوَقَارِ، وَ اِنْ تَكَلَّمَ عَلَاهُ الْبَهَاءُ اَجْمَلُ النَّاسِ وَ اَبْيَاهُمْ مِنْ بَعِيدٍ،
 وَ اَحْسَنُهُ، وَ اَحْلَاهُ مِنْ قَرِيبٍ حُلُوَ الْمَنْطِقِ، فَضْلٌ، لَا تَزُرُ، وَ لَا هَذِرُ، كَمَاَنْ مَنْطِقُهُ حُرَزَاتٌ نَظْمٌ
 يَتَحَدَّرْنَ، رُبْعَةٌ، لَا تَفْحَمُهُ، عَيْنٌ مِنْ قَصْرِ، وَ لَا تَشْنُوهُ، مِنْ طَوْلٍ، غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهِيَ اَنْضَرُ
 الثَّلَاثَةِ مَنْظُرًا وَ اَحْسَنُهُمْ قَدْرًا، لَهُ رَفَقَاءٌ يَحْفُونُ بِهِ، اِذَا قَالَ اسْتَمِعُوا لِقَوْلِهِ، وَ اِذَا اَمَرَ، تَكَادَرُوا اِلَى
 اَمْرِهِ، مَحْفُودٌ، مَحْشُودٌ، لَا عَابِسٌ وَ لَا مُتَعَدِّدٌ۔

”پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ نواز، نہ تو مدنگلی ہوئی نہ چند با کے بال گرسے ہوئے، زریبا، صاحب جمال آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردگ، سرگینیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریا لے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زہندہ و دلفریب۔ قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و بیشی سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروٹی ہوئی، میانہ قدم کو تابی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زہندہ نہال کی تازہ شاخ، زہندہ منظر والا قدم، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں، مخدوم مطاع، نہ کوئی سخن، نہ فضول گو۔“

یہ صفت سن کر وہ بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے اور میں اسے ضرور چاٹوں گا۔ [1]



[1] زواہر المطاوع: 3/56-57، المہدایہ والنہایہ: 3/192-194، المطہبات لابن سعد: 1/230۔ مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرت ﷺ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے۔

نبوت کے تیرہ (13) سال مکہ میں

سابقین و اولین کی شان

نبوت کے تیرہ (13) سال مکہ میں جس طرح گزرے۔ ان کا مختصر حال یہ تھا جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی کہ ان ایمان لانے والوں میں:

① علیؑ، ابوبکرؑ، عثمانؑ، عمرؑ کی شان کے بزرگوار تھے۔ جن کی علمی فضیلت، عملی کشش و طاقت۔ روشن ضمیری اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چاروں تک عالم کی رہنمائی کی۔

② یامصعب بن عمیرؑ، جعفر طیارؑ، اور ابوعبیدہ بن الجراحؑ کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے جنہوں نے یشرب و حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کر لیا۔

③ یاعبداللہ بن مسعودؑ و عبدالرحمن بن عوفؑ کے منصب کے تھے جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔

④ یازبیرؑ و طلحہؑ و عمارؑ و یاسرؑ کے درجے کے، جن کی جان نثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

⑤ یابلالؑ، سمیہؑ، اور کعبؑ، خبابؑ کے نمونے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا۔

⑥ یاسکرانؑ، شموںؑ، ام حبیبہؑ و جنسؑ کے حوصلے کے۔ جنہوں نے دین حقہ کے خویش و اقارب۔ وطن و مولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی۔

⑦ یالعبیدؑ اور سوید بن صامتؑ، الملقب کامل و انیس برادر ابوذرؑ جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پالیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان، معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے۔ انہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر پھیل گیا تھا جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

① طفیل بن عمرو وہیؑ جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیلؑ کے طفیل اس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا۔

② ابوذر غفاریؑ، ان کا بھائی انیسؑ ان کی ماں اور نصف قبیلہ غفار۔

③ عیسایان نجران میں سے 20 کس۔

④ ضاد الازدیؑ یمن کا مشہور کاہن۔

⑤ قبیلہ بنی الاشہل۔

⑥ تمیم و نعیم اور کچھ باشندگان ملک شام۔

⑦ حبش کے بہت لوگ وغیرہ وغیرہ۔

اثنائے راہ میں بریدہ رضی اللہ عنہا اور ستر (70) اشخاص کا مسلمان ہونا

نبی ﷺ یثرب جا رہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں بریدہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرت ﷺ کی گرفتاری پر ایک سو (100) اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی ﷺ کے سامنے ہوا اور حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا۔ تو بریدہ رضی اللہ عنہا ستر (70) آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اپنی گیلی اتار کر نیزہ پر باندھ لی۔ جس کا سفید پھیرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی۔ دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لارہا ہے۔

راستہ میں نبی ﷺ کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ملے۔ یہ شام سے آرہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے نبی ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کے لیے سفید پارچات پیش کیے۔ ﴿۱﴾

قبائیں پہنچنا

8 ربیع الاول ﴿۲﴾ 13 نبوت بروز سوموار ﴿۳﴾ (23 ستمبر 622ء) مطابق 10 تشری 4383 یہود تھی کہ اللہ کا نبی ﷺ قبا میں پہنچ گیا۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ چھوڑ دیا ہے۔ روز صبح سے سر راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے اور جب تک ٹھیک دو پہر نہ ہو جاتی، بیٹھے رہتے۔ یہ بزرگوار بھی واپس ہی گئے تھے کہ حضور ﷺ پہنچ گئے اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے اور خیر مقدم، اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت ﷺ کے گرد اگر دنور خیز شاعروں کی طرح جمع ہو گئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے، جنھوں نے ہنوز دیدار پر انوار سے چشم ظاہرین کو روشن نہ کیا تھا۔ انھیں نبی اللہ اور حضور ﷺ کے رفیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شناخت سے اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ اللہ کا رسول ﷺ جمعرات تک یہاں ٹھہرا اور اس سر روزہ قیام ہی میں سب سے پہلا کام یہاں ﴿۴﴾ یہ کیا کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کے لیے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

اسی جگہ شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے پایادہ سفر کرتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند روز تک مکہ میں حسب الارشاد نبوی ﷺ اس لیے ٹھہر گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرت ﷺ کے گھر میں موجود تھیں، وہ مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔

12 ربیع الاول 1 ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ ﴿۵﴾ نبی ﷺ قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو

گیا۔ یہاں سو (100) آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

﴿۱﴾ بخاری: 3906 ﴿۲﴾ سرور المحرون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہما: 1174ء

﴿۳﴾ بخاری: 3906، المطبعات لابن سعد: 1/6233، زاد المعاد: 58/3، ابن ہشام: 1/492

﴿۴﴾ تفسیر علامہ ابن اسحود: 152، جلد 8۔ مگر صحیح بخاری میں "بضع عشر لیلۃ تکلمنا ہے۔" (بخاری: 3906)

﴿۵﴾ مطابق 27 دسمبر 622ء زاد المعاد: 59/3 میں 12 ربیع الاول کو دو شبہ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔

خطبہ

حَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَوَّلِ جُمُعَةٍ جَمَعَهَا بِالْمَدِينَةِ فِي بَيْتِ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ،
الْحَمْدُ لِلَّهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ وَأَسْتَغْفِرُهُ وَأَسْتَهْدِيهِ وَأُؤْمِنُ بِهِ وَلَا أَكْفُرُهُ وَأَعَادِي مَنْ يَكْفُرُهُ وَ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَالنُّورِ
وَالْمَوْعِظَةِ عَلَى فَسْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَقَلْبَةٍ مِنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِنَ النَّاسِ وَإِنْقِطَاعِ مِنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِنَ
السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِنَ الْأَجَلِ مِنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعَصِمَهَا فَقَدْ عَوَى وَفَرَطَ وَضَلَّ
ضَلَالًا بَعِيدًا أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهُ، خَيْرٌ مَا أَوْصَى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ أَنْ يَحْضُرَهُ عَلَى الْأَحْرَةِ وَ
أَنْ يَأْمُرَهُ بِتَقْوَى اللَّهِ - فَاحْذَرُوا مَا حَذَرَكُمْ اللَّهُ مِنْ نَفْسِهِ وَلَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ نَصِيحَةً وَلَا أَفْضَلَ مِنْ
ذَلِكَ ذِكْرًا وَإِنْ تَقَوَى اللَّهُ لِمَنْ عَمِلَ عَلَى وَجْهِهِ وَمَخَافَةَ مَنْ رَبِّهِ عَوْنُ صِدْقٍ عَلَى مَا تُبْعُونَ مِنَ الْأَمْرِ
الْأَحْسَرَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ مِنْ أَمْرِهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِي بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ يَكُنْ لَهُ ذِكْرًا فِي
عَاجِلِ أَمْرِهِ وَذُخْرًا فِي بَعْدِ الْمَوْتِ حِينَ يَقْتَرِفُ الْمَرْءُ إِلَى مَا قَدَّمَ - وَمَا كَانَ سِوَى ذَلِكَ - يَوْذُ لَوْ أَنَّ
بَيْنَهُ، وَبَيْنَهَا أَمَدًا بَعِيدًا - وَيَحْذَرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رءُوفٌ بِالْعِبَادِ - وَالَّذِي صَدَّقَ قَوْلَهُ وَأَنْجَزَ وَعْدَهُ
لَا خِلْفَ لِلَّذِي قَالَ يَقُولُ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدِي وَمَا أَنَا بِظَالِمٍ لِلْعَبِيدِ -

فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي عَاجِلِ أَمْرِكُمْ وَاجْتَنِبُوا السِّرَّ وَالْعَلَانِيَةَ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا وَإِنْ تَقَوَى اللَّهُ يُوفِي مَعْتَهُ وَيُوفِي عُقُوبَتَهُ وَيُوفِي سَخَطَهُ -

وَإِنْ تَقَوَى اللَّهُ تَبَيَّنَ الْوُجُوهُ وَبَرَضَى الرَّبُّ وَبَرَفَعَ الدَّرَجَةَ خُذُوا حَظَّكُمْ وَلَا تَفْرِطُوا فِي جَنْبِ
اللَّهِ - قَدْ عَلَّمَكُمْ اللَّهُ كِتَابَهُ وَنَهَجَ لَكُمْ سَبِيلَهُ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَيَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ فَاحْسِنُوا كَمَا
أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ وَاعَادُوا أَعْدَاءَ اللَّهِ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَسَمَاكُمْ الْمُسْلِمِينَ
لِيُهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِيَ مَنْ حَيَّ عَلَى بَيِّنَةٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَكُثِّرُوا ذِكْرًا وَاللَّهُ وَاعْمَلُوا لِمَا
بَعْدَ الْيَوْمِ فَإِنَّهُ، مَنْ يُصْلِحْ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ يَكْفِهِ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ ذَلِكَ بَانَ اللَّهُ يَقْضِي عَلَى
النَّاسِ وَلَا يَقْضُونَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ - اللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ - ﴿١﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ، جو مدینہ پہنچ کر

بنی سالم بن عوف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا۔

حمد و ستائش اللہ کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد، بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر
ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا

عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے اسی نے محمد ﷺ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے جب کہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا میں نہ آیا تھا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی۔ اسے آخری زمانے میں قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ یاب ہے اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا۔ درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے آخرت کے لیے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لیے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے اللہ نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لیے جو اللہ سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقویٰ بہترین مدد ثابت ہوگا [۱] اور جب کوئی شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست کر لے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا اس کے لیے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب کہ انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائے گا۔

لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ اور جس شخص نے اللہ کے حکم کو بچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت یہ ارشاد الہی موجود ہے ہمارے ہاں بات نہیں بدتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو کیوں کہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو خوش اور درجہ کو بلند کرتا ہے مسلمانو! حفظ اظہار، مگر حقوق الہی میں فرو گزاشت نہ کرو۔ اللہ نے اسی لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھلایا ہے کہ راست بازوں اور کاڈیوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! اللہ نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو اللہ کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو۔ اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لیے عمل کرو۔ کیوں کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ کو درست کر دیتا ہے۔ ہاں۔! اللہ بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ اللہ بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کوئی اختیار نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔“

[۱] تقویٰ اس انسانی ملک کا نام ہے جو انسان کو مشیات و عکرات سے روک دیتا ہے۔

مدینہ منورہ میں داخلہ

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی ﷺ یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے اور اسی دن سے شہر کا نام ”مدینہ النبی“ ہو گیا۔ جسے مختصر امدینہ منورہ بھی کہا جاتا ہے۔

داخلہ عجب شاندار تھا۔ غلی کو بچے حمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ مرد و عورت۔ بچے بوڑھے نورانی کا جلوہ دیکھنے کے لیے سراپا چشم بن گئے تھے۔ تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ ”حقوق نبی“ کی کتاب باب 3 درس 3 کا مطلب آج کھلا۔

”اللہ جنوب سے اور وہ جو قدموں سے آیا ہے۔“ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔“

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اس وقت یہ چند اشعار گارہی تھیں۔

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب	أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
چوہویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا	مِنْ نَبَاتِ الْوَدَاعِ
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے	وَبِحَبِّ الشُّكْرِ عَلَيْنَا
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا	مَا دَعَى إِلَيْهِ دَاعِي
ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی	أَيُّهَا الْمُبْعُوثُ فِينَا
بھیجنے والا ہے تیرا کبریا	جِنَّتْ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنی کی ہے، وہی ہیں، جنہوں نے 11, 12, 13 نبوت میں مکہ معظمہ میں پہنچ کر نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں جو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما یا ابن مکتوم رضی اللہ عنہما کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ منورہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ بزرگ انصار کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل کے ایسے غنی، اسلام

مجموعہ بائبل میں جس قدر کتابیں پہلے انبیاء کی ہیں ان میں مکہ کا نام ”قاران“ ہے۔ کیوں اس جگہ پر ”قاران بن عوف بن حمیر“ نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراہ کی کتاب پیدائش 21 باب درس 21 میں ہے: ”اسمائیل قاران کے بیابان میں رہا“ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم واسمائیل علیہما السلام نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراہ قرآن مجید ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ قاران مکہ کا نام ہے۔ قاران کا ذکر توراہ کی کتاب اعداد 10 باب 12 درس اور کتاب استثناء 33 باب 2 درس میں بھی آیا ہے اور ان سب حوالہ جات سے بصراحت ثابت ہے کہ قاران مکہ کا نام ہے۔

کتاب یسعیاہ 42 باب 11 درس میں ہے کہ ”سلیع“ کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ مدینہ کا نام سابق انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں سلیع ہے۔ مورخ طبری رضی اللہ عنہ کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک نیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر ”سلیع“ ہے۔

ثیثات جمع سے ثیثہ کی۔ ثیثہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی ﷺ نے ثیثہ اہول ثیثہ الجاہر ثیثہ مروان سے عبور فرمایا تھا۔ ”ثیثہ وادع“ مدینہ کے قریب ایک نیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لیے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثیثات کا ذکر یسعیاہ 42-11 میں ہے۔ سلیع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لاکاریں گے۔

انصار کے معنی مدوکار کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

کے ایسے فدائی (1) مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے کہ جب کوئی مہاجر تلواریں، کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچا کر بھوکا پیاسا مدینہ میں جا پہنچتا تھا تو ہر ایک انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے جاتا۔ مکان، اسباب، روپیہ، زمین، مویشی، غرض جو کچھ اس کی ملک میں ہوتا اس کا آدھا حصہ اسی دن تقسیم کر کے دے دیتا اور پھر رات دن اس کی خدمت کے لیے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ اللہ نے دین کے ایک بھائی کو اس کا حصہ دار بنایا۔

مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ

مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا۔ وہاں بت پرست بھی تھے اور یہودی بھی اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے: ”بنو نضیر“ ”بنو قریظہ“ ”بنو قریظہ“ تھے جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ تجارت اور سود خوری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔ جب اللہ کے برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت سنائی تھی کہ (2)

(1) ”حیاء کی کتاب 21 باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے۔

”13- عرب کی ہابت الہامی کام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کا لوگے۔ اے دو انہوں کے قافلہ“

”14- پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آئے۔ اے تمہاری سر زمین کے باشندوں، روٹی لے کے بھاگنے والے کو ملنے کو نکلو۔“

”15- کیوں کہ وہ تلواریں کے سامنے سے نکلتی تلواریں سے کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔“

”16- کیوں کہ خداوند نے مجھ کو فرمایا ہنوز ایک برس، ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیداری کی ساری قسمت جاتی رہے گی۔“

”17- اور تیرا نڈروں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے ہوں فرمایا“

مذہب بالآیات میں آیت 15 میں مہاجرین کا ذکر ہے جو نکاح قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ گئے۔ آیت 13 میں دونوں اور 14 میں تین والوں کو حکم ہے کہ ان کا استقبال کریں اور روٹی پانی سے انکی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ وہ ان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے لیسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا۔ سبا اور دونوں کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سبیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیش گوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواریں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ویسے یہ پیشگوئی ہے کہ ان کے انصار رسل وہ ان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا۔ تمام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ اور حوالیہ مدینہ کو حضرت واثق کا حکم دینے کے بعد آیت 16 و 17 میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے۔ یعنی قریش کا انجام۔ اس جگہ قریش کو قیدار والے بتلایا ہے۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور ان کی شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جس میں قریش کے ٹی سردار مشہور بہادر ہارے گئے اور ان کے رعب و دابہ شوکت و عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام بتا کر قریش کوئی کی گئی ہے۔

(2) کتاب استثناء 18 باب کا 15 درس یہ ہے: ”خداوند خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔“ اسی باب کے 19 اور 18 درس سے زیادہ صاف ہیں وہ یہ ہیں۔ باب 18 میں ہے کہ ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ 19 اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔“ ان آیات کے تسک سے مسلمان کا استدلال یہ ہے۔

① کہ نبی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں۔ (دیکھو کتاب پیدائش باب 16-12 و باب 25-18)

② بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ (دیکھو کتاب استثناء باب 34-10)

اس لیے یہ پیش گوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پناہ یا گیا ہے کہ اپنا کام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ یہ پناہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

یہود مدینہ نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے

اللہ عزوجل موسیٰ علیہ السلام کے بھائیوں میں سے موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی پیدا کرے گا۔ اس وقت سے یہود امید کیے ہوئے اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا نبی یہود کے ادبار قومی کو دور کرنے والا، ان کی گذشتہ شان و شوکت، حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا اس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر ان کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں۔

اب اسامی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں تشریف لانا سن کر یہودی بالخصوص بہت خوش ہو رہے تھے۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا یہ تو مسیح علیہ السلام کو راست باز ٹھہراتا، اس کی تعلیم کو سچا بتلاتا اور مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری و لاینفک جزو قرار دیتا ہے اور اس کی بزرگی کر کے یہودیوں کو انصاف سے محروم ٹھہراتا ہے [1] تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے۔

عیسائیان مدینہ نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے

جب سے اللہ کے برگزیدہ بندہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے سب سے آخری وعظ میں دوسرے تسلی دینے والے کے آنے کی خبر دی تھی جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہے اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھائے گا اور عیسائیوں کو اس کے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھی۔

تب عیسائی بھی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے ان کے ظلموں کا بدلہ لینے والا عیسائیوں کو جلال بخشنے والا، مسیح علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے والا ہوگا، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل اہیت، تثلیث، کفارہ، رہبانیت اور پوپ (Pope) کے الہی اقتدار کا رد کیا۔ تب وہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے۔ [2]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے یوں کہ قرآن مجید کے سوا باقی کوئی کتاب (تورہ و انجیل) ایسی نہیں جس میں کلام الہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں یا جس کی وہی لفظ و معنی بچتی ہو۔ یہودیوں، عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت تورہ کی اللہ کے لفظوں میں محفوظ نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے سوا دوسرے انبیاء کے محفوظ میں خصوصاً انجیل میں آسانی وحی سے اترے ہوئے اللہ کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی رہ جاتے ہیں جن کو کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں باہمی مماثلت و مشابہت بہت امور میں ہے۔ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت صاحب شریعت صاحب جہاد ہونا دونوں کو اکتالیسویں (41) سال کے شروع میں نبوت ملنا اور یہ امور وہ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جمعی طور پر نبی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس جگہ صرف اسی مماثلت پر غور نہ کرنا چاہیے جسے کتاب استثنائے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس کی تصدیق یوں کرتا ہے: ﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [الحج: 3-4]۔ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو اللہ نے اس کے پاس بھیجا اور اس کی نطق (زبان) پر جاری کیا۔“

آپ جدید و قدیم عہد نامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ لیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیش گوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا اور دلیل نہیں پکڑی۔ بے شک یہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت ہی خاص ہے 12۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ درس 15 میں لفظ ”تیرے ہی درمیان سے“ الخالق ہیں۔ اس کے لیے تین روشن دلائل ہیں۔ (1) یونانی تورہ میں یہ لفظ موجود نہیں۔ (2) اسی باب کے درس 18-19 میں کل پیش گوئی کو دہرایا گیا ہے اس میں یہ لفظ موجود نہیں۔ (3) لوقا نے اسی آیت کو اعمال 3 باب (23-22) میں درج ہے اور اس میں ”تیرے ہی درمیان سے“ کے الفاظ نہیں لکھے۔

[1] دودنیا کو گناہ اور رات سے اور عدالت سے نصیحت وار ٹھہرانے گا۔ وہ میری بزرگی کرے گا۔ جس میں ساری سچائی کی راہ بتا دے گا۔ 13-14 باب 119 انجیل یوحنا
[2] ڈاکٹر ڈریپر (Dreper) نے اپنی کتاب ”موسومہ مذہب و سائنس“ میں لکھا ہے کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں ساہا سال تک تین اصولوں کی تین تین کرتا رہا۔ جن اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ خدائے بزرگ و برتر کی تعظیم کرنے حق الذات یعنی انسان کو چاہیے کہ ذاتی طور پر نیک رہے۔ حق العباد۔ لازم ہے کہ امانت جس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر موسوف نے لکھا ہے کہ ان تریہیات و اصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے جو مذہب بتسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آج تک قائم ہیں۔ اول: ٹریٹلٹن (Treletun) کی تحریر مرقومہ 200ء تک پھیلا چاہیے۔ جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں جب کہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے۔

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنے کے لیے ناظرین کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ یہودیوں کے علاوہ مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہ بھی تھا۔ اوس۔ وخرزج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا اور اس کو توقع تھی کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلیٰ طاقت میں ہی بن جاؤں گا۔ جب اس نے دیکھا کہ اوس وخرزج مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہود نبی ﷺ کے خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے چاہا کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے اور مسلمان ہوجانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں۔ اس لیے اس نے یہ رو یہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں پیشہ کران سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا اور دیگر اقوام کے سامنے ان کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا۔ اور چوں کہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اس لیے جب موقع ملتا تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے ”منافق“ رکھا۔

مدینے کی یہ حالت تھی اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لیے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام میں جو کامیابی نبی ﷺ کو مدینہ منورہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی اس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیش گوئی فرمادیا تھا:

﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ﴾ [یعنی: 6]

”پچھلا تیرے لیے پہلے سے بہتر ہوگا۔“

<http://mujahid.xtgem.com>



جس وقت یہ مقام رو بہ قلم بند کی تھی۔ اس تحریر میں ٹیٹ کا ذکر نہیں اور کفارہ کا تو رو پایا جاتا ہے کیوں کہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اللہ نے انسان کے اعمال حسنہ و سیرہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے جو نیک ہوں گے۔ انہیں لذت چاہو انی عطا فرمائے گا اور جو بد ہوں گے انہیں ابھی بدی شعلوں میں جھونک دے گا۔ ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے کہ قیصر قسطنطنیہ کے عہد میں عیسائیت میں بت پرستی شامل ہوئی اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے 325 میں قائم ہوئی۔ پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات اور اصطلاحات عمل میں لانے لگی۔ اس لیے ہم نے جو متن میں لفظ عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل درج کیا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں کے جن مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزا جزا مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے۔ اگر چاہے اب تک اپنے اس سچے محمد رسول اللہ ﷺ کے شکر گزار نہیں ہیں۔ مثلاً یونین (Unetrin) کو دیکھیے کہ وہ مسیحیوں کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے، پروٹسٹنٹ (Protestand) فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا جو رہبانیت اور پوپ (Pope) کے الٹی اقتدار کا سخت منکر ہے۔ وغیرہ

باب اول 1

استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ، قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے، یہود کی عہد شکنی سازشیں اور حملے، مسلمانوں کی کامیابی، منادیان اسلام کو وعظ و انداز میں آزادی ملنا، اسلام کی وسعت، امن بسیط کا قیام یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ ان کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے۔

اس معاہدہ کے جت جت فقرات درج ذیل ہیں: [1]

یہ تحریر ہے محمد انبی ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔

[1] هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَ يَثْرِبَ مَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَهُمْ

کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

[2] إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ

بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

[3] وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ

اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے برخلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مسلمان ان کی نصرت کریں گے۔

[4] وَإِنَّ يَنْهَمُ النَّصْرُ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَلِذِهِ الصَّحِيفَةِ

معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

[5] وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْحُ وَالنَّصِيحَةُ وَالْبِرُّ دُونَ الْإِلْمِ

جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

[6] وَإِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُحَارِبِينَ

یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

[7] وَإِنَّ بَطَانَةَ يَهُودٍ كَانَتْ فِيهِمْ

کوئی شخص اپنے معاہدہ کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔

مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی۔

مدینے کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہے۔

زہاری بھی معاہدہ قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔

اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا

پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ اور محمد

رسول اللہ ﷺ کے متعلق سمجھا جائے گا۔

﴿۸﴾ وَإِنَّهُ لَمَّا بَايَعَهُمْ بِحُلَيْفِهِ

﴿۹﴾ وَإِنَّ النَّصْرَ لَلْمَظْلُومِ

﴿۱۰﴾ وَإِنَّ يَثْرِبَ حَرَامٌ جَوْفُهَا لِأَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ

﴿۱۱﴾ وَإِنَّ الْجَارَ كَانَ نَفْسٍ غَيْرِ مُضَارٍّ وَلَا آئِمٍ

﴿۱۲﴾ وَإِنَّهُ، مَا كَانَ بَيْنَ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ مِنْ حَدِيثٍ

أَوْ اشْتِجَارٍ يَخَافُ فَسَادَهُ، فَإِنَّ مَرَدَّةَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

وَالِى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے یہ چاہا کہ گردونواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے۔

﴿۱﴾ جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور غلطی اور غلطی کے خون سے اللہ کی زمین رنگین رہتی ہے اس کا انسداد ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف برا بیعت نہ کر سکیں گے۔

﴿۱﴾ اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال ہی وڈان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے)

سفر فرمایا اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبدمناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہد نامہ پر عمرو بن حفصی الضمری نے دستخط کیے تھے۔ ﴿۱﴾

﴿۲﴾ اسی ارادہ سے بہ ماہ ربیع الاول 2 ہجرت اللہ کا نبی ﷺ رضوی کی طرف گیا اور ”کوہ بواط“ کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا۔

﴿۳﴾ اسی سنہ میں بہ ماہ جمادی الاخریٰ آنحضرت ﷺ ”ذی العشرہ“ تشریف لے گئے۔ یہ مقام بیوع اور مدینے کے درمیان

ہے اور بنو مدینہ سے معاہدہ طے کر کے مدینے تشریف لائے۔ ﴿۱﴾

اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لیے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکار ہو جاتا کہ رحمتہ للعالمین ﷺ دنیا میں تلوار

چلانے کو نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ ﴿۱﴾

قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی ﷺ کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ ان کے وطن کو چھوڑ کر تین سو (300) میل پرے جانے کے

بعد بھی ان کو چین نہ آیا۔ پہلے بھی جب مسلمان جش جا رہے تھے۔ اس وقت قریش نے جش پہنچ کر ان کے گرفتار کر لانے کی کوششیں کی

تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور سمندر درمیان میں حائل تھا۔ اس لیے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کر سکے۔ اب جو مسلمان

﴿۱﴾ زاد المعاد، ص: 334/1 ﴿۲﴾ زاد المعاد، ص: 334/1

﴿۳﴾ صحیح بخاری، کتاب التواضع، ص: 34

مدینہ جا رہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کو جو اوس و خزرج میں سے ہنوز بت پرست تھے لکھ بھیجا۔

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کر دیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

اس خط کے آنے پر ابن ابی اور اس کے رفقاء نے نبی ﷺ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے اس حملہ کرنے والے مجمع میں خود جا کر گفتگو فرمائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا۔ قریش نے تم سے ایسی چال بھیلی ہے کہ اگر تم ان کی دھمکی میں آگے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ نسبت اس کے کہ تم ان کی بات سے انکار کر دو گے۔ کیوں کہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کر دو گے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑے تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔

نبی ﷺ کی یہ تقریر ان کے ایسی دل نشین ہوئی کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا۔ [1]

دوسری سازش

اس کے بعد قریش مکہ نے انداز ہی انداز یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کر دی اور جب خفیہ طور پر ان کو اپنے ساتھ ملا چکے تب اپنی کامیابی کا پورا بھروسہ کر کے مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔

قریش مکہ کی دھمکی

”تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے۔ ہم یثرب پہنچ کر تمہارا استیفاء کر دیتے ہیں۔“ اس پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ

ربیع الاول 2ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر اللہری یثرب پہنچا اور مدینے والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے لوٹ کر لے گیا اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھلا گیا کہ ہم تین سو (300) میل کا دھاوا کر کے تمہارے گھروں سے تمہارے مویشی لے جاسکتے ہیں۔

پھر ماہ رمضان 2ھ کا ذکر ہے کہ ابو جہل نے مکہ میں مشہور کر دیا کہ ہمارا قافلہ جو زرو مال سے مالا مال ہے اور شام سے آرہا ہے مسلمان اسے لوٹیں گے۔ اس شہرت سے اس کا مقصود یہ تھا کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ سب لوگ جن کے اقربا قافلے میں ہیں اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین

ایک ہزار (1000) جانناز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر (جن کی سواری میں سات سو (700) اونٹ اور تین سو (300) گھوڑے تھے۔ ابو جہل مکہ سے نکلا۔ جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کر کے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا وہ مکہ میں بخیریت پہنچ بھی گیا مگر ابو جہل اس فوج کو لیے ہوئے برابر مدینہ کی جانب بڑھتا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا کہ یہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے۔

نبی ﷺ نے اس معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثالث مشورہ فرمایا۔ اب انصار سمجھے کہ آنحضور ﷺ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ شاید حضور ﷺ نے یہ سمجھا کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں۔ انصار کی طرف سے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ کسی سے معاہدہ فرمائیے، کسی کے معاہدہ کو نامنظور کیجیے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر خشاء مبارک ہو لیجیے۔ ہم کو جو مرضی مبارک ہو، عطا کیجیے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضور ﷺ لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو حضور ﷺ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ ہم کو جو حکم حضور ﷺ دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اگر حضور ﷺ عمران کے چشمے تک چلیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے۔ اگر حضور ﷺ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو حضور ﷺ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ﴿ذُخْرِبَ آلَتِ وَأَرْثَاكَ لَقَاتِلًا﴾ اَنَا هَلُمْنَا فَاَعِدُونِي ﴿﴾ (المائدہ: 24) جاتے اور خیر اب دونوں لڑو، ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں کہہ دیں۔ ہم تو حضور ﷺ کے واسطے بائیں آگے پیچھے قتال کے لیے حاضر ہیں۔ ﴿﴾

مسلمان پہلے کچھ تیار نہ تھے۔ انصار و مہاجرین ملا کر تین سو تیرہ (313) ایسے نکلے جو میدان میں جا سکیں۔

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی، کیوں کہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے۔ جس کے معنی صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لیے صلح کا پیغام لے کر آیا ہو، جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو وہ کیوں جنگ کرتے؟

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ انھوں نے چپ چاپ گھروں کو، املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور جہش یا مدینہ چلے گئے تھے لیکن اب ایسی صورت آ پڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہ گیا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ تو حید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پوتے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑوں، لتوں اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر کسح ہو جاؤ۔ (لوقا 22/36) اسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر ان کو بھی چودہ (14) سال تک صبر کرنے اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دے دیا۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم

چوں کہ یہ وہ پہلا حکم ہے جس کی رو سے مسلمانوں کو اجازت ملی ہے۔ اس لیے اصل مع ترجمہ ذیل میں درج ہے:

﴿ اِذْ نَالِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْجِبَالُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [الحج 39-40]

”جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد پر بے شک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اس لیے نکالے گئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں سے) اللہ پاک دفع نہ کراتا تب ضرور عیسائیوں کے گرجا، یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اسم الہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرا دی جاتیں۔“

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں جو مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں اور اس حکم میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعت۔

پہلی وجہ

مدافعت کرنے والوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے اور وہ یہ وجہ ہے جسے آج کل کا امر وجہ قانون ’تجزیرات ہند‘ بھی ”حفاظت خود اختیاری“ کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے۔

دوسری وجہ

ان کا گھربار سے نکالا جانا۔ املاک سے بے دخل کیا جانا اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر۔

آشتی پسند ملک معظم ایدورڈ ہٹلم نے جو پیغام حکومت ہند کے پچاس (50) سالہ جشن پر اپنی رعایا کو دیا تھا اس میں نہایت فخریہ لہجہ سے (اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا) یہ بھی درج کیا تھا کہ اس پچاس (50) برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دی گئی۔ [1] لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جن کو ہر قسم کی ایذائیں اور جلا وطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دی گئی تھی۔

تیسری وجہ:

ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف انہی کے ذاتی، قومی، مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی بلکہ اس لیے بھی کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال ہی میں کیے تھے اور جس فراخ دلی سے ہر ایک مذہب کے لیے مذہبی آزادی عطا کی تھی اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دیں گے تو

[1] یہ بات تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ انگریزوں نے اپنی کمشنر اور تحصیلدار خود مختلف علاقوں اور رستوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے پادریوں کی پشت پناہی کے لیے جایا کرتے تھے۔

سب مذہبوں کی آزادی ملایا میٹ ہو جائے گی اور سب کے مندر، سب کے گرجا، خاک ہو جائیں گے۔ کیوں کہ جب کوئی معاہدہ قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ رہے تو معاہدہ پر عمل کیوں کر ہو سکتا ہے؟

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کے لیے ضروری ٹھہرا دیا کہ وہ باوجود بے سرو سامان ہونے اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی ان حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکیں گے۔ [1]

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر

رمضان 2ھ کو اللہ کا نبی (ﷺ) اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے چلا۔ [2] اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام لشکر میں صرف دو (2) گھوڑے اور ساٹھ (60) اونٹ تھے۔

یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی جب کہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا۔ [3] جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے، اتر اہوا ہے۔ جنگ سے ایک روز پہلے نبی (ﷺ) نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا اور بتلایا کہ کل ان شاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہوں گے۔

17 رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی (ﷺ) نے نہایت تضرع سے اللہ کے حضور میں دعا کی اور یہ بھی عرض کی کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا پر توحید کی منادی کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائے گا۔ مسلمانوں نے بھی دعا کہیں کیں۔

نصرت الہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ ان کے ستر (70) مشہور آدمی اسیر اور ستر (70) بہادر مارے گئے۔ [4] ابو جہل بھی اسی جگہ مارا گیا۔ یہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ چودہ (14) سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت (ﷺ) کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی گیارہ (11) مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے انھوں نے باآخرا سلام قبول کر لیا۔

1 اس زمانے کا قانون جنگ [5] مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام [6] دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی کی قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا مگر ب رحیم کے نبی (ﷺ) نے تاوان لے کر سب کو چھوڑ دیا۔ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت (ﷺ) نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

اس واقعہ سے اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو یسعیاہ کی کتاب 21/ (16-17) میں ان الفاظ میں درج ہے:

فِي مَدَّةِ سَنَةٍ مَكْسِيَّةِ الْاَجِيرِ - بِفَنِي كُلِّ مَجِدِّ قِيدَارٍ - وَ بَقِيَّةِ عِدَدِ قَيْسِي اِبْطَالِ بَنِي قِيدَارٍ تَقِيْلٍ -

ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب شہمت جاتی رہے گی اور بہادران بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔

اور اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی۔ جو یہ

[1] اس طرح کے جھڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ تکواری ہمیشہ ان کے خلاف اٹھائی گئی اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں۔ لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا۔ اس کتاب میں مشہور غزوات کا مختصر لفظوں میں ذکر کیا جائے گا۔ [2] مہاجر زادگان 66/ انصار زادگان 24۔

[3] بخاری: 3957, 3958, 3959 - [4] بخاری: 3039

ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ ”اللہ کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے۔“ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام ”یوم الفرقان“ ہے کیوں کہ اہل کتاب اور اہل اسلام کو ان پیش گوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [آل عمران: 123]

”اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ جب کہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرو تا کہ اس کے شکر گزار بنو۔“

قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ بدر میں قتل ہوا تھا اور عمیر بن وہب (جس کا بیٹا بنو زبہرہ کے ہاتھ میں اسیر تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے اور نبی ﷺ کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ عمیر بولا: ”اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور اگر مجھے اپنے کتبہ کے بے کس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مینہ جاتا اور محمد ﷺ کو قتل ہی کر کے آتا۔“

صفوان بولا: ”تیرا قرض میں چکا دوں گا، اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ رہوں گا میرے ذمہ ہوگا۔“

عمیر بولا: ”بہتر یہ راز کسی پر نہ کھلے۔ پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کر لیا اور زہر میں اسے بھجوا دیا اور مکہ سے روانہ ہو گیا۔“

عمیر مدینہ پہنچ کر سجدہ نبوی ﷺ کے سامنے اپنا اونٹ بٹھارہا تھا کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا اور پہچانا اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے۔ اس لیے آگے بڑھ کر نبی ﷺ سے عرض کی کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس آنے دو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اس کی گردن پکڑ کر نبی ﷺ کے سامنے لے گئے۔ نبی ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ سے چھوڑ دو۔ عمیر تم میرے پاس آ جاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ”کہو کس طرح آئے؟“ کہا: ”اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔“ نبی ﷺ نے پوچھا: ”یہ تلوار کیسی ہے؟“ عمیر بولا: ”یہ کیا تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم سچ بتلاؤ۔“ عمیر نے اسی جواب کو دہرایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”دیکھ تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا اور اسی ارادہ سے تو یہاں آیا ہے۔ عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ اللہ ہے۔“

عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

عمیر رضی اللہ عنہ یمن کر حیران ہو گیا۔ بولا: اب میرا دل مان گیا ہے کہ آپ ضرور اللہ کے نبی اور رسول ﷺ ہیں۔ یہ بالکل آسان تھا کہ ساوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں جس کی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا۔

نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اپنے بھائی کو دین سکھلاؤ۔ قرآن یاد کرو اور اسکے فرزند کو آ زاد کر دو۔ عمیر نے عرض کیا۔ اے رسول رحمت ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میرے دل میں آتا ہے کہ اب میں

بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستا تا رہا۔

عمیر کے مدینہ جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا کہ سرداران قریش سے کہا کرتا تھا کہ دیکھو چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے۔ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔

جب صفوان کو خبر لگی کہ عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گیا تو اسے سخت صدمہ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا عمیر رضی اللہ عنہ سے بات نہ کروں گا۔ نہ اسے کوئی فائدہ پہنچنے دوں گا۔^①
عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا۔ وہ اسلام کی منادی کرتا تھا اور اکثر لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔

قریش کا تیسرا حملہ: غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ چنانچہ وہ دوسو (200) سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکی شب میں مدینہ کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالباً دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں اس لیے ابوسفیان آ خر شب وہاں سے نکلا، مسلمانوں کے پھلدار درختوں، کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا آیا۔^②
خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اس لیے اس کا نام ”غزوہ قرقرۃ الکدر“ کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گرا تا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس لیے اس کا نام ”غزوۃ السویق“ بھی ہوا۔

قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد (6 شوال یوم السبت 3 ہجری)

قریش کد اگلے ہی سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انھوں نے ملک میں سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابو عزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر لیا تھا۔ تجارت شام کا پچاس (50) ہزار مثقال سونا، ایک ہزار (1000) اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیے گئے تھے۔ الغرض پانچ ہزار (5000) بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار (3000) شتر سوار، دوسو (200) اسپ سوار اور سات سو (700) زرہ پوش پیادہ تھے۔^③ مدینہ تک بڑھا چلا آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا اور مسلمانوں نے احد کے سرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا باہر نکل کر مقابلہ کیا۔

اسلامی لشکر ایک ہزار (1000) مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دعادی اور اپنے تین سو (300) ساتھیوں کو راہ ہی میں پھیر کر لے گیا۔ اس لیے سات سو (700) مسلمانوں پر پانچ ہزار (5000) حملہ آوروں کی مدافعت کا (جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دے دی تھی اور ان کے بارہ (12) مشہور علم بردار (جن میں آٹھ (8) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے) مارے جا چکے تھے۔ لیکن تیر اندازوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا جہاں انھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمادیا

① 8 ہجری کے بعد یہ صفوان خود بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور مکہ کا مشہور سردار تھا مسلمان ہو گیا تھا، طبری 2/310، الطبرانی فی الکبیر 17/56، دلائل النبوة 3/148، اسد الغابہ 4/289، تاریخ طبری 2/183، بخاری 3039، 4561، تاریخ طبری 2/184،

تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تازایا اور چکر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے چبھ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔

نبی ﷺ کے پاس صرف 12 صحابی: ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔ [1]

دشمنوں نے اللہ کے نبی ﷺ پر پتھر پھینکے۔ ابن قتیہ کے پتھر سے نبی ﷺ کی پیشانی، ابن شہاب کے پتھر سے نبی ﷺ کا بازو ٹھی ہوا۔ عقبہ کے پتھر سے نبی ﷺ کے چارواں ٹوٹ گئے۔ نبی ﷺ پھر ایک غار میں گر گئے۔ خیراڑ گئی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے۔

فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمات میدان جنگ میں

مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آ کر فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون نہ تھمتا تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مشکیزے اٹھائے اور زخمیوں کو پانی لالا کر پلاتی تھیں۔ [2] میدان جنگ میں ستر (70) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ [3]

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے، شہید ہوئے۔ [4]

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

ان کی بیوی کا نام حنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھا اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اٹالہ پڑھا اور بھائی کے حق میں دعا کی۔ پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہیں اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی۔ [5]

مائی صفیہ رضی اللہ عنہا کا استقلال

اسی جنگ میں نبی ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کے اعضاء کاٹ کر ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ رضی اللہ عنہا مادر زبیر رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حمزہ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی اور بے حرمت کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لیے فخر کا مقام ہے۔ پنا! میں نہ روؤں گی، نہ چلاؤں گی، صرف دعا پڑھ کر واپس لوٹ جاؤں گی۔ [6]

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جوش و جاں نشاری

اسی جنگ میں انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور مقوم بیٹھے ہیں۔ پوچھا: ”کیا حال ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔“ انس رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش

[1] بخاری 4075، تاریخ طبری 185/2، بعض کتب تاریخ میں یہ تعداد تین ہزار (3000) درج ہے۔ [2] بخاری 4075، 2911، مسلم 4642۔

[3] بخاری 4078 [4] حضرت مصعب رضی اللہ عنہ پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں بربند رہے۔ ان پر گھاس رکھا گیا۔ بخاری: 4042

[5] تاریخ طبری 191/2 [6] تاریخ طبری: ج 2 ص 189۔

سے کہا: "مَوْتُوا عَلٰی مَا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ" "آؤ جہاں رسول ﷺ نے جان دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔" اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ جان نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے ستر (70) زخم، جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا۔ [1]

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیغام بجانب اہل اسلام

اسی جنگ میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی ﷺ نے ان کی تلاش میں آدی بھیجے۔ ایک نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا: "کیا حال ہے؟" سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: "تم مجھے ابھی مردہ ہی سمجھو، لیکن مہربانی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور میری طرف سے یہ بھی گزارش کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر ندی گئی ہو۔"

قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے اس وقت تک اگر دشمن نبی ﷺ تک پہنچ گیا تو اللہ کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ [2]

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا۔ ان کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی جسے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے، میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" فرمایا: "یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی برتر تھا اور قیامت کے دن وہ نقیبان ہمدی رضی اللہ عنہم میں شمار کیا جائے گا۔" [3]

عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کس مزے سے جان دی اسی جنگ میں عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جس نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسار نبی ﷺ کے تلووں سے لگا دیئے تھے۔ [4] اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے:

سر بوقت فوج اپنا اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

ابو وجانہ، حنظلہ، علی مرتضیٰ، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت و مردانگی

ابو وجانہ رضی اللہ عنہ (غسل الملائکہ) رضی اللہ عنہم طلحہ رضی اللہ عنہم علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جان نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھ سے پیر کا کام لیا اور آنحضرت رضی اللہ عنہم کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا تھا۔ [5]

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی جس کا باپ، بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بابت تلاؤ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضل اللہ تعالیٰ صحیح و سالم ہیں۔ کہا: مجھے دکھاؤ۔ جب دور سے چہرہ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اٹھی:

كُلُّ مِصْبِيَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ [6] "اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے۔"

[1] بخاری: 4783، 4048، 2805 [2] حاکم: 624/2، طبقات لابن سعد: 78/3، اسد الغابہ: 433/2، تاریخ طبری: 188/2 [3] زاد المعاد [4] کنز العمال: 1359، ابن مساکر: 203/6، الدر المنثور: 371/4، اعلل المصابیہ: 215/1، اسد الغابہ: 132/4 [5] تاریخ طبری: 187/2 [6] ابن ہشام: 99/2، تاریخ طبری: 191/2

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی درگزر، معافی اور ظالموں کے لیے دعا

اسی جنگ میں بعض صحابہ جنی اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا۔ کاش آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَمْ أبعث لَعْنًا وَلَكِنْ بَعثْتُ دَاعِيًا وَرَحْمَةً أَلْتَهُمْ أَهْدِي قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ [1]

”میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو اللہ کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کیوں کہ وہ مجھے نہیں جانتے۔“

قریش کی چوتھی سازش اور دس (10) واعظان اسلام کا مارا جانا

جنگ احد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا۔ چنانچہ 4 ہجری میں قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات (7) اشخاص کو گاتھ کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ معلم کر دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (10) [2] بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے [3] ان کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ جنی اللہ ان کی زد میں پہنچ گئے تو ان کے دوسو (200) جوان آئے کہ انھیں زندہ گرفتار کر لیں۔ آٹھ (8) صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید اور دو (2) بزرگوار: خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور زید بن وہب رضی اللہ عنہ گرفتار کر لیے گئے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

خبیب رضی اللہ عنہ و زید رضی اللہ عنہ صحابہ قید میں

سفیان ہزلی انھیں مکہ لے گیا اور قریش کے پاس فروخت کر آیا۔ قریش نے انھیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے بچے کو زانو پر بٹھلایا اور چھری لے کر رکھ دی۔ جب بچہ کی ماں نے یکا یک دیکھا کہ اس کا بچہ چھری لے کر قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے انھوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا تو اس نے بے اختیار چیخ ماری۔

مسلمان کا کام نذر کرنا نہیں

خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا۔ نہیں جانتی کہ مسلمان کا کام نذر کرنا نہیں۔ ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا: اگر اسلام چھوڑ دو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔ دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ ”جب اسلام باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔“

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”دو رکعت نماز پڑھ لینے کی مہلت دی جائے۔“ مہلت دی گئی۔ انھوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا، لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔ [4] بے رموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی اتنی سے ان کے جسموں کے ایک ایک

[1] شفا تاحی میاض: 81/1 [2] ابن ہشام میں چھ اور چیخ بخاری میں دس ہیں۔ (زاد العاد ج: 244/3) [3] یہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نانا تھے۔

[4] بخاری: 3045, 4086

حصہ پرچہ کے لگائیں۔

اللہ تعالیٰ ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی ان کو ہمیشہ کی نجات اور اللہ کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا لف تک نہیں کی۔

جان اور محبت رسول ﷺ کا موازنہ

ایک سخت دل نے حضرت ضعیب رضی اللہ عنہ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا: ”کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمد ﷺ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں؟“ ضعیب رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا: ”اللہ جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جائے کے لیے نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے۔“ [1]

اللہ کے اس برگزیدہ بندہ فقی النقیان (جو ان مردترین جوان مردوں) نے مقتل اور قاتلانیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر فی البدیہہ اشعار کہے ہیں۔ ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگواری کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت بخوبی نظر آتی ہے

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبَوَا
وَكُلُّهُمْ مُبْدِي الْعَدَاوَةِ جَاهِدُ
وَقَدْ جَمَعُوا بِنِسَاءِهِمْ وَنِسَاءَهُمْ
وَقَدْ خَيَّرُونِي الْكُفْرَ وَالْمَوْتَ دُونَهُ،
فَلَسْتُ بِمُبْدِي لِلْعَدُوِّ وَتَخَشَعًا
وَمَابِي حِذَارُ الْمَوْتِ إِنِّي لَمَيِّتٌ
قَدْ أَلْعَرِشِ صَبْرِي عَلَى مَا يُرَادُ بِي
إِلَى اللَّهِ أَشْكُو غُرْبِي نَمَّ كُرْبِي
فَوَاللَّهِ مَا أَرْجُوا إِذَا مِتُّ مُسْلِمًا
وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِي وَأَنْ يَشَأْ

”انہوہ ورا نبوہ لوگ میرے گردا گرد کھڑے ہو رہے ہیں اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔ یہ سب کے سب عداوت نکال رہے اور میرے برخلاف جوش دکھلا رہے ہیں اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں۔ قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا ہے

[1] طبری دہشام جلد 2 ص: 123 [2] از سیرت ابن ہشام جلد 2 ص: 123۔ صحیحین میں صرف اشعار نمبر 9 و نمبر 10 مروی ہیں۔ ہرادران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ شعر نمبر 6 سے تو اشع و انکسار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی شہیت و نیاز کے سبق لیتا چاہیے۔ زوال المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے۔ حاشیہ پر جو ان کی عداوت سے الفاظ درج کیے گئے ہیں یہ زوال المعاد ص: 351 جلد 1 سے لیے گئے ہیں۔

کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لیے بہت سہل ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو لگا تا جا رہا ہے مگر مجھے کچھ ٹھیکیدانی نہیں۔ میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ روؤں اور چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔ موت سے مجھے اس لیے ڈر نہیں کہ میں مر جاؤں گا لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں۔ اس عرشِ عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی اور مجھے ٹھیکیدانی کے لیے فرمایا ہے۔ اب انھوں نے زد و کوب سے میرا تمام گوشت کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے۔ میں اپنی در ماندگی اور بے وطنی و بے کسی کی فریاد اور ان ارادوں کی (جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) اللہ سے کرتا ہوں۔ واللہ! میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ راہِ حق میں کس پہلو پر گرنا اور کیوں کر جان دیتا ہوں۔ اللہ کی ذات سے اگر وہ چاہے تو یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہ ہائے گوشت کے ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے۔“

سب سے آخر میں یہ دعائی: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْنَا مَا يُصْنَعُ بِنَا۔ ”اے اللہ! ہم نے تیرے رسول ﷺ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسول ﷺ کو ہمارے حال کی اور ان کے کرتوتوں کی خبر فرما دے۔“ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمال میں سے تھے) ان کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے مجھے نہ کوئی مرض ہے، نہ کوئی شکایت ہے جب غیبِ رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں اس جمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت غیبِ رضی اللہ عنہ کی باتیں یاد آ جاتی ہیں، میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ [1]

ایک اور سازش اور ستر (70) مبلغین اسلام کا قتل کیا جانا

ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لیے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجیے۔ اس کا نتیجہ نجد کا رکھیں تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا کہ منادی کرنے والوں کی حفاظت کی جائے گی۔ نبی ﷺ نے منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو مع ستر (70) صحابہ کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے اس کے ساتھ کر دیا۔ جب وہ بیئر معونہ پر جا پہنچے جو بنی عامر کا علاقہ تھا تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبوی ﷺ دے کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کر دیا۔ جبار بن سلمیٰ ایک شخص تھا جس نے حاکم کے اشارے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا تھا جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انھوں نے گرتے ہوئے کہا: فُوْتُ وَرَبِّ الْمَغْعَبَةِ: ”قسم ہے کعبہ کے رب کی، میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔“ [2]

قاتل کا مقتول کے آخری کلمہ سے اسلام لانا

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کر دیا۔ کعب بن زید رضی اللہ عنہ نے جو کشتگانِ خنجر تسلیم کی اوت میں چھپ کر بچ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی۔

[1] اسد الغابہ: 483/2

[2] بخاری: 4042، 4091، مسلم: 677، احمد: 137/3، ترمذی: 247/3

کعب بن زید رضی اللہ عنہ نے جو کشنگان منجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی۔

قریش کا پانچواں حملہ: عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال (8 ہجری) مسلمانوں کو اضطراب اور آہ و زاری میں مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی کہ 6 ہجری میں جو معاہدہ قریش نے نبی ﷺ سے بمقام حدیبیہ کیا تھا اس کی ایک دفعہ میں یہ بھی تھا۔

”دس (10) سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو تو میں نبی ﷺ کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو تو میں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں۔“

اس کے موافق بنی خزاعہ نبی ﷺ کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل، سہیل بن عمرو (معاہدہ پر امی نے دستخط کیے تھے) صفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) نے خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی دموالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے۔ ان بے چاروں نے امان بھی مانگی، بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الہک الہک (اپنے رب کے واسطے، اپنے رب کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (آج رب کوئی چیز نہیں)

مظلوموں کے بچے بچے چالیس (40) آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی تھی، نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ نے پروردگرم میں تمام واقعات گوش گزار کیے۔ اس لظم کے جتہ جتہ اشعار درج کیے جاتے ہیں:

إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُواكَ الْمَوْعِدَاً وَنَقَضُوا مِيثَاقَكَ الْمَوْعِدَاً
وَجَعَلُوا فِي سُبْحَانِكُمْ رِضْدَاً وَزَعَمُوا أَنَّ لَسْتِ أَدْعُو أَحَدَاً
وَهُمْ أَذِلُّ وَأَقْلُّ عَدَاً هُمْ يَبْتُونَا بِالْوَيْسِرِ هَجْدَاً
فَقَتَلُونَا رُكْعًا وَ سَجْدَاً

”قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی۔ انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا۔ ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا۔ وہ تو ذلیل اور قلیل ہیں اور انہوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جا لیا۔ ہم کو کور کور وجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔“

① معاہدے کی پابندی ② فریق مظلوم کی داوری ③ دوست دار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی ﷺ مکہ کی

① تاریخ طبری: 296/2- ② سیرت ابن ہشام: 395/3

③ وتیر یا بیان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے جس پر بنو خزاعہ آباد تھے۔ (مجموع البلدان)

④ اس مصرع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اگرچہ مورخین کا اتفاق ہے کہ بنی خزاعہ کی مدد جب نبی ﷺ نے فرمائی تھی وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ (مقول از طبری و سیرت ابن ہشام: 211)

جانب سوار ہو گئے۔ (دس ہزار کی جمعیت ہر کا ب تھی) دو منزل چلے تھے کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبد اللہ بن ابوامیہ آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہوئے۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی ﷺ کو سخت ایذائیں دی تھیں اور اسلام کو منانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا اور اپنا رخ پھیر لیا۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا تھا اور عبد اللہ حقیقی چھوٹے چچا کا بیٹا تھا۔ اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ میں برادران یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر انہی الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی ﷺ کے غم و روم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:

﴿ تَاٰهُ لَقَدْ اٰتٰرَكَ اللهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴾ [یوسف: 91]

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

﴿ لَا تَفْرُبْ عَلٰیكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ﴾

اس وقت ابوسفیان نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے۔

لَعَسْرَكَ اِنْسِيْ جِيْنَ اَحْسِلْ رَايَةً
لَغَالْمُذَلِّجِ الْخَيْرَانِ اَظْلَمَ لَيْلَةً
هٰذَا اِنْسِيْ هَادٍ غَيْرَ نَفْسِيْ وَذَلِيْسِيْ
لَسَعْلِبِ خَيْلِ اللَّاتِ خَيْلِ مُحَمَّدٍ
فَهٰذَا اَوَانِسِيْ جِيْنَ اَهْدَى فَاَهْتَدِ
اِلٰى اللهِ مِنْ طَرْدَتِهِ كُلِّ مُطْرَدٍ

”قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بت کا نام) کا لشکر محمد ﷺ کے لشکر پر غالب

صحیح بخاری: 4276، 1744۔ اب پڑھیے فزل الغزوات 5 باب 10 درس ”میرا محبوب سرخ و سفید ہے وہ دس ہزار (10000) آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے اسی باب کا درس 16۔ جو اردو بائبل آج کل مشن ملک میں پھیلا رہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ”ہاں! وہ سر اپنا عشق انگیز ہے۔ اسے پر و ظلم کی نظیو! یہ میرا بیٹا ہے میرا چائی ہے۔“ عمر عبرانی بائبل کے الفاظ ہیں: ”ظلم ہم“ ”زہ دوری و زہ رقی۔“ ٹوٹ پر و ظلم ہم۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: وہ تو ٹھیک ٹھیک ہے۔ میرا ظلیل میرا حبیب سبکی ہے۔ اسے دختران پر و ظلم“ پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ فزل الغزوات میں یہ سب (قبلہ) نے کسی موجود بزرگ کے عشق میں ترانہ گا پایا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحبان اسے حضرت سجاد کے متعلق فرماتے ہیں ”لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود ہی نام مبارک ”محمد ﷺ“ بھی فرمادیا ہے اور ان کا چاندوے دیا کہ وہ کبکل میں دس ہزار (10000) آدمیوں کے درمیان آئے گا۔ تو اب مدوح کا صحیح چنا گ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ ”محمد ہم“ کا ترجمہ عشق انگیز کرنا مراد لفظ ہے۔

شاید کوئی کہے کہ اس پیشین گوئی سے نبی ﷺ کا دس ہزار (10000) فوج کے ساتھ مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے مکہ کا نام دکھانے کے لیے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب استثناء 33 باب 2-1 درس ہے۔ ”یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ علیہ السلام مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ وہ خداوند بیٹا سے آیا اور شیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار (10000) قدمیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دل نے ہاتھ ایک آتش شریعت ان کے لیے تھی۔“ بیٹا سے آنے سے موسیٰ علیہ السلام اور شیر سے جو دس ہزار (10000) صحابہ جن اللہ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتش شریعت سے مراد اورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں سے اللہ کا کلام سنا تھا۔ ان کے لیے اس سے مراد یہ تھی کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائیں گے۔

آجائے۔ ان دنوں میں اس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے رستے پر ہو جاؤں۔ مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے اور اللہ کا رستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جس کو میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔“ [1]

نبی ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا [2] کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ تک پہنچ کر باہر خیمہ زن ہو گئے اور اہل مکہ کو باخبر کرنے کے لیے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب ان کو خبر ہوئی۔

دوسری صبح نبی ﷺ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے۔

فوج کو ہدایت اور احکامِ رحم

- ① جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ② جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ③ جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ④ جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ⑤ جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ⑥ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

[1] زاد المعاد: 400/3، مستدرک حاکم: 44، 43/3 [2] صحیح بخاری: 4235، 4281 فوج الہمدان بلاؤں میں: 45 ملاحظہ کیجئے۔ ملائی نبی کتاب 3 باب اورس۔ اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ دو اپنی بیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ 2۔ پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔

اس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسولِ محمود و موعود کا انتظار اس کی علامات معلوم کرنے کا شوق سب کو لگا ہوا تھا اور انبیاء و سلف اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس کی علامات بیان کر دیں۔ ملائی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے۔ اس لیے اس پیش گوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیح ہو سکتے ہیں یا ہمارے دعوئی کے موافق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مسیح علیہ السلام ہو جو بات ذیل اس پیش گوئی کے مصداق نہیں۔

- ① حتیٰ نے اس پیش گوئی کو حضرت مسیح کی بابت نہیں بتلایا حالانکہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے
- ② قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیح علیہ السلام کی بابت نہیں کہا۔
- ③ مسیح علیہ السلام کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں نہ کہ رسول۔
- ④ بیکل میں دشمن ان کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے بلکہ دشمنوں نے مسیح کو مغلوب کر لیا۔

نبی ﷺ پر یہ پیش گوئی بوجہات ذیل صادق آتی ہے۔

① ”اپنی بیکل“ کا لفظ موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس مکان کی طرف آئے گا جسے بیکل ہونے کا درجہ خود اس نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرت ﷺ نے قبلہ قرار دیا۔ اور حج مکہ سے قریب اسات برس پہلے قرار دے چکے تھے۔

- ② ”ناگہاں آوے گا“ خود آنحضرت ﷺ کی دعائیہ تھی: اَللّٰهُمَّ اَصْرِبْ عَلٰى اَقْبَابِهِمْ حَتّٰى يَبْعَثَهُمْ بَعْتَهُ (بلاؤں اور ایسا ہی ہوا۔
- ③ لفظ رب الافواج بطور براعت الاستعمال ہے کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا۔
- ④ اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا۔

⑤ لفظ عہد کا رسول انہی معنوں میں ہے جس میں لفظ وہ نبی یوحنا (یعنی نبی) نے استعمال کیا ہے اور مسیح علیہ السلام نے انکار کیا کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔ دیکھو یوحنا

⑦ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

⑧ اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں صرف اس دستہ کا جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ماتحت تھا کچھ مقابلہ ہوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ مقابلہ میں دو (2) مسلمان اور اٹھائیس (28) مقابل کام آئے۔

اللہ کا برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت (20 رمضان) شہر میں داخل ہوا اس وقت سر جھکائے ﷺ قرآن مجید (سورہ فتح) کی تلاوت فرما رہا تھا اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ کو جا رہا تھا ﷺ اور اونٹ پر اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر پہلے اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے گرد و گردین سو ساٹھ (360) بت رکھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے:

① ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [بنی اسرائیل: 81]

② ﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ [سہ: 49]

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔ ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھول دو۔ اس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اچھا تم کچھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا اسے عطا کروں گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد و نساء و تباہ ہو جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہوں گے۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اللہ اکبر کے ترانے گائے اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا۔ اسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنہوں نے:

① بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کرایا تھا۔

② سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا۔

③ دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لیے جش، شام، نجد، یمن تک کے سفر کیے تھے۔

④ جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (تین سو (300) میل پرے چلے جانے کے بعد بھی) چین

سے نہیں رہنے دیا تھا۔

① اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑی مطرف سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔

② بخاری: 4281۔ اب سعیاہ نبی کی کتاب باب 21 درس دیکھو جس میں ایک گدھے کے سوار حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دونوں پر اللہ کا دروہو) ہر دو حالات کا مقابلہ کرو۔ حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم بیت اہل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دوکانداروں، کپوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے سعیاہ نبی کی پیش گوئی کو سچا ٹھہرایا۔ ﷺ بخاری: 4287، 2478۔ پہلی اور دوسری آیت میں بت پرستی کو باطل تلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اس گھر میں بت نہ رکھے جائیں گے۔ چودھویں صدی گزر رہی ہے اور اس پیش گوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے جو نبی باسلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیش گوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیوں کر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے۔

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کو فتنہ کرنے میں زور سے، مال سے، زور سے، تدبیر سے، ہتھیار سے، تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے اور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس (21) سال تک برابر منہمک رہے تھے۔

اللہ کا رسول ﷺ جسے اللہ نے تمام مخلوق کے واسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم رسول ﷺ) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ نبی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔

حق باقی دار

نبی ﷺ نے فرمایا: اَلْيَوْمَ يَوْمَ الْبِرِّ وَالْوَفَاءِ ﴿١﴾ ”آج کا دن تو سلوک کرنے، پورے عطیات دینے کا ہے“ پھر عثمان کو بلایا۔ اسی کو کلید رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے

اب رحمۃ للعالمین ﷺ اس گردن زدنی و کشتنی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ ذَهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظَّمَهَا بِالْأَبَاءِ - النَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ خَلِيقٌ مِنْ تُرَابٍ - ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ﴾ (الحجرات: 13) اِذْهَبُوا فَانْتُمُ الطَّالِقَاءُ لَا تَنْزِيلَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ. ﴿٢﴾

”اے جماعت قریش! اللہ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر اترا نے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنایا گیا تھا۔ اللہ فرماتا ہے: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور گوت و قبیلے سب پہچان کے لیے بنا دیے ہیں اور اللہ کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔ پھر فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔“

اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط

پھر نبی ﷺ نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقع پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک شخص کو پیش کرتے تھے۔ ﴿١﴾ بیعت کرنے والوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:

- ﴿١﴾ میں اللہ کے ساتھ کسی کو بھیجی اس کی ذات میں، صفات میں اور استحقاق عبادت و استحقاق استعانت میں شریک نہ کروں گا۔
- ﴿٢﴾ میں چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، خون ناحق نہ کروں گا، لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا، کسی پر ہتھان نہ لگاؤں گا۔
- ﴿٣﴾ میں امور حق میں نبی ﷺ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔ ﴿٤﴾

﴿١﴾ تفسیر ابن کثیر: 2/299۔ ﴿٢﴾ زاد المعاد: 3/408، تاریخ طبری: 2/308، ابن ہشام: 412/2۔ ﴿٣﴾ طبری: 2/309۔

﴿٤﴾ طبری: 2/309، اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبال مندی اور عروج میں لوگوں سے کہلائے گئے۔ بیعت عقیدہ اہل حق کے الفاظ سے (جو کہ نبی ﷺ نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جا کر اہل مدینہ سے کہلائے تھے) ملا کر دیکھو کہ ذرا بھی فرق معلوم نہ ہوگا۔ یہی کوئی آنحضرت ﷺ کی اہل شان کو ظاہر کرتی ہے۔

عورتوں سے مزید اقرار بیعت

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لیے جاتے تھے:

کسی کے سوگ میں منہ نہ ٹوچیں گی، طمانچوں سے چہرہ نہ پیشیں گی۔ نہ سر کے بال کھسویں گی، نہ گریبان چاک کریں گی، نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی اور نہ قہر پر سوگ دار بیٹھیں گی۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا کہ پانی کے باسن میں آنحضرت ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے۔ پھر بیعت کرنے والی اس باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لے کر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا فضالہ آتا ہے؟“ فضالہ بولا: ”ہاں۔“

نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟“

فضالہ بولا: ”کچھ نہیں، میں تو اللہ کے ہاتھ پر تھا۔“ نبی ﷺ نے سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: ”اچھا تم اپنے رب سے اپنے لیے معافی کی درخواست کر ڈے“ یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ”کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا اور آنحضرت ﷺ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہو گئی کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔“

میں یہاں سے گھر کو چلا، راستہ میں میری معشوقہ ملی جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے کہا: فضالہ رضی اللہ عنہ ایک بات سنتے جاؤ۔

میں نے جواب دیا: نہیں، نہیں۔ اللہ اور اسلام ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔^[1]

نبی ﷺ کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائے گا اگر عشقِ قصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار (4) مرد، دو (2) عورتیں^[2] جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے، اعلان کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

ان چار (4) مردوں میں سے صرف ابنِ حنظل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لیے قتل کر دیا کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین مکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن الاسود اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دی گئی۔

[1] مکرمہ علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی ہنوز اہل کو جو مسلمانوں کے حلیف

[1] زاد المعاد: 4/13/3، ابن ہشام: 417/2۔ [2] سنن ابوداؤد: 2683۔

تھے تباہ کرنے کا باعث یہی تھا۔

② ہمارے سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کے جب کہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں نیزہ مارا اور کچاوا گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر اسی صدمہ سے انھوں نے وفات پائی تھی۔

③ عبد اللہ بن ابی سرح کہنے لگا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمد ﷺ تو مجھ سے سن کر لکھوادیتے ہیں۔

اللہ ایسے مجرمین پر رحم فرماتا ہی الرحمۃ ﷺ ہی کا کام ہے۔

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی سزا و قصاص دی گئی۔

معافی پانے والوں میں ہندو و جاہلیوں بھی ہے۔ اس عورت نے نبی ﷺ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا، ان کی ناک کو کاٹ کر دھاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشی بن علیؓ کو بھی معافی دی گئی جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ (اسد اللہ ورسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا اور پھر لعش کو بے حرمت کیا تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عسکر (لشکر) نے مکہ فتح نہیں کیا تھا بلکہ خلق محمدی ﷺ اور عنف و رحم مصطفوی ﷺ نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ ④

فتح مکہ کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔

مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اجڑ کر گئے تھے ان کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا اب ان مسلمانوں نے نبی ﷺ سے اپنی جائیدادوں کے واپس دلانے جانے کی درخواست کی، لیکن نبی ﷺ نے ان کی اس درخواست کو بھی نامنظور فرما دیا۔ ⑤ گویا حضور ﷺ کا مدعا یہ تھا کہ جن چیزوں کو تم اللہ کے لیے چھوڑ چکے ہو، اب ان کی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو۔ فتح مکہ کا بیان (جس کے ضمن میں انبیاء گذشتہ کے کئی صحیفوں کی پیش گوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں قارئین کو ایک اور زبردست پیش گوئی پر توجہ دلاتا ہوں۔

قرآن مجید میں سورہ یوسف ہے جس کا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ اس سورہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ﴾ (یوسف 102) ”یہ غیب کی خبریں ہیں جس کی وحی تیرے اوپر بھیجی جاتی ہے۔“

اب قارئین حضرت یوسف علیہ علیہ وعلی آباء السلام (جو کہ کریم ابن کریم، ابن کریم، ابن کریم) کے خطاب سے مخاطب ہیں، کے حالات سے نبی کریم ﷺ کے حالات کی مماثلت معلوم کریں۔

① حضرت یوسف ﷺ پر بوجہ ان کے روحانی کمالات کے ان کے بھائیوں نے حسد کیا، اسی طرح نبی ﷺ پر بھی آپ کے بھائیوں نے حسد کیا۔

② حضرت یوسف علیہ السلام چاہے کہ اندر رہے اور نبی کریم ﷺ عار کے اندر۔

③ حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زندان میں بسر کیے اور آنحضرت ﷺ نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے تھے۔

④ حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ و جلال ملا اور آنحضرت ﷺ کو وطن سے باہر مدینہ میں جا کے کامیابی ہوئی۔

⑤ علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا یا مدینہ سے اس پر قبضہ ہوا۔ ⑥ زاد المعاد، ص: 320۔

5 حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں ان کے بھائی التجا لے کر گئے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی حضور ﷺ کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ صحیح بخاری باب الاستقاء میں ہے کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا تو ابوسفیان نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، کہا: يَا مُحَمَّدُ جَنَّتْ تَامِرُنَا بِصَلَةِ الرَّحِمِ فَادْعُوا اللَّهَ لَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابتداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔ دیکھ ہم قحط سے مر رہے ہیں، دعا کیجیے کہ یہ مصیبت نکلے اور آنحضرت ﷺ کی دعا سے قحط رفع ہوا۔

6 حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لیے غلہ بھجوایا اور آنحضرت ﷺ نے شامہ بن اثال رضی اللہ عنہما کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا۔

7 حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت کو بالآخر ان کے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی عظمت کو بھی ان کے بھائیوں کو بالآخر تسلیم کرنا پڑا تھا۔

8 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ایدہ ہندہ بھائیوں کے لیے يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ کی دعا فرمائی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبد اللہ بن امیہ کو جنھوں نے برسوں حضور ﷺ کو ستایا تھا، اسی دعا سے شاد کام فرمایا تھا۔

9 حضرت یوسف علیہ السلام کی علم تربیت کا اظہار ان کے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے تایا عباس (جن کو حدیث میں صنوا ب مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے۔

10 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ﴿لَا تَسْرِبْ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ [سورہ: 92] کہہ کر معاف فرمادیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اپنے بھائیوں کو جنھوں نے ہزار ہا اذیتیں دی تھیں اسی کلام طیب سے خورسند (شاداں) فرمایا تھا۔

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو مکہ میں دی گئی تھی اور سورہ یوسف کا اعلان مکہ میں منگروں کے اندر ہو چکا تھا۔ جن کا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اس لیے سورہ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے اور تمام سورہ آنحضرت ﷺ کے لیے پیش گوئی کا حکم رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جوں جوں معافی سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے) اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر در کثیر ہو گئی تھی۔ اس کے چند

اسباب ہیں:

- 1 بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔
- 2 بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے، مگر ان کے تعلقات یا رشتہ داری قریش کے ساتھ وابستہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائیں گے اور یہ لوگ قریش کے غیض و غضب کے مورد بن جائیں گے۔

③ بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مسلمانوں کا مکہ پر قبضہ ہو جانا ہی ان کی صداقت کا صحیح نشان اور مقبول اللہ ہونے کا ہو سکتا ہے کیوں کہ سینکڑوں سال سے قومی روایات ان میں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پاسکتا جس کے ساتھ رب العالمین کی نصرت و تائید نہ ہو۔

فَيَقُولُونَ التَّرْكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِذْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَبُيُوتُوا صَادِقٌ ④

”قبائل کہا کرتے تھے کہ اسے اپنی قوم سے سلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا تو ضرور سچا نبی ہے۔“

④ ہنوز مختلف قبائل میں بیبیوں بوڑھے ایسے موجود تھے جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس ⑤ ہزار لشکر جرار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے اور ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود نسل کا تھا۔ ⑥

ان بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے ساٹھ (60) برس ⑦ پیشتر ان حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اہل مکہ ان کے ڈر سے گھربار چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے اور شہر میں ایک بھی شخص حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ بائیں ہمار انہوں نے دیکھا تھا کہ فوج خستہ و برباد ہوئی اور سردار فوج باحال تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی، نہ ہاتھی بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پر پڑے سڑ رہے تھے۔

ان بوڑھوں کو اب تک عبدمناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر اترا تو انہوں نے مکہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے پکڑ لیے۔ ان میں عبدمناف کے بھی سو (100) اونٹ تھے۔ عبدمناف ہمارے بی سائیدہ لڑکے کے پردادا تھے اور اس وقت مکہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے چوڑے، سرخ و سفید، شکل سے امارت و رعب برستا تھا۔ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے اور سردار نفل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اس نے تعظیم دی اور برابر بٹھلایا اور پوچھا کہ کس طرح تشریف لائے۔

عبدمناف نے کہا: ”ہمارے مویشی آپ کی فوج نے پکڑ لیے ہیں، براہ مہربانی ان کے چھوڑ دینے کا حکم دیجیے۔“

① بخاری: 4302 ② فرنج پر، فیئر سیڈیو (sade) نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب ص 33 میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار (40,000) تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہہ الاشرام نے جو یمن میں نجاشی کا نائب سلطنت بھی بن گیا تھا صنعاء میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا جس کی عمارت نہایت عجیب تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آ یا کرے، جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں جب اسے دیگر تہذیبوں میں کامیابی نہ ہوئی تب کعبہ کے گرانے کو آ یا تھا۔ عبداللہ بن زہری شاعر اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے:

واسئل امیر الجیش عنسا مسارای ولسوف ینسی الجاہلین علیہما

منون الفالم یوبوا الرھیم بللم یعش بعد الاياب مقيہما

”ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا جسے خبر ہے وہ بے خبروں کو بتا دے گا کہ ساٹھ ہزار (60,000) سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ کیا تھا۔ اور اگر کوئی مرتا پڑتا تو وہاں گیا بھی تو وہ بھی نہ بچا تھا۔“

چنان کہ پرو فیئر سیڈیو (Sade) نے لکھا ہے کہ جنرل اریاط (Aryat) ستر ہزار (70000) فوج لے کر 525ء میں آ یا تھا۔ اس لیے جب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اسٹرم جو اریاط کا نائب و قاتل ہے یمن میں دس ہزار (10000) فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار (60000) فوج لے آیا ہو۔

③ ہاتھیوں کی ایک عظیم اقلیت نوح تھی جو اب دنیا سے ناپید ہو گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اس نسل کا نام (Mamath) ہے۔ عرب نے اسی کو معرب کر کے محمود بنالیا ہے۔ (از تاریخ دول العرب)

④ ہمارے زمانہ 1912ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکنؤ کے سپاہی زندہ ہیں بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی ہیں۔

ابراہیم بولا: ”جب آپ آئے تھے تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی لیکن آپ کی باتیں سن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی، نہ عزت۔“

عبدالمناف نے پوچھا: ”یہ کیوں؟“

ابراہیم بولا: ”دیکھو! میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے اس عبادت خانہ کو گرا دوں جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو اور جس کے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسا کی وقعت و عزت عرب کی نگاہ میں اب تک کچھ نہیں ہوئی۔ تم اپنے اس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے اور اپنے موبیشیوں کو اس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو۔“

عبدالمناف نے کہا: ”نہیں، میں موبیشیوں کو اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ بات یہ ہے کہ میں موبیشیوں کا مالک ہوں اور مجھے ان کی فکر ہے اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے اور اسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔“

الغرض جب مکہ پر مسلمانوں کو ایسی کامیابی اور آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا تو اسلام لانے والوں کے سامنے معاہدات کی روک اٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا اور مسلمانوں کا مقبول اللہ ہونا بھی انھوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہوئی۔

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کو سمجھانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقت باقی نہ رہی تھی۔ واعظ آزاوی سے مناوی کر رہے تھے۔ سامعین آزاوی و الطہینان سے وعظ سنتے تھے اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ لیتی تھی۔

ہوازن و ثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین (شوال 8 ہجری)

فتح مکہ ہو جانے سے ہوازن و ثقیف کے قبیلوں نے جن کی حد مکہ سے ملتی تھی، سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دے دیں تو اہل مکہ کے جس قدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں وہ بلا دغدغہ (بلا خوف) ہمارے ہو جائیں گے اور مسلمانوں سے بت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جاسکے گا۔ [1]

انھوں نے بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور چار ہزار (4000) بہادر لے کر مکہ روانہ ہوئے اور وادی حنین میں اترے۔ انھوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن و بچہ، مال و مویشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا تھا کہ زن و بچہ، مال و مویشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کرے گا۔

یہ خبر سن کر نبی ﷺ بھی (جو کعب کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے۔

اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار (2000) اشخاص اور بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس تعداد میں نو مسلم بھی شامل تھے اور بت پرست معاہدہ بھی۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار (12000) ہو گئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہو گیا تھا اور اسی لیے وہ مراحل حزم و احتیاط سے دور بھی تھی۔

دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھلایا۔ جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ (جس میں زیادہ تر قلعے مکہ، یا ایسے لاپرواہی نوجوان تھے کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے یا لڑائی کی ضرورت کے موافق نہ تھے) دشمن کی زد میں بے خبر جا پہنچا۔ تو انھوں نے اتنے تیر برسائے کہ ان کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی۔

قریباً ایک سو (100) صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا تو بے نظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھلایا۔ آنحضرت ﷺ اپنے فخر سے اترے اور یہ فرمانا شروع کیا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ①

”میں نبی ہوں، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔“

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے۔ اب عباس رضی اللہ عنہ (عم نبی ﷺ نے) صحابہ رضی اللہ عنہم کو مہاجرین و انصار کے پتے سے بلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے۔ ② اب فوج کی ترتیب از سر نو کی گئی۔ انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ نفیم اس حملہ سے بھاگ نکلا اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا۔

① ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

② دوسرا گروہ جن میں ان کے اہل و عیال تھے اور زرو مال تھے اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی ﷺ نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دشمن کے اہل و عیال اور زرو مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی ﷺ کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا تو قلعہ کا محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا کیوں کہ ان لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں چوبیس ہزار (24000) اونٹ، چالیس ہزار (40000) بکریاں، چار ہزار (4000) اوقیہ چاندی اور چھ ہزار (6000) زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ ③

نبی ﷺ ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ (6) سردار آئے اور انھوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔

ان میں وہ لوگ تھے جنھوں نے طائف میں نبی ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور آخری مرتبہ وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا (اور اسی انتظار میں قریب دو ہفتے ہو گئے کہ مال غنیمت کو بھی تقسیم نہ کیا تھا) ④

① بخاری: 4318، مسلم: 1776۔ ② مسلم: 1775، زاد المعاد: 471/3

③ یرمیا نبی کی کتاب 49 باب 28 دس دیکھو جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر اور اس بھاری غنیمت کے بٹنے کا بیان ہے۔ کتب کے الفاظ یہ ہیں: ”اھوقیدار ہر چہ صوم۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کرو۔ ان کے عیموں اور ان کے گلوں کو وہ لے لیں گے اور ان کے سارے برتنوں اور ان کے اونٹوں کو اپنے لیے لیتے جائیں گے۔ واضح ہو کہ قیدار ہر چہ صوم سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندمان قیدار آباد تھے اور پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے۔“ ④ بخاری: 4318، 4319

میں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو باسانی چھوڑ سکتا ہوں اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا مگر تم دیکھتے ہو کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اس لیے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اس وقت کوئی صورت نکل آئے گی۔ فرمایا تم خواہ مال کا واپس لینا پسند کر لو یا اہل و عیال کا کیوں کہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے۔ دوسرے دن وہی سردار آئے اور انھوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

بے نظیر فیاضی اور رحم

نبی الرحمة ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجر نے کہا، ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔

اب نبی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے، ان کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اس لیے انھوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی ﷺ نے انھیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ (6) اونٹ قرار پائے۔ یہ قیمت نبی ﷺ نے ادا کر دی اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا۔

<http://mujahid.xtgem.com> دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت

ان قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیمابنت الحارث بھی تھی۔ نبی ﷺ نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا اور اس کی نشست کے لیے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا اگر تم میرے پاس ٹھہرو تو بہتر ہے اور اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے۔ اس نے واپس جانا چاہا۔ اسے عزت و اکرام کے ساتھ اس کی قوم میں بھیج دیا گیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ

مال غنیمت نبی ﷺ نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیے کے بڑے بڑے حصے ان لوگوں کو عنایت فرمائے تھے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے اس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لے کر اپنے اپنے گھر جائیں گے اور انصار نبی اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں میں داخل ہوں گے۔

انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی۔

دو شاہد اند مرا خیر و حنین کہ تو
وہی بجد ہر آنچہ بہ فتح بستانی



یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں

لفظ ”یہود“ سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیے جو ”یہود ابن یعقوب“ کی نسل سے تھا لیکن اصطلاحاً ”بنی اسرائیل“ کے بارہ (12) قبائل ہی کا قومی نام یہی پڑ گیا۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں اللہ کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی، لیکن آخر میں وہ اللہ سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر انہیں سانپ اور سانپ کے بچے بتلایا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ اللہ کی بادشاہت اس قوم سے لے جا کر ایک دوسری قوم کو دی جائے گی جو اس کے اچھے پھل لائے گی۔⁽¹⁾

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کر دی تو یہود نے سخت بیجا و تاب کھایا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ویسے ہی ظلم و ستم کی آماجگاہ بنایا جائے جیسا کہ مسیح علیہ السلام کو بنا چکے تھے۔ یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا بیان باندھ چکے تھے لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا۔ معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا۔ جب مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دودھ بیچنے گئی اور چند یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار رہنے کر دیا۔ عورت کی چیخ و پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا۔ اس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہو گئے۔ اس مسلمان کو بھی مار ڈالا اور بلوہ بھی کیا۔ نبی ﷺ نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بلایا۔ انہوں نے معاہدہ کا کاغذ پیش دیا اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی۔ اس لیے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہودیوں کی دوسری شرارت، نبی ﷺ کے قتل کی سازش یا جلاء بنو نضیر

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے کہ قریش نے مدینہ کے بت پرستوں کو نبی ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا، مگر آنحضرت ﷺ کی زیرکی و دانائی سے ان کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا:

”تم جاگد اودوں اور قلعوں کے مالک ہو، تم محمد ﷺ سے لڑو ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ویسا کریں گے۔ تمہاری عورتوں

کی پازہیں تک اتار لیں گے۔“ اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت ﷺ سے فریب کا ارادہ کر لیا۔⁽²⁾

4ھ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ ایک قومی چندہ فراہم کرنے کے لیے بنو نضیر کے محلے میں تشریف لے گئے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو

ایک دیوار کے نیچے بٹھایا اور تہ پیر یہی کہ ابن جاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی ﷺ پر گرا دے اور حضور ﷺ کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

آنحضرت ﷺ کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربانی اس شرارت کا علم ہو گیا اور حفاظت الہی سے بچ کر چلے آئے۔ بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دی گئی کہ خیر جا کر آباد ہو جائیں۔ انھوں نے چھ سو (600) اونٹوں پر اسباب لاوا، اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا، باجے بجاتے ہوئے نکلے اور خیر جا بے۔^[1]

یہود کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام

جنگ احزاب یا غزوہ خندق

5 ہجری کا مشہور واقعہ جنگ خندق ہے۔^[2] بنو نضیر خیر پہنچ کر بھی امن سے نہیں بیٹھے۔ انھوں نے یہ عزم کیا کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک متفقہ کوشش کی جائے جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں۔ انھوں نے بیس (20) سردار مامور کئے کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کے لیے آمادہ کریں۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذی قعدہ 5 ہجری کو دس ہزار (10000)^[3] کا خونخوار لشکر جس میں بت پرست یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے۔ مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام ”جنگ احزاب“ ہے۔

[1] قریش، بنو کنانہ، اہل تہامہ، زبیر کمان سفیان بن حرب تھے۔ [2] بنی فزارہ، زبیر کمان عقبہ بن حصین۔

[3] بنی مرہ، زبیر کمان حارث بن عوف۔ [4] بنی اشجع و اہل نجد، زبیر کمان مسعود بن ذحیلہ۔

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر کے گرد خندق کھودی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی۔^[5]

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا

عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا [6]

”ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لیے محمد کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے۔“

خندق کھودنے، پتھر توڑنے، مٹی ہٹانے میں نبی ﷺ خود بھی صحابہ بنی اللہ کو مدد دیتے تھے۔ سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو بآواز بلند پڑھتے تھے۔

[1] بیہاد نبی کی کتاب: 6/30 میں پیش گوئی موجود ہے۔ باقی لڑکے دولت و خزانہ لے کر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کچھ فائدہ نہ ہونے کا ظہور جنگ خیر میں ہوا تھا۔ [2] ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کی جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیوں کہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانے والے تھے۔ اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے اور دیگر بت پرست قوشیں بھی اور زیادہ تعداد بت پرستوں ہی کی تھی۔ [3] زاد المعاد: 271/3 [4] طبری، ص: 212/2

[5] طبری، ص: 213/2 [6] بخاری: 4100

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزَلْنَا سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَكَبَّيْتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قُوَّةَ
اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَعَّوْا عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَيْبُنَا ①

اے اللہ تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں
کیسے پڑھتے ہم نمازیں، کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
اے اللہ ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول
دشمن آجائے تو ہم کو کر عطا یارب ثبات
بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم پر چڑھ آئے ہیں
فتنہ گر ہیں وہ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات

مسلمان صرف تین ہزار (3000) تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح پر اتر آ کہ سامنے خندق تھی اور پس پشت ”کوہ سلع“ ① بنو قریظہ، یہودی (جو مدینہ میں آباد تھے اور جن پر پابندی معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری و لا بدی تھا) ان سے شب کی تاریکی میں جیسا بنی اخطب یہودی سردار بنو نضیر جا کر ملا اور انھیں تقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ نبی ﷺ نے اپنے کئی قریب (حواری) بھی ان کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے مگر انھوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ محمد ﷺ کون ہے کہ ہم اس کی بات مانیں۔ اس کا ہم سے کوئی عہد و پیمانہ نہیں۔ ②

اس کے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ مجبوراً ان تین ہزار (3000) مسلمانوں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لیے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار (10000) دشمن کا جہاز لشکر حملہ آور ہوگا اور شہر کے اندر فخر پھیلے گا کہ ہم مسلمانوں کی عافیت جگ کر دیں گے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

نبی ﷺ کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی۔ اس لیے آپ نے یہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار شمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ان دنوں بھی ہم نے ان کو ایک چھوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے شرف فرما دیا ہے تو ہم انھیں کیوں کر پیداوار کا ٹکٹ دے سکتے ہیں۔ ان کے لیے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ③

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس (20) دن تک رہا۔ کبھی کبھی ا کے د کے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمرو بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار (1000) جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا حیدر کرار علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لیے دس ہزار (10000) درہم مسلمانوں کو پیش کیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لاش دے دو، قیمت درکار نہیں۔“ ④

① بخاری: 4106, 4104 ② زاد المعاد: 271/3 ③ ابن ہشام: 141/2، زاد المعاد: 272/3

④ طبری: 273/3، ابن ہشام: 141/2، زاد المعاد: 273/3 ⑤ ابن ہشام: 142/2

جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھا کر ”رفو چکر“ ہو گیا۔

بنو قریظہ کا انجام

اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی ﷺ نے بنو قریظہ کو بلا بھیجا کہ وہ سامنے آ کر اپنے طرز عمل کی وجہ بیان کریں۔ اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔ اس وقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بنو قریظہ کا سردار حنی بن اخطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں کا مخالف بنانے آیا تھا، اب تک ان کے قلعے کے اندر موجود ہے۔

بنو قریظہ کا یہ غدر ان کی پہلی حرکت ہی نہ تھی بلکہ جنگ بدر میں انھوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے) ہتھیاروں سے مدد دی تھی مگر اس وقت رحم دل نبی ﷺ نے ان کا یہ قصور معاف کر دیا تھا۔

اب ان کے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا پڑا۔ بمانہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا جو پچیس (25) دن تک رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آ گئے۔ انھوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے ان کا پہلے سے ربط و ضبط تھا۔ بیچ میں ڈالا اور نبی ﷺ سے منوالیا کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سر بیچ و منصف) تسلیم کیا جائے جو فیصلہ سعد کر دے اللہ کا نبی ﷺ اسی کو منظور کر لے۔

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے اور مقدمہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا گیا۔ اللہ جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا امیدیں ان پر لگائی ہوں گی۔ مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا:

① بنو قریظہ کے جنگ جو مرد قتل کیے جائیں۔ ② عورتیں اور بچے مملوک بنائے جائیں۔ ③ مال تقسیم کیا جائے۔ ④ اس فیصلہ کی قبیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے ہے۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگ آور مرد قتل کیے گئے تھے، لیکن اس حدیث کے متعلق قارئین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو ان کے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریبا وہی ④ سزا دی تھی جو یہودی اپنے دشمنوں کو دیا کرتے تھے اور جو ان کی شریعت میں ہے۔

ہمارے پاس یہ امر باور کرنے کی وجوہات اور نظائر موجود ہیں کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سپرد کر دیتے تو ان

① بخاری: 4121-② ”قریبا وہی سزا“ اس لیے لکھا گیا ہے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ کتاب تورہ میں گنتی کا باب 31-6 اور دین ناظرین پڑھ کر دیکھیں۔

③ 9- نبی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں، ان کے بچوں کو اسیر کیا۔ ان کے مویشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ 10- اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے۔ اور ان کے سب قلعوں کو پھاٹک دیا۔ 14- موی۔۔۔ 15- غصہ ہوا۔ 15- کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا؟ تم ان بچوں کو جیتنے لاکے ہیں سب کو قتل کر دو اور ہر عورت جو مرد کی محبت سے واقف تھی جان سے مارو۔ 18- لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی محبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو زندہ رکھو۔

رگ وید۔ چوتھے منزل کے منتر۔ 16 رچا 10 میں ہے۔
 ”اس نے پچاس ہزار (50000) سیاہ قلموں کو لڑائی میں تباہ و تاراج کیا۔“ صفحہ 34 قدیم ہندوستان۔ رگ وید منزل 10 منتر 49- رچا۔ 7
 ہم نے داسوں (غلاموں) کو دو گلوں میں قطع کر دیا۔ قضا و قدر نے ان کو اسی واسطے پیدا کیا تھا۔ صفحہ 38۔ رگ وید منزل 2۔ منتر 20 رچا 6۔ 7
 وہ اندر جس نے دروازہ کھلایا اور جس نے قبیلے کے قبیلے اور گاؤں کے گاؤں کو تباہ کر دیا۔ وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے۔ صفحہ 37 اردو ترجمہ
 قدیم ہندوستان کی تہذیب معتمد مسٹر آرسی۔ دت صاحب۔

کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی وہ یہ ہوتی کہ جاؤ خیر میں آباد ہو جاؤ۔ بنوقینق اور بنونضیر کا معاملہ اس کی نظیر ہے۔ نبی ﷺ نے ان بنوقریظہ سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنیٰ فرما دیا تھا۔ مثلاً زہیر یہودی کے لیے مع اہل و عیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دے دیا تھا اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرمادی تھی۔ [1]

فصل

عیسائیوں سے جنگ

عیسائی اقوام سے نبی ﷺ کا برتاؤ اچھا رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرت ﷺ سے عناد کیا، لیکن جمہور کا اس سے تعلق نہ تھا۔ تفصیل سے اس کی توضیح ہوتی ہے کہ صرف ایک عیسائی سردار کے ساتھ ایک جنگ ہوئی اور ایک سفران کے حملہ آور ہونے کی خبر اڑ جانے پر کیا گیا ہے اور بس۔

داعی اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ (بمہا جمادی الاول 8 ہجری)

موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہاں کے سردار شرحبیل بن عمرو غسانی نے نبی ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر رضی اللہ عنہما کو جو دعوت اسلام کا خط لے کر روانہ ہوا تھا، قتل کر دیا تھا۔

مظلوم حارث رضی اللہ عنہ کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اس لیے نبی ﷺ نے قریباً تین ہزار (3000) کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا اظہار نہ کیا۔ وہ تو مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا اور مآب میں ایک لاکھ لشکر (100000) کی جمعیت سے شہر آہوا تھا۔ عرب کے صحرائشین عیسائی قبائل خم، جذام، بہراء، بلی، قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ (100000) آدمی شہنشاہ ہرقل کی آمد پر وہاں جمع تھے۔ اس لیے حاکم غسان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوائی اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مسلمان مجبوراً لڑے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے پروردہ، نہایت عزیز اور اس فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے۔ [2] جعفر طیار رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے چچیرے اور حضرت علی مرتضیٰ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، بھر 33 سال) 90 زخم [3] سانسے کی طرف کھا کر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (بزرگ صحابی) جنہوں نے جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی، شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کو سنبھالا اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنا زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں 9 کلواریں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مارتے مارتے ٹوٹی تھیں۔ [4]

نبی ﷺ نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال سنا ہر جنی اللہ سے اسی روز بیان فرما دیا تھا۔ اسی جنگ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ کو "سیف اللہ" کا خطاب عطا ہوا تھا۔

[1] تاریخ طبری، ص: 2/230 [2] زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ چھاتی پر نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ ان کے ہاتھ میں نشان (علم، جھنڈا) تھا۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے نشان سنبھال لیا۔ عملاً آوروں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے ان کا دایاں بازو کھوار سے اڑا دیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ میں نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا بازو کھوار سے اڑا دیا۔ اس لیے ان کا لقب "دو ہاتھ سین" ہوا۔ (ابن خلدون)

جیشِ عسرت یا سفر تبوک (رجب 9 ہجری)

ایک قافلہ شام سے آیا اور انہوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل، نعم، جذام، عاملہ، غسان وغیرہ انکے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے جو بمقام موتہ قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی۔

نبی ﷺ نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے، تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔ مسلمان بے سرو سامان تھے۔ سفر دور دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی۔ مدینے کے میوے پک گئے تھے۔ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے۔ نبی ﷺ نے تیاری سامان کے لیے عام چندہ کی فہرست کھولی۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نو سو (900) اونٹ، سو (100) گھوڑے اور ایک ہزار (1000) دینار چندہ میں دیے ان کو مَجْهَوزُ جیشِ الْعُسْرَةِ (ناقز زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا) کا خطاب ملا۔

□ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار (40,000) درہم
□ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اثاثہ الیمت نقد و جس کا نصف جوئی ہزار روپیہ تھا پیش کیا۔
□ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ لائے اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے۔

□ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے دو سیر چھو ہارے لاکر پیش کیے اور یہ بھی عرض کی کہ ”رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھو ہارے مزدوری لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچے کے لیے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کہ ان چھو ہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بکھیر دو۔“

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخ دلی سے کام لیا۔ قریباً 82 شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے، بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد ﷺ اور اس کے ساتھی مدینے واپس نہ آسکیں گے۔ قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔

اللہ کا نبی ﷺ تیس ہزار (30000) کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا۔ مدینہ پر سہار بن عرفقہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کے لیے مامور فرمایا۔

① چون کہ کوئی جنگ نہیں ہوئی اس لیے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے۔ مورخین نے اسے غزوہ تبوک اس لیے لکھتے ہیں کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا۔

② طبری ص: 338/2 ③ بخاری: 4416، مسلم: 6217، 6218، ترمذی: 3731

لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ 18 اشخاص کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ جس سے ہونٹ سوج گئے تھے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اونٹوں کو (اگرچہ سواری کے لیے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ ①

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تھوک پہنچ گئے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ نکما کہہ کر چھوڑ دیا، کوئی کہتا ترس کھا کے چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے اللہ کے شیر علی رضی اللہ عنہ کو غیرت آئی۔ دو منزلہ، سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أَلَا تَرَضِي أَنْ تَكُونَ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ آلَا إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي** ”علی رضی اللہ عنہ! تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لیے ویسے ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ یہ سن کر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خوش و خرم مدینے کو واپس تشریف لے گئے۔ ②

تبوک پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا کہ انھوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

تبوک ③ میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا۔ ذیل میں اسے مع ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے صرف اس قدر تصريف کیا ہے کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد و ثنا کے بعد:

① **فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ**
 ② **وَأَوْفَىٰ الْعُرَىٰ كَلِمَةُ التَّقْوَىٰ**
 ہر ایک کلام سے بڑھ کر صدق میں اللہ کی کتاب ہے
 سب سے بڑھ کر بھروسے کی بات تقویٰ کا کلمہ ہے

① مدارج النبوة ② بخاری: 4416، 6217، 6218، 3731، 3732، 3733، 3734، 3735، 3736، 3737، 3738، 3739، 3740، 3741، 3742، 3743، 3744، 3745، 3746، 3747، 3748، 3749، 3750، 3751، 3752، 3753، 3754، 3755، 3756، 3757، 3758، 3759، 3760، 3761، 3762، 3763، 3764، 3765، 3766، 3767، 3768، 3769، 3770، 3771، 3772، 3773، 3774، 3775، 3776، 3777، 3778، 3779، 3780، 3781، 3782، 3783، 3784، 3785، 3786، 3787، 3788، 3789، 3790، 3791، 3792، 3793، 3794، 3795، 3796، 3797، 3798، 3799، 3800، 3801، 3802، 3803، 3804، 3805، 3806، 3807، 3808، 3809، 3810، 3811، 3812، 3813، 3814، 3815، 3816، 3817، 3818، 3819، 3820، 3821، 3822، 3823، 3824، 3825، 3826، 3827، 3828، 3829، 3830، 3831، 3832، 3833، 3834، 3835، 3836، 3837، 3838، 3839، 3840، 3841، 3842، 3843، 3844، 3845، 3846، 3847، 3848، 3849، 3850، 3851، 3852، 3853، 3854، 3855، 3856، 3857، 3858، 3859، 3860، 3861، 3862، 3863، 3864، 3865، 3866، 3867، 3868، 3869، 3870، 3871، 3872، 3873، 3874، 3875، 3876، 3877، 3878، 3879، 3880، 3881، 3882، 3883، 3884، 3885، 3886، 3887، 3888، 3889، 3890، 3891، 3892، 3893، 3894، 3895، 3896، 3897، 3898، 3899، 3900، 3901، 3902، 3903، 3904، 3905، 3906، 3907، 3908، 3909، 3910، 3911، 3912، 3913، 3914، 3915، 3916، 3917، 3918، 3919، 3920، 3921، 3922، 3923، 3924، 3925، 3926، 3927، 3928، 3929، 3930، 3931، 3932، 3933، 3934، 3935، 3936، 3937، 3938، 3939، 3940، 3941، 3942، 3943، 3944، 3945، 3946، 3947، 3948، 3949، 3950، 3951، 3952، 3953، 3954، 3955، 3956، 3957، 3958، 3959، 3960، 3961، 3962، 3963، 3964، 3965، 3966، 3967، 3968، 3969، 3970، 3971، 3972، 3973، 3974، 3975، 3976، 3977، 3978، 3979، 3980، 3981، 3982، 3983، 3984، 3985، 3986، 3987، 3988، 3989، 3990، 3991، 3992، 3993، 3994، 3995، 3996، 3997، 3998، 3999، 4000، 4001، 4002، 4003، 4004، 4005، 4006، 4007، 4008، 4009، 4010، 4011، 4012، 4013، 4014، 4015، 4016، 4017، 4018، 4019، 4020، 4021، 4022، 4023، 4024، 4025، 4026، 4027، 4028، 4029، 4030، 4031، 4032، 4033، 4034، 4035، 4036، 4037، 4038، 4039، 4040، 4041، 4042، 4043، 4044، 4045، 4046، 4047، 4048، 4049، 4050، 4051، 4052، 4053، 4054، 4055، 4056، 4057، 4058، 4059، 4060، 4061، 4062، 4063، 4064، 4065، 4066، 4067، 4068، 4069، 4070، 4071، 4072، 4073، 4074، 4075، 4076، 4077، 4078، 4079، 4080، 4081، 4082، 4083، 4084، 4085، 4086، 4087، 4088، 4089، 4090، 4091، 4092، 4093، 4094، 4095، 4096، 4097، 4098، 4099، 4100، 4101، 4102، 4103، 4104، 4105، 4106، 4107، 4108، 4109، 4110، 4111، 4112، 4113، 4114، 4115، 4116، 4117، 4118، 4119، 4120، 4121، 4122، 4123، 4124، 4125، 4126، 4127، 4128، 4129، 4130، 4131، 4132، 4133، 4134، 4135، 4136، 4137، 4138، 4139، 4140، 4141، 4142، 4143، 4144، 4145، 4146، 4147، 4148، 4149، 4150، 4151، 4152، 4153، 4154، 4155، 4156، 4157، 4158، 4159، 4160، 4161، 4162، 4163، 4164، 4165، 4166، 4167، 4168، 4169، 4170، 4171، 4172، 4173، 4174، 4175، 4176، 4177، 4178، 4179، 4180، 4181، 4182، 4183، 4184، 4185، 4186، 4187، 4188، 4189، 4190، 4191، 4192، 4193، 4194، 4195، 4196، 4197، 4198، 4199، 4200، 4201، 4202، 4203، 4204، 4205، 4206، 4207، 4208، 4209، 4210، 4211، 4212، 4213، 4214، 4215، 4216، 4217، 4218، 4219، 4220، 4221، 4222، 4223، 4224، 4225، 4226، 4227، 4228، 4229، 4230، 4231، 4232، 4233، 4234، 4235، 4236، 4237، 4238، 4239، 4240، 4241، 4242، 4243، 4244، 4245، 4246، 4247، 4248، 4249، 4250، 4251، 4252، 4253، 4254، 4255، 4256، 4257، 4258، 4259، 4260، 4261، 4262، 4263، 4264، 4265، 4266، 4267، 4268، 4269، 4270، 4271، 4272، 4273، 4274، 4275، 4276، 4277، 4278، 4279، 4280، 4281، 4282، 4283، 4284، 4285، 4286، 4287، 4288، 4289، 4290، 4291، 4292، 4293، 4294، 4295، 4296، 4297، 4298، 4299، 4300، 4301، 4302، 4303، 4304، 4305، 4306، 4307، 4308، 4309، 4310، 4311، 4312، 4313، 4314، 4315، 4316، 4317، 4318، 4319، 4320، 4321، 4322، 4323، 4324، 4325، 4326، 4327، 4328، 4329، 4330، 4331، 4332، 4333، 4334، 4335، 4336، 4337، 4338، 4339، 4340، 4341، 4342، 4343، 4344، 4345، 4346، 4347، 4348، 4349، 4350، 4351، 4352، 4353، 4354، 4355، 4356، 4357، 4358، 4359، 4360، 4361، 4362، 4363، 4364، 4365، 4366، 4367، 4368، 4369، 4370، 4371، 4372، 4373، 4374، 4375، 4376، 4377، 4378، 4379، 4380، 4381، 4382، 4383، 4384، 4385، 4386، 4387، 4388، 4389، 4390، 4391، 4392، 4393، 4394، 4395، 4396، 4397، 4398، 4399، 4400، 4401، 4402، 4403، 4404، 4405، 4406، 4407، 4408، 4409، 4410، 4411، 4412، 4413، 4414، 4415، 4416، 4417، 4418، 4419، 4420، 4421، 4422، 4423، 4424، 4425، 4426، 4427، 4428، 4429، 4430، 4431، 4432، 4433، 4434، 4435، 4436، 4437، 4438، 4439، 4440، 4441، 4442، 4443، 4444، 4445، 4446، 4447، 4448، 4449، 4450، 4451، 4452، 4453، 4454، 4455، 4456، 4457، 4458، 4459، 4460، 4461، 4462، 4463، 4464، 4465، 4466، 4467، 4468، 4469، 4470، 4471، 4472، 4473، 4474، 4475، 4476، 4477، 4478، 4479، 4480، 4481، 4482، 4483، 4484، 4485، 4486، 4487، 4488، 4489، 4490، 4491، 4492، 4493، 4494، 4495، 4496، 4497، 4498، 4499، 4500، 4501، 4502، 4503، 4504، 4505، 4506، 4507، 4508، 4509، 4510، 4511، 4512، 4513، 4514، 4515، 4516، 4517، 4518، 4519، 4520، 4521، 4522، 4523، 4524، 4525، 4526، 4527، 4528، 4529، 4530، 4531، 4532، 4533، 4534، 4535، 4536، 4537، 4538، 4539، 4540، 4541، 4542، 4543، 4544، 4545، 4546، 4547، 4548، 4549، 4550، 4551، 4552، 4553، 4554، 4555، 4556، 4557، 4558، 4559، 4560، 4561، 4562، 4563، 4564، 4565، 4566، 4567، 4568، 4569، 4570، 4571، 4572، 4573، 4574، 4575، 4576، 4577، 4578، 4579، 4580، 4581، 4582، 4583، 4584، 4585، 4586، 4587، 4588، 4589، 4590، 4591، 4592، 4593، 4594، 4595، 4596، 4597، 4598، 4599، 4600، 4601، 4602، 4603، 4604، 4605، 4606، 4607، 4608، 4609، 4610، 4611، 4612، 4613، 4614، 4615، 4616، 4617، 4618، 4619، 4620، 4621، 4622، 4623، 4624، 4625، 4626، 4627، 4628، 4629، 4630، 4631، 4632، 4633، 4634، 4635، 4636، 4637، 4638، 4639، 4640، 4641، 4642، 4643، 4644، 4645، 4646، 4647، 4648، 4649، 4650، 4651، 4652، 4653، 4654، 4655، 4656، 4657، 4658، 4659، 4660، 4661، 4662، 4663، 4664، 4665، 4666، 4667، 4668، 4669، 4670، 4671، 4672، 4673، 4674، 4675، 4676، 4677، 4678، 4679، 4680، 4681، 4682، 4683، 4684، 4685، 4686، 4687، 4688، 4689، 4690، 4691، 4692، 4693، 4694، 4695، 4696، 4697، 4698، 4699، 4700، 4701، 4702، 4703، 4704، 4705، 4706، 4707، 4708، 4709، 4710، 4711، 4712، 4713، 4714، 4715، 4716، 4717، 4718، 4719، 4720، 4721، 4722، 4723، 4724، 4725، 4726، 4727، 4728، 4729، 4730، 4731، 4732، 4733، 4734، 4735، 4736، 4737، 4738، 4739، 4740، 4741، 4742، 4743، 4744، 4745، 4746، 4747، 4748، 4749، 4750، 4751، 4752، 4753، 4754، 4755، 4756، 4757، 4758، 4759، 4760، 4761، 4762، 4763، 4764، 4765، 4766، 4767، 4768، 4769، 4770، 4771، 4772، 4773، 4774، 4775، 4776، 4777، 4778، 4779، 4780، 4781، 4782، 4783، 4784، 4785، 4786، 4787، 4788، 4789، 4790، 4791، 4792، 4793، 4794، 4795، 4796، 4797، 4798، 4799، 4800، 4801، 4802، 4803، 4804، 4805، 4806، 4807، 4808، 4809، 4810، 4811، 4812، 4813، 4814، 4815، 4816، 4817، 4818، 4819، 4820، 4821، 4822، 4823، 4824، 4825، 4826، 4827، 4828، 4829، 4830، 4831، 4832، 4833، 4834، 4835، 4836، 4837، 4838، 4839، 4840، 4841، 4842، 4843، 4844، 4845، 4846، 4847، 4848، 4849، 4850، 4851، 4852، 4853، 4854، 4855، 4856، 4857، 4858، 4859، 4860، 4861، 4862، 4863، 4864، 4865، 4866، 4867، 4868، 4869، 4870، 4871، 4872، 4873، 4874، 4875، 4876، 4877، 4878، 4879، 4880، 4881، 4882، 4883، 4884، 4885، 4886، 4887، 4888، 4889، 4890، 4891، 4892، 4893، 4894، 4895، 4896، 4897، 4898، 4899، 4900، 4901، 4902، 4903، 4904، 4905، 4906، 4907، 4908، 4909، 4910، 4911، 4912، 4913، 4914، 4915، 4916، 4917، 4918، 4919، 4920، 4921، 4922، 4923، 4924، 4925، 4926، 4927، 4928، 4929، 4930، 4931، 4932، 4933، 4934، 4935، 4936، 4937، 4938، 4939، 4940، 4941، 4942، 4943، 4944، 4945، 4946، 4947، 4948، 4949، 4950، 4951، 4952، 4953، 4954، 4955، 4956، 4957، 4958، 4959، 4960، 4961، 4962، 4963، 4964، 4965، 4966، 4967، 4968، 4969، 4970، 4971، 4972، 4973، 4974، 4975، 4976، 4977، 4978، 4979، 4980، 4981، 4982، 4983، 4984، 4985، 4986، 4987، 4988، 4989، 4990، 4991، 4992، 4993، 4994، 4995، 4996، 4997، 4998، 4999، 5000، 5001، 5002، 5003، 5004، 5005، 5006، 5007، 5008، 5009، 5010، 5011، 5012، 5013، 5014، 5015، 5016، 5017، 5018، 5019، 5020، 5021، 5022، 5023، 5024، 5025، 5026، 5027، 5028، 5029، 5030، 5031، 5032، 5033، 5034، 5035، 5036، 5037، 5038، 5039، 5040، 5041، 5042، 5043، 5044، 5045، 5046، 5047، 5048، 5049، 5050، 5051، 5052، 5053، 5054، 5055، 5056، 5057، 5058، 5059، 5060، 5061، 5062، 5063، 5064، 5065، 5066، 5067، 5068، 5069، 5070، 5071، 5072، 5073، 5074، 5075، 5076، 5077، 5078، 5079، 5080، 5081، 5082، 5083، 5084، 5085، 5086، 5087، 5088، 5089، 5090، 5091، 5092، 5093، 5094، 5095، 5096، 5097، 5098، 5099، 5100، 5101، 5102، 5103، 5104، 5105، 5106، 5107، 5108، 5109، 5110، 5111، 5112، 5113، 5114، 5115، 5116، 5117، 5118، 5119، 5120، 5121، 5122، 5123، 5124، 5125، 5126، 5127، 5128، 5129، 5130، 5131، 5132، 5133، 5134، 5135، 5136، 5137، 5138، 5139، 5140، 5141، 5142، 5143، 5144، 5145، 5146، 5147، 5148، 5149، 5150، 5151، 5152، 5153، 5154، 5155، 5156، 5157، 5158، 5159، 5160، 5161، 5162، 5163، 5164، 5165، 5166، 5167، 5168، 5169، 5170، 5171، 5172، 5173، 5174، 5175، 5176، 5177، 5178، 5179، 5180، 5181، 5182، 5183، 5184، 5185، 5186، 5187، 5188، 5189، 5190، 5191، 5192، 5193، 5194، 5195، 5196، 5197، 5198، 5199، 5200، 5201، 5202، 5203، 5204، 5205، 5206، 5207، 5208، 5209، 5210، 5211، 5212، 5213، 5214، 5215، 5216، 5217، 5218، 5219، 5220، 5221، 5222، 5223، 5224، 5225، 5226، 5227، 5228، 5229، 5230، 5231، 5232، 5233، 5234، 5235، 5236، 5237، 5238، 5239، 5240، 5241، 5242، 5243، 5244، 5245، 5246، 5247، 5248، 5249، 5250، 5251، 5252، 5253، 5254، 5255، 5256، 5257، 5258، 5259، 5260، 5261، 5262، 5263، 5264، 5265، 5266، 5267، 5268، 5269، 5270، 5271، 5272، 5273، 5274، 5275، 5276، 5277، 5278، 5279، 5280، 5281، 5282، 5283، 5284، 5285، 5286، 5287، 5288، 5289، 5290، 5291، 5292، 5293، 5294، 5295، 5296، 5297، 5298، 5299، 5300، 5301، 5302، 5303، 5304، 5305، 5306، 5307، 5308، 5309، 5310، 5311، 5312، 5313، 5314، 5315، 5316، 5317، 5318، 5319، 5320، 5321، 5322، 5323، 5324، 5325، 5326، 5327، 5328، 5329، 5330، 5331، 5332، 5333، 5334، 5335، 5336، 5337، 5338، 5339، 5340، 5341، 5342، 5343، 5344، 5345، 5346، 5347، 5348، 5349، 5350، 5351، 5352، 5353، 5354، 5355، 5356، 5357، 5358، 5359، 5360، 5361، 5362، 5363، 5364، 5365، 5366، 5367، 5368، 5369، 5370، 5371، 5372، 5373، 5374، 5375، 5376، 5377، 5378، 5379، 5380، 5381، 5382، 5383، 5384، 5385، 5386، 5387، 5388، 5389، 5390، 5391، 5392، 5393، 5394، 5395، 5396، 5397، 5398، 5399، 5400، 5401، 5402، 5403، 5404، 5405، 5406، 5407، 5408، 5409، 5410، 5411، 5412، 5413، 5414، 5415، 5416، 5417، 5418، 5419، 5420، 5421، 5422، 5423، 5424، 5425، 5426، 5427، 5428، 5429، 5430، 5431، 5432، 5433، 5434، 5435، 5436، 5437، 5438، 5439، 5440، 5441، 5442، 5443، 5444، 5445، 5446، 5447، 5448، 5449، 5450، 5451، 5452، 5453، 5454، 5455، 5456، 5457، 5458، 5459، 5460، 5461، 5462، 5463، 5464، 5465، 5466، 5467، 5468، 5469، 5470، 5471، 5472، 5473، 5474، 5475، 5476، 5477، 5478، 5479، 5480، 5481، 5482، 5483، 5484، 5485، 5486، 5487، 5488، 5489، 5490، 5491، 5492، 5493، 5494، 5495، 5496، 5497، 5498، 5499، 5500، 5501، 5502، 5503، 5504، 5505، 5506، 5507، 5508، 5509، 5510، 5511، 5512، 5513، 5514، 5515، 5516، 5517، 5518، 5519، 5520، 5521، 5522، 5523، 5524، 5525، 5526، 5527، 5528، 5529، 5530، 5531، 5532، 5533، 5534، 5535، 5536، 5537، 5538، 5539، 5540، 5541، 5542، 5543، 5544، 5545، 5546، 5547، 5548، 5549، 5550، 5551، 5552، 5553، 5554، 5555، 5556، 5557، 5558، 5559، 5560، 5561، 5562، 5563، 5564، 5565، 5566، 5567، 5568، 5569، 5570، 5571، 5572، 5573، 5574، 5575، 5576، 5577، 5578، 5579، 5580، 5581، 5582، 5583، 5584، 5585، 5586، 5587، 5588، 5589، 5590، 5591، 5592، 5593، 5594، 5595، 5596، 5597، 5598، 5599، 56

- سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے
- سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے
- سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے۔
- سب بیانات سے پاکیزہ ترین قرآن ہے۔
- بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔
- امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو
- انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے۔
- شہیدوں کی موت، موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے۔
- سب سے بڑھ کر اندھا پن گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے۔
- عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو۔
- بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چلیں۔
- بدترین کوری دل کی کوری ہے۔
- بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہے۔
- تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے۔
- بدترین معذرت (توبہ) وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔
- بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی۔
- بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
- ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔
- سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔
- سب سے بڑی تو گمراہی دل کی تو گمراہی ہے۔
- سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔
- دانائی کا سریہ ہے اللہ کا خوف دل میں ہو۔
- دلنشین ہونے کے لیے بہترین چیز یقین ہے۔
- شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے۔
- بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔
- ﴿١٣﴾ وَخَيْرُ الْمَالِ مِلَّةُ اِبْرَاهِيمَ
- ﴿١٤﴾ وَخَيْرُ السَّنَنِ سَنَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
- ﴿١٥﴾ وَاشْرَفُ الْحَدِيثِ ذِكْرُ اللهِ
- ﴿١٦﴾ وَاحْسَنَ الْقَصَصِ هَذَا الْقُرْآنِ
- ﴿١٧﴾ وَخَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازِهَا
- ﴿١٨﴾ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا
- ﴿١٩﴾ وَاحْسَنُ الْهُدَى هُدَى الْأَنْبِيَاءِ
- ﴿٢٠﴾ وَاشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشَّهْدَاءِ
- ﴿٢١﴾ وَاعْمَى الْعُمَى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدَى
- ﴿٢٢﴾ خَيْرُ الْأَعْمَالِ مَا نَفَعَ
- ﴿٢٣﴾ وَخَيْرُ الْهُدَى مَا اتَّبَعَ
- ﴿٢٤﴾ وَشَرُّ الْعُمَى عَمَى الْقَلْبِ
- ﴿٢٥﴾ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى
- ﴿٢٦﴾ وَمَا قَلَّ وَكَفَى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَالْهَى
- ﴿٢٧﴾ وَشَرُّ الْمَعْدِرَةِ حِينَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ
- ﴿٢٨﴾ وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
- ﴿٢٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَا يَأْتِي الْجُمُعَةَ إِلَّا دُبْرًا
- ﴿٣٠﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَذْكُرُ اللهَ إِلَّا هَجْرًا
- ﴿٣١﴾ وَمِنَ اعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانِ الْكُذُوبِ
- ﴿٣٢﴾ وَخَيْرُ الْعُمَى غِنَى النَّفْسِ
- ﴿٣٣﴾ وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوَى
- ﴿٣٤﴾ وَرَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ
- ﴿٣٥﴾ وَخَيْرُ مَا وَقَرَفِي الْقُلُوبِ الْيَقِينُ
- ﴿٣٦﴾ وَالْإِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ
- ﴿٣٧﴾ وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ

- چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے
 بدست ہونا آگ میں پڑتا ہے۔
 شعر ابلیس کا (حصہ) ہے
 شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔
 بدترین روزی یتیم کا مال کھا جاتا ہے۔
 سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے
 اصل بد بخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بد بخت ہو۔
 عمل کا سرمایہ اس کے بہترین انجام پر ہے
 بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہے
 جو بات ہونے والی ہے وہ قریب ہے
 مومن کو گالی دینا فسق ہے۔
 مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔
 مومن کا گوشت کھانا (اس کی نفیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے۔
 مومن کا مال دوسرے پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کا خون۔
 جو اللہ سے استغنا کرتا ہے اللہ اسے جھٹلاتا ہے
 جو کسی کا عیب چھپاتا ہے، اللہ اس کے عیوب چھپاتا ہے۔
 جو معافی دیتا ہے اسے معافی دی جاتی ہے
 جو غصہ کو پی جاتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے۔
 جو نقصان پر صبر کرتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے۔
 جو چغلی کو پھیلاتا ہے اللہ اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے
 جو صبر کرتا ہے اللہ اسے بڑھاتا ہے۔
 جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اسے عذاب دیتا ہے
 پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر۔
- ﴿28﴾ وَالْغُلُولُ مِنْ جُنَاہِنَہُمْ
 ﴿29﴾ وَالسُّکْرَ کَمَنْ مِنَ النَّارِ
 ﴿30﴾ وَالشَّعْرُ مِنْ اِبْلِیْسِ
 ﴿31﴾ وَالخَمْرُ جَمَاعُ الْاِثْمِ
 ﴿32﴾ وَشَرُّ الْمَاکِلِ مَالُ الْیَتِیْمِ
 ﴿33﴾ وَالسَّعِیْدُ مَنْ وَعِظَ بِغَیْرِہِ
 ﴿34﴾ وَالشَّقِیُّ مَنْ شَقِیْ فِی بَطْنِ اُمِّہِ
 ﴿35﴾ وَمَلَاکُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُہُ
 ﴿36﴾ وَشَرُّ الرَّوَا رُوَا الْکَذِبِ
 ﴿37﴾ وَکُلُّ مَا هُوَا قَرِیْبٌ
 ﴿38﴾ وَسَبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ
 ﴿39﴾ وَقَالَہُ کُفْرًا
 ﴿40﴾ وَاکْلُ لَحْمِہِ مِنْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ
 ﴿41﴾ وَحَرْمَةُ مَالِہِ کَحَرْمَةِ دَمِہِ
 ﴿42﴾ وَمَنْ یَتَالَ عَلَی اللّٰہِ یُکَذِّبُہُ
 ﴿43﴾ وَمَنْ یَغْفِرُ یُغْفَرُ لَہُ
 ﴿44﴾ وَمَنْ یَعْفُ یَعْفُ اللّٰہُ عَنْہُ
 ﴿45﴾ وَمَنْ یُکْطِمُ الْغَیْظَ یَاْجُرْہُ اللّٰہُ بِہِ
 ﴿46﴾ وَمَنْ یُبْصِرْ عَلَی الرَّزِیَّةِ یَعُوْذُہُ اللّٰہُ
 ﴿47﴾ وَمَنْ یَبْتَغِ السَّمْعَةَ یَسْمَعُ اللّٰہُ
 ﴿48﴾ وَمَنْ یُبْصِرْ یَضْعِفُ اللّٰہُ لَہُ
 ﴿49﴾ وَمَنْ یَعِیْسِ اللّٰہُ یُعَذِّبُہُ اللّٰہُ
 ﴿50﴾ ثُمَّ اسْتَغْفِرُ اللّٰہُ ثَلَاثًا

آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ کو ختم فرمایا۔ ﴿1﴾

﴿1﴾ تبتلی (التوتی 458 ھ) فی الدلائل: 242/5 وحاکم من حدیث عقبہ بن عامر منقول از زاد المعاد: 540/3 اور حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے الہدایہ والنبیہ: 14، 13/5 میں نقل کیا ہے۔ نیز اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ذوالحجاء میں نبی ﷺ کی وفات

ایام قیام تبوک میں ذوالحجاء میں نبی ﷺ کا انتقال ہوا۔ اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مخلص و مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم پر کس قدر رحیم و لطف و عنایت فرمایا کرتے تھے۔

ان کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ مر گیا۔ چچانے پرورش کی تھی۔ جب جوان ہوئے تو چچانے اونٹ، بکریاں، غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی۔ عبداللہ ﷺ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا، لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی ﷺ فتح مکہ سے واپس آ گئے تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا:

”پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گذر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں، لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔“

چچانے جواب دیا:

”دیکھ! اگر تو محمد ﷺ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔“

عبداللہ نے جواب دیا: <http://mujahid.xtgem.com>

”چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد ﷺ کی اتباع ہی قبول کروں گا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کی منشاء ہے کیجیے اور جو کچھ میرے قبضے میں زرد مال وغیرہ ہے، سب سنبھال لیجیے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو خرابی روز نہیں دینا میں چھوڑ جانا ہے۔ اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔“

عبداللہ ﷺ نے یہ کہہ کر بدن کے کپڑے تک اتار دیے اور ماورزاو برہنہ ہو کر ماں کے سامنے گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی، کہ کیا ہوا؟ عبداللہ ﷺ نے کہا: میں مؤمن اور موحد ہو گیا ہوں۔ نبی ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرما کر دے دیجیے۔ ماں نے ایک کبیل دے دیا۔ عبداللہ ﷺ نے کبیل پھاڑا، آدھے کا تہ بند بنا لیا، آدھا اوپر لے لیا اور مدینے کو روانہ ہو گیا۔ علی الصبح مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گیا اور مسجد سے نکلیے گا کہ منتظرانہ بیٹھ گیا۔

نبی ﷺ جب مسجد مبارک میں آئے تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا: میرا نام عبدالعزیز ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا نام عبداللہ ﷺ ہے اور ذوالحجاء دین لقب۔ تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔“

عبداللہ ﷺ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا۔ [1] نبی ﷺ سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتا۔

[1] صفہ چہترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک ”چہترہ“ تھا۔ جو لوگ گمراہی کر کے دنیا کا زرد مال آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لیے آیا کرتے تھے وہ اس چہترہ پر ٹھہرا کرتے تھے۔ اس لیے ”اہل صفہ“ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ عاشقان صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے ان کی روک نہ بن سکتی تھی۔ انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعت اسلام کا کام لیا۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قراءت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمر رضی اللہ عنہ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔“ [1]

عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ میں بھی راہِ حق میں شہید ہو جاؤں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ۔ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ چھلکا لے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا اس کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا: ”اللہ! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں“ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب غزوہ کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آ جائے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔“ تبوک پہنچ کر یہی ہو کہ تپ چڑھی اور عالم بھاگتا کودتا رہا۔ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

مخلص عرب کی تدفین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ

”رات کا وقت تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی قبر میں اترے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے: ”ادبا! اسی اٹھا کھما“ اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا:

”اللہ! آج کی شام تک میں اس سے خوشنودر رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔“ [2]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کاش! اس قبر میں میں دبا یا جاتا۔“ [3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مع الخیر مدینہ پہنچ گئے۔

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دوست قید ہو کر کسی دور دست جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور حج و سالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے اور انہوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معافی دے دی، لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہم رکاب جانے سے رہ گئے تھے۔ ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا۔

ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے میں اس کو اسی جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ہیں اور ان 73 سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان سخت طریق سے

کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا ابتلاء محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ

صحیح کرتے تھے۔ انہی میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو پانچ ہزار تین سو چھتر (5374) احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں۔ زیادہ مفصل حال ہماری کتاب ”سبیل الرشاد یعنی سفر نامہ حجاز“ میں پڑھنا چاہیے۔ [1] مسند احمد: 159/4، مسند العاقبہ: 229/3، [2] مدارج النبویہ: 423/2، [3] اسد الغابہ: 229/3

سامان مرتب تھا۔ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کے لیے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کیے تھے۔ حالانکہ اس سے شتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا، میں چل پڑوں گا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا، میں نے کہا: خیر میں کل جاؤں گا۔ دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے۔ اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس سے ملنا مشکل ہو گیا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا، مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا۔ یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج و غم کی آگ لگ گئی۔ یہ دن میرے اسی طرح گزر گئے کہ نبی ﷺ واپس بھی تشریف لے آئے۔ اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیوں کر اللہ کے رسول ﷺ کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتلائے مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے۔ آخر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا اور تمسخر فرمایا۔ تبسم خشم آمیز تھا۔ میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔

نبی ﷺ نے پوچھا: ”کعب! تم کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا؟“ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میرے نفس نے مجھے غافل بنایا، کابلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے حرمان و خذلان کی گرداب میں ڈال دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الہی کا انتظار کرو۔“ بعض لوگوں نے کہا: دیکھو، اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا: ”وحی الہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔“ لوگوں نے کہا: ہاں! ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن رقیع رضی اللہ عنہ کی بھی یہی حالت ہے۔ یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آ کر بیٹھے۔ اب زندگی اور دنیا ہمارے لیے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں ہلال رضی اللہ عنہ اور مرارہ رضی اللہ عنہ تو گھر سے باہر نہ نکلے کیوں کہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا۔ مسجد نبوی ﷺ میں جاتا، نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔

نبی ﷺ محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری گفتگو کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں حضور ﷺ کی جانب آکھ اٹھاتا تو حضور ﷺ اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج و عالم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابوقتاہہ رضی اللہ عنہ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی۔ سامنے اس کا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارت، بنوار ہا تھا۔ میں اس کے پاس چلا گیا۔ اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا ابوقتاہہ رضی اللہ عنہ! تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ابوقتاہہ رضی اللہ عنہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ ”وہ اللہ اور رسول ﷺ ہی کو خوب معلوم ہے۔“ مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب ہی رو دیا۔

کعب بن زہیرؓ کے پاس والی غسان کا خط

میں شہر میں لوٹ کر آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے بتلادیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا:

”ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جو رو جھا کر رہے ہیں۔ ہم کو تمہارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے اتفاقی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے۔ اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آکر دیکھو کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں۔“

کعب بن زہیرؓ کا والی غسان کو جواب

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی۔ اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج و اندوہ چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا اور کہہ دیا:

”جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے اتفاقی لاکھ درجہ بہتر و خوش تر ہے۔“

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی ﷺ کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے۔ اس نے کہا: ”نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔“ میں نے پوچھا کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا نہیں۔ صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلال بن زہیرؓ اور مرارہ بن زہیرؓ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلال بن زہیرؓ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ ہلال کمزور و ضعیف ہے اور اس کی خدمت کے لیے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟“ فرمایا: ”ہاں۔ اس کے بستر سے دور رہو۔“ عورت نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! ہلال بن زہیرؓ کا غم و رنج سے ایسا حال ہے کہ اسے تو اور کوئی خیال نہیں رہا۔“

اب مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج کرو یا کرے، میں نے کہا: میں تو ایسی جرات نہیں کروں گا۔ کیا خبر حضور ﷺ اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں، اپنا کام خود کر سکتا ہوں، مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس (50) دن گزر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت تالاں تھا کہ کوہ سلع پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا ابو بکر صدیقؓ نے آواز دی: ”کعب بن زہیرؓ کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ

﴿زاد العاد: 3/554﴾ سرفہرگ میں نبی ﷺ کو نماز 50 دن ہی لگے تھے۔ اس لیے پیچھے رہ جانے والوں کو اسے ہی دن مسلمانوں اور مجال سے قریب آتھائی میں کانٹے پڑے۔ ﴿سُئِلَ كَاذِرٌ (بخاری: 4418)﴾ کی اس حدیث میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر ہے اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اس کے پاس تھا اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحاق یہ روایت لکھی ہے: ”وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون حتى جعلوا ظهورهم الى سلع في ثلاثة الاف من المسلمين فضرب هنالك عسكره والخندق بينه وبين القوم. اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب آتا تھا اور اس وقت مسلمانوں کا رخ خندق کی طرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ حسان بن ثابتؓ کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جس میں عمرو بن عبدود کے مرنے کا ذکر ہے:“

قبول ہو گئی۔ یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دور پڑے اور مبارک باد کہنے لگے کہ خلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدہ شکر ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارک باد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے ماہ چہارہ (چودھویں کے چاند) کی طرح تاباں و درخشاں ہو رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا:

”کعب بن لؤی مبارک! اس بہترین دن کے لیے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر آج تک نہیں گذرا۔ آؤ! تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرمایا ہے۔“

میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ اس قبولیت کے شکرانے میں میں اپنا کل مال راہ حق میں صدقہ دیتا ہوں۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”نہیں“ میں نے عرض کیا: ”نصف“ فرمایا: ”نہیں“ میں نے عرض کیا: ”ثلث“ فرمایا: ”ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔“ [1]

خاتمہ حروب

الحمد للہ! کہ اس فتنہ و شرکا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر آلود ہوا سے آلودہ کر رکھا تھا، خاتمہ ہو گیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحمدلی کا ظہور اس کثرت و دفور سے ہوا کہ دنیا نے جنگ کے شہادت اور مہذب اصول نہیں سے معلوم کیے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

لا ثانی فیاضی و رحمدلی

یہ وہ ناگزیر لڑائیاں تھیں جن میں اللہ کا برگزیدہ رسول و نبی ﷺ اور مسلمان اضراراً تقریباً سات (7) سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے۔

قارئین کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام جنگیں صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے اور ان کے شر سے بچنے کے لیے کیے گئے تھے۔ نبوت کے تمام زمانے میں ایک شخص بھی اس لیے قتل نہ ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔

مذہب اسلام میں جبر و اکراہ نہیں

قرآن مجید میں اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرما دیا تھا کہ دنیا میں مذہب و اعتقاد کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لیے مذہب کے لیے کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کے لیے صاف ہیں۔

بجانب صلح ثارۃ لکم ینظروا
 ۱۰۰۰ امسی الغنی عمرو بن عبد ود ثاوی
 کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا اس کا ایک شعر یہ ہے۔

الا ابلغ قریشان سلماً
 وما بین العریض الی العماد
 اب ان پرورد آیات کے ساتھ یعنی نبی کی کتاب باب 42 درس 15 کو دیکھیں جس میں صلح کے باشندوں کا بیان ہے جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام ”صلح“ ہے۔ [2] صحیح بخاری: 4418، 2757، مسلم: 2769، زاد المعاد: 3/552: 556۔

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ [البقرہ: 256]

”دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے۔“

﴿ وَ لَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مِنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَهَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴾
”اگر تیرا پروردگار چاہتا تو زمین پر سب کے سب باشندے ایمان لے آتے تو ان لوگوں پر جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔“ [یونس: 99]

﴿ وَ لَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِلذَّٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ [ہود: 118]

”اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے (بجز ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے) اور ان کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔“

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ﴾ [قصص: 56]

”تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا جس سے محبت کرتا ہے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“

﴿ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَارٍ ط قَدْ تَكْرَهُ الْقُرْآنَ مِنْ بَخَائِفٍ وَعَيْدٍ ﴾ [س: 45]
”جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں، ہم جانتے ہیں اور تو ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ ہاں قرآن کا وعظ کر۔ پھر جو کوئی عذاب الہی سے ڈرتا ہے وہ ڈرے۔“

﴿ قَدْ تَكْرَهُ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ط لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیہ: 21-22]

”وعظ کرتا رہ۔ کیوں کہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے اور ان پر داروغہ نہیں ہے۔“

اسیران جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ اس برتاؤ کا ذکر کر دیا جائے جو نبی ﷺ اسیران جنگ کے ساتھ فرماتے تھے۔

اسیران جنگ اور اسلام

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں وہ اسیران جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں جسے سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف دو ہی طرح پر تھا۔ ❶

❶ فاضل مصنف کی بات درست نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جنگی قیدیوں کے متعلق پانچ طرح کا طریق عمل تھا:
❶ فدییے لے کر آزاد کرنا۔ ❷ فدییے لیے بغیر آزاد کرنا۔ ❸ مسلمان قیدیوں کے ساتھ تبادلہ۔ ❹ قتل کرنا جیسا کہ غزوہ بدر کے بعد عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کیا، جو قرہ کے یہودیوں کو قتل کیا۔ ❺ قیدیوں کو غلام بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کرنا۔

① فدیہ لے کر آزاد کرنا۔

② بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے، یہ اہل مکہ تھے۔ ان سے بڑھ کر دشمن مسلمانوں کا کوئی نہ تھا۔ نبی ﷺ نے پہلے اس معاملہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی شورٹی میں پیش کیا۔ صحابہ میں ایک جانب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جن کی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لے لیا جائے اور انھیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انھوں نے دو دلائل پیش کیے تھے۔

① زر جرمانہ سے ہم اپنے ساز و سامان کی درستی کر لیں گے۔

② آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں سے اللہ کسی کو اسلام کی ہدایت فرمادے۔

دوسری جانب عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی رائے تھی کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے:

① یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ ان کی گردنیں اڑانی چاہئیں۔

② اللہ نے ہم کو ان پر غلبہ دیا ہے اس لیے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیے۔

نبی ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔ جو قیدی زر جرمانہ ادا نہ کر سکتے تھے ان کے لیے تجویز فرمایا کہ وہ اولاد انصار کو لکھنا سکھلا دیں (یا کوئی اور ہنر سکھلا دیں)

بعض لوگ اب تک یہ سمجھتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصے سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث یہ ہے کہ اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھا، لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے۔ جو جو ذیل:

① قرآن مجید میں بھی رائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا۔

② اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے۔

③ نبی ﷺ نے اسی حدیث میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو براہیم و سلمی رضی اللہ عنہما سے اور عمر رضی اللہ عنہ کو نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے۔

④ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے نبی ﷺ کی رائے موافق تھی۔

⑤ بالآخر رب العالمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا۔

⑥ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیران جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے اور سردست زر جرمانہ (تاوان جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو بھی درست کر لیا۔

① الغرض جنگ بدر کے بہتر (72) قیدیوں میں سے ستر (70) کو آنحضرت ﷺ نے جرمانہ لے کر آزاد فرما دیا تھا۔ ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھ کر ان کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا ان کے سابق جرائم کا نتیجہ تھی۔ جس نے انھیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا۔

② جنگ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سو (100) سے زیادہ زن و مرد قید ہوئے تھے۔

وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیے گئے تھے اور ان میں سے ایک عورت جو یہ نبی ﷺ کو آنحضرت ﷺ نے ام المومنین ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

❖ حدیبیہ کے میدان میں کوہ معجم کے 80 حملہ آور قید ہوئے تھے۔ ان کو بھی آنحضرت ﷺ نے بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرمادیا تھا۔

❖ جنگ حنین میں چھ ہزار (6000) زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرمادیا تھا۔ بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دے کر رخصت فرمایا تھا۔ ان حملہ نگاروں سے ثابت ہے کہ رحمتہ للعالمین ﷺ اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پالینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے۔

کتب احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے۔ نبی ﷺ کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق و شام، مصر و عرب، ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کیے گئے۔ مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں۔ جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لوٹہری غلام بنانے کا ذکر نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ جنگ سخت آزمائش تھی۔ لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شاید یہ حکمت ہو کہ اسلام دنیا کے لیے جنگ کا بھی نمونہ پیش کرے جو انسانی ہمدردی اور رحم و الطاف سے سربراز ہو۔

<http://mujahid.xtgem.com>



❖ فاضل مصنف کا یہ خیال درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے جنگی قیدیوں کو لوٹہری یا غلام نہیں بنایا۔ انہوں نے صرف مرد و زن کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ بنت الحنفیہ سے نکاح کر لیا تو صحابہ کرام نے اس رشتہ کے احترام میں ان لوگوں کو آزاد کر دیا۔ اوٹاس کے قیدیوں کو بھی افواج میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح مسلم میں ہے میں انھوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ ہم ان عورتوں کا کیا کریں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک حبشہ انتظار کرو، اس کے بعد ان سے تمتع کرو۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور حکومت میں شام اور ایران فتح ہوئے۔ وہاں قید ہونے والوں کو مسلمان فوجیوں میں تقسیم کیا گیا۔ انہی لوٹہریوں کے بطن سے بڑے بڑے محدث اور فقہاء پیدا ہوئے جن میں امام زین العابدین، محمد بن عبد اللہ بن عمر، حضرت حسن بصری اور اوٹاس رضی اللہ عنہم جیسی طویل القدر رہتیاں شامل ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں ان لوٹہریوں اور غلاموں کے بہت سے مسائل درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قاتل ابو فیروز لولو بھی جنگ نہاد میں قید ہو کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کا غلام بنا تھا۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کے علاوہ لوٹہریاں بنانے کے دیگر طریقوں کو حرام قرار دے دیا تھا۔

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لیے سفیر و فرامین کا بھیجا جانا،

بعض کا مسلمان ہو جانا، بعض کا اظہار ادب کرنا بعض کا گستاخی سے پیش آنا اور ان کا انجام

نبی ﷺ کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہہ کر پیش کیا ہے اور اسی لیے نبوت کے اس ابتدائی زمانے ہی سے جب کہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی، عداس نینوائی جنی ﷺ وہ بزرگوار ہیں جو حبش، یونان، ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے شراولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا کل عالم کے لیے رسول ہونا

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں:

- ① ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلنَّاسِ وَبَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴾ [سہا: 28]
 - ② ﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ، عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ، ﴾ [الف: 9]
 - ③ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [انبیاء: 107]
 - ④ ﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾ [اعراف: 158]
- ”ان سے کہہ دو کہ اے انسانی نسل کے بچو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔“

ان آیات مبارکہ کے ارشاد کی جمعیت ہی میں رسول اللہ ﷺ نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذاہبوں کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے اور ہر ایک کو لکھ دیا تھا کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لیے پڑے گا کہ تم نے اپنی ذات کے لیے انکار کر دیا، بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری قوم بھی ہدایت سے رکے گی۔ اس لیے ان کی ضلالت و گمراہی کا وبال بھی تم ہی پر پڑے گا۔ کیوں کہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ سرکردہ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے۔

دعوت عامہ کی نظیر موجود نہ تھی

رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی کہ ان کے بانیان مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی خاموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ

وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جس کے لیے وہ بھیجے گئے تھے۔ [1]

اب اگر ان کے تبعین ان کے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں تو یہ ان کا اپنا فعل ہے جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بن سکتا۔ 7۔ ہجری المقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی ﷺ نے بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے۔ جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے۔ [2]

اب تک نبی ﷺ نے کوئی مہر نہ بنائی تھی۔ جب بادشاہان عالم کو خطوط لکھے گئے تو ان پر مہر کرنے کے لیے خاتم تیار کی گئی۔ یہ چاندی کی تھی۔ تین سطور میں اس طرح پر یہ عبارت کندہ تھی۔ [3]

اللہ
رسول
محمد

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کے نام تھے ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی:

﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ - وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾ [آل عمران: 64]

”اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے اور تمہارے (دین) میں مساوی ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا الوہیت کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کے لیے تجویز نہ کریں۔“

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں:

بادشاہ حبش کے نام

احم بن ابجر، بادشاہ حبش، الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہما آئندہ حضرت ﷺ کا نام مبارک لے کر گئے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ تاریخ طبری سے اس نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے۔

اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔

یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی احم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو، میں پہلے اللہ کی ستائش کرتا ہوں، اللہ وہ ذات ہے کہ کوئی انہیں مگر وہی، وہ ملک، مقدس، سلام، مومن [4] اور ممکن ہے اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ الْأَصْحَمِ مَلِكِ
الْحَبَشَةِ - أَسَلِمْتُ أَنْتَ يَا نَبِيَّ أَحْمَدَ إِلَيْكَ، اللَّهُ الَّذِي لَا
إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ عَيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ، أَلْقَاهَا

[1] مقدس صحیح بخاری فرماتے ہیں: میں صرف نبی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ [2] خصائص الکبریٰ جلد دوم ص: 1۔ روایت ابن ابی شیبہ۔
[3] بخاری من انس بن مالک رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ انکسٹری ایجوکرو عمر عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنچے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آخر عمر خلافت میں یہ انکسٹری عید کے ایک چاہ، بیزار آریس کے اندر گر گئی تھی۔ بہت تلاش کی گئی نہ ملی۔ نقش النائم۔ (بخاری: 5865)
[4] مومن جو اللہ کا نام ہے اس کے معنی ایمان عطا کرنے والا ہے۔

إِلَى مَرْيَمَ الْبَتُولِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِينَةِ، فَحَمَلَتْ بِهِ عِيسَى، فَخَلَقَهُ اللَّهُ مِنْ رُوحِهِ وَنَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهِ وَنَفَخَهُ وَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللَّهِ وَحَدِّهِ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَالْمَوَالِاةِ عَلَى طَاعَتِهِ وَأَنْ تَتَّبِعَنِي وَتُؤْمِنُ بِالَّذِي جَاءَنِي فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ ابْنَ عَمِّي جَعْفَرًا وَ نَفَرًا مَعَهُ، مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِذَا جَاءَكَ فَأَقْرَهُمْ وَدَعِ التَّجِيرَ - فَإِنِّي أَدْعُوكَ وَجُنُودَكَ إِلَى اللَّهِ فَقَدْ بَلَّغْتُ وَ نَصَحْتُ فَأَقْبَلُوا نُصْحِي - وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى - [1]

مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں، جو مریم بتول طیبہ عقیقہ کی جانب بھیجا گیا اور انھیں عیسیٰ (علیہ السلام) کا اس سے حمل ٹھہرا گیا۔ اللہ نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا تھا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت یہ ہے کہ تو اللہ پر جو اکیلا اور لا شریک ہے ایمان لے آ اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہا کرو میرا اتباع کرو اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیوں کہ میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں، تم اسے با آرام ٹھہرا لینا۔ نجاشی تم تکبر چھوڑ دو، کیوں کہ میں تم کو اور تمہارے دربار کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا ہے اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔ سلام اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہو گیا اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ مِنَ النَّجَاشِيِّ الْأَصْحَمِ بْنِ أَبَجَزٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الَّذِي هَدَانِي إِلَى الْإِسْلَامِ أَمَّا بَعْدُ - فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي مَا ذَكَرْتُ مِنْ أَمْرِ عِيسَى فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ عِيسَى مَا يَزِيدُ عَلَيَّ مَا ذَكَرْتُ فَفَرَوْتُمْ - إِنَّهُ، كَمَا قُلْتُ وَقَدْ عَرَفْنَا مَا بَعَثَ بِهِ الْيَسَاءَ - وَقَدْ قَرَّبْنَا ابْنَ عَمِّكَ وَ أَصْحَابَهُ فَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَادِقًا مُصَدِّقًا - وَ قَدْ بَايَعْتُكَ وَ بَايَعْتُ ابْنَ عَمِّكَ وَأَسَلَمْتُ عَلَى يَدَيْهِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِابْنِي أَرْهَابَنَ الْأَصْحَمِ بْنِ أَبَجَزٍ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي - وَإِنْ

اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجاشی اصم بن ابجر کی طرف سے۔ اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔ اسی اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا ہے بخدائے زمین و آسمان، وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں۔ ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ سچے ہیں اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے

والے ہیں۔ میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور ﷺ کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے فرزند ”ارحاً“ کو روانہ کرتا ہوں۔ میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، اگر حضور ﷺ کا منشا یہ ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔ کیوں کہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور ﷺ جو فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو۔

جِئْتُ أَنْ أَيْتِكَ فَعَلَّمْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ مَا تَقُولُ حَقٌّ - وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ①

شاہ بحرین کا اسلام

② منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا۔ شہنشاہ فارس کا خراج گزار تھا۔ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔ یہ مسلمان ہو گیا اور اس کی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا۔ اس نے جواب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لکھا تھا کہ بعض لوگوں نے اسلام کو از حد پسند کیا ہے۔ بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے مخالفت کی ہے۔ میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں۔ ان کے لیے جو ارشاد ہوا کیا جائے۔ ہی ﷺ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا:

① مَنْ يَنْصَحُ إِنَّمَا يَنْصَحُ لِنَفْسِهِ -

”جو نصیحت پڑاتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے۔“

② مَنْ أَقَامَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ أَوْ مَجُوسِيَّةٍ فَعَلَيْهِ الْجَزِيَّةُ -

”جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے وہ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے۔“ ③

سفیر اسلام کی دربار عمان میں گفتگو

③ جعفر و عبد فرزدان جلدی: ملک عمان کے نام عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیج دیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب میں عمان پہنچا تو پہلے عبد کولما۔ یہ سردار تھا اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔ عبد بولا: ”میرا بھائی عمر میں مجھ سے بڑا ہے اور ملک کا مالک ہے، میں تمہیں اس کی خدمت میں پہنچا دوں گا مگر یہ تو بتلاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اکیلے اللہ کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد ﷺ اللہ عز و جل کے بندے اور رسول ہیں۔“

① ذیل العاد: 290, 289/3 ابن سیداناس: 269, 268/2 ② ذیل العاد: 693, 692/3 ابن سیداناس: 266/2 شرح المصاب: 350/3

عبد نے کہا: ”عمر و بنی امیہؓ تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ بتلاؤ کہ تیرے باپ نے کیا کیا، کیوں کہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔“
عمر و بن عاصؓ نے جواب دیا: ”وہ مر گیا، نبی ﷺ پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش ادو ایمان لاتا اور آنحضرت ﷺ کی راست بازی کا اقرار کرتا۔ میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔“

عبد: ”تم کب سے محمد ﷺ کے پیرو ہو گئے ہو؟“

عمر و بن عاصؓ: ”ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔“

عبد: ”کہاں؟“

عمر و بن عاصؓ: ”نجاشی کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔“

عبد: ”وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“

عمر و بن عاصؓ: ”اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔“

عبد: ”(تعجب سے) کیا بئشپ پادریوں نے بھی؟“

عمر و بن عاصؓ: ”ہاں۔“

عبد: ”دیکھو! عمر و بنی امیہؓ کیا کہہ رہے ہو؟ انسان کے لیے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔“

عمر و بن عاصؓ: ”میں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔“

عبد: ”ہر قل نے کیا کیا؟ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟“

عمر و بن عاصؓ: ”ہاں۔“

عبد: ”تم کیوں کراہیا کہہ سکتے ہو؟“

عمر و بن عاصؓ: ”نجاشی ہر قل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہوا، کہہ دیا کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔ ہر قل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہر قل کے بھائی نناق نے کہا: یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضور ﷺ کے دین کو بھی اس نے چھوڑ دیا ہے۔ ہر قل نے کہا: پھر کیا ہوا؟ اس نے اپنے لیے ایک مذہب پسند کر لیا اور قبول کر لیا، میں کیا کروں؟ بخدا اگر اس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔“

عبد: ”دیکھو عمر و بنی امیہؓ کیا کہہ رہے ہو؟“

عمر و بن عاصؓ: ”قسم ہے اللہ کی سچ کہہ رہا ہوں۔“

عبد: ”اچھا بتلاؤ، وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے؟“

عمر و بن عاصؓ: ”وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور معصیت الہی سے روکتے ہیں۔ وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔“

عبد: ”کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش! میرا بھائی میری رائے قبول کرے۔ ہم دونوں محمد ﷺ کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا اور دنیا ہی کا راغب رہا تو وہ اپنے ملک کے لیے

بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما: ”اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی ﷺ اسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمائیں گے۔ وہ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے غرباء میں تقسیم کرا دیا کریں گے۔“

عبد: ”یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے زکوٰۃ کے مسائل بتلائے۔ جب یہ بتلایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے تو عبد بولا: کیا وہ ہمارے مویشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا ہے اور خود ہی پانی جا چیتا ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ”ہاں! اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔“

عبد: ”میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دور دور تک بکھرے پڑے ہیں وہ اس حکم کو مان لیں گے۔“

الغرض عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما وہاں چند روز ٹھہرے۔ عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو بچھا دیا کرتا۔ ایک روز عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

کو بادشاہ نے طلب کیا۔ چوہداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو۔

چوہداروں نے چھوڑ دیا۔ یہ بیٹھنے لگے۔ چوہداروں نے پھر ٹوکا۔ انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے کہا: ”بولو، تمہارا کیا کام ہے؟“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے عجل دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

جیلر نے مہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اس نے بھی پڑھا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

بادشاہ نے پوچھا: ”مگر قریش کا کیا حال ہے؟“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ”سب نے طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔“

بادشاہ نے پوچھا: ”کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما: ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا۔ سب کچھ چھوڑ کر نبی ﷺ ہی کو اختیار کر

لیا ہے اور پوری غور و فکر اور عقل و تجربہ سے نبی ﷺ کی جانچ کر لی ہے۔“

بادشاہ نے کہا: ”اچھا تم کل پھر ملنا۔“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما دوسرے روز بادشاہ سے پہلے ملا۔ وہ بولا کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما پھر بادشاہ سے ملے۔

بادشاہ عمان کا اسلام

بادشاہ نے کہا: ”میں نے اس معاملے میں غور کیا ہے۔ دیکھا اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے

ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا، حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ

تحصیل کبھی سابقہ نہ ہوا ہو۔“

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ”بہتر میں کل واپس چلا جاؤں گا۔“

بادشاہ نے کہا: ”نہیں کل تک ٹھہرو۔“

دوسرے دن پادشاہ نے انہیں آدمی بھیج کر بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔ [1]

گورنران دمشق و یمامہ کا انکار

[4] منذر بن حارث بن ابوشمر، دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ شجاع بن وہب الاعدسی رضی اللہ عنہما اس کے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے۔ یہ پہلے تو خط مبارک پڑھ کر بہت ہلکا کہا میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا۔ بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا۔ مگر مسلمان نہ ہوا۔ [2]

[5] ہوزہ بن علی: حاکم یمامہ عیسائی المذہب تھا۔ سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہما نامہ مبارک اس کے پاس لے کر گئے تھے۔ اس نے کہا: اگر اسلام پر میری آدمی حکومت تسلیم کرنی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ہوزہ اس جواب کے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا۔ [3]

[6] جریج بن متی الملقب بہ مقوقس [4] شاہ اسکندریہ مصر عیسائی المذہب تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہما اس کے پاس سفیر ہو کے گئے تھے۔ نبی ﷺ نے خط کے آخر میں تحریر فرمادیا تھا کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا۔

مبلغ اسلام کی دربار مصر میں تقریر

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ پادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا۔

صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے: ﴿أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى﴾ (میں تم لوگوں کا بڑا رب ہوں) کہا کرتا تھا اور اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب اللہ کا غضب بھڑکا تو وہ ملک وغیرہ بچھ بھی نہ رہا۔ اس لیے لازم ہے کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں۔“

پادشاہ نے کہا: ”ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اسے ترک نہیں کریں گے۔ جب تک کہ اس سے بہتر کوئی دین نہ ملے۔“

حاطب رضی اللہ عنہما بولے: ”میں آپ کو دین اسلام کی جانب بلاتا ہوں جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔“

نبی ﷺ نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی۔ قریش نے مخالفت کی ہے اور یہود نے عداوت، لیکن سب میں سے محبت و دوست کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں۔ واللہ! جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بشارت دی اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کی بشارت دی ہے۔ قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل توراہ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا وہی قوم اس کی امت سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے مذہب کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

مقوقس کا جواب

مقوقس نے کہا: ”میں نے اس نبی ﷺ کے بارے میں غور کیا۔ ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ نہ وہ سا حزر ررساں ہیں، نہ کاہن کاذب اور ان میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے۔“

[1] زاد المعاد: 3/695، ابن سید الناس: 2/267، شرح المصاب: 3/352، نصب الرای: 4/423۔ [2] زاد المعاد: 3/697، ابن سید الناس: 2/270، شرح المصاب: 3/536، [3] زاد المعاد: 3/696، [4] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علامہ مصر و یورپ و عرب میں بہت اختلاف ہے۔ غالباً حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جریج بن متی کو چند یورپین مؤرخین نے (پورٹو بن جینا) بھی لکھا ہے۔ یہ رومی النسل تھا۔ مگر غالباً قبطی تھی۔

بہر حال میں اس معاملہ میں مزید غور کروں گا۔“

پھر آنحضرت ﷺ کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ آنحضرت ﷺ کے لیے تحائف بھیجے اور جواب خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسول ملک شام میں ہوں گے۔

ذکر ل: مشہور شجر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا۔ [1]

[7] ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ وجیہ بن خلیفہ الکھی بنی فلز [2] اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا اور سفیر سے نبی ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا۔

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا۔ حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ آیا ہو اس موجود ہو تو پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان مع دیگر تاجران مکہ سے شام آیا ہوا تھا۔ [3] اسے بیت المقدس پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا۔ اگر کوئی جواب نکلے تو مجھے بتلا دینا۔ ابوسفیان ان دنوں نبی ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ اگر مجھے ڈرنہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت باتیں بناتا۔ مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔

سوال و جواب یہ ہیں:

ابوسفیان و ہرقل کے مابین گفتگو

قیصر: ”محمد ﷺ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟“

ابوسفیان: ”شریف و عظیم۔“

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: سچ ہے کہ نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ ان کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔

قیصر: ”محمد ﷺ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟“

ابوسفیان: ”نہیں۔“

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: ”نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟“

ابوسفیان: ”نہیں۔“

ہرقل نے اس جواب پر کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھے۔

قیصر: ”اس کے باپ دادا میں کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے؟“

[1] زاد المعاد: 692/3، ابن سید الناس: 265/2، شرح المواہب: 348/3، نصب الرای: 421/4، بخاری: 272/2

[2] وجیہ بن فلز کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک شہمی ہوتا ہے جو قضاہ کی بڑی شاخ ہے۔ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور جملہ مشاہدہ مابعد میں شامل ہوئے۔

[3] بخاری: 2941، مسلم: 1773

ابوسفیان: ”نہیں۔“

ہرقل نے اس جواب پر کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: ”محمد ﷺ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قومی لوگ؟“

ابوسفیان: ”مسکین حقیر لوگ۔“

ہرقل نے اس جواب پر کہا: ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ”ان لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے یا کم ہوتی ہے؟“

ابوسفیان: ”بڑھ رہی ہے۔“

ہرقل نے کہا: ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: ”کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟“

ابوسفیان: ”نہیں۔“

ہرقل نے کہا: لذت ایمان کی یہی تاثیر ہوتی ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی ہے اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے، تب جدا نہیں ہوتی۔

قیصر: ”یہ شخص کبھی عہد و پیمانہ کو توڑ بھی دیتا ہے؟“

ابوسفیان: ”نہیں، لیکن اس سال ہمارا معاہدہ (۱) اس سے ہوا ہے، دیکھیے کیا انجام ہو۔“

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور یوں کہا: بے شک نبی

عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دنیا دار کیا کرتا ہے، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: ”کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟“

ابوسفیان: ”ہاں۔“

قیصر: ”جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟“

ابوسفیان: ”کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)۔“

ہرقل نے کہا: اللہ کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے، لیکن آخر کار اللہ کی مدد اور فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر: ”اس کی تعلیم کیا ہے؟“

ابوسفیان: ”ایک رب کی عبادت کرو۔ باپ دادا کا طریق (بت پرستی) کو چھوڑ دو۔ نماز، روزہ، سچائی، پاکدامنی، صلہ رحمی پابندی اختیار کرو۔“

ہرقل نے کہا: نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے، لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب

میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ پر جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام وہ بیت المقدس) ضرور

قابل ہوجائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی ﷺ کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا نام مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار سے سن کر بہت چپخیز اور چلائے اور ہم کو دربار سے

(۱) اس وقت رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ ابوسفیان کا اشارہ اسی معاہدہ کی طرف ہے۔

نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت ﷺ کی آئینہ عظمت کا یقین ہو گیا۔

کسری (شاہ فارس) کو تبلیغ

8 خسرو پرویز۔ کسری ایران۔ نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ زرتشتی مذہب رکھتا تھا۔ عبداللہ بن خدامہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى كَسْرَى عَظِيمِ فَارِسَ - سَلَامٌ عَلَيَّ مِنْ اتَّبِعَ الْهُدَى وَ آمَنَ بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَحَدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَ رَسُولُهُ، وَ أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ اللَّهِ فَإِنِّي أَنَا رَسُولُ اللَّهِ إِلَى النَّاسِ كَمَا فَتَى لَأُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَ يَحَقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ - فَاسْلِمَ تَسْلِيمًا - فَإِنِ آيَّتٌ فَإِنَّهُمْ الْمَجُوسَ عَلَيْكَ -

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے

”محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسری بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا، اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لاتا اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں تجھے اللہ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اسے عذاب الہی کا ڈر سنا دیا جائے اور جو کوئی منکر ہیں ان پر اللہ کا قول پورا ہو، تو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہے گا، ورنہ قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہوگا۔“

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصے سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا: ”میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔“

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا۔ یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

گورنر یمن کا دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کے لیے

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا۔ فوجی افسر کا نام خز خسرو تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا جس کا نام بانو یہ تھا۔ بانو یہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرت ﷺ کو کسری کے پاس پہنچا دے لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمد ﷺ ضرور تباہ ہو جائے گا کیوں کہ شہنشاہ کسری نے اسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دے دیا ہے۔

قتل خسرو کی آپ ﷺ کا باعلام الہی خبر دینا

جب یہ افرس مدینہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی ﷺ نے فرمایا آج رات تمہارے بادشاہ کو اللہ نے ہلاک کر ڈالا، جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا اور تخت کا مالک شیرویہ ہے جو باپ کا قاتل تھا [1]۔ اب باذان نے نبی ﷺ کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کیں اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

جو سفیر نبی ﷺ نے بھیجا تھا اس نے واپس آ کر عرض کیا کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ قَتَلَ مُلْكًا“ اس نے اپنی (قوم کے) فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے۔ ناظرین! اس مختصر اور پرہیز جملہ کو دیکھیں اور سواتیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی اور جس کی فتوحات بارہا یونان و روم کو نیچا دکھا چکی تھیں؟ ہرگز نہیں۔

چند والیان ملک کا مشرف باسلام ہونا

مناسبت مقام سے اس جگہ ان والیان و حکمرانان ملک کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں جنہیں نبی ﷺ کے مقرر کردہ منادان اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

[1] شامہ: نجد کا حکمران تھا۔ 6 ہجری میں مسلمان ہوا۔ [2]

[2] جملہ: عرب کی مشہور و قدیم سلطنت حسان کا حکمران تھا۔ 7 ہجری میں مسلمان ہوا۔ [3]

[3] قرودہ بن عمرو خزاعی: علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا تو قیصر نے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے۔ قرودہ نے انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا اور پھر قتل کر دیا۔ اللہ کے پیارے بندے نے دولت، حکومت، عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں مگر اسلام ترک نہ کیا۔

[4] اکیدر: دومۃ الجندل کا حکمران تھا۔ 9 ہجری میں مسلمان ہوا۔

[5] ذی الکلاع حمیری: یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا۔ یہ اپنے

آپ کو اللہ کہلایا کرتا اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہوجانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار (18000) غلام آزاد کیے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ آ کر رہا اور زہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

[1] ناظرین نبی ﷺ کے نامہ مبارک کے الفاظ ”اسلمت سلمت“ پر مکرر غور کریں۔ اس میں درج تھا کہ اگر مسلمان ہوجائے گا تب سلامت رہے گا۔ یہ تہدید تھی بلکہ اخبار عن النیب (پیش گوئی) تھا۔ (فتح الہامی: 127/8، 128، محاضرات: 147/1) [2] شامہ بن اعلم رضی اللہ عنہ نے مسیلہ کذاب کے ہنڈے میں اسلام کی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ نبی ﷺ نے ان کے پاس اس بارہ میں فرات ابن حبان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ [3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جملہ بن الاسد مرتد ہو گیا تھا، کیونکہ طواف کعبہ کے دوران جملہ کی عمارت پر ایک بدوی کا پاؤں آ گیا تھا۔ جملہ نے اس بدوی کو پھینکا مارا۔ جب معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ بدلہ میں بدوی جملہ کو اسی طرح پھینکا مارے۔ جملہ نے اس سزا کو سامنے سے انکار کر دیا اور فرار ہو کر قیصر روم کے پاس چلا گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام کی اشاعت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حسن و خوبی کے ساتھ ہوئی تھی، اس کی مختصر کیفیت، ان وفود (Deputations) سے اندازہ کی جاسکتی ہے جو وقتاً فوقتاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو دروازے آیا کرتے تھے۔

وفود (Deputations) کا آنا، واپس جانا، ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کا سب لوگوں کے کان تک پہنچانا کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعتانہ جنگ تو جن میں مجبوراً شامل ہونا پڑا ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھی لیکن ان وفود (Deputations) کو دیکھ کر ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے۔

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چٹیل میدان میں بہا دیئے تھے جس کی طرف تمام پیا سے چلے آتے تھے۔ دعوت عام کی دوسری زبردست دلیل ان وفود کا حاضر ہونا ہے۔ جن قبائل کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ میں نے ان قبائل کے نام اس فہرست میں شامل نہیں کیے جن کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آنا، ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لیے تھا۔

(1) دوس، (2) صماء، (3) ثقیف، (4) عبدالقیس، (5) بنی حنیفہ، (6) طے، (7) اشعرمین، (8) ازو، (9) فردہ جذامی، (10) ہمدان، (11) طارق بن عبد اللہ، (12) تجیب، (13) بنی سعد ہذیم، (14) بنو اسد، (15) بہراء، (16) عذراء، (17) خولان، (18) محارب، (19) غسان، (20) بنی الحارث، (21) بنی عیس، (22) عامد، (23) بنی فزارة، (24) سلامان، (25) نجران، (26) نضج۔
ذیل میں مندرجہ بالا وفود کے مختصر مختصر حال درج کیے جاتے ہیں۔

① وفود دوس

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عا فرمائیے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ یا اللہ! طفیل رضی اللہ عنہ کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے۔ طفیل رضی اللہ عنہ گھر پہنچا تو بوڑھا باپ طے کے لیے آیا۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاوا جان! اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔ بوڑھے نے کہا: ”یہ کیوں؟“ طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین قبول کر کے مسلمان ہو کے آیا ہوں۔“ بوڑھے نے کہا: ”بیٹا! جو تیرا دین ہے وہی میرا بھی ہے۔“

طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: ”خوب! اب آپ اٹھیے، غسل فرمائیے، پاک کپڑے پہن کر تشریف لائیے تاکہ میں اسلام کی تعلیم دوں۔“ پھر طفیل رضی اللہ عنہ کی بیوی آئی۔ اس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اب طفیل رضی اللہ عنہ نے اسلام کی منادی شروع کر دی لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے۔

طفیل رضی اللہ عنہ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے۔ (چونکہ اسلام زنا کو نجی سے حرام ٹھہراتا ہے) اس لیے لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ حضور ﷺ ان کے لیے دعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے زبان سے کہا: اَللّٰهُمَّ اٰھِدْ ذُوۡنَا۔ اے اللہ دوس کو سیدھا راستہ دکھلا۔ پھر طفیل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ۔^[1]

دعوت اسلام کرنے والوں کے لیے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤ۔ ان سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو۔ اس دفعہ طفیل رضی اللہ عنہ کو اچھی کامیابی ہوئی۔ وہ 5 ہجری میں دوس کے سترہی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے، ساتھ لے کر مدینہ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ خیر گئے ہوئے ہیں اس لیے خیر ہی پہنچ کر اس نے شرف حضوری حاصل کیا اور یہ سب لوگ بھی خیر ہی میں نبی ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ نبی ﷺ کے چچیرے بھائی بھی جش سے وہاں کے جشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے لے کر خیر ہی جا پہنچے۔^[2]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جش سے وہاں کے نو مسلموں کو لے کر اور حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یمن سے دوس کے نو مسلم خاندانوں کو لے کر خیر میں پہنچ جانا گویا یہودیوں کو اللہ کی طرف سے یہ بتلا دینا تھا کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں ”دلوں کے قلعوں“ کو آسانی سے فتح کر رہی ہے اس کی مخالفت میں اپنے ایشٹ پتھر کے قلعوں پر بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

(2) وفد صداء

یہ وفد 8ھ میں حاضر خدمت نبوی ﷺ ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن جابر رضی اللہ عنہ صدائی حاضر ہوا۔ پھر وہ بارہ وہی زیاد تو قوم کے پندرہ (15) سرکردہ لوگوں کو لے کر آیا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان کی تواضع کے لیے مامور ہوئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد ان کے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

زیاد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے۔ سر میں اس کا پانی کافی ہوتا ہے۔ لیکن گرمیاں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اس لیے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے۔

بے خبروں کو اسلام سکھنے کی بہت ضرورت ہے

ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے۔ تعلیم و تعلم کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ دعا فرمائیے کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سات کنگریاں اٹھا لاؤ۔ زیاد رضی اللہ عنہ لے آیا۔ نبی ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دے دیا۔ فرمایا: ”ایک ایک کنگری اس کنوئیں میں گرا دینا۔ ہر ایک کنگری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔“ زیاد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ اس کے قعر کا پانی نہ لگا کرتا۔^[3]

(3) وفد ثقیف کا حال

ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کے لیے نبی ﷺ خدمت میں آیا تھا۔ وہ عروہ بن مسعود

[1] بخاری: 2937، 4393، مسلم: 252، 197، دلائل النبوة للحموی: 359/50، 243، احمد: 78/3، ابن سعد: 176/1۔ [2] زاد المعاد: 626/3، اسد الغابہ: 78/3۔ [3] زاد المعاد: 666/3، احمد: 169/4، ابن سعد: 327، 326/1، ابن سعد الناس: 255/2، تنویر معراج ابن عبدالمکرم: 212۔

ثقفی بنی ہاشم تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا۔ جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبہ توفیق الہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ عروہ بنی ہاشم کے گھر میں دس (10) بیویاں تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے چار (4) کو رکھ کر باقی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ (1)

جب عروہ بنی ہاشم اسلام سیکھ چکے تو انھوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے، اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرمادیجیے، نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری قوم تمہیں قتل کر دے گی۔ عروہ بنی ہاشم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے۔ یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا اور وعظ اسلام شروع کر دیا۔ ایک روز

(1) اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا۔ اور کوئی پابندی نہ تھی کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لاکھ روکھ روکھ بنایا اور کثرت کے لیے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی۔ آج کل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا۔ ایسا اعتراض کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کس طرح اللہ نے یہودیوں کے رواج کثرت زوجات میں کوئی اصلاح کی تھی؟ اگر نہیں تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے جملہ مذاہب عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی۔ انجیل متی 25 باب کو شروع سے پڑھو دیکھو جس میں ایک دو لڑکا کے ساتھ 10 کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے۔ جن میں پانچ تو دو لڑکوں کے ساتھ جاتی اور پانچ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل بھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دو، تین، چار تک اجازت دے کر پھر یہ فرمایا گیا ہے: ﴿وَإِنْ حِفْظُهُمْ أَنْ لَا تَغْلِبُوا الْفَوَاحِشَ﴾ [نساء: 3] اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم اپنی بیویوں کے لیے عدل نہ کر سکو گے تب صرف ایک بیوی کرنا۔ پھر یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَكِنْ تَسْتَغْلِبُوا أَنْ تَغْلِبُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَقَدْ حَرَّمْنَا عَلَيْكُمْ﴾ [النساء: 129] تم بھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو۔ پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کی تمام مذاہبی کتابوں سے خوشتر تب صرف ایک ہی بیوی کے الفاظ کو قانونی اور عملی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کے لیے یہی خیر و فضل کافی ہے۔ کتاب خدا کے موضوع سے زیادہ نبی کے جوارہ عقلی و قلبی دلائل کا بیان بیان کیا جائے۔ لیکن مختصر اس جگہ تاکہ وہ بیا ضروری ہے کہ جب توئی عزت و وقار کا عنصر کثرت آبادی پر ہو تب اس وقت توئی عزت کے لیے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عقل مند جانتے ہیں کہ مہارک دو ہیں جو قوم کے لیے اپنے آپ کی قربانی کر دیتے ہیں۔

(2) لفظ طلاق سے بھی یورپین مصنف بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ جسٹس کوڈ (Justice Code) میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لیے بحال رکھی گئی ہے۔ وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں کہ آج دنیا میں صرف یورپ ہی ہے جہاں طلاق کثرت دی جاتی ہے۔ اور طلاق منظور کرنے والی عدالتیں جداگانہ یورپ ہی میں ہیں۔ اسلام نے تو یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین عرب کی ہر روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھا دی ہیں۔ جس سے طلاق کی رسم قریباً لمبا میٹ ہوگئی۔ (1)۔ مزید وہ طلاق کی روک ہے۔ طلاق شرعی تین (3) ہیں۔ ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہیے۔ یہ تین مہینے کی مہاجھی طلاق کے لیے روک ہے۔ (2) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔ (3) طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں اور یہ بھی اہل غیرت کے لیے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے طلاق کی روک ہے۔ (4) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک کوئی اور اس سے نکاح نہ کر لے اور پھر اتفاق وقت سے نہ چھوڑے۔ یہ سخت دشوار شرط بھی طلاق کے لیے روک ہے۔ (5) سب سے بڑھ کر ان ابغض الحلال عند اللہ الطلاق (اورا) 2178، 2179 میں لاجہ (2018) سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: ”جانکاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔“ (6) قرآن مجید میں ہے نبی ﷺ نے اپنے صحابی زید بن حارثہ سے فرمایا: ﴿امسك عسليك زوجك وانسى الله﴾ [الاحزاب: 37] (اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے) (اورا) سے طلاق دینے میں اللہ سے ڈر۔ لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی ہایت کہا گیا ہو۔ (7) قرآن مجید نے گھبراہٹ کو فروغ دیا ہے۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی۔ اس سے بھی طلاق کی کمی ہوگئی۔ (8) قرآن مجید نے ایلاہ کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق کے معنی ہی مستعمل ہوتا تھا اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی۔ (9) قرآن مجید نے لازم ظہر لیا ہے کہ جاتی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کیے جائیں۔ اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کرادیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے۔ ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے لیکن یورپ میں جو عدم جواز طلاق کے مسئلہ پر منحصر ہے کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی محلہ ایسا نہ ملے گا جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں۔ (محمد سلیمان)

□ مصنف کی یہ بات حقیقت کے برعکس ہے کہ ہر حیض کے بعد اور ہر ماہ طلاق دی جائے، جب کہ ایک طلاق کے بعد ہی اگر خاوند رجوع نہ کرے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر بیوی پہلے خاوند کے گھر ہی بسنا چاہتی ہو تو دونوں میں تجویز نکاح ہو سکتا ہے۔

کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”زنا تو حرام ہے اور اللہ پاک کا اس کے لیے یہ حکم ہے: ﴿لَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَاتِ سِوَا مَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ﴾ [بنی اسرائیل: 32] ”تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو سخت بے حیائی اور بہت برا طریق ہے۔“

② سود کا روپیہ لینا حرام ہے

یار رسول اللہ ﷺ! سود کے بارہ میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا، تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾ [البقرہ: 278]

”اے ایمان والو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے وہ بھی چھوڑ دو۔“

③ شراب کا استعمال حرام ہے

یار رسول اللہ ﷺ! خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے اور اس کے بغیر تو ہم نہیں رہ سکتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: شراب کو اللہ نے حرام کر دیا ہے؛ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ﴾ [المائدہ: 90]

”اے ایمان والو! شراب، جوا، انصاب وازلام ناپاک وگندے، شیطانی کام ہیں، ان سے بچا کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

دوسرے روز اس نے آ کر کہا: خیر ہم آپ کی سب باتیں مان لیں گے لیکن (رتہ) کو کیا کریں؟ (رتہ مونٹ ہے لفظ رب کی جس دیوی کے بت کو یہ پوجا کرتے تھے اسے رتہ کہا کرتے تھے) نبی ﷺ نے فرمایا: ”اسے گرا دو۔“

وفد کے لوگوں نے کہا: ہائے ہائے! اگر رتہ کو خیر ہوگی کہ آپ اسے گرا دینا چاہتے ہیں تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: افسوس! ابن عبد یاسیل رضی اللہ عنہ تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے۔ ابن عبد یاسیل نے کھسیان ہو کر کہا: عمر رضی اللہ عنہم تمھ سے بات کرنے نہیں آئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

اسے گرانے کی ذمہ داری حضور ﷺ خود لیں، کیوں کہ ہم تو اسے کبھی نہیں گرائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خیر میں گرانے والے کو بھی بھیج دوں گا۔“

ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ اس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجیے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔ [1]

الغرض یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے وہ مسلمان ہو کر وطن واپس چلے گئے۔ انھوں نے چلنے وقت کہا کہ ہمارے لیے کوئی امام

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد یاسیل رضی اللہ عنہ جو طائف کا حکمران نہیں تھا، ایک ہوشیار شخص تھا۔ وہ اپنے آپ کو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لیے بظاہر اعتراضات و سوالات کرتا تھا تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث و مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کو سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

ان ہی میں ایک شخص عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ تھا جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا۔ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کبھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھ لیا کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو ان کا امام مقرر فرما دیا۔ وفد نے راستہ میں مشورہ کیا کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیے۔ جب یہ وطن پہنچ گئے تو قوم نے پوچھا: کہو کیا حال ہوا؟

وفد نے کہا: ہمیں ایک سخت خو، درشت گو شخص سے سابقہ پڑا جو ہمیں ان ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے مثلاً لات و عزنی کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا، شراب، زنا کو حرام سمجھنا۔ قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں مانیں گے۔ وفد نے کہا: اچھا ہتھیاروں کو درست کرو اور جنگ کی تیاری کرو۔ قلعوں کی مرمت کر لو۔ دو دن تک ثقیف اس ارادے پر جمے رہے۔ تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے۔

بھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کیوں کر لڑ سکیں گے۔ سارا عرب تو اس کی اطاعت کر رہا ہے۔ پھر وفد کے لوگوں نے کہا، جاؤ جو کچھ بھی وہ کہتا ہے قبول کر لو۔

وفد نے کہا: اب ہم تم کو صحیح صحیح بتلاتے ہیں۔ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویٰ میں اور وفا میں رحم میں اور صدق میں سب سے بڑھ کر پایا۔ ہم تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی۔ قوم نے کہا کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا اور ہم کو ایسے سخت غم و الم میں کیوں ڈالا۔ وفد نے کہا: ہمارا مدعا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہوئے اشخاص خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہنچ گئے۔ انھوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے سب مرد و زن، بوڑھے، بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے۔ پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کے توڑنے کے لیے تیر چلایا مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اٹھے، رب نے مغیرہ کو دھتکار دیا ہے اور ربہ [۱] نے اسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے۔ تم کچھ ہی کوشش کرو مگر اسے نہیں گرا سکتے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خفا ہو کر کہا: ثقیف والو، تم بہت ہی بے وقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کر بھی کیا سکتا ہے۔ لوگو! اللہ کی عاقبت قبول کرو اور اس کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اول اس بت کو توڑا اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا اور انھیں گرانہ شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر چاڑھے اور اس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کے چھوڑا۔

مندر کا پجاری کہنے لگا کہ مندر کی بنیاد انھیں ضرور غرق کر دے گی۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی اور اس طرح قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ [۲]

[۱] ربہ دیوی کو کہا کرتے تھے۔ [۲] زاد المعاد: 3/595-598

14) وفد عبدالقیس کا حال

قبیلہ عبدالقیس کا وفد خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا نبی ﷺ نے پوچھا تم کس قوم سے ہو؟ عرض کیا: قوم ربیعہ سے، نبی ﷺ نے انھیں خوش آمدید فرمایا۔

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں اس لیے صاف اور واضح طور پر سمجھا دیا جائے، جس پر ہم عمل کرتے رہیں اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا: میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا اور چار چیزوں سے بچنے کا حکم دیتا ہوں۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں:

(1) کیلئے اللہ پر ایمان لانا، اس سے مراد یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی شہادت ادا کرنا۔ (2) نماز۔ (3) زکوٰۃ۔ (4) رمضان کے روزے اور مالِ فقیریت سے غصے نکالنا۔

چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے، یہ ہیں:

(1) دبا (توہنا)۔ (2) حنتم (لاکھی برتن)۔ (3) تھیر (شراب کے لیے لکڑی کا ایک برتن)۔ (4) مزفت (قیر آلودہ برتن) ﴿۱﴾

ان باتوں کو یاد رکھو اور پچھلوں کو بھی بتا دو۔

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، حضور ﷺ کو معلوم ہے کہ تھیر کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: ”جاننا ہوں کھجور کے درخت میں زخم لگا کر عرق نکالتے ہیں اور اس میں کھجوریں ڈال کر سٹے ہو، اس پر پانی ڈالتے ہو، اس میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے تب پیا کرتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اس نشہ میں اپنے پیچیرے بھائی کو قتل کر ڈالے۔“ (عجیب بات یہ ہے کہ اسی وفد میں ایک شخص بھی تھا جس نے تھیر کے نشہ میں اپنے پیچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔)

ان لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں۔ فرمایا: مشکوں میں جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے یہاں جو ہے بکثرت ہوتے ہیں۔ اس لیے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں۔ فرمایا: ”خواہ سالم ہی نہ رہیں۔“ ﴿۲﴾

اسی وفد کے ساتھ جارود بن بشر بن المعلى بھی آیا تھا۔ یہ مسیح المذہب تھا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں۔ اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں، میں ضامن بنتا ہوں کیوں کہ جس مذہب کی میں دعوت دے رہا ہوں، یہ اس مذہب سے بہتر ہے جس پر تم اب ہو۔

﴿۱﴾ بخاری: 53، مسلم: 17۔ اس قوم میں شراب بکثرت پائی جاتی، بنائی جاتی، بخرو کی جاتی، نبی ﷺ نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت ان طریقہ کا استعمال بھی منع فرما دیا جن میں شراب پی جاتی یا رکھی جاتی تھی۔ جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی۔ جب ان برتنوں کے استعمال سے ممانعت بھی دور کر دی گئی تھی۔ اس سے مسلمان باسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

دہا: کدو کو درمیان سے کھرچ کر (اندر سے خالی کر کے) ایک طرح کا برتن بنا لیا جاتا تھا۔

حنتم: ایسا مذہب جس کی بیرونی سطح پر روغن کر لیا جاتا۔

تھیر: کھجور کی جڑ کی لکڑی جسے درمیان سے خرا کر بطور برتن استعمال کیا جاتا تھا۔

مزفت: مٹی کا ایسا برتن جس کے باہر تار کول پھیر دیا جائے۔ ﴿۲﴾ مسلم: 7، زاد المعاد: 3/606

جارود کے ساتھ اور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے۔ ①

⑤ وفد بنی حنیفہ

بنو حنیفہ کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ثمامہ بن اخال رضی اللہ عنہ کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آ کر مسلمان ہوا تھا۔ اسی وفد کے ساتھ مسیلہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ میں آ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر محمد ﷺ یہ اقرار کریں کہ مجھے ان کا جانشین بنایا جائے گا تو میں بیعت کروں گا۔

نبی ﷺ نے یہ سنا حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، فرمایا: ”میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔ اگر وہ بیعت نہ کرے گا تو اللہ اسے تباہ فرمائے گا۔ اس کا انجام اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھا دیا ہے۔ یعنی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا کہ انھیں پھونک سے اڑا دو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان سے مراد مسیلہ کذاب اور غنمی صاحب صنعا ہے۔“ ②

مسیلہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا مگر نبی ﷺ کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں۔

10 ہجری میں مسیلہ کذاب اور نبی ﷺ میں یہ خط و کتابت ہوئی۔

مِنْ مُسَيْلَمَةَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ - أَمَا بَعْدُ فَإِنَّا نَبْضُ الْأَرْضِ وَنَقْرُؤُهَا نَبْضُهَا - لَا يَنْصِفُونَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ -

”اللہ کے رسول مسیلہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام۔ واضح ہو کہ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو۔“

نبی ﷺ نے جواب دیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ إِلَى مُسَيْلَمَةَ الْكُذَّابِ - أَمَا بَعْدُ فَإِنَّا الْأَرْضُ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ - وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِنَ اتَّبَعِ الْهُدَى - (کتب ابن کعب) ③

”اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ اللہ کے نبی محمد ﷺ کی طرف سے مسیلہ کذاب کے نام۔ واضح ہو زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت تو تقویٰ شعار لوگوں

① ابن حبان: 1171، ترمذی: 1882، ابن ماجہ: 2502، احمد: 80/5، ہذا الوعاء: 606/3، ابن ہشام: 275/2، بخاری: 7372

② صحیحین میں بروایت ناخ بن جبیر عن ابن عباس۔ مسیلہ اور غنمی دو کذاب شخص گذرے ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ اللہ نے دونوں کو تباہ کر دیا۔ کامیابی اور راہدی صداقت کی رفاقت اسی کو ملی جو اللہ کا چار رسول تھا۔ قرآن مجید میں قریش کوئی موجود ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَوَجْهِ الْحَقِّ لِضَلْطَمَةِ عَالِي الدِّينِ مُحَمَّدٍ﴾ [الحج: 28] اللہ نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اور ظہور پائے۔ (بخاری: 4373/4، مسلم: 2273)

③ مستدرک: 487/3، ابوداؤد: 2761، 2772، خرج الطحاوی: 238/1، ابن ہشام: 576/2، ابن سعد: 316/1

کے لیے ہے۔ سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا خط حبیب بن زید بن عامر مؓ کے لے کر گئے تھے۔ کذاب نے ان کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹوا دیے تھے۔ [1]

۱۶) وفد طے کا بیان

قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید انخیل تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی وہ دیکھنے کے وقت اس سے کم ہی نکلا۔ ایک زید انخیل اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے۔ [2]

۱۷) وفد اشعریین کا حال

قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ ان کے آنے پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ ”اہل یمن آئے، جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں۔“ [3]

ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی۔ مسکت بکریوں والوں میں، فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

غَدًا نَأْتِي الْأَحْزَابَ مُعْتَمِدًا وَوَحِيدًا

”کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔“ [4]

۱۸) وفد ازد کا حال

یہ وفد سات (7) اشخاص کا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے ان کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا: تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: ہم مومن ہیں۔

ایمان کی حقیقت

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتلاؤ کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم پندرہ خصالتیں رکھتے ہیں۔ پانچ (5) وہ ہیں جن پر اعتقاد رکھتے ہیں اور پانچ (5) وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا۔ پانچ (5) وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ (5) باتیں جن پر حضور ﷺ کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا، یہ ہیں: (1) ایمان باری تعالیٰ پر (2) فرشتوں پر

[1] فوج البلدان باذری ص: 95۔ اس جگہ تاریخین کی اطلاع کے لیے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلہ پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی تھی۔ سیدہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کلمہ میں، میں نے ایک عقیم انسان کو مارا تھا تو اسلام میں آ کر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ اللہ نے میرے گناہ کی عافی کر دی۔ [2] زاد المعاد: 3/616 زید الخیر شاعر۔ خطیب بہادر و زبان آور تھے۔ ان کے دو بیٹے ملک و حریت بھی صحابی ہیں۔ (زاد المعاد: 3/617) [3] مسلم: 52/84، زاد المعاد: 3/619۔ [4] زاد المعاد: 3/619،

(3) اللہ کی کتابوں پر (4) اللہ کے رسولوں پر (5) مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

پانچ (5) باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتلائی گئی ہیں۔

(1) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا۔ (2) پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا (3) زکوٰۃ دینا (4) رمضان کے روزے رکھنا (5) بیت الحرام کا حج

کرنا، جسے راہ کی استطاعت ہو۔

پانچ (5) باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں: (1) آسودگی کے وقت شکر کرنا (2) مصیبت کے وقت صبر کرنا (3) قضائے الٰہی پر رضا مند ہونا (4) امتحان کے مقامات میں راست بازی پر قائم رہنا (5) اعدا کو شتات نہ دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنہوں نے ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے اور ان کی دانش مندی سے معلوم ہوتا ہے گویا وہ انبیاء ﷺ تھے۔ اچھا پانچ (5) چیزیں اور بتا دیتا ہوں تاکہ پوری بیس (20) خصلتیں ہو جائیں۔

مزید پانچ باتیں

□ وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔

□ وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو۔

□ ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو۔

□ اللہ کا تقویٰ رکھو جس کی طرف لوٹ جانا ہے اور جس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔

□ ان چیزوں کی رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی۔ جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔

ان لوگوں نے نبی ﷺ کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ ①

① فروہ بن عمرو والحجازی رضی اللہ عنہ کی سفارت آنے کا ذکر

عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا اس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ اس کا دار الحکومت معان

تھا۔ فلسطین کا متصل علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا۔

نبی ﷺ نے اسے نامہ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا۔ فروہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت ﷺ کے لیے

ایک سفید رنگ کا قیمتی خمر بدیہ میں بھیجا تھا۔

جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اس کے مسلمان ہوجانے کی اطلاع ملی تو اسے حکومت سے واپس بلا لیا۔

پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا۔ جب فروہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو اسے قید کر دیا گیا۔ آخر یہ رائے ہوئی کہ اسے پھانسی

پر لٹکا دیا جائے۔ شہر فلسطین میں ”عفران“ نامی تالاب پر اسے پھانسی دی گئی۔ جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا تو اس نے یہ شعر پڑھے: ②

أَلْأَهْلُ أَسَى سَلَسَى بَأَنَّ خَيْلَهَا

عَلَى مَاءِ عَفْرَانَ فَوْقَ أَحَدَى الرِّوَا حِلْ

عَلَى نَاقَةٍ لَمْ يَضْرِبِ الْفَحْلُ أُمَّهَا

مُسَدَّبَةٌ أَطْرَافُهَا بِالسَّمَا حِلْ

① زاد المعاد 3/672 از کتاب معرفۃ الصحاب لابی نعیم التتونی 336۔ ② ان اشعار میں پھانسی کی پہیلی ہے۔

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا:

بَلِّغْ سَرَاةَ الْمُسْلِمِينَ بِأَنِّي
سَلِّمٌ لِرَبِّي أَعْظَمِي وَمَقَامِي ①

① وفد ہمدان

یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعت اسلام کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں چھ (6) ماہ تک رہے۔ اسلام نہ پھیلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا۔ ان کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خط جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو سجدہ شکر ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا: السّلام علی ہمدان (ہمدان کو سلامتی ملے)

یہ وفد انہی لوگوں کا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے آئے تھے۔ مالک بن نمط رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے۔

إِلَيْكَ جَاوَزْنَ سَرَادَ الرَّيْفِ
فِي هَبَوَاتِ الصَّيْفِ وَالْخَرِيفِ

مُخَطَّمَاتٍ بِجِجَالِ الْآيْفِ ②

<http://mujahid.xtgem.com>

② وفد طارق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ کے ”سوق الحجاز“ میں کھڑا تھا، اس نے میں ایک شخص وہاں آیا جو پکار پکار کر کہتا تھا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا۔

”لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ۔“

ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے آیا جو گنگریاں اسے مارتا اور کہتا تھا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَصِدِّقُوهُ فَإِنَّهُ كَذَّابٌ

”لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ جھوٹا شخص ہے۔“

میں نے دریافت کیا کہ یہ کون کون ہیں؟

لوگوں نے کہا: یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہے۔ اور دوسرا اس کا چچا عبدالعزیٰ ہے

(ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا) ③

طارق کہتا ہے کہ اس کے بعد برسوں گزر گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے۔ اس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا، مدینہ گئے۔ تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں۔ جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے تو ہم اس لیے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے

① زاد المعاد 3/646 ابن ہشام 2/592 ② زاد المعاد 3/622 ③ اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی محبت اور صبر و استغفار سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ دشمن کہتے ہیں کہ اسلام بڑور شمشیر پھیلا یا گیا۔

اتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہوں گے۔

اتنے میں ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادریں تھیں۔ اس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے، کدھر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ ربذہ سے آئے ہیں اور یہیں تک قصد ہے۔ پوچھا: ”مدعا کیا ہے؟“ ہم نے کہا: ”کہ کھجوریں خرید کرنی ہیں۔“

ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کے مہار ڈالی ہوئی تھی۔

اس شخص نے کہا: ”یہ اونٹ بیچتے ہو؟“ ہم نے کہا: ”ہاں، اس قدر کھجوروں کے بدلے دیں گے۔“ اس شخص نے یہ سن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا اور مہار شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا۔ جب شہر کے اندر جا پہنچا تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے کہ یہ ہم نے کیا کیا؟ اونٹ ایسے شخص کو دے دیا جس سے ہم واقف تک نہیں اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام نہ کیا۔

ہمارے ساتھ ایک ہودن نشین (سردار قوم) کی عورت بھی تھی۔ وہ بولی کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودہویں رات کے چاند کے روشن حصے جیسا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا۔ کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے (اور قیمت شتر) کی کھجوریں بھیجی ہیں۔ (تمہاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو۔ جب ہم کھانی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا نظر کر رہا ہے۔ ہم نے منبر پر ڈال کر پوچھا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا فرمایا؟“

تَصَدَّقُوا، فَإِنَّ الصَّدَقَةَ خَيْرٌ لَّكُمْ، الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى أَمَّاكَ وَأُمَّكَ وَأَخَاكَ وَأَذْنَاكَ أَذْنَاكَ۔

”لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمہارے لیے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو، باپ کو،

بہن کو بھائی کو پھر قریبی کو اور دوسرے قریبی کو دو۔“ [1]

⑫ وفد نجیب

قبیلہ نجیب کے تیرہ (13) شخص حاضر ہوئے تھے۔ یہ اپنے قوم کے مال و مواشی کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کرو۔ انھوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ ﷺ فقراء کو دے کر جو ج رہا ہے ہم وہی لے کر آئے ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ جس کی بہبودی چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔“ [2]

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے چند باتوں کا سوال کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو جوابات لکھوادے تھے۔ [3]

[1] اخرجه الحاكم في المستدرک 2/611، سندہ قابل للتحصین و صححہ و وفقه اللہمی، زاد المعاد: 3/650۔ [2] مصنف ابن ابی شیبہ:

222/3 [3] جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قلم بند نہیں کی گئیں۔ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

یہ لوگ قرآن اور سنن ہدی کے سیکھنے میں بہت راغب تھے۔ اس لیے نبی ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی تواضع کے لیے خاص طور پر متعین کر دیا تھا۔

یہ لوگ وہی کی اجازت کے لیے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کے لیے کیوں گھبراتے ہو؟

کہا: دل میں یہ جوش ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیے ہیں، نبی اللہ ﷺ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے، جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آ کر حاصل ہوئے ان سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو عطیات سے سرفراز کیا اور رخصت فرمایا۔ پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ایک نوجوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا اسے بھی بھیج دینا۔ وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! حضور نے میری قوم کے لوگوں پر لطف و رحمت کی ہے، مجھے بھی کچھ مرحمت فرمائیے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟

کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا دعا اپنی قوم کے مدعا سے الگ ہے۔

اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے ہیں اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

تم کیا چاہتے ہو؟ <http://mujahid.xtgem.com>

التماس دعا

کہا: میں اپنے گھر سے صرف اس لیے آیا تھا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے۔

نبی ﷺ نے اس کے لیے یہی دعا فرمادی۔ 10 ہجری کو جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تو اس قبیلہ کے لوگ پھر

حضور ﷺ سے ملے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: اس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس جیسا شخص کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، اس جیسا قانع کوئی سنا ہی نہیں گیا۔ اگر دنیا بھر کی دولت اس کے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ ﴿۱۳﴾

﴿۱۳﴾ وفد بنی سعد ہذیم

یہ قبیلہ قضاہ کی ایک شاخ تھی، جس وقت یہ مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو دیکھا کہ نبی ﷺ ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔

انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہیے۔

اس لیے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے جب آنحضرت ﷺ ادھر سے فارغ ہوئے، ان کو بلا یا، پوچھا: کیا تم مسلمان ہو؟ انہوں نے

کہا: ہاں۔ فرمایا تم اپنے بھائی کے لیے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے؟

﴿۱۳﴾ زاد المعاد: 3/651، 650، شرح المصاب: 4/50-51، ابن سید الناس: 2/248، 249، ابن سعد: 1/323۔ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں انہیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہیے۔

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جانا

عرض کیا ہم سمجھتے تھے کہ بیعت رسول ﷺ سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں۔ فرمایا جس وقت تم نے اسلام قبول کیا اسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے ہو۔

اتنے میں وہ مسلمان بھی آپنچا جسے یہ اپنی سوارپوں کے پاس بٹھلا آئے تھے۔ وفد نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہم سے چھوٹا ہے اور اس لیے ہمارا خادم ہے۔ فرمایا: أَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ ”ہاں (چھوٹا) اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے“ اللہ سے برکت دے۔ اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا۔ جب وفد لوٹ کر وطن کو گیا تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔ ﴿۱۶﴾

﴿۱۶﴾ وفد بنو اسد

یہ دس (10) شخص تھے، جن میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے ان میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ اکبر ہے، لا شریک ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ دیکھیے یا رسول اللہ ﷺ! ہم از خود حاضر ہو گئے ہیں اور آپ نے ہمارے ہاں کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔

﴿يَمُنُونَ بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا شَرِكَاءَ لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَنْ يَسْتَنْفِئُوا مِنْكَ شَيْئًا وَلَا يَسْتَنْفِئُونَ مِنْكَ شَيْئًا﴾
 ﴿۱۷﴾ [الحجرات: 17]

”یہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں، کہہ دو کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعویٰ میں سچے بھی ہو۔“

منت منہ کے خدمت سلطان ہی کنی!
 منت شناس زو کہ بخد مت بداشت

پھر ان لوگوں نے سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور رنگونوں وغیرہ سے قال لینا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سب سے انھیں منع فرمایا۔

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی خط کشی (رٹل) اس کی بابت کیا ارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے ایک نبی علیہ السلام نے لوگوں کو سکھلایا تھا جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا بے شک وہ تو علم ہے۔ ﴿۱۸﴾

﴿۱۸﴾ وفد بہراء

یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے

لیے کچھ تیار کرو اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید کہہ کر اپنے گھر پر لے آئے۔ ان کے سامنے ”حیث“ رکھا گیا۔ حیث ایک کھانا ہے جو گجور اور ستولہ کرگھی میں تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال دیا کرتے ہیں۔

طعام میں برکت

اسی کھانے میں سے کچھ نبی ﷺ کے لیے بھی مقداد رضی اللہ عنہ نے بھیجا۔ نبی ﷺ نے کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرما دیا۔ اب مقداد رضی اللہ عنہ [1] دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے، مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا:

مقداد رضی اللہ عنہ! ہم نے تو سنا تھا کہ مدینے والوں کی خوراک ستو، جو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے، جو ہر روز ہم کو میسر بھی نہیں آسکتا اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں۔
مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: صابو! یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی برکت ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ کے انگشت ہائے مبارک لگ چکی ہیں۔

یہ سنتے ہی سب نے اتفاق کیا اور اپنا ایمان تازہ کیا کہ بے شک وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

یہ لوگ مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے، قرآن اور احکام سیکھے اور واپس چلے گئے۔ [2]

<http://mujahid.xtgem.com>

16) وفد عذرہ کا بیان

بماہ صفر 9 ہجری یہ وفد حاضر ہوا تھا۔ 12 شخص اس میں تھے۔ ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: ہم بنی عذرہ ہیں اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ہم نے قصی کو ترقی دلائی اور خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔ اس لیے ہم کو قربت حاصل ہے اور نسب بھی۔ آنحضرت ﷺ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا۔

اور یہ بھی بشارت سنائی کہ عنقریب شام فتح ہو جائے گا۔ ہر قہل ان کے علاقہ سے بھاگ جائے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ کانہوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں آئندہ نہ کریں۔ اب صرف عید انجلی کی قربانی باقی رہ گئی۔ یہ لوگ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔ [3]

17) وفد خولان

یہ دس (10) شخص تھے جو بماہ شعبان 10 ہجری کو خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے آ کر عرض کیا کہ ہم اپنی قوم کے پسماندوں کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہاں محض زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

[1] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہما قوم کندہ سے ہیں بوجہ تہذیب قرشی اثر بری کہلاتے ہیں۔ نجاشی رسول اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ 35 ہجری کو عمر 70 سال وقات پائی۔ مدینہ میں دفن ہوئے۔ [2] زاد المعاد: 3/656، ابن سعد: 1/331، ابن سید الناس: 2/251۔ [3] زاد المعاد: 3/657، ابن سعد: 1/331، ابن سید الناس: 2/252، 251۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِينَةِ كَانَ فِي جَوَارِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿١﴾ (جس نے مدینہ آ کر میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میرا مسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”عم انس کا کیا ہوا؟“ (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا معبود تھا) وفد نے عرض کیا: ہزار شکر ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ کی تعلیم کو ہمارے لیے اس کا بدل بنا دیا ہے۔ بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں جو اس کی پوجا کیے جاتی ہیں۔

اب ان شاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دیں گے۔ ہم مدتوں دھوکے اور فتنہ میں رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔ وفد نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک دفعہ ہم نے سو (100) نرگاؤ (تیل) جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربان کیے گئے اور درندوں کے لیے چھوڑ دیے گئے حالانکہ ہم گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ انھوں نے عرض کیا کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا تو اس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا اور ایک کنارے کا اللہ کے نام مقرر کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو اللہ کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے مگر عم انس کا حصہ اللہ کے نام پر نہ کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرائض دین سکھلائے اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی۔

نبی ﷺ کی تعلیم کا نمونہ

<http://mujahid.xtgem.com>

- عہد پورا کرنا
- امانت کا ادا کرنا
- مسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا
- کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا۔ ﴿٢﴾

﴿١٨﴾ وفد محارب

یہ دس (10) شخص تھے جو قوم کے وکیل ہو کر 10 ہجری میں آئے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ ان کی مہمانی کے لیے مامور تھے۔ صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی ﷺ نے انھیں کو دیا۔ ان میں سے ایک شخص کو نبی ﷺ نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا: میں نے تمہیں پہلے بھی دیکھا ہے۔ یہ شخص بولا: اللہ کی قسم ہاں۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی اور میں نے بدترین کلام سے حضور ﷺ کو جواب دیا اور بہت بری طرح سے حضور ﷺ کے کلام کو رد کیا تھا۔ یہ بازار عکا کا ذکر ہے جہاں حضور ﷺ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔

اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والا اور

اسلام سے دور دور رہنے والا نہ تھا۔

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر ہی مر گئے مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آج تک باقی رکھا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سب کے دل اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔“ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میری پہلی حالت کے لیے معافی کی دعا فرمائیے۔

اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام ان سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر میں ہوئی ہوں۔“ [1]

① وفد غسان کا حال رمضان 10 ہجری

قبیلہ غسان کے تین شخص 10 ہجری میں نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی۔ ان میں سے دو پہلے وفات پا چکے تھے اور ایک اس وقت تک زندہ تھا جب کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کیا تھا۔ [2]

② وفد بنی الحارث

یہ وفد شوال 10 ہجری میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ ان کے علاقہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اشاعت اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ان کی تعلیم سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں اطلاع بھیج دی اور خود ان کی تعلیم کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ نبی ﷺ نے لکھ بھیجا کہ تم واپس آ جاؤ اور قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ اسی وفد میں قیس بن الحسین و عبد اللہ بن قراود وغیرہ تھے۔

نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا۔

مغلوب نہ ہونے کی باتیں

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے۔ [3] جب لڑائی کے لیے جمع ہوتے ہیں تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتدا نہیں کرتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”سچ ہے، یہی وجہ ہے۔“

③ وفد بنی عیش کا حال

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے۔ [4] یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے منادان اسلام سے سنا ہے کہ حضور ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں: لَا إِسْلَامَ لِمَنْ لَا هِجْرَةَ لَهُ۔

[1] زاد المعاد: 3/663-664، ابن سعد: 1/299، ابن سید الناس: 254/4۔ [2] زاد المعاد: 3/669، ابن سید الناس: 256/2، ابن سعد: 1/330، شرح المصاب

[3] زاد المعاد: 3/622 [4] زاد المعاد: 3/670

ہمارے پاس زرو مال بھی ہے اور مویشی بھی۔ جن پر ہماری گزران ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئیں گے اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے؟ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تَقْوِ اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتُمْ۔ فَلَنْ يَلْبَسَكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو۔ تمہارے اعمال میں ذرہ بھی کمی نہیں آئے گی۔ [1]

اس جواب میں نبی ﷺ نے یہ بتلا دیا ہے کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں۔ مسلمانوں کو مختلف و دور دست ملکوں میں پہنچانا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیے۔ جو لوگ اب تک ترک وطن کر کے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا کرنا آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے برخلاف ہے اور صواب دید مذہب کے بھی خلاف ہے۔

﴿22﴾ وفد عامد کا بیان

یہ وفد 10 ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس (10) آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر آ کر اترے۔ ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو، لوگوں نے کہا: ایک لڑکے کو۔ فرمایا: تمہارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص (ابن خوری) (کپڑوں والا صندوق) چرا کر لے گیا۔ ایک شخص بولا: یا رسول اللہ ﷺ! خورجی تو میری تھی۔ فرمایا: گھبراؤ نہیں وہ لڑکا اٹھا۔ چور کے پیچھے پیچھے بھاگا اسے جا پکڑا۔ سب اسباب صحیح سالم مل گیا۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیا کہ انہیں قرآن یاد کرائیں اور شرائع اسلام سکھلا دیں۔ جب وہ واپس جانے لگے تو انہیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیئے گئے۔ [2]

﴿23﴾ وفد بنی فزارہ

جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آئے تو بنی فزارہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے، خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ ان کو اسلام کا اقرار تھا، ان کی سواری میں لافرکمز و راوث تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے؟ ایک نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بستیوں میں قحط ہے، مویشی مر گئے۔ باغ خشک ہو گئے۔ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سنے۔ آپ ہماری سفارش اللہ سے کریں۔ اللہ ہماری سفارش آپ سے کرے۔

اللہ کسی کی سفارش نہیں کرتا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان باتوں سے پاک ہے۔ خرابی ہو تیرے لیے۔ بھلا میں تو اللہ کے شفاعت کروں گا۔ لیکن اللہ کس کے پاس شفاعت کرے۔ وہ معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اسی کا حکم ہے۔

[1] زوال المعادن: 670/3 [2] زوال المعادن: 671/3، ابن سعد: 1/345، ابن سیر اللناس: 2/257، 258، شرح المواہب: 4/63

آنحضرت ﷺ نے ان کی قوم میں بارش کے لیے دعا فرمائی جو الفاظ محفوظ ہیں، وہ یہ ہیں:

اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَأَنْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِينًا
مَرِينًا طَبَقًا وَاسْعًا عَاجِلًا غَيْرَ أَجَلٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍ اللَّهُمَّ سُقِنَا رَحْمَةً لَا سُقِنَا عَذَابَ وَلَا هَدَمَ وَلَا
عُرْقٍ وَلَا مُحِقِّ اللَّهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَأَنْصُرْنَا عَلَى الْأَعْدَاءِ۔

”اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر، اپنی رحمت کو پھیلا دے، اور اپنی مردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الٰہی ہم پر فریاد رس بارش جو راحت رساں، آرام بخش ہو، جلد آئے، دیر نہ لگائے، نفع پہنچائے، ضرر نہ کرے، سیراب کر دے۔ الٰہی ہم کو رحمت سے سیراب کر دے۔ نہ کہ عذاب ہدم و عرق و محق سے بھر دے۔ الٰہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے اور دشمنوں پر ہم کو نصرت عطا فرما۔“

24) وفدِ سلیمان شوال 10 ہجری

یہ سات (7) اشخاص تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ انہی میں حبیب بن عمروؓ تھا۔ انہوں نے سوال کیا تھا: سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وقت پر نماز پڑھنا۔“ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوتی۔ دعا فرمائیے رسول اللہ ﷺ نے زبان سے فرمایا:

اللَّهُمَّ اسْقِهِمُ الْغَيْثَ فِي ذَارِهِمْ

حبیب بن عمروؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائیے۔ نبی ﷺ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔

25) وفدِ نجران

ان جملہ روایات پر جو وفدِ نجران کے عنوان کے تحت میں دو دواہین احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیانِ نجران کے معتمد و وفدِ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لیے اسی ترتیب سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ابو عبد اللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکر میں ہے کہ نبی ﷺ نے اہل نجران کو دعوتِ اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اسقف نے اس خط کو پڑھا تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ کانپ اٹھا۔ اس نے فوراً شریعیل بن وداعہ کو بلایا۔ یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اس کی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اسقف نے اسے خط دیا اور اس نے پڑھ لیا تو اسقف بولا: ”ابو مریم! فرمائیے! آپ کی کیا رائے ہے؟“

شرعیعیل نے کہا: ”صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل

[1] زاد المعاد: 654/3، ابوداؤد: 1176، حاکم: 532/1، بیہقی: 353/3، ابن سعد: 297/1، ابن سید الناس: 249/2۔

[2] زاد المعاد: 670/3، ابن سعد: 322/1، ابن سید الناس: 257/2۔

میں نبوت بھی ہوگی۔ ﴿﴾ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہو سکتی ہے۔ کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اس پر پورا غور کر سکتا اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا۔“

اسقف نے کہا: ”اچھا بیٹھ جاویے۔“

اسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جس کا نام عبداللہ بن شرمیل تھا اور قوم حمیر سے تھا، بلا یا اور نامہ نبوی ﷺ دکھا کر اس کی رائے دریافت کی۔ اس نے شرمیل جیسا جواب دیا۔ اسقف نے پھر ایک تیسرے شخص حبار بن قیس کو بلا یا۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھا یا اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اسقف نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گر جا پر لٹکائے جائیں۔ ان کا دستور تھا کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لیے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گر جا پر لٹکا دیتے اور رات کے لیے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ روشن کر دیتے۔ اس گرجا کے متعلق بہتر (73) گاؤں تھے جن میں ایک لاکھ (100000) سے زیادہ جنگ جو مردوں کی آبادی تھی۔ وادی کے بالائی اور نشیبی حصہ کا طول ایک اسپ (گھڑ) سوار کے ایک دن کی راہ تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے تو اسقف نے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا اور رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد قرارداد یہ ہوئی کہ شرمیل اور عبداللہ اور حبار کو نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جائے اور وہاں کے سب حالات معلوم کر کے مفصل بتلائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت

<http://mujahid.xtgem.com>

یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے اور چند روز نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔

انہوں نے نبی ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ، مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ، كُنْ فَيَكُونُ ط الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ فَمَنْ حَاجَبَكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ لَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا كُمْ وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ تَبَيَّلْنَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ [آل عمران 59-61]

”عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی سی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے بنایا۔ پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بن جا۔ وہ زندہ ہو گیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے یہی ہے۔ اب تم اس رسی کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد بھگنزا کرے، اسے کہہ دو کہ ہم اپنی اولاد کو بلا تے ہیں۔ تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح

﴿اولاد اسماعیل میں نبوت ہونے کی بابت بائبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ اول: یہ کہ اٹلی علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے اللہ نے برابر وعدے کیے تھے۔

دوم: یہ کہ عرب میں پیدا ہونے والے نبی کے نشانات اور علامات کی پیش گوئیاں بہت سے انبیاء علیہم السلام نے کی ہیں اور چون کہ عرب میں صرف اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہی آباد ہوتی تھی اس لیے ان پیش گوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اولاد اسماعیل سے ہوگا۔

سوم: موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیش گوئی اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ درس 81 میں ہے ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سے ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرمائوں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ کتاب استشاد باب 18۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی اسرائیل کے بھائی نبی اسماعیل علیہ السلام ہیں اور موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب کتاب، صاحب شریعت، صاحب جہاں، مہاجر، غازی ہیں اور منہ میں کلام سے مطلب دہی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیش گوئی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیش گوئی بھی پڑھو۔ خدا سینا سے نکلا اور سحیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں فاران کا پورا درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شرمیل نے انہی حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔

ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں۔ ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں۔ پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ کی لعنت جھوٹے پڑا لیں۔“ [1]

ان آیات کے نزول پر نبی ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بھی بلایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا (سیدۃ النساء العالمین) بھی باپ کی پس پشت آ کر کھڑی ہو گئیں۔ [2]

ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی۔ شریحیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ تب انہوں نے ہم کو بھیجا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر بادشاہ ہے۔ تب بھی اس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا، کیوں کہ تمام عرب میں سے ہم ہی اس کی نگاہ میں نکلتے رہیں گے اور اگر یہ نبی مرسل ہے۔ تب تو اس کی لعنت کے بعد ہمارا پرکاشہ (ستارہ) بھی زمین پر باقی نہ رہے گا۔ اس لیے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی ماتحتی قبول کریں اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اس کی رائے پر چھوڑ دیں۔ کیوں کہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے۔ یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا اور انہوں نے جا کر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لیے یہ ہے۔ کہ جو کچھ حضور ﷺ کے خیال میں گل صبح تک ہمارے لیے بہتر معلوم ہو۔ وہ ہم پر مقرر کر دیا جائے۔

اگلے روز حضرت ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ رضی اللہ عنہا صحابی نے لکھا تھا اور ابوسفیان بن حرب غیلان بن عمرو، مالک، عوف، اقرع بن حابس صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت اس پر ثبت تھی۔ انھیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر قارئین کیلئے ملاحظہ طلب ہے کہ آنحضرت ﷺ عیسائیوں کو کبھی فیاضی سے مراعات و حقوق مرحمت فرماتے تھے۔

لِنَجْرَانَ جَوَارِ اللَّهِ وَ ذِمَّةَ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَ أَرْضِهِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ وَ غَنَائِهِمْ وَ شَاهِدِهِمْ هُوَ وَ عَشِيرَتِهِمْ وَ تَبِعَتِهِمْ أَنْ لَا يُغَيَّرُوا لِمَا كَانُوا عَلَيْهِ وَ لَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ وَ لَا مِلَّتُهُمْ... وَ لَا يُغَيَّرُ كَلِمًا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ وَ لَيْسَ عَلَيْهِمْ رِبْيَةٌ وَ لَا دِمٌّ جَاهِلِيَّةٍ وَ لَا يَحْشَرُونَ وَ لَا يُعْشَرُونَ وَ لَا يَطْلَأُ أَرْضَهُمُ الْجَيْشُ..... الخ

نجران والوں کو اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ جان اور مذہب اور زمین اور جائداد کے متعلق ان سب کو جو حاضر یا غائب ہیں۔ صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنے والے ہیں۔ ان کی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسے نہ بدلا جائے۔ پچھلے زمانہ کی شہادت یا قتل کے تنازعات کے باعث ان پر مقدمات نہ چلائے جائیں گے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے، ان سے وہ کئی (عشر) نہ لی جائے گی۔

[1] عیسائیوں کی تعلیم اور عقول ہے کہ کلیت کو بلا دلیل مان لیا جاسیے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ اللہ یا فرزند الٰہ نہیں ہو سکتے۔ دیکھو آدم علیہ السلام بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے چون کہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگرنہ ہوگی۔ اس لیے بحث کے لیے ایک اچھوتا پہلو نکالا۔ یعنی اللہ سے دعا مانگنا اور جھوٹے پر لعنت برسانا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ یا ابن اللہ ہیں تو ایسے لوگوں کی ضرورت نہایت کریں گے جو ان کا اصل درجہ دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن یہ اگر لفظ ہے تو اللہ خود فیصلہ فرمادے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لیے نکالا ہے۔ جب کہ باپ استعمال بند ہو۔ یہ لازم نہیں ہے کہ ذرا سے اشتقاق کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہش مند ہوں۔ [2] دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہیں۔ ان کے منع کرنے سے متعدد عیسائیوں کو دکھا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں۔ گو ان کے ذن و فرزند اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔

ان کے علاقہ کوفوج سے عبور نہ کرے گی۔

فرمان حاصل کر کے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اسقف) اور دیگر سربراہان اور وہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن (Deputation) نے یہ فرمان اسقف کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا۔ اس کا ہتھیار بھائی بشر بن معاویہ جس کی کنیت ابو عاتقہ تھی۔ اس کے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال ہو گیا) اور اونٹنی نے اسے زمین پر گرا دیا۔ اس نے گرتے ہی کہا: خرابی ہو اس شخص کی، جس نے ہم کو اس قدر تکلیف میں ڈالا ہے۔

بشر نے یہ اشارہ نبی ﷺ کی طرف کیا تھا۔

اسقف بولا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ نبی و مرسل ﷺ ہے۔

بشر نے جواب دیا۔ بخدا اب میں ناقہ کا پالان اسی کے پاس جا کر اتاروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا رخ بدل دیا اور مدینہ کو چل پڑا۔ اسقف نے اس کے پیچھے پیچھے ناقہ لگائی۔ چلا چلا کر کہتا تھا کہ میری بات تو سنو۔ میرا مطلب تو سمجھو میں نے یہ فقرہ اس لیے کہا تھا کہ ان قبائل میں مشتہر ہو جائے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے۔ یا فیاضی قبول کر لی ہے۔ حالانکہ دیگر قبائل نے اب تک اسی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھ کر بھی ہے۔

بشر ﷺ بولا نہیں۔ بخدا نہیں۔ اب میں نہیں رکنے کا، تیرے مغز سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی۔

بشر نے پھر یہ اشعار پڑھے اور مدینہ کو چلا آیا۔

إِنَّكَ نَعْدُ وَقَلْبًا وَطِينَهَا
مُعْتَرِضًا فِي بَطْنِهَا جَبِينَهَا
مُخَالِفًا دِينَ النَّصَارَى دِينَهَا

یہ بشر ﷺ تو خدمت نبوی میں پہنچ کر وہیں حضور ﷺ میں رہا اور بالآخر درج شہادت پر فائز ہوا۔ اب اس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سنو۔
① جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اس کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ اس سے سند لے کر آئے تھے۔ اسقف وہ سند پڑھ رہا تھا۔ اس کا بھائی سواری سے گر گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو برا بھلا کہا۔ اسقف نے منع کیا اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے۔ اسے برانہ کہو۔ وہ یہ سن کر مدینہ کو چلا گیا۔ اسقف نے بہتیرا روکا، نہ رکا۔

راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال) سے رہا کرتا تھا، چننا شروع کر دیا کہ مجھے اتارو ورنہ میں اوپر سے کود پڑوں گا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ یہ راہب بھی چند تحائف لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

ایک پیالہ، ایک عصا، ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چار خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت ﷺ سے اجازت لیکر اور واپس آنے کا وعدہ کر کے نجران چلا گیا تھا۔ مگر نبی ﷺ کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

② اس ڈیپوٹیشن (Deputation) سے کچھ عرصہ کے بعد اسقف ابوالخارث جو گرجا کا امام تھا اور قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ اس کا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ اس کی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے اور یہ شخص اپنے مذہب کا

مجتہد شام ہوتا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ اس کے ساتھ اسہم نامی علاقہ کا بیچ اور حاکم بھی تھا۔ اسے سید کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور عبدالمسح الملقب عاقب بھی تھا۔ جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ باقی 24 مشہور سردار اور تھے۔ کل قافلہ ساٹھ (60) سواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تھے۔ وہ ان کی نماز کا وقت تھا (عالمی اتوار کا دن ہوگا) نبی ﷺ نے ان کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت فرمادی تھی اور انھوں نے مسجد سے شرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی تھی کہ بعض مسلمانوں نے انھیں مسجد نبوی ﷺ میں عیسائی طریقہ پر نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا مگر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔ یہودی بھی انھیں دیکھنے کے لیے آتے تھے اور کبھی کبھی کسی مسئلہ میں گفتگو بھی ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ نبی ﷺ کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور ان عیسائیوں نے کہا کہ وہ عیسائی تھے۔ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا:

﴿ قُلْ يَا هَلَلِ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ لِي إِبرَاهِيمَ وَ مَا أَنْزَلْتُ التَّوْرَةَ وَ الْإِنْجِيلَ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ هَاتِمٌ هَلُولَاءِ حَاجُّكُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ مَا كَانَ إِبرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَ لَا نَصْرَانِيًّا وَ لَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هَذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ اللَّهُ وَ لِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران: 65-68]

”ان سے کہو کہ اے کتاب والو! ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو، تو رات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں۔ جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم نہیں اس بارے میں اللہ جانتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے اس میں تو جھگڑتے ہی تھے مگر جس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں اس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھا، نہ عیسائی تھا۔ وہ پکا موحد تھا اور مسلمان تھا اور وہ مشرک نہ تھا۔ سب خلقت میں ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ ہیں جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور محمد ﷺ نبی کا اور ان پر ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں اللہ مومنین کا دوست دار ہے۔“

نبی ﷺ کے لیے جائز نہیں

ایک دفعہ یہودیوں نے (مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے) کہا: محمد ﷺ صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں، جیسا کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ نجران کا ایک عیسائی بولا: ہاں محمد ﷺ صاحب اپنا دیجیے، کیا آپ کا یہی ارادہ ہے اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی پناہ، کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ اللہ نے مجھے اس کام کے لیے نہیں بھیجا اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا گیا۔“

اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿ مَا كَانَ لِشَرِّ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَ الْحُكْمَ وَ النَّبِيَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ لَكِنْ كُونُوا رَبَّاتِنِينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَ لَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا

[1] عرب کے مشرک جو بت پرستی کرتے تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر ہے۔ اس فقرہ میں مشرکین کا رد ہے۔

﴿آل عمران: 79-80﴾

”جس بشر کو اللہ کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے یہ اس کے شایان نہیں کہ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پا کر تم اللہ والے بن جاؤ۔ یہ نبی تو نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنا لو۔ بھلا وہ کفر کے لیے کہہ سکتا ہے۔ تم لوگوں کو جو اسلام لائچکے ہو۔“

محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ آل عمران کی شروع سے 80 آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو آنحضرت ﷺ سے پھر ایک سند انھوں نے حاصل کی۔ جس میں گرجاؤں اور پارٹیوں کی بابت زیادہ صراحت تھی۔ اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ اِلَیَّ الْاَسْقَفِ اَبِی الْخَارِثِ وَ اَسِیْفَةَ نَجْرَانَ وَ كَهَنَتِهِمْ وَ رُهْبَانِهِمْ وَ اَهْلِ بَعِیْتِهِمْ وَ رَفِیقِهِمْ وَ مَلِیْئِهِمْ وَ سَوَاطِیْهِمْ وَ عَلٰی كُلِّ مَا تَحْتَ اَیْدِهِمْ مِنْ قَلِیْلِ اَوْ كَثِیْرٍ۔ جَوَارِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ لَا یُغَیْرُ اَسْقَفٍ مِنْ سَقْفِیْهِ وَلَا رَاهِبٍ مِنْ رُهْبَانِیَّةٍ وَلَا كَاهِنٍ مِنْ كَهَنَانِیَّةٍ وَلَا یُغَیْرُ حَقِّیْ مِنْ حَقُوْقِهِمْ وَلَا سُلْطَانِهِمْ وَلَا مِمَّا كَانُوْا عَلَیْهِ عَلٰی ذٰلِكَ جَوَارِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ، اَبَدًا مَا نَصَحُوْا وَ اَصْلَحُوْا عَلَیْهِمْ غَیْرَ مُتَقَلِّبِیْنَ بظَاهِرٍ وَلَا ظَالِمِیْنَ (کَتَبَ الْمُغْبِرَةَ بِنِ شُعْبَةَ) [1]

یہ تحریر محمد نبی ﷺ کی جانب سے ہے۔ اسقف ابو الخارث کے لیے نجران کے دیگر اسقفوں، کاهنوں، راہبوں ان کے معتقدوں، غلاموں اس مذہب والوں، پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ سب کو اللہ اور رسول کی حفاظت حاصل ہوگی۔ گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلانا نہ جائے گا۔ کسی کے حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔

ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ خیر اندیش رہیں۔ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں۔“

(تحریر کنندہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ)

چلتے وقت انھوں نے درخواست کی کہ ایک امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے گا جسے جزیہ ادا کر دیا کریں۔ [2]

نبی ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ ”یہ شخص میری امت کا امین ہے۔“ [3]

[1] فتوح البلدان بلاذری، ابن کثیر بیہقی، 4/101-106، زاد المعاد 3/629-637 [2] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ سے معرب ہے اور اس لفظ کے ساتھ یہ برم جزیہ لگانے کی بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی۔ جب کہ عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا اور دربار ایران اس بارہ میں رومن امپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کیے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دیے گئے ہیں۔ میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک روایت کا حوالہ دوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا تھا اور کیوں کر جزیہ ادا کرنے والے منتوہین کو فاتحین کے اعلیٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے: ”اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہیے جزیہ ادا کرنا منظور کریں۔ [4] ان کی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہیے جیسے مسلمانوں کی اور [5] ان کے لیے وہی قواعد ہوں گے جو مسلمانوں کے لیے ہیں کیوں کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کفار (غیر مسلم) جزیہ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون اور ان کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے۔“ بدایہ میں 41-42، بدایہ نغمہ پری ترجمہ چارلس سٹیلن 2/142-143، بخاری: 3745، 3744، مسلم: 2420،

ابوسعیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضانِ محبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا۔

۲۶) وفدِ نخل کا بیان

یہ نصف ماہِ محرم 11ھ کو خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا۔ یہ دوسرا (200) اشخاص تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے۔ ان کو دار الفیاضہ (مہمان خانہ) میں اتارا گیا تھا۔ ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے راستہ میں خواب دیکھے، جو عجیب تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بیان کرو۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

کہا میں نے دیکھا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونے والا تھا۔ اس نے کہا: ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اس کے فرزند پیدا ہوا ہے جو تیرا بیٹا ہے۔ زرارہ نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ ابلق ہونے کے کیا معنی ہیں؟“

نبی ﷺ نے فرمایا: قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا: ”کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ ہیں جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو؟“ زرارہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آج تک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے۔

دوسرا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ گوشوارے، بازو بند، خلخال پہنے ہوئے ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس کی تاویل ملکِ عرب ہے جو اب آسائش و آرائش حاصل کر رہا ہے۔“

تیسرا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہیں اور زمین سے باہر نکلی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے۔“

چوتھا خواب اور اس کی تعبیر

زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی۔ میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آگنی اور وہ آگ کہہ رہی ہے، جھلسو جھلسو۔ بیٹا ہو کہ نا بیٹا ہو۔ لوگو اپنی غذا، اپنا کنبہ، اپنا مال مجھے کھانے کے لیے دو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

[۱] نعمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم بادشاہ گذرا ہے جس کی حکومت و حکمت زبانِ زدِ عرب ہے۔

زرارہ نے عرض کیا: کہ یہ کیسا فتنہ ہے؟
 نبی ﷺ نے فرمایا: ”لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ ایک دوسرے سے گتہ جائیں گے۔
 جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پتھر ڈالنے میں گتہ جاتی ہیں۔ بدکارانہ دنوں اپنے آپ کو نیکو کار سمجھے گا، مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا
 جائے گا۔“

اگر تیرا بیٹا مر گیا تب تو اس فتنہ کو دیکھ لے گا، تو مر گیا تو تیرا بیٹا دیکھ لے گا۔
 زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دعا کیجئے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں۔
 رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اٰلہی ایہ اس فتنہ کو نہ پائے۔
 زرارہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا بچ رہا۔ اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑ دیا تھا۔ [1]



<http://mujahid.xtgem.com>

<http://mujahid.xtgem.com>

مدینہ میں وہ (10) سالہ قیام نبوی ﷺ کے اہم واقعات اور وفات

نبی ﷺ جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا کہ دشمنان مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی ﷺ اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے، اس لیے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہو گئی ہے۔ اب اس باب میں ان اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو ایام قیام مدینہ منورہ میں ہوئے۔ میں نے اختصار کے لیے قریباً ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلم بند کیا ہے۔

اس باب پر غور کرنے سے قارئین کو سیرت پاک آنحضرت ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوں گی، جن کے مطابق ضرورت ہے کہ امت اپنا رویہ درست کرے۔ وَمَا ذَلِكَ عَلَيَّ اللَّهُ بَعِزًا۔

تعمیر مسجد نبوی ﷺ

مسجد نبوی ﷺ جس جگہ بنائی گئی ہے نبی ﷺ کی ناقہ خود بخود اس جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔ <http://mujahid.xtgem.com> یہ جگہ دو تہیم لڑکوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما (نقیب محمدی ﷺ) کی تربیت و گمرانی میں تھے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی۔ جب نبی ﷺ نے مسجد کے لیے اس جگہ کو پسند فرمایا تو ان تہیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا کہ اس کی قیمت ادا کرنے کی اجازت انھیں مل جائے۔ نبی ﷺ نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں۔ زمین کی قیمت دس (10) دینار ملے ہوئے اور نبی ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ قیمت دلا دی اور پھر زمین کو ہموار و درست کر کے مسجد بنائی گئی جس کا طول سو (100) گز تھا۔

مسجد کی تعمیر میں نبی ﷺ اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ لَهَا غِفْرٌ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ ﴿١﴾
 ”اے اللہ! زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔“

صحابہ نبی ﷺ بھی اینٹ گار لاتے تھے اور یہ شعر جزیں پڑھتے تھے

لَسْنَا قَعْدَتًا وَالرَّسُوْلُ يَعْمَلُ لَدَاكَ مِّنَّا الْعَمَلُ الْمُضْتَلُّ

”رسول اللہ ﷺ کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں یہ بڑی گمراہی کا کام ہے۔“

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں، تین گز بلند تھیں۔ کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پٹھے کزی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: چھت ڈال لیں تو اچھا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جیسا "عریش" ہی خوب ہے۔^[1]
یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی چپکتا۔ مٹی گرتی، فرش کچڑسا ہو جاتا۔ مومنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے۔^[2]

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (1 ہجری)

حضرت عبداللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں۔ یوسف صدیق علیہ السلام سے ان کا نسب ملتا ہے۔ انھوں نے نبی ﷺ کو عطا کرتے ہوئے سن لیا۔ ذیل کے الفاظ یاد کر لیے تھے:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔^[3]
”لوگو! اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو۔ کھانا کھلایا کرو۔ قرابت داروں سے اچھا برتاؤ رکھو۔ رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔“

یہ دلنشین کلمات سن کر ان کا قلب نور ایمان سے روشن ہو گیا۔ نبی ﷺ کے حالات پر غور کیا تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیش گوئیوں کو ذرات مبارک پر منطبق پایا۔ نبی ﷺ کی خدمت مبارک میں آئے اور چند مشکل مشکل مسائل جن کی بابت ان کا خیال تھا کہ نبی اللہ ﷺ ہی ان کا جواب دے سکتا ہے، دریافت کیے۔ جواب با صواب سن کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں، لیکن اظہار اسلام کے لیے چاہتا ہوں کہ اول میری قوم کے لوگوں کو بلا کر اور فرمایا جائے کہ ان کی رائے میرے لیے کیا ہے۔ نبی ﷺ نے ان کا برہبود کو طلب فرمایا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ چھپ گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تمہاری قوم میں کیسے ہیں۔ سب نے کہا: وہ عالم بن عالم، سید بن سید اور ہم سب سے بہتر ہیں۔^[4] یہودیہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اوٹ سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے۔ جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اسی وقت کہنے لگے کہ تو جاہل بن جاہل، ذلیل بن ذلیل شخص ہے اور ہم میں سب سے بدتر ہے۔

رب کریم نے اس بزرگ صحابی رضی اللہ عنہ کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت قائم فرمادی۔

فاضل راہب کا اسلام (1 ہجری)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بعد ابوقیس صرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ یہ عیسائی المذہب راہب، نہایت

[1] زاد المعاد: 63، 62/3، الطبقات ابن سعد: 1/239 [2] نبی ﷺ کو کلمہ کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی رضی اللہ عنہم میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو شامل کیا جو انھوں نے مسجد کے لیے بہ فرمایا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی پتہ دواریں بنائیں اور پتھر کے ستون لگائے اور سکون کی چھت ڈالی۔ (بخاری: 446) اور فرش پر بتیوں کی ٹنگریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ و محراب کی جانب بڑھایا اور اس پر بتی کاری (تقسیم و نگاری) کا کام کرایا۔ ولید بن عبدالملک رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اس کی عمارت کو تعمیر کرایا۔ شام و مصر، روم و قبرقہ کے 80 راجہ تیز دست و منتخب کر کے اس کی نگرانی کے لیے بھیجے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی اور بتیوں کی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی۔ 77ھ 88ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ اضافہ کیا۔ کجیل طرف سے سوگڑ زمین اور شامل کی گئی، مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول 300 گز۔ عرض 200 گز ہو گیا تھا۔ یہ تعمیر 172 ہجری میں ختم ہوئی۔ خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمت 247ھ میں کرائی تھی۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ 14۔ حالیہ عمارت کی یہ تمام توسیعات خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور میں مکمل ہوئیں۔ [3] مسند احمد: 5/450 [4] بخاری: 3329، 3913

فصح شاعر دو اعظا اور الہیات کے فاضل تھے۔ اس بزرگ کے اسلام سے رب رحیم نے جملہ نصاریٰ پر حجت قائم فرمادی۔

نماز

سنا اول ہجرت میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا۔

دو رکعتیں سفر کے لیے مقرر رکھی گئیں اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کے لیے چار (4) رکعتیں کر دی گئیں۔ ایام قیام مکہ میں دو (2) ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا۔

جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکہ میں کیوں کر ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بن جاتا تھا۔ کیوں کہ اقارب و احباب اس سے بیگانہ و اغیار بن جاتے تھے اور کیوں کر ہر ایک مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی رہتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ رب کریم نے بھی ان کو مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا۔

نماز اسلام کا وہ رکن ہے جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ (سات (7) برس کے بچے کا نماز پڑھنا مستحب ہے اور دس (10) برس کے بچے کا پڑھنا فرض ہے) اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (یعنی تادم مرگ) نماز کی فرضیت صحت و بیماری، خوشی و غم، سفر و حضر اور خوف و خطر غرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ خواہ ہم گرم تر ملک میں ہوں یا سرد سے سرد تر ملک میں۔ کسی جگہ بھی کوئی موسم، کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو۔

﴿1﴾ مدت العمر تک عبادت الہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر روز پنج گانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا۔ پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے جسم اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل و زبان، اعضاء و دماغ کو عظمت الہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب و مہذب رکھنا۔ نورانیت روحانی کے لیے عجیب روشنی ہے۔

﴿2﴾ نماز میں جس قدر پابندی ہے وہ جلد سوجانے اور جلد جاگ اٹھنے کی جس طرح تعلیم بنتی ہے وہ جس طرح ایک ٹائم ٹیبل (Time Table) کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعے کیسے ملیا میٹ کیا گیا ہے۔

﴿3﴾ نماز کے لیے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان ہے۔ اتحاد و یگانگت اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بھی بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا اور ایک عالم باسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کے مساوات کا سبق لیتا ہے اور غریب امیر کے برابر بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خورسند کر سکتا ہے۔

﴿4﴾ جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں، یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں، وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہوں گے وہ کیا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَكَذَلِكَ تَعْلَمُونَ﴾ [العنکبوت: 45]

”نماز، نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد و

فیوض انوار و اسرار اس سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑھ کر ہیں۔“

مواخات (بھائی چارہ)

اللہ جل و جلالہ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے اور یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قَدْ صَبَّحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ط وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا﴾ [آل عمران 103]

”اور تم سب اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم لوگ تو آگ کے گھڑے کے کنارے پر تھے۔ جس سے اللہ نے تمہیں نجات و خلاصی عنایت کی۔“

① اس اخوت کا اثر یہ تھا کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا اور کل قوم اس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی۔

ایک مسلمان اگر کسی دور دراز ملک میں چلا جاتا تھا تو تمام قوم اس کی خیر و عافیت کے لیے بے تاب رہتی تھی اور اگر وہ کسی ظلم کا شکار ہو جاتا تو تمام قوم اس کے انتقام اور خون بہانے کو اپنا اعلیٰ فرض جانتی تھی۔

قوم کے ہر ایک یتیم، ہر ایک راہ، ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لیے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا جیسا اپنی اولاد اور ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوی کے لیے سمجھتا تھا۔

② اس اخوت سے بڑھ کر ایک اور اخوت جسے نبی ﷺ ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے۔ ایسی اخوت مکہ میں

① اہل مکہ کے درمیان اور مدینہ میں ② مہاجرین و انصار کے درمیان۔ نیز باہمی اخوت اہل مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوئی وہ زیادہ تر مشہور ہے۔

اس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہاں تک ہوا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت میں حصہ لیتا تھا۔ ③ اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا نصف تقسیم کر دیتا۔ مؤرخین نے ان بزرگوں کے نام بھی درج کیے ہیں جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا۔ ہم تہر کا چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں:

- | | | |
|--------------------------------|--------------------------|--------------------------|
| محمد رسول اللہ ﷺ | علیؑ | <input type="checkbox"/> |
| ابوبکر صدیقؓ | خارجہ بن زیدؓ عقیلی بدری | <input type="checkbox"/> |
| عمر فاروقؓ | عتبان بن مالکؓ بدری | <input type="checkbox"/> |
| عثمان ذوالنورینؓ | اوس بن ثابت عقیلیؓ بدری | <input type="checkbox"/> |
| جعفر بن ابی طالبؓ ہاشمی | معاذ بن جبل عقیلیؓ بدری | <input type="checkbox"/> |
| ابوبعبیدہ بن جراحؓ قرشی الطبری | سعد بن معاذؓ بدری | <input type="checkbox"/> |
| عبدالرحمن بن عوفؓ قرشی الزہری | سعد بن ربیع عقیلیؓ بدری | <input type="checkbox"/> |

④ تقسیم وراثت کا دستور اس وقت تک رہا جب تک کہ قوم میں رفاقت اور آسودگی عام نہ ہوئی۔ اس کے بعد وراثت درناہی طرف منتقل کر دی گئی۔

- | | | | |
|---|---|---|---|
| □ | زبیر بن العوام <small>رضی اللہ عنہ</small> قرشی الاسدی | □ | سلمہ بن سلامہ <small>رضی اللہ عنہ</small> عقبی |
| □ | طلحہ بن عبید اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> قرشی السبئی | □ | کعب بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small> عقبی |
| □ | سعید بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small> قرشی العدوی | □ | ابو ایوب <small>رضی اللہ عنہ</small> عقبی بدری |
| □ | مصعب بن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small> قرشی العبدری | □ | ابی بن کعب <small>رضی اللہ عنہ</small> عقبی بدری |
| □ | ابو حذیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small> بن عتبہ | □ | عباد بن بشر <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| □ | عمار بن یاسر <small>رضی اللہ عنہ</small> | □ | حذیفہ بن الیمان <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| □ | سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small> | □ | ابو الدرداء <small>رضی اللہ عنہ</small> حکیم الامت |
| □ | منذر بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small> | □ | ابو ذر غفاری <small>رضی اللہ عنہ</small> ⁽¹⁾ |

دنیا میں اخوت (Brotherhood) کا ایسا اعلیٰ نمونہ اسلام کے سوا کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔

اذان

2ھ میں اذان کا طریقہ جاری ہوا۔

اذان کی ضرورت اول اس لیے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جائے (جیسا بجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جائے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جایا کریں۔ (جیسا کہ نصاریٰ کرتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ انصاری اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا کہ انھوں نے خواب میں ان الفاظ کو سنا ہے جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی الفاظ کو باواز بلند پکارنے کو شروع فرما دیا۔ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منشا عالی کو پورا کرتے ہیں جو تشریح احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے۔

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریقہ ہے کہ عالمگیر مذہب کے لیے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعے سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندگان کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا دیتے اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹوں) کی تقسیم اور گزیر تین (گرنٹھ) کے شہد بھی اس خوبی کو نہیں پا

(1) تاریخ ابن خلدون ص: 2/1379 (اردو) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ تھا کہ مواخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا اس لیے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو۔ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مہاجر ہیں۔ دیگر علما نے اس رائے کو قبول نہیں کیا اور انھوں نے اور بھی چند ایسی نظریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے اور یہی قوی مذہب ہے۔ سلسلہ مواخات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اول تو اس لیے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی گنتے تھے۔ دوسرے اس لیے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو بھائی بنا لے جو رشتہ میں نہ ہوتا تو آئندہ طرح طرح کی مشکلات جدیدہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

سکے۔ اذان ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے ”گھوگھوں“ اور ”دھاتوں“ کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی اور یہ بھی ایک طریقہ بت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے۔

مسلمان فارسی زبانی اللہ کا اسلام

□ 2 ہجری میں مسلمان فارسی زبانی اللہ مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ”ابلق“ گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی۔

□ دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور عرب تک آئے کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا۔ دس (10) سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔

□ جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی ﷺ کو دیکھا تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا اور مسلمان ہو گئے اور ”ملک فارس کا پہلا پھل“ کہلائے۔

تحويل قبلہ

نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس بارہ میں کوئی حکم الہی موجود نہ ہوتا۔ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے۔ نماز آغاز نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی، مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لیے کہ یہ تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی ﷺ نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا۔ مدینہ میں پہنچ کر بھی یہی عمل رہا۔ مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا 17 ماہ بعد) اللہ نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا۔ یہ حکم نبی ﷺ کے دلی مشتاق کے موافق تھا۔ کیوں کہ آنحضرت ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے ”کعبہ“ اور صرف عبادت الہی کے لیے بنائی جانے کی وجہ سے ”بیت اللہ“ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے ”مسجد الحرام“ کہا جاتا تھا۔

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے:

① یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے۔

﴿ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَ مَا تَوَلَّوْا۟ فَانْتَمَ وَجْهُ اللّٰهِ ط ﴾ [البقرہ: 115]

اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔

② اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عبادت کے لیے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے۔

﴿ وَلِكُلِّ وِجْهَةٍ هُوَ مُوَلِّئُهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ط اَيْنَ مَا تَكُوْنُوۡا يَاتِ بِكُمْ اللّٰهُ جَمِيعًا ط ﴾ [البقرہ: 148]

”اور ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک سمت مقرر (مقرر) ہے۔ جدھر وہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں۔ تو تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو، تم جہاں ہو گے اللہ تم سب کو جمع کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

③ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔“

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ [البقرہ: 143]

”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو۔“
اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ تعین رسول کے لیے ایک ممیز علامت قرار دی جائے۔

﴿لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَيَّ عَقْبَيْهِ﴾ [البقرہ: 143]

”کہ ہم معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون اٹھے پاؤں پھر جاتا ہے۔“

یہی وجہ تھی کہ جب تک نبی ﷺ مکہ میں رہے، اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ کیوں کہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے اور کعبہ کو تو انھوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا اس لیے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بین علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے۔

جب نبی ﷺ مدینہ میں پہنچے وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے اور بیت المقدس کو تو وہ بیت اہل یا بیکل تسلیم کرتے ہی تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے اور آہائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جایا کرے۔

حکم الہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی۔ اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمادی ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: 96]

”یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الہی کی غرض سے بنائی گئی۔“

پس چوں کہ اسے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے، اس لیے اس کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے۔

﴿وَإِذْ يُرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ [البقرہ: 127]

”اور جب ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) بیت اللہ کی دیواریں اونچی کر رہے تھے۔“

دوم: یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہیں اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہی یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ اس لیے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا قومِ خلافت کا اتحاد نسبی و جسمانی کی یاد دلا کر اتحاد روحانی کے لیے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام ﴿أَدْخُلُوا فِي الْمِلَّةِ﴾ [البقرہ: 208] سنا دینا تھا۔

میں یقین کرتا ہوں کہ کعبہ کے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کر سکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اس لیے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً 921 سال اور حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار نو سو اکیس (1921) سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آری دت نے اپنی تاریخ سویلیزیشن آف نٹھینٹ انڈیا (Civilization of iniattie India) میں متعدد عالموں کی شہادت کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو وید کا ابتدائی زمانہ ہے مسیح سے چودہ سو (1400) سال [1] سے دو ہزار (2000) سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس

[1] ترجمہ ڈی احمد صاحب جے پوری ص 7-8

دور میں کوئی مندر نہ تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا۔

مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلادیا تھا کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جائے گی وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔

نمونہ کے لیے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

اول: یسعیاہ نبی کی کتاب باب 60 ملاحظہ کیجیے۔ اس میں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصاً 5 درس سے دیکھو۔

”سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔“

(6) اونٹنیں کثرت سے تجھے آکے چھپائیں گی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وہ سب جو سہاکے ہیں آئیں گے۔ وہ سونا اور

لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنادیں گے۔

(7) قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ عیبط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری

منگھوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔“

واضح ہو کہ شوکت کا گھر لفظی ترجمہ ”بیت الحرام“ کا ہے اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس سے پہلے نوشتوں

کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے ”قبلہ“ قرار دینا ہے۔

یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے، نہ کوئی اور مقام۔ اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ درس

6-7 میں مدیان عیقا، سہبا، قیدار اور عیبط کے لوگوں کا جمع ہونا، قربانیاں کرنا بتلایا گیا ہے۔ یہ پانچوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے یا پوتے

ہیں۔ جو عرب میں آباد ہوئے اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہوئے، نہ عیسائی تھے، نہ یہودی تھے

اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح ”منیٰ“ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں۔ قوموں کے نام منیٰ کا پتا۔ عرب کا قاطبہ مسلمان ہو جانا حجۃ الوداع

میں سب کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیت کے معنی کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں۔

دوم: حجی نبی (ق۔ م۔ 520) کی کتاب میں ہے:

”اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلام ﴿۱﴾

(سلامتی یا اسلام) بخشوں گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔“

سوم: مکاشفات یوحنا 3 باب 12 درس میں ہے:

(12) میں اسے جو غالب ہوتا ہے اپنے خدا کی بیکل کاستون بناؤں گا۔ اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلیم کا نام جو

﴿۱﴾ ترجمہ ڈی احمد صاحب ہے پوری ص 7-8 ﴿۲﴾ عربی بائبل مطبوعہ 1871ء مقام آکسفورڈ، ص 1339 پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائبل مطبوعہ مرزا پور

1871ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کا ترجمہ اسلام کریں کیوں کہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ اسلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں: اَللّٰهُمَّ

اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ وَ اَرْزُقْنَا السَّلَامَ۔ سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَ نَعْلَمُكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ۔ (اے اللہ تو ہی سلام ہے۔) (امن دینے والا) اور تو ہی سلامتی

عطا کرنے والا ہے۔ ہمیں سلامتی عطا فرما۔ آپ بہت بابرکت ہیں۔ اے عظمت و جلال کے مالک اور اکرام و احسان کرنے والے۔

میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اترتی ہے اور اپنا نیا نام اس پر لکھوں گا۔ جس کا کان ہے، سنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا کہتی ہے۔“

یوحنا نے نئے یروشلیم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروشلیم ”کعبہ“ ہے اور اللہ کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے اسم پاک ”رحمن“ ہے ﴿﴾ جسے اسلام نے ہی ظاہر کیا۔ نئے یروشلیم کا آسمان سے اترنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ [البقرہ: 144] (ہم نے تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم تم کو اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لو)

چہارم: زبور 84 میں ہے:

(4) ”طُوبَى لِلْسَّائِكِينَ فِي بَيْتِكَ أَبَدًا يُسَبِّحُونَكَ (سلاہ)“

”مبارک وہ ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں۔ وہ سدا تیری ستائش کریں گے۔“ (سلاہ)

(Selah) Pleased are they that dwell in thy house, they will be still praising thee

(5) ”طُوبَى لِمَنْ لَانَاسٍ عَزَّهُمْ بِكَ طُورُ بَيْتِكَ فِي قُلُوبِهِمْ۔“

”مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے، ان کے دل میں تیری راہیں ہیں۔“

Blessed is the man whose strength is in thee in whose heart are the ways of them.

(6) ”عَابِرِينَ فِي وَادِي الْبُكَاءِ۔ يُصَيِّرُونَهُ، يَنْبُوْعًا“

”وہ بکا کی وادی میں گزر کرتے ہیں، اسے ایک کنواں بناتے۔“

”أَيْضًا يَبْرَكَاتٍ يَغْطُونَ مَوْرَةَ“

”جہاں برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔“ (کتاب مقدس۔ مطبوعہ آرن سکول۔ مرزاپور 1870ء)

Who Passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools ﴿﴾

ان ہر سد زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں مستحق طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں:

① درس چہارم کی رو سے یہ کہ اللہ کا ایک گھر ہے اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتلایا گیا ہے اور ان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی تسبیح و ستائش کرتے ہوں گے۔

﴿﴾ اہل عرب اسم رحمن سے جس کا نزول قرآن میں ہوا بہت ناراض ہوتے تھے۔ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ﴾ [الفرقان: 60] جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہوتا ہے؟ ﴿وَهُمْ يَلْمِزُكَ الرَّحْمَنُ هُمْ كَاذِبُونَ﴾ [21: انبیاء: 36] رحمن کا ذکر آ جانے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں۔ سبیل نے انعقاد صلح کے وقت کہا تھا۔ وَأَنَا الرَّحْمَنُ فَوَاللَّهِ لَا تَعْرِفُهُ، اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رحمن کون ہے۔ بخاری: 2731، 2732 ﴿﴾ کتب المسند طبع بنفلة الجمعية البريطانية والاجنبية لاجل انتشار الكتاب المقدسة في مطبعة المدرسة من المدينة او كسفور في سنة 871 مسيحية۔

② درس پنجم کی رو سے یہ کہ ان لوگوں کی عزت و قوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور اسباب دنیوی ان کی عزت و قوت کا باعث نہ ہوں گے۔

③ درس 6 کی رو سے لفظ ”بکا“ عربی، اردو، انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بکا وہ اسم معرفہ (Propemoun) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھنے جانے کا جو قاعدہ ہے اسی کے مطابق انگریزی کی بائبل میں لفظ ”بکا“ کا پہلا حرف b بھی بڑی B کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

④ لفظ واوی عربی و اردو میں اور لفظ Valley جو معنی واوی ہے انگریزی لفظ بکا سے پہلے موجود ہے۔

⑤ ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں کے لہجے والے واوی بھکا میں ایک کتواں بھی بنا کیں گے۔

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں۔

① سائکنین بیت جس کا ذکر درس 4 میں ہے وہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں ہے:

﴿ رَبِّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زُرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے اللہ! میں نے اپنی ذریت کو اس واوی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی، تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔“

② یہ واوی جس کی صفت آیت بالا میں غَيْرِ ذِي زُرْعٍ ہے اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بھکہ ہے۔ ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ﴾ [آل عمران: 96] پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو بھکہ میں ہے۔ ”اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہو گیا کہ مکہ کا نام اللہ کے ہاں بھکہ ہے۔“

③ اب ایک کتواں بنانے کا ثبوت باقی رہا جو واوی بکتہ میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیاء صفحہ 33) عن ابن عباس میں اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے یہاں آنے، آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اس کے فقرہ نمبر 20 میں یہ عبارت ہے: فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِي سَعَتْ جِبْ جِبْرَهُ اس واوی میں پہنچی تو وہاں (پانی کے لیے) دوڑی، پھر فقرہ نمبر 29 میں ہے: وَ غَمَزَ عَقْبِهِ عَلَى الْأَرْضِ قَالَ فَانْشَقَّ الْمَاءُ فَدَهَشَتْ أُمَّ اسْمَاعِيلَ فَجَعَلَتْ تَحْفَرُ (فرشتہ) نے ایزدی زمین پر ماری، پانی ابل پڑا۔ اسماعیل کی ماں حیران ہو گئی۔ پھر اسے کھود کر کتواں بنانے لگی۔“

قارئین! آپ نے دیکھا کہ زبور کے اس مقام میں ”بکتہ“ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام ”بیت اللہ“ بھی ثابت ہو گیا۔ وہاں ایک کتوں کا ہونا بھی متحقق ہو گیا اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا ہمیشہ یاد الہی میں رہنا بھی ثابت ہو گیا۔

ہمارے مضمون جو میل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدعا کی ہے۔

اس کے بعد اس قدر اور بھی گزارش کر دینا چاہتا ہوں کہ درس 5 میں عربی عبارت کا مفہوم اردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور

مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔

① ابن ہشام التوفی 213 ہجری کی سیرت ص: 39 میں ہے۔ ان بکتہ اسم البطن مكة لانهم يتهاكون لبيها۔ دوسرا قول بدرتسید کی بابت یہ ہے: انها ما سميت ببكتة الا انها كانت تبتك اعناق الجبابره اذا احدثوا لبيها شيا (ابن ہشام ص: 39) بخاری: 2368, 3365, 3364

عربی میں ہے: طَوْقُ بَيْتِكَ فِي قُلُوبِهِمْ اس کا لفظی ترجمہ ہے: "ان کے دلوں میں تیرے گھر کی راہیں ہیں۔" لیکن اردو زبور میں ہے: "ان کے دل میں تیری راہیں ہیں۔" اور انگریزی میں ہے

In whose heart are the ways of them

اردو انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اڑا دیا ہے۔ اردو میں تیری راہیں اور انگریزی Them ان کی راہیں لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

فَأَجْعَلَ آفِنْدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقِهِمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴾ [ابراہیم 36]

"اے میرے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں رو سیدگی نہیں، تیرے شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔

اے اللہ! یہ اس لیے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نمازوں کو قیام دیں۔ اب تو لوگوں کے دلوں ان (بسنے والوں) کی

محبت ڈال دے اور ان کو سب ہر طرح کے میوؤں کی روزی دیا کر کہ یہ شکر گزار بنیں۔"

دوسری غرض یہ ہے کہ درس 5 کا پہلا جزو جو عربی میں یہ ہے: طَوْبَى لَأَنْسِ عِزَّهُمْ بِكَ اس میں لفظ اناس بصیغہ جمع ہے۔ اور عزہم میں ہم بھی ضمیر جمع ہے۔ لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں: مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے۔" اور انگریزی یہ الفاظ ہیں:

Blessed is the man whose strength is in thee

اردو میں لفظ "انسان" اور "جس" اور انگریزی میں لفظ Man اور Who واحد کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں "ان کے" اور انگریزی میں Them جمع کے لیے موجود تھے۔

عربی توراہ کا فقرہ طَوْبَى لَأَنْسِ عِزَّهُمْ بِكَ دراصل فقرہ نمبر 5 طَوْبَى لَأَنْسِ عِزَّهُمْ بِبَيْتِكَ ہی صفت ہے۔

الغرض توراہ کے اس مقام سے پہلے بیت اللہ، زمزم، اولاد اسماعیل صاف طور پر ثابت ہیں۔ وَاللَّهِ الْحَمْدُ!

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اسی گھر کو جو وادی بکا میں ہے ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروخلم کو۔ کیوں کہ ایک ایسے دین (اسلام) کے لیے جس کی بابت ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ [الصف: 9] "وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے" فرمایا گیا ہے۔ اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا۔ نہ کہ اس کا جسے ہر ایک کافر قاتح نے توڑا اور ویران کیا اور بالآخر (سنڈاس) کی جگہ بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی دفعہ غلام بنا، قیدی ہونا، جلا وطن ہونا پڑا ہو۔

اللہ نے زبور کی مندرجہ بالا آیت 4-5 میں جو وادی بکہ کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارک باد دی ہے اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے۔ کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوة

علم الاقتصاد (Economics) یا تمدن یا پوپلرکل اکانومی (Political Economy) کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ

افراد قوم میں سے بلحاظ فقر و دولت کیوں کرایک تناسب قائم کیا جائے۔

زکوٰۃ اور تمدن انسانی

حکیم سولون (Solon) کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقیدہ کی گروہ کشائی نہیں کر سکا۔ یورپ میں نہلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے) کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف و یکساں حق مالکیت ہو۔ سوشیالٹ (Socialist) جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے، اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے۔ نیشنلسٹ (Nationalist) جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے (یہ فرقے اس لیے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اس لیے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے:

﴿ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَأْسِي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ﴾ [نحل: 71]

”رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جن کو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں (اس لیے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔“

1] اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی بہترین تمدن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔

2] زکوٰۃ 2 ہجری میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی ﷺ کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد، غریبوں پر رحم کرنے والا، درمندوں کا ٹھگسا رہتا۔ اور اسلام میں شروع سے ہی مساکین اور غرباء کی دیکھ بھری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ ان کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لیے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا جس پر بطور آئین و ضابطہ کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لیے دولت مند جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی فیاضی و نیک دلی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رکن (کلمہ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔ زکوٰۃ درحقیقت اس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے، جو انسان کے دل میں اپنے اپنے اہلئے جنس کے ساتھ قدر و جان و فطرنا موجود ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت، اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی اور بخل و اسماک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی کہ غرباء و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے اور اس لیے بے حد دولت کا جمع ہو جانا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے کیوں کہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود قائم سمجھتے ہیں۔ گو یا دولت مند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی

1] سولون (Solon) معروف دانشور اور یونانی سیاستمدان جو 558 قبل مسیح میں پیدا ہوئے اور 640 قبل مسیح میں فوت ہوئے۔

مثال پیدا کر لیتی ہے جس میں ادنیٰ و اعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل منقطع ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا

بھی ناگوار نہیں گذرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت، زراعت اور موسیقی (بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے) نقدیت معاون اور فاقن شمار ہوتے ہیں۔ [1]

اب یہ دکھانا ضروری ہے کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [التوبہ: 60]

زکوٰۃ و صدقات کا مال

① فقیروں اور

② مسکینوں کے لیے ہے (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو۔)

③ اور تحصیل داران زکوٰۃ کے لیے (جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی)

④ اور ان لوگوں کے لیے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو۔ یعنی نو مسلم لوگ۔

⑤ غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے

⑥ اور ایسے قرض داروں کا قرضہ چکانے کے لیے جو قرض نہ ادا کر سکتے ہوں۔

⑦ اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لیے) [2]

⑧ اور مسافروں کے لیے۔

جن آٹھ (8) مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی

ضروریات کو کسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

غلامی کی تاسید عیسائیت کی تعلیم میں

اس تقسیم کے نمبر 5 پر مزید غور کرنا چاہیے کہ اسلام، اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو آٹھ (8) مدات پر تقسیم کر کے پانچویں مد

آزادی غلامان قرار دیتا ہے۔ جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متدین ممالک، چین، ہندوستان، مصر،

روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی۔ رحمت مسیح علیہ السلام نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا۔ مگر پولوس سینٹ پال

(Saint Paal) نے غلامی کو تقویت دینے کے لیے ضرور زور دیا ہے۔ پولوس کہتے ہیں:

”اے غلامو! تم ان کی جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں، اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھر تھراتے ہوئے

ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیح علیہ السلام کے“ (الہسین باب 6، ص 5)

[1] جنس اور مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیے اس کا موضوع کتاب ہذا سے زائد ہے۔ [2] اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

[3] سینٹ پال (Saint Paal) حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری تھا، جسے یہود نے 61ء میں پھانسی دی تھی۔

علیٰ ہذا القیاس دیکھو: تمطوس باب 6۔ اطمینان 2-9 بطرس 21-18۔

پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کیے۔

- اول آ زادی غلامان کو نیکی کا اصل اصول بتلایا: ﴿وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ [البقرہ: 177]
- دوم آ زادی غلامان کو حصول نجات کا ذریعہ بتلایا: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكَّ رَحْمَةً﴾ [البلد: 11-13]
- سوم آ زادی غلامان کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا ہے۔
- مثلاً قتل خطا (جیسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں۔

- ① مقتول مسلمان ہو۔ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ② مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو۔ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ③ مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو۔ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ④ نقص یمین کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (92:5)
- ⑤ ظہار کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (3:58)
- ⑥ رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ ①
- ⑦ آقا غلام کو سخت مارے، اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ ②

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصہ ہمیشہ کے لیے اسی کام کے لیے خالص کر دیا ہے۔

انیسویں صدی میں انگلستان نے آزادی غلامان پر لاکھوں روپے صرف کیے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے کہ یورپ کی کوئی سلطنت اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ لیکن اسلام کے الہی حکم کو دیکھو کہ تیرہ سو (1300) برس پہلے سے اس کام کے لیے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا۔ کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے جو اسلام کی اس فضیلت کا انکار کرے گا؟

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر 6 پر بھی غور کرنا چاہیے۔ حالیہ زمانے نے قرض داروں کی سہولت کے لیے بینک (Bank) قائم کیے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل نکل بینک کے پاس چلی گئی ہیں اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سود کے ملنا محال ہو گیا ہے اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں مویشگافیاں کی ہیں۔ ①

لیکن دیکھو اسلام کا احسان کہ اس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے۔ بے شک سود کی حرمت کا حکم سنانا بھی اسلام ہی کا حق ہے جس نے قرض داروں کی گلو خلاصی کے لیے ایسے عجیب انتظامات بھی کیے ہیں۔

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے۔

① بخاری: 1936 ② مسلم: 177 ③ مصنف بیہودہ کی بات موجودہ دور میں حرف بحرف درست ثابت ہو رہی ہے۔

إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ مِنْ أَوْسَاخِ النَّاسِ وَأَنْهَا لَا تَجِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ۔
 ”یہ صدقہ کا مال لوگوں کی میل بچیکل ہوتا ہے۔ محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے کنبہ والوں کے لیے یہ حلال نہیں ہے۔“
 اس حرمت کے حکم میں نبی ﷺ کے ساتھ حضور ﷺ کا کنبہ، چچے، پھوپھیوں، چچیرے بھائی اور ان کی سب اولاد اور ان سب کی لونڈی غلام بھی داخل ہیں تاکہ کسی شخص کو نبی ﷺ کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ نہ گذر سکے۔
 رمضان 2 ہجری مقدس (فرضیت رمضان المبارک اور فوائد)

رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن

قرار پایا۔

- ① روزے صحت کو بڑھاتے ہیں۔
- ② امراء کو غرباء کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں۔
- ③ شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں۔
- ④ قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں۔
- ⑤ قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت، انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں۔ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ) [البقرہ: 183] تقویٰ کی مثالوں پر غور کرو کہ:

گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تہما مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے مگر وہ پانی نہیں پیتا۔ روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے کھانا میسر ہے۔ کوئی شخص اسے دیکھ بھی نہیں رہا مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔

بیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبت کے جذبات اس کی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں۔ الفت نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدائنا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی عزت اور عظمت اس کے دل میں اس قدر جاگزیں ہو گئی ہے کہ کوئی جذبہ بھی اس پر غالب نہیں آسکتا اور روزہ ہی عظمت اور جلال الہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایمان دار اللہ کے حکم کی وجہ سے جائز، حلال، پاکیزہ، خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے تو وہ بالضرور اللہ کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دے گا اور ان کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے۔ اسی لیے حدیث صحیح میں ہے:

① مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلِ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَّعِ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔
 ”جو روزہ دار جھوٹ کہتا، افو بکنا اور لغو فضول کاموں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں ہے اگر وہ اپنا کھانا پینا

پھڑو دیتا ہے۔“

② دوسری حدیث میں ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمٌ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُتْ وَلَا يَضْحَبُ فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ۔ ①
 ”جب کوئی شخص کسی دن کا روزہ رکھے تو نہ کوئی بے ہودہ لفظ زبان سے نکالے، نہ بکواس اور شور کرے اور اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تب کہو دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (گالی کا جواب دینا جھگڑنا مجھے شایان نہیں)“

روزہ اور چاند کی تاریخیں

① رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ جب نصف دنیایا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ قمری مہینہ اول بدل کر آنے سے کل دنیا کے مسلمانوں کے لیے مساوات قائم کر دیتا ہے لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔

② روزہ رکھنا دشوار نہیں ہے مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی ناز و نعم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو، اس کے لیے روزہ رکھنا بے شک سخت گراں ہے۔

رمضان کا اسلام میں فرض ہونا، بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کو کس قدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی و شہوانی خیالات کو ملیا میٹ کر دینے والا ③
 3ھ کے ماہ رمضان میں سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو حضرت علی مرتضیٰ وفاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما کے پہلے فرزند ہیں۔

ام الخبائث شراب کو اسلام نے حرام کیا

4ھ کی برکات میں بڑی برکت یہ ہے کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ میں انھیں شراب پلا رہا تھا۔ اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہوگئی۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ جتنی شراب باقی ہے، اسے باہر پھینک دو۔ اس روز مدینہ کی گلی کو چہ میں شراب بہہ نکلی تھی۔

آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائٹیوں ④ (Temperance Society) کے ذریعہ انسداد شراب کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں۔ کیوں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی تقلیل و کثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

اسلام نے شراب کا نام ”ام الخبائث“ (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں) رکھا ہے انسان کے جسم پر، رویہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن و انتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت اور قوت پر جو برا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہا ہے اس سے واضح ہے کہ

① بخاری: 1904، مسلم: 1151 ② مسک لے فرمایا۔ 17۔ جب تو روزہ رکھے، اپنے سر پر پچنائی لگا اور منہ دھو۔ 18۔ تاکہ آدمی پر نہیں بلکہ تیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھا ہے روزہ دار ظاہر ہو۔ اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے آشکارا تجھے بدل دے۔ انجیل متی 6 باب 17-18۔
 ③ ٹمپرنس سوسائٹی (Temperance Society) ایسی تنظیم جو شراب نوشی کے لیے کام کرے۔

شراب کے لیے ”ام التباہت“ کیسا موزوں اور زیبا نام ہے۔

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دے کر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی تحریص دلائی ہے۔ ان کو ذرا غور کرنا چاہیے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہوگا اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو، اس میں داخل ہونے سے عیاش طبعیتوں کو کتنی تھجک ہوگی۔

ولادت و شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

اسی سال 4 ہجری کے ماہ شعبان میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو عاشورہ محرم 61 ہجری میں میدان کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچے فداہیوں کو صداقت کی تائید میں جان و مال و حرمت کی بھی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اسی جنگ میں صبر و استقلال، رضا و توکل، احقاق حق و اتباع صداقت کے ایسے نمونے دکھائے جن کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان و تربیت کا اثر و نتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ و عن سائر اہل بیتہ و جمیعین)

شمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ، سردار نجد کا مسلمان ہونا (5 ہجری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سواری کی جانب روانہ فرمائے تھے۔ وہ وہاں پہنچتے ہوئے شمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے۔ فوج والوں نے انھیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون کے ساتھ لایا بندھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لاکر دریافت کیا کہ شمامہ کیا حال ہے؟ شمامہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کیے جانے کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خون کی حق میں ہوگا اور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر رحمت کریں گے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیے بتلا دیجیے۔ دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شمامہ سے پھر وہی سوال کیا: شمامہ نے کہا: میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گزار شخص پر فرمائیں گے۔

تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر شمامہ سے وہی سوال کیا اس نے کہا: میں اپنا جواب دے چکا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شمامہ کو چھوڑ دو۔

شمامہ رہائی پا کر ایک کھجور کے باغ میں گیا جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا۔ وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوٹ کر آ گیا اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔

شمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اللہ کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ کسی شخص سے نفرت نہ تھی لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے مجھے نہایت ہی نفرت تھی مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ واللہ! آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا لیکن آج تو آپ کا دین ہی مجھے محبوب تر ہو گیا ہے۔

شمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اب عمرہ کے

بارے میں کیا ارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔

آپ ﷺ کا جانی دشمنوں سے حسن سلوک

ثمامہ بن جاحظ مکہ پہنچا تو وہاں ایک شخص نے پوچھا: کہو تم صابی بن گئے۔ ثمامہ بن جاحظ نے کہا: نہیں، میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور اسلام قبول کیا ہے اور اب یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئے گا۔ جب تک کہ محمد ﷺ کی اجازت نہ ہوگی۔ ①

ثمامہ بن جاحظ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا اناج بند کر دیا۔ غلہ کی آمد کے رک جانے سے اہل مکہ بلجلا اٹھے اور آخر نبی ﷺ ہی سے انھیں التجا کرنی پڑی۔ نبی ﷺ نے ثمامہ بن جاحظ کو لکھ دیا کہ غلہ بدستور جانے دے۔ (ان دنوں اہل مکہ نبی ﷺ کے جانی دشمن تھے) اس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے کیوں کر اس شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود اپنے آپ کو واجب القتل سمجھتا تھا ② اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا کہ ثمامہ بن جاحظ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت ﷺ سے سخت نفرت و عداوت رکھتا تھا تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔

نبی ﷺ کی نیکی اور طینت کی پاکی و رحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے نکالا تھا اور بدر، احد، بدر، یتیم میں آپ تک نبی ﷺ اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے ساری طاقت صرف کر چکے تھے ان کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے کہ ان کا غلہ روک دیا جائے اور ان کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرما تیرا بنا دیا جائے۔

صلح حدیبیہ 6ھ مقدس

اسی سال نبی ﷺ نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا۔ فرمایا: ”میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔“ اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا ان کے دل میں تھا، بے چین کر دیا اور انھوں نے اسی سال نبی ﷺ کو سفر مکہ کے لیے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لیے اور سفر بھی ذیقعد کے مہینہ میں کیا جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلاروک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب مکہ 19 میل رہ گیا تو نبی ﷺ نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیج دی اور آگے بڑھنے کی اجازت ان سے چاہی۔

عثمان بن عفان بن جاحظ جن کا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمان بن جاحظ کو قتل یا قید کر دیا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ نے اس بے سرو سامان جمعیت سے جان نثاری کی

① صحیح بخاری: 4372۔ ② ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کیے جانے کی وجہ ہر چند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ گرفتاری باخبر کسی جرم کے بعد ہوئی تھی۔ فور کیجیے ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے جب اسے بلا کسی شرط کے، بلا کسی معاوضہ کے اور بلا تکلیف تہدیبی مذہب کے آزاد فرما دیا تو اس کے دل پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا کہ اس کی ہدایت کا سامان ہو گیا۔

بیعت لی [1] کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے۔ [2] بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو (1400) تھی۔ [3] قرآن مجید میں ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبِيعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: 18]

”(اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا۔“

اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہما کا داہنا ہاتھ قرار دیا اور ان کی جانب سے اپنے اپنے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ حاضر ہوئے۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جو قریش کی جانب سے آیا تھا اس نے قریش کو واپس جا کر کہا: [4]

اے قوم! مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسریٰ (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا جس کی عظمت اس کے دربار والوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمد ﷺ کے دل میں محمد ﷺ کی ہے۔ محمد ﷺ تو کتنا ہے تو اس کا آب و ہن زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی گرتا ہے اور وہ شخص اس آب و ہن کو اپنے چہرہ پر لیتا ہے۔

جب محمد ﷺ کوئی حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل وضو کے لیے ایسے گرے پڑتے ہیں گویا لڑائی ہو پڑے گی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں محمد ﷺ کا اتنا ادب ہے کہ وہ اس کے سامنے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہے کہ ان سے صلح کر لو جس طرح بھی بنے۔ [5]

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صلح کے لیے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئیں:

- [1] دس (10) سال تک باہمی صلح رہے گی، جائین کی آمد و رفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہوگی۔
 - [2] جو قبائل چاہیں قریش سے صلح جائیں اور جو چاہیں وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں۔ دو دستہ قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے۔
 - [3] اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی۔ اس وقت ہتھیار ان کے جسم پر نہ ہوں گے، گوسفٹیں ساتھ ہوں۔
 - [4] اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو نبی ﷺ اس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے چلے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔
- آخری شرط سن کر تمام مسلمان بجز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما گھبرا اٹھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس بارے میں زیادہ پر جوش تھے لیکن نبی ﷺ نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرمایا۔

معادہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے لکھا تھا۔ انھوں نے شروع میں لکھا: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سبیل جو قریش کی طرف سے کشف معادہ تھا بولا بخدا! ہم نہیں جانتے کہ رحمن کے کہتے ہیں، بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ لکھو۔
نبی ﷺ نے وہی لکھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہما نے پھر لکھا۔ یہ معادہ محمد رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان منعقد ہوا ہے۔

[1] بخاری: 4167، 2959؛ مسلم: 4824؛ نسائی: 4170، ترمذی: 1592 [2] بخاری: 3576، مسلم: 4812؛ نسائی: 77 [3] بخاری: 415

[4] یہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا بیان ہے جو آٹھ چاند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لیے سفیر اسلام بن کر گیا تھا۔ [5] بخاری: 4180، 4181

سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا اور نبی ﷺ نے اس کی درخواست پر ”محمد بن عبد اللہ“ لکھنے کا حکم دیا۔ [1] معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہوگا لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی اور عہد نامہ لکھا ہی جا رہا تھا، دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنا کا اختیار رکھتا تھا) کا بیٹا ابو جندل رضی اللہ عنہ اسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ قریش نے اسے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عہد نامے کے مکمل ہوجانے پر اس کا خلاف نہ ہوگا یعنی جب تک عہد نامہ مکمل نہ ہو جائے اس کی شرائط پر عمل نہیں ہو سکتا۔

سہیل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے حکم دیا اور ابو جندل رضی اللہ عنہ کو قریش کے سپرد کر دیا گیا۔ قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اس کی مشکلیں باندھیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے۔ نبی ﷺ نے جاتے وقت اس قدر فرمایا تھا کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ تیری کشاکش کے لیے کوئی سہیل نکال دے گا۔ [2] ابو جندل رضی اللہ عنہ کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا مگر نبی ﷺ کا حکم سمجھ کر ضبط و مہربان رہے۔

حملہ کرنے والے اسی (80) اعداء کو معافی

نبی ﷺ حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی (80) آدمی کوہ معیم سے صبح کے وقت جب کہ مسلمان نماز میں مصروف تھے، اس ارادہ سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر داخل کرویں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے اور آنحضرت ﷺ نے انہیں ازراہ رحمہ لی و عنقو چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

﴿ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِطَّنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾

”اللہ وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ بھی (ان پر قابو

پالینے کے بعد) ان سے روک دیے۔“ [التح: 24]

برکات معاہدہ

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی، حزم، دور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عنقا و رحمتہ للعالمین کے انوار کا ظہور دکھلایا۔

مسلمان حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورہ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا۔ عمر

قاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ معاہدہ ہمارے لیے فتح ہے؟ فرمایا: ہاں۔ [3]

[1] بخاری: 2731-2732، مسلم: 784۔ سہیل آج اسم مبارک محمد ﷺ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند سال کے بعد ولی شوق و انگ سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اشغال نبوی ﷺ کے بعد مکہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی زبردست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کے لیے استحکام و تازگی ایمان کا باعث ٹھہری تھی۔ بے شک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے کہ وہ جانی اور ولی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنا لیتا ہے۔ [2] بخاری: 2731-2732، مسلم: 1784

[3] بخاری: 2732، مسلم: 1785۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے زندان مکہ میں پہنچ کر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا، وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتا۔ اللہ کی قدرت کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنے سچے ارادے اور سچی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے۔

الغرض اسی طرح ایک ابو جندل رضی اللہ عنہ کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو (300) اشخاص ایمان لے آئے۔

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہد نامے میں ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی۔ پھر انہوں نے مکہ کے چند منتخب اشخاص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہم عہد نامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ اب نو مسلموں کو اپنے پاس واپس بلا لیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا ﷺ اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ معاہدہ کی شرط جو ظاہراً ہم کو ناگوار تھی اس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا۔

”ابو جندل رضی اللہ عنہ کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے؟“

ابو جندل رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی الہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی اور کس طرح ظالمان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری، اقارب کی جدائی، قید، ذلت، بھوک، پیاس، خوف، طمع، تلوار، پھانسی غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ ان کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا۔

صلح کا حقیقی فائدہ

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جاہلین سے آمد و رفت کی روک ٹوک کے اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح ان کو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے مواقع ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

ابو جندل، ابوبصیر اور ابوالعاص کے واقعات: ابو جندل کی طرح ایک شخص ابوبصیر تھا۔ وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہنچا۔ قریش نے اسے واپس لانے کے لیے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر ان کے سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابوبصیر نے ان میں سے ایک کو دھوکا دے کر مار دیا۔ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کے لیے گیا۔ اس کے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فساد انگیز فرمایا۔ اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہ وہاں سے بھی بھاگا۔ قریش نے ابو جندل اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابو جندل کو چون کہ مدینہ آئے ان کی اجازت نہ تھی اس لیے اس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا اسے لوٹ لیتا (کیوں کہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اسے ہی جاملے۔

ایک دفعہ ابوالعاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا۔ ابو جندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے سیدہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے نکاح ہوا تھا۔ (گو ابوالعاص کے مشرک رہنے سے افتراق ہو چکا تھا) ابو جندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ کیا۔ اس لیے کہ ابوالعاص ان میں تھا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا اور حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ پر چھوڑ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوالعاص کی تائید میں فیصلہ کیا۔ جب ابو جندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سارا سہا ربی اور مہار شتر تک ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص مکہ پہنچا۔ سب لوگوں کا روپیہ پیرا سہا ربی اور کیا۔ پھر منادی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہا ہو تو بتلاوے۔ سب نے کہا کہ تو بیزا امن ہے۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے ڈرتا کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو لوگ اہرام نکاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا تاکہ قریش کو نہ لوٹ سکیں۔

محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب المعروف بہ ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ مشہور تاجری، جلیل القدر امام، مشہور فقیہ اور حافظ الحدیث تھے۔

لشکر اسلام آبادی خیبر کے متصل رات کے وقت پہنچ گیا تھا لیکن نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے تھے اور نہ کبھی شب خون ڈالا کرتے۔ اس لیے لشکر اسلام نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے، معرکہ کے لیے اس مقام کا انتخاب مرد جنگ آزما حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ یہ میدان اہل خیبر اور بنو غطفان کے درمیان پڑتا تھا اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنو غطفان یہودیان خیبر کی مدد کے لیے نکلے تو انھوں نے لشکر اسلام کو سدراہ پایا اور اس لیے چپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر کا بڑا کیمپ اسی جگہ رہے گا اور حملہ آور فوج کے دستے کیمپ سے جایا کریں گے۔ لشکر کے اندر فوراً مسجد تیار کر لی گئی اور جنگ کے دوش بدوش تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری فرمایا گیا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس کیمپ کے ذمہ دار افسر تھے۔

قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے دائیں بائیں واقع تھے شمار میں دس تھے جن کے اندر دس ہزار (10000) جنگی مرد رہتے تھے۔

ہم ان کو تین حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

① قلعہ نام ② قلعہ نطاة ③ حصن صعب بن معاذ ④ حصن قلعہ الزہیر

یہ چاروں حصوں نطاة کے نام سے نامزد تھے۔

⑤ حصن شن ⑥ حصن البر ⑦ حصن ابی

یہ تینوں حصوں شن کے نام سے نامزد تھے۔

⑧ حصن قوس طبری ⑨ حصن وطح ⑩ حصن سلام جسے حصن بنی الحقیق بھی کہتے ہیں

یہ تینوں حصوں کسبہ کے نام سے نامزد تھے۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حملہ آور فوج کا سردار بنایا گیا اور انھوں نے قلعہ نطاة پر جنگ کا آغاز کر دیا۔ نبی ﷺ خود بھی حملہ آور فوج میں شامل ہوئے تھے۔ باقی ماندہ فوجی کیمپ زیر نگرانی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھا۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (5) پانچ روز تک برابر حملہ کرتے رہے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ پانچویں یا چھٹے روز کا ذکر ہے کہ محمود رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی گرمی سے ذرا ستانے کے لیے پائیں قلعہ کے سایہ میں لیٹ گئے۔ کنانہ بن الحقیق یہودی نے انھیں غافل دیکھ کر ایک پتھران کے سر پر دسے مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ فوج کی کمان محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی نے سنبھالی اور شام تک کمال شجاعت و دلادری سے لڑتے رہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ یہودیوں کے نخلستان کو کاٹا جائے کیوں کہ ان لوگوں کو ایک ایک درخت سے ایک ایک بچہ کے برابر پیار ہے۔ اس تدبیر پر اہل قلعہ پر اثر ڈالا جاسکے گا۔ اس تدبیر پر عمل شروع ہو گیا تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر التماس کیا کہ علاقہ یقیناً مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہونے والا ہے، پھر ہم اپنے ہاتھوں کیوں خراب کریں۔ نبی ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس نخلستان کاٹنے کے بارہ میں اقامعی حکم (Stay order) بھیج دیا۔

① بخاری: 4197 ② تاریخ طبری: 92 ③ بخاری: 4195

④ فتح الباری۔ بعض کتابوں میں قلعوں کی تعداد 6، 7 بھی درج ہے۔ ⑤ سیرت محمدیہ رضی اللہ عنہ مولوی کرامت علی

شام کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت کا قصہ خود ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:
 لَا عَظِيمَيْنِ (اُولَيَاتَيْنِ) الرَّأْيَةَ عَدَا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ۔

”کل فوج کا نشان اس شخص کو دیا جائے گا (یا وہ شخص نشان ہاتھ میں لے گا) جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔“

یہ ایسی تعریف تھی، جسے سن کر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزو مند ہو گئے تھے۔

اس رات پاسپانی لشکر کی خدمت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ انھوں نے گردآوری کرتے ہوئے ایک یہودی کو گرفتار کیا اور اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں تھے۔ جب فارغ ہوئے تو یہودی سے گفتگو فرمائی۔ یہودی نے کہا کہ اگر اسے اور اس کے زن و بچہ کو جو قلعہ کے اندر ہیں امان عطا ہو تو وہ بہت سے جنگی راز بتا سکتا ہے۔ یہ وعدہ اس سے کر لیا گیا۔ یہودی نے بتلایا کہ نطاہ کے یہودی آج کی رات اپنے زن و بچہ کو قلعہ شن میں بھیج رہے ہیں اور نقد و جنس کو قلعہ نطاہ کے اندر دفن کر رہے ہیں۔ مجھے وہ مقام معلوم ہے جب مسلمان قلعہ نطاہ لے لیں گے تو میں وہ جگہ بتلا دوں گا۔ بتلایا کہ قلعہ شن کے تہ خانوں میں قلعہ شنکی کے بہت سے آلات مخفی و غیرہ موجود ہیں۔ جب مسلمان قلعہ شن فتح کر لیں گے تو میں وہ تہ خانے بھی بتلا دوں گا۔

صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ انھیں آشوب چشم ہے اور آنکھوں میں درد بھی ہوتا رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لب مبارک جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ اس وقت آنکھیں کھل گئیں۔ نہ آشوب کی سرخی باقی تھی اور نہ دردی تکلیف۔ پھر فرمایا: علی رضی اللہ عنہ جاؤ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو، بعد میں جنگ۔ علی رضی اللہ عنہ اگر تمہارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو یہ کام ہماری نعمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہوگا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ نام پر جنگ کی طرح ڈالی۔ مقابلہ کے لیے قلعہ کا مشہور سردار مرحب میدان میں نکلا۔ یہ اپنے آپ کو ہزار (1000) بہادروں کے برابر کہا کرتا تھا۔

اس نے آتے ہی یہ جہاز پڑھنا شروع کر دیا۔

فَلَمَّا عَلِمَتْ خَيْبَرَ اَتَى مَرْحَبٌ شَاكِيَ السَّلَاحَ بِطُلٍّ مُّحَرَّبٌ
 اِذَا الْحُرُوبُ اَقْبَلَتْ نَلَّهَبٌ

”خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار سجانے والا بہادر تجربہ کار مرحب ہوں۔ جب لوگوں کے ہوش مارے جاتے ہیں تو میں بہادری دکھایا کرتا ہوں۔“

اس کے مقابلہ کے لیے عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے۔ وہ بھی اپنا جہاز پڑھتے جاتے تھے۔

فَلَمَّا عَلِمَتْ خَيْبَرَ اَتَى عَامِرٌ شَاكِيَ السَّلَاحَ بِطُلٍّ مُّغَامِرٌ
 ”خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار چلانے میں استاد ہوں، نبرد آزمائش ہوں، میرا نام عامر ہے۔“

مرحبا نے ان پر گوار سے وار کیا۔ عامر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھال پر روکا اور مرحبا کے حصہ زیریں پر وار چلایا۔ مگر ان کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی ان ہی کے گھٹنے پر لگی، جس کے صدمہ سے بالآخر شہید ہو گئے۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے۔

رجز حیدری سے میدان گونج اٹھا، آپ فرماتے تھے:

أَنَا الَّذِي مَمْتَنِي أُمِّي حَيْدَرَةٌ أَوْفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَةِ
كَلَيْتَ غَايَاتِ شَدِيدِ قُنُورَةٍ ①

میں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر فضب ناک رکھا ہے، میں اپنی تلوار کی سخاوت سے تمہیں بڑے پیمانے عطا کروں گا۔
میں شیر بہر سخت حملہ آور مرد میدان ہوں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگا لگا کیا کہ مرحبا کی خود آہنی کوا کا تباہا اعمامہ کو قطع کرتا سر کے دو ٹکڑے بنا تا ہوا گردن تک جا پہنچا۔ مرحبا کا بھائی یا سر نکلا۔ اسے زیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے خاک میں سلا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عام حملہ سے قلعہ ناسخ ہو گیا۔

اسی روز قلعہ صعب کو حضرت حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے محاصرہ سے تیسرے دن بعد فتح کر لیا۔ ① قلعہ صعب سے مسلمانوں کو جو، کھجور، چھوہارے، بکھن، روغن، برتنوں، چربی اور یارچا کی مقدار کثیر ملی۔ فوج میں قلت برآمد سے جو تکلیف ہو رہی تھی، وہ رفع ہو گئی۔ اس قلعہ سے آلات قلعہ شکن بھی برآمد ہوئے۔ جس کی خبر یہودی جاسوس دے چکا تھا۔ اس سے اگلے روز قلعہ نطا فتح ہو گیا۔ اب ”قلعہ الزبیر“ پر جو ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع تھا اور اپنے بانی زبیر کے نام سے موسوم تھا، حملہ کیا گیا۔ دو روز کے بعد ایک یہودی لشکر اسلام میں آیا۔ اس نے کہا: یہ قلعہ تو مہینہ بھر تک بھی تم فتح نہیں کر سکو گے۔ میں ایک راز بتلاتا ہوں۔ اس قلعہ کے اندر پانی ایک زیر زمین نالہ کے راہ سے جاتا ہے۔ اگر پانی کا راستہ بند کر دیا جائے تو فتح ممکن ہے۔ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اب اہل قلعہ، قلعہ سے نکل کر کھلے میدان میں آ کر لڑے اور مسلمانوں نے انہیں شکست دے کر قلعہ کو فتح کر لیا۔

پھر حصن ابی پر حملہ شروع ہوا۔ اس قلعہ والوں نے سخت مدافعت کی۔ ان میں سے ایک شخص جس کا نام غروان تھا۔ مبارزت کے لیے باہر نکلا۔ حباب رضی اللہ عنہ مقابلہ کو گئے۔ اس کا بازو راست کٹ گیا۔ وہ قلعہ کو بھاگا۔ حباب رضی اللہ عنہ نے تعاقب کیا اور اس کی رگ پاشنہ (ایڑی) کو بھی کاٹ ڈالا۔ وہ گر پڑا اور پھر قتل کیا گیا۔

قلعہ سے ایک اور مبارز نکلا جس کا مقابلہ ایک مسلمان نے کیا۔ مگر مسلمان اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نکلے۔ انھوں نے جاتے ہی اس کے پاؤں کاٹ دیئے اور پھر قتل کر ڈالا۔

یہود پر رعب طاری ہو گیا اور باہر نکلنے سے رک گئے۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا۔ کجیر کہتے

① طبری، ج 2، 276/2 ② مشہور صحابی جو حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے معروف تھے۔ پانچویں شخص نے جو شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ چوہر کی خلافت کئی کے ممبر تھے۔ ③ حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ کسبت اور ذوالرائے لقب تھا۔ غزوہ بدر میں 33 سال کے تھے۔ میدان جنگ بدر کے حقائق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو پسند فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال کیا۔

ہوئے قلعہ کی دیوار پر چاڑھے۔ قلعہ فتح کر لیا۔ اہل قلعہ بھاگ گئے۔ اس قلعہ سے بکریاں اور پارچات اور بہت سا اسباب ملا۔ اب مسلمانوں نے حصن البربر پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے قلعہ نشینوں نے مسلمانوں پر اتنے تیر برسائے اور اتنے پتھر گرائے کہ مسلمانوں کو بھی مقابلہ میں منجیق کا استعمال کرنا پڑا۔ منجیق وہی تھے جو حصن صعب سے غنیمت میں ملے تھے۔ منجیقوں سے قلعہ کی دیوار میں گرائی گئیں اور قلعہ فتح ہو گیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا 8ھ

انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ احد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے اور مسلمانوں کو انہوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا۔

یہ وہی خالد رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اسلامی جہز ہونے کی حیثیت میں مسیلہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانناز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے۔

عمر و بن عاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (8ھ)

ان ہی ایمان لانے والوں میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ قریش نے ان ہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے Deputation (وفد) کا سردار بنایا تھا جو شاہ حبش کے پاس گیا تھا تاکہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دے۔ اسی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا۔ ایسے مدبر سیاست دان (Politician) اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

انہی اسلام لانے والوں میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و کلید بردار تھے۔ جب یہ نامی سردار (جن کی شرافت حسب و نسب سارے عرب میں مسلمہ تھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ جا پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے۔

عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا (9ھ مقدس)

اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ 9 ہجری میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی۔ اس وقت اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فساد یوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ ان میں حاتم طائی مشہور تھی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کیا:

”میں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کیا کرتا، وہ مر گیا۔ بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر رحم کریں۔“

نبی ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں۔ اس کے بعد اسے مع اس کے متعلقین چھوڑ دیا اور زاو راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے نام سے سخت نفرت تھی کیوں کہ میں عیسائی المذہب تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ میں سچے دین پر بھی ہوں اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں۔ اس لیے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے شترخانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں۔ ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے اور جب اسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے، مجھے فوراً بتلائے۔

ایک روز داروغہ آیا۔ کہا: صاحب! محمدی ﷺ فوج کے آجانے پر کچھ کرنے کا ارادہ ہو، وہ کر گزریے، کیوں کہ مجھے دور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں۔ یہ سن کے میں نے اونٹ منگائے۔ بیوی بچہ اور زر و مال کو لادنا اور شام کو چل دیا۔ میری بہن آنحضرت ﷺ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہنچی۔ اس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقلمند تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس کے پاس چلا جا۔ کیوں کہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو مسلمانوں کی غنیمت کو کیوں ضائع کیا جائے اور اگر وہ بادشاہ ہے تب بھی اس کے پاس جانے سے تو ذلیل نہ ہوگا۔ کیوں کہ تو تو ہی ہے۔ (یعنی تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے) بہن کے مشورہ پر میں مدینے میں آیا۔ اس وقت نبی ﷺ مسجد میں تھے۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ فرمایا: ”کون؟“ میں نے کہا: ”عدی بن حاتم۔“ نبی ﷺ مجھے ساتھ لے کے اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا لی۔ اس نے نبی ﷺ کو گھبرا لیا۔ آپ دیر تک اس کے پاس کھڑے رہے اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ گھر پہنچے۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے نبی ﷺ نے میرے سامنے پھینک دیا۔ فرمایا: اس پر بیٹھو۔ میں نے کہا: نہیں حضور ﷺ بیٹھیں۔ فرمایا: نہیں۔ تم ہی بیٹھ جاؤ۔ میں گدے پر بیٹھ گیا اور آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے یہی گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔

اب نبی ﷺ نے فرمایا: تم تو ”رکوی“ ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں۔ میں نے کہا: سچ ہے اور میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

نبی ﷺ نے پھر فرمایا: عدی شاید اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے کہ سب لوگ غریب ہیں۔ واللہ! ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ وقت قریب آ رہا ہے۔ جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کاج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

[1] رک۔ و۔ س۔ ی۔ (رکوی) عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے۔

عدی اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج کل دوسری قوموں میں ہے۔ واللہ! وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ جب تو سن لے گا کہ ارض بابل کا سفید نخل (نوشیرواں کا دربار دیوان خانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔

عدی! ابتداء کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہو سکتا ہے؟

عدی! ابتداء کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے؟ کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے؟

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی ﷺ کے چہرہ پر بشارت اور فرحت نمایاں تھی۔

عدی کہتا ہے کہ اس ارشاد نبوی ﷺ کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا سال جارہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے

محللات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا کو قادیسہ سے مکہ تک حج کے لیے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی ہو کر رہے گی۔ ①

حج اسلام کا پانچواں رکن

① اسلام کا پانچواں رکن حج ہے:

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام وہ پیغامِ محبت ہے جو گھڑے ہوؤں کو ملاتا، بیگانوں کو یگانہ اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے۔

احکامِ اسلام کا منشا بھی یہی ہے کہ افراد و خانہ کو ملت واحد بنا کر کلمہ واحدہ پر جمع کر دیا جائے۔

① اہل محلہ میں محبت و اتحاد پیدا کرنے، قائم رکھنے کے لیے شیخ گز نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے۔

② اہل شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کے لیے ہفتہ میں ایک بار ان کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری

کھہرایا گیا ہے۔

③ اہل شہر دیہات قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق محبت و شناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لیے سال میں دو

بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں سے قرار دیا گیا ہے۔ ہر دو موقع پر دیہات والے شہر کی جانب آتے ہیں اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر

ان سے ملاقاتی ہوتے اور مل جل کر عبادتِ الہی ادا کرتے ہیں۔

عالمِ اسلامی میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگوں اور مختلف ملکوں کے

اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج عمر بھر میں ایک دفعہ ان سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے

ہیں، فرض کیا گیا ہے۔

④ حج میں سب کے لیے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسلِ انسانی کے پدرا عظیم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے تاکہ ایک ہی رسول ﷺ،

ایک ہی قرآن، ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت، ایک ہی لباس میں ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور چشمِ ظاہرین کو بھی ان

اتحاد و معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

حج کے لیے وہ مقام قرار دیا گیا ہے جہاں صابئی، یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے جدا عظیم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ بنائی تھی۔ چونکہ اقوام بالاکا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے اور قدامت زمانہ دونوں طرح سے ہوتی ہے۔

حج کے فوائد عظیمہ

حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو سفرِ بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔ بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں (مثل کارونیشن Coronation) کے انعقاد سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔ ایک مارشل (Marshal) کا جو مقصود عظیم فوجی رویو (Review) سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔ کانفرنس (Conference) کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں (Delegates) کے اجتماع سے ہے، وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔

ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں (Exhibitions) کے قیام سے آثارِ قدیمہ کے جو یا، صنایع عالم کے متلاشی، عالمان طبقات الارض، واقفان علم الاسناد اور محققان تاریخ اقوام و ماہرین جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں حج 9ھ کو فرض ہوا۔ اسی سال نبی ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو امیر الحاج بنایا اور تین سو (300) صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے ہمراہ کیا تاکہ سب کو حج کرائیں۔

ان کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا کہ وہ سورہ براءت کا اعلان کریں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو حج کرایا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے سورہ براءت کی پہلی چالیس (40) آیتوں کو مع ان احکام کے پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائے گا [1] اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ [2]

10 ہجری

اس سال نبی ﷺ نے حج کا ارادہ کیا اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیج دی گئی کہ نبی ﷺ حج کے لیے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبؤہ درانبؤہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ اس انبؤہ میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے۔

نبی ﷺ کا حج

ذی الحلیہ میں نبی ﷺ نے احرام باندھا اور یہیں سے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس مقدس کارواں کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ [3]

[1] دیکھو، صحیحہ 35، باب 8 درس۔ جو ناپاک ہے اس پرست گزرنہ کرے گا۔ وہ ان ہی کے لیے ہے۔ [2] بخاری 4363 [3] حجۃ اللہ العظمیٰ: 253

نبی کریم ﷺ کا راہ میں جب کسی نیلہ یا کرپوہ سے گذر ہوتا تھا تین تین بار بگمیر یا آواز بلند فرماتے تھے۔ ①

جب مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طوی میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے ② اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبؤہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبہ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا۔ ③

زیارت کعبہ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ ان کی چوٹیوں پر چڑھ کے اور کعبہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و بگمیر پڑھے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ کے ترانے گائے۔ ④

آٹھویں ذی الحج کو قیام گاہ سے مکہ روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔ نویں ذی الحج کو آنحضرت ﷺ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ آ کر اترے۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات تشریف لائے۔ تمام میدان سر تا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر ایک

① صحیح بخاری: 6365۔ اب دیکھو، بیجاہ باب 42 درس 11 بیابان اور اس کی بیٹیاں۔ قیدار کے آبار و دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے لٹکائیں گے۔

② اس وقت ﴿إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ کی شان اس قافلہ سالار پر نمودار تھی۔

③ اس موقع کے متعلق بیجاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطبہ کر کے کہا ہے (1) اٹھ روز روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ (2) دیکھ تیرا جی زمین پر چما جائے گی اور تیری قوموں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا۔ (3) اور تو میں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی گلی میں چمکے گی۔ (4) اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف لگاؤ کر۔ وہ سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہ تجھ پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دور سے آویں گے اور تیری بیٹیاں گردہ میں اٹھائی جاویں گی۔ (5) تب تو دیکھے گی اور روشن ہوگی۔ تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ ہوگا۔ کیوں کہ سمندر کی فراوانی تیری طرف بھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ اونٹ کھڑت سے آ کے تجھے چمپائیں گے۔ مدیان اور عید کے جوان اونٹ وہ سب جو سب کے ہیں آویں گے۔ وہ سونا اور لہان لاویں گے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناویں گے۔ نبی ﷺ کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لیے داغ اور کعبہ کے لیے موجب حسرت تھا۔ لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خاص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا اور کعبہ کا طواف کرنا بے شک بیت اللہ کے لیے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو چمچڑے ہوئے فرزندان دین کا ملنا۔ دوم دین احمد کا باحکوت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا جو قطوفہ بی بی کے گلن سے تھے اور عید مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سہانتہ، سنان بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ (کتاب بیہدائش 25 باب 14ت 41 درس) یہ سب عرب میں آباد ہوئے اور اس حج میں وہ قہاں بھی حاضر ہوئے۔ جن کے صورت اعلیٰ مدیان، عید، سہا ہیں۔ اس لیے تثنیہ گوئی (جس میں صراحت سے پناہ نشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی۔

④ بخاری: 4116، حجہ اللہ میں 355 عربی کا ترجمہ یہ ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ملک ہی کا ہے اور ستائش بھی اسی کے لیے شایان ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایان نہیں، ایک ہے۔ اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا، اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی۔ ناظرین ان کلمات قدسی میں اللہ تعالیٰ کی حمید و تہلیل بھی ہے اور مادہ پرست لوگوں کو نصرت الہی بھی بظہر تصور دکھائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے نبی محمد ﷺ اسی مکہ میں اکٹھے تھے۔ پھر اس کی دعوت پر ایک ایک، دو دو آدی اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ سب اسی کوہ حفا کے دامن اور اترم صحابی کے گھر میں تھے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے۔ تو ملک نے ان کی رائے کی مخالفت کی۔ کچھ جوش کو چلے گئے، کچھ رو گئے۔ تو زمانہ خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد ﷺ بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لیے ناقابل سکونت ثابت ہوا اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ محمد ﷺ کا جاہلوت کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو ان کے بچ جانے کا رنج ہوا۔ ان کے سامن اور قیام گاہ پر نورس تک برابر چلے کرتے رہے۔ آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمد ﷺ ہے، وہی مکہ ہے، وہی عرب ہے، کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے اور فتح و نصرت ربانی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ شخص واحد کا ایسی حد اتوں، خاصوں، جنگوں و دزدیوں کے بعد ایسی لانا جانی کامیابی حاصل کرنا اَنْجَزَ وَحْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، اسی سے تعبیر ہو سکتا ہے۔ بیجاہ میں ہے۔ سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے لٹکائیں گے۔ (11/42)

فخص نجسیر و تہلیل۔ تجید و تقدیس میں مصروف تھا۔ اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار (یا چوبیس ہزار) کا مجمع احکام الہی کی تعمیل کے لیے ہمد تن حاضر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔



تم زمین پر سراسر اس کی ستائش کرو۔ (یسعیاہ 42-1) اور کھو مکاشفات یوحنا 14 باب..... مکاشفات کے حقائق یہ درس یاد رکھنا چاہیے۔ یہ سورج کا مکلفہ جو خدا نے اسے دیا تاکہ اپنے بندوں کو وہاں جن کا جلد ہونا ضرور ہے، دکھائے، اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفات جو حک کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوتی ہیں۔ زمانہ بالبعد سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

14 باب

شرح باب ہذا

1] برہ سے اصطلاح مکاشفات میں وہ کراں مابہ جو مراد ہے جو بعد از رب سب سے برتر ہو۔ یہاں رسول اللہ مراد ہیں۔ یہوں سے مقدس پہاڑ مراد ہے۔ ایک لاکھ 44 ہزار کی تعداد صابہ جوج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ احادیث میں مذکور ہے۔

1] پھر جو میں نے نگاہ کی اور دیکھا کہ برہ یہوں پہاڑ پر کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار

2] یہ درس ترجمہ ہے: ﴿يَسْمَعُهُمْ يَوْمَ وَيُجَوِّهِمْ مِنْ أَمْرِ السُّجُودِ﴾ [48:29] کا۔

2] جن کے ہاتھوں پر اس کے باپ کا نام لکھا تھا۔

3] اس میں عام آواز و تسبیح و تہلیل و تہلیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل بڑھاپہ کے ساتھ اپنی دعا میں پڑھا کرتے تھے۔

3] پھر میں نے آسمان سے آواز سنی جو بہت بانوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور میں نے بڑھاپہ نوازوں کی آواز جو پتی بڑھاپہ جاتے تھے سنی۔

4] نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لیے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہ ہوگا بلکہ نئی وترنم ہوگا۔

4] اور وہ تخت کے سامنے اور ان چاروں جانماروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گارہے تھے۔

5] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) ہی کو ملا تھا۔

5] اور کوئی ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے اس گیت کو سیکھ نہ سکا۔

6] خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى بِسَنِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ﴾ [9:111] اناجہ 9:111

7] یہ وہ لوگ ہیں جو جوتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ گوارے ہیں

7] مؤمنین کی صفت قرآن مجید میں بائیں الفاظ ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَقْرَبِهِمْ حَالِظُونَ﴾ [23: انعام 23]

8] یہ وہ ہیں جو برے کے پیچھے جاتے ہیں، جہاں کہیں وہ جاتا ہے۔

8] صابہ رضی اللہ عنہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بائیں الفاظ ہیں ﴿وَالَّذِينَ تَتَّبِعُوا النَّبِيَّ يَتَّبِعُوا أَلْفَاظَهُمْ﴾ [7: اوراف 7]

9] یہ خدا اور برے کے لیے پہلے پہل ہو کے آدمیوں سے مول لیے گئے ہیں۔

9] یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾ [9: انعام 9]

10] اور ان کے منہ میں کمر پائا نہ گیا کیوں کہ وہ خدا کے قہر کے آگے بے عیب ہیں۔

10] یہ صفت قرآن مجید میں بائیں الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ ﴿إِنَّ السَّابِقِينَ يُغْنَوْنَ أَمْوَالَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلنَّبِيِّ تَهْمٌ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [49: بقرات 3]

11] اور ان کے منہ میں کمر پائا نہ گیا کیوں کہ وہ خدا کے قہر کے آگے بے عیب ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع

لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر بھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا، میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیا میٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مناتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا ہے۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔

﴿١﴾ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي لَا أَرَانِي وَإِيَّاكُمْ نَجْتَمِعُ فِي هَذَا الْمَجْلِسِ أَبَدًا۔ ﴿١﴾

﴿٢﴾ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْئَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ إِلَّا فَلَاتَرْتَجِعُونَ بَعْدِي ضِلَالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ ﴿٢﴾

﴿٣﴾ أَلَا كُلُّ نَسِيءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِي مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَصْنَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمَ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَمَاَنْ مُسْتَرَضِعًا فِي بَيْتِي سَعْدٍ فَفَتَلْتَهُ هَذَا بَلَدٌ۔ وَرَبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَأَوَّلُ رَبَا أَصْعُ رَبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ، مَوْضُوعٌ كُلُّهُ۔ ﴿٣﴾

﴿٤﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَلَّا يُؤْطِقْنَ فُرُوشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرَجٍ۔ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ ﴿٤﴾

﴿١﴾ معراج الاعمال: 1107 عن وایضہ رواد ابن عساکر: 6/ 58 ﴿٢﴾ بخاری: 4406 ﴿٣﴾ مسلم: 2950، ابوداؤد: 1905، 1906، ابن ماجہ: 3074

﴿٤﴾ مسلم: 2950، ابوداؤد: 1905، 1906، ابن ماجہ: 3074

﴿٥﴾ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، إِنْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ. ﴿٥﴾

﴿٦﴾ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ - أَلَا فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا حَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَتَحُجُّوا بَيْتَ رَبِّكُمْ وَأَطِيعُوا أَمْرًا رَبِّكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ ﴿٦﴾

لوگو! میں تم میں دو چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے، تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔
لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور سچ گانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجلاؤ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فرودس بریں میں داخل ہو گے۔

﴿٧﴾ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: "نَشْهَدُ إِنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَادَّيْتِ وَنَصَحْتَ" فَقَالَ بِأَصْبَعِهِ السَّبَابَةَ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيُنْكِتُهَا إِلَى النَّاسِ: اَللَّهُمَّ اشْهَدْ، اَللَّهُمَّ اشْهَدْ، اَللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ﴿٧﴾

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا مجھے ذرا بتلاؤ کہ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا آپ ﷺ نے ہم کو کھولنے، کھرے کی بابت اچھی طرح بتلادیا۔ (اس وقت) نبی ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے۔ (فرماتے تھے) اے اللہ! سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں) اے اللہ گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں۔ اے اللہ! شاہد رہ) (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)

﴿٨﴾ أَلَا لِيَسْلُغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ سَيَلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْطَى لَهُ، مِنْ بَعْضٍ مَنْ سَمِعَهُ، ﴿٨﴾

دیکھو! جو لوگ موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

تقریباً اس خطبہ نبوی ﷺ کو پڑھیں، غور سے پڑھیں، ذرا تفکر و تدبیر سے پڑھیں کہ آنحضرت ﷺ نے.....

﴿٩﴾ کیوں کراپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور کیوں کر قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کے لیے یہ حتی

﴿٩﴾ مسلم: 2905، ابوداؤد: 1905، ابن ماجہ: 3074، ﴿١٠﴾ معدن الاعمال، حدیث: 1108-1109، کنز العمال: 12922، تہذیب تاریخ دمشق ابن مساکر: 6/419، مجمع الزوائد: 8/263، طبرانی: 8/136، ﴿١١﴾ مسلم: 1218، ﴿١٢﴾ بخاری: 4406

وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

- ② کیوں کہ مسلمانوں کے باہمی حقوق جان و مال و عزت کو محفوظ فرمایا ہے۔
 - ③ کیوں کہ بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔
 - ④ کیوں کہ اپنی ذات مبارک کے متعلق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق ہمارے باپ و داداؤں سے گویا میریں لگوالی ہیں۔
 - ⑤ کیوں کہ ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار جو ابداً قرار دیا ہے۔
- یہی ہیں وہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سر بلند کر سکتا ہے اور جن کا ترک عمل انھیں **عَسِيَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** کا مصداق بنا دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔ ①

﴿ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۗ ﴾

آج ② میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام

کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔“ (المائدہ:3)

① بخاری: 4407 اب پڑھو مکاشفات 14 باب جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں چھٹا درس اب درج کیا جاتا ہے۔

(6)۔ اور میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لیے ہونے دیکھا کہ آسمان کے پھر نکل اڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے۔

پارسی ذہیلو ہو پر صاحب ایم۔ اے • نے جنھوں نے طالبان علم الہیات و افتادہ عامہ کلیسیا کے لیے تفسیر مکاشفات لکھی ہے اور کرسچن نانچ سوسائٹی پنجاب 1885ء میں اسے چھپوایا ہے اس درس کے تحت میں صفحہ 140 پر لکھا ہے۔ یہ مسائیل کا ایک فرقہ جو فرانسسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی نکالنا تھا (دو فرقہ کہتا ہے) کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہے اس ابدی انجیل کے سامنے عہد متیق کی طرح منسوخ ہو جائے گی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ ان کا معلم نیو یا قیم تھا۔ ہو پر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے کہ یہ مسائیل نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمد للہ وہ قرآن مجید ہے اور چون کہ ”آپے اکملت“ ”یوم الحجہ کو نازل ہوئی تھی اس لیے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکلف کے وقت ہی اس ابدی انجیل کو دیکھا۔ آسمانوں کے پچھلے فرشتہ کے اڑنے کا مطلب یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم ان تمام ملکوں میں جو منقطع البروج کے سیدھے خطوط کی سمت میں واقع ہوں گے۔ یعنی دنیا کے آباد اور متحدہ ملک میں اس قرآن مجید کی منادی جلد نکل جائیں گے اور جو مالک قطنین کے قریب ہیں۔ ان میں منادی دیر میں پہنچے گی۔ ② لفظ آج نبی ﷺ کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ اس کا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے۔ اس آج کا مطلب مجھے کے لیے عہد متیق و عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء ہے۔ اس کا آخری باب 33 واں ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے: ”یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ علیہ السلام مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے نبی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شیر سے ان پر طلوع ہوا۔ قارآن ہی کے پہاڑ سے وہ طلوع کر ہوا۔ دس ہزار (10000) قدموں کے ساتھ آیا اور اس کے دانے ہاتھ ایک آتش شریعت ان کے لیے تھی۔ یہ مسائی علماء کا بھی اتفاق ہے کہ یہ آئندہ کے لیے خوش گوئی ہے اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو بخیر و شائق بنا کر دنیا سے سدحار جاتے ہیں۔“ عہد متیق کی آخری کتاب ملائکہ نبی کی کتاب ہے۔ جو حضرت موسیٰ سے 1054 سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے۔ ”دیکھو، میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میری راہ کو درست کرے گا اور خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی نیک میں ناگہان آوے گا۔ دیکھو یہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔“ اس ملائکہ کی باب 3۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد متیق کی آخری کتاب بھی ہم کو بخیر بنا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے جسے انجیل بھی کہتے ہیں انجیل کو دیکھو حضرت مسیح نے اپنے سب سے آخری وعظ جس کے بعد اپنی امت کو انھوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا۔ یہ الفاظ بیان کیے تھے۔ 12۔ میری اور میری باتیں ہیں کہ میں کہوں یہاں تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔

جان ہو پر (John Hooper) پندرہویں صدی عیسوی کا انگریز مذہبی شخص تھا۔ جسے 1555ء میں بطور سزا زہر دیا گیا

یوم الآخر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 63 ستر اپنے ہاتھ سے اور 37 ستر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح

ہوا۔ 13۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ جسمیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو کچھ وہ سنے گا سو کہے گا اور جسمیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

14۔ وہ میری بزرگی کرے گا۔ دیکھو انجیل یوحنا 16 باب۔

ان حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراہ و انجیل ہم کو کل دنیا کی انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان طویل یوم اکملت لکم۔۔۔ کا اعلان فرماتا ہے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال کے منتظرین کو بشارت سنانا اور تمہیل کی خوشخبری سے سرور بناتا ہے۔

”عالماتن طبقات الارض اور فاضلان سائنس“ جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ موجودہ عالم موجودہ حالت پر ہزاروں تعمیرات کے بعد اور ہزاروں سال کے بعد پانچواں ہے گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل ہوتی ہے کہ اس سے برتر و بہتر کا کوئی قشر بھی بنا رہے وہم و خیال، تصور و گمان میں نہیں آسکتا۔ یہ ہزاروں سال کی تزیین و تہذیب کا نتیجہ ہے۔

پس اس طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی بتلا رہا ہے کہ انسانی نسل کے لیے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ مکمل صورت بھی پیکاروں، محنتوں اور مختص الاقوام شریعتوں اور مختص الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں سال گزارنے پر جلوہ آ رہی ہے اور اب اس کا حق ہے کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم ہر ایک نسل ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم و درمہمانیت اور مغفورا و ودودی مغفراں و محبت کی خوشخبری ہر ایک شکستہ دل گناہگار اور عاصی تباہ کار کو سنانے۔ سب کے لیے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے، سب کے لیے ابدی سردار اور رضوان ربانی کا نزول مہیا کرے اور ان اسباب کے فراہم ہونے پر اعلان کر دے کہ آج مذہب کی تکمیل ہو گئی۔ آج نعمت الہی کے بھرپور خزانے فرزند ان آدم کے حوالے کر دیے گئے۔ ناظرین! میں حضرت مسیح کی مندرجہ بالا پیش گوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پیش گوئی کی بابت میں نے کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی۔ ان میں سے جو صاحب اس پیش گوئی کو ہمارے ہی صحیح عقائد کی بابت مسلم نہیں کر سکے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا ظہور مسیح کے بارہ حواریوں پر متعلق کسے کہ دن جس کا ذکر اعمال کے دوسرے دن میں ہے اس روز روح القدس پرائزی ہوگی۔ وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے (شعلے) چمکتے ہوئے نظر آئے تھے۔

میں نے جواب دیا کہ جتنی کسے کہ دن جو کچھ ہوا اسے ہی پٹرس تم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے۔ ٹھیک اسی وقت جب روح القدس سب حواریوں پر اور پٹرس پر موجود تھی۔ اعمال کے 2 باب کی 14، 15، 16 درس پڑھو۔ 14 تب پٹرس نے ان گیارہوں کے ساتھ کھڑے ہو کے اپنی آواز بلند کی اور ان سے کہا: اے یہودی مردو اور یہو ظلم کے سب رہنے والو یہ جانو اور کان سے میری باتیں سنو۔ 15۔ کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو، نئے میں نہیں۔ کیوں کہ ابھی پیر دن آ رہا ہے۔

16۔ بلکہ یہ وہ ہے جو یواہل نبی کی معرفت فرمایا گیا۔ میں جب بنیٹ پٹرس روح القدس کی مدد سے بتلا چکا کہ جتنی کسے کا متعلق یواہل (یونہ۔ یونس نبی) کی پیش گوئی سے ہے اور مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی سے نہیں تو اب کسی پادری کا حق نہیں رہا کہ اسے مسیح کی پیش گوئی سے متعلق دلیل بنائے تو زبردست بیرونی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیح علیہ السلام کے الفاظ سے ملتی ہے پیش کی جاتی ہے۔

(2) انجیل یوحنا 16 باب کے درس کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیح علیہ السلام نے نہیں بتلائی تھیں، آنے والا روح حق وہ باتیں بتلائے گا۔ مگر جتنی کسے کہ دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔ (3) درس 13 میں ہے کہ روح حق آئندہ کی خبریں دے گا مگر جتنی کسے کہ دن نہ روح القدس اور نہ حواری نے کوئی پیش گوئی کی۔

(4) درس 14 میں ہے کہ وہ روح حق مسیح علیہ السلام کی بزرگی کرے گا۔ جتنی کسے کہ دن روح نے مسیح علیہ السلام کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا۔ صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اور روشن ہے۔ اور اس کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے:

اول: مسیح علیہ السلام نے 12 درس میں فرمایا ہے۔ میری اور با تم میں جو کہ میں کہوں۔ پر اب تم ان کی برواقت نہیں کر سکتے۔ ایسی باتیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں بے شمار ہیں۔ یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں۔ مثلاً: لکھنی الذات، لکھنی صفات اللہ، لکھنی الاعمال اللہ، لکھنی فی ایام اللہ، لکھنی الموت و ما بعدہ۔ توحید فی العبادۃ، توحید فی الاستغاثہ، تہذیب الحق۔ تقدیس رب۔ صدقیت۔ حمد و عبت۔ شہادت۔ ثناء من انفس۔ بھانہ حق وغیرہ ان کے بعد احوال قبر احوال حشر، ایواب نجات ہیں۔ ان کے بعد ایواب معاصی اور ایواب ارتقا قات ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ انجیل میں ان کی بابت باتیں تو بیان ہی نہیں ہوا۔ یا کسی قدر بیان ہے۔ تو تمہیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش۔

دوم: مسیح علیہ السلام نے 3 درس میں فرمایا ہے۔ وہ جسمیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا۔ اسی کے موافق قرآن مجید میں ہے۔ وَالَّذِي جَاءَ بِالْحَقِّ قَدْ كَفَرَ لَئِن جَاءَهُ ظَهْمُ الْمَوْتِ لَا يَخْفَىٰ لَدَيْ رَبِّهِ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ سِوَا مَا يُبَيِّنُ لِلنَّاسِ أَلْوَحْيَ الَّذِي يُرْسِلُ بِهِ الرُّوحَ الْقُدُسَ الَّذِي يَخْتَارُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ أَهْلِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَيُخَوِّفُهُمْ أَوْ يَهَيِّئُ لَهُمْ سُبُلَ الْخُرُوجِ (البقرہ: 129) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت و حکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس ہوگی۔

کیے۔ یہ قربانی منیٰ پر کی گئی تھی جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربان گاہ چلی آتی ہے۔ قربانی سے فارغ ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں آئے

صلى الله عليه وسلم نے اس درس میں فرمایا ہے: وہ اپنی نہ کے گا، لیکن جو کچھ وہ سنے گا سو کہے گا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف انہی الفاظ سے فرمائی ہے: **وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ [النجم: 3-4]** محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا جو کچھ وہ سنا تا ہے یہ تو وحی ہے جو اس کے پاس بھیجی گئی اور کامل طاقتوں والے نے اسے سکھائی۔

سوم: مسیح علیہ السلام نے 14 درس میں کہا ہے وہ میری بزرگی کرے گا۔ چنانچہ تمام قرآن مجید اور احادیث پاک کی سب کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے جو کہتے تھے کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لائے تو تیار ہیں مگر ہم مسیح کو چاہتے ہیں مان سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرمادیتے تھے کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح کی بزرگی اور عظمت کا دل سے قائل ہے۔ ان پر ایمان رکھتا ہے۔ ان کو پانچ اولوالعزم رسولوں سے ایک جانتا ہے۔ اس طرح پر 60 کروڑ (اب یہ تعداد سو ارب نفوس ہے) مسلمان دنیا مسیح کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک نبی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سوا کوئی ان کی شہادت نہیں دیتا ہے جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی، مسیح کی ولادت فوق از عادت اور مسیح کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ یہ میری بزرگی کرے گا۔ کا ظہور اس سے بڑھ کر اور کیا تصور ہو سکتا ہے۔

باب 13 درس کا ایک فقرہ رہ گیا۔ مسیح نے تلا یا کر وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

جن عیسائی عالموں نے قرآن و احادیث کا مطالعہ نہیں کیا وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ جب میں یہ بات ان سے کسی کے منہ سے سنتا ہوں تو اول مجھے انہوں سے ہوتا ہے کہ اس کی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب انہیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھتے لکھوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے۔ اس لیے میں ان شاء اللہ اس کی بابت کبھی میں علیحدہ مضمونوں گا۔ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اس لیے ضروری ہے کہ درس 13 کی تشریح اور حضرت مسیح علیہ السلام کے قول کی تصدیق ہو جائے۔

□ پہلی پیشگوئی: اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے مہیا سیرت کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی۔ ان کی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی جہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی کہ نبی لوگ ایک دن اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہو جائیں گے۔ لیکن قرآن مجید نے پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی ﴿وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ النَّبَاَ وَرَفَعْتُمُ الْبَنَاءَ ۗ وَبَعَثْتُمْ فِي كُلِّ قَرْيَةٍ مُّسَلِّمِينَ ﴿۱۰﴾ اور مسلمانوں کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد جان لیں گے۔ اس پیش گوئی کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہی ہو گیا اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے۔ جن میں خالد بن ولیدؓ جیسے بھی تھے جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا اور عمرو بن عاصؓ جیسے بھی جو مسلمانوں کو قید کرانے کے لیے شاہجہش کے پاس گیا تھا اور عثمان بن ابولہبؓ جیسے بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عداوت کے لیے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

□ دوسری پیشگوئی: عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کو جھٹلانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ بت پرست، مجوس، صابئی، عیسائی، یہودی، ظہر، اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے تاہم وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے، اسلام کو باہال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف دعاوی مختلف خواہشات والے کیوں کہ اسلام کی صداقت ماننے والے بن جائیں گے۔ مگر قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کر دی تھی ﴿سَنُرِيهِمْ اٰیٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَنْصَبْنَ لَهٗمْ اَنْتَ الْاَحْسَنُ ﴿۱۱﴾ ہم نے ان کو جلد ہی اپنے نشانات ان کے گرد پیش اور خردان کے اپنے اندر بھی ایسے دکھلائیں گے کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائے گی کہ اسلام سچا ہے۔ یہ پیش گوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا، دیکھا، جانا، اور اس پر ایمان لایا۔

□ تیسری پیشگوئی: ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کر رہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی آتش پرست تھے رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ اور رومیوں سے مسلمانوں کو طبعاً و فطرتاً ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی تو مکہ کے بت پرست خوب اچھلے کودے اور اپنے لیے بھی فال لینے لگے کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائیں گے۔ مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن مجید نے پیش گوئی کی: ﴿عَلَيْتِ الْرُّومُ ﴿۱۲﴾ اَذْنَبُ الْاُكْرَهِي وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلِيْهِمْ سَتَعْلَبُوْنَ ﴿۱۳﴾ بضع مبین ﴿۱۲-1﴾ عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہو گئے ہیں مگر وہ چند سالوں کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے۔ جہاں تک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا، جہاں تک موجود قرآن سے نتیجہ نکالا جاسکتا تھا۔ پیش گوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ کیوں کہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی کہ چند سال تک وہ چنپ بھی نہ سکتے تھے۔ ابی بن خلف نے نہایت شوخی سے قرآن کو جھٹلانے کے لیے اشدھار دیا۔ کہ اگر پیش گوئی سچی تھی تو میں 300 شتر بار جاؤں گا ابو بکر صدیقؓ نے انہما صدقات دین کے لیے اس سے شرط لگائی۔ نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا جو قرآن مجید نے تلا یا تھا۔

اور طواف کا اضافہ کیا۔ قربانی اور طواف میں سب نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء کی۔ ہزاروں اونٹ، مینڈھے، بڑے بھیرس قربانی

کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیش گوئی ہے جس کی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زبان عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک سے 9 تک شمار اس میں شامل ہوتا ہے۔

□ چوتھی پیشگوئی: نبوت کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہو کر وقفہ پڑ گیا تھا۔ کافروں نے نبی ﷺ کو چڑانے کھانے کے لیے کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کا رب روٹھ گیا۔ محمد ﷺ کو اس نے چھوڑ دیا۔ اس واقعہ پر اللہ کا جو حکام نبی ﷺ کی تسکین کے لیے اترا، اس میں ایک پیش گوئی بھی کی گئی ہے اور فرمایا گیا ﴿وَلَا حَیْرَةَ فِیْ عَیْبِ لَدُنْكَ مِنَ الْاَوَّلٰی﴾ [النحل: 4] آپ کا پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بہتر والی ہوگا۔ وحی کے حلقے اس پیش گوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں جن میں البقرہ، آل عمران۔ مائدہ۔ انعام بھی ہیں جو لحاظ احکام و اسرار و افضال و تفصیل ان سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں جو مکی ہیں۔ جن میں صرف عتقاد یا ایمانی احکام ہیں۔ آیت کا مکتبی ہے کہ آنحضرت ﷺ دم بدم ترقی کرتے رہیں گے اور آپ کی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی اس پیش گوئی کی صداقت اور صدق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی ہمت ایسی صریح پیش گوئی دشمنوں کے سامنے نہیں معارضہ و مقابلہ کے وقت نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ موید من اللہ نہ ہو۔ چون کہ لفظ آخرت اس آئندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے جس کا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اس لیے مسلمانوں کا ایمان اس پیش گوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی فضیلت و شرف کا پورا ظہور اس عالم میں جملہ اہل عالم پر ہوگا۔ اور چون کہ دنیاوی زندگی میں اس پیش گوئی کی صداقت کا ظہور لکھ لکھ ہوتا رہا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے۔

□ پانچویں پیشگوئی: آنحضرت ﷺ کے فرزند کا انتقال ہو گیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے کہ اب محمد ﷺ کا نام لیا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیش گوئی فرمائی: ﴿اِنَّا اَعْطٰیْکَ الْکُتٰبَ الْکَرِیْمَ﴾ نیز فرمایا ﴿اِنَّ شَاقِیْکَ هُوَ الْاٰخِرُ﴾ [الکوثر: 1] کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں جو نبی ﷺ کو ملیں گے۔ (جن میں ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز امت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے جو دن میں بیسیوں ہجرتی مسلمانوں کے نام پر برکت سمجھتی ہے۔ آپ کی صداقت کی شہادت دہنی حضور ﷺ کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی عظیم برا عظیم کوئی ملک کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں اس کے باقی اہل ان اللہ کے دشمنوں کا نام لیا گیا ہے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیش گوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اچانور پھیلا رہی ہے۔

□ چھٹی پیشگوئی: مسلمان مکہ سے باہر نکلے جاتے تھے۔ وہ بے خانمان و بے ساز و سامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا اور بظاہر مغموم ہوتا تھا کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائیں گے۔ اس وقت قرآن مجید نے بطور پیش گوئی اعلان کیا۔ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَغْفِرَ لَہُمْ فِی الْاَرْضِ کَیْفَ اَسْتَحْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ﴾ [النور: 55] اللہ تم میں سے ایمان والوں، نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انھیں الارض کا خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اللہ نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا۔ مسلمانوں سے پہلے جو قوم اللہ کی برگزیدہ قوم کہلاتی تھی وہ بنی اسرائیل ہیں۔ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے جس کی بابت ابراہیم و یاقوب و موسیٰ و داؤد و عیسیٰ کے ساتھ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ادھک فرزند ان ابراہیم کو دی گئی ہے۔ (کتاب پیدائش 24 باب 7 درس) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں تلا یا کہ اب وہ وعدہ ابراہیم علیہ السلام کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔ اس پیش گوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا اور شام کا ملک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں (جن کی خلافت کا اس آیت میں ذکر وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج حیرہ سورس کی تاریخ اس پیش گوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لیے ایک بین و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدا کے زمین و زمان اپنا اہدی و حتمی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔

□ ساتویں پیش گوئی: مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے وہ مخالفین کی تعداد و طاقت۔ کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے نصرت نبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملے سے بچایا۔ تب معاہدہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور تقصیر خدشات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ ان کے لیے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا۔ ﴿سَتَدْعُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اَوْلٰی بِکُمْ نَفْسٍ شَدِیْدٍ تَقَالِبُوْا نَہُمْ اَوْ یُسَلِّمُوْا﴾ [التحکم: 16] اچھا تمہیں آئندہ ایک اور زیادہ طاقت و رقوم کے مقابلہ کے وقت بلا یا جائے گا اس سے جنگ ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے (اگر تم اس وقت مدد دے گے تو یہ تصور معاف ہو جائے گا) نبی ﷺ کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران، جنوبی عرب اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قیام و حفاظت کے لیے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا۔ اس لیے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمانی و جنگ جوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخالفین کا نام پانچگی تھیں اور جن کی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آئندہ امداد پر موقوف رکھا تھا شامل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہیے

﴿وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَعَانِمَ غَيِّبَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّتْ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَتَسْكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾
 وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ﴿[التح 20-21] "اللہ نے تم مسلمانوں کے ساتھ بڑی بڑی نعموں کا وعدہ کیا ہے۔ ان میں سے یہ تو پہلی نعمت ہے جو جلدی سے مل گئی ہے۔ پھر فرمایا اس کے سوا اور نعمیں ہیں جن کے حاصل کرنے کی تم میں قدرت نہیں مگر اللہ نے ان پر احاطہ کر لیا ہے، ممالک بلا میں مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ قرآن کی پیش گوئی سچہ و جوہ پوری ہوئی۔ 1 مقررین خدمت کوئی الواقع آزمائش کا دوسرا موقع ملا۔ 2 مسلمانوں کو جن سلطنتوں سے پالا پڑانی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں۔ 3 اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے اور مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ و مقام کثیرہ ملے جو جنت سے ملے۔ وہ تحقیق سے مسلمان ہو گئے۔ اس پیش گوئی کی صداقت کو عرب، شام، ایران، خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ممالک مصر، افریقہ، نوہ، اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کر لے۔ اب بطور نمونہ کتب احادیث کی پیش گوئیوں میں سے بھی ایک پیش گوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ قارئین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی بھائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ کتابیں آنحضرت ﷺ کی زندگی کے بعد مرتب ہوئی ہیں۔ کاش وہ مسلمانوں ہی کے طرز عمل سے سبق سیکھیں کہ ہم کیوں کر انہیں ارجحہ کے حوالہ جات کو سنتے، مانتے، اور خواہنا سنبھال کرتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ عیسائی ان کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ورنہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ سب کتابیں مسیح علیہ السلام سے بہت عرصہ بعد مکمل کی گئی ہیں اور عیسائی علماء کے نزدیک ان کے مصنفین اور زمانہ تصنیف اور بعض عباراتوں کے متعلق بہت کچھ اختلاف و شک نیز ناقابل رفع تناقض موجود ہے۔

خیر میں اب حدیث درج کرتا ہوں: عَنِ الْمَسْتَوْرِدِ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ، قَالَ عِنْدَ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَقُومُ الشَّاعِرُ وَالرُّؤْمُ أَكْثَرَ النَّاسِ لَقَالَ لَهُ، عَمْرٍو وَتَبِيرُ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْنُ قُلْتُ ذَلِكَ - إِنَّ فِيهِمْ لِيَحْصِلَ لَأَرْبَعًا - إِيَّاهُمْ لَأَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَأَسْرَعُهُمْ إِفْلَاقَهُ، بَعْدَ مَيْبِطَةٍ أَوْ شَكَّهُمْ كَرَّةً بَعْدَ فَرَقَةٍ وَخَيْرُهُمْ لِيَسْكُنِي وَيَقِيمُ وَضَعِيفٌ وَخَامِسَةٌ حَسَنَةٌ وَآمَنَةٌ مَنْ ظَلَمَ الْمَلُوكَ (بخاری 2898) مستور قرشی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور فرماتے تھے: قیامت اس وقت قائم ہوگی جب ہر وہ جن سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: دیکھو تو کیا کہتا ہے۔ مستور نے کہا: میں تو وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ سے سنا ہے عمرو نے کہا تو ٹھیک ہے۔ بے شک ان میں چار حصے ہیں۔ 1 وہ مصیبت کے وقت نہایت بردبار ہیں۔ 2 مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ 3 بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں۔ 4 مسکین و یتیم و ضعیف کے لیے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ ایک پانچویں صفت اور ہے۔ جو نہایت عمدہ ہے وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھ کر روکتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ حدیث مسلم کی ہے۔ امام مسلم کا رجب 261ء میں انتقال ہوا۔ اس لیے ہر ایک مخالف کو اس قدر ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ پیش گوئی مسلمانوں میں تیسری صدی کے اندر تک پھیل چکی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کھل دینا پر اسلامی پرچم اُتر رہا تھا۔ علم و حکمت و زور و طاقت، تمدن و سیاست مسلمان سب سے فائق تر تھے۔ اس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری و بزرگی خاک میں مل جائے گی اور دنیا میں یورپین عیسائی قوموں کی حکومت ہو جائے گا۔ بالکل غلط فکری سے باہر تھا اور مسلمانوں کے لیے قابل بد بھی تھا۔ مگر امام مسلم رضی اللہ عنہما نے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ کیوں کہ ان کو صحیح طور پر معلوم ہو گیا کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک کا ہے یا خراب صدیوں کے بعد اس کا ظہور ہو رہا ہے۔ آج کوئی بتلائے کہ کونسا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومتی ڈپٹی جی کے اثر سے باہر ہے۔ اس لیے پیش گوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں اور جب یہ پیش گوئی صحیح ہے تو سچ نے 13 درس باب 16 میں جو حقائق ہمارے نبی کی جو علامت بتلائی تھی وہ بھی بالکل پوری ہو گئی ہے اس قدر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی بھائی حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشاد پر عمل کریں اور محمد رسول اللہ اتباع اختیار کریں۔ جن کی خبر نہایت روشن علامات کے ساتھ انجیل میں دی گئی۔

13 پر صومعیہ 6 باب 7 قیدار کی ساری جیمیزیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ عریض کے سینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری مٹھوری کے واسطے میری منہج پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ قارئین محیط (محبت) و قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹوں کا نام ہے۔ (دیکھو کتاب پیدا آتش 25 باب 13 درس) قبائل قریش قیدار کی اولاد ہیں اور دیگر قبائل محبت (عریض نیابت۔ نیابت سے ایک ہی نام کے بیٹے ہیں) کی اولاد ہیں۔ اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتلایا کہ عرب کے تمام قبائل اس وقت قربانی کریں گے۔ اس درس میں قربان گاؤں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مذبح بتلایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ قربان گاؤں ہیں جن کی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اسی جگہ کو قدیم سے قربان گاؤں قبول الہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کے بعد فقرہ یہ ہے کہ میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ واضح ہو کہ "شوکت کا گھر" ترجمہ ہے "بیت الحرام" کا۔ اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتلایا ہے۔ ﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْكُبَىٰ آيَةً لِلنَّاسِ﴾ [5: الملک 97] ترجمہ: اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے۔ تاکہ مخلوق آ کر وہاں قیام کرے۔ قبائل عرب کے نام، یعنی اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو پیش گوئی کو نبی کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں۔

حج سے نبی ﷺ کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سنن ہدی کا احیاء۔ کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال۔ توحید خالص کا اعلان، تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی۔ اس لیے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے اور چونکہ اس حج میں آنحضرت ﷺ نے امت سے کلمات تودیع فرمائے تھے اس لیے اس کا نام ”حجۃ الوداع“ بھی ہے۔

الغرض نبی ﷺ اس عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار (144000) ہرگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ والوداع کے بعد سرور مہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔

راہ میں بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت کچھ شکایات نبی ﷺ کے مع مبارک تک پہنچائیں۔ شکایات کا تعلق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند افعال سے تھا۔ جو حکومت یمن میں جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبہ غدیر

درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ رضی اللہ عنہ کا تصور فہم تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ”خم غدیر“ پر ایک فصیح خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں اہل بیت جن رضی اللہ عنہم کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ جس کا میں مولیٰ، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اور اس خطبہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس شرف کی مبارک باد دی اور بریدہ رضی اللہ عنہ نے بقیۃ العریلی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت و متابعت کو پورا کیا۔ بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے۔

11 ہجری

یہ وہ سال ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی۔ رحلت سے 6 ماہ پہلے اس سورہ کا نزول ہوا تھا۔

﴿ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾ [النصر: 1-3]

”جب اللہ کی مدد اور فتح پہنچ گئی اور تو نے لوگوں کو فوج ورفوج دین الہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اب اللہ کی حمد و

بِحَمْدِ یعنی اللہ کے (60) باب کی ایک سے 6 درس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں۔ اب شروع باب کو لاکر پڑھو۔ درس 5 میں مدیان۔ ”مہینا و سہا“ کے نام بھی ہیں اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے۔ درس 5 میں سہا کے سوانہ اور بلوان لانے کا ذکر ہے۔ سہا ملک یمن کا نام ہے۔ کیوں کہ سہا نے ہی اسے آباد کیا تھا۔ جس سال آنحضرت ﷺ نے حج فرمایا ہے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے۔ وہ حج کے لیے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے اور ملک سہا (یمن) کا زرمحصل انہوں نے اسی جگہ ہی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ ایسی صاف پیش گوئی ہے کہ ہمارے شیلے بیسائی دوست کوئی صحیح تاویل اس کی نہیں کر سکتے۔

[1] مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام جہاں نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر 18 ذی الحجہ 10ھ کو اہل بیت بالخصوص علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و شرف پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس سے شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ اس خطبہ سے خلافت یا تو تبت کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

[2] ترمذی 3713، کنز العمال 32994، مستدرک 84/1۔

تسلخ کیجئے۔ وہی ہے جو رجوع والا ہے۔

نبی ﷺ سمجھ گئے کہ اس سال میں کوچ کی اطلاع دی گئی ہے۔ [1]

آخری رمضان 10 ہجری میں نبی ﷺ نے 20 یوم کا احکاف فرمایا حالانکہ ہر سال دس یوم کا احکاف فرمایا کرتے تھے [2] اپنی بیماری میں فاطمہ بتول بنتی کو اس کی وجہ یہی بتا دی تھی کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے۔ [3]

چیز الوداع کے مشہور خطبہ میں بھی حضور ﷺ نے امت سے فرمادیا تھا کہ میں عنقریب دنیا چھوڑ دینے والا ہوں۔ [4]

شروع ماہ صفر 11 ہجری میں سرور کائنات ﷺ نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی۔ ایک روز حضور ﷺ احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے گنج شہیداں پر نماز پڑھی۔ وہاں سے واپس ہو کر سر منبر فرمایا: ”لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ میں اپنے حوض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے مگر ڈر ہے کہ منافست (مقابلہ بازی) نہ کرنے لگو۔“ [5]

پھر گورستان بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگان بقیع کے لیے دعا فرمائی۔ [6] ہر دو جگہ اِنَّا بِكُمْ سَلَامًا حَقُّونَ کا جملہ پڑھا۔ گویا ان کو مژدہ تشریف آوری سنایا۔ پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ارشاد کیا۔

”مرحبا! مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے۔“

تم کو رزق دے۔ تمہاری مدد کرے تم کو رقت دے تمہیں باطن و امان رکھے، میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو اسی سے ڈراتا ہوں کیوں کہ میں ”نذیرین“ ہوں۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں میں اور اسکے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے:

﴿بَلِّغْ الدَّارَ الْأَحْسَرَةَ نَجْعَلَهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

”یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو

پرہیزگاروں کے لیے ہے۔“ [انقص: 83]

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿الْأَسَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَنُوعِي لِمُتَكَبِّرِينَ﴾ [الزمر: 60]

”کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔“ [7]

آخر میں فرمایا: ”سلام تم سب پر اور ان سب پر جو بذرِ ریحہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے۔“

آغاز مرض

29 صفر روزِ دو شنبہ (سوموار) تھا۔ نبی ﷺ ایک جنازہ سے واپس آ رہے تھے۔ راہ ہی میں درد شروع ہو گیا۔ پھر تپ شدید

[1] بخاری: 4330، 3627 [2] بخاری: 2040 [3] بخاری: 3624 [4] بخاری: 4407، مسلم: 1218

[5] بخاری: 1344 [6] مسلم: 2255، 2256، نسائی: 2036، 2038، ابن ماجہ: 1547 [7] زرقانی جلد 8 بحوالہ واحدی، سندہ من ابن مسعود

لاحق ہوا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو رومال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا میں نے اسے ہاتھ لگایا سینک آتا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برواشت نہ ہوئی۔ میں نے تعجب کیا، فرمایا: ”انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لیے ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔“

بیماری میں 11 یوم تک مسجد میں آ کر خود نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے سب دن 13 یا 14 تھے۔

آخری ہفتہ

آخری ہفتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوا کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اور اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔

أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا بِشَفَاءِكَ لَا يُعَادِرُ سَقَمًا۔^[1]

”اے نسل انسانی کے پالنے والے، خطر کو دور فرما دے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے۔ اور اسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔ ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔“

ان دنوں میں، میں نے یہ دعا پڑھی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ ہٹا لیے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ اَلْحَقِّنِيْ بِالرَّزْقِ الْاَعْلٰی۔^[2]

پانچ (5) یوم قبل از رحلت

چہار شنبہ (بدھ) تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب ^[3] میں بیٹھ کر سات چاہات (کنوؤں) کی سات منگلوں کا پانی سر پر ڈلوا لیا۔ اس

تدبیر سے کچھ سکون ہوا۔ طبیعت ہلکی معلوم ہوئی تو نورافروز مسجد ہوئے۔ (فرمایا) ”تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا جاتے تھے۔ تم ایسا نہ کرنا۔“

(فرمایا) ان یہودیوں، ان نصرائیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔^[4]

فرمایا: ”میری قبر کو میرے بعد ایسا نہ بنا دیجیو کہ اس کی پرستش ہو کرے۔“^[5]

فرمایا: اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہوں۔ دیکھو میں

تبلیغ کر چکا۔ الہی تو اس کا گواہ رہنا، الہی تو اس پر گواہ رہنا۔^[6]

نماز پڑھاٹی۔ نماز کے بعد منبر پر اجلاس فرمایا: منبر پر یہ حضور کی آخری نشست تھی۔^[7] پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

”میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیر، من اور میرے راز دار رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے

واجبات کو پورا کر دیا ہے اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے

درگزر کرنا۔^[8]

[1] بخاری: 5750, 5743, 5675، مسلم: 5712, 5707 [2] بخاری: 4440 [3] غضب: چکر کا تھار یا تاجا کا ب

[4] بخاری: 4443, 4442 [5] بخاری: 1330، ابوداؤد: 2042، ترمذی: 367/2 [6] بخاری: 1390، 4441، مسلم: 1183

[7] زرقاتی جلد 8 [8] زرقاتی جلد 8 نسائی: 704

فرمایا: ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا۔“

اس امر کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سمجھے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں، ہمارے زرو مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہوں۔ [1]

چار (4) یوم قبل از رحلت

پنج شنبہ (جمعرات) کا ذکر ہے کہ شدت مرض بڑھ گئی۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا: لاؤ، تمہیں کچھ لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو، بعض نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت درد غالب ہے، قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ اور یہ ہم کو کافی ہے۔ اس پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا سامان کتابت لے آؤ کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے۔ کوئی کچھ اور کہتا تھا۔ یہ شور و شغب بڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب اٹھ جاؤ۔ [2]

اس کے بعد اسی روز (پنج شنبہ کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں۔

① یہود کو عرب سے باہر کر دیا جائے۔

② دونوں کی عزت و مہمانی ہمیشہ اسی طرح کی جائے جیسا کہ معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

③ تیسری وصیت سلیمان الاحوال کی روایت میں بیان نہیں ہوئی۔ [3] مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے متعلق وصیت فرمائی تھی۔ [4]

پنج شنبہ (جمعرات) مغرب

اس روز مغرب تک کی سب نمازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی تھیں۔ نماز مغرب میں سورہ والمرسلات کی تلاوت فرمائی۔ اس سورہ کی آخری آیت بھی قرآن پاک کی جلالت شان کو آشکارا کرتی ہے۔ ﴿فَبِأَيِّ حَيْثُ بَعْدَهُ، يُؤْمِنُونَ﴾ [المرسلات: 50] یعنی قرآن پاک کے بعد اور کس کلام پر ایمان لاؤ گے۔“ [5]

پنج شنبہ (جمعرات) عشاء

نماز عشاء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جانے کا تین بار عزم فرمایا۔ ہر دفعہ جب وضو کے لیے بیٹھے، بے ہوشی طاری ہوتی رہی۔ آخر فرمایا کہ ابو بکر نماز پڑھائے۔ [6] اس حکم سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیات پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سترہ (17) نمازوں میں امامت فرمائی۔ [7] دو یا ایک یوم قبل از رحلت

شنبہ یا یک شنبہ (ہفتہ یا اتوار) کا ذکر ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ

[1] بخاری: 435، 441، 6170، مسلم: 4448، 4442۔

[2] بخاری میں اصل حدیث یہ ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَصَبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ يَوْمَ حُبْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي النَّبِيِّ رَجُلَانِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم خَلُّوا كِتَابَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ غَلِبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابَ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ النَّبِيِّ وَأَعْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِئُوا كِتَابَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا اكْتَفَرُوا الْفُجُورَ وَأَخْبَلَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَوْمًا۔ (بخاری: 4432) [3] بخاری: 4431، [4] بخاری: 5022، 4460، 2740، [5] بخاری: 4448، 4442۔

[6] بخاری: 4429، [7] بخاری: 4448، 4442، اس حکم کو حضور نے تین بار دہرایا۔ [8] بخاری: 4448، 4442۔

و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے بیٹھے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہو۔ پھر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے اور باقی سب لوگ صدیق رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔ [1]

ایک یوم قبل از رحلت

یک شنبہ کے دن سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ ان کی تعداد بعض روایات میں چالیس (40) بیان ہوئی ہے۔ گھر میں نقد سات (7) دینار موجود تھے۔ وہ غرباء میں تقسیم کر دیے۔ اس دن کی شام کو (آخری شب) صدیقہ رضی اللہ عنہا نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریتہ منگوا لیا تھا۔ سلاحت (جنگی ہتھیار) مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ [2] زرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے پاس 30 صاع جو میں رہن تھی۔ [3]

آخری دن

دو شنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ اٹھایا جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسجد طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پاک نظارہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔ (صحیح مسلم عن انس) ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔ [4]

صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ رخ پر پوری کی طرف توجہ ہو جائیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ سمجھے کہ نبی اللہ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے۔ وہ پیچھے بیٹھے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے مکمل فرمائی۔ [5]

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بنتول رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ فہم پڑیں۔ بتول پاک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی۔ (یعنی انتقال ہوگا) [6]

اسی روز حضور نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو "سیدہ نساء العالمین" ہونے کی بشارت ارزانی فرمائی۔ [7]
سیدۃ النساء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو دیکھ کر کہا: آہ! میرے ابا جان کو کتنی تکلیف ہے، فرمایا کہ تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہوگا۔ [8]

پھر حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ [9]

پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔

[1] بخاری: 4442، [2] بخاری: 4461، 2739، [3] بخاری: 4467، 2068

[4] چہرہ القدس کو ورق قرآن سے تشبیہ روایت انس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ یہ ایک عجیب اور پاک تشبیہ ہے۔ ورق قرآن پر طہائی کا کام ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تاسپاں پر زروی مرض ہی چھائی ہوئی تھی۔ لہذا تاپانی اور رنگ مرض میں غلام سے اور تقدس میں قرآن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بخاری: 681، 680، مسلم: 944

[5] بخاری: 4448، 681، 680، [6] بخاری: 6275، 3628، مسلم: 6313، ابن ماجہ: 1621، [7] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخری دن کا نہیں بلکہ آخری ہفتہ کا ہے۔ (بخاری: 4462، 6186، 3628، ابن ماجہ: 1621) [8] بخاری: 4462، [9] مدارج نبویہ

پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ انہوں نے سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ اس وقت تف مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے چہرہ پاک پر پڑ رہا تھا۔ [1]

اسی موقع پر فرمایا: الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ اُس جُزْءِ کِتَبْتِہِ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہی تھی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی بار دہراتے رہے۔ [2]

حالت نزع رواں

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سہارا دیے ہوئے پس پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر انوار پھیر لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ مَسْغَرَاتٍ [3] یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ موت کی تلخی ہوا ہی کرتی ہے۔

اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہ رضی اللہ عنہما نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا: اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَوْصَلٰی [4] اسی وقت ہاتھ لٹک گیا۔ پتلی اوپر اٹھی۔ [5]

13۔ ربیع الاول 11 ہجری یوم دوشنبہ (سوموار) [6] وقت چاشت تھا [7] کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔ اس وقت عمر مبارک 63 سال قمری پر چار (4) دن تھی۔

﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ [البقرة: 154] ”ہم اللہ کا مال ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

﴿ اَقَانِنٌ مِّمَّكَ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴾ [الانبیاء: 34] ”اے نبی! بھلا اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟“

سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس حادثہ پر کہا:

يَا بَنَاتِہٖ اَحَابَ رَبَّہٗ۔ يَا بَنَاتِہٖ اِلَى جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَا وَاہٗ۔ يَا بَنَاتِہٖ اِلَى جِبْرِیْلِ نَعَاہٗ۔ [8]

”بیارے باپ نے دعوت حق کو قبول کیا اور فردوس میں نزول فرمایا۔ آہ جبریل کو خیر انتقال کون پہنچا سکتا ہے۔“

(پھر فرمایا) الہی روح فاطمہ رضی اللہ عنہا کو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دے۔ الہی! مجھے دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرور بنا دے۔

الہی! مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور بروز محشر شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم نہ فرما۔ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے اس ہانگہ (ہولناک سانحہ) پر کہا:

[1] زرکانی بحوالہ ابن سعد فی سننہ الواقعی و حرام بن عثمان مترجم و کان [2] بخاری: 198 وخصائص الکبریٰ ج 2۔ [3] بخاری: 4449، 4463

[4] بخاری: 4449 [5] بخاری: 4466 [6] صحیح البخاری تاریخ ابوالخضر ا۔ بعض روایات میں ہے۔ وہی وقت جب نبوت ملی تھی۔ بعض میں ہے۔ وہی وقت جب

مدینہ (تب) پہنچے تھے۔ [7] بخاری: 4462۔

- دروغ! وہ نبی ﷺ جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو تو نگری پر اختیار فرمایا۔
- حیف (افسوس)! وہ دین پرور، جو امت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا۔
- جس نے ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا۔
- جس نے منہیات کو ذرہ بھر بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔
- جس نے برواحسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کیے۔
- جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا۔
- حیف! جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔
- حیف! وہ جس کی پیشانی نورانی کو زخمی کیا گیا۔
- آج دنیا سے رخصت ہوا۔ ①

خبر وفات سے صحابہ ﷺ سراسیمہ و حیران، دیوانہ و سرگردان تھے۔ کوئی جنگل کو نکل بھاگا۔ کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا، وہیں رو گیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارتحال فرمایا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں گئے۔ جسم اطہر دیکھا، منہ سے منہ لگایا، پیشانی کو چوما۔ آنسو بہائے۔ پھر زبان سے کہا: ”میرے پدر و مادر حضور ﷺ پر شکر ادا کرو اللہ اللہ تعالیٰ آپ پر موتیں وارد نہ کرے گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔“ ②

پھر مسجد میں آئے۔ وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حمد و صلوة کے بعد کہا:

أَمَّا بَعْدُ: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ قَالَ اللَّهُ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَبْصُرَ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ [آل عمران: 144]

”واضح ہو کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا، تو وہ تو رحلت کر گئے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے، اسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے:

محمد (ﷺ)! تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر گیا یا شہید ہوا تو تم اٹنے پاؤں پھر جاؤ گے۔ ہاں جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ تعالیٰ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے۔“ ③

غسل و تکفین

نبی ﷺ کو غسل دیتے ہوئے علی رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے۔

بَابِي أَنْتَ وَ أُمِّي لَقَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النَّبِيَّةِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَخْبَارِ السَّمَاءِ۔ حَخَّصَتْ حَتَّى صَرَفَتْ مُسَلِّبًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَ عَمَمَتْ حَتَّى صَارَا النَّاسَ فِيكَ سِوَاءً وَ لَوْ لَا أَنْكَ أَمَرْتِ بِالصَّبْرِ وَ نَهَيْتِ عَنِ الْجُرْعِ لَأَنْقَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّيُونِ وَ لَكَانَ الدَّاءُ مِمَّا طَلَا وَ الْكَيْدُ مَحَالِفًا وَ قَلَّ لَكَ۔ وَ

لَيْكُنْهُ، مَا نَمَلِكُ رَدَّهُ وَلَا نَسْتَطِيعُ دَفْعَهُ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي أَذْكَرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔ [1]

”میرے مادرو پدراپ پر قربان۔ آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔ آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آسوسوں کو آپ پر بہا دیتے۔ پھر بھی یہ درد علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتی۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور پر ثار۔ پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔“

نبی ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ [2]

نماز جنازہ

لاش مبارک اسی جگہ رکھی رہی، جہاں انتقال ہوا تھا۔ نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے، پھر مہاجرین پھر انصار نے، مردوں نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہ تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا۔ اس لیے دس دس شخص اندر جاتے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے۔ تب اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگا تار شب و روز جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک [3] شب چہار شنبہ (بدھ) کو یعنی رحلت سے قریباً 32 گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ [4] <http://www.majahid.org>

نبی ﷺ کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَيْبِكَ وَ سَعْدُكَ صَلَوةُ اللَّهِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَمَا سَخَّ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الشَّاهِدِ الْمُبَشِّرِ الدَّاعِي إِلَيْكَ يَا ذَنْكَ السِّرَاجِ الْمُنِيرِ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ۔ [5]

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی اس (نبی) پر درود اور سلام بھیجو۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، اللہ برتر اور رحیم کے، ملائکہ اور نیکو کاروں کی، انبیاء و صدیقین اور صالحین نیز ہر شیخ کرنے والی چیز کی طرف سے۔ اے رب العالمین! محمد ﷺ پر درود ہوں جو عبد اللہ کے تخت جگر، خاتم النبیین، تمام انبیاء کے سردار، متقیوں کے امام اور رسول رب العالمین ہیں۔ جو تیری طرف سے شاہد اور ڈرانے والے اور مانند چمکتے ہوئے سورج کے ہیں۔“

[1] صحیح البخاری: ص 205 چاپ دارالاسلامت ح 1267ھ [2] بخاری: 1271، شرح مسلم لغوی و کتاب الامام باقر ﷺ، [3] ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کی ادا سبکی کی یہ تجویز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تلافی تھی اور علی رضی اللہ عنہ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔ [4] الکافی لشیخ یعقوب کلینی۔ ظاہر حیات القلوب جلد دوم باب 64 میں تحریر فرماتے ہیں۔ شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کورہ ست کہ 55 56 افراد اجل مے شدند و جنین بر آنکہ حمود و بوزر و مرد و زن از اهل مدینہ و اهل اطراف مدینہ همه بر آنصحاب چنین نماز کوردند ص: 664 چاپ کتبخو۔ اسلامی تاریخ بعد از غروب شروع ہوتی ہے۔ میں نے اس لیے منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو شب چہار شنبہ لکھا ہے اور ملاں باقر صاحب نے تا شام سر شنبہ تحریر فرمایا ہے۔ صحت تعیین وقت کے لیے کتبخوں کا شمار کیا گیا۔ [5] زرقاتی جلد 8 ص: 293۔

خُلُقِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو واقعات لکھے جاسکتے ہیں ان سے مختصر طور پر ان مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی ﷺ کو اپنی نبوت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت اور اس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا۔

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو، جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو۔ جہاں کے باشندے وحشت اور فارت گرمی میں درندوں کے مشابہ، جہالت اور لاعقلی میں اُنعام (جانوروں) سے بدتر ہوں۔ ایک ایسے دعویٰ کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو، کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اس دعویٰ کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اس کے ملیا میٹ کرنے پر دل سے، جان سے، زر سے، مال سے، سالہا سال متفق رہی ہو۔ بالکل تائید رسانی کا ثبوت ہے۔

گذشتہ واقعات کے ضمن میں نبی ﷺ کے اخلاق و محاسن صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسی ریت میں کندن اور ان واقعات ہی سے یہ پتا لگتا ہے کہ مظلومی و بیچارگی اور قوت و سطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی و غربت کے ساتھ زندگی پوری کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الہی نے قبضہ کر لیا ہو اور اسے علاقہ دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔

نبی ﷺ کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے قروا اور جماعتوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ اس باب کے تحت میں مختصر طور پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا جو عَلَمِی رِبِّیْ فَاحْسَنَ تَأْدِیْبِیْ کا مصداق ہیں ذکر کروں گا۔

خُلُقِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات و اخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لیے مشبہ بہ (تمثیل) بن گیا ہے۔ میں اس جگہ کمالات نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کروں گا۔ صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں جن کو کوئی سعادت مند ازلی اپنے لیے نمونہ بنا سکتا ہے۔ ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الآب: 21]

”تمہارے لیے رسول اللہ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔“

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ امی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اور بعثت نبوت کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی۔ تیراقلی، شہسواری، نیزہ بازی، جھج گوی، قصیدہ خوانی، نسب دانی اس زمانے کے ایسے فنون تھے جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصولِ شہرت اور عزت کے لیے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جن کے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں عزت یا کوئی امتیاز حاصل نہ کر سکتا تھا۔ نبی ﷺ نے ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتساباً) حاصل نہ کیا تھا اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

نبی ﷺ کی نسبت فرنجی پروفیسر سڈیو (Sade) لکھتا ہے:

آنحضرت ﷺ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر اللہ کرنے والے، لغویات سے دور۔ بے ہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔

انصاف کے معاملے میں قریب و بعید آنحضرت ﷺ کے نزدیک برابر ہوتا تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے، غریبوں میں رہ

کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے۔ کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے۔ جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے۔ اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑے کو خود پیوند لگاتے تھے۔ دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ کو چار اخو ڈال دیتے۔ اونٹ کو باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دھو لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھالیتے۔ خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے۔ بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے۔ خود سے اٹھالاتے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ خورد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے۔ غلام و آقا، چشمی و ترکہ میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لیے کہتا، قبول فرمالتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے برغت کھاتے۔ رات کے کھانے میں سے صبح کے لیے اور صبح کے کھانے میں سے شام کے لیے اٹھانہ رکھتے۔ نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے مگر ہنستے نہ تھے۔

□ اندوہ گیس تھے مگر ترش رو نہ تھے۔ □ متواضع، جس میں دنائت نہ تھی۔

□ باہبت جس میں درشتی نہ تھی۔ □ سخی تھے مگر اسراف نہ تھا۔

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے، کسی سے کچھ طبع نہ رکھتے، سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بارگی آ جاتا، وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔ کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ اس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (10) سال تک خدمت کی۔ اس عرصہ میں انھیں کبھی اف (ہونہ) تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی۔ نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ خلق الہی پر نہایت رحمت فرماتے، ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شرم نہ پہنچا۔ کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستگی پر نہایت توجہ فرماتے۔ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطیع کو بشارت پہنچاتے۔ عاصی کو ڈر سنا تے، بے خبروں کو پناہ دیتے۔ اللہ کے بندہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم جملہ کار و بار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے۔ نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے۔ ہدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے۔ معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے۔ گنہگار کو بخش دیتے۔ ان کا کام کجی ہائے مذہب کو درست کر دیتا ہے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آگئیں، بہروں کو کان دیتی، غافل دلوں کے

[1] خلاصہ تاریخ العرب پر ڈیوسر سید (Sade) [2] انصاف قاضی میاض رحمۃ اللہ علیہ ص 312۔ [3] ممتاز اور تھمر عالم، اسرار و معارف کو جاننے والے، بلند پایہ فلسفی اور متعدد اراکوں کے مصنف و مؤلف تھے۔ ان کی تحریر چادوئی اثر اور ان کی بات دل و دماغ پر نشتر کی طرح اثر انداز ہوتی تھی۔ ان کی تصانیف حسن عمل اور اخلاق عالیہ کی دعوت دیتی ہیں "احیاء العلوم الدین" اور "کیسائے سعادت" جیسی عظیم کتب ان کے عظیم تصنیفی شاہکارے ہیں۔ (450-505ھ)

[4] کیسائے سعادت معتقد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ [5] عظیم محدث، فقیہ اور ناہنر روزگار عالم تھے۔ معارف شریعت اور اسرار و احکام دین کی حقیقت کے متعلق معرکہ آرا راہ کتاب "حجۃ الہاتف" اور دیگر متعدد کتب تصنیف کیں۔ قرآن کریم کا سب سے پہلے فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت آپ ہی کو حاصل ہے۔ ساری زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد میں بسر کی۔ (1703-1762ء) [6] فقیر و سید عالمی مرگھی رحمۃ اللہ علیہ کے کام کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ من راہ بدیہۃ ہابہ و من تحالفہ مَحَبَّةٌ عَشَقَہ۔ (ترمذی 3638) [7] حجۃ اللہ الہندہ ص 385۔

پرے اٹھا دیتی ہے۔ آنحضرت ﷺ ہر ایک خوبی سے آراستہ جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف۔ لیکن ان کا لباس، بگوئی (تسلی) ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت ہے، ان کی شریعت سراپا راستی، ان کا ملت اسلام، ہدایت ان کی راہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے، گناہوں کو رخت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگدستی کو رغبت سے بدل دینے والے ہیں۔ [1]

سکوت اور کلام

نبی کریم ﷺ اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نہایت شریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں آورد (تلخی) ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا کہ مخالف بھی اس کی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے۔

سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا جس میں لفظاً معنیاً کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کو شمار کر سکتا تھا۔ [2]

ہنسارونا

نبی ﷺ بھی کھل کھلا کر ہنسا پسند نہ کرتے تھے۔ تبسم ہی آپ کا ہنسا تھا۔

نماز تہجد میں ہر اوقات آنحضرت ﷺ رو بڑا کرتے۔ کبھی کبھی غلص کے ہونے پر آب دیدہ ہوجاتے۔ آنحضرت ﷺ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گذر گئے تھے۔ جب انھیں قبر میں رکھا گیا تو حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزُنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا عَلَيْكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ۔ [3]

”آنکھوں میں نم ہے۔ دل میں غم ہے۔ پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے۔ ابراہیم! ہم کو

[1] - یعنی وہ نبی کی کتاب 42 باب آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ اس باب کے مندرجہ ذیل درس قارئین اس جگہ ملاحظہ کریں۔ دیکھو میرا بندہ جسے سنبھالا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا نبی راسخی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔ (2) وہ نہ چلانے گا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنانے گا۔ (3) وہ ملے ہوئے سینھے کو نہ توڑے گا اور دھکتی ہوئی حق کو نہ بھائے گا۔ وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے۔ (4) اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک راستی کو زین میں قائم نہ کرے اور بھری ممالک اس کی شریعت کی راہ نکلیں۔ (5) خداوند جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انھیں پاتا زمین کو اور انھیں جو اس سے نکتے ہیں پھیلاتا اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں سانس دیتا اور ان کو جو اس پر چلتے ہیں روح بخشتا۔ یوں فرماتا ہے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کے لیے بلا یا۔ میں ہی تیرا تھو پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا (7)۔ کہ تو انھوں کی آنکھیں کھولے گا اور بندہ وہیں کو قہد سے نکالے اور ان کو جو خاندان صبر سے نکلے ہیں قہد خانے سے چھڑا دے۔ تمام باب ملاحظہ طلب ہے۔ پادری ان الفاظ کو سیکھ لیں گے کہ ان کے لیے کہتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ تو اس کے حق میں ہیں جسے خدا کہتا ہے۔ ”میرا بندہ“ اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ سیکھ لیں گے کہ خدا کا بندہ تھا۔ مع نہ اور اس 11 میں بیان عرب کا ذکر ہے اور قہد کا نام سو جو ہے۔ جو ہمارے نبی ﷺ کے دادا کا نام ہے۔ نیز سلع کا ذکر ہے جو عین طیبہ کا قدیم نام ہے اور عین کے اندر جو پہاڑی ہے وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ درس 13 میں اس موکو کا حتمی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ درس 17 میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اس سے ذلت و ہشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو سیکھ لیں گے کہ پر صادق نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعب احبار اس مقام کو خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہی بتایا کرتے تھے۔ [2] زاد المعاد جلد اول ص: 47 [3] بخاری: 1303، مسلم: 6025، ابوداؤد: 3126

تیری وجہ سے رنج ہوا۔“

ایک دفعہ اپنی نوایں سانس توڑتی (دختر زینب رضی اللہ عنہا) کو گود میں اٹھایا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ فرمایا: یہ وہ رحم دلی ہے جو اللہ بندوں کے دلوں میں بھردیتا ہے اور اللہ بھی اپنے انھیں بندوں پر رحم کرے گا جو رحم دل ہیں۔ ①

ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾ [النساء: 41]

”تب کیسی ہوگی۔ جب ہر ایک امت پر اللہ ایک ایک گواہ کھڑا کرے گا اور آپ کو ہم سب امتوں پر شہادت کے لیے کھڑا کریں گے۔“

فرمایا بس ٹھہرو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ ②

غذا کے متعلق ہدایت

رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے۔ ③ کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے۔ ④

تقلیل غذا کی رغبت دلا کر فرمایا کرتے۔ ⑤ کھانے کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے، ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ ⑥

پھلوں، ترکاریوں کا استعمال ان کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے۔ ⑦

مرض اور مریض

متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے اور شہادتوں کو اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے۔ ⑧

بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے ⑨ اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے۔ ⑩

طیب نادان

نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے۔ ⑪

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے منع فرماتے۔ ارشاد فرماتے۔ اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔ ⑫

① بخاری: 1303 ② بخاری: 4582 ③ ترمذی: 1857، ابن ماجہ: 3355، یہ روایت ضعیف ہے، زاد المعاد: 223/4 ④ زاد المعاد: 223/4

⑤ ترمذی: 1381، ابن ماجہ: 3349، احمد: 132/4، اسناد صحیح۔ زاد المعاد: 18/4 ⑥ زاد المعاد: 219/4

⑦ زاد المعاد: 50/2، یہ حدیث صحیح مسلم بن حابر بن عبد اللہ صحیح بخاری تھیں اس حدیث ابی حریرہ و یحییٰ بن سعید بن یونس کی حدیث ابی ہریرہ۔ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث: 1817 ﴿اعلہ یسد مجلدوم﴾ کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابی ہریرہ کی حدیث ﴿لا عدوی ولا طیس﴾ بخاری: 5717، مسلم: 5789 میں ہے۔ مگر خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا تھا اور انھوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ اقوال ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ۔

⑧ زاد المعاد: 42/2 ⑨ زاد المعاد: 116/4 ⑩ زاد المعاد: 47/2 ⑪ ابن حبان: 1397۔ البیہقی: 5/10

عیادتِ بیمارِاں

صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اس کی عیادت فرمایا کرتے۔ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے لَّا بَأْسَ ظَهْرًا (کفارہ) اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فرمایا کرتے۔ مریض سے پوچھ لیتے کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے۔ اگر وہ شئی اس کے لیے مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام کر دیا کرتے۔ ایک یہودی لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے۔ [1]

علاج

حالت مرض میں دوا کا استعمال خود فرمایا اور لوگوں کو علاج کرنے کا ارشاد فرماتے۔

يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوُّواْ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ، شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ قَالُوا مَا هُوَ۔ قَالَ الْهَرَمُ۔ [2]
 ”اے بندگانِ اللہ دوا کیا کرو کیوں کہ اللہ نے ہر مرض کی شفاء مقرر کی ہے۔ بجز ایک مرض کے لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟
 فرمایا: کھوسٹ (بڑھاپا)۔“

خطبہ خوانی

زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے۔ جس کا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔
 كَانَ يَخْطُبُ فِي كُلِّ رَفِيفٍ بِمَا تَقْضِيهِ حَاجَةُ الْمَخَاطِبِينَ وَ مَصْلِحَتِهِمْ [3]
 ”خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جن کی سر دست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔“

ایسے خطبہ جمعہ کے دن پر ہی مقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور موقع ہوتا تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرمادیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا، کبھی کمان، ان پر اٹائے تقریر میں ٹیک بھی لگایا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ ناس پر ٹیک لگایا کرتے۔ [4]

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: [5] ”جاہلوں کا قول ہے کہ نبی ﷺ منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزرگ شمشیر قائم کیا گیا ہے۔، علامہ کہتے ہیں جاہلوں کا یہ قول غلط ہے۔ (1) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔ (2) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور مدینہ منورہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا۔ نہ بذریعہ تلوار۔ پھر علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے۔ [6]

[1] بخاری 5656، زاد المعاد 117/4، [2] ابن ماجہ: 3436، ابوداؤد: 3855، ترمذی: 2039، ابن حبان: 1395، احمد: 278/4، صحیح ابن حبان والترمذی۔ زاد المعاد: 13/4، [3] بحوالہ مستدرک امام احمد (المتوفی 241ھ)، [4] ابوداؤد: 1145، 1096، زاد المعاد: 1/429، [5] ابن قیم، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ عظیم محدث فقیر اور عظیم المرتبت امام تھے۔ 1292ھ دمشق میں پیدا ہوئے۔ بیس (20) برس تک اُس وقت کے عظیم فقیر اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے۔ شاگردی اور محبت کا یہ اثر ہوا کہ اُس تادی کے رنگ میں رنگے گئے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار تصانیف کی ترتیب و تہذیب اور تصویب کی۔ اپنے زمانہ کے علماء و فلسفیوں، معتزلیوں، جمہوں اور دیگر فرقہ باطلہ سے برسرِ پیکار اور مصروفِ جہاد رہے۔ درجنوں کتب تصنیف کیں 1350ھ میں دمشق اٹلی سے چلے۔ [6] زاد المعاد: 1/429۔

صدقہ و ہدیہ

صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے، البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفہ جیسے۔ انہیں قبول فرمالتے۔ ان کے لیے خود بھی تحفے ارسال فرماتے۔ مگر مشرکین کے ہدایا (تحائف) لینے سے انکار فرماتے۔

مقتوس متی شاہ مصر کے جیسے ہوئے فخر پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اور جنگ حنین کے دن وہی فخر آنحضرت ﷺ کی سواری میں تھا۔ لیکن عامر بن مالک کے جیسے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد کیا کہ ”ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے۔“ [1]

جو قیمتی تحائف آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کرتے اکثر اوقات انہیں آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمادیا کرتے۔ اپنی تعریف (تخیر بین الانبیاء علیہم السلام سے ممانعت)

اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کی نکتی پسند نہ فرمایا کرتے اور ارشاد کرتے:

لَا تَخَيَّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ۔ [2]

”نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکتی ہو۔“

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گارہی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو کل (غیب) کی بات آج بتا دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو جو پہلے کہتی تھیں وہی کہے جاؤ۔ [3]

اظہار حقیقت یا جوش عقیدہ کی اصلاح

سیدنا ابراہیم فرزند رسول ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس روز سورج گرہن ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہٹا گیا۔ نبی ﷺ نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سورج، چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہٹا یا کرتے۔ [4]

مصلحت عامہ کا لحاظ

جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی تو انہوں نے کچھ تو عمارت ابراہیمی میں سے اندر کی جگہ (حطیم) باہر چھوڑ دی۔ پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زمین لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی ﷺ نے ایک روز عائنہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

لَوْلَا قَوْلُكَ حَدِيثُ عَهْدِهِمْ بِكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُونَ مِنْهُ۔ [5]

”قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا۔ کعبہ میں دو دروازے رکھتا۔ ایک

[1] زاد المعاد: 161/2 [2] بخاری: 2412، مسلم: 6165، ابوداؤد: 4668 [3] بخاری: 6247

[4] بخاری: 1060، 1043، مسلم: 615، ابوداؤد: 4668 [5] بخاری: 126

آنے کا اور ایک جانے کا۔“

جب منافقین کے شرانگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ انھیں قتل کر دینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ (بے خبر لوگ کہیں گے کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا۔

بشریت و رسالت

① نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے ان افعال و اقوال سے جو بطور بشریت ثابت ہوتے ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھلانے کی سعی فرماتے۔

ایک دفعہ فرمایا: ”میں بشر ہوں۔ میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں۔ کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میں اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا گلڑا ہے۔ اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے۔“

② بریرہ رضی اللہ عنہا لونڈی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث رضی اللہ عنہ اس کے شوہر کی سفارش کی۔ جس سے وہ بوجہ آزادی (حریت) علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا: نہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی مجھے مغیث رضی اللہ عنہ کی حاجت نہیں۔

③ اہل مدینہ نے نہر کجھور کا پور مادہ کجھور پر ڈالا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے۔ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گذارش کی۔ فرمایا: ”دنیا کے کام تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ جب میں کوئی کام دین کا اہل یا کروں تو اس کی پیروی کیا کرو۔“

بچوں پر شفقت

بچوں کے قریب سے گذر فرماتے تو ان کو خود السلام علیکم کہا کرتے۔ ان کے سر پر ہاتھ رکھتے۔ انھیں گود میں اٹھالیتے۔

بوڑھوں پر عنایت

فتح مکہ کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کے لیے لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔“

ارباب فضل کی قدر و منزلت

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے، یہودیان بنی قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا۔ وہ مسجد

تک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو اس کے تھے، فرمایا:

① قَوْمُوا إِلَيَّ سَيِّدِكُمْ ② (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ ان کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

① بخاری: 2680، 2458، مسند احمد: 308/6 ② بخاری: 5282 ③ بخاری: 6247 ④ بخاری: 3043، 3804، 4121، 6262، مسلم: 4596،

ابوداؤد: 5215، ترمذی: 856، کنز العمال: 25483، ذخائر: 322، بیہقی: 58/6، مسند احمد: 22/3

② حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منبر رکھ دیا جاتا، جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ③

خادم کے لیے دعا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی ان سے یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا، یہ کیوں نہ کیا۔ ایک روز ان کے حق میں دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اشْكِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ مَا اَعْطَيْتَهُ اَللّٰهُمَّ! اسے مال بھی بہت دے اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ سے عطا کیا جائے اس میں برکت بھی دے۔ ④

ادب و تواضع

- ① مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔
- ② جو کوئی مل جاتا اسے سلام پہلے خود کر دیتے۔
- ③ مصافحہ کے لیے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔
- ④ صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے)
- ⑤ کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔
- ⑥ اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔

- ⑦ اکثر تبسم رہتے۔ ⑧
- ⑧ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ناتہ کا نام "عضبا" تھا۔ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور عضبا سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گذرا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- ④ اِنَّ حَقًّا عَلٰی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ لَا يَرْفَعُ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَصَعَدُ ④
- ”دنیا میں اللہ کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اونچا اٹھاتا ہے تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔“
- ⑨ ایک شخص آیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا خیر البریہ (برترین خلق) کہہ کر بلایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذاک ابراہیم۔ یہ شان تو ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ ⑤
- ⑩ ایک شخص حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَوْنٌ عَلَيْكَ فَاِنِّي لَنْسُتُ بِمَمْلِكٍ - اِنَّمَا اَنَا ابْنُ اِمْرَاٍ مِنْ قُرَيْشٍ تَاكُلُ الْقَدِيدَ۔ ⑥

① بخاری: 6152، 3212، 453، مسلم: 6384، 6385، 6386، ابوداؤد: 5013، 5014، نسائی: 715
 ② بخاری: 6378، 6379، مسلم: 6372، ترمذی: 3829، کنز العمال: 36834، تہذیبی: 96/3، ③ اشعاع: 226، ④ اشعاع: 226، ⑤ اشعاع: 226
 ⑥ بخاری: 2872، ⑦ مسلم: 6138، ابوداؤد: 3352، 4672، ⑧ ابن ماجہ: 3312

”کچھ پرواہ نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔“

شفقت و رافت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

- ① کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت ﷺ جیسا نہ تھا۔ خواہ کوئی صحابی بلا تباہ گھر کا کوئی شخص نبی ﷺ اس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے۔ ①
 - ② عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے تاکہ امت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔
 - ③ جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے۔ ②
 - ④ اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا کہ جس کسی شخص کو میں گالی دوں یا لعنت کروں وہ گالی اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے۔ ③
 - ⑤ فرمایا: ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں۔ ④
 - ⑥ وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے تاکہ لوگ اکتانہ جائیں۔ ⑤
 - ⑦ ایک بار سورج گرہن ہوا۔ نماز کسوف میں نبی ﷺ روتے تھے اور دعا میں فرماتے تھے۔
رَبِّ اَلْمَ تَعَلَّيْ اَنْ لَا تَعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِيْهِمْ وَاَنَا فِيْهِمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَ لَكِنْ نَسْتَغْفِرُكَ ⑥
- ”اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائے (1) جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں (2) جب تک یہ استغفار کرتے رہیں۔ اب اے اللہ میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔“
- لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَاسْتَجِبْ لَهَا فَجَعَلْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ⑦
- ”ہر ایک نبی کے لیے ایک دعا تھی۔ وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت روز قیامت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔“

عدل و رحم

- اگر وہ شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے۔
- ① فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت ﷺ کو بہت پیارے تھے، سفارش کرائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم حد و الہی میں سفارش کرتے ہو؟ سنو۔! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی ایسا کرتی تو بھی میں حد جاری کرتا۔“ ⑧

① الشفاء فی حقوق المسلمین، تاجی عیاض ص: 53 ② بخاری: 3530، ابوداؤد: 4775، مسلم: 2367 ③ بخاری: 6361، مسلم: 2007، 2009، مستدرج: 390/2، منہا فی الصفاء: 235 ④ الشفاء ص: 55 ⑤ بخاری: 68، 70، 4611، مسلم: 7127، 7129، ترمذی: 2855، مستدرج: 377/1 ⑥ ابوداؤد: 1194، مسند ابوالخیر: 395، بیہقی: 2/252، اشعری: 166، ابوداؤد الغلیل: 124/2، زاد المعاد ص: 49/1 ⑦ بخاری: 6304 ⑧ بخاری: 2648

② سواد بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے سامنے زکین کپڑا پہن کر گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ہلکا سا فرمایا اور چھری سے ان کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں تو قصاص لوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا۔ ①

رحم بر اعداء (دشمنوں پر مہربانی)

- ① مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب (ان دنوں دشمن عالمی تھا) نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا: محمد ﷺ! آپ تو لوگوں پر صلہ رحم (حسن سلوک باقربابت داران) کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھیے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دعا کیجیے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی اور خوب بارش ہوئی۔ ②
- ② ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا اس لیے کہ اہل مکہ آنحضرت ﷺ کے دشمن ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔ ③
- ③ حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت ﷺ مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ ستر اسی آدمی چپکے سے کوہ صحیحیم سے اترے تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے اور نبی ﷺ نے ان کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد کر دیا۔ ④

<http://mujahid.xtgem.com>

جو دو کرم

- ① سائل کو کبھی رونہ فرماتے۔ زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے۔ اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا تو سائل سے عذر کرتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔
- ② ایک شخص نے آ کر سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو، میں پھر اسے اتار دوں گا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ نبی ﷺ چپ بول گئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ خوب دبیجیے، رب العرش مالک ہے۔ تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔ نبی ﷺ ہنس پڑے۔ چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار آشکار ہو گئے۔ فرمایا: ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے۔ ③
- ③ ایک بار ایک سائل کو آدھا سبق غلہ قرض لے کر دلا یا۔ ④ قرض خواہ تقاضا کے لیے آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اسے ایک سبق غلہ دے دو۔ آدھا تو قرض کا ہے اور آدھا ہماری طرف سے جو دو سخا کا ہے۔ ⑤
- ④ فرمایا کرتے، اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور مال باقی نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ حق داروں کا ہے۔ ⑥

① شفاء تاضی عیاض ص: 311 ② بخاری: 1007، 1020 ③ اسد الغابہ: 1/278 ④ مسلم: 4679، ابوداؤد: 2688، ترمذی: 3246، احمد: 124/3، 290 ⑤ الشفاء ص: 50 اشمال: 354 ⑥ ما پنے کا ایک بیان جو ساٹھ (60) صاع کے برابر ہوتا ہے۔ جس کا مجموعی وزن تین (3) من پندرہ (15) میر (یعنی 126 کلوگرام ہے) ⑦ الشفاء ص: 51 ⑧ بخاری: 2298، 2398۔

شرم و حیا

- ① ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حیا تھی۔ ② جب کوئی ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جاتی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کراہت ہوتی تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا۔
- ② عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس حرکت و فعل کی نفی فرمادیتے۔ ③
- ③ عادات و معاملات میں اپنی جان پر تکلیف اٹھالیتے مگر دوسرے شخص کو ازراہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے۔
- ④ جب کوئی عذر خواہ سامنے آ کر معافی کا طالب ہوتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے۔
- ⑤ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ کبھی نہیں دیکھا۔ ⑥

صبر و حلم

- ① زید بن سعید ایک یہودی تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قرض دینا تھا۔ وہ ایک روز آیا۔ آتے ہی چادر آپ کے شانہ سے اتار لی۔ جسم کے پزیرے پزیرے اور ٹرانے لگا کہ عبدالمطلب والے بڑے نادہند ہوتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے جھڑک دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے۔ مجھے حسن اداگی کے لیے کہتے اور اسے حسن تقاضا سکھلاتے۔ پھر زید کی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوئے فرمایا: ”ابھی تو وعدہ میں تین (3) دن باقی ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس کا قرض ادا کرو۔ میں (20) صاع ④ زیادہ بھی دینا کیوں کہ تم نے اسے دھمکایا اور ذرا یا بھی تھا۔“ ⑤
- ② ایک اعرابی آیا اس نے زور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو جو مونے کنارے کی تھی جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا۔ اعرابی نے اب زبان سے یہ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کا مال جو تمہارے پاس ہے جو نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے، اس میں سے ایک بارشتر مجھے بھی دلاؤ۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا: مال بے شک اللہ کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں۔ بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بارشتر جو اور ایک بارشتر مجھ اور سے دی جائیں۔ ⑥

- ③ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ اور تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ پھینکا۔ آوازے لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضور لہو سے تر بہ تر اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیوں کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ انکی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔

عفو و رحم

- ① عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہ لیا۔ ②

① بخاری: 6102، ابن ماجہ: 4180، ② الشافعی: 2، ابوداؤد: 4788، ③ ترمذی فی اشعاع: 358، ④ الشافعی: 52، ⑤ اپنے کا ایک مجازی بیان جس کا نسخ اور محقق وزن دو (2) سیر چار (4) چھانک ہے۔ (یعنی 2 کلو 100 گرام) ⑥ دلائل النبوة: 91، مجمع البرہان: 8، 2 / 3، 2، دلائل النبوة: 6، 7، 8، 2، مناقب الصفا: 178، 1، الشافعی: 48، اس کے بعد زید مسلمان ہو گیا۔ ⑦ نسائی: 4780، 48، ⑧ بخاری: 3530، مسلم: 2367، ابوداؤد: 4785

② جنگ احد میں کافروں نے نبی ﷺ کے دانت توڑے، سر پھوڑا۔ حضور ﷺ ایک عار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ ﷺ نے عرض کیا کہ ان پر بدعا فرمائیے نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ اللہ نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ بدعا فرمائی۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما۔ وہ (مجھے) نہیں جانتے۔“ ①

③ ایک درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ سو گئے۔ تلوار شاخ سے آویزاں کر دی۔ غورث بن الحراث آیا۔ تلوار نکال کر نبی ﷺ کو گستاخانہ چگایا۔ بولا، اب تم کو کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا: اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ حیران ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔ ②

④ ہمارے آنحضرت ﷺ کی بیٹی زینب بنت جحش کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا تھا اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہمارے غلو کی اسحاقی اور اسے معاف فرمایا۔ ③

⑤ فرمایا: ”زمانہ جاہلیت سے لے کر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ و جدل چلا آتا ہے، میں سب کو معدوم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کی رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں۔“ ④

صدق و امانت

① جانی دشمن بھی نبی ﷺ کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق و امین بچپن ہی سے آنحضرت ﷺ کا خطاب پڑ گیا تھا۔ ان ہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انصاف کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے۔ ⑤

② ایک روز ابو جہل نے کہا: محمد ﷺ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہرتا۔ ⑥

③ شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت ﷺ کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا اور حضور ﷺ نے پیارے بھائی علی بن ابی طالب کو اس لیے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر کے آتا۔

عفت و عصمت

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ایام جاہلیت کی رسوں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو (2) دفعہ ارادہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود ہی بچالیا۔ 10 برس سے کم عمر تھی۔ میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ بکریاں چراتا تھا کہا، اگر تم میری بکریاں سنبھال لے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں، میں بھی کہانیاں کہوں سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں بیاہ تھا۔ میں انھیں دیکھنے لگا۔ نیند نے غلبہ کیا، میں سو گیا۔ جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آگئی اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ ⑦

① مسلم: 4645، 4646، مناقب الصفاء: 186، الشفاء عیاشی: 47، ② بخاری: 4135، مسلم: 595، احمد: 311/1
 ③ فتح الباری: 88/8، کنز العمال: 33660، اسد الغابہ: 360/5، ④ خطبہ نبوی بروز فتح البکرا اور: 1905، ابن ماجہ: 3074، احمد: 73/5
 ⑤ الشفاء: 177، 176/1، ⑥ ترمذی: 3064، حاکم: 315/2، الشفاء: 177/1، ⑦ الشفاء: 180/1

عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے زید بن عمرو بن نفیل نے نبی ﷺ کی دعوت کی، دسترخوان پر گوشت بھی آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اِنْسِي لَا اَكْلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَي اَنْصَابِكُمْ وَلَا اَكْلُ اِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ”میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استخوانوں کی قربانی کا ہو۔ میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔“ [1]

زہد

1) آنحضرت ﷺ کی دعائیہ: يَارَبِّ اجْجِعْ يَوْمًا وَاَشْبِعْ يَوْمًا۔ فَاَمَّا الْيَوْمَ الَّذِي اجْجِعُ فِيهِ فَاتَصَرَّعُ اِلَيْكَ وَاَذْعُوكَ وَاَمَّا الْيَوْمَ الَّذِي اَشْبِعُ فِيهِ فَاحْمَدُكَ وَاَنْسِي عَلَيْكَ ”الہی ایک دن بھوکا رہوں۔ ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں۔ تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔“ [2]

2) صدیقہؓ کہتی ہیں ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضور ﷺ کا کتبہ پانی اور کھجور پر گذران کرتا۔ [3]

3) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں نبی ﷺ نے مدینہ آ کر تین (3) دن تک برابر گئے ہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ [4]

4) نبی ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض نلہ جو رہن تھی۔ [5]

5) آنحضرت ﷺ اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ صدیقہؓ نے پڑھنے سے چراغ کے لیے تیل منگوایا تھا۔ [6]

6) دعا فرمایا کرتے۔ الہی آل محمد ﷺ کو صرف اتنا دے جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔ [7]

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نہ ہر کسی پر تمام صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔ لاچارگی کچھ نہ تھی۔ اور اس زہد سے مقصود نبی ﷺ کا یہ نہ تھا کہ کسی حال میں شے کے استعمال یا انقاع میں کوئی روک پیدا کریں۔ ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی ﷺ نے شہد کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بوکوائی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیے۔ [8]

صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال

1) ام المومنین صفیہؓ ایک سفر میں ساتھ تھیں۔ وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی کچھلی نشست پر نبی ﷺ کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں تب:

وَيَجْلِسُ عِنْدَ بَعْضٍ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ فَتَضَعُ صَفِيَّةٌ رُجُلَهَا عَلَي رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْتَكِبُ۔ [9]

آنحضرت ﷺ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے۔ صفیہؓ اپنا پاؤں آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔

2) ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا۔ نبی ﷺ اور ام المومنین صفیہؓ دونوں گر پڑے۔ ابو طلحہؓ دوڑے دوڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ“ تم پہلے عورت کی خبر لو۔ [10]

3) ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان جو اونٹوں کی مہار پکڑے جاتا تھا۔ حدی خوانی کرنے لگا۔ حدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو کالج کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔ [11]

اس ارشاد میں عورتوں کو کالج کے آلات سے نبی ﷺ نے تشبیہ دی۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وہ تشبیہ عورتوں کی ضعف خلقت ہے

[1] بخاری: 5499 [2] الفضائل: 62 [3] بخاری: 6455 [4] بخاری: 6454 [5] بخاری: 2916 [6] بخاری: 2916 [7] بخاری: 6460 [8] «بِأَيْهَا النَّبِيُّ لِمَ تُعْتَرِمُ مَا أَكَلَ اللَّهُ لَكَ تَبَعِي مُرْصَاةً أَوْ رَاجِحًا» [القریم: 1] [9] بخاری: 3086, 3085 [10] فتح الباری: 528، طبقات ابن سعد: 88/8 [11] بخاری: 3086, 3085

جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسائش کی مستحق ہیں۔

اسیران جنگ کی خبر گیری

اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے ان میں سے ایک کا بیان ہے اللہ مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کرتے تھے۔

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی ﷺ پہلے ان کے لباس کی فکر کیا کرتے۔^[1]

مردانہ ورزشیں

مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے۔ رکانہ عرب کا مشہور پہلو ان تھا۔ وہ اپنے گچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑ دیا تھا۔^[2]

تیراقلنی (تیراندازی)

نشاندہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے۔ نشاندہ بازی کی مشق کے لیے لوگوں کو دو (2) حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: تیر چلاؤ۔ میں اس پارٹی کی طرف ہوں گا۔ یہ سن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا۔ سب پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا: جب اس پارٹی میں رسول اللہ ﷺ شامل ہیں تو ہم اس کے مقابلہ میں کیوں کر تیراقلنی (نیزہ بازی) کر سکتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا۔ تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ اِرْمُوا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلُّكُمْ۔^[3]

گھوڑ دوڑ

گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت ﷺ کے حکم سے کرائی جاتی تھی۔ لمبی دوڑ 5 میل کی اور ہلکی دوڑ ایک (1) میل کی ہوتی تھی۔^[4]

مردم شماری

نبی ﷺ نے فرمایا: اُنْحَبُوا إِلَيَّ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ ”تمام کلمہ گواہی خاص کے نام میرے ملاحظہ کے لیے قلم بند کیے جائیں۔“ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار (1500) ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی منائی۔ مسلمان کہتے تھے ہم ڈیڑھ ہزار (1500) ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے۔ ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا اور اسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا۔^[5]

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتا نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سند میں ہوا تھا۔ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی۔ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد پانچ سو (500) دوسری دفعہ کے شمار میں چھ سو (600) اور سات

[1] بخاری: 6211, 6161, 6149; مسلم: 6040, 6036; بخاری: 3008 [2] بخاری: 3373, 2899; الصغیر: 34 [3] بخاری: 2899

[4] بخاری: 3060; مسلم: 377 [5] ابن ماجہ: 4029; احمد: 384/5

سورہ (700) کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت ﷺ

آنحضرت ﷺ کی تعلیم پاک، اعتقادات، عادات، معاملات، عبادات، مہلکات، منجیات، احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ نبی ﷺ کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ ان شاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم پر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔

اللہ کا حق بندوں پر، بندوں کا حق اللہ پر

حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يُعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوهُ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ۔^①

”اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ بندوں کا حق

اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب نہ دے۔“

رحمت الہی کا بیان

نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے: إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي۔“^② میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“

<http://mujahid.xtgem.com>

خدمت والدین

ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں جہاد (دشمنان دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ”تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟“ وہ بولا: ہاں۔ فرمایا: ”ان ہی کی خدمت میں جہاد (حد درجہ کوشش) کرو۔“^③

نصرت باہمی

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔^④

”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے، پھر اپنے ایک ہاتھ کی

انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔ یعنی مومن اس طرح ملے جلتے رہتے ہیں۔“

مسلمان کون ہے؟

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔^⑤

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔“

ایمان کا کمال

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔^⑥

① بخاری: 2646، 481؛ بخاری: 11؛ بخاری: 13

② بخاری: 7373، 2856؛ بخاری: 7554، 7553؛ بخاری: 5972، 3004؛ بخاری: 2646، 481؛ بخاری: 11؛ بخاری: 13

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن جاتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

شیرینی بیان

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ - أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ، أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ - وَأَنْ يَكْفُرَهُ، أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْفُرُهُ، أَنْ يُقَدِّفَ فِي النَّارِ - ①

تین باتیں ہیں جس شخص میں یہ ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت چکھ لے گا:

- ① اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اسے سب سے بڑھ کر ہو۔
- ② کسی بھائی سے لٹھی محبت رکھتا ہو، کوئی غرض شامل نہ ہو۔
- ③ کفر میں جا پڑنے کو ایسا برا جانتا ہو، جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال

لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَذْوَمُهَا وَإِنْ أَقَلَّ ”جو عمل ہمیشہ کیا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو“ پھر فرمایا: اُكْلِفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ ”عمل (عبادت) اتنا ہی کیا کرو جسے

<http://mujahid.xtgem.com> ②

اعمال شاقہ سے ممانعت

① نبی ﷺ نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اونگٹھے لگتی ہے، تو اس سے لگ پڑتی ہے۔ فرمایا ”اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو کہ نشاط طبع قائم رہے۔“ ②

② بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی ﷺ سے عرض کیا گیا ہے کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے۔ فرمایا ”ایسا نہ کرو، اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔“ ③

③ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے آنحضرت ﷺ نے پوچھا، میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کے برابر روزہ رکھا کرتے ہو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں۔

فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ، قُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرِزْوَجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا - ④

”فرمایا اب ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ دیکھتے تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔“

محنت کی تعریف، مانگنے کی برائی

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھے پر لایا کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اسے دے دیا کریں۔“ ①

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیے
فرمایا قابل رشک دو شخص ہیں:

① جسے اللہ نے مال دیا اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اسے ملی ہو۔

② جسے اللہ نے حکمت عطا کی ہو، وہ اس پر خود عمل کرتا ہو اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔ ②

بہترین اخلاق کی تعلیم

سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ أَحَدُ الْجَنَّةِ عَمَلَهُ ③

”راست بازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ لوگوں کو اللہ کی طرف سے بشارت پہنچاؤ۔ عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جاسکتا۔“

اخلاقِ رذیلہ سے نبی اور اخوت کا حکم

أَيُّكُمْ وَالظَّنُّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسُّوا وَلَا تَحَسُّوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادًا لِلَّهِ اخْوَانًا ④

”خبردار! بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، اوروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو، کسی سے روگردانی نہ کرو، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو (جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہی ہو۔“

ہمسایہ اور مہمان کا حق

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ⑤

”جو کوئی شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے۔ جو کوئی شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔“

کلام اور خاموشی

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ⑥

”جو کوئی شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے لازم ہے کہ بات کہے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش ہی رہے۔“

نجات کے لیے رسول ﷺ کی ضمانت

مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ۔ [1]

”اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے جبروں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) ہے، تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔“

صبر و شکر کی تعلیم

إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فَضَّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ۔ [2]

”اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے جو مال اور حسن میں تم سے بڑھ کر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔“

پہلوان کون ہے؟

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ مَنْ يَمْلِكُ عِنْدَ الْغَضَبِ [3]

”شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو بچھاڑ دیتا ہے، شہ زور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔“

منادیاں اسلام کا فرض

يَسِّرْ أَوْ لَا تُعَسِّرْ وَبَشِّرْ أَوْ لَا تَنْفِرْ وَتَطَاوَعًا۔ [4]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کے لیے مامور فرمایا تھا۔ روانگی کے وقت انھیں ارشاد فرمایا: ”لوگوں کے لیے آسانی پسند کرنا، انھیں سختی میں نہ ڈالنا۔ خوشخبری اور بشارت انھیں سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مل جل کر رہنا۔“

اثر محبت

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔ [5] ”جسے جس کے ساتھ محبت ہوگی وہ اس کے ساتھ ہوگا۔“

قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم

فَكُفُّوا عَنِ الْعَائِي وَالْمَرِيضِ وَالْمُرِيضِ وَالْمُرِيضِ۔ [6]

”اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔“

درخت لگانے کا ثواب

اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو لگانے والے کے لیے یہ صدقہ ہوگا۔ [7]

[1] بخاری: 6474۔ [2] بخاری: 6390، مسلم: 2963 [3] بخاری: 6114، مسلم: 2609، احمد: 236/2 [4] بخاری: 7172 [5] بخاری: 6160، 6169، مسلم: 6718، ابوداؤد: 5127، ترمذی: 2386، کنز العمال: 24684، احمد: 322/1 [6] بخاری: 3046 [7] بخاری: 2320، 6012، مسلم: 3968، 3974، ترمذی: 1382

حیوانات سے ہمدردی کا حکم

نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راہ چلتا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ کنوئیں کے اندر اتر کر اس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا: کتے کو بھی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اتر آیا، اپنا سوزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخش دیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر دریافت کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا حیوانات کے لیے بھی ہم کو اجر ملے گا؟

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔ [1]

لوٹڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر

مَنْ كَانَ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا وَأَحْسَنَ إِلَيْهَا - ثُمَّ اعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ، أَجْرَانِ - [2]

”اگر کسی کے پاس لوٹڈی ہو تو وہ اسے علم سکھائے، اچھے سلوک سے رکھے، پھر آزاد کر دے، پھر اسے بیوی بنا لے۔ تب اس شخص کو دو چندا اجر ملے گا۔“

لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر

أُصِيبَ عَبْدًا لِلَّهِ وَتَرَكَ جَوَارِي صَغَارًا فَزَوَّجْتُ نِسَاءً تَعْلَمُهُنَّ وَتُزَوِّجُهُنَّ [3]

”عبداللہ مر گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گئیں۔ اس لیے میں نے ان کے لیے بیوہ سے نکاح کیا کہ وہ انہیں علم و ادب سکھائے۔“

منافق کون ہے؟

چار خصالتیں ہیں جس شخص میں ہوں وہ منافق ہے۔ اگر ان چار (4) میں سے کوئی ایک (1) خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اس کے اندر ہے۔

1) بولے تو جھوٹ بولے۔

2) وعدہ کرے تو خلاف کرے۔

3) عہد کرے تو پورا نہ کرے۔

4) جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے۔ [4]

مہاجر کون ہے؟

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ - [5]

”اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔“

[1] بخاری: 2466, 173; [2] بخاری: 2547; [3] بخاری: 2406 (حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما "مرا ہیں۔) [4] بخاری: 34, 245, 3178;

[5] بخاری: 10، مسلم: 40، ابوداؤد: 2481، حمیدی: 595، بیہقی: 187/10، مسند احمد: 163/2

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟

- ① بادشاہ عادل
 - ② وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الہی کی ہو۔
 - ③ وہ شخص جسے تہائی میں اللہ یاد آتا ہو اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔
 - ④ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔
 - ⑤ وہ دونوں شخص جن کی محبت للہیت پر ہو۔
 - ⑥ وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔
 - ⑦ وہ شخص جو غنی طور پر خیرات دیتا ہو، اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا؟
- یہ ہیں وہ سات (7) شخص جنہیں اللہ قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لے گا۔ جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ⑩

بادشاہ کی اطاعت کا حکم

- ① مَنْ حَمَرَهُ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ، مَنْ خَرَجَ مِنْ طَاعَةِ السُّلْطَانِ شَيْئًا مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً۔ ②
- ”اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گذرے تو اسے لازم سے کہ صبر کرے، کیوں کہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلے گا اسے وہ موت نصیب ہوگی جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی۔“
- ② إِنَّكُمْ مَسْرُورُونَ بَعْدِي أَتْرَبَةً أَوْ أَمُورًا تُنْكِرُونَ نَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ قَالَ أَذُّوا لَهُمْ حَقَّهُمْ وَاسْأَلُوا اللَّهَ حَقَّكُمْ۔ ③

تم لوگ میرے بعد ناخوش گوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ جنی اللہ نے پوچھا: ایسی حالت کے لیے حضور ﷺ کا کیا حکم ہے؟ تم فرمایا ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کی بابت اللہ سے دعا مانگنا۔

سربراہ و ردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرْفَاؤُكُمْ۔ ④

”تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربراہ و ردہ لوگ پیش کریں گے۔“

سربراہ و ردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے

فَاخْبِرُوهُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ ظَلَمُوا وَإِذْنُوا۔ ⑤

(سربراہ و ردہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے) آ کر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں اور انہوں نے ہم کو اس

① بخاری: 10، مسلم: 40، ابوداؤد: 2481، جمعی: 595، بیہقی: 187/10، مستدرک: 163/2 ② بخاری: 660، 6806

③ بخاری: 7053، ④ بخاری: 7052، ⑤ بخاری: 7176، 7177

بارہ میں اجازت دے دی ہے۔

غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

مَنْ قَتَلَ مَعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔^①
 ”اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کرے گا، تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس (40) سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔“

زیست کا درجہ قدر زندگی

لَا يَمْتَنِينَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتَ أَمَا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزِدَّادَ خَيْرًا وَّ أَمَا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتَبَ۔^②
 ”کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ اگر نیک ہے تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے اور اگر بد ہے تو اس لیے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے۔“

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نِعْمَتَانِ مَعْبُودٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصَّحَّةُ وَالْفِرَاحُ۔^③
 دو (2) نعمتیں ہیں جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے وہ نعمتیں: ① تندرستی ② فراخ دستی ہیں

ادائے قرض کی فضیلت

فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً۔^④
 ”ایک شخص کا نبی ﷺ نے اونٹ دینا تھا۔ وہ تقاضا کرنے آیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اسے دے دیا۔ لوگوں سے فرمایا: نیک و برتر شخص وہ ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔“

دولت مندی کی تعریف

لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعُرْضِ وَ لَكِنَّ الْغِنَى عَنِ النَّفْسِ۔^⑤
 ”دولت مندی زرو مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔“

مساوات عامہ

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَ لَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَ لَا لَأَبْيَضٍ عَلَى أَسْوَدٍ وَ لَا لَأَسْوَدٍ عَلَى أَبْيَضٍ إِلَّا بِالتَّقْوَى۔^⑥

① بخاری: 6914، ابن ماجہ: 2686، کنز العمال: 10914، ترمذی: 298/3، بخاری: 7235

② بخاری: 6412، ترمذی: 2304، ابن ماجہ: 4170، کنز العمال: 6444، احمد: 344/1، بخاری: 370/3، مستدرک: 306/4

③ بخاری: 2392، بخاری: 6446، ترمذی: 2373، ابن ماجہ: 4137، احمد: 243/2، حمیدی: 1063

④ زاد المعاد جلد 2/185، الدر المنثور للسیوطی: 98/6، احمد: 411/5، مجمع الزوائد: 84/8

”عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا ذریعہ تو صرف ”خدا ترسی“ ہے۔“

رحم عامہ

”مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔“ [1] ”جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔“

وارثوں کے لیے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت

”إِنْ قَدَّعُ أَنْتَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرًا مِنْ أَنْ تَدْعُهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ۔“ [2]
”یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ کر مرے، بہ نسبت اس کے کہ وہ تجھی دست ہو اور لوگوں کے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا رہے۔“

عورت کی مثال اور اس سے گزران کی ہدایت

”الْمَرْأَةُ كَالضَّلْعِ إِنْ أَقْمَتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ۔“ [3]
”عورت کو ایسا سمجھو جیسے پہلی کی ہڈی۔ اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو ٹیڑھے پن میں ہی کام دے گی۔“

عورت کا درجہ گھر میں

”الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى نَيْبِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ۔“ [4]
”عورت اپنے شوہر کے گھر میں اور اولاد پر حکمران ہے۔“

ماہر قرآن کا درجہ

”الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ۔“ [5]
”قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ نیکو کار سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔“

اللہ کے نزدیک پسندیدہ کام

”كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ
سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔“ [6]

”دو بول ہیں جو رحمن کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان اعمال میں بھاری ہیں۔ وہ یہ ہیں: ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“

[1] بخاری: 5997 [2] بخاری: 2742 [3] بخاری: 3331، 5184، مستدرک: 279/6 [4] بخاری: 5200، 893، مستدرک: 5/2

[5] بخاری: 4937، مسلم: 1862، ابوداؤد: 1454، ترمذی: 2904 [6] بخاری: 7563، مسلم: 2694، ترمذی: 3467، ابن ماجہ: 3806

قرآن مجید

ہمارے سید و مولیٰ نبی مصطفیٰ ﷺ کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و شرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے، لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر سادہ سادہ حالات لکھ رہا ہو تو اسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے۔ گو اسرار و حکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے کیوں کہ جس سیرت نبویہ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا وہ کتاب از حدنا مکمل ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انھوں نے جواب دیا ”کہ قرآن آنحضرت ﷺ کا خلق ہے۔“ [1]

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا لفظ رب العالمین کا کلام ہے لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس و متعارف نبی ﷺ ہی نے کرایا ہے۔

یہ پاک کلام تحیس (23) سال کی مدت میں محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ ان ہی الفاظ میں دنیا میں مشہور و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر سنائے تھے۔ یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ (5) دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا۔ اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے۔ اس وقت سے لے کر جب اسے اس کی اصل ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سنا۔ لفظ بہ لفظ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے۔ کوئی ملک، کوئی موسم، کوئی رسم و رواج، کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اس کی ترقی کے لیے روک نہیں بن سکے۔ مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے غلط کیے گئے۔ اس کی سچی، صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے، لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا اسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اس کی روشنی سے منور ہے، لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراہ و زبور، کیا انجیل اور اس کے خطوط، کیا وید، کیا ژند و پاژند، اس وصف سے عاری ہیں۔ جس زبان میں وہ اتری تھیں۔ آج دنیا پر اس زبان کا اور اس زبان کے بولنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔

قرآن مجید ان سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کیے گئے یا نبی ﷺ پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید اپنے لیے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے جس میں تصویر کے ہر دور رخ دکھادیے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لیے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اسے علی الاعلان نہیں مانا۔ انھوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں، اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ [حم: 42] میرے فقرے کا مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا۔ جب

[1] اب المسرف للبخاری: 308، اخلاق النبوة: 29، کنز العمال: 18378، تفسیر: 499/2

آپ یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بدھ مت، اور ہندومت کے سناٹن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تا زمانہ حال پر غور فرمائیں گے اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں۔

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے جیسا کہ مشہور بائبان برہم سماج کا حال ہے۔ یا جیسا کہ رومن کیتھولک (Roman Catholic) نے لوٹھر (Lothar) کو لازم دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں۔ ﴿﴾ خواہ کوئی نہ مانے، جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے۔ مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے، لے رہے ہیں اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علیٰ غم انف) مجبور ہے کہ اس کی تعلیم کو لیتی رہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے قرآن مجید ہی ایک ایسا کلام ہے جو ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ [المائدہ: 3] کی بشارت سنا ہے۔

میں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھ دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا۔ کیوں کہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں، جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم ﷺ اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے۔ ﴿وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ مسلمان براہ مہربانی دیکھیں کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے۔

الہیات

<http://mujahid.xtgem.com>

□ ذات الہی کا عرفان

﴿۱﴾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”اللہ کے نام سے شروع ہے جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے۔“

﴿۲﴾ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ [الانعام: 103]

”حواس اور عقول اللہ کا ادراک نہیں کر سکتے، لیکن اللہ کو ان سب کا ادراک ہے۔“

﴿۳﴾ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ [الشوری: 11]

”کوئی چیز بھی اللہ کی مثال نہیں اور وہ ہندوں کی التجاؤں کو سنتا اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے۔“

﴿۴﴾ ﴿اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النَّوْرِ﴾ [البقرہ: 257]

”اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے، انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔“

﴿۵﴾ ﴿اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ۗ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ ۗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۗ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ ۗ وَ سِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۗ وَ لَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۗ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ [البقرہ: 255]

”اللہ ہے، اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا۔ اسی کا ہے جو کچھ بھی آسمان و زمین

میں ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کر سکے، وہ اللہ لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسے آسمانوں اور زمین (دونوں کا تمام رکھنا، تھکا نہیں دیتا۔ وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے۔“

﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [الانعام: 54]

”تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے۔“

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۚ اللَّهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۚ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [الاعلاص]

وہ اللہ، ایک، یکتا، سب کا سید و آقا ہے، کوئی اس کا فرزند نہیں، وہ کسی کا فرزند نہیں اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں۔

□ سچے دین کی تعریف

﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۗ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”یہ اللہ کی بنائی ہوئی سرشت ہے۔ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بناوٹ میں اول بدل نہیں ہوتی۔ یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ [الرہم: 30]

﴿صِبْغَةَ اللَّهِ ۗ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً﴾ [البقرہ: 138]

”اللہ کا رنگ چڑھانا ہے۔ ہاں اللہ سے بڑھ کر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے؟“

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهَا نُوحًا وَ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ [الشوری: 13]

اللہ نے تمہارے لیے دین کا وہ راستہ بنایا ہے جس کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا گیا اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی وحی بھیجی اور ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام کو بھی اس کا حکم دیا تھا کہ دین پر سیدھے چلو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

□ بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟

﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَ لَا دِمَائُهَا وَ لَٰكِنْ يَنَالُهُ النُّفُوسُ مِنْكُمْ﴾ [الحج: 37]

اللہ کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا خون ہرگز نہیں پہنچتا۔ اللہ کے پاس تو تمہاری فرمانبرداری پہنچتی ہے۔

□ شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے

﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَ لَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُنِمْ نِعْمَتَهُ ۗ عَلَيْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

”اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے۔ اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری جیسے تاکہ تم شکر کیا

کرو۔ [المائدہ: 6]

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: 45]

”نماز، نفش اور بے حیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی فوائد میں بڑھ کر ہے۔“

□ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض

① ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ - يُتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ: 151]

”ہم نے تمہارے پاس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جو تم ہی میں سے ہے۔ وہ ہماری آیتیں تم کو سناتا (اخلاقِ رفیضہ سے) تم کو پاک کرتا۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔“

② ﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْلُسُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]

”نبی لوگوں کو نیک باتوں کے کرنے کا حکم دیتا اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال ٹھہراتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتا ہے اور بوجھ ان سے دور کر دیتا ہے اور طوق ان کے نکال دیتا ہے۔“

□ اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی

① ﴿لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْفُرَايِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا أَخَذْنَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [اعراف: 96]

”اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے لیکن وہ تو حکم الہی کو جھٹلانے لگے۔ اس لیے ہم نے ان پر ان کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا۔“

② ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا السُّورَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا كَلُوا مِنْ قَوْلِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾

”اگر وہ لوگ تورات اور انجیل اور اس کی تعلیم جو ان پر نازل کی گئی قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (یعنی زمین اور آسمان کی برکتیں ان کے ساتھ ہوتیں)۔“ [المائدہ: 66]

③ ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ آيَاتِكُمْ وَبِعُفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوریٰ: 30]

”جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے اور اللہ تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے۔“

④ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً ۗ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [السجدہ: 17]

”کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ اللہ نے بندوں کے لیے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔“

سنن الہی میں تبدیلی نہیں

① ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ [الفاطر: 38]

”سنن الہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔“

﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾ [الفاطر: 35]

”سنت الہی میں ہیر پھیر کی گنجائش نہیں۔“

﴿مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ۚ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ غَامِضًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾ [الملك: 3-4]

”اللہ کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئے گا۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ۔ کیا تجھے کوئی شکاف بھی دکھائی دیتا ہے۔ پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ اور بار بار دیکھ، تیری نظر تھک کر نا کام ہو کر لوٹ آئے گی۔“

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لیے مشتمل ہے

﴿لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ [النجم: 39]

”انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔“

﴿وَمَا كَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا﴾ [الہ بر: 23]

”تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی۔“

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرہ: 141]

”وہ امت گذر چکی ہے جو کچھ اس نے کمایا تھا اسے ملے گا، جو تم کا دے دو تمہیں ملے گا۔“

صبر اور پرہیزگاری کا درجہ

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [آل عمران: 186]

”اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری رکھو تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے۔“

حکمت و دانش کا درجہ

﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [البقرہ: 269]

”اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا۔ اسے نہایت سعادت مندی حاصل ہوئی۔“

صبر کا ثمرہ

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا﴾ [اسجد: 24]

”جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہم نے ان میں ایسے مقتدائے قوم تیار کیے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔“

قطع طمع

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ﴾ [طہ: 131]

”کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیاوی آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔“

دنیاوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا

﴿ وَلَا تَنْسَ نَصِيكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ [التقصص: 77]

”اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آ کر اپنے بہرہ نجات کو فراموش نہ کر۔“

تہلکہ سے بچنا

﴿ وَلَا تَلْقُوا يَأْيِدِكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرہ: 195]

”اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو“

افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَاذِبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ﴾ [انحل: 105]

”جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔“

قطعی حرام چیزیں

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَالْإِنَّمِ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ

يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [الاعراف: 33]

(اے محمد ﷺ) سنا دیجیے کہ میرے پروردگار نے حرام کر دیا ہے (1) بیش کی سب قسموں کو جو کھلی یا چھپی ہیں۔

(2) اور گناہ کو (3) اور ناحق بغاوت کو (4) اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو، جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں (5)

اور اللہ پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے۔“

اللہ کی عبادت الہی پتہ سمہ ہے

﴿ صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ﴾ [البقرہ: 138]

”ہم نے اللہ ہی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ کیا اللہ سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے۔ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔“

تحریر و انشادانی کی تعریف

﴿ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴾ [القلم: 1]

”میں قلم اور اس کے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں۔“

ارباب عقل و دانش کے لیے الہی نشانات

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَخْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾ [البقرہ: 164]

”زمین و آسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لے کر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف سے اللہ کے پانی امار نے اور مردہ زمین کو اس کے ذریعہ از سر نو زندگی بخشے، زمین میں ہر ایک قسم کے جانور پیدا کر کے پراگندہ کر دینے، مختلف قسم کی ہوا میں بدلنے اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تالیع حکم نظر آتے ہیں۔ بے شک عقل مندوں کے لیے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔“

قسم کھانے کی ممانعت

- ① ﴿وَلَا تَطْعَمْ كُلَّ حَلَالٍ مِّنْهُنَّ﴾ [الم: 10]
”تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان، جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔“
- ② ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِآيْمَانِكُمْ﴾ [البقرہ: 224]
”اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔“
- ③ ﴿وَاحْفَظُوا آيْمَانَكُمْ﴾ [المائدہ: 89]
”قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔“

صلح کلی کی دعوت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾
”ایمان والو! ایمان اسلام میں (جو نبی برائے ہے) بالکل یہ بہن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔“ [البقرہ: 208]

اصلاح باہمی کا حکم

- ﴿وَتَصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [البقرہ: 224]
”لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔“
- ﴿وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [النحل: 1]
”آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔“

عفو و درگزر کی تعلیم

﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ [النور: 22]
”لازم ہے کہ معافی دو اور درگزر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔“

سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ [الشوریٰ: 53]
”ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود ان کی ذات و نفوس میں بھی موجود ہیں۔ ضرور انھیں دکھادیں گے اور بالآخر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔“

سلطنت کے اصول

① حاکمان عدالت کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے

﴿ وَذَازِدَ وَسَلِّمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْبِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكَلَّمَا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ﴾
[الانبیاء: 78-79]

”حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجیے جب کہ وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے جس میں رات کے وقت ان کی قوم کے گوسفند (بکریاں) چر گئے تھے اور ہم ان کے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے۔ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی۔ دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔“

② تقض امن کی ممانعت

﴿ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ﴾
[الاعراف: 56]

”کسی سر زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔“

③ ظلم باعث زوال ہے

﴿ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَوْمٍ كَانَتْ ظِلْمُهُمْ وَأَنشَانَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴾
[الانبیاء: 11]

”کتنے شہروں کو ہم نے ان کے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا اور ان کی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم ان کی بجائے پیدا کر دی۔“

④ نیکو کاری باعث قیام ہے

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴾
[سورہ: 117]

”ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو ان کے باشندوں کے نیکو کار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔“

⑤ جنگ کے لیے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ [الفتح: 10]

”جہاں تک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو، جس میں تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو اللہ کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔“

⑥ ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا (مشاورت)

① ﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ [آل عمران: 159]

”حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔“

﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ [الشورى: 38]

”مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔“

﴿ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَ الْأَعْيُنَ فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونَّ ﴾ [آمل: 32]

”اے سردارو! میری حکومت کے کام میں تم مجھے فتویٰ دو۔ تمہاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا ہے۔“

تعلیم و تعلم

① علم و حکمت کی باتوں کا سننا، ان پر غور کرنا اور بہترین صورت کو اختیار کرنا

﴿ قَبَسْرُ عِبَادِي الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾ [الزمر: 18]

”اے محمد ﷺ! میرے ان بندوں کو بشارت سنا دیجیے جو (علم و حکمت کی) گفتار کو سنتے اور اس کی بہترین صورت کو اختیار کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقل مند ہیں۔“

② غیر اقوام سے علم اخذ کرنا

﴿ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ﴾ [الانعام: 148]

”کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے، پس اسے ہمارے لیے ظاہر کرو۔“

نظام تبلیغ دین

③ دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے

﴿ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [آل عمران: 104]

”تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔“

④ ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴾ [التوبہ: 122]

”ہر ایک فرقہ و قوم میں سے ایک گروہ اس فرض کے لیے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کے لیے انھیں اللہ کی ناراضگی کی باتوں سے ڈرائیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بری باتوں سے بچنے لگے گی۔“ [1]

تہذیب اخلاق

① جنس اناث کی تعریف

﴿أَوْ مَن يُنْسِنُو فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ [الزخرف: 18]
 ”آرائش و زیور کے اندر پلتی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔“

② میاں بیوی کی تعریف

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [البقرہ: 186] ”بیویاں اپنے شوہروں کے لیے اور شوہرا اپنی بیویوں کے لیے لباس ہیں۔“
 لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا ہے لباس انسان کے حسن و جمال کو ترقی دیتا۔ لباس کے پہننے والے کی تہذیب و تمیز کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح زن و شوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں۔ جو گرم و سرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں۔ ایک دوسرے کا حسن و جمال باہمی الفت سے ترقی کرے۔ عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ ایک دوسرے کے راز دار ہوں۔

﴿خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَ رَحْمَةً﴾ [الروم: 21]
 ”اللہ نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں بنا کیں تاکہ تم سکین پکڑو اور میاں بیوی کے درمیان اللہ نے محبت اور پیار ڈال دیا۔“

③ میاں بیوی کے حقوق

① ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ [النساء: 34]
 ”مرد عورتوں پر نگران ہیں۔“

② ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [البقرہ: 228]
 ”عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔“

④ کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرہ: 165]

”مومن اللہ کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔“

[1] عالم اسلامی کی معروف دانش گاہ مدینہ یونیورسٹی (سعودی عرب) کی پرنسٹون عمارت پر بھی جی ایٹ مہارک بلور مونو (Mono) کندہ ہے۔

⑤ بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ [المجادلہ: 11]

”اللہ تعالیٰ مومنوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔“

⑥ بروہر پر تسلط کرنے، بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: 70]

”ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو بحر و بر میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔“

⑦ انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے

﴿قَالَ أَغْيَبَ اللَّهُ بَيْنَكُمْ إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ [اعراف: 140]

”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے لیے اور معبود ڈھونڈ لاؤں۔ حالانکہ اس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے۔“

⑧ انسان کو ہر ادنیٰ نعمتی سے سبق حاصل کرنا چاہیے

﴿يَا وَيْلَتَىٰ أَعْبَذْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوَآةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ﴾

”اے کاش! مجھ سے اتنا بھی تونہ ہو سکا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی مردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا۔ یہ سمجھ کر اسے سخت ندامت ہوئی۔“ [المائدہ: 31]

⑨ دیکھنے والے کے لیے ہر چیز میں ایک نشان ہے

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ﴾ [يسف: 105]

”زمین و آسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں، جن سے وہ یونہی منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔“

⑩ سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے

﴿اَلَمْ يَسِيرُوا فِي الأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اَذَانٌ يَسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ [الحج: 46]

”انہوں نے اطراف عالم میں سیاحت نہ کی جس سے ان کو دل ہائے دان اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے۔“

⑪ اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ﴾ [الحج: 46]

”حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں، جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔“

﴿12﴾ حرام چیزیں طیب نہیں، طیب چیزیں حرام نہیں

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ [البقرہ: 168]
 ”اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء اللہ نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیا اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔“

﴿13﴾ حلال طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی کام ہے

﴿كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ [البقرہ: 168]
 ”زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔“

﴿14﴾ بصیرت و ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے

﴿وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهِيَ الْآخِرَةُ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: 72]
 ”جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔“

﴿15﴾ ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک نیک منزل پاسکتے ہیں

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: 139]
 ”آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو اور ہجیرہ نہ بنو۔ تم ہی سب سے بڑے ہو گے، اگر تم ایماندار ہو۔“

تمدن

﴿1﴾ چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا، لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا

﴿وَمَا مِنْ ذَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ مَا فَرَقْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ نُمُّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾ [الانعام: 38]
 ”روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اڑنے والا پرندہ نہیں جن کی تمہاری طرح قومیں اور جنٹے نہ ہوں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا۔ پھر ان سب کو آخر کار اللہ ہی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔“

﴿2﴾ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لیے ہیں

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرہ: 29]
 ”اللہ تعالیٰ وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کے لیے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔“

﴿3﴾ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

﴿كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ﴾ [بنی اسرائیل: 84]
 ”ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔“

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ، مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ
وَالجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالذُّوَابُ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَتَّىٰ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ﴾ [الحج: 18]

”کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت حیوان اور انسان کا بڑا حصہ اللہ کا فرمانبردار (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا۔“

﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۖ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيسِرُهُ، لِلْيُسْرَىٰ ۙ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيسِرُهُ، لِلْعُسْرَىٰ ﴾ [الليل: 5-10]

”تو جس نے اللہ کے راستے میں مال دیا اور نیک باتوں کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اس کو اپنی عنایت سے محروم کر کے دشوار راستے پر چلا دیں گے۔“

④ سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لیے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک

طبقہ کا اس مناسبت کے بقا و قیام اور دوام انتظام کے لیے ذمہ دار ہونا

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْخَلِيفَةَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ. إِنَّ
رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الانعام: 166]

”وہی تو ہے جس نے اللہ نے تمہیں زمین پر اپنا نائب بنایا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔“

⑤ مساوات حقوق کا تا کیدی حکم عدل کی تاکید

﴿ وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۖ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴾ [الرحمن: 7-9]

”اور اللہ نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط و تفریط) نہ کرو اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقرر کردہ میں کسی قسم کی تعمیر نہ کرو۔“

⑥ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسان کا خیر خواہ ہے

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ [آل عمران: 110]

”تم لوگ (اے امت محمدیہ ﷺ) باقی لوگوں کے لیے ایک بہترین قوم صلیحہ ہستی پر لائے گئے ہو۔ (تم سب لوگوں کو) مطابق شرع و فطرت کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرتے اور اللہ (کی ذات و صفات) پر یقین کامل رکھتے ہو۔“

⑦ اخوت کی بنیاد

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات: 10]

”ہر ایک شخص اپنی جہلت کے موافق عمل کرتا ہے۔“

۱۸) مال کی تعریف، دولت قیام قومی کا سبب ہے

﴿ وَلَا تَتُوتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا ﴾ [النساء: 5]

”اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لیے قوام زندگی بنائے ہیں۔ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔“

۱۹) فقر و تنگدستی کی برائی

﴿ اَلشَّيْطَانُ يَعِدُّكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُّكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

”شیطان تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور (اس بنا پر) تمہیں بخل و امساک کا حکم دیتا ہے (برخلاف اس کے) اللہ تمہیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے۔ اور اللہ بہت فرخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔“ [البقرہ: 268]

۱۰) اسراف کی برائی، بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے

﴿ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [التغابن: 16]

”جن کو جبلی بخل اور لالچ سے اللہ نے محفوظ رکھا۔ وہی (آخرت میں) کامیاب ہوں گے۔“

۱۱) میانہ روی، رخصت کے بندے بخل و سرفرازی نہیں ہوتے

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ﴾ [الفرقان: 67]

”مہربان رب کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چسپی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کر کے) بچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں۔“

۱۲) بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے

﴿ وَالْفُلْكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ ﴾ [البقرہ: 163]

”اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لے کر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔“

۱۳) اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لیے ہیں

﴿ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْطَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كِبَآئِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۝ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ۝ وَجِزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَمَنْ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا

عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَكَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿الشورى 36-43﴾

”بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لیے ہے۔“

﴿1﴾ جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں ﴿2﴾ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں، بے حیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں ﴿3﴾ اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو درگزر کیا کرتے ہیں ﴿4﴾ اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔ ﴿5﴾ اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں ﴿6﴾ اور جن کا کام باہمی شوریٰ پر ہے ﴿7﴾ اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿8﴾ اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے ﴿9﴾ ہاں جو (دوسرے کی زیادتی) معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے اوپر ہے۔ اللہ تو ظلم کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ﴿10﴾ (تاہم) جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے اس پر کچھ الزام نہیں ﴿11﴾ الزام تو ان لوگوں پر جو نسل انسان پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بے عدالت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿12﴾ جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا اسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی بلند ہمت کی ہے۔“

مَقَاتِلُ

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
<http://mujahid.xtgem.com>

.....●.....

قصیدہ در نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ حسن را بہ تماشائی اوست حیرانی
 مطاع غلق و ضیائی جہاں ظلمانی
 نوید رحمت و بیان عفو یزدانی
 بہشت خاک ندارد ہوائے سلطانی
 کہ ہم متمم او آمدی و وہم بانی
 بسر گرفت ز تو افرہمہ دانی
 کجاست مائل ظلمات شاہ یونانی
 عجب تر آں کہ بعالم نزیل و مہمانی
 گجے کہ بست برایشاں یہود و نصرانی
 رسد بلوز چہ یونانی و چہ سوڈانی
 کہ دادہ بود خرد کلیم عمرانی
 تراست رفتن و از شوق حلقہ جنبانی
 نگاہ پاک تو بینائے صنع رحمانی
 توئی کہ کندہ ز عالم بنای رہبانی
 توئی کہ ام خباثت شراب را خوانی
 توئی کہ عظمت چہیباں درخشانی
 ز تو معین و محکم حقوق نسوانی
 ز شوکت تو موالی کنندہ سلطانی
 ز سنگ چوں ہلکند قوم دردندانی
 پیاس خاطر ایمانی و مسلمانی
 کہ نسل شاں مگر آیدیدیں دینی
 بحرب با کہ نمودند جمع خذلانی
 دی بجد ہر آں چہ بفتح بستانی
 ترا کہ فتح مبین شد بلاغ قرآنی
 تو غلق را بسوئے آں پیام می خوانی

دل زمینہ ربود آں جمال نورانی
 جمال معنی و زین کمال و حسن جلال
 محمد اسم و حبیب الہ و خواجہ کل
 گزید فقر کہ فرمان روائے ملک ابد
 نبوت ست یکے قصہ آسمان پایہ
 عرب بچاہ جہالت فقادہ بود بسر
 نمیرد آنکہ ز جام ولای تو نوشد
 بہ نزل عام تو مہماں نشستہ صد عالم
 در نہجات کشودی بروئے احمر و اسود
 حدیث پاک تو آں جامع الکلم کہ ازہ
 جہاں شنیدز فم تو آں کلام خدا
 بدای جناب کہ جبریل را نہ پردہ
 دلت گواہ بصدق نظارہ چشمت
 توئی کہ از تو تمدن رواں تازہ گرفت
 توئی کہ نام نہی نمر را حمر عقل
 توئی کہ صدق ہمہ راستاں پدید کنی
 ز تو مبرہن و روشن تقوم مرداں
 فتوت تو امت را دہدقات لقب
 تو عذر خواہ شوی بہر قوم از رحمن
 تو قاتلان عم و دخت را نمائی عفو
 پنے ہلاک جفا پیشگاں رضامندی
 ز عدل و رحم تو صد بہرہ یافتہ اندرا
 دو شاہد اند مرا خبیر و حنین کہ تو
 بزور کوشش انواع بیچ حاجت نیست
 خدا یکے و پیاس بسوئے خلق یکے

تو دوستی بدل دشمنان بپالانی
 کہ بہ زہر پدر ہست عہون ربانی
 کہ برترست عبودیت از سلیمانی
 تو ماہ و بر ملک محمد نورافشانی
 نہ برتر از تو کہے گفت حمد ربانی
 حمید باشد و محمود ذات سبحانی
 دگرچہ سود کہ گویم سخن بنا دانی
 ہزار شکر رسیدم بہ سخن پنهانی
 طفیل تست ہمہ کار گارہ امکانی
 بہ بے مثالی خود ہم بخویش میہمانی
 کہ کرد روئے تو بردعوئی تو برہانی
 کہ نصیح خلق بود لازم مسلمانی
 کہ کار دین ہمہ تہمت ہست و آسانی
 بگوئی عالمیان شد نوید ارزانی
 گزید نوع بشر را رضائے دیانی
 کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی
 امید ہست کہ از لطف رو نہ گردانی
 دے کہ مرگ نماید بدرد درمانی
 جمال او بزمائی چو صبح نورانی
 مراز خنکی گورو سوال برہانی
 سہی فارس صد قم عطا بہ فرمائی
 یک از ہزار ہمن نیز صدق سلمانی

تو باب مسلم کشائی بروئے دشمن و دوست
 تقیہی تو تسلی ست مریمائی را
 تو عبد خواندہ شدی و رموز داں دانست
 تو آفتابی و از حمد سربر آوردہ
 فزوں تر از تو کہے را نہ حمد گفت جہاں
 ترا محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین خواند وزماں
 بما رؤف ورحیمی، خدا رؤف و رحیم
 تو رحمتی و جہاں آفرین یارحمان
 سخن زواجب و ممکن نہ از ادب باشد
 ز استعارہ و تشبیہ بس بلند ستی
 چہ خوش بشان تو صدیق گفت و گوہر سفت
 مبلغان تو داند این پیام بہ خلق
 مبشران تو داند این نوید بہما
 طفیل است کہ بعد از ہزار قرن مدید
 کہ دین یافت کمال و تمام شد نعمت
 صلوات بر تو خدائے و فرشتگان خوانند
 گزارشت الہی مرا بدر گاہست
 دے کہ روح مجرد شود ز پیکر خاک
 دراں مفاک کہ نگہ ست و تارچوں دل من
 بہار تازہ چشم فرشتگان بخشی
 سہی فارس صد قم عطا بہ فرمائی
 یک از ہزار ہمن نیز صدق سلمانی

احقر راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلمان

ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم مغفور

منصور پوری علاقہ۔ ریاست پٹیالہ



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
النَّبِيِّ الْأَمِيِّ الَّذِي أَرْسَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَجَعَلَهُ، خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا جَبَّارَ الْمُسْتَجِيرِينَ يَا أَمَانَ الْخَائِفِينَ يَا عَمَادَ مَنْ لَا عَمَادَ لَهُ، يَا سَنَدَ
مَنْ لَا سَنَدَ لَهُ، يَا ذُخْرَ مَنْ لَا ذُخْرَ لَهُ، يَا حِرْزَ الضَّعْفَاءِ يَا كَنْزَ الْفُقَرَاءِ يَا عَظِيمَ الرَّجَاءِ يَا مُنْقِذَ الْهَلَكَى
يَا مُنْجِيَ الْعُرْقَى يَا مُحْسِنُ يَا مُجِيبُ يَا مُنْعِمُ يَا مُفْضِلُ يَا جَبَّارُ يَا مُبِيرُ أَنْتَ الَّذِي سَجَدَ لَكَ سَوَادُ
اللَّيْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ شِعَاعُ الشَّمْسِ وَ نُورُ الْقَمَرِ وَ حَفِيقُ الشَّجَرِ وَ دَرِيءُ الْمَاءِ يَا اللَّهُ أَنْتَ اللَّهُ لَا
شَرِيكَ لَكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُولِكَ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَ فِي الْمَلَأِ
الْأَعْلَى إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَ عَلَى جَمِيعِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ عَلَى إِلِهِ وَ أَصْحَابِهِ وَ أَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ آمِينَ۔

امابعد، یہ کتاب "رحمۃ للعالمین" کی جلد دوم ہے۔ جلد اول کا پہلا ایڈیشن 1912ء میں شائع ہوا تھا۔ جلد دوم کے لیے جنگ
عظیم (اگست 14 تا نومبر 1918ء) کے شروع ہو جانے کی وجہ سے عمدہ کاغذ دستیاب نہ ہوا، اور یہ مسودہ پڑا ہی رہا۔ 1916ء میں جلد اول کا
دوسرا ایڈیشن ضرور نکلا تھا، لیکن اس کا شائع کرنا اضطراب تھا کیوں کہ جلد اول کو کئی اسلامی مدارس اور اسلامیہ ہائی سکولوں نے داخل نصاب
کر لیا تھا اور طالبان علم کا حرج کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی جو کاغذ لگایا گیا تھا اگرچہ پچھلے کاغذ سے اس کی قیمت ڈیوڑھی
تھی مگر پھر بھی وہ چکنائی اور سفیدی میں ویسا نہ تھا۔

جلد دوم کے لیے آج تک عمدہ کاغذ ہی کا انتظار ہوتا رہا اور اب آخر جیسا کاغذ مل سکا اسی پر کتاب کو شائع کیا جاتا ہے۔
اہل خبرت آگاہ ہیں کہ سیرت النبی ﷺ کا لکھنا کس قدر مشکل ہے، اگر ذرہ بے مقدار خورشید جہاں افروز کے نور گیتی آراء
کا مکیاں بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔
لیکن ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آ گیا ہے اور درود محبت ہے جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے۔ توفیق الہی ہے
جو برابر اس کام پر مجھے لگائے رکھتی ہے۔ جذبہ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے۔ اِنْفِرُوا خِفَافًا وَ ثِقَالًا کی صفیر
کان میں گونج رہی ہے اور یَا قَوْمُكَ رَجَالًا وَ عَلَيَّ مَثَلِي صَامِرِی کی اذان ہادی راہ بن رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو نبی پاک ﷺ کا کلمہ خواں ہے، ضروری ہے کہ اپنے علم و فہم کے موافق حضور ﷺ کا ثنا
گستر بھی ہو۔ تابش ذرہ اور ضوہ قمر میں اگر چہ زمین و آسمان کا فرق ہے مگر دونوں ایک ہی نور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اگر ایک کی فلک
گیر، ٹھنڈی، صاف روشنی ابصار کو محمود یار کرتی ہے تو دوسرے کی خاک نشین چمک بھی راہ گیروں کے قدم لیتی ہوئی ان کی نگاہ گرم کو کبھی کبھی
اپنی جانب کھینچ ہی لیتی ہے۔

لَا يَكْتَلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا كَاِعْلَانِ هِرَارًا يَمَانِ كَوْحُوصلًا افزا ہے اور الْمَسْرُءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ كَا ارشاد ہر ایک صحیح
الوجدان کا خضر راہ۔ اگر میرے لیے یہ سب اسناد و عائد نہ ہوتے تو کچھ شک نہیں کہ ایک حرف لکھنے کی بھی جرات نہ ہو سکتی۔

گل چیں سیرت مصطفوی ﷺ کے سامنے ایک گلشن خلد بہار ہوتا ہے، جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی و شادابی دامانِ نگاہ کو بھر دینے والی ہوتی ہے۔ یہ گل چیں کا اپنا انتخاب اور مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس کو چھوڑا، مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا وہ اس سے کم نہ تھا، جسے چن لیا۔

جلد دوم میں ایسے ضروری مضامین ہیں جن میں سے بعض کو علماء سیرت آغاز کتاب میں جگہ دیا کرتے ہیں، مگر میں نے حصہ اول کو صرف ایسے مالا بدمنہ (ضروری) حالات مبارکہ پر اختصار کے ساتھ مختصری رکھا تھا کہ اگر بقیہ جلد میں شائع بھی نہ ہو سکیں، تب بھی وہ نقشِ ناتمام کی صورت میں غیر مکمل نظر نہ آئے۔ الحمد للہ! کہ آج جلد دوم کو روانہ مطبع کرتا ہوں اور اللہ وہ دن بھی کرے کہ جلد سوم کو بھی اسی طرح روانہ کر سکوں اور اس وعدہ کے ایفا کے بعد پھر ایک مفصل و اجمل کتاب قلم بند کر سکوں۔

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است
تو بدیں آرزو مرا برساں

وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ
خا کسار

محمد سلیمان سلمان منصور پوری

(ریاست پٹیالہ پنجاب) <http://mujahid.xtgem.com>



النسب فصل اول

شجرہ طیبہ

شجرہ مبارکہ کو تین (3) حصوں میں پیش کیا جاتا ہے:

حصہ اول

نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر العمري القرطبي (ولد سنة ثمان وستين و ثلاث مائة 368 هـ) نے کتاب الاستيعاب میں تحریر کیا ہے: ”هَذَا مَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيهِ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ“ (اس شجرے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں)۔ آباء الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت عبد اللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام بھی مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباء اور قبائل کا پتا بھی لگ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ملا تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو۔ شاید ہی دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلہ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراق تاریخ میں دستیاب ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ دوھیال اور نھیال در نھیال کی دوھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الازل میں قدرت ربانی نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدم علیہ السلام سے لے کر ذات گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔

امہات العظام اور ان کے دوھیال کے اسماء میں میراخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

حصہ دوم

نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیوں کہ اس اصول کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انھوں نے اختیار فرمائے ہیں اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگوں کا یہ نہایت ورع و تقویٰ ہے۔ یاسی ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس

طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسماعیل علیہ السلام تک منتهی ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلہ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے، بنی اسرائیل میں بھی مروج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو، وہ لکھتے ہیں: یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے درمیان چھبیس (26) پشتیں اور داؤد علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام میں بارہ (12) پشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرات مجھے اس لیے ہوئی کہ مَحْدَبُ النَّسَابُونَ مَا قَوْقُ الْعَدْنَانَ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں، اس حصہ کو بیان کیا ہے۔ سَبَّاسَاتُكَ الذَّهَبُ لِلْمَسْوَدِي ص 19 ہے:

فَقَدْ اُخْتَلِفَ فِي كِرَاهَةِ رَفْعِ النَّسَبِ مِنْ عَدْنَانَ اِلَى اَدَمَ فَذَهَبَ ابْنِ اسْلَخِ و ابْنِ جَرِيرٍ وَ غَيْرُهُ اِلَى جَوَازِهِ وَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَ غَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ۔

"عدنان سے اوپر آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن اسلخ اور ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاریؒ وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔"

کتاب "رحلۃ الشافعی" مصنفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعیؒ اور ہارون الرشید کے ذکر میں ہے:

فَقَالَ لِي بَيِّنْ لِي عَنْ نَفْسِكَ قَالَ الشَّافِعِيُّ فَلَقِيتُ حَتَّى الْحَقَّتْ اَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالطَّيْنِ۔

ہارون الرشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ، میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو منیٰ میں جا ملایا۔

ان حوالہ جات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اول اول یہ حصہ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہ کی کتاب "خطبات احمدیہ" میں دیکھا تھا۔ سر سید نے اس جگہ کسی کا پتا نہیں لکھا، انھوں نے ارمیا کا تب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ سر سید یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد مجھے تاریخ ابوالفداء میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبریؒ کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبریؒ نے لکھا کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامہ سے موافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبریؒ کی ہے جسے انھوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔

پھر مجھے امام ابن سعدؒ کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم۔ ادودوم۔ الصبح۔ ہمسع دوم۔ سلامان دوم۔ ثابت۔ حمل۔ معد اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں سر سید نے ان کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

حصہ سوم

① نسب نامہ گرامی کا حصہ سوم جو اسماعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک منتهی ہوتا ہے، تورات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراہ متشکل سے لیے گئے ہیں۔

2) ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی توراہ سے لیے گئے ہیں جو غالباً صحیح ہیں۔ لیکن توراہ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں۔ مثلاً غور کر و مندرجہ ذیل بیان توراہ پر:

- 1) آدم 130 برس کا تھا جب اس کے شیث پیدا ہوا 5/3 پیدائش
- 2) شیث 150 برس کا تھا جب اس سے انوس پیدا ہوا // 5/6
- 3) انوس 90 برس کا تھا جب اس سے قہیان پیدا ہوا // 5/9
- 4) قہیان 70 برس کا تھا جب اس سے محلل ایل پیدا ہوا // 5/12
- 5) محلل ایل 65 برس کا تھا جب اس سے یارو پیدا ہوا // 5/15
- 6) یارو 162 برس کا تھا جب اس سے حنوک پیدا ہوا // 5/18
- 7) حنوک 65 برس کا تھا جب اس سے متوسلح پیدا ہوا // 5/21
- 8) متوسلح 187 برس کا تھا جب اس سے لمک پیدا ہوا // 5/21
- 9) لمک 502 برس کا تھا جب اس سے نوح پیدا ہوا // 5/28
- 10) نوح 502 برس کا تھا جب اس سے سم پیدا ہوا [1]

11) سم 100 برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے 2 برس بعد ارفگسد پیدا ہوا۔

12) ارفگسد 35 برس کا تھا کہ اس سے عمر پیدا ہوا۔

13) عمر 34 برس کا تھا کہ اس سے نج پیدا ہوا۔

14) نج 30 برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔

15) رعو 32 برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔

16) سروج 30 برس کا تھا کہ اس سے نحور پیدا ہوا۔

17) نحور 29 برس کا تھا کہ اس سے تارا پیدا ہوا۔

18) تارا 70 برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے 88 سال کی ہو گئی ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساڑھے تین سو (350) برس تک زندہ رہے۔ (9/28 پیدائش) اور طوفان سے ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ $262 + 86 = 348$ برس کا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی 86 سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہل کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعد ازاں مجھے کتاب "تاریخ ابوالقدام" میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے

[1] یہ عبارت کہ نوح 502 سال کا تھا اس سے سم پیدا ہوا کتاب پیدائش میں نہیں ہے، مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ نوح 600 سال کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے 2 سال بعد 100 برس کا تھا جب ارفگسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوح 502 سال کا تھا جب سم پیدا ہوا۔

ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابو محمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ (التوفی 456ھ) نے بھی کتاب "الفصل" میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔

چونکہ نسب نامہ میں صحت اسماء ہی زیادہ تردد رکارت ہوتی ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔ ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے۔

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ أَصْلُهَا قَابِئٌ وَقَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ لَسِيدِنَا وَمَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ اول

نمبر شمار	آباء اکرام	امہات العظام	امہات کے دو حیال
1	عبداللہ	آمنہ	اب: وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> ۔ ام: برہ بنت عبد العزی بن عبدالدار بن قصی دیکھو سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> ۔
2	عبدالمطلب	فاطمہ	اب: عمر بن عائد بن عمران بن مخزوم بن یثظ بن مرہ (سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>) ام: صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یثظ بن مرہ (سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>)
3	ہاشم	سملی	اب: عمرو بن زید بن لہید بن حطاش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ بن اقلبہ خزرجی) ام: عمیرہ بنت سحر بن حبیب ابن الحارث بن اقلبہ بن مازن بن النجار (ساکن مدینہ)
4	عبدمناف	عاتکہ	اب: مرہ بن ہلال بن قالح بن ذکوان بن اقلبہ بن بیسہ بن سلیم بن منصور (از سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی) ام: ماویہ بنت حوزہ بن عمرو بن حصصہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از سلسلہ 17 آباء نبوی)۔
5	قصی	حبی	اب: ظلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (دھوا نحر اعی) ام: ہند بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر (من النحر اعی)
6	کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن سہل (خیر) بن حمالہ بن عوف بن عامر الجادری (کان اول من بنی جدار الکعبہ فقیل لہ جادری) از دشتوہ۔ ام: ظریفہ بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن بشیم بن کنانہ بن عمرو القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)

① صخرہ کی ماں کا نام سحر بنت عبد بن قصی ثانی کا نام سملی بنت عامر بنت عمیرہ بنت وہب بنت الحارث بن قہری ثانی کا نام عاتکہ بنت عبد اللہ بن وائلہ بن ظرب تھا۔

② عمیرہ کی ماں کا نام سملی بنت عبد الاشمل اور ثانی کا نام لہیدہ بنت زعمور تھا۔ ③ ماویہ کی ماں کا نام ہرقاش بنت الاحم اور ثانی کا کعبہ بنت الرافعی تھا۔

④ ہند کی ماں کا نام لیلی بنت مازن (من نحر اعی) تھا۔ ⑤ ظریفہ کی ماں کا نام سخرہ بنت عامر تھا۔

نمبر شمار	آباد اکرام	امہات العظام	امہات کے دوھیال
7	مرہ	ہند	اب: سرید بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک (سلسلہ نمبر 12 آباء نبوی) ام: امامہ ⁽³⁾ بنت عبدمنافہ بن کنانہ (سلسلہ نمبر 14 آباء نبوی)
8	کعب	مخشیہ	اب: شیمان بن محارب بن فہر ویکھو (سلسلہ نمبر 11 آباء نبوی ⁽⁴⁾) ام: وحشیہ ⁽²⁾ بنت وائل بن قاسط بن ہب بن اقصیٰ بن عقی بن جدیلہ
9	لوی	ماویہ	اب: کعب بن القین (ہو النعمان) بن جسر بن شعیب اللہ بن اسد بن ویرہ ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاہ ام: عاتکہ بنت کابل بن عذرہ
10	غالب	عاتکہ	اب: یخلد بن النضر بن کنانہ (سلسلہ نمبر 13 آباء نبوی) ام: ایسہ ⁽³⁾ بنت شیمان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل
11	فہر الملقب بقریش	لیلیٰ	اب: حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ (سلسلہ نمبر 16 آباء نبوی) ام: سلمیٰ ⁽⁴⁾ بنت طانجہ بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 شجرہ ہذا)
12	مالک	جندلہ	اب: زعام بن الحارث بن مظاہم بن زید بن مالک جرہمی ام: ہند بنت الظہم بن مالک بن الحارث (جرہمی)
13	نضر	نکرشہ	اب: عدوان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیمان بن مضر (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)
14	کنانہ	برہ	اب: مر بن اذ بن طانجہ (اخت تمیم بن مر) (طانجہ برادر مدرکہ) نمبر 16 ام:
15	خزیمہ	عوانہ، ہند	اب: سعد بن قیس بن عیمان بن الیاس ویکھو سلسلہ (17 آباء نبوی ⁽⁴⁾) ام: وعدہ بنت الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی ⁽⁴⁾)
16	مدرکہ	سلمیٰ	اب: اسلم بن الحاف بن قضاہ ام:
17	الیاس	لیلیٰ (خندف)	اب: حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاہ ام: ضریرہ بنت ربیعہ بن زرار (سلسلہ نمبر 19 آباء نبوی)
18	مضر	رباب	اب: حیدہ بن معد (سلسلہ نمبر 20 آباء نبوی) ام:

⁽¹⁾ امامہ کی ماں کا نام ہند بنت عدوان بن اسد خزیمہ ہے۔
⁽²⁾ وحشیہ کی ماں کا نام ماویہ بنت صویحہ بن ربیعہ بن زرارہ ہے۔
⁽³⁾ ایسہ کی ماں کا نام تھا خزیمہ بنت الحارث اور تائی کا نام ریم بنت کابل ہے۔
⁽⁴⁾ سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور تائی کا نام نہیبہ بنت ربیعہ ہے۔

نمبر شمار	آپاہ انکرام	امہات العظام	امہات کے دو خیال اور تخیال
19	نزار	سودہ	اب: عک بن الریث بن عدنان (سلسلہ نمبر 21) ام:
20	معد	معانہ	اب: جوشم بن چلمہ بن عمر بن یزید بن جرہم ام: سلمی بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جرہم)
21	عدنان	مہدو	اب: لہم بن حلیب بن جدیس بن جاشن بن ارم ام:

حصہ دوم

نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طبری [1]	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
			واخبرنی بعض انساب انه وجد طائفة من العلماء العرب قد حفظت لسعد اربعین ابابالعبیة الی اسماعیل و اجتحت لقولهم ذلك باشعار العرب و انه قابل بما قالوا من ذلك اهل الكتب فوجد العدد متفقا واللفظ مختلفاً و املى ذلك علی فکتبه عند (جلد ثانی ص 193)
22	اود	اود	
23	ہمسع	ہمسع	
24	سلامان	سلامان	ہمدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔
25	عوص	عوص	منجر اور عیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔
26	بوز	بوز	اس کو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی سے منسوب ہے۔
27	قموال	قموال	اسی کو یوز اور عشر القناہ بھی کہتے ہیں۔ رسم عشرہ عرب میں اسی نے نکالی تھی۔
28	آبآ	آبآ	اس کو سعدر جب بھی کہتے ہیں۔ عرب میں ”رسم رجیہ“ اسی نے نکالی۔

[1] حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال حدثنا هشام بن محمد قال وكان رجل من اهل تدمر یکنی ابایعقوب من مسلمة بنی اسرائیل قد قرأ من كتبهم و علم علماء فذكر ان بروخا بن تاريا كاتب ارمیاء اثبت نسب معد بن عدنان عنده و وصفه فی کتبه و انه معروف عند احبار اهل الكتب مثبت فی اسفارهم و هو مقارب لهذا الاسماء ما روى عن الكلبي محمد بن السائب اذ ذكره من بعده و لعل خلاف ما بینهم من قبل الالسنه لان هذا الاسماء مترجمة من العبرانية (طبری جلد دوم ص 193 مطبوعه حسینیہ المصر)

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طہری	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طہری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
29	عوام	عوام	قبول اور برتج الناحب بھی اسی کو کہتے ہیں مکان فی زمن سلیمان علیہ السلام۔
30	ناشد	ناشد	مخلم ذوالعین اسی کا لقب ہے
31	حزا	حزا	حوالعوام
32	بلداس	بلداس	اسے محمل بھی کہتے ہیں۔
33	یدلاف	تدلاف	رائد اسی کا لقب ہے۔
34	طانج	طانج	اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں عیقان اسی کا لقب ہے۔
35	جام	جام	اسی کا لقب الشحد ود ہے۔
36	ناحش	ناحش	اسی کا لقب علتہ ہے۔
37	ماشنی	ماشنی	اس کو اہل عرب "الظریب خاتم النار" کہا کرتے تھے۔
38	عمیعی	عمیعی	اس کو عانی اور عبقر ابو الجن بھی کہتے ہیں۔ جنت عبقر اسی کی جانب منسوب ہے۔
39	عبقر	عبقر	اس کو ابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں۔ جامع الشمل لقب اس لیے ہوا کہ اس کے عہد میں امن کامل تھا، راستے بے خطر جاری تھے۔
40	عبید	عبید	اسی کو اسماعیل ذوالمطابخ کہتے ہیں۔ ذوالمطابخ اس لیے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیے گئے۔
41	الدعا	الدعا	اس کو تیرت الطعان کہتے ہیں۔ پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔
42	حمدان	حمدان	اسی کو اسماعیل ذوالاعوج کہتے ہیں۔ اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ اب اعوج نسل اسپان اسی کی جانب منسوب ہے
43	سنبر	سنبر	اسے ہشمن اور مطعم بن الحیل بھی کہتے ہیں۔ اس کے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
44	یثرنی	یثرنی	یثرم اور طح بھی اسی کا لقب ہے
45	نحون	نحون	نحون نام اور تسور لقب ہے۔
46	لیخن	لیخن	لیخن نام اور عنود لقب ہے۔
47	ارعوے	ارعوے	رعوبے نام اور دعدع لقب ہے۔
48	عمیعی	عمیعی	ماقر لقب ہے۔

نمبر شمار	بروایت کلی مندرجہ طبری	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
49	دیشان	دیشان	لقب اس کا الزامیہ ہے۔
50	عصیر	عصیر	اسی کو عاصر اور نیدوان ذوالاندیہ کہتے ہیں۔ اسی کے عہد میں عبیت اور جاوان فرزند قادور میں جنگ ہوئی۔
51	اقتاد	اقتاد	اقتاد نام۔ ایہہ لقب ہے۔
52	ایہام	ایہام	یہامی نام دوس القلق اور اہمل الخلق لقب ہیں۔
53	مقصر	مقصی	مقاصری نام حصن اور نزال لقب ہے۔
54	ناحش	ناحش	
55	زارح	زارح	قمر لقب ہے۔
56	سعی	سعی	سہانام الحمر لقب ہے۔
57	مزی	مزی	ہرمز بھی اسی کو کہتے ہیں۔
58	عوض	عوض	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔
59	عرام	عزام	
60	قیدار	قیدار	

حصہ سوم

نمبر شمار	نام	عمر
61	اسامیل علیہ السلام	137 سال
62	ابراہیم علیہ السلام	175 سال
63	نارہ (آذر)	205 سال
64	ناحور	159 سال

[1] قیدار کی بیوی کا نام حاضرہ تھا جو قیدار جرم سے تھیں۔ [2] سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کا بیان آگے ملے گا۔

65	سروج	232 سال
66	رعو	239 سال
67	فانج	239 سال
68	عابر	460 سال
69	ارگلشاد	438 سال
70	سام	602 سال
71	نوح علیہ السلام	950 سال
72	لاک	777 سال
73	متوشاخ	969 سال
74	اشنوخ اور یس علیہ السلام	365 سال
75	بارو	962 سال
76	مہبل ایل	895 سال
77	قینان	910 سال
78	آلوش	905 سال
79	شیث علیہ السلام	912 سال
80	آدم علیہ السلام	930 سال

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ

نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ انجیل متنی و لوقا میں جو نسب نامہ حضرت مسیح علیہ السلام کا درج کیا گیا ہے اسے بھی ناظرین کی وسعت معلومات کی غرض سے اس مقام پر تحریر کر دیں۔ آغاز نسب نامہ سے پیشتر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ عیسائی علماء حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب کو حضرت داؤد علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں مگر انجیل یوحنا (8) باب (48) درس سے ثابت ہے کہ یہود ان ہم عصر حضرت مسیح علیہ السلام کے اس مسلمہ شرف کا بھی انکار کرتے ہیں اور آج جناب کونسل سامری ☪ سے بتایا کرتے تھے۔

اس نسب نامہ کو بھی ہم تین حصوں میں بیان کریں گے۔

☪ سامری بھی بنی اسرائیل ہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نام نہیں آسکتا۔

حصہ اول

از یوسف (شوہر مریمؑ) تازو باہل

نمبر شمار	انجیل لوقا	نمبر شمار	انجیل متی	نمبر شمار	انجیل لوقا	نمبر شمار
1	یوسف	1	یوسف	12	کچی	3
2	ہیلی	2	یعقوب	13	ماحدہ	4
3	متحات	3	متھان	14	متھاتیاں	5
4	لیوی	3	متھان	15	سمعی	6
5	ملخی	3	متھان	16	یوسف	7
6	نیا	3	متھان	17	یورا	8
7	یوسف	3	متھان	18	یوحنا	9
8	متھاتیاں	3	متھان	19	ایسا	10
9	آرموس	3	متھان	20	زرو باہل	11
10	ناؤم	3	متھان			
11	اسلی	3	متھان			

① لوقا نے یوسف سے زرو باہل تک 20 نسلیں اور متی نے 11 نسلیں درج کی ہیں۔

② دونوں نسب نامے اتنے مختلف ہیں کہ لوقا اور متی کے بیان کردہ اسماء (یوسف زرو باہل کے سوا) ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔

③ ہم کو بعض عیسائی عالموں نے بتایا کہ لوقا میں مریم کا نسب نامہ ہے اور متی میں یوسف کا، یا متی میں مریم کا نسب نامہ ہے اور لوقا میں یوسف کا۔ ہم خوش ہوتے اگر ایسا بھی ہوتا، لیکن زن و شوہر کے نسب ناموں میں امتداد زمانہ کا اس قدر تفاوت کہ ایک کے نسب نامہ میں 9 نسلیں کم ہوں اور ایک میں زیادہ بالضرور حیرت زا ہے۔

④ لوقا کا نسب نامہ ایسا بن زرو باہل پر اور متی کا نسب نامہ ایبود بن زرو باہل پر ختم ہوتا ہے اور ازراہ قیاس ممکن ہے کہ یوسف مریم زرو باہل کے دو فرزندوں میں سے ایسا اور ایبود نام کے فرزند تھے بھی۔ تو تاریخ باب 19، 20/3 میں ہم کو زرو باہل کے فرزندوں اور دختر کے نام تو ملے مگر افسوس ہے کہ ان میں ایسا اور ایبود کسی کا بھی نام نہیں۔

⑤ لوقا اور متی نے بالاتفاق زرو باہل کو سیلتی ایل کا بیٹا لکھا ہے مگر تواریخ (18، 19)/3 سے ثابت ہوتا ہے کہ زرو باہل تو خدا یاہ کا بیٹا اور سیلتی ایل کا برادر زادہ تھا۔

حصہ دوم

سیاحتی ایل سے داؤد علیہ السلام تک ہے اور چوں کہ سیاحتی ایل کا نسب نامہ بائبل (توراة) میں بھی موجود ہے۔ اس لیے حصہ دوم میں بائبل کا ایک خانہ اور بڑھا دیا گیا ہے اور اس اضافے سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوقا و انجیل کے علاوہ ایک تیسری الہامی کتاب (توراة) سے مطابقت کا حال بھی واضح ہو جائے گا۔

لوقا	متی	بائبل
1 سلاقی ایل	1 سلت ایل	1 سیاحتی ایل
2 نیری	2 نیکونیاہ	2 نیکونیاہ (مکینیا)
3 ملکی	"	"
4 ابوی	"	3 بیوی قیم
5 قوسام	3 یوسیاہ	4 یوسیاہ (یوشیا)
6 المودام	4 آمون	5 آمون
7 عمر	5 منسی	6 منسی
8 یوسس	6 خرقیہ	7 خرقیہ (خرقیہ)
9 العزر	7 آخز	8 آخز
10 یوریم	8 یوتام	"
11 متھتات	9 عزیاہ	10 عزریاہ (عزیا)
12 لیوی	عزیاہ	11 امصیاہ
13 سمعون	عزیاہ	12 یوآس
14 یبوداہ	عزیاہ	13 خزیاہ (آخزیا)
15 یوسف	10 یورام	14 یورام
16 یونان	11 یوسفط	15 یوسفط (یوشاہ فاط)
17 ایلیم	12 آسا	16 آسا
18 ملیا	13 ایباہ	17 ایبا (امیا)
19 منیان	"	"

20	تختنا	14 رجم	18 رجم
21	ناتن	15 سلیمان	19 سلیمان
22	داؤد	16 داؤد	20 داؤد
	میزان = 22	میزان = 16	میزان = 19

- ① از سلاقی ایل تا داؤد اور لوقا نے بائیس (22) نسلیں، متی نے سولہ (16) نسلیں اور بائبل نے انیس (19) نسلیں شمار کی ہیں۔
- ② لوقا تو سلاقی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر متی اور بائبل سلاقی ایل کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مجھے ایک عیسائی نے بتایا تھا کہ سلیمان ہی کو ناتن کہتے ہیں، مگر التوا ریح 3۔ باب کے پانچویں درس نے مجھے یہ جواب صحیح سمجھنے سے روک دیا، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ سمعا اور سو باب اور ناتن اور سلیمان یہ چارگی ایل کی بیٹی بنت سوع سے پیدا ہوئے۔
- ③ لوقا اور متی نے اس حصہ دوم میں بھی سلاقی ایل اور داؤد کے درمیان جتنے نام دیے ہیں وہ ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ حصہ اول میں بھی ایسا ہی اختلاف تھا اور اس وقت یہ توجیہ گھڑی گئی تھی کہ ایک نسب نامہ کو مریم کا اور ایک کو یوسف شوہر مریم کا نسب نامہ سمجھ لینا چاہیے، لیکن وہ دونوں نسب نامے زرو بائبل میں آ کر جمع ہو گئے۔ اب سلاقی ایل شخص واحد کے نسب نامے کسی طرح بھی دو نہیں ہو سکتے۔ یہ نامکن ہے کہ سلاقی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بھی ٹھہرایا جائے اور سلیمان بن داؤد کی نسل سے بھی۔ ہم اس فائدہ کو سمجھتے ہیں کہ اگر سلاقی ایل کا نسب نامہ ناتن بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد بیت المقدس کے امام سمجھے جا سکیں گے اور اگر سلاقی ایل کا نسب نامہ سلیمان بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد شاہان تخت نشین ثابت ہو جائیں گے، لیکن افسوس یہ ہے کہ دونوں نسب نامے تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔
- ④ ہم اس جگہ متی کے نسب نامہ کو لوقا کے نسب نامہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ متی کے نسب نامہ کی تصدیق بائبل کی کتاب اول تواریخ 3 باب سے ہوتی ہے، مگر لوقا کے نسب نامہ کی ذرا بھی تائید نہیں ہوتی۔ اگرچہ لوقا ہی نے تحریر کیا ہے کہ اس نے سب واقعات صحیح طور پر دریافت کر کے لکھے ہیں۔ (لوقا 1/3)
- ⑤ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ متی اور بائبل کا اتفاق بہت سے ناموں کے بارہ میں پایا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کی مطابقت بھی پوری نہیں ہوتی۔
- ذرا نسب نامہ پر غور فرمائیے کہ متی نے یوسیاہ اور یکنونیاہ کے درمیان کوئی نام نہیں لکھا، لیکن بائبل کی دوم تواریخ 34/5 میں ایک نام موجود ہے اور اس باب کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوسیاہ کے بعد الیاہیم بن یوسیاہ تخت نشین ہوا تھا اور الیاہیم کا شاہی نام یہوئقیم تھا۔ اس کے بعد آپ کو اول تواریخ 3/16 سے پتا لگ جائے گا کہ یکنونیاہ یہوئقیم کا فرزند تھا، نہ کہ یوسیاہ کا، جیسا کہ متی نے ظاہر کیا ہے۔

⑥ متی (1) باب (9) درس میں ہے اور ”غریاہ“ سے ”یونام“ پیدا ہوا۔ ان الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یونام غریاہ کا صلیبی فرزند تھا جیسا کہ اس نسب نامے کے تمام نام اسی طرح بیان کیے گئے ہیں اور ان سب میں باپ بیٹے ہی کا رشتہ ہے، لیکن بائبل کے

⑦ اصل کتاب میں جو بیس لکھا گیا تھا وہ شمار کرنے میں غلطی لگی تھی، ماخذ بائبل میں بھی انیس (19) ہیں اور مصنف نے بھی انیس (19) ہی نقل کی ہیں۔

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- یورام یا یہورام سے خزیاء پیدا ہوا □ خزیاء سے یوآس پیدا ہوا
□ یوآس سے امصیاء پیدا ہوا □ امصیاء سے خزیاء پیدا ہوا

بائبل کی اس صراحت نے یقین دلایا ہے کہ یہاں بھی سینٹ متی کے قلم سے تین نسلوں کے نام رہ گئے ہیں۔

7 بعض عیسائی عالم بیان کرتے ہیں کہ سینٹ متی نے دیدہ دانستہ خزیاء اور یوآس اور امصیاء کے نام ترک کر دیے تھے۔ کیوں کہ ہر سہ اشخاص کے افعال ایسے برے تھے کہ ان کو ایسے پاک نسب نامہ میں جگہ نہ دینی چاہیے۔ یہ عذر صحیح ہو سکتا ہے اور ہم نے کئی اور نسب ناموں میں بھی ایسا طریق دیکھا ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیانی الواقع حضرت متی نے اسی اصول پر عمل کیا ہے تو تاریخ میں ہر ایک بادشاہ کی زندگی پر مختصر نوٹ موجود ہیں۔ مثلاً ان ہر سہ کے متعلق ذیل کی عبارات ہیں۔

”خزیاء: وہ بھی اٹھی اب کے گھرانوں کی راہوں (ناپسندیدہ) پر چلتا تھا۔“ (3- تواریخ 22/3)

”یوآس: خداوند اپنے خدا کے گھر چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگا۔“ (2- تواریخ 24/18)

”امصیاء: جو خدا کی نظر میں درست ہے سو اس نے کیا، پر تمام دل سے نہیں۔“ (2- تواریخ 25/2)

اگر ہم جرائم کے اعتبار سے ترتیب قائم کریں تو یوآس سخت مجرم ہے کہ بت پرستی کی۔ خزیاء اس سے کم کہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ امصیاء اس سے کم جس کے اعمال اچھے ہیں مگر خلوص نہیں ہے۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں کے سوا کسی اور کی بابت ایسے ریمارکس (Remarks) یا اس سے سخت تر ریمارکس (Remarks) موجود ہیں؟ آخر کا نام متی کے نسب نامہ میں موجود ہے اور بائبل اس کی بابت بتاتی ہے: ”اس نے تعلیم کے ڈھانے ہوئے بت بھی بنائے۔“ (2- تواریخ 28/2)

اُموں کی بابت ہے: ”جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا“ (2- تواریخ 33/22)

منسی کی بابت ہے:

”جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا۔ ان قوموں کے نفرتی کام کیے۔“ (2- تواریخ 33/20)

رحعام کی بابت ہے: ”اس نے اور اسکے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے خداوند کی شریعت کو ترک کیا۔“

یہ تمام سندت بتاتی ہیں کہ ان تین اشخاص جیسے جرائم اوروں کے بھی ہیں جن کے نام حضرت متی نے لکھے ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ انھوں نے اس اصول پر عمل نہیں کیا جو ہم کو آج ہمارے دوست بتاتے ہیں اور اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حصہ دوم میں متی کا نسب نامہ بھی بائبل سے مطابق نہیں ہے۔

حصہ سوم

حضرت داؤد علیہ السلام سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک جو نسب نامہ ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ کا حصہ سوم ہو سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ابن داؤد کا نسب نامہ تو اسی قدر ہے جہاں تک داؤد علیہ السلام کے ساتھ آ کر سلسلہ مل جائے اور اس سے آگے جو سلسلہ ہوگا وہ داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ ہوگا اور داؤد علیہ السلام کے نسب نامہ میں مندرجہ بائبل میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

نسب نامہ کے حصہ سوم میں قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آدم علیہ السلام تک اہل کتاب میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تاہم حضرت داؤد علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب نامہ مزید تین و تہرک کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔

نام	کیفیت
داؤد علیہ السلام	30 سال کی عمر میں سلطنت پائی۔ 40 سال سلطنت کے بعد تقریباً 1015 قبل مسیح علیہ السلام روہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت 945 سال قبل مسیح میں تھی۔
یسیٰ	
عموید	
یوز	ان کی زوجہ کا نام روت ہے جس کے نام کی کتاب روت بائل میں شامل ہے
سلمون	ہمراہیان موسیٰ علیہ السلام میں سے حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ یہی داخل ارض مقدس ہوئے۔ ان کی زوجہ کا نام راحب تھا۔
نحسون	نحسون بنی اسرائیل کے ان سرداروں میں سے ہے جو ہزاروں کے سردار تھے اسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے بیابان سینا میں بنی یہودہ کی مردم شماری مصر سے نکلنے سے 14 ماہ بعد کی تھی۔ اس وقت اس فرقہ کے جنگ جو شخصام کی تعداد جو چوبیس (24) سال سے اوپر تھے چوبتر ہزار چھ سو (74600) تھی۔ (کتاب گنتی باب 1 درس 1 تا 27) یہ واقعہ 1490 قبل مسیح تھا۔
عمیداب	عربی تلفظ (عمینباداب) ہے۔
آرام	عربی تلفظ (ارام) ہے۔
حصروم	عربی تلفظ (حصرومن) ہے۔
پھارس	عربی تلفظ (فادص) والد کا نام تہر ہے جس کا قصہ کتاب پیدائش میں موجود ہے
یہوداہ	عربی تلفظ (یہودا)
یعقوب علیہ السلام	
اسحق علیہ السلام	
ابراہیم علیہ السلام	ان کا ذکر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ میں ہے۔



شجرہ عالیہ نبویہ ﷺ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات ﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ﴾

آدم علیہ السلام

نوع بشر کے والد بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا۔ انھوں نے 930 سال کی عمر پائی۔ شیث (سیت) علیہ السلام جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر 130 سال کی تھی۔^[1] قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے۔ اس جنت کے تعین کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ و ابن قتیہ و ابو مسلم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے کہ یہ زمین ہی پر ایک مقام تھا۔ دیگر مفسرین نے آسمان پر بتایا ہے۔ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ جنت، جنت خلد سے الگ تھی۔ بعض نے اسے جنت خلد ہی بتایا ہے۔^[2] اسلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بابت جو حقائق عالیہ بیان کیے ہیں ان کا ذکر آپ کو اسی کتاب کے باب افضلیت سید المرسلین ﷺ اور باب اساطیر الاولیاء میں ملے گا۔

نوح علیہ السلام

رب العالمین کے پہلے رسول ہیں۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت نوح کی عمر 600 سال کی تھی جب طوفان آیا۔ یعنی عمر نوح سے 600 کے دوسرے مہینے کی 17 تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن (40) چالیس رات (40) تک برابر آسمان سے پانی برستا اور سمندر کے چشموں سے پانی اچھلتا رہا، جو کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی۔ اس کا طول 200 ہاتھ، عرض 50 ہاتھ، بلندی 30 ہاتھ تھی اور اس کے اندر تین (3) طبقے تھے۔ 500 دن کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہوا اور 601 عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی 27 تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے زمین پر قدم رکھا اور بعد طوفان 350 سال تک زندہ رہے۔^[3]

تاریخ اسلام میں حضرت نوح علیہ السلام کو ”آدم ثانی“ بھی کہتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے:
﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ (الصافات: 77) ”ہم نے نوح ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔“
حضرت نوح علیہ السلام کے تین (3) فرزند تھے جن کی نسل تمام معمورہ دنیا کی آبادی و رونق بن رہی ہے۔
حضرت نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا یام تھا جو عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے غرق طوفان ہوا تھا۔

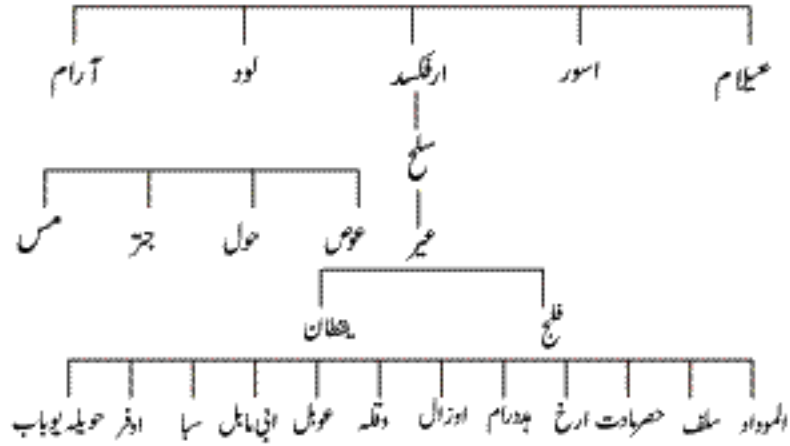


[1] از کتاب پیدائش مخلصا

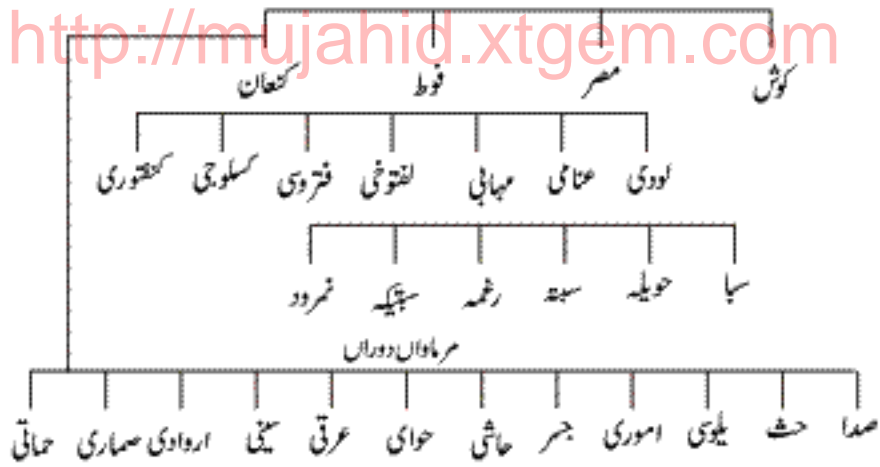
[2] مخلصا از ہدایا السائل، نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ

[3] پیدائش (4، 5) 6

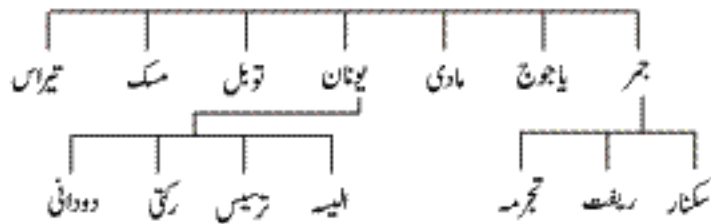
سام کی اولاد



حام کی اولاد



یافث کی اولاد



۱۔ سام، حام اور یافث کی اولاد کے جملہ نام کتاب پیدائش سے لے گئے ہیں۔

سام کا حال

سام (سم) حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے فرزند کا نام ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی 502 سال کی عمر تھی جب ان کے منکھوے نبوت میں یہ اولین فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت سام ان تمام اقوام کے پدر اور جملہ السنہ کے معلم نخستین (اول) ہیں، جن کا نام یورپین مؤرخین نے سیمی ٹیک رکھ دیا ہے۔ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے۔ فونی شین، امریک، اسیرین، انتھی، اوپک زبانیں سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی السنہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزانہ علمی سے مالا مال ہیں۔

مشہور قدیم مؤرخ سپر نجر اور سکریڈرا نے قدمائے اناح میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے۔ قرآن مجید نے یہ آیت ﴿لَسَلْبِدْرًا مِّنَ الْقُرْمِیِّ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام: 92] میں مکہ کو ام القریٰ یعنی بستیوں کی ماں بتایا ہے اور یہ ارشاد ان مؤرخین کی اس محققانہ جدوجہد کی تصدیق فرماتا ہے۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہو گئی ہے کہ قدیم تر زمانہ میں کچھ قومیں ریگستان عرب سے نکل کر اس کے گرد و نواح کی قابل کاشت اراضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اس کا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں سیمی ٹیک کیریکنٹر (سامی عادات و اطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے، کیوں کہ ان کی سادہ زندگی ہمیشہ یکساں طریق پر چلی آتی ہے۔ اہل عرب کی زبان ہی ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے۔ عبرانی زبان بھی کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی جس کی یادگار اس وقت اہل علم کے ہاتھ میں پیشا کے کتبے یا سلوآم کا کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

سلطنت یہود کا زوال اور اشدودیوں کے ساتھ یہودیوں کی مناکحت، بنی اسرائیل کی اسیری، بیت المقدس کی بربادی، یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہو جانا یہ ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی زبان اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی اور ان اسباب سے اس قدر انقلاب عظیم ہوا کہ آخر یہود کی اصلی زبان بجائے عبرانی کے آرمیک بن گئی۔ جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر سامی السنہ کا ذکر فضول ہے۔

فونی شین زبان کی واقفیت اہل علم کو صرف ان کتبات سے ہوئی جو چار صدی قبل از مسیح کے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن یہ زبان اس قدر حجاب نسیان میں آ چکی ہے کہ ان کتبات کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوق نہیں کہ جو پڑھا وہی ٹھیک ہے۔

آرمیک زبان کبھی تمام کنعانیوں کی زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگا ہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچی رہیں۔ یہ زبان بھی وہاں گئی۔ خیال ہے کہ لفظ ازم جو قرآن میں بکسر اول و فتح ثانی اور توراہ میں بفتح حسن مستعمل ہوا ہے اسی قوم کی یادگار ہے۔ اب یہ زبان بھی نقاب نیستی کے پردہ میں پنہاں ہے۔

سامریا کی زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عربی و عبرانی اور آرمیک زبانوں سے بنائی گئی ہے۔ اس لیے اول تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی۔ دوسرے اب اس زبان کا تلفظ

یا لغت بتانے سے کل دنیا گوئی ہے۔

سریک یا ڈیسن زبان ان عیسائی آرمینیا والوں کی زبان تھی جن کا دارالسلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اڈیہ تھا، مگر اس نوزائیدہ بچہ کو زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

المختصر

عربی ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان رہ جاتی ہے جو سام علیہ السلام کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ و توانا موجود ہے شام اور عراق و مصر اور فلسطین اور مراکو اور تیونس اب تک اس کے زیر نگین ہیں اور آکسفورڈ سے برازیل تک اس کی سیرگاہیں ہیں۔

سامی زبانیں

جو مماثلت اور مشابہت اور تعلق باہمی اپنے اندر رکھتی ہیں وہ یہ ہیں۔

① سہ حرفی مصادر کا پایا جانا۔

② اسم اور فعل کے قاعدوں میں مشابہت۔

③ اسما، ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات۔

④ تراکیب نحوی میں مشابہت۔

⑤ فعل لازم و متعدی کے طریقے۔

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا، صرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا اور علم ادب کا دانہ ہے، اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ امور میں زبان عربی کیسی مہل، مستقل اور ہمہ گیر ہے اور یہی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبان عربی ہی ان تمام اللہ کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی متمدن حصہ عالم پر کبھی پانی گئی تھیں، جیسا کہ حضرت سام علیہ السلام ان ممالک کے جملہ باشندہ اقوام کے پدر بزرگوار ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

75 سال کے تھے جب اللہ کے حکم سے اپنی زاد بوم اور باپ کے وطن سے نکلے اور کنعان بن حام کے علاقہ میں پہنچے۔ سیدہ سری زوجہ اور لوط علیہ السلام برادر زادہ ساتھ تھے۔ اللہ نے وعدہ کیا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر وہ مصر گئے۔ فرعون نے سیدہ سری کو حسین سمجھ کر اپنے لیے لے لیا اور اللہ کا قہر اس پر ظاہر ہوا۔ فرعون نے سیدہ سری کو واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر کنعان میں واپس آئے۔ تب لوط علیہ السلام ان سے جدا ہو کر دریائے یرون کی ترائی کی طرف چلے گئے۔ وہ شہر صدوم میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کدر لاءمر شاہ عیلام نے اپنے تین اتحادی بادشاہوں کے ساتھ بادشاہ صدوم اور اسکے چار اتحادی بادشاہوں سے جنگ کی اور جنگ میں فتیاب ہو کر لوط علیہ السلام کو بھی مع ان کے مال و متاع کے اسیر کر کے لے گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو انھوں نے جو بہ تنگ جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے ان کا تعاقب کیا اور لوط علیہ السلام کو مع سب اسیروں کے چھڑا لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔

ان کی واپسی پر صدوم کا بادشاہ اور سالم کا بادشاہ صدق [1] جو خدا کا کاہن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غنیمت کا دسواں حصہ ملک صدق کو دیا اور باقی سب مال بادشاہ صدوم کو واپس کر دیا۔ خود مال غنیمت سے کچھ نہ لیا۔ البتہ

[1] ملک صدق کے حلق عیسائیوں کا عجیب اعتقاد ہے۔ پولوس عبرانیوں کا خط باب 7 میں لکھتا ہے یہ بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ جس کے ندوں کا شروع نہ زندگی کا اخیر۔ بیشک کاہن ہی رہتا۔ عیسائی اسے ازلی ابدی اور بے نسب نامہ ہونے میں خدا کے مشابہتاتے ہیں۔

اقوام انیر و اس کال اور ہمری کے جو جنگ جو لوگ ساتھ تھے ان کو حصہ عطا کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے، تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 سال کی تھی۔ ﴿۱﴾ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 سال کی ہوئی، تب اللہ نے ان سے روایا میں فرمایا کہ وہ ہر ایک بچہ کا جب وہ 8 دن کا ہو ختنہ کیا کریں اور یہ ابدی نشان اللہ کے عہد کا اس کی نسل میں ہوگا۔ ﴿۲﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام 99 سال کے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرہ 13 سال کے جب ان کا ختنہ ہوا۔ یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام قادی اور سور میں ٹھہرے اور جرار میں قیام کیا۔ جرار کے بادشاہ اپنی ملک نے حضرت سارہ کو اپنے قبضہ میں کیا، مگر خدائے عزوجل کی طرف سے آگاہ ہو کر اس نے سارہ کو پھیر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سو (100) سال کے تھے جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر اپنی ملک شاہ جرار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معاہدہ اتحاد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیر تک فلسطین کے ملک میں رہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی ربتہ بنت متیو ایل بن نخور (برادر حقیقی حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 175 سال کے بعد انتقال فرمایا۔ ﴿۳﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ”ابو محمد“ بھی ہے اور ابوالانبیاء بھی۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل پاک سے نبی ہوتے رہے، ان کی ذریت سے باہر پھر کوئی نبی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ [التكوير: 27]

”ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیم (علیہ السلام) ہی کی ذریت میں کر دیا۔“

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے۔ ان کا احوال مبارکہ آئندہ ابواب میں مذکور ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

ام المسلمین سیدہ ہاجرہ علیہا السلام ﴿۴﴾

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام بڑے درجے کی خاتون ہیں۔

﴿۱﴾ کبیرہ مصر ﴿۲﴾ زوجہ خلیل الرحمن ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہا والسلام

﴿۳﴾ محدث ملائک ﴿۴﴾ والدہ اسماعیل علیہ السلام

﴿۵﴾ ام العرب المستعربہ ﴿۶﴾ بانیہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ

﴿۷﴾ جدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱﴾ بخاری میں 80 سال ہے: 3356 ﴿۲﴾ پیدائش 17/ (1529) - 13 ﴿۳﴾ 25/8 وہ مکہ کے مغارہ میں جو مرے کے آگے ہے دفن کیے گئے۔

﴿۴﴾ سورہ حج میں ہے: ﴿مَلَّةٌ اَبْنُكُمْ اَبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمُونَ﴾ [الحج: 78] اس آیت سے ام المسلمین کا لقب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لیے استنباط کیا گیا ہے

﴿۵﴾ محدث فتح وال اسے کہتے ہیں جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس ملائک کا آنا، باتیں کرنا، تو راق اور عارضت سمجھ سے ثابت ہے، اس لیے ان کو ”محدث“ لکھا گیا ہے۔

ان کا نام عبرانی میں (ہافار) ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سائرہ علیہا السلام کی کرامت کو دیکھ کر ہاجرہ علیہا السلام کو سائرہ علیہا السلام کے ساتھ کر دیا تھا، تب ان کا نام آجر ٹھہرا۔ یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سائرہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم سے اٹھانی پڑی۔ پھر جب انھوں نے ہجرت الی اللہ کی اور آ کر مکہ میں اس لیے آباد ہوئیں کہ ان کی اولاد بیت اللہ الحرام کی آبادی اور توحید کی منادی کرے، تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔ ﴿۱﴾

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو سیدہ سارہ علیہا السلام نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دیا تھا۔ ﴿۲﴾ وہ نکاح سے پہلے ہی سال بارہر ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 برس کی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند نرینہ کے دیدار سے مسرور فرمایا۔ یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آ کر سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو بشارت دی کہ وہ بیٹا جنے گی اور اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ نیز بتا دیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گئی نہ جائے گی۔ ﴿۳﴾

رب العالمین کو منظور یہ تھا کہ بنو اسماعیل کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے۔ اس کی تقریب یہ ہو گئی کہ ہاجرہ کے حاملہ ہوتے ہی سارہ کی محبت اس سے جاتی رہی اور یہ سمجھ کر کہ اب ہاجرہ اسے حقیر سمجھتی ہے خود اس سے حقیر کرنے لگی اور زور دیا کہ ہاجرہ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بنو اسماعیل سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا منظور تھا، یہ مصلحت ابراہیم علیہ السلام کو وحی ربانی نے سمجھا دی اور انھوں نے خوشی خوشی پہلوٹے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سنان بیابان میں آباد کیا، جہاں اب مکہ ہے:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے رب میں نے اپنے کنبہ کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں کہ یہ میرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔“

صحیح البخاری میں ہے: لَيْسَ يَوْمَئِذٍ بِمَنْعَةٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ ﴿۴﴾ (مکہ میں اس وقت نہ کوئی چاند تھا اور نہ پانی تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی اور شوہر میں یوں باتیں ہوئیں: اَلَيْسَى مَنْ تَوَكَّلْنَا - قَالَ اِلَى اللّٰهِ - قَالَتْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ ﴿۵﴾

ہاجرہ: ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام: ”اللہ کے پاس۔“ حضرت ہاجرہ علیہا السلام: ”میں اللہ پر راضی ہوں۔“
توراة کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہ علیہا السلام کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے تب خدا کا فرشتہ پھر ہاجرہ علیہا السلام خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور ان کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہو گیا۔ ﴿۶﴾

صحیح البخاری میں ہے:

﴿فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَتَأَلَّتْ أَعْيُنُهَا وَإِنْ عَنَّكَ خَيْرٌ لِّمَاذَا جِئْتِ بِمَاءٍ وَعَمَزَ عَقْبَهُ، عَلَى الْأَرْضِ فَاَبْتَسَقَ الْمَاءُ﴾ ﴿۷﴾

ہاجرہ علیہا السلام نے ایک آواز سنی تو انھوں نے کہا کہ اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آؤ، جبریل علیہ السلام آگئے انھوں

﴿۱﴾ بیحد و غمی کی کتاب 54 باب کے درس اول میں حضرت ہاجرہ کی بابت یہ الفاظ ہیں: ”بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد و جسم والی کی اولاد سے زیادہ ہے۔“ الفاظ ”بے کس“

چھوڑی ہوئی ”ترجمہ ہے ہاجرہ کا اور اس درس میں ہاجرہ و سارہ کا مذکور ہے۔ ﴿۲﴾ پیدائش 4/16 ﴿۳﴾ پیدائش 10-11-16 ﴿۴﴾ بخاری: 3364, 3365

﴿۵﴾ بخاری: 3364, 3365 ﴿۶﴾ باب 21 درس 15 194 پیدائش۔ ﴿۷﴾ بخاری: 2368, 3365

نے زمین پر ایڑی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔

صحیح البخاری اور توراہ کی ان روایات سے معلوم ہوا ہے کہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا درجہ اللہ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آ کر ان سے بات کرتا ہے اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو خطاب کرتا۔ نیز ان کی کرامت کے لیے کنواں غیب سے ظاہر ہو گیا تھا۔ افسوس ہے کہ اہل کتاب ان فضائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے درجہ کو گھٹانے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔

مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ صحیح البخاری میں ہے:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالَ ہَا جَرَّةُ اِبْرٰہِیْمَ بِسَارَۃٍ فَاَعْطَوْہَا اَجْرَۃً فَرَجَعَتْ فَقَالَ اشْعُرْتُ اَنَّ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ حَبَّتِ الْکَافِرَ وَ اَخْدَمَ وَ لَيْدَۃً؟ [1]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام اور سارہ رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہاں سیدہ سارہ کو ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہہ میں ملی اور سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر کہا، آپ کو خبر ہے کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی خدمت کے لیے دی۔“

وَقَالَ ابْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ ابِی ہُرَیْرَۃٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْدَمَهَا ہَا جَرَّةٌ [2]

ابن مسرین رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ سے انھوں نے ہی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ (شاہ مصر نے) ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا تھا۔ [3] مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔ اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔

یہودیوں کے زبردست مفسر توراہ ربی شلومو اٹلیق نے باب 16 کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بابت مندرجہ الفاظ تحریر کیے ہیں: ایت برعہ ہاینا کشوا نسیم شنعسوا اسارہ امر مو طاب شتیقا ہتی شفحہ بیت زہ لو کبیرہ بیت اخیر [4] وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے کرامات کو دیکھا جو یوحنا سارہ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ (1) ہاجرہ رضی اللہ عنہا شاہ مصر کی دختر تھیں۔ (2) شاہ مصر پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔ مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا، مبارک ہے ہاجرہ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے خلیل الرحمن رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہوئی۔

رہی شلومو مفسر توراہ کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس

[1] بخاری: 2635، 2217، تاریخ دمشق لابن عساکر: 245/3، کنز العمال: 32302 [2] حدیث شریف کا لفظ فاخذہا عبرانی لفظ شحہ کا مترادف ہے۔ یہ لفظ ہاجرہ خاتون کے والد نے استعمال کیا تھا شحہ کا ترجمہ خادمہ ہے۔ [3] بخاری: 2635، 2217 [4] براہین باہرہ فی حریت ہاجرہ۔ مولانا غلام رسول چڑیا کوٹی

قدر نگاہ رکھ کر دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لوئڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں۔

- ① وہ لوئڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں، ان کو "شیبوت حرب" بولا جاتا ہے۔
- ② وہ لوئڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو "مقوت کسف" بولا جاتا ہے۔
- ③ ایسے بچے جو لوئڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں، ان کو "پلید بائٹ" بولا جاتا ہے۔

اب تمام توراہ کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ توراہ میں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے (آمیسی) کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ "امیہ" کا ہم معنی ہے، جس کا ترجمہ لوئڈی بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہو اسے حقیقی معنی میں صحیح ہی تصور کر لیا جائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو سارہ علیہا السلام کی خدمت کے لیے دیا تھا، ممکن ہے کہ ہمارے دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لوئڈی ہونے کی قطعی دلیل بتائیں، لہذا مناسب ہے کہ اول کتاب پیدائش کے 30 باب کو پڑھ جائیں۔

- ① حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مسماۃ لیاہ کی لوئڈی کا نام زلفہ ہے اور مسماۃ زلفہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ان مسی جد موسیٰ آشری والدہ ہے۔
- ② حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مسماۃ راحیل کی لوئڈی کا نام باہہ ہے اور مسماۃ باہہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ان مسکی دان و مسکی انتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند یعنی جدو آشردان و انتالی۔ اسرائیل کے ان بارہ (12) فرزندوں میں سے ہیں، جن کو یعقوب علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور توراہ کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بتایا گیا یا "لوئڈی بچے" نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور باہہ کے ذکر کو جانے دو، خود لیاہ اور راحیل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی لڑکیاں اور بقول توراہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی جو روئیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے لوئڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں:

"راخل اور لیاہ نے جواب میں اسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا۔" ③

راخل اور لیاہ وہی خواتین ہیں، جن کے فرزند موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے زر خرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی شان میں زبان کھولنے کا کارہ جانتا ہے، حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ توراہ میں موجود نہیں۔

اہل کتاب یہ بھی غور کریں کہ انھوں نے مصر کی شہزادی کو تو صرف اس لیے لوئڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اسے خاندان نبوت کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا، لیکن یوسف علیہ السلام کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مد یا بیوں نے فوطیہ گار کے ہاتھ بیچا تھا۔ ④ اس

کے بعد ہی کتاب پیدائش کے 39 باب کے 7 درس کو پڑھو، اس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جو روئی آنکھ یوسف علیہ السلام پر لگی، پھر باب بالا کے 19/20 درس کو پڑھو، جب اس کے آقا نے ایسی باتیں جو اس کی جو رو نے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ کو یوں کیا، میں تو اس کا غضب اس پر بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا۔

ان ہر سہ حوالہ جات میں فوطیفار کو یوسف علیہ السلام کا آقا بتایا گیا ہے اور درس 19 میں ہے: ”فوطیفار کی عورت نے یوسف کو غلام کہا تھا“ کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسف علیہ السلام غلام ہی بن گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسف علیہ السلام فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے ساتھ آنے سے ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں ولید، چاریہ، امہ کے الفاظ دختر کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لیے بھی اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انھیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے ہے جو لڑکیوں اور دختروں کے لیے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں۔ اسی لیے ایسے لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لیے مستعمل شدہ دیکھیں تو یہ نہیں خیال کر لینا چاہیے کہ اس سے حضرت ہاجرہ کا فی الواقع لونڈی ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی علیہ السلام کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں یاد رکھنے چاہئیں اور وہ الفاظ فاسخد مہما میں خدمت کرنے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہو جاتا۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی، لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں کہتا۔

یعقوب علیہ السلام نے تنہیال سے واپس آ کر جب اپنے بھائی یعیسو کے لیے بچہ تھے بیچے تھے، تو اپنے مازمین کو سکھا دیا تھا کہ یعیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کریں۔ تیرے غلام یعقوب نے یہ تھنے بیچے ہیں۔ تیرا غلام یعقوب خود بھی بیچھے آ رہا ہے۔ غور کریں ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوب علیہ السلام کو یعیسو کا غلام دجا کر نہیں سمجھتا۔ [1]

دہلی کے شریف گھرانوں میں بیٹی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں، لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے۔ ان اشارات کے بعد امید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

آپ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند ہیں، جو ہاجرہ علیہا السلام خاتون کے الطمن اطہر سے پیدا ہوئے۔ باپ نے ان کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا، [2] جو صبح اللہ کا ہم معنی ہے۔ یہ معنی توراہ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ [3] ان کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا، کیوں کہ اسی روز یہ حکم ہوا تھا کہ خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ میں رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے، جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ [4] پس اسماعیل علیہ السلام وہ فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدائے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزند عہد ٹھہرے۔

افسوس کہ عیسائی ایسے مبارک مولود کو عہد کا فرزند تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو

[1] پیدائش باب 32 درس 18-20 [2] پیدائش 15-16 [3] پیدائش 17-21 [4] پیدائش 17-18

”ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے اللہ مجھے نیک بیٹا عطا کر، تب ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر ایسا ہوا کہ ابراہیم اس لڑکے کو لے کر مقام سعی پر پہنچا اور اسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے۔ بیٹا بولا اے باپ! گزر جو تجھے حکم ملا ہے ان شاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا۔ جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکا لی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ ہم اس طرح احسانات والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا۔ پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدہ بنا دیا اور اس قربانی کو کچھیلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام۔ ہم احسانات والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور ابراہیم ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں اور ہم نے ابراہیم کو اسحق کی بشارت دی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔

ان آیات سے وجہ استدلال یہ ہے:

﴿1﴾ ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اول ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر اسحق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر فرمایا۔ اب اگر غلام حلیم وہی اسحق علیہ السلام ہیں تو بَشْرَنَا هُ بِاسْحٰقَ [37: الضُّفَّتْ: 112] فرمانا اس سارے قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیت سے بھی ہوتی ہے جن میں حضرت اسحق علیہ السلام کی صفت بَعْلَامٌ عَلِيمٌ [15: الذُّرِّيَّات: 28] فرمائی گئی ہے۔ گویا اسماعیل علیہ السلام غلام حلیم تھے اور اسحق علیہ السلام غلام حلیم تھے۔ اس استدلال کے حاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر۔ یہ امر توراہ سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحق کی پیدائش حضرت اسماعیل سے 13 سال بعد ہوئی تھی۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کو اکلوتا نہیں کہہ سکتے۔ جب ان سے بڑا بھائی موجود تھا۔ (قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد الفاظ ﴿فَبَشِّرْنَاهُ بِاسْحٰقَ﴾ وارد ہوئے ہیں۔ اور ان سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی قبل از ولادت حضرت اسحق علیہ السلام وقوع میں آچکا تھا۔ چون کہ اس وقت اسماعیل علیہ السلام ہی واحد پسر اپنے باپ کے تھے اس لیے اکلوتے کی صفت ان پر ہی صادق آتی ہے۔

﴿2﴾ دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ وہاں آیات بالانے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کر دیا ہے۔ یعنی قربانی عظیم کو کچھیلی نسلوں میں ہمیشہ جاری رکھا جانا ہے۔ فدہ یہ ذبح بنایا گیا تھا۔ اب بنو اسماعیل کی قوموں کے حالات اور بنو اسحق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام و نشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں توراہ کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ یہ سچا ہی کی کتاب میں ہے:

□ ”اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفا کے اونٹ۔ وہ سب جو سہا کے ہیں آئیں گے، وہ

سوٹا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔“

□ ”قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ بیت کے مینڈے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ تیری

منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔“ (60 باب 6-7 درس)

مدیان اور عیفا اور سہانی قطورہ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور بیت خاص اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک ہی مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو اللہ کا اپنے کام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے، موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا، جو اسماعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرد اگردان کی اولاد قیدار اور عیبت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز یمن و حضرموت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا اور ان کا وجود مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔ ذرا غور کرو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلوئے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی، وہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے اکلوتے بیٹے ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں اور شوہر کے ساتھ سا لہا سال تک فلسطین اور شام میں رہ کر عرب میں آباد ہوئیں، وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔ اسماعیل علیہ السلام کا مسکن ایسی جگہ ہے جس کے ایک طرف مصر ہے، جہاں ان کے نضیال ہیں۔ ایک طرف عراق ہے، جہاں ان کے دوھیال ہیں۔ ایک طرف شام ہے، جہاں ان کا بھائی اسحاق علیہ السلام رونق افروز ہے۔ ایک طرف یمن ہے جہاں ان کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔ عیسو بن اسحاق علیہ السلام ان کا داماد ہے جو اٹلی کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔ اب یہ بھی غور کرو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مادری زبان قبلی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے۔ ان کے سرائی خاص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغ دین اور اشاعت توحید کے جو مواقع قدرت ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے، یہ بتا رہے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نام بردار فرزند کل عالم کی ہدایت کے لیے چنا جائے اور اللہ کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا لقب ”رحمۃ للعالمین“ مسلم ہوا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

اہل کتاب عموماً حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صرف جسمانی بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تسلیم کرتے ہیں اور ان کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ توراہ پر غور نہ کرنے سے یا توراہ کا فیصلہ نہ ماننے سے وہ اس حد کو پہنچ گئے ہیں۔

اب ہم اہل کتاب اور اہل ایمان کی واقفیت کے لیے توراہ سے اقتباس درج کرتے ہیں، جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسماعیل علیہ السلام ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو اسحاق علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔

- | | | |
|-------------------|--|---|
| 11-16 کتاب پیدائش | خدا نے درود غم کو سنا ہاجرہ علیہا السلام کے | ① |
| 11-16 کتاب پیدائش | خدا نے درود غم کو سنا سارہ علیہا السلام کے | |
| 11-16 کتاب پیدائش | خدا نے نام رکھا ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کا | ② |

[3] بخاری: 3364 میں ہے تَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ۔

- خدا نے نام رکھا سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کا
- 3 خدا نے برکت دی ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو
- خدا نے برکت دی سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کو
- 4 خدا ساتھ تھا اسماعیل علیہ السلام کے
- خدا ساتھ تھا اسحاق علیہ السلام کے
- 5 قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل علیہ السلام
- قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق علیہ السلام

وَ كَفَىٰ بِمَا شَهِدَ كِتَابُ اللَّهِ التَّوْرَةَ

تورات اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر انداز تھے۔ [بخاری کی حدیث میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنانے کے ارادے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس مکہ میں پہنچے تو اس وقت تیر کی نبل یعنی اوہے کی کھیا بنا رہے تھے، جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صنعت حدادی کے بھی ماہر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی بہوز و ہوا اسماعیل نے بتایا تھا: طَعَامَنَا اللَّحْمُ وَ شَرَابُنَا الْمَاءُ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی تمام زریست کو صرف گوشت اور پانی پر پورا کر دیا تھا۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے:

﴿وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِذْ أَنزَلْنَا إِلَيْهِ الْوَعْدَ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ [19: مریم: 54-55]

”ذکر کر کتاب میں اسماعیل کا، وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ (صدقہ یا پاکیزگی) کا حکم دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کا پسندیدہ تھا۔“

آیت بالا میں اسماعیل علیہ السلام کو وعدہ کا سچا بتلایا گیا ہے۔ ہم کو دوسری آیت سے اس وعدہ کا پتا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [2: البقرة: 125]

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام سے عہد کر لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتماف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔“

پس دونوں آیتوں سے یہ حاصل ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا اسے انہوں نے پورا کیا اور عبادت الہی کرنے والوں کو اعتقاد صحیح، اعمال صالح، ارکان محکم، شرع روشن اور ہدی واضح کی تعلیم فرمائی اور امثال و تفسیم و تبلیغ کے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو انہی کے شان عالیہ کے شایان تھے۔

توراة کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت اسحاق علیہ السلام کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت عرب میں تھی تاہم دونوں بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہ کر شریک رنج و راحت یک و دیگر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو

ان کو ان ہی دونوں بھائیوں نے ذفن کیا تھا۔ [3]

حضرت اسماعیل و حضرت اہلق علیہ السلام کی اولاد کے اندر ایک اور عجیب مماثلت پائی جاتی ہے۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند دوم قیدار کی نسل میں نور نبوت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ حضرت اہلق علیہ السلام کے بھی فرزند دوم یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں یہ سلسلہ پایا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند اول عبیت اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اول عیسو اس شرف سے محروم ہے۔

توراة میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے 137 سال [4] کی عمر پائی اور تاریخ مکہ میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پہلو میں مطاف کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔ اللہ اکبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ [14/ابراہیم: 37]

”اے اللہ! میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے (کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ مگر بھی ان نفوس قدسیہ نے جو اربیت اللہ یعنی مساسگی خانہ خدا کو ترک نہیں کیا۔“

توراة سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ (12) فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں: [5] (1) عبیت (2) قیدار (3) اوبکیل (4) بسام (5) دومہ (6) سمعا (7) مشا (8) حدر (9) تیمہ (10) وطور (11) نفیس (12) قدمہ [6]

توراة میں ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے بارہ (12) رئیس تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان کی بستیاں اور قلعوں کے نام بھی ان ہی کے نام پر ہیں۔ [7] ہم یقین کرتے ہیں کہ جب توراة میں یہ الفاظ لکھے گئے تھے اس وقت ابنا، اسماعیل علیہ السلام کی بستیاں اور قلعے ان ہی کے نام سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زد تھے، مگر آج ان سب کا نشان صحیح طور پر نہیں ملتا۔ البتہ جن جن کا نشان ملتا ہے وہ سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں اور اس طرح توراة کے اس فقرہ سے کہ اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا۔ [8] ان کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

یشوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام عبیت ہے۔ یقین ہے کہ عبیت ہی کی آبادی ہے۔ اس آبادی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شہر ”الخصیر“ ہے، جس کا تلفظ وال کے مشابہ ہے، اس لیے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القیدر تھا۔

”مہام“ کے نشانات نجد میں سے ہیں۔

دومہ، شام اور مدینہ کے درمیان موجود ہے اور عرب کے اندر واقع ہے۔ نبی علیہ السلام کے عہد میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور دومہ الجندل کے نام سے یہ شہر مشہور تھا۔

”مسا“ غالباً یمن میں گیا، وہاں موسیٰ نام کی بستیاں موجود ہیں۔

”حدر“ کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر ریزا قبیلہ ہے۔

”تیا“ اس نام کی بستی اب تک موجود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انہوں نے اہل فدک کے ساتھ اطاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہ خیبر کے قریب واقع ہے۔

قید ماہ، غالباً یمن میں تھا۔ مسودی نے قوم قدامان کا ذکر کر کے ان کو نبی اسماعیل بتایا ہے۔

باقی بستیوں کا صحیح پتا معلوم نہیں ہوا ① لیکن اس مضمون پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے محض بعیدی تعلق رکھتا ہے اور جہاں تک اسماعیل علیہ السلام کی زندگی پاک کے مختصر حالات اندراج کے لیے ضروری تھے وہ درج ہو چکے ہیں۔ والحمد للہ۔

عدنان

یہ نبی ﷺ کے اجداد میں اکیسویں (21) پشت میں ہیں۔ ان کا منجانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب آرمیا، برخیہ علیہ السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے۔ دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے منجانب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا۔ نیز ان کو اسیر کر کے لے گیا اور داوی فرات میں لے جا کر آباد کیا۔ انہی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی۔ ②

عدنان کے دو بیٹے تھے:

- ① معد: جن کا نام عمود نسب نبوی ﷺ میں آتا ہے۔
 - ② عک: انھوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔
- اس امر کا ثبوت ان کتابت سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو 1824ء میں حصن الغراب سے ملے تھے۔ ③

معد

بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو، بوعدنان یمن چلے گئے تھے مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اٹھ گیا، تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے۔ انھوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جلیہم باقی ہے، تب انھوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی، جس سے نزار پیدا ہوا۔

فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ 588 سال قبل مسیح ہے۔ چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر دوست ہیں، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور عدنان کے درمیان 1158 سال کا زمانہ ہے۔

نبی ﷺ سے عدنان تک اکیس (21) پشتیں ہیں۔ پس ہر ایک پشت کا اوسط پچاسی (85) سال نکلا۔ چوں کہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔

سر سید نے ”خطبات احمدیہ“ میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے 22 سال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، لیکن جو اوسط حصہ اول میں نکلتا ہے وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے: ④



① ملخصاً خطبات احمدیہ ② عرب از پردہ فرسیدہ یوں 22۔ ③ خطبات احمدیہ از سر سید احمد خان مرحوم۔
 ④ ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں: قاصد ستام، عرف، عوف، عک، حیدر، حیدر، عبید اللہ، جندی، جنادہ، یوم۔

مدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل۔ یہ اوران کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دوڑ تک گئے اور اونٹوں کو جالیا۔ چھوٹے بھائی نے اس کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا تھا۔ باپ نے ان کو ”مدرکہ“ اور چھوٹے کو ”طانجہ“ کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آ گیا اور اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

مدرکہ

ہذیل (اولاد ہذیل کہلائی)

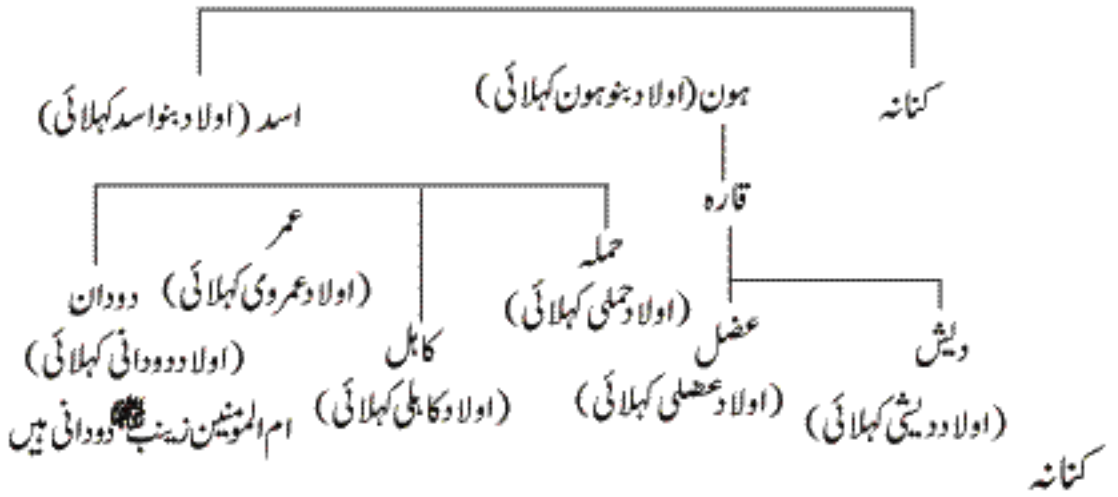
خرزیمہ

عبداللہ بن مسعود (صاحب نعلین والوسادہ رضی اللہ عنہ) ہذیل ہیں
ان کا نسب نامہ گیارہ (۱۶) واسطے سے ہذیل تک پہنچ جاتا ہے

خرزیمہ

ان کی کنیت ابوالاسد تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

<http://mujahid.xtgem.com>

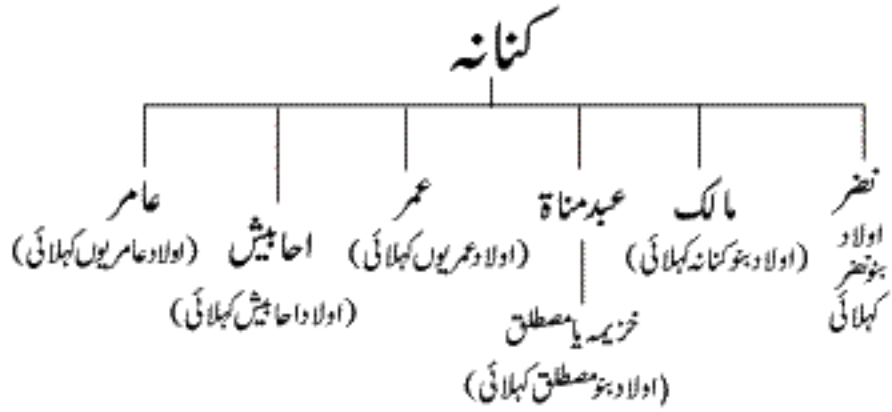


ان کی کنیت ابوالنصر تھی:

صحیح مسلم کی روایت واصلہ بن الاسخ میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ مِنْ وُلْدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ -

”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔“ ﴿ شجرہ اولاد یہ ہے:

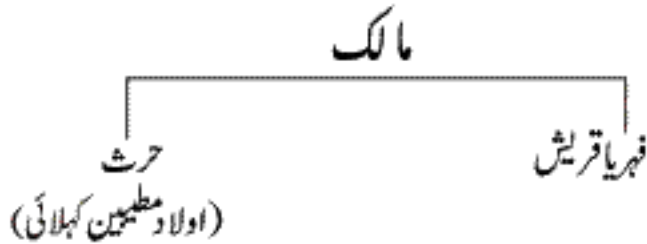


نضر
نضر کا نام تو قیس تھا، مگر خوبی حسن و جمال سے عرب ان کو ”نضر“ کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو نضلد تھی۔

نضر
مالک
اولاد بنو مالک کہلائے

<http://mujahid.xtgem.com>

مالک بن نضر
ان کی کنیت ابو الحارث تھی۔ مالک کا سلسلہ نسب یہ ہے:

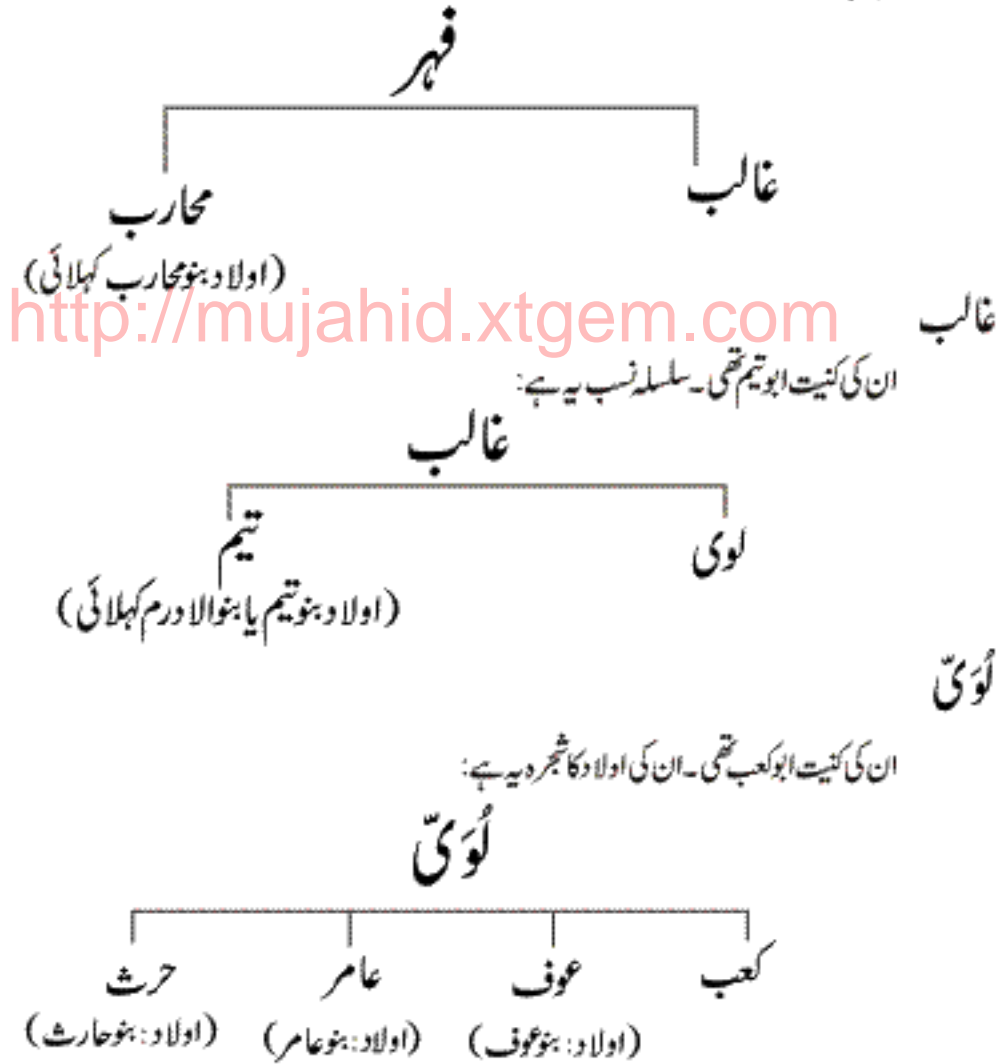


فہر
ان کے وقت میں حسان حاکم یمن ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے مع برادران خود فوج سے مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا۔ تین سال تک قید رہا، پھر فہر نے آزاد کر دیا۔ وہ یمن واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں مر گیا۔ ﴿ اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔

فہری کا لقب قریش ہے۔ قریش اہل حجاز میں ”ذہیل چھلی“ کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور اولاد فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بحر میں جملہ قبائل سے طاقت ور اور عظیم الشان تھے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں۔

و قریش النی یسکن البحر بہا سمیت قریش قریشا
سلطت بالعلو فی لجة البحر علی ساکنی البحور جیوشا
یاکل الغث والسمین لا یترک فیہا الذی الجنا حین ریشا
ہکذا فی الانام حی قریش یاکلون الانام کشیشا ①

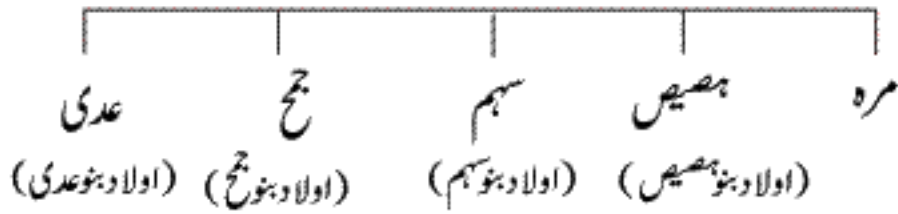
سلسلہ اولاد یہ ہے:



کعب

علوشان اور بلندی جاہ کی وجہ سے ”کعب“ کا نام کعب رکھا گیا۔ عرب میں ان کی پیدائش سے سزا کا شمار شروع ہوتا ہے۔ یہ سنہ واقعہ قبل تک (تقریباً چار صدیوں تک) جاری رہا۔ ان کی کنیت ابوہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

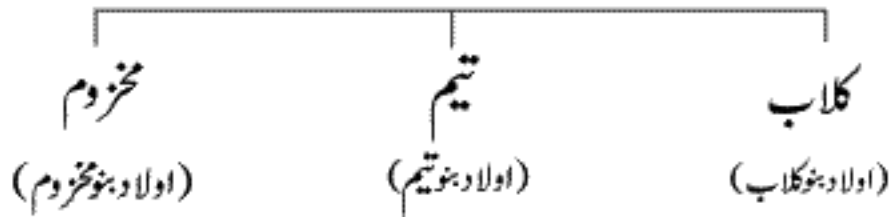
کعب



مرہ

ان کی کنیت ابو یقطر ہے۔ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں اولاد کا شجرہ یہ ہے

مرہ



خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہما
اسی شاخ سے ملتے ہیں

کلاب

ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابو زہرہ۔ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے، اس لیے کلاب لقب ہو گیا تھا۔ ایک شاعر ان کی مدح میں

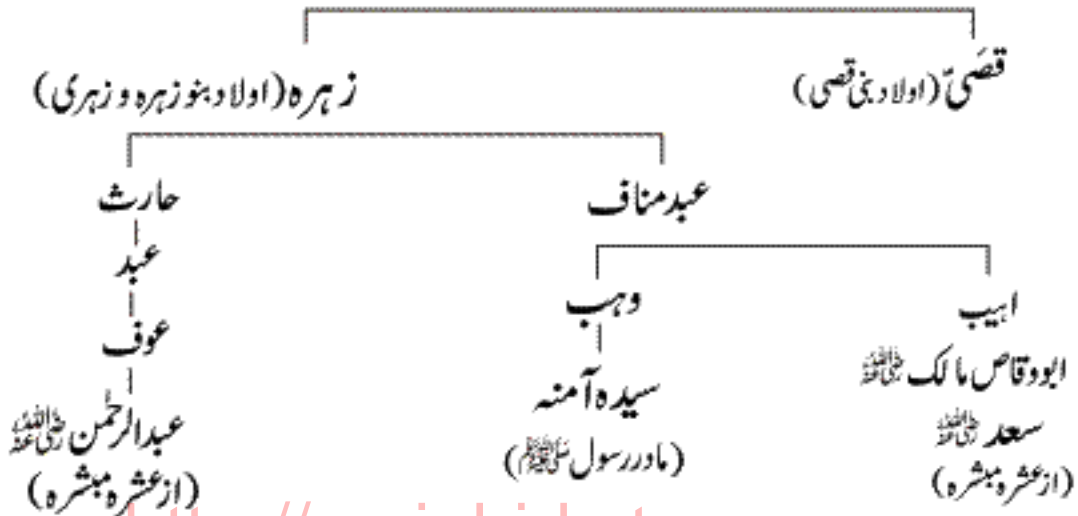
کہتا ہے۔

ببذل النوال وكف الاذى
وجنبها طارقات الردى

حكيم ابن مره ساد الورى
اباح العشيـرة افضاله

اولاد کا شجرہ نسب یہ ہے:

کلاب



<http://mujahid.xtgem.com>

قُصَى

ان کا اصلی نام زید ہے۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام الخدری سے کر لیا۔ اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قُصَى نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آ گئے۔ زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے، ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ قُصَى کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہہ پا کر انھوں نے قُصَى کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور جاگد تقسیم کر دی۔

ان دنوں مکہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی المسماة بختی، قُصَى سے بیاہ دی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بنی کو عطا کیا اور ابوغنیان کو بنی کا وکیل مقرر کر دیا۔ حلیل کے مر جانے کے بعد ابوغنیان نے حق وکالت قُصَى کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا اور اس طرح قُصَى کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا۔

بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قُصَى کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے۔ آخر بھرم بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ بھرم نے فیصلہ کیا کہ:

① بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں، قُصَى ان سب کا خون بہا ادا کرے۔

② بنو خزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں، آئندہ حکومت قُصَى کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا۔ ③ شہر پر حکومت ہو

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سرکاری تھے۔ صدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر اور قبضہ بیت اللہ پر رہا۔ پھر مالک کا قبضہ ہوا مگر بنو جرہم نے قبضہ لے لیا جب وہ ظلم کرنے لگے تو عمرو بن لئی خزاعی نے جو بنو جرہم کا ہمیشہ زور تھا ان کو مکہ سے نکال دیا۔ جرہم کا ظلم تو جاتا رہا مگر ان کی نے 207 میں بت پرستی کو رواج دیا۔ اس نے مصر و شام میں عمال کو بت پرستی کرنے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مراویں پوری ہوتی ہیں۔

جانے کے بعد قصی نے اولاد فہر کو جا بجا طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت اولاد فہر کی بارہ (12) شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آئے اور قریش (اولاد فہر) کی عزت سارے ملک میں مستحکم ہو گئی۔

قصی کو قصی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ طفولیت میں اپنے وطن سے دور جا پڑے تھے۔ اس کو ”جمع“ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع اور فراہم کر لیا تھا۔ شاعر قدیم حذافہ بن غانم کا شعر ہے۔

بنو شیبۃ الحمد الذی کان وجہہ
بعضی ظلام اللیل کالقمر البدر
قصیٰ لعمری کان یدی مجمعاً
بہ جمیع اللہ القباہل من فہر

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم مورخ قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کا بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب در پردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو انہی کے اصول کی شرح ٹھہرائیں۔

لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیم ترکہ کے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس کی غلامی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور مخالفین ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دور تھا۔

قصی کی اولاد کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:

<http://mujahid.xtgem.com>

عبدمناف
عبدالدار
عبدالعزی
عثمان بن ظفر بنو عبدالمطلب کا سلسلہ نسب عبدالدار سے چلتا ہے
اسی خاندان میں کلید کعبہ چلی آتی ہے۔ عثمان کے فرزند
کا نام شیبہ تھا اسی لیے یہ لوگ بنو شیبہ کہلاتے ہیں۔
اسد (اولاد اسدی)
خولید

عوام
زبیر بن العوّذ
خدیجہ بنت الخویلد
نوفل
ورقہ

(مومن نبوت محمدیہ)

تخصراً اور برہ قصی کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بہن بھائی ایک ہی والدہ مسامۃ خنی کے لطن سے ہیں۔

عبدمناف

اس کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ ماں نے پہلے پہل منافت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا۔ اس لیے عرف عام میں عبدمناف مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب ”قمر البلیح“ پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی

پہنچا ہے، اس لیے وہاں سے ایک بت بھی اٹھا لیا تھا۔ اس کا نام بہل تھا۔ اس بت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماہیل پر نظر التفات فرمائی تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت قریباً 440 میں ان کو عطا فرمائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبضہ ہونے کا درجہ ملا اور سب بت توڑ چھوڑ کر پھینک دیے گئے۔ ابن غانم نے یہ قصیدہ عبدالطلب کی مدح میں لکھا تھا قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے، ان کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم و مسرور ہوئے تھے۔

يا ايها الرجل المحول رحله
هياتك امك لو نزلت برحلهم
الا نزلت بال عبدمناف!
منعوك من علام و من اقراف
الخالطين غنيهم بفقيرهم
حتى يعود فقيرهم كالكاف

اوغڑھی اشخا کر جانے والے تو عبدمناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا ترا، اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری، تنگ دستی کو دور کر دیتے وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔

عبدمناف کی اولاد کا شجرہ نسب

نام اہلیہ	پسران	دختران
عاتکہ الکبریٰ بنت مرہ بن بلال	مطلب، ہاشم، عبدالمطلب	خاندانہ، ہالہ، قلابہ
واقد بنت عامر بن عبد	نوفل، ابو عمرو، ابو عبیدہ	
شقیبہ		ربیعہ

مطلب باپ کے پہلوتے بیٹے تھے، ان کی اولاد کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں۔ عبیدہ ابو الحارث رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیل رضی اللہ عنہ اور حصین رضی اللہ عنہ ہردو کی وفات 32ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو یکے از ائمہ اربعہ ہیں، ان کا نسب نامہ مطلب سے ملتا ہے۔

ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عبدالمطلب کا بیٹا امیہ ہے، جس کی اولاد بنو امیہ کہلائی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

نوفل، ان کی اولاد نوفلیوں کہلائی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔ نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر سے قوم کے لیے حاصل کیا تھا۔

ابو عمرو، ابو عبیدہ کے حالات سے تاریخ سکت ہے، حتیٰ کہ اکثر مؤرخین نے ان کا نام بھی بیان نہیں کیا۔ صحیح بخاری کی روایت عن جبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذی القربیٰ میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہیں۔ [1]

ابوداؤد نسائی کی روایت میں ہے کہ بنی نوفل اور بنو امیہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ

جب بنو مطلب کو شامل کر لیا گیا ہے تو ہم بھی (ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَ بَنُو الْمَطْلَبِ شِيءٌ وَاحِدٌ هَكَذَا وَ شَبَكَ بَيْنَ الْأَصَابِعِ۔

[1] بخاری: 3140، کتاب الام جلد 4 ص 71 مطبوعہ مطبعۃ الکبریٰ الامیر یہ یہ لاق مصر و اصول کافی مطبوعہ نول کشور 1303ھ میں عبدالمطلب کو ذی القربیٰ تحریر کیا گیا۔

ہو ہاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں، پھر ایک بچہ کی انگلیوں کو ایک دوسرے بچہ میں ڈال کر فرمایا: اسی طرح۔
واضح ہو کہ امرت اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی۔ ①

اول زکوٰۃ

جن کی نسبت سورہ توبہ آیت 40 میں مدات ذیل کے آٹھ (8) مصارف بتائے گئے ہیں۔
﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [9: التوبه: 60]

دوم: غنیمت

سورہ انفال آیت 41 میں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے:
﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ، وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [8: الانفال: 41]

اس آیت میں چار (4) حصے غنیمتیں کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا: لِلَّهِ خُمُسُهُ، پھر
اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حق تصرف عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ ذوی القربی، یتامی، مساکین، مسافر، ان پانچ میں ذوی القربی بھی
ایک ہیں اور اسی سے خمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) کا لفظ نکلا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ تقسیم خمس انیس کا اہتمام نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ اہتمام
حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد رہا۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف میں ہے:

حدثني محمد بن عبد الرحمن بن ابي ليلي عن ابيه قال سمعت عليا رضي الله عنه يقول قلت يا
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رأيت ان توليتي حقنا من الخمس فاقسم في حياتك كفي لا
يُنَازِعُنَا أَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ فَفَعَلَ قَالَ فَوَلَانِيهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقَسْمَتُهُ حَيَاتَهُ ثُمَّ وَلَانِيهِ
ابو بكر الصديق رضی اللہ عنہ فقسمته حياته ثم ولانيه عمر رضی اللہ عنہ فقسمته حياته۔ ②

”ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اگر حضور ﷺ کی
رائے ہو تو خمس میں جو حصہ ہم ذوی القربی کا ہے حضور ﷺ اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولی بنا دیجیے کہ میں تقسیم کرتا
رہوں تاکہ کوئی شخص حضور ﷺ کے بعد اس میں نزاع نہ کرے۔ آپ نے مان لیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا
متولی ٹھہرایا اور میں حضور ﷺ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے ہی متولی ٹھہرایا اور میں

① بخاری: 3140، نسائی: 4142، مسند امام احمد: 16298، ابوداؤد: 2978، 2980۔ چونکہ حقوق ذوی القربی کے مستحق وغیر مستحق کی بحث اور تفریق
اولاد و عہد مناف سے پائی جاتی ہے اس لیے اس کی بحث اسی مقام پر موزوں ہے۔ محدثین نے ہی کوئی پڑھا جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ ہاشم اور عبدالمطلب
بھی جھگڑے ہوئے اور ذوق اور عبدالمطلب میں بھی جھگڑے ہوئے مگر ہاشم اور عبدالمطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم ان سے چھوٹا۔ عبدالمطلب
کی تربیت مطلب نے کی تھی۔ جب شعب ابی طالب میں نبی ﷺ حضور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔ ② ابوداؤد: 2989، کتاب الخراج ص: 20

ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے مجھے اس کا متولی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔“
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ مجملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کنبہ کا خرچ بہ قدر گزران رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے۔

ذی القربى کا حصہ بوجہ قربت ﷺ تھا (نہ بوجہ غربت) اس لیے امیر و غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا، باقی تین حصص یتیمی و مساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادے تھے، ان میں ایک کا حصہ دوسرے کو نہیں دیا تھا۔

سوم: فے

فے کی تعریف قرآن مجید کی سورہ حشر میں آیت 6 میں ہے اور اسی سورہ کی آیت 7 میں اس کی تقسیم بھی بیان فرمادی گئی ہے۔
فے کی تعریف میں فرمایا:

﴿فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ﴾ [6: الحشر: 6]
”وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سواری یا ستر سواری نہ گیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط دے دیا ہو۔“

تقسیم فے

سورہ حشر آیت 7 میں فرمایا:

﴿مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِللَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ
وَأَهْلِ السَّبِيلِ﴾ [7: الحشر: 7]

”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں سے فے میں دیا۔ وہ اللہ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قربت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔“

پھر اس تقسیم سے متعلق یہ اصول بیان فرمایا:

﴿عَلَىٰ لَا يَكُونُ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾ [7: الحشر: 7]

”کہ اغنیاء کے اندر متداول نہ ہوگا۔“

میں چاہتا ہوں کہ ہر سہ (3) آیات میں بیان شدہ حصص کو ایک نقشہ کی شکل میں ظاہر کر دیا جائے۔ یہ نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔



ﷺ عام طور پر شریعت میں حق قرابت ا بعد وفات اس قرعہ کے ملتا ہے، اس حق کا نام وراثت ہوتا ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اختصاص خاص ہے کہ حضور ﷺ کے قرابت والوں کو حضور ﷺ کی حیات ہی میں ان کا حق دیا جاتا ہے۔

نقشہ احکام تقسیم صدقات و غنیمت و فی مع آیات قرآن مجید

ردیف	آیت متعلق صدقات سورہ توبہ آیت 60	آیت متعلق غنیمت سورہ انفال آیت 41	آیت متعلق فی سورہ حشر آیت 7
1	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ		
2		وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ	مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَى
3		فَإِنَّ لِلَّهِ حُمُسَهُ	فَلِلَّهِ
4		وَلِلرَّسُولِ	وَلِلرَّسُولِ
5		وَلِلَّذِي الْقُرْبَى	وَلِلَّذِي الْقُرْبَى
6		وَالْيَتَامَى	وَالْيَتَامَى
7	وَالْمَسَاكِينِ	وَالْمَسَاكِينِ	وَالْمَسَاكِينِ
8	وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا		
9	وَالَّذِينَ قَلْبُهُمْ		
10	وَفِي الرِّقَابِ		
11	وَالْعَارِمِينَ		
12	فِي سَبِيلِ اللَّهِ		
13	وَأَبْنِ السَّبِيلِ	وَأَبْنِ السَّبِيلِ	وَأَبْنِ السَّبِيلِ
14			لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ
15			وَالَّذِينَ تَبَوَّأُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ
16			وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ
ترجمہ آیات	صدقات فقیروں، مسکینوں، عمال، تالیفِ قلوب، آزادی غلامان، مہاجر و مسلمانوں کے لیے ہیں	غنیمت 1/5 حصہ اللہ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت والوں اور غنائی اور مسکینوں، مسافرین کا ہے	فی اللہ اور رسول ﷺ اور قرابت والوں، غنائی مسکین، مسافرین، مہاجرین اور انصار کے فقراء اور ان سے بعد آنے والی نسلیوں کے لیے ہے

اس نقشے کے ساتھ یہ حدیث بھی جو منقولہ المصاحف کی کتاب الفے میں ہے، پڑھ لینی چاہیے۔ عن مالک بن اوس بن الحداد قال قرأ عمر بن الخطاب انما الصدقات للفقراء والمساكين حتى بلغ عليهم حکیم هذه لهؤلاء ثم قرأ واعلموا انما غنمتم من شيء حتى بلغ وابن السبيل ثم قال لهؤلاء قرأ ما آفاء الله على رسوله حتى بلغ للفقراء ثم قرأ والذين جاء و من بعدهم ثم قال هذه استوعبت المسلمين "یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انما الصدقات کی آیت علیہم حکیم تک پڑھی اور فرمایا یہ آیت انہیں لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آگے ہیں۔ پھر انہوں نے آیت واعلموا انما غنمتم کو ابن السبيل تک پڑھا۔ اور فرمایا یہ غنیمت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آگے ہیں۔ پھر انہوں نے آیت ما آفاء الله على رسوله کو والذين جاء و من بعدهم تک پڑھا اور فرمایا اس کے اندر تو سب ہی مسلمان آگئے۔

(منقولہ: 4061)

نقشہ پر فوراً کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ:

صدقات کو آٹھ (8) مساوی مدات پر تقسیم فرمایا گیا، ان آٹھ (8) میں دو (مساکین و ابن اسبیل) تو ایسے ہیں جو نفیست اور فے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ (6) وہ ہیں، جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے۔ نفیست و فے میں نہیں۔ وہ چھ (6) یہ ہیں: فقراء، تحصیل داران صدقات، تالیف قلوب کے مستحقین، آزادی غلامان، ادائے قرض مدیونان، نبی صہیل اللہ و دیگر امور۔

نفیست کو پہلی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور لشکر کو 4/5 کل نفیست کا دیا۔ دوسرا حصہ جو 1/5 تھا اسے اللہ تعالیٰ نے اول اپنی ملک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین و ابن اسبیل تو مشترک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سهام یہ ہیں: رسول، اقربا و رسول، یتامی۔

فے کو اول اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدات مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ (5) تو وہی ہیں جو آیات نفیست میں 1/5 سهم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سهام اس میں ہیں وہ یہ ہیں: فقراء۔ مہاجرین۔ فقراء انصار اور ان کے بعد آنے والی نسلیں۔

فے میں بہ مقابلہ نفیست یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ اغنیا کونہ ملے گی۔

﴿ كَحَىٰ لَا يَكُونُ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ وَمِنْكُمْ ﴾ [الحشر: 7]

یاد رکھنا چاہیے:

کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسول کی ہا بہت جو اختلافات ہیں وہ فے ہی کے متعلق ہیں اللہ کرے کہ قرآن مجید کا تدریس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقسیم فے کا اہتمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا جیسا کہ جس شخص کی تقسیم کا اہتمام عہد نبوی و صدیقی و فاروقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے متعلق رہا تھا۔ [1]

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمر و العلاء کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبد شمس ان کے بھائی تھے۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے بھتیجے امیہ بن عبد شمس نے ان کی سرداری کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک بار سنا کہ مکہ میں آنا کیاب ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ”ہاشم“ کھڑے کھڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زوار کعبہ کو دعوت عام دیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں شریڈ بھی کہتے ہیں، کھلایا کرتے تھے۔ سردار ہاشم کی زیر کی و حزم کا اس واقعہ سے پتا لگتا ہے کہ انھوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا ہے۔ [2]

امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع ہو گیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبد شمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہردو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وجود یا مسعود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور ﴿كُنْتُمْ بِبِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ کا مصداق سب پر صحیح عائد ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے بعد 133ھ تک بنو امیہ اور بنو عباس میں محاربے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے:

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سکئی بنت عمرو بن زید بخاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب *	رقیہ، بکین میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن اقلبہ الخزرجی	اباصحی (صفیاء)	//
قیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزمہ	اسد	//
امیسہ بنت عدی بن عبد اللہ بن دینار (من قضاہ)	نعلہ (نصلہ)	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)	//	ضعفہ بن خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)	//	حذہ

تاریخ میں اباصحی، اسد اور نصلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنو خزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نصلہ کا فرزند ارقم اور ابی صفی کے فرزند ان شحاک اور عمرو کے چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رقیہ بنت ابی صفی بن ہاشم کے اشعار نبی ﷺ کی مدح میں ہیں۔

مَنَا مِنَ اللَّهِ بِالْمِيمُونَ طَائِرَةٌ
وَعَيْرٌ مِنْ بَشَرٍ بِهِ مَضْرُ
مَبَارِكٌ الْأَمْرِ يَسْقَى الْعَمَامَ بِهِ
مَا فِي الْأَنَامِ لَهُ، عَدْلٌ وَلَا حَطَرٌ

عبدالمطلب

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تقاول (نیک گفتاروں) کے لیے تھا کہ عمر دراز پائی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چند یا میں چند بال سفید موجود تھے۔

جب ان کے والد "ہاشم" کا انتقال ہوا یہ اپنے ننھیال (بیرب) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو بیرب سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ان کی پرورش و تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں یہ بھی تمام عمر "عبدالمطلب" مطلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصل نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو "شیبہ الحمد" اور

”فیاض“ اور ”معظم طیر السماء“ بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش اور شریف قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک ”محمد“ (ﷺ) ان ہی نے تجویز کیا تھا اور حضور ﷺ کی تربیت تاہشت (8) سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا۔ ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔ [1]

عبدالطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی ”ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو“ عبدالطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہے زم زم جسے عمرو بن حرث جڑھی نے بند کر دیا تھا اور اتنا دیر زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا، عبدالطلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدالطلب تین (3) شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو۔ پھر خواب ہی میں ان کو چاہے زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالطلب اور ان کے فرزند اکبر ”حارث“ نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین (3) دن تک کھدائی کے بعد ان کو نبی جڑہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زربیں، شاخہائے آہود وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو عبدالطلب کے فعل کو لغوی سمجھتے تھے، لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرا دیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے، مگر عبدالطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوار اور صادق وار دیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمایا تھا عبدالطلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں ان کی اولاد کو ایک نقشے کے اندر تحریر کیا جاتا ہے

نقشہ اولاد عبدالطلب بن ہاشم

بیٹیاں	بیٹے	نام اہلیہ	
	حارث	صفیہ بنت جنید بن حنظلہ بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر	①
		دیکھو نمبر 13 شجرہ نسب نبوی ﷺ	
ام حکیم، بیضاء امیرہ، اروی، تہہ، حانکہ	زبیر، ابو طالب عبدالکعبہ، عبداللہ	فاطمہ بنت عمرو بن عابد بن عمران بن محروم بن یثربہ بن مرہ دیکھو نمبر 7 شجرہ	②
	ابولہب (عبدالعزیٰ)	لبنی بنت ہاجرہ (از لیث بن خزام)	③
	مقوم۔ نخل۔ مغیرہ حزہ	ہالدہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، دیکھو نمبر 6 شجرہ نسب [2]	④
	ضرار۔ قثم۔ عباس	تیلیہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار) دیکھو نمبر 19 شجرہ نسب	⑤

[2] ہالدہ کی ماں عیلہ بنت مطلب ہے۔

[1] رحمۃ اللعالمین جلد اول۔

غیداق - مصعب	غیداق - مصعب	منعمتہ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)	6
دختران = 6	پسران = 15	میزان ازواج = 6	

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب 15 بیٹوں اور 6 بیٹیوں کا والد تھا مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام نخل ہے اور عبدالکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوم ہے۔ اور قسم کوئی بھی نہ تھا۔ اندریں صورت عبدالمطلب کے نزدیک فرزندوں کی تعداد بارہ (12) ہوئی اور آں حضرت ﷺ کے چچا گیارہ (11) ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبدالمطلب 12 تھے۔ ان میں سے ہم کو دس (11) کے حالات ملے ہیں اور سات (7) کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار، تھیان قریش میں سے تھے اور جو دو جمال میں مشہور۔ آغاز بخت ہی میں انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

9) مقوم اولاد صلیب تھی، مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوم کے پسر عبد الرحمن بن ابی عمرو کا ذکر علامہ ذہبی نے کیا ہے۔

10) نخل کے فرزند قسرہ کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں، جس میں اس نے اپنے دو ازادہ (12) اعمام (بچوں) کے نام شمار کیے ہیں۔ غیداق - قسم۔ عبدالکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں ممکن ہے کہ مقوم ہی کا نام عبدالکعبہ ہو۔ (واللہ اعلم)

عبدالمطلب نے 82 سال کی عمر پائی۔ ان کا سال ولادت 497ء اور سال وفات 579ء اندازہ کیا گیا ہے۔

چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت ﷺ کے اعمام و عمات ہیں، اس لیے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے (جہاں تک کہ عبد نبوی ﷺ سے ان کا قرہبی تعلق ہے) تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین اہل بیت نبوی ﷺ کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔

حارث عم النبی ﷺ

عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالمطلب تھی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے، مگر ان کے چار فرزند: نوفل و عبد اللہ۔ ربیعہ و ابو سفیان مغیرہ بنی نضیر جو نبی ﷺ کے تایا زاد بھائی ہیں، مسلمان ہوئے۔ ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے۔

1) نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے۔ پھر جنگ خندق یا فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں تین ہزار (3000) نیزے نبی ﷺ کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لیے پیش کیے تھے۔ اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے۔ 25ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

ان کے تینوں فرزند: مغیرہ۔ عبد اللہ۔ حارث رضی اللہ عنہم بھی صحابی ہیں۔

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ ابن کثیر نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ امہ بنت زینب بنت رسول ﷺ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ہی کے ساتھ حسب وصیت مرتضوی رضی اللہ عنہ ہوا تھا، جن سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔ عبد اللہ بن نوفل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم کوفہ کیا تھا ان کا چہرہ کسی قدر

نبی ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔

حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاکم مکہ پھر حاکم مصر کر دیا تھا۔ آخر میں یہ بصرہ چارہے تھے۔ یزید کی وفات کے بعد اہل بصرہ ان کو امیر بنانا چاہتے تھے۔ 63ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا فرزند عبد اللہ المعروف ”بہ“ بھی صحابی ہے۔

(2) عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حیات نبوی ﷺ میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب ”سعید“ سے مشرف فرمایا تھا۔

(3) ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ابو رومی کنیت تھی۔ ان ہی کا نام نبی ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا: وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُّهُ، دَمَ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِؓ پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیا میٹ کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے۔ اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا شیر خوار فرزند دشمنوں نے مار ڈالا تھا، نبی ﷺ نے پچھلے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس مطالبہ کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کا خون بہا نہ دلا یا۔ ان کا انتقال 33ھ میں ہوا۔

ان کے دو فرزند عبد المطلب اور مطلب رضی اللہ عنہما بھی صحابی ہیں۔

عبد المطلب نے دمشق میں بعد حکومت یزید وفات پائی۔

مطلب حیات نبوی ﷺ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

(4) ابوسفیان مغیرہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیوں کہ انھوں نے بھی حلیمہ السعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شعراء صحابہ میں سے تھے۔

ابتداءً اسلام میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے مگر فتح مکہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیق ربانی سے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جنگ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے، ان میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی امتیاز حاصل ہے۔ یہ تو رکاب نبوی ﷺ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔

قبولیت اسلام کے بعد جو اشعار انھوں نے تصنیف کیے وہ رحمۃ اللعالمین کی جلد اول میں درج کیے جا چکے ہیں۔

وفات حسرت آیات نبوی ﷺ کے بعد اشعار میں اکثر درودوں کا اظہار کیا کرتے تھے۔

أَرَقْتُ فَمَا تَلَيْسِي لَا يَزُولُ وَلَيْسَ آخِصِي الْمُسِيْبَةِ فِيهِ طَوْلُ

”میں چارہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی۔ ہاں! مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے۔“

فَأَمْعُدُنِي الْبُغَاءِ وَذَلِكَ فِي مَا أَصِيبَ الْمُسْلِمُونَ بِهِ قَلِيلُ

”میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آتی، بہت ہی کم ہے۔“

لَقَدْ عَظَمْتُ مُصِيبَتَنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةٌ قِيلَ قَدْ قَبَضَ الرَّسُولُ

”اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہ گئی جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بلائے گئے۔“

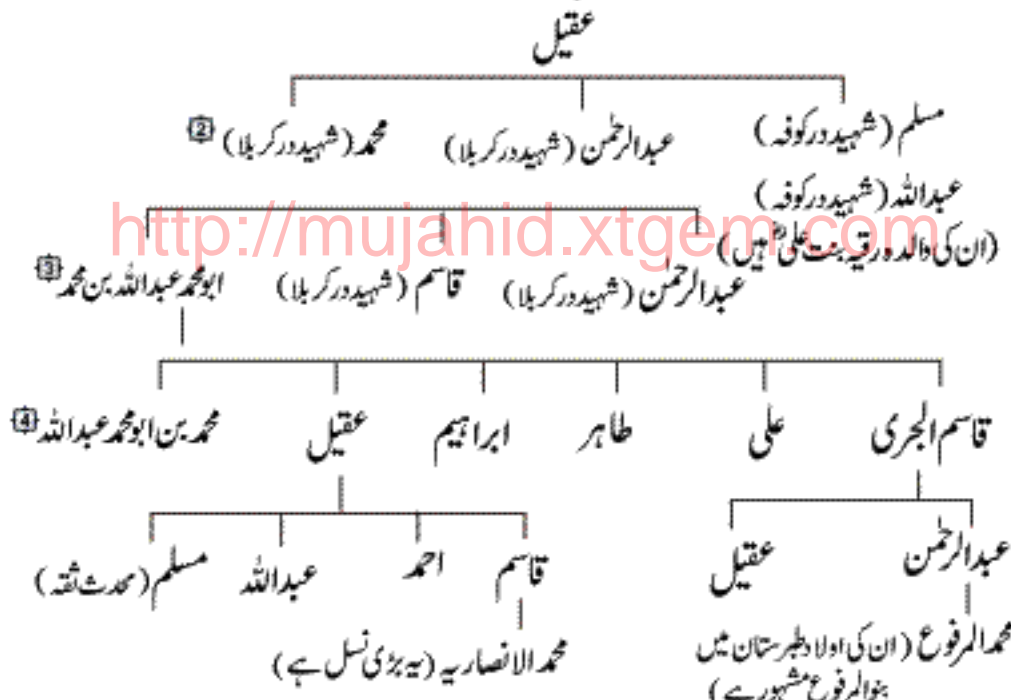
① عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

طالب سے دس (10) برس چھوٹے اور جعفر سے دس (10) برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔

عقیل واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس عمل میں ان کو امتیاز حاصل تھا۔ ابو یزید کنیت تھی۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: يَا أَبَايَزِيدِ إِنِّي أُحِبُّكَ حُبِّي حُبَّ الْقَرَابَتِكَ وَحُبَّ لِمَا كُنْتُ أَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِي إِبْرَاهِيمَ ①

اے ابو یزید! میں تم سے دو گونہ محبت رکھتا ہوں: ایک تو محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے تایا کو تم سے محبت تھی۔ ان کا انتقال سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو امام حسین علیہ السلام کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز شنبہ (جمعرات) 2 ذی الحجہ 59ھ کو شہید ہوئے۔ ان ہی کے فرزند ہیں۔ عقیل رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد و عبدالرحمن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد عقیل بن ابی طالب کا شجرہ نسب



② جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ بن ابوطالب

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس (10) سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اول ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب اشاعت اسلام ہوئی۔ اسلام پر جو تقریر انہوں نے بادشاہ حبشہ کے دربار میں فرمائی تھی وہ رحمتہ للعالمین جلد اول پر درج ہے۔ 7ھ میں حبشہ سے مدینہ تشریف لائے۔ نبی ﷺ نے غزوہ خیبر کو تشریف لے گئے تھے۔

① الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 4/30، اسد الغابہ: 4/61-② ان کے گھر میں نسیب الصغریٰ بنت علی مرتضیٰ تھیں۔ ③ امام ترمذی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حجر بیہقی نے 140ھ میں ان کی وفات تحریر کی ہے۔ ④ ان کی والدہ حمیدہ ہے جو مسلم بن عقیل کی بیٹی اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے بہن سے تھی۔

کی سیرت پر ایک علیحدہ جلد لکھوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سلمان پاری رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک 8 سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاندار کارنامے شب ہجرت، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر و حنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فضل قضا میں بین الامم ممتاز تھے۔ سیدہ النساء، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے زوج اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہایت شادماں ہوتے تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہ ماہ ذی الحجہ 33 ھ خلیفہ ہوئے اور باندہ جمعہ 17 رمضان المبارک 40 ھ کو اشقی الناس ابن ملجم کے ہاتھ مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے۔

امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ (دیگر ازواج سے) ان کے سولہ (16) فرزند تھے۔

زخم کہ جس پر شہادت ہوئی، کثیر بن عمر السکونی نے جو شاہان ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا بتایا کہ زخم و ماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحت محال ہے۔

بکر بن حماد القاہری نے ہائیکہ شہادت پر اشعار کہے ہیں:

قُلِّبْنَا بِنِ مَلْجَمٍ وَالْأَفْئِدَارِ عَابِلَةٍ هَدَمْتَ وَبَلَكَ لِلْإِسْلَامِ أَرْكَانًا

”ابن ملجم سے کہنا (گو میں جاننا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کوڑھایا۔“

قُلْتُ أَفْضَلَ مَنْ يَسْتَشِي عَلِيَّ قَدَمًا وَأَوَّلَ النَّاسِ إِسْلَامًا وَإِيمَانًا

”وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سے سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول۔“

وَأَعْلَمَ النَّاسِ بِالْقُرْآنِ ثُمَّ بِمَا سَنَّ رَسُولُنَا شَرْعًا وَبَيَّأَنَا

”اور قرآن و سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا، تو نے اسے قتل کیا۔“

صَهْرُ النَّبِيِّ وَمَوْلَاهُ وَنَاصِرُهُ أَضْحَتْ مَنَاقِبُهُ، نُورًا وَبُرْهَانًا

”وہ داماد نبی اور ان کا دوست و ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں۔“

وَكَانَ مِنْهُ عَلِيُّ رُغْمِ الْحَسُودِ لَهُ مَا كَانَ هَارُونَ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ

”جو علی رضی اللہ عنہ کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔“

وَكَانَ هِيَ الْحَرْبُ مَيْفًا صَارَ مَا ذَكَرْنَا لَبًّا إِذَا لَقِيَ الْقُرْآنَ أَقْرَانًا

”جو لڑائی شمشیر برائ اور دلیر شیر تھا جب خوب گھمسان کارن پڑ جاتا ہوا“

ذَكَرْتُ قَاتِلَهُ وَالذَّمْعُ مُنْحَدِرًا فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَانًا

”میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روٹا روٹا کہتا ہوں اے اللہ! تو پاک ہے، تیری قدرت عجیب ہے۔“

۱۲۵ ھ میں دعویٰ خلافت کیا 129 ھ میں اسیر ہوئے۔ 133 ھ میں وفات پائی۔ نسل آئندہ نہ چلی۔

۱۲۵ ھ میں دعویٰ خلافت کیا 129 ھ میں اسیر ہوئے۔ 133 ھ میں وفات پائی۔ نسل آئندہ نہ چلی۔

إِنِّي لَأَحْسِبُهُ مَا كُنَّ مِنْ بَشَرٍ يَخْشَى الْمَعَادَ وَلَكِنْ كُنَّ شَيْطَانًا
 ”میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ وہ بشر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ شیطان ہے۔“

أَنْطَى مُرَادًا إِذَا عُدْتُ قَبَائِلَهَا وَأَخْسَرَ النَّاسَ عِنْدَ اللَّهِ مِيزَانًا
 ”اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بد بخت اور میزان میں سب سے زیادہ زیاں کار۔“

كَعَاقِرِ النَّاقَةِ الْأُولَى الَّتِي جُبِلَتْ عَلَيَّ تَمُودًا بِأَرْضِ الْحَجَرِ خُسْرَانًا
 ”(وہ تو) عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح علیہ السلام کے ناکہ کو مارا اور قوم تمود پر ملک حجر میں بتائی لانے کا سبب ٹھہرا۔“

كَأَنَّهُ، لَمْ يَرَوْ قَضَا بَضْرُوتِهِ إِلَّا لِيُضْلِيَ عَذَابَ الْخُلْدِ نِيرَانًا
 ”معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔“

حضرات علی و جعفر و عقیل رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہم ہے جو اسلام لاکر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے، فرمایا:

میں نے تمہیں اس لیے ہی کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم پہناتے اور ساتھ اس لیے لپٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابوطالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا [1]
 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں:

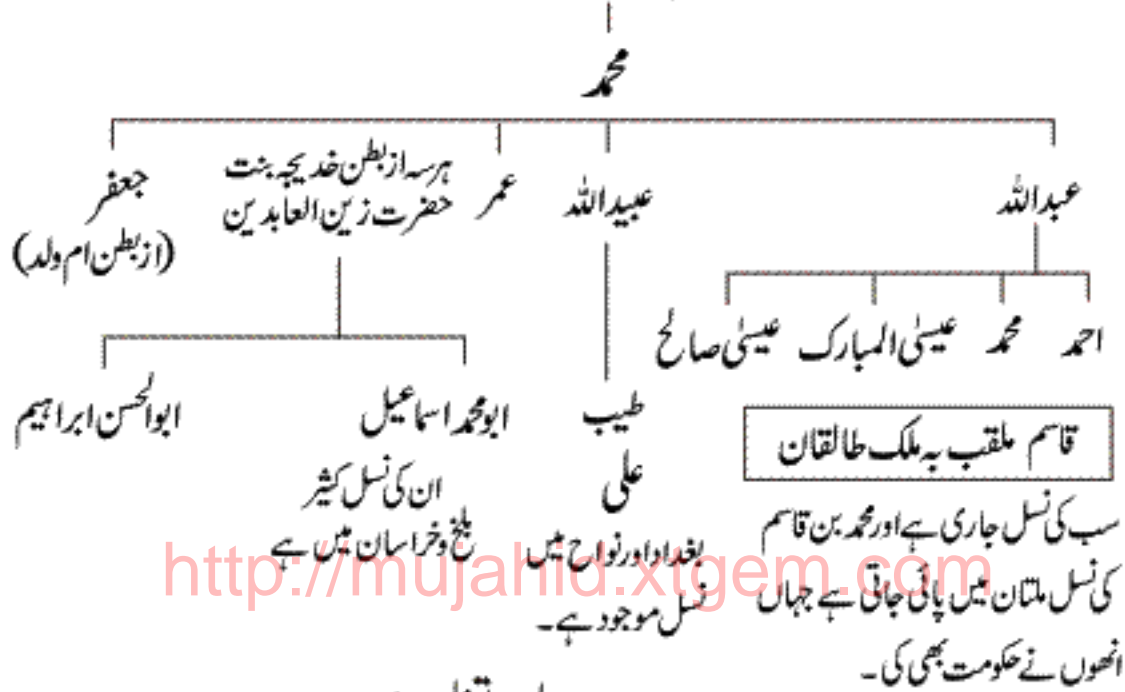
- ① 18 بیٹے اور 18 بیٹیاں تھیں۔
- ② 19 بیٹے تھے جن میں سے 6 والد کے سامنے گزر گئے تھے۔ باقی 13 میں سے 6 کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ دنیا میں اس وقت صرف 5 بیٹوں: امام حسن، امام حسین، محمد حنفیہ، عباس، عمر اطراف رضی اللہ عنہم کی نسل موجود ہے۔ [2]
- ③ ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
1	سیدۃ النساء العالمین: فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	حسن و حسین رضی اللہ عنہما [3]	زینب۔ کلثوم
2	ام البنین بنت الحرام بن خالد (بنی ہوازن)	عمر، عباس، جعفر عبید اللہ عثمان	--
3	لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم)	عبید اللہ۔ ابوبکر	--
4	اسماء بنت عمیس الخثعمیہ	عوان۔ یحییٰ	--

[1] اسد الغابہ 2/137 [2] عمدۃ الطالب فی نسل ابی طالب [3] ایک تیسرے فرزند محمد بن کاہن کتب الاربعہ فی اسماء صحابہ میں سے ہے صرف ابوموسیٰ نے لکھا ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: تفرد بذکرہ ابواسحق عن ہانی بن ہانی عن علی۔

ہے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:
حضرت عباس علمبردار کے باقی تین بھائی جعفر، عبید اللہ، عثمان کربلا میں شہید ہوئے۔

عمر (اطراف)



ابو القاسم محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

ان کی والدہ خولہ ملقب حنفیہ قبیلہ حنفیہ بن نجیم سے ہیں۔ اس قبیلہ نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو ملیں۔ محمد بن علی 21ھ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم 81ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضیٰ کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن و حسین کو جنگ میں نہیں بھیجے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا وہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی پھر ہر دو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوئی۔ مختار ثقفی جس نے قاتلان حسین سے سخت انتقام لیے، اپنے آپ کو انہی کا مختار بتایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے، وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے کیسان کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی

۱) شاعر اور ہارون الرشید کا مقرب تھا۔ چاریوں سے نسل جاری ہے۔ بعض مناسب کہتے ہیں۔ صرف عبید اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نسل صرف مدینہ میں رہ گئی ہے۔

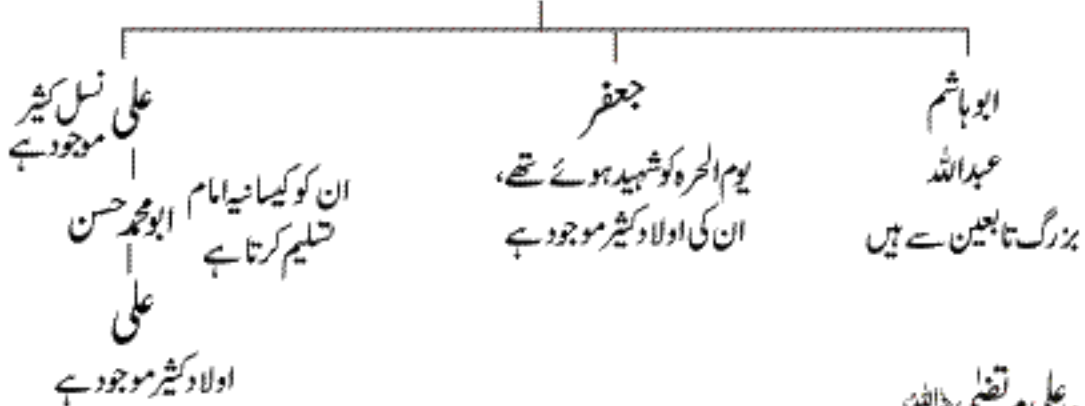
۲) ابو القاسم کہتے ہیں۔ اس کا چہرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشابہ تھا۔ ماموں نے اسے ایک لاکھ روپیہ دیا۔

۳) اولاد جو ہارون کے نام سے مشہور اور صیاط میں پائی جاتی ہے۔ ان کی اولاد جو ہر دو کے نام سے مشہور ہے اور یمن میں پائی جاتی ہے

مرتضیٰ کوہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ پر رہتے ہیں، شیر و پنگ انکے پہرہ دار ہیں۔ شہد اور پانی کے جھٹے ان کے متصل جوش زن ہیں۔ قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔

ابن الحنفیہ بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی تعداد 24 ہے جن میں سے 14 نرینہ فرزند تھے۔ تین (3) سے نسل جاری ہے۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

محمد بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ



محمد بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ کربلا میں ایک شخص قبیلہ بنی اہان بن دارم کے تیر سے شہید ہوئے۔ سلسلہ نسب گم ہے۔

ابوبکر بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر فرزندوں عبداللہ و عون و یحییٰ و عمر (فرزند حبیب) کے حالات نہیں ملے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو "طلوی" بھی کہتے ہیں۔

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا دختر ابی طالب

یہ حضرت علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابوطالب کی سب اولاد طالب، عقیل، جعفر، علی، ہند، جمانہ ایک ہی والدہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔

ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاطمہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ ام ہانی کے لطن سے ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا۔ اس کی واپسی از نجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔

رحمۃ اللہ علیہ سعودی عرب کی مشہور بندرگاہ "بغ" سے "کوہ رضوی" کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

ہیرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے۔

لَعْمُرِكَ مَا وَكَيْتَ ظَهْرِي مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ جُبْنَا وَلَا حَيْفَةَ الْقَتْلِ
وَلَكِنِّي قَلْبْتُ أَمْرِي فَلَمْ أَجِدْ سَيْفِي غِنَاءَ إِنْ صَرَبْتُ وَلَا نَسْلَ
وَقَفْتُ فَلَمَّا خَفْتُ ضَيْعَةَ مَوْفِي رَجَعْتُ لِعَوْدِ كَالهَزْبِ إِلَى الشَّبَلِ

”سچ کچھ تو میں نے محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کے سامنے سے ہوجنا مردی یا خوف قتل پیچھے نہیں دی، بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلواریں، میرا نیزہ اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ پہلے تو میں ٹھہرا، لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی نکل رہا ہے تب اوٹ کر چلا آیا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے۔“

سیدہ جمانہ رضی اللہ عنہا و خیر ابی طالب

اولاد ابی طالب میں جمانہ رضی اللہ عنہا کا نام ملتا ہے، مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام السیر نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے پیداوار خیر میں سے تین (3) وقت خرا جمانہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلعت اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

امیر المؤمنین اور اسد اللہ و رسولہ ان کے خطابات ہیں۔ کائنات میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ صراحتاً اسلام رہے۔ یہ نبی ﷺ کے برادر رضاعی بھی تھے۔ یعنی ہر دو نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ ابوعمارہ ابو یعلیٰ کینت فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ احد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا۔ شہید ہوئے۔ نبی ﷺ نے سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔ ان کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

رَحِمَكَ اللَّهُ أَيَّ عَمَةٍ فَلَقَدْ كُنْتُ وَصُولًا لِلرَّحِمِ فَعُوْلًا لِلْخَيْرَاتِ۔ ①

”چچا، اللہ تم پر رحم کرے، تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔“

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا، پیٹ چاک کر ڈالا تھا۔ نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوگہیں ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ ﷺ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔

کعب بن شرف یا عبداللہ بن رواحہ نے اس شہادت پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

بَكَت عَيْنِي وَحَقُّ بَهَا بَكَاءُ وَمَا يَغْنِي الْبَكَاءُ وَلَا الْعَوِيلُ

”میری آنکھ روتی ہے، یہ رونا نھیک بھی ہے۔ گورنے اور چلانے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں۔“

عَلَى اسدِ الْإِلَهِ غُدَاةٌ قَالُوا لِحَمْزَةٍ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيلُ

”رونا اس شیر خدا پر ہے جب یہ آواز نکلی! کہ حمزہ مرے پڑے ہیں۔“

اصيب المسلمون به جميعا هناك وقد اصيب به الرسول
 "سب ہی مسلمانوں نے ان کے واقعہ کو مصیبت سمجھا، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی۔"

ابايعلى لك الاركان هدت وانت الماجد البر والوصول
 "ابو یعلیٰ حمزہ کو مر گئے مگر شک نہیں بڑی ہی عزت والے اور لوگوں سے بھلائی کرنے والے اور قرابتیوں سے احسان کرنے والے تھے۔"

عَلَيْكَ سَلَامٌ رَبِّكَ فِي جَنَانٍ بِخَالِطِهَا نَعِيمٌ لَا يَزُولُ
 "حمزہ پر اللہ کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں ہیں جہاں نعمتوں کو زوال نہیں۔"

أَلَا يَا هَاشِمُ الْأَخْيَارُ صَبْرًا فَكُلُّ قَعَالِكُمْ حَسَنٌ جَبِيلٌ
 "آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں ان کے کام تو سبھی اچھے ہوا کرتے ہیں۔"

رَسُولُ اللَّهِ مُصْطَبِرٌ كَرِيمٌ بِأَمْرِ اللَّهِ يُنْطِقُ إِذْ يَقُولُ،
 "برگزیدہ رسول اللہ، سراپا صبر ہیں۔ وہ جب بھی بولتے ہیں تو حکم ربانی سے بولتے ہیں۔"

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي لَوْيَا فَبَعْدَ الْيَوْمِ ذَائِمَةٌ تَدُولُ
 "کوئی ہے جو قریش سے جا کر کہہ دے کہ آج سے تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے گیا"

وَقَبْلَ الْيَوْمِ مَا عَرَفُوا ذَاقُوا وَقَالَعْنَا بِهَا يَشْقَى الْخَلِيلُ
 "ہاں آج سے پہلے ہم نے تم کو وہ خبر چھانے ہیں جن کو سن کر دوست کو اطمینان ہو جاتا ہے۔"

نَيْبُكُمْ ضَرْبَنَا بِقَلْبِ الْبَدْرِ غَدَاةَ آتَاكُمْ الْمَوْتَ الْعَجِيلُ
 "وہ بدر کا کنواں، وہ مار، وہ ناگہانی موت، تم آج بھول گئے۔"

غَدَاةَ ثَوِي أَبُو جَهْلٍ صَرِيحًا عَلَيْهِ الطَّيْرُ حَائِمَةٌ تَجُولُ
 "جب ابو جہل چاروں شانے چپت گر پڑا تھا۔ گدھ اس کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔"

وَعْتَبَةٌ وَابْنُهُ خَيْرًا جَمِيعًا وَشِيَّةَ عَضَاهُ السِّيفُ الصَّقِيلُ،
 "اسی طرح عتبہ بھی اس کا بیٹا بھی۔ اس طرح شیبہ بھی تلوار نے ان کی ٹکا بوٹی کر دی تھی۔"

ان کے دو فرزند تھے۔ عمارہ اور یعلیٰ۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلیٰ کے پانچ فرزند ہوئے، مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو لڑکیاں تھیں: ام الفضل اور امامہ۔ ام الفضل دختر حمزہ سے ایک حدیث عبد اللہ بن شداد نے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں، ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا تھا۔ اس کی ایک بیٹی، ایک بہن تھی۔ نبی ﷺ نے دونوں کو نصف نصف ورثہ دیا تھا۔ امامہ وہی ہے جن کے حق حصانت کی بابت حضرت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے تھے، حمزہ رضی اللہ عنہ مواخات میں میرے بھائی تھے۔ اس لیے لڑکی پر ورثہ کے لیے مجھے ملنی چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مدینہ تک ہودج فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سفر کیا ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کہتے تھے، یہ

میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ [1] یہ واقعہ 6ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

ابولہب بن عبدالمطلب

نبی ﷺ سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا۔ جب نبی ﷺ بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے، تب ابولہب قریب ہی کھڑے ہو کر چلایا کرتا، لوگو! اس کی نہ سنو، دیوانہ ہے۔

ابولہب جنگ بدر سے 8 دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جشہ مڑتا رہا، لیکن جب سرانڈھ سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اس کی لاش کو لمبی لمبی بیلیوں سے چار پائی سے نیچے گرا دیا اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جشہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ دُونُوں کا لقمہ ایک ہی وقت میں آگ کو مل گیا۔

اس کے چار بیٹے تھے، دو (2) بہ حالت کفر بری طرح تباہ ہوئے اور دو (2) عقبہ اور معقب رضی اللہ عنہما عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگ حنین میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معقب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔ درہ رضی اللہ عنہ بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ یہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں آئی۔ عقبہ، ولید اور ابو مسلم

درہ رضی اللہ عنہا ہی کے کطن سے ہیں۔ درہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث رسول ﷺ سے روایت کی ہے۔

إِنَّهُ، سُبَّحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ فَقَالَ اللَّهُ وَ أَمْرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْصَلَهُمْ لِرَوْحِيهِ۔ [2]

لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا جسے اللہ کا تقویٰ زیادہ ہو، جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا اور برے کاموں سے روکتا اور قرابت مندوں سے سلوک کرتا ہو۔

یہ حدیث بھی درہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب سے مروی ہے:

لا يؤذی حتی بمیت ”کسی مردہ کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جاسکتی۔“

عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب عم النبی ﷺ

نبی ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ کا نام تیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں جنہوں نے ”بیت الحرام“ کو حریر اور دیباچ کا لباس پہنایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جاہلیت میں بھی رکیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقاہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقاہ کے معنی تو مشہور ہی ہیں (پیاؤ لگوانا) مگر عمارت سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کو گالی گفٹا نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بیہودہ بات زبان پر نہیں لاسکتا تھا۔ [3]

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے، ان کی منگ بندی زور سے کس دی گئی تھی جس کی تکلیف کی وجہ سے وہ

[1] بخاری: 2699، مسلم: 1783، ترمذی: 1904، بیہقی: 8/5، اسد الغابہ: 19/7

[2] مستدرک: 26887-26888، [3] الاستیعاب، اسد الغابہ: 163/3

ہائے کرتے تھے۔ یہ آواز نبی ﷺ کے سبب مبارک تک آتی تھی اور آپ ادھر سے ادھر کر نہیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا عباس کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور ﷺ نے نہ سنی۔ فرمایا عباس کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔ فرمایا جاؤ سب اسیروں کے ساتھ بھی برتاؤ کرو۔^①

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما قدیم الاسلام تھے، لیکن انہوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکم نبوی ﷺ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اخبار کفار حضور ﷺ تک پہنچایا کرتے اور غریب مسلمانان مکہ کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ اظہار اسلام کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شامل ہوئے۔

اظہار اسلام سے پیشتر بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ کی معیت میں حاضر تھے۔ بدر میں عقیل اور نوفل برادرزادوں اور حارث برادر خورد کا فدیہ انہوں نے خود ادا کیا تھا۔ جنگ حنین میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما برابر مہترم رکاب نبوی ﷺ رہے۔ اسلام کے بعد نبی ﷺ ان کی نہایت حرمت و عزت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے: ہذا اخی و صوابی "یہ میرے تایا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں۔"^②

حضرت عباس رضی اللہ عنہما جو ادو معظم، اہل قرابت سے سلوک کرنے والے، صاحب رائے و تدبیر اور صاحب دعائے مستجاب تھے۔ انہوں نے 12 رجب (یا رمضان) 22ھ میں عمر 88 سال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کے فرزند یہ ہیں:

فضل، عبداللہ، عبید اللہ، معبد، عثم۔ عبدالرحمن (ام حبیب دختر) یہ سب تو ام الفضل کے بطن سے ہیں اور عمو بن عباس ایک دوسری ماں سے اور تمام دیگر ایک اور ماں سے ہیں اور حارث ایک اور ماں سے تھے۔

① فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابو الفضل اور ان کی ماں (لبابہ الصغریٰ) کی کنیت ام الفضل انہی کے نام پر ہے۔ یہ غزوہ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے اور غسل نبوی ﷺ میں شامل تھے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ خلافت صدیقی 13ھ یا قاروقی 18ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی ام کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اول امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

② عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے فرزندوں میں سے سب سے زیادہ مشہور، حبر امت اور ربی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ 68ھ میں ستر (70) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ وَ تَأْوِيلَ الْقُرْآنِ اِیْکَ حَدِیْثُ ③ میں الفاظ دعائے نبوی ﷺ یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَاَنْشُرْ مِنْهُ وَاَجْعَلْهُ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

① اسد الغابہ: 164/3، بخاری: 1468، مسلم: 983، ابوداؤد: 1623، نسائی: 2465، ابن خزیمہ: 2329، ترمذی: 3770

② بخاری: 3756، ابن ماجہ: 166، ترمذی: 3833، نسائی: 8178

مسروقؓ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایات سن کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے ان کو حاکم بصرہ مقرر کیا تھا۔ جنگ جمل و صفین و نہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی خدمت میں مع اپنے فرزندوں حسن و حسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس پر ان کے اشعار یہ ہیں:

أَنْ يَأْخُذَ اللَّهُ مِنْ عَيْبِي نُوْرَهُمَا فَيْسِي لِسَانِي وَ قَلْبِي مِنْهُمَا نُورٌ
قَلْبِي زَكِيٌّ وَعَقْلِي ذِي دَخَلٍ وَفِي فَمِي صَارِمٌ كَالسَيْفِ مَاتُورٌ

علوم و شعر و انساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث و فقہ و تفسیر میں امام تھے۔ خلفاء عباسیہ انہی کی اولاد ہیں۔ ابن عباسؓ نے ڈیڑھ ہزار (1500) سے کچھ زائد احادیث روایت کی ہے۔ خلفائے بغداد جن کی حکومت 122ھ سے 650ھ تک رہی، انہی کی نسل سے تھے۔

عالی جناب والا دو مان نواب صاحب بہاول پور اسی شاخ عالی سے ہیں۔

③ عبید اللہ بن عباسؓ یہ اپنے بھائی عبداللہؓ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰؓ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ 58ھ میں وفات پائی۔ اجداد الناس مشہور تھے۔

④ معبد، عہد نبویؐ میں پیدا ہوئے اور 35ھ میں بعد خلافت عثمان غنیؓ ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

⑤ حکم بن عباس عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ میں عبید اللہ اور حکم کھیل رہے تھے، نبیؐ وہاں سے گزرے۔ مجھے آگے اور حکم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم مکہ کر دیا تھا اور شہادت مرتضویؓ تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔ حکم سعید بن عثمان غنیؓ کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے۔ وہیں شہید ہو گئے۔

ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

كَمْ صَارِخٌ بِكَ مَكْرُوبٌ وَ مَارِحَةٌ يَدْعُوكَ بِإِقْنَمِ الْخَيْرَاتِ يَا قَسَمُ

ترجمہ: بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں تم ہی کو پکارتے ہیں۔

سب سے آخر میں نبیؐ سے یہی الگ ہوئے تھے یعنی لحد مبارک میں حضورؐ کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں یہی باہر نکلے تھے۔

⑥ کثیر، وفات نبویؐ سے چند ماہ پیشتر دس (10)ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیہ ذکی و فاضل تھے، ان کی ماں رومیہ (پورچین) تھیں۔

⑦ تمام، کثیر کے ماورزاو بھائی، اولاد عباس میں سب سے چھوٹے ہیں، بڑے بہادر حملہ آور تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کی جانب سے حاکم مدینہ بھی رہے، ان کی اولاد باقی ہے۔

8) عبدالرحمن، عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

9) ام حبیب، دختر عباس رضی اللہ عنہما کا نکاح اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ سفیان ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی برادر ہے۔

زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

آں حضرت ﷺ 24 سال کے تھے، جب ان کا انتقال ہوا۔ 1) حلف الفضول 2) کے قیام میں انھوں نے بہت سعی کی تھی، اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے۔ 3) ان کا ایک فرزند عبداللہ اور دو لڑکیاں: صبا اور ام حکیم صحابی ہیں۔ 4)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

جنگ اجنادین 5) میں جو بعد خلافت صدیق ہوئی، شہید ہوئے تھے۔ ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، جس سے واضح تھا کہ کیسی شجاعت کے بعد انھوں نے جان بچا کر فرار کر دی تھی۔ نبی ﷺ ان کو (ابن عی وجی) ”میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے۔“ 6)

عمات النبی ﷺ

1) ام حکیم بیضاء رضی اللہ عنہا عمتہ النبی ﷺ

حضرت عبداللہ و ابوطالب و زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔

ان کا نکاح کزیر بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے، جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے والی خراسان بنایا تھا۔ ام حکیم کی دختر اروی ہیں، جو عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ 7)

2) امیمہ رضی اللہ عنہا عمتہ النبی ﷺ

ان کا نکاح حمش بن رباب سے ہوا تھا۔ ام المؤمنین زینب اور ام حبیبہ اور حمندہ دختر ان اور عبداللہ بن حمش ان کے پسر ہیں۔ ام حبیبہ اہلیہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حمندہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے، دوسرا نکاح حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے، جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن حمش یوم احد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

1) انسان احسن جلد اول ص 135 2) حلف الفضول دیکھو کتاب رمیہ للعالمین جلد اول 3) طبقات کبیر جلد اول 4) الاستیعاب 5) زرقانی والا استیعاب 6) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ 241/3 7) زرقانی والا استیعاب

③ عاتکہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انہوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا، کافروں نے یہ خواب سنا تو خوب ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں، لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ "ابونیس" سے ایک پتھر اٹھایا اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرہ ذرہ ریزے ہو گئے ہیں۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا ہے۔ البتہ، ہوز ہرہ بچے رہے۔ ③ عاتکہ بمعنی طاہرہ ہے۔

④ صفیہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا۔ وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی تھے۔ اس نکاح سے حضرت زبیر پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ④ یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھے بھائی ہیں۔

سائب بن العوام رضی اللہ عنہ بھی ان کے فرزند ہیں، جو غزوات بدر و خندق میں اپنی شجاعت دکھا چکے اور جنگ یمامہ میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ انہوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔

انہوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کماں کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا۔ پھر بھی نہ روئیں، نہ چلائیں، بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

⑤ برہ رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا نکاح عبدالاسد بن بلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا۔ ابوسلمہ عبداللہ ان ہی کے فرزند ہیں، جو ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اول ہیں۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں کیا رہا ہوا (11) ہے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا حال ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے۔

⑥ اروولی رضی اللہ عنہا عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ اور ابن القیم رضی اللہ عنہ نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طلیب نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو اردنی خاتون نے کہا:

إِنَّ أَحَقَّ مَنْ وَالَزَّتْ وَ عَصَدَتْ ابْنَ خَالِكٍ لَوْ كُنَّا نَقْدِرُ عَلَى مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ لَمَنْعَاهُ وَ ذَيْنَاهُ عَنْهُ ⑥

”تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ہم عورتوں کو مردوں

⑥ ۱۱ شعیب ص: 723۔ ہوز ہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے۔ ② وہ دس (10) علیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ ③ طبقات ابن سعد

جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔“

اروی بن ابی لہب نے نبی ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

أَلَا يَأْسُؤُكَ اللَّهُ كُنْتَ رَجَائِنَا وَ كُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكْ جَافِيَا
كَأَنَّ عَلِيَّ قَلْبِي لَذِكْرٍ مُحَمَّدٍ وَمَا جَمَعْتَ مِنَ النَّبِيِّ الْمُحَاوِبِ ①

اروی بن ابی لہب کا نکاح عمیر بن وہیب بن عبد بن قصی سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند طلیب رضی اللہ عنہما قدیم الاسلام تھے۔ ان کا شمار مہاجرین اول میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ۔ بعض کے نزدیک طلیب رضی اللہ عنہما پہلے شخص تھے جنہوں نے راہ حق میں خون بہایا (بعض کے نزدیک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ہیں) جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ اولاد نہیں چھوڑی۔

سردار عبد اللہ والد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے دس (10) فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو تقرب الہی کے لیے ذبح کرے گا۔

جب عبدالمطلب کے گھر دس (10) فرزند پیدا ہو چکے، تب انھوں نے اپنی منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ الاگیا تو عبد اللہ کے نام نکلا۔ عبد اللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاة الہی کے لیے قربان ہونا قبول کر لیا، لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شقیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا:

كَلَّا وَرَبِّ الْبَيْتِ ذِي الْاَنْصَابِ مَا ذَبَحَ عَبْدُ اللَّهِ بِاَلْتَلْعَابِ
يَا شَيْبَ اِنْ الرِّيحَ ذُو عَقَابِ اِنْ لَنَا جِرَهُ فِى الْخَطَابِ

احوال صدق کا سود الغاب ②

حضرت عبد اللہ کے نہ خیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا:

يَا عَجَبًا مِنْ فِعْلِ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ وَ ذَبْحِهِ اِنَّا كَيْمُنَا لَالْذَّهَبِ
كَلَّا وَبَيْتُ اللَّهِ مَسْتَوِرِ الْحَجَبِ مَا ذَبَحَ عَبْدُ اللَّهِ فِينَا بِاللَّيْبِ ③

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبد اللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اسے اونٹ قربان کر دینے چاہئیں۔

قرعہ کا آغاز دس (10) اونٹوں سے کیا گیا۔ پھر بیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسی، نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ عبد اللہ کا نام نکلا، لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو (100) کر دی گئی، تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کا فدیہ اپنی منت کے بدلے میں سو (100) اونٹ قربان کر دیے۔

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر و ایران چین و افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔ ④

① سیرت، مولوی کرامت علی ② سیرت، مولوی کرامت علی ③ سیرت، مولوی کرامت علی ④ نیپال اور برہما کی وحشی اقوام میں اب تک جاری ہے۔ امجدون افریقہ میں بھی غالباً موجود ہے۔

عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خاص اللہ عزوجل کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتاً غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سردار عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اجراع کا شوق پیدا ہوا ہو اور اس شوق میں مامور و غیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انھوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔

اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایسے نذر سے سرخرو کیا اور عبداللہ کو بھی بچالیا۔ اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس (10) اونٹ مقرر تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو (100) اونٹ ہو گئی، گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پوری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں وہ چند ترقی ہو جانے سے وارداتِ نقل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہو گئی ہوگی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا موجب بن گیا۔

بے شک جس گرامی سردار کے فرزند کو حرمۃ للعالمین بننا تھا، اس کے آبائے کرام کا بھی بنو نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔ سردار عبداللہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرابطی و ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مر الخشعیمہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو (100) اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا، لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْوَدَّاتُ دُونَهُ، وَالْحَبْلُ لَا حَبْلَ فِيهِ،
فَكَيْفَ إِلَهِي إِلَّا الَّذِي تَبِعْتَهُ، يَحْمِي الْكُرَيْمَ عَرَضَهُ، وَدِينَهُ ۝

”فضل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مر جانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس لیے اعلان

ضروری ہے کہ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف آدمی کو لازمی ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔“

سردار عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لیے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالم آخرت کو سدھا رہ گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی اراہم نبوت تھا جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت اٹھی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الایمان حید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد کہلائے، صلی اللہ علیہ وسلم۔ سردار عبداللہ کا انتقال 25 سال کی عمر میں ہوا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز حکم مادری میں تھے۔

سیدہ آمنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہیں۔ ان کے والد ہنوز ہرہ کے سردار، قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہ نے اپنے چچا و بیب

کی حسانت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی قوم کا سید اور مطاع تھا۔

آبا ئہا	امہاتہا	
وہب	زہ	اب: عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی ﷺ ام: ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی
عبدمناف	قیلہ	اب: دخیر بنت ابن غالب بن حارث (من خزاعہ) ام: سلمیٰ بنت لوی بن غالب سلسلہ نمبر 10 آباء نبوی ﷺ
زہرہ	جمل	اب: مالک بن قصیہ بن سعد بن طیح (من خزاعہ) ام:
کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن سیل (من الازد) ام: ظریفہ بنت قیس

اس سلسلہ سے واضح ہوگا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں برادر شقیق تھے۔

سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت داری نورنبوی (محمدی) بن گئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو، میں نے ایسا ہی کر لیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گری پڑی تھیں، پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔

سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ بیٹ کے بچے کا نام احمد رکھنا، چنانچہ ماں نے آں حضرت ﷺ کا نام احمد ﷺ رکھا اور دادا نے محمد ﷺ تجویز کیا۔ پس محمد و احمد ﷺ دونوں مبارک نام حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔

اس خواب کے بعد ہی سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔ چنانچہ جب حلیمہ نے آں حضرت ﷺ کو گود میں لینے سے اس لیے تامل کیا کہ حضور ﷺ یتیم بچے ہیں، تو سیدہ آمنہ نے فرمایا:

يا ظيھر سيليٰ عني ابيك فانه، سيكون لكَ شانٌ -

”اے دایہ اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔“

حلیمہ بچے کو لے چلیں، تو سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے:

أَعْبُدُ بِاللَّهِ ذِي الْجَلَالِ مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَي الْجِبَالِ
حَتَّىٰ أَرَاهُ خَامِلًا الْحَالِ وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ إِلَى الْمَوَالِي
وَغَيْرَهُمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ

[1] ام حبیب کی ماں برو بنت عوف ثانی قلاب بنت حارث، پر ثانی امیہ بنت مالک، پر ثانی، کی ماں زب بنت ثعلبہ پڑ تانی کی تانی عائشہ بنت عامرہ پڑ تانی کی پڑ تانی یعنی بنت عوف بن قصی ہے۔ (ابن سعد) [2] دخیر کی ماں سلامہ بنت داہب ثانی امیہ بنت قیس بن ربیعہ پڑ تانی نجیدہ بنت عبیدہ ہے۔ [3] سلمیٰ کی ماں ماویہ بنت کعب بن اشجین ہے۔ [4] (ابن سعد) ابن سعد نے بروایت محمد بن علی یعنی ابن احنظلیہ روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنے والد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے: ”سمیت احمد“ یہ روایت مرفوع ہے۔

”میں اپنے بچے کو خدا و الجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک میں اپنے شتر پر سوار

دیکھوں اور دیکھ لو کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور در ماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے۔“

دو سال کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو مائی حلیمہ حضور ﷺ کو مکہ میں لائیں اس وقت مکہ میں وبا کی بیماری تھی۔ دانش مند والدہ نے حضور ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

پانچ سال کی عمر کے بعد مائی حلیمہ نبی ﷺ کو پھر واپس لائیں۔ اس وقت ماں نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے تمام دنیا کے سامنے نور حقہ روشن فرمایا، اپنے پاس رکھ لیا اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ نضیال کے طے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دارالناہضہ میں قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور ام ایمن بوڑھی بھی ساتھ تھی۔ ﷺ نبی ﷺ آپ ﷺ جب 47 سال کے بعد مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد کر کے ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی ایسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس قلعہ کے اوپر ایک پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا۔ بچے اسے اڑایا کرتے تھے اور اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بتائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔

سیدہ آمنہ ایک ماہ قیام یثرب کے بعد مکہ کو واپس ہوئی تو مقام ”ابوا“ پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ ﷺ غالباً بیمارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا اپنا کام کر گیا اور یہ پیکر محبت پھر زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی تربیت میں پیدمادر (ہرود) کے بارگاہ سے بیکدوش رہے۔ سیدہ آمنہ کے اشعار اپنے شوہر کی وفات پر درج ذیل ہیں۔

عَفَا جَانِبَ الْبَطْحَاءِ مِنْ ابْنِ هَاشِمٍ
دَعَتْهُ الْمَنَائِبُ دَعْوَةً فَاجَابَهَا
عَشِيْمَةٌ رَاحُوا يَحْمِلُونَ سَرِيْرَهُ،
فَإِنْ يَكُ عَائِلَةُ الْمَنَائِبِ وَرِيْبَهَا
وَجَاوِرَ الْحَدَا حَارِجًا فِي الْعَمَاءِ
وَمَا تَرَكَتُ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ
تَعَاوَزَهُ أَصْحَابُهُ فِي التَّرَاجِمِ
فَقَدْ كَانَ مُعْطَاءَ كَثِيْرٍ التَّرَاجِمِ ﷺ

ترجمہ: ”ہاشم کا ایک فرزند لٹھا کی جانب جا کر چھپ گیا۔ وہ لحد میں بہادروں کی بانگ و خروش کے ساتھ جا سویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس موت نے اس کا نظیر بھی دنیا میں نہ چھوڑا۔ اسکے دوست شام کے وقت اس کی لاش اٹھالے چلے، اور ازراہ محبت وہ نوبت بہ نوبت کا نہ ہا بدلتے اور اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کرو یا مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔“



ﷺ ام ایمن براءت بن ظہیر بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمر بن النعمان سردار عبداللہ کی بوڑھی خادمہ تھیں۔ نبی ﷺ کوورش میں لیں۔ نبی ﷺ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اسی بعد اسی اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ انکا پہلا نکاح عبیدہ خثعمی سے ہوا تھا جس سے ایمن پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جس سے اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ایام میں ام ایمن کی زیارت کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایمن غزوہ جنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہم اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی ثبات جرات کی تعریف کی ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ بہت محبت کیا کرتے تھے انھوں نے 54ھ میں وفات پائی ﷺ۔ یہ اندوہ کہہ کے درمیان ایک سخی کا نام ”ابوا“ ہے ﷺ طبقات ابن سعد جلد اول۔

آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ان زینہ تین (3) اور دختر ان طاہرہ چار (4) ہیں۔ ہر ایک کا جدا گانہ مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے:

(الف) ابناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

① قاسم علیہ السلام

پہلے مولود ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں خدیجہ طاہرہ زوجہ النبی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ”ابو القاسم“ ان ہی کے نام پر ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابو القاسم محمد کہلائے۔ ① بعض نے اس نئی کو زمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختص قرار دیا ہے۔

② عبد اللہ علیہ السلام

انہی کا لقب طیب و طاہر ② ہے۔ مکہ معظمہ میں بعثت نبوۃ کے بعد پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔ انہی کی وفات پر سورہ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ انکار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا نہیں رہا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور 45-17 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان میں ہے: ”میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدلاً باد تیری ستائش کریں گے“ (زبور 72-17) بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے: ”اس کا نام ابد تک رہے گا۔ جب تک آفتاب رہے گا، اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے، ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی۔“ زبور 72-15 بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان میں ہے۔ اس کے حق میں سدا دعا ہوگی، ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔

انہی بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن مجید کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا، جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا، بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچاتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان و تکبیر تشہد و صلوٰۃ، درود و کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

③ ابراہیم علیہ السلام

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع ③ نے جو سلمیٰ ④ دایہ کا شوہر تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک غلام عطا فرمایا اور بچہ کا نام اپنے جد بزرگوار خلیل الرحمن کے نام پر ”ابراہیم“ رکھا ہے۔ ام بردہ بنت المنذر بن

① کنز العمال 45267، منہاج احمد 2/260 ② میراثی خیال ہے کہ اس مولود مسعود کا لقب ”طیب“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تھا اور لقب ”طاہر“ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے۔ کیونکہ یہ بعثت نبوی کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے انہیں طیب اور طاہر کہا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اور بچہ نبوت کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ (مصنف) ③ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ④ سلمیٰ سیدہ مادر زبیر رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تمام بچوں کی قابلہ دایہ بھی یہی ہیں۔ سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کے غسل میں بھی مع اسماء بنت مسمیٰ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھی۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئی۔

زید الانصاری نے جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں۔ ان کو دودھ پلایا۔ نبی ﷺ نے ام بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ابھی ایام رضاعت باقی تھے کہ حوریاں فردوس کی چھاتیوں کا شیر پینے کے لیے خلد برین جاسد حارے۔ نبی ﷺ نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو گود میں اٹھایا اور زبان سے فرمایا: يَا اِبْرَاهِيمُ لَا تَغْنَى عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ﴿۱﴾ ابراہیم! حکم الہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں۔“ پھر ارشاد فرمایا:

لَوْلَا اِنَّهَا اَمْرٌ حَقٌّ وَ وَعْدٌ صِدْقٍ وَ اِنْ اٰخِرُنَا سَيَلْحَقُ اَوْلَانَا لِحُزْنِنَا عَلَيْكَ حُزْنًا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا وَ اِنَّا بِكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ وَ نَوْنٌ تَبْكِي الْعَيْنَ يَحْزُنُ الْقَلْبُ وَ لَا نَقُولُ مَا يَسْحَطُ الرَّبُّ ﴿۲﴾
 ”ہم جانتے ہیں کہ موت تو امر حق اور وعدہ صدق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ چیخے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے۔ دل میں غم ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کریں گے جو رب کو ناپسند ہو۔“

اتفاق یہ ہے کہ جس روز سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔ ﴿۱﴾ قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ سورج و خسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے، اب اس واقعہ پر کچھ کچھ مسلمان بھی کہنے لگے کہ سورج ابراہیم کی موت سے گہنایا گیا۔ نبی ﷺ نے یہ سنا تو خطبہ دیا۔

اِنَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَ لِكُنْهُمَا اَيَّانَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَادْرَا اَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا۔ ﴿۱﴾
 ”سورج، چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے، وہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

قَدْ كَانَ مَلَاةً مَهْدَةً، وَ لَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا وَ لٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ يَنْهَى لَانَ نَبِيِّكُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 ابراہیم سے بگھوڑا بھرا بھرا نظر آتا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا مگر زندہ کیسے رہتا، ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے آخری نبی ہیں۔ ﴿۱﴾

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے الفاظ ہیں:

مَاتَ وَ هُوَ صَغِيرٌ وَ لَوْ قَدِرَ اَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ لَعَاشَ وَ لٰكِنَّهُ، لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ﴿۱﴾
 ”وہ بچپن ہی میں مر گیا، اگر بتقدیر الہی میں یہ ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو وہ زندہ ضرور رہتا لیکن حضور ﷺ کے بعد تو کوئی بھی نبی نہیں۔“

﴿۱﴾ ابن ابی شیبہ: 3/393، مشکل الآثار لطحاوی: 4/293، ابن سعد: 88/1، اسد الغاب: 153/1، بخاری: 1303، مستدرک حاکم: 6825، ابن ماجہ: 1589

﴿۲﴾ بخاری: 1060، 1043، مسلم: 915، بخاری: 1043، 1060، مسلم: 915، سنن ابن ماجہ: 151، سنن ابن ماجہ: 1510

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ خاتون ہیں جو قبلی نسل سے ہیں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر شاہ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ کے ہم عصر شاہ مصر نے ماریہ کو خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ اس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عہد بت پرست و جبار تھا اور نبی ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی باشندگان مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔ اس واقعہ سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی۔ ”بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔“ [1] زبور 945 نیز یہ بشارت پوری ہوئی۔ [2] تریس اور جزیروں کے سلاطین ندریں لائیں گے اور سب اور اسیا کے بادشاہ ہدیے گزاریں گے۔“ زبور 72-10۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واقعہ ۱۰۰۰ اور ابن سعد رحمہ اللہ نے ولادت ابراہیم 8ھ اور وفات 10 ربيع الاول 10ھ تحریر کی ہے، اس پر ان کا اتفاق بھی ہے کہ یوم وفات کو سورج گرہن تھا۔

ان روایات میں ولادت کا ماہ و سال اور علی ہذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ صحیح صرف اس قدر ہے کہ 10ھ میں وفات پائی اور اس روز کسوف شمس تھا۔ مواہب لدنیہ میں 10ھ کے ساتھ تاریخ 28 یا 29 غالباً بتائی ہے مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی ﷺ نے کسوف کو ایتھن ایسات اللہ فرمایا ہے۔ پس مورخ کے لیے بھی یہ واقعہ از برائے صحیح تاریخ ایک آیت ہے۔ حساب لگایا گیا تو 10ھ کا سورج گراہن 29 شوال بروز و شنبہ مطابق 27/30 جنوری 632ء ثابت ہوا ہے۔ انڈین کروناچ اور انڈین آئے راکٹس اور انڈین کینڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گراہن کی تسلیم کی ہے۔ ہندوستان میں اس روز 28 شوال تھی۔ عرب کے حساب سے 29 ہو سکتی ہے۔ اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ تاریخ الافہام مطبوعہ مصر 1305ھ کے ص 10 پر اختیار کیا ہے۔

اب کہ تاریخ وفات 29 شوال 10ھ محقق ہو گئی تو امام بخاری کی روایت عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسند امام احمد کی روایت عن جابر پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عمر 17 یا 18 ماہ اور مسند میں پورے 18 ماہ بیان کی گئی ہے۔ پس ان روایات صحیحہ سے زمانہ ولادت متعین کر لینا چاہیے۔ 18 ماہ پہلے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاول 9ھ آئے گی۔ یہی مہینہ ولادت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہوا اس تحقیقات سے دیگر سب مختلف روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے جو سیدنا ابراہیم کی عمر اور تاریخ وفات کے متعلق ہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورہ کوثر کا نزول ان کے سامنے ہوا تھا۔ [3] اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورہ کوثر کا نزول مکرر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیم کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر منصب نبوت کی شان بھی دیکھو۔ سانس چھوڑتے وقت بچہ کو گود میں اٹھایا تو لا تُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا (اے ابراہیم ہم تیرے کچھ کام بھی نہیں آسکتے) کی کیسی زبردست تعلیم تو حید دی ہے۔

موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل، امر صدق، وعدہ حق اور الحاق آخر باول ظاہر فرمائی ہیں پھر دلی رنج اور رضائے الہی کا

[1] داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ ”ملک بھین کا ترجمہ ہے“ سب مورخین ماریہ خاتون کو ملک بھین بتاتے ہیں۔ پیشین گوئی بالا میں پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا آٹھ ملک بھین کی شان میں ہوگا۔

[2] تریس صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے۔ سہات ملک بھین کی آبادی میں اور اسیا سے ملک مصر کی آبادی میں مراد ہیں۔ غور کرو کہ ان سب کا اجتماع نبی ﷺ ہی پر ہوتا ہے۔ [3] لفظ کوثر پر خیال کرو۔ وفات عبداللہ اور وفات ابراہیم کے درمیان زمانہ کو بھی دیکھو اور اندازہ کرو کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت ترقی، عروج اور اشاعت ہوئی یہ بھی غور کرو زمانہ ماہد میں بھی اس کا ظہور کیا اہم و اکمل ہوا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس کی تکمیل اور بھی زیادہ ہوگی۔

ذکر فرمایا کہ انسان کی کمزوری اور ایمان کی طاقت و قوت کا بیان فرمایا ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاح عقیدہ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غم فرزند پر غالب آجاتا ہے اور نبی ﷺ کیسے سرعت و آمادگی سے وعظ و نصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب عام طور پر ایسی سوانح و مصائب میں لوگ اپنے آپ کو غم زدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ (وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ)

اس بیان کے خاتمہ پر ہم ایک جدول بھی شامل کرتے ہیں، جس سے 23 سالہ کسوف شمس کی تاریخیں معلوم ہو سکیں گی اور قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ عہد نبوت ﷺ میں کس کس تاریخ کو کسوف واقع ہوا۔ اس جدول سے علماء کو ان احادیث کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ جس میں صلوة کسوف کی مختلف و متعدد ہیئت بیان کی گئی ہیں۔

جدول ۱۱ کسوف شمس بست و سہ سالہ عہد نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
1	9	4	609	28	4	40 میلاد نبوی ﷺ
2	23	7	613	29	9	44 میلاد نبوی ﷺ
3	21	5	616	28	8	47 میلاد نبوی ﷺ
4	14	11	616	28	2	48 میلاد نبوی ﷺ
5	4	11	617	28	2	49 میلاد نبوی ﷺ
6	31	3	618	28	7	49 میلاد نبوی ﷺ
7	24	10	618	28	2	50 میلاد نبوی ﷺ
8	9	3	620	28	7	51 میلاد نبوی ﷺ
9	2	9	620	28	1	52 میلاد نبوی ﷺ
10	27	12	623	28	6	2 ربیع الثانی
11	15	12	624	28	6	3 ربیع الثانی
12	26	10	626	29	5	5 ربیع الثانی
13	21	4	627	28	11	5 ربیع الثانی

۱۱ یہ جدول برادر بجان برابر قاضی عبدالرحمن سلم الننان نے تیار کیا ہے۔ نقشہ جات و اوقات عظیمہ (ابتداءً سنین و شہور جو آخر کتاب میں ہیں) کی تصحیح بھی انہوں نے کی ہے۔ جزاؤ اللہ فی المدارین خیر اور موصوف قریباً 25 سال سے ہر سال نقشہ افکار و رسوم و اختتام سحری مرتب کر کے چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرتے ہیں اور ہندوستان کے مشہور بلاد کے اوقات اس میں درج کرتے ہیں۔ یہ نقشہ سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
14	15	10	627	28	5	6ھ
15	9	4	628	28	11	6ھ
16	3	10	628	28	5	7ھ
17	13	8	630	28	4	9ھ
18	7	2	631	29	10	9ھ
19	27	1	632	28	10	10ھ یوم وقات ابراہیم

بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں چار (4) ہیں۔ چاروں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن طاہرہ سے ہیں ﴿۱﴾ اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

﴿۱﴾ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: جو قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی ہیں۔

﴿۲﴾ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا: جو زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

﴿۳﴾ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا: جو رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

﴿۴﴾ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا: جو ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں 3 یا تین سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [33: الاحزاب: 59]

آیت بالانے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مومنات کو تین (3) اقسام پر منقسم فرمایا: ﴿۱﴾ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿۲﴾ بنات

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿۳﴾ نساء المؤمنین۔ یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ [33: الاحزاب: 5]

”ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔“

یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی اہلیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔

﴿۱﴾ 28 شوال 10ھ کے بعد کوئی کوفہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقع نہیں ہوا۔

﴿۲﴾ اسول کافی ص 278 چاپ نول کشور شیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب القمینی الرازی التونی شعبان 329ھ

درحقیقت یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت (5) میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے اصلی باپ کے نام سے بلا یا کرو اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے، اسی سورہ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتاتا ہے جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ ہوتیں، حالانکہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلام محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور منطوق الہی کے سامنے قیاس انسانی کی کیا منزلت؟

مع ہذا عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائب استعمال کیا ہے لفظ بنات نہیں۔ ﴿الغرض کلام اللہ کے لفظ بَسَاتِنَک نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرمادی ہے۔ اب ہم ہر ایک بنت النبی ﷺ کا جدا گانہ ذکر کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک 30 سال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابو العاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہو گئیں، مگر ابو العاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگ بدر میں ابو العاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبد اللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ بار بھیجا تھا جو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے اسلام نبوت میں کافران مکہ نے ابو العاص کو بہت اکسایا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے، مگر اس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے ابو العاص کے اس فعل کی توصیف شکرگزاری کے ساتھ فرمائی تھی۔

ابو العاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت نبی ﷺ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی اجازت دے گا۔ چنانچہ سیدہ اپنے والد مکرم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی مزاحمت ہمار بن الاسود نے نیزہ تان کر کی تھی۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے: ﴿۱﴾

﴿۱﴾ نبی ﷺ کے ربائب میں ام المومنین ام سلمہ کی لڑکیاں درجہ زینب، ام کلثوم اور ام المومنین ام حبیبہ کی دختر حبیبہ ہیں۔ دیگر ازواج النبی ﷺ میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ سے 4ھ میں ہوا ہے اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح 6ھ ہجری میں۔ اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو ربائب النبی ﷺ ہونے کا درجہ 4ھ سے پیشتر حاصل تھا اور سیدہ زینب بنت النبی ﷺ کا مذکورہ جنگ بدر کے (جو 2ھ میں ہوئی) فدیہ یا سیران میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنی والدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا تھا اور ام کلثوم و رقیہ بنت النبی ﷺ کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابواب کے حاضرانہ اعمال میں آتا ہے پھر ہر بنت النبی ﷺ کا استعمال حیات نبوی ہوا۔ مگر مذکورہ بالا ربائب ارتحال نبوی کے بعد درج تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں جس کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔

﴿۱﴾ مشکل الآثار 45، البدایہ والنہایہ 3/331، تاریخ الخلفاء لخطاری: 1/8، تاریخ دمشق 1: 297

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ هِيَ بِمِيرِي بَنِيوں میں افضل ہے۔ میرے لیے اسے مصیبت پہنچی۔

ابوالعاص کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، ان کی مدح میں ابوالعاص کے دو شعر ہیں:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا رَكِبْتُ ارْمَا فَكَلَّمْتُ سُقْيَا لِشَخْصٍ يَسْكُنُ الْحَرَمَا
بُنْتُ الْأَمِينِ جَزَاءَهَا اللَّهُ صَالِحَةً وَكُلَّ بَعْلٍ سَيِّئِي بِالَّذِي عِلْمَا

”مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز شاداب رہے۔ زینب تو امین کی بیٹی صالحہ ہے اور ہر ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس سے معلوم ہیں۔“

ابوالعاص 6ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے، اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا۔ اس لیے ابوبصیر و ابو جندل کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جاگزیں تھے۔ [1] اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کر لیا مگر ابوالعاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدہ ہامدہ یزید پہنچا، نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی۔

إِنِّي قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ فِي ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں۔

یہ آواز اس وقت سنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا گویا تم نے بھی کچھ سنا جو میں نے سنا ہے۔ سب نے عرض کی۔ ہاں فرمایا:

أَنَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلِمْتُ بِشَيْءٍ كَانَ حَتَّى سَمِعْتُ مِنْهُ مَا سَمِعْتُمْ إِنَّهُ، يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ إِذْنَاهُمْ.
اللہ کی قسم! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ بس میں نے یہ آواز تمہارے ساتھ ہی سنی ہے۔ اور پناہ دینے کا حق تو ہر آدمی مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

پھر نبی ﷺ گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

أَيُّ بَنِيَّةٍ أَكْرَمِي مَوَاهِدًا وَلَا يَخْلِصَنَّ إِلَيْكَ فَإِنَّكَ لَا تَحْلِينَ لَهُ،

”بیٹی! ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ، خود اس سے الگ رہو تو اس کے لیے حلال نہیں۔“

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے۔ تب نبی ﷺ نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ مَنَّا بِحَيْثُ عَلِمْتُمْ وَقَدْ أُصِيبْتُمْ لَهُ، مَا لَا وَهُوَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ وَأَنَا أَحِبُّ
أَنْ تُحْسِنُوا وَتُرَدُّوا إِلَيْهِ مَالَهُ الَّذِي لَهُ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ فَإِنَّكُمْ أَحَقُّ بِهِ۔ [2]

”اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو۔ تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے تو یہ داد الہی ہے۔ مگر میں پسند کرتا ہوں

[1] ابوبصیر قریشی تھے۔ اسلام لانے، قریش نے نبی ﷺ سے زیر معاہدہ حدیبیہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے ان کو حوالہ کر دیا۔ یہ راہ میں سے بھاگ گئے اور ابو جندل کے پاس جا ٹھہرے۔ جب ابو جندل کے پاس نبی ﷺ کا فرمان آیا تو ابوالعاص پہنچا تب یہ (ابوبصیر) بستر مرگ پر تھے۔ نامہ نبوی ﷺ ہاتھ میں لیا۔ اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر گئے۔ اس پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ابو جندل کا حال رحمۃ اللعالمین جلد اول میں ملاحظہ کرو۔ عہد فاروقی میں غازیان اسلام میں شامل تھے۔ [2] مستدرک حاکم 5038، دلائل النبوة 4: 84، المغازی لمؤدقہ 2: 562

کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو، لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔“

لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی تکمیل کی رسی بھی واپس کر دی۔ ابوالعاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا سی چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ اور رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا اللہ تجھے جزائے خیر دے، تم تو نبی کریم ﷺ کے سبب ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی لو میں اب خلعت اسلام سے ملبس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔ وہ مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے چھ (6) سال کی مفارقت کے بعد نکاح اول پر ہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کر دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال 8ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کے غسل میت کی کیفیت مشہور شیر دل صحابیہ ام سلیمان رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔۔۔ [1] یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بمانہ ذی الحجہ 12ھ وفات پائی۔ ان کا لقب جرولہطاء تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لطن سے ایک فرزند علی اور ایک دختر امامہ نام پیدا ہوئی تھی۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم و نسائی و ابوداؤد میں ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار ان کو اَحَبُّ اَهْلِي الْاُمَّی (اہل بیت میں میری سب سے پیاری) فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ سبط الرسول کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوا لیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی ﷺ کے ناقہ پر حضور ﷺ کے ردیف تھے۔ ہنوز عقداں بلوغ تھا کہ رنعت بخش علیین ہوئے۔ [2]

<http://mujahid.xtgem.com>

صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور ﷺ کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور ﷺ کو بلارہی ہے اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا جاؤ لڑکی سے کہ دو:

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَ لَكَ مَا اَعْطٰی وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔

اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر و حکیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا، کہا وہ حضور ﷺ کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ چل پڑے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس تو زہر ہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا! [3]

غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول رضی اللہ عنہ ہی کی وفات کے متعلق ہے۔ [4]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ پھر جب موئی علی رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہ کو وصیت فرمائی کہ وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے جو حارث عم النبی ﷺ کے پوتے تھے کر لیں۔ وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ حسن کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہ کے لطن

[1] بخاری و مسلم کی روایات میں ”ام سلیمان“ کی بجائے ”ام سلمیہ“ کا نام مروی ہے دیکھئے بخاری 1250، 1252، مسلم: 2168، 2176 [2] ماخذ: استیعاب ہے۔

[3] بخاری: 3125، 1284، ابن ماجہ: 1588، ابن حبان: 461، مسند امام احمد: 204/5 [4] حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات 8 ہجری میں ہوئی۔

سے ہوا تھا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی:

أَحْسَنَ زَوْجَيْنِ رَاهِمَا إِنْسَانٌ رَقِيَّةٌ وَ زَوْجُهَا عُثْمَانُ (سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے دو رقیہ و عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔)
اس نکاح پر سعدی بنت کرز العسبیہ رضی اللہ عنہا صحابیہ کے یہ اشعار ہیں:

هدى الله عثمان الصفي بقوله فارشده والله يهدى الى الحق
فبانع بالراى السيد محمدا و كان ابن اوى لا يصدعن الحق
والنكحه المبعوث احدى بناته وكان كبد في مازح الشمس فى الافق
فداؤك يا ابن الهاشمين مهجتي فانت امين الله ارسلت فى الخلق

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے شاہ راہ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا۔ حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے:

إِنَّهُمَا لَأَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بَعْدَ لُوطٍ وَ إِبْرَاهِيمَ ۝

لوط و ابراہیم رضی اللہ عنہما کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے 2ھ میں چچک لگی اور اسی مرض میں انکا ارتحال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت سیدہ صاحبہ فرات تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت سیدہ کی مدفنیں بھری تھیں۔ عمر بوقت وفات اکیس (21) برس تھی۔ سیدہ کے کلمن سے ایک فرزند عبد اللہ تھا۔

عبد اللہ سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔ ان کی عمر چھ (6) سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونک ماری، زخم پک گیا، آخر والدہ کی یادگار بھی آغوش مادر میں جا سو یا۔

③ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری دختر ہیں۔ 3ھ میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی لیے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا، کیوں کہ ختمیت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینہ قلب بنائے گئے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا، یہ جبریل ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے

عظیمہ کرہ جڑے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر خاص کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں:

بَا قَلَّ اللهُ قَوْمًا كَانَ أَرْهَمُ قَلَّ الْإِيمَانُ الزَّكِيُّ الطَّيِّبُ الرِّدْنُ
مَا قَلَّبُوهُ عَيْسَى ذَنْبِ الْمِ بَسْ إِلَّا السُّدَى تَطَلَّقُوا زَوْرًا وَ لَسْمُ تَكُنْ

بعد وستان میں عثمان شہید رضی اللہ عنہ کی لسل کثیر پائی جاتی ہے۔ اور دیگر جملہ اسلامی ممالک میں بھی۔ خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پائی تھی، پینچھ تینتی وقت قاضی ثناء اللہ پائی تھی پینچھ شمس العلماء مولوی رحمت اللہ مہاجر پینچھ (مصنف از اللہ اوہام وغیرہ) اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن پینچھ اسی دو دو مان عالی سے ہیں۔

④ مستدرک حاکم: 6849

بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔^[1]

جن دنوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا، انہی دنوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دختر حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئی تھیں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا۔ انھوں نے انکار سا کر دیا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رنج کا اظہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أَدُلُّ عُمْتَانَ عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّهُ مِنْهَا وَادْلَهَا عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَهَا مِنْ عُمْتَانَ۔^[2]
عثمان رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہ سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروق کو ام المومنین رضی اللہ عنہا ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمان غنی کو ذوالنورین کی عزت حاصل ہوئی۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے اولاد نہ ہوئی۔ 9ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وفضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مراسم تدفین پورے کیے۔

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دو چشمان نورانی میں پانی تھا۔

[3] سیدۃ النساء العالمین فاطمہ رضی اللہ عنہا

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لظن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، ان کی ولادت غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں (41) سال میں ہوئی۔^[4]

سیدہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھنے گئے، وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر لارکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔^[5]
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد احد سے پہلے ہوا تھا۔

جنگ احد میں سیدہ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ سیدہ میدان جنگ میں پہنچیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو چلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔^[6]

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ بیماری بیٹی کیا حال

[1] مستدرک حاکم، 6860، اسد الغابہ، 7/374، ازالۃ الغلط، 223، [2] مسند احمد، 6/283، اسد الغابہ، 7/677

[3] (الاستیعاب) واضح ہو کہ اسوال الکافی میں شیخ محمد کلینی نے ولادت سیدہ 5 نبوت بتائی ہے اور عمر بوقت وفات 18 سال 75 یوم بعد از وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ولادت امام حسن 2ھ بتائی ہے۔ ائمہ میں صورت عمر سیدہ بہ وقت ولادت امام حسن صرف دس سال ہوتی ہے اور اگر ولادت امام حسن 3ھ مان لی جائے جیسا کہ اسی کتاب کی دوسری روایت ہے تب عمر سیدہ 11 سال ہوگی۔ اسی لیے میں نے الاستیعاب کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ مدائنی نے ولادت سیدہ 5 سال قبل از نبوت اور عمر بوقت وفات 29 سال تحریر کی ہے۔

[4] بخاری، 3854 [5] مسلم، 4075

ہے؟ انھوں نے فرمایا مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شے بھی نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:
 يَبْنِيَةٌ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ قَالَ يَا بِنْتُ قَايْنُ مَرْيَمُ بِنْتُ عَمْرَانَ قَالَتْ تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ
 عَالَمِيَّهَا وَ اَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِيْكَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ رَوَّجْتُكَ سَيِّدَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ [1]
 ”بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء العالمین کی سیدہ ہو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: باوا جان! امریم ﷺ کدھر گئیں؟
 فرمایا: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا اور آخرت میں
 سید ہے۔“

ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نفل
 پڑھ کر پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے
 کہ نساء اہل الجنت کی سردار مریم رضی اللہ عنہا اور پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر آسیہ رضی اللہ عنہا زین فرعون ہیں۔ [2]
 ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب
 باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ بوسہ دیتے، مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی
 طرح ملا کرتی تھیں۔ [3] ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو صحیح بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی ﷺ کا جایا ہو۔ [4]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جمیح بن عمیر صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟
 عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ انھوں نے پوچھا مردوں میں سے کون تھا؟ جواب دیا: شوہر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور یہ بھی بتایا کہ علی رضی اللہ عنہ تو
 بڑے صوام و قوام تھے۔ [5]

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا
 ہے، مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ اسماء نے کہا میں نے حبشہ
 میں ایک دستور دیکھا ہے، تمہیں دکھاتی ہوں، پھر انھوں نے جمہور کی تازہ شاخیں منگوا کر چار پائی پر لگا لیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بہت خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ مرد عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ جب میں مر جاؤں تب تو
 اور علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی وفات شب سہ شنبہ (منگل) 3۔ رمضان المبارک 11ھ کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت
 عمیس زوجہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا۔ [6] حضرت عباس رضی اللہ عنہما یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اہل

[1] حلیۃ الاولیاء ج 2/ 42، حاکم: 157/3، تہذیب الاشراف: 1346، ترمذی: 3887، [2] ترمذی: 3881، 3882، 3883، ابوداؤد: 5217، مستدرک حاکم: 4753
 [3] مستدرک حاکم: 4756، [4] ترمذی (ان کما علمتہ) کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ سوال و جواب بعد از وفات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہوئے تھے۔ ام المومنین کو دیکھو وہ
 سائل کو کس طرح حضرت سیدہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے فضائل بتاتی ہیں اور ان کو اَحْسَبَ النَّاسِ الرَّسُولِ ظاہر کرتی ہیں۔ ترمذی: 3883، تہذیب
 الاشراف: 16054، [5] الاستیعاب، بیان سلمیٰ خادمہ رسول غسل سیدہ میں سلمیٰ خادمہ رسول مولاۃ صفیہ بنت عبدالمطلب بھی شامل تھیں۔

ہیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے جا لیں۔

سیدہ کی عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ہشام نے دریافت کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا تیس (30) سال کلبی نے کہا: پینتیس (35) سال۔ ہشام نے کہا: ابو محمد سنتے ہو کہ کلبی جو تاریخ میں سربراہ اور وہ ہے کیا کہتا ہے، انھوں نے کہا میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجئے اور کلبی کی ماں کا حال کلبی سے پوچھ لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پہلے مجھے بتایا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر بتایا کہ میں (فاطمہ رضی اللہ عنہا) حضور ﷺ کو خاندان کے سب اشخاص سے پہلے جا کر ملوں گی، اس پر میں خوش ہو گئی تھی۔ [1]

وفات نبوی پر سیدہ رضی اللہ عنہا کے اشعار ہیں:

إِنَّا لَقَدْ نَاكَ لَقَدْ الْأَرْضِ وَإِبْلَهَا
وَعَابَ مُذْغِبَتْ عَنَّا الْوَحْيَ وَالْكِتَابَ

”ہماری محرومی حضور ﷺ سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا۔ جب سے آپ ﷺ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلام الہی کا انقطاع ہو گیا۔“

لَقَيْتَ قَبْلَكَ مَكَانَ الْمَوْتِ صَادَقْنَا
لَمَّا نَعِبْتُ وَحَالَتْ دُونَكَ الْكُتُبَ

”کاش! حضور ﷺ کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب میں نے حضور کو پوشیدہ کر دیا تھا، میں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔“ [2]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ہمیشروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ہی ان کی ذریت چلی اور ان ہی کی ذریت سے ائمہ العظام ہوئے، جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے، ﷺ۔

سیدہ کے بطن اطہر سے امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے حالات علیحدہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چالیس ہزار (40000) درہم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح جانی عون بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔

زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے۔ تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی، چند روز مضروب رہ کر رہ گئے عالم بقا ہوئے۔ [3]

سیدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ میدان کربلا میں اپنے برادر مکرم محم حسین علیہ السلام کے ہمراہ

تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا اور اہل بیت حسین علیہ السلام کی حضانت فرمائی اور اعداء اشقیاء کو خوب خوب جواب دیے۔ ان کے فرزند عدی بن عبد اللہ بن جعفر بھی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدہ نساء العالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھا دیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے۔ جنھوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ ہر دو کا انتقال نہایت صغریٰ میں ہو گیا تھا۔ اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ملتے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر میں بھی اختلاف ہے۔ [1] بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسعت دی گئی۔ تب یہ جگہ شامل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔ امام حسن، امام زین العابدین اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔

مسعودی نے مروج الذهب میں تحریر کیا ہے کہ 304ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا، جس پر یہ تحریر تھا:

هَذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ -

مرویات

[1] نسائی میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے لا کر دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار نبی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں۔ انھوں نے ہار فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے راہ حق میں آزاد کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمد للہ فرمایا۔

[2] فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا نے اپنی جدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي ابْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا چاہیے۔ اور خروج مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیے رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ بدل لینا چاہیے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ روایت میں ارسال ہے کیوں کہ فاطمہ بنت الحسین نے اپنی جدہ کو نہیں دیکھا۔ [3]

[3] ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے، یہ ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک روز ابن عبد الواحد سے فرمایا، میں تجھ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات کہوں جو سارے کتبہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیاری تھیں۔ ابن الواحد نے کہا: ہاں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے، پانی کے لیے منگوا کر دیا کہ گردن پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انھیں ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم اپنے ابا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو۔ فاطمہ گئیں، مگر وہاں ہجوم تھا نہ سکیں۔ اگلے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود آئے اور دریافت فرمایا کیا ضرورت تھی؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا ہوں۔ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں

[1] اس پر مکمل بحث میرے سفر نامہ حجاز میں ملے گی۔ [2] ترمذی: 314، 315، ابن ماجہ: 771، مسند احمد: 283، 283/6

نشان پڑ گئے ہیں اور منگ اٹھاتے اٹھاتے گردن پر، میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضور کے پاس جائیں اور خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔
نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي اللَّهُ يَا فَاطِمَةُ وَأَدَى قَرِيضَةَ رَبِّكَ وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكَ وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا
وَ ثَلَاثِينَ وَ أَحْمِدِي ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِينَ وَ كَبِّرِي أَرْبَعًا وَ ثَلَاثِينَ فَذَلِكَ مِائَةٌ هِيَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ خَادِمٍ ①

”اے فاطمہ! اتقویٰ اختیار کرو۔ فرائض الہی ادا کرو، اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو تب 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ 34 بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو (100) ہو گیا۔ یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔“

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رَضِيتُ عَنِ اللَّهِ وَعَنِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔
میں اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَلَمْ يَخْدُمَهَا فَاطِمَةُ رَضِيَتْ كَوَ خَادِمَةٍ نَدَى۔

اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کنبہ کی معیشت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم اور نبی ﷺ کی اپنے لیے اور اپنے أحب اہل کے لیے دنیا و اموال دنیا سے علیحدگی و برأت بخوبی آشکارا ہو گئی۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ

④ ایک اور روایت ہے جسے ابن عدی و ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ مَنْ يَمْنَعُكَ أَنْ تَسْمَعِي مَا أَوْصِيكَ بِهِ أَنْ تَقُولِي يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ وَلَا
تَكْلِبْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ ②

مطلب یہ ہے کہ اس وظیفہ کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ وَلَا تَكْلِبْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ،

ترجمہ: اے زندہ رہنے والے، اے قائم رکھنے والے، میں تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ تو میرا ہر کام درست فرما اور مجھے آکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا۔ ③

ابنائے فاطمہ رضی اللہ عنہا

① امام حسن رضی اللہ عنہ سبط النبی ﷺ

نصف رمضان 3ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ کا نام سووہ بنت مسرح الکندیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مینڈھے ④ حقیقہ کے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔

① بخاری: 3705، 5361، مسلم: 2727، ابوداؤد: 2988، ترمذی: 1/411

② اتحاف السنیہ: 5/66، کنز العمال: 3918، میزان الاعتدال: 2448، الکامل فی الصحفہ: 4/1636، صحیح الترمذی و الترمذی: 273/

③ ابوداؤد: 2841، نسائی: 7/165، عہد الرزاق: 7862، ابن الجارود: 911، 912، نسائی: 9/299، ابن حبان: 1061

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ امام حسنؓ کا نصف پیکر بالائی اور امام حسینؓ کا نصف پیکر زریں نبی ﷺ سے

مشابہ تر تھا۔ [1]

احادیث صحیحہ سے یہ تو اتر ثابت ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا:

ان ابني هذا سيدٌ وَعَسَى اللَّهُ ان يَبْقِيَهُ حَتَّى يَصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے

اندر صلح ہو جائے۔ [2]

سند امام احمد میں امام حسنؓ سے دعائے قنوت روایت کی گئی ہے۔

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوُتْرِ أَلْهِمَّ اهْدِنِي فِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِي مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِي مَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَدُلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعُزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ حَاطَمٍ كِي رَوَايَتٍ فِي الْفَاظِ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَتْرِي هِيَ

امام ترمذی نے لکھا ہے: وَلَا نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ شَيْءٌ أَحْسَنَ مِنْ هَذَا [3]

امام حسنؓ حضرت عثمانؓ کی نصرت میں مہارت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں سے تھے۔ علی

مرقظیؓ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار (40000) سے زیادہ بہادروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ سب وہ تھے جو حضرت

علیؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ ان لوگوں کو حضرت امام حسنؓ کی اطاعت و محبت کا ذوق پہلے سے زیادہ تھا۔ چار ماہ

تک امام ہمام نے عراق و عرب اور ماوراءخراسان تک کی خلافت فرمائی اور پھر معاویہؓ کی جانب کوچ کر دیا۔ حضرت معاویہؓ بھی

ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا تقابل ہوا تو امام حسنؓ کا دل رحم منزل سمجھ گیا کہ جب تک ان دونوں میں ایک فوج فنا نہ ہو

جائے گی تب تک لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ تو سخت خون ریزی ہے۔ اس لیے معاویہؓ کو کھلا بھیجا کہ میں اس شرط پر کہ اس کے بعد حکومت

امام حسنؓ کی ہوگی صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تھوڑی ہی روکد کے بعد گفتگو ختم ہو گئی اور کوفے کی جامع مسجد میں امام حسنؓ نے

بہ ماہ جمادی الاولیٰ 41ھ میں امیر معاویہؓ کو خلافت کی حکومت سپرد فرمائی۔

ابو عامر سفیان بن یحییٰ ایک شخص جو کوفے کا باشندہ اور بوڑھا تھا اس نے امام حسنؓ کی خدمت میں آ کر کہا: اَسْلَمَ

عَلَيْكَ يَا مُدِلُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت امام نے فرمایا ابو عامر ایسا نہ کہو، میں نے جو کچھ کیا مومنوں کی ذلت کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کیا کہ

محض سلطنت کے لیے مومنین کا قتل کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ حکومت چھوڑ کر امام حسنؓ مدینہ منورہ کو جا رہے تھے جب بیمار ہوئے تو

انہوں نے فرمایا کہ مجھے کئی دفعہ زہر پلایا گیا۔ اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔

امام حسینؓ نے پوچھا بھائی از ہر کس نے دیا؟ امام حسنؓ نے فرمایا پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا اسے قتل کرو

[1] ترمذی 3788/1، 108، 99/2 بخاری: 2704، ابوداؤد: 4662، 37/5، سنن ابی یوسف: 44، سنن ابی داؤد: 107/3، مسند حمید: 793، ترمذی 3782

[2] ابوداؤد: 1425، 1426، سنن ماجہ: 1178، بخاری: 3773/1، سنن خزیمہ: 1098، 1096

گئے؟ فرمایا: ہاں۔ اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کی نسبت میرا گمان ہے، تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں، تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث کی روایت فرمائی ہے، ان میں سے (1) دعا قوت (2) انا ال محمد لا تحل لنا الصدقة ہے (3) ”ہم ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ جائز نہیں“ (3) امام احمد، ترمذی و دارمی و نسائی نے یہ حدیث بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً روایت فرمائی ہے۔ ذُعْ مَا يُرِيكَ إِلَى مَا لَا يُرِيكَ فَإِنَّ الصَّدَقَ طَمَآئِنِيَةٌ وَإِنَّ الْكُذِبَ رِيئَةٌ۔ (4) ”شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دو اور شک میں نہ ڈالنے والی کو اختیار کر لو کیونکہ سچ اطمینان کا باعث اور شک جھوٹ ہو سکتا ہے۔“

آخری وقت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے عائشہ ام المؤمنین سے ایک بار ڈکریا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں، انھوں نے مان لیا تھا مجھے وہم ہوتا ہے کہ مبادا انھوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو، اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا، ہاں میرا یہ بھی خیال ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے قبیح الغرقہ ہی میں دفن کر دینا۔

جب امام حسن رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اجازت مانگی تو انھوں نے کہا: نَعَمْ وَكَسْرًا هَذَا هَا! اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔ مروان حاکم مدینہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنا تو بولا کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو تو انھوں نے قبرستان میں بھی دفنانے نہ دیا اور آج حسن رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ (5) حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ نے 46 سال کی عمر میں یہ ماہ ربیع الاول 59ھ میں وفات پائی (6) اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں روایت ابی بکرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: وَإِنَّهُ، وَرِيحَانِيَّتِي مِنَ الدُّنْيَا (7) ”یہ میرے دنیا کے پھول ہیں۔“

اور حسین شہیدین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں یہ حدیث ہے:

إِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ”یہ دونوں نوجوان بہشت کے سردار ہیں۔“ (8) دوسری حدیث ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا (9)

”اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما۔“

(1) مسند احمد: 1727 (2) ترمذی: 218، نسائی: 5711، ابن خزیمہ: 2347، شعب الایمان: 5747، مسند احمد: 1725، دارمی: 245/2، مصنف بیہقی کی بات تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے کیونکہ اس وقت مدینہ کے گورنر سعید بن عاص تھے۔ اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ حجرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین سے روکنے کی حرکت مذموم مروان بن حکم نے ہی کی تھی (4) مروان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ منجانب باغیان قوم جو ظلم و ستم ہونے اس میں اہل بیت نے بھی کوئی حصہ لیا تھا مگر یہ بہتان عقیم ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے افعال کو چھپانے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بزرگ نام کو سپر بنا لیا تھا ورنہ ان کو عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی مناسبت نہ تھی۔ (5) ماخوذ از الاستیعاب ص: 142۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات 50ھ کے قریب ہوئی تھی۔ اس طرح ان کی عمر 46 سال بنتی ہے۔ ان کی پیدائش 3ھ کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات 58ھ ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ان کی زندگی میں ہوئی تھی۔ انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت میں دفنانے پر رضامند کیا تھا۔ (6) بخاری: 3753، ابی انسیر: 85، ترمذی: 3779، احمد: 9385/2 (7) ترمذی: 3790، نسائی: 193، ابن خزیمہ: 1194، ابن ماجہ: 391/5، ترمذی: 3791، کنز العمال: (34280)

امام حسن رضی اللہ عنہ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر علامہ ابن القیم رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے، جو دلچسپ ہے:

ایک شخص کو گرفتار کر کے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی، یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔

اس شخص نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال کر لیا اور انھوں نے قصاص کا حکم دے دیا اتنے میں ایک شخص اور دوڑا دوڑا آیا اور اس نے خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کیا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے اقبال جرم کیوں کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی، میں نے سمجھا ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں قصاب ہوں، میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرے کو ذبح کیا تھا، گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا، میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اقبال جرم کر لینا ہی بہتر جانا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا: اس نے کہا کہ میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بطع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی، میں گوشہ میں جا چھپا۔ اتنے میں پولیس آ گئی۔ اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ امیر المؤمنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَانَتْ مِثْلَ نَفْسٍ كَثِيرَةٍ﴾ [5: المائدہ: 32] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ کو قبول فرمایا، دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔ [1]

اولاد امام حسن رضی اللہ عنہ

امام ہمام کے بارہ (12) بیٹے تھے:

- 1) زید
- 2) حسن ثقی
- 3) حسین
- 4) طلحہ
- 5) اسماعیل
- 6) عبداللہ
- 7) حمزہ
- 8) یعقوب
- 9) عبدالرحمن
- 10) ابوبکر
- 11) قاسم
- 12) عمر

پانچ بیٹاں تھیں:

- 1) فاطمہ
 - 2) ام سلمہ
 - 3) ام عبداللہ
 - 4) ام حسین رملہ
 - 5) ام الحسن
- امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زید۔ حسن الثقی۔ حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی۔ مگر حسین اور عمر کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اب دنیا میں زید اور حسن ثقی کی اولاد باقی ہے۔
- اولاد حسن رضی اللہ عنہ میں سے عمر، قاسم اور عبداللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

[1] الطریق الحکم فی السیاسة الشرعیة لابن القیم ص 52 مطبعہ الآداب مصر۔

① زید بن حسن علیہ السلام (المتوفی 120 ہجری)

ان کی ماں کا نام قاطمہ بنت ابوسعود عقبہ بن عمرو بن عبدالمطلب الخزرجی الانصاری ہے۔ حضرت زید کے فرزند ابو محمد حسن سلطنت منصور میں امیر مدینہ منورہ ہو گئے تھے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز حضرت خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بھی حضرت زید بن حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کا حزار بمقام گلبرگہ (علاقہ سرکار والی نظام خلد اللہ ملکہ) ہے۔

② حسن ثنی علیہ السلام (المتوفی 97 ہجری)

ان کی والدہ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن کمی بن مازن بن فزارہ ہیں۔ صدقات علی مرتضیٰ علیہ السلام کا اہتمام حضرت حسن ثنی ہی کے متعلق تھا، یہ میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہو گئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد ان کو سکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء بن خادج فزاری نے ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کر لی اور یہ اچھے ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام کی دختر فاطمہ ان کے نکاح میں تھی جس سے ابراہیم الغمر، حسن مثلث اور عبداللہ محض پیدا ہوئے تھے۔ یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اور میں نہیں پایا جاتا۔

http://mujahid.xtgem.com

ایک روایت سے داؤد جعفری اور فرزند بھی تھے۔

③ عبداللہ محض شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے۔

ان کے پانچ فرزند تھے: (1) محمد ذی النفس الزکیہ (2) ابراہیم (3) موسیٰ الجون (4) سلیمان (5) اور لیس۔

محمد ذی النفس الزکیہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا۔

ابراہیم بن عبداللہ محض نے بھی دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چار ہزار (4000) درہم بطور امداد بھیجے تھے، ان کے بیٹے حسن اور ان کے فرزند عبداللہ مشہور ہیں۔ دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔

عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے۔ شیخ الجلیل امام اولیاء ابوصالح سیدی الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل سے ہیں۔

④ سادات لفظ عاشق (471) ہے۔ سنین عمر لفظ کامل (91) ہے۔ سادات لفظ معشوق الہی (562) سے برآمد ہوتا ہے۔ مثلی المذہب تھے۔ کرامات کثیرہ کی روایات تو ان کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ ذات گرامی تک شہتی ہوتا ہے۔

تذہب سے چند کتابیں ملتی ہیں۔ سید عبدالوہاب شہرانی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے کہ سید الشیخ جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک روز مجھے نور عظیم نظر آیا جس نے الفح کو چمپا لیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا: عبدالقادر میں حیرت میں حیرت میں اور تیرے لیے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے حسین دور۔ دور۔ اسی وقت وہ نور مٹتے ہوئے گیا اور وہ صورت بن گئی۔ پھر آواز آئی عبدالقادر تیرے رب نے تجھے علم دیا اور منازل احوال کا تعلق عطا کیا۔ اس لیے تو سچ گیا اور نہ سزا بل طریق کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا یہ سب کچھ یہ فضل ربی ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور کیوں کر سمجھ لیا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا اس فقرہ سے کہ جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار للشہرانی نے سب عالی اس طرح بیان کیا ہے۔ شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ الزائد بن

محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰ علیہ السلام۔

- ② ابراہیم الغمر بن حسن ثقی کا لقب غمر کثرت جوہ کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ابو اسماعیل کنیت ہے۔ 145ھ میں 69 سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ ان کی نسل اسماعیل دیباج سے جاری ہے۔ اسماعیل دیباج کی کنیت ابو ابراہیم اور لقب شریف الخاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزند انج اور ابراہیم طباہبا سے جاری ہے اور بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ سادات بنو معیہ کے سلسلہ نسب انہی میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ بنو معیہ میں سے سید عماد الدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔
- ③ حسن المکثت بن حسن ثقی کی کنیت ابویہی ہے۔ 149ھ میں وفات پائی۔ ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔
- ④ داؤد بن حسن ثقی کی والدہ رومیہ ہیں۔ یہ اور امام جعفر صادق باہم رضیع تھے اور یہی صدقات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے متولی تھے۔ ان کی نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنت امام زین العابدین ہیں۔ سلیمان کی نسل چار فرزندوں:
- (1) موسیٰ (2) داؤد (3) الخلیق (4) حسن، سے دنیا میں موجود ہے۔
- ⑤ جعفر بن ثقی کی کنیت ابوالحسن ہے۔ 70ھ میں وفات پائی۔
- ان کا بیٹا حسن تھا، جس کی نسل عبداللہ اور جعفر ملقب بہ نثار اور محمد الشلیق سے جاری ہے۔ قزوین۔ راونڈ، مرانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

② امام حسین رضی اللہ عنہ سبط الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام حسن رضی اللہ عنہ کے برادر خورد ہیں۔ 5 شعبان 4ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔
واقعی ہجرت وغیرہ کا قول ہے حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سے 50 یوم بعد حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں استقرار پایا تھا۔ امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت ہے: لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحُسَيْنِ وَالْحُسَيْنِ إِلَّا طَهْرًا وَاحِدًا۔
مصعب الزبیری سے روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس (25) حج پیادہ کیے تھے۔ یہ روایت الاستیعاب کی ہے۔ الکافی میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے بیس (20) حج پیادہ کیے تھے۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایات شہیدین سعیدین کے متعلق صحیح معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ صورت تطبیق یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے بیس (20) حج اکٹھے کیے ہوں گے۔ امام حسین کے پانچ (5) حج زائد ہیں یہ غالباً بعد از وفات امام حسن رضی اللہ عنہ ادا کیے ہوں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسین رضی اللہ عنہ بچہ ہی تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اس وقت حسین رضی اللہ عنہ کے قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت قدم پر تھے۔ پھر فرمایا، چڑھو، چڑھو۔ حسین اوپر کو چڑھے جاتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا کہ منہ کھولو۔ انھوں نے منہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا منہ چوم لیا اور زبان سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُ فَاَتَيْتِيْ اَحِبُّهُ الْبِيْتِ اِسْمِ اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

امام زہری رضی اللہ عنہ نے (باسناد عن علی بن الحسین عن ابیہ) امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نبوی روایت کی ہے۔

① حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ میں صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا۔ ان روایات سے معلوم ہو گیا کہ یہ خلیفہ ہات مشہور ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ والہ طہرہ میں صرف چھ ماہ ٹھہرے تھے کیوں کہ ابتدا و انتہا سے حمل کی تاریخوں کا عین ہو چکا ہے۔ اسد الغابہ 2/ 27، بخاری 3749، مسلم 58، 2422، ترمذی 3792، ابوالمنذر 86

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَنْعِنِي ①

”انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ نا کارآمد چیز کو ترک کر دے۔“

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہار سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں ممتاز تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ سنا اور کچھ عرصہ تک اس کا ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے نہ کیا۔ پھر جب میں نے ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پیشتر ہی دریافت کر چکے اور سن چکے تھے، بلکہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زائد معلومات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔ ②

مسند احمد و سنن ابوداؤد میں ایک حدیث مرفوعاً حسین علیہ السلام سے مروی ہے:

إِنَّ لِللِّسَانِ حَقًّا وَإِنْ جَاءَ عَلَيَّ فَرَسٌ ③

”سائل کا حق قائم ہو جاتا ہے خواہ وہ گھوڑے پر ہی سوار آئے۔“

امام حسین رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار اپنی بیوی رباب بنت امری القیس الکلبی ④ اور اپنی بیٹی سکینہ ⑤ جو رباب کے بطن سے ہیں، انشاء فرمائے تھے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي لَأُحِبُّ أَرْضًا	تَحَلَّى بِهَا سُكَيْنَةَ وَالرَّبَابَ ⑥
أَحْبَبْتُهَا وَأَبْدَلْتُ جُلَّ مَالِي	وَلَيْسَ لِعَقَابِ عِنْدِي عِتَابُ
فَلَسْتُ لَهُمْ وَإِنْ غَابُوا مُضِيعًا	حَيَاتِي أَوْ يُعَيِّنِي التُّرَابُ
كَأَنَّ الْكَيْلَ مَطْوً مَوْلَى لَيْلِي	إِذَا ذُرْتُ لِكُحَيْبَةَ وَالرَّبَابَ

نبی رباب کی محبت میں اشعار ارشاد فرمائے گئے وہ بھی مہر وفا کی پتلی تھی۔ امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس یہ مقام نکاح بھجوائے مگر انھوں نے انکار ہی کر دیا۔ صاحب الاغانی نے سند متصلہ کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو شہادت کے بعد کہے گئے روایت کیے ہیں۔

ان الذی کان نور استضاء به	بکربلاء قتیل غیر مدفون
سبط النبی جزاک الله صالحه	عنا و جنبت خسران الموازین

① ترمذی: 2318، ابو نعیم فی الحلیہ: 10/171، تہذیب الاشراف: 13/316۔ ② شاکل ترمذی: 8۔ ③ مسند امام احمد: 1732، ابوداؤد: 1665۔

④ صاحب الاغانی نے عوف بن خالد المزنی سے روایت ہے کہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک آنج۔ امیر محض لوگوں کو چیرتا ہوا آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ امراء القیس الکلبی ہے۔ جس نے کبر بن وائل پر بیچ کا حملہ کیا تھا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے پوچھا رباب کیا چاہتے ہو؟ دو بولا اسلام۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مسلمان بنایا اور اسے شام کے رہنے والے بنو قریظہ کا سردار بنا دیا اور رایت سرداری عطا کر دیا۔ امراء القیس اس مجلس سے اٹھا تو اس کے سر پر آیات سرداری لہرایا ہوا سی وقت وہاں چل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حسین کو لیے ہوئے اس کو راہ میں مل گئے۔ امراء القیس سے فرمایا میں علی رضی اللہ عنہ ہوں میرے یہ دو بیٹے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری قربت ہو جائے۔ امراء القیس بولا، میری تین بیٹیاں ہیں، بچیاؤ علی کو، سلمیٰ حسن کو اور رباب حسین کو دیتا ہوں۔ اس طرح رباب امام حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں۔ ⑤ سکینہ صیدہ الثغر ہے۔ ان کا نام امیر بایبند ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے نکاح ہوئے۔ اول عبد اللہ بن حسن بن علی سے ہوا تھا۔ ایک نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا تھا۔ ایک لکھ کا امیر ادا کیا گیا۔ یہ لفظ ہے کہ سکینہ کا انتقال زندان شام اور بچپنے میں ہو گیا تھا۔ ⑥ پہلے تین شعر اغانی سے اور چوتھا روض الاصف سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: بیچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے۔ میں ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عتاب کی پروا نہیں کرتا۔ گو وہ یہاں موجود نہیں ہیں مگر میں خود ویرداشت سے بے خبر تر ہوں گا جب زندہ ہوں اور جب تک مٹی مجھے چھپانہ دے گی۔ جب سکینہ و رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوئی ہوں تو رات ایسی ہی نظر آتی ہے کہ گویا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہے۔

قد كنت لى جلا صعبا الوزبه
من لى عامى و من لى سائلين و من
والله لا ابتغى صهرا بعدكم
و كنت تصحبا بالرحم والدين
يعنى و يباوى اليه كل مسكين
حتى اغيب بين الرمل والطين

حضرت امام ہمام کی شہادت بروز جمعہ عشرہ محرم 60ھ کو میدان کربلا میں جسے طف بھی کہتے ہیں۔ آغاز وقت زوال میں ہوئی۔

انا لله وانا اليه راجعون

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: 173]

”واقعہ ہانڈ کربلا کا مکمل بیان میں نے لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ اسی کتاب میں شائع کیا جائے مگر احباب کے مشورہ سے قرار پایا کہ اسے علیحدہ شائع کیا جائے تاکہ تھوڑی قیمت پر بہت ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس مضمون میں واقعات کو تنقید صحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اصل خطوط کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور شہداء کے اسماء اور قبائل کی تحقیقات کی گئی ہے۔“

اولاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ

<http://mujahid.xtgem.com>

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اس مبارک علی ہے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین، سجاد، ذوالشقات لقب پڑ گئے تھے۔ واقعہ کربلا میں عمر مبارک 23 سال کی تھی۔ 38ھ میں پیدا ہوئے۔ 95ھ میں وفات پائی۔ ان کی والدہ بنت یزید جرد ہیں۔ جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔

امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں ① محمد باقر ② عبداللہ الباہر ③ زید الشہید ④ عمر الاشراف ⑤ حسین الاصغر ⑥ علی الاصغر سے باقی ہے۔

دو بیٹیاں: ام کلثوم و خدیجہ تھیں

ام کلثوم: کانکاح داؤد بن حسن شمی سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا۔ سلیمان کی نسل داؤد، اسحاق اور حسن سے جاری ہے۔
خدیجہ کانکاح محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبداللہ، عبید اللہ، عمر پیدا ہوئے۔ نسل باقی ہے۔

عبداللہ الباہر بن زین العابدین رضی اللہ عنہ

امام باقر کے برادر شقیق ہیں، ان کی نسل محمد الارقط سے جاری ہے۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، اسماعیل۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حسین ① ان اشعار کا مضمون اول حضرت حسان بن علی کے فحش اشعار سے لیا گیا ہے۔ ترجمہ اشعار یہ ہے: وہ نور جو روشنی پہیلا تا تھا کربلا میں محتول پڑا ہے۔ اسے کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ اسے سیٹ نبی اللہ تھے ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ میزان عمل کے نمران سے پچائے گئے۔ تم میرے لیے بلند پہاڑ کی چوٹی تھے جس کی بنا دیا کرتی تھی۔ (یہ محاورہ حضرت داؤد کی زیور میں بکثرت ہے) آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ رحم اور دین کا تھا۔ اب قیہوں کا کون ہے؟ اب فقیروں کا کون ہے؟ اب کون رہ گیا ہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے۔ اب میں اس قربت کے بعد اور کوئی خوشی پسند نہ کروں گی۔ حتی کہ ریت اور مٹی کے تودوں میں جا چھپوں۔ فقط۔

اور محمد۔ یہ نسل رے، قم، جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زید الشہید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ ام ولد تھیں، انھوں نے عہد سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، رے، جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے پانچ ہزار (5000) شخص تھے۔ جب یوسف ثقفی نے ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا کہ **رَفَضُونَا الْيَوْمَ اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔ آپ 15 صفر 121ھ کو اس جنگ میں زخم تیرے شہید ہوئے تھے۔**

ان کے چار فرزند تھے۔ بچی جو 18 سال کی عمر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ایک دختر تھی، باقی تین فرزندوں حسین، ذی الدمعہ، عیسیٰ موتم الاشبال، محمد سے نسل جاری ہے۔ [1]

حسین ذی الدمعہ نے 135ھ میں وفات پائی۔ نسل کثیر باقی ہے اور کسختل، سنجل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔

عیسیٰ موتم الاشبال کی نسل چار فرزندوں: احمد، زید، محمد، حسین عصارہ سے جاری ہے۔

سادات بارہ بلگرام کا نسب محمد بن عیسیٰ تک بنتی ہوتا ہے۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ السنونی 1200ھ اسی نژاد عالی سے ہیں۔

عمر الاشرف بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

زید شہید کے برادر شقیق ہیں۔ ان کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی۔ ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجر، ابو محمد الحسن تھے۔ نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے۔ جو ام ولد ہیں۔ حسین الاصغر نے 157ھ میں وفات پائی۔ یثرب میں دفن ہوئے۔

① عبد اللہ ② عبید اللہ الاعرج ③ علی ④ ابوالحسن ⑤ سلیمان

سے نسل باقی ہے۔ حجاز و عراق، شام و مغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ان کی نسل افطس سے جاری ہے۔ افطس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن مکتوف، عبد اللہ الشہید سے جاری ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ

محمد نام، باقر لقب، ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم، وافر الحکم، جلیل القدر تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیث عن جابر رضی اللہ عنہ در بارہ حج موجود ہے۔ [2] جس سے دو سو (200) کے قریب مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ صحاح و سنن میں ان کی مرویات خوب ملتی ہیں۔ ولادت مدینہ میں 57ھ میں، وفات 114ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

[1] دست بدست لڑائی میں شہر کو ہلاک کیا تھا۔ موتم الاشبال 'سچا گان شہر کو تہمت بنانے والا' لقب پڑ گیا۔ [2] مسلم 2950

واقعہ کربلا میں تقریباً تین سال کے تھے، ان کی نسل صرف امام جعفر صادق سے جاری ہے۔ ان کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسن علیہ السلام ہیں۔
امام جعفر صادق علیہ السلام

جعفر نام، صادق لقب، ابو عبداللہ کنیت ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں، جو ابو بکر صدیق علیہ السلام کے پوتے، قاسم الفقیہ کی بیٹی ہیں۔ ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق علیہ السلام ہیں۔ اسی لیے امام جعفر صادق فخر فرمایا کرتے تھے۔ وَكَذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ مَرَّتَيْنِ مَجَّهٌ وَلَا دَتَ فِي ابْنِ ابِي بَكْرٍ سِوَايَ -

وافر العلوم، کثیر الفیض تھے۔ دو اوین، احادیث و سنین میں ان کی مرویات اور فتاویٰ موجود ہیں۔ ولادت 83ھ۔ وفات 148ھ۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کی نسل پانچ فرزندوں ① موسیٰ کاظم ② اسماعیل ③ علی العریضی ④ محمد المامون ⑤ ائلیق سے جاری ہے۔

① اسماعیل: اپنے والد کے فرزند اکبر ہیں۔ اسماعیلیہ ان ہی کو جعفر صادق کے بعد امام مانتے ہیں۔ ہزہا یمنس (His Highness) مسٹر آفاخاں بالقباء کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی نسل دو فرزندوں محمد اور علی سے جاری ہے۔

علی لقب ضیاء الدین کے سلسلہ نسب میں مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صاحب کلیری علیہ السلام ہیں۔

② علی العریضی بن امام جعفر صادق کی نسل چار فرزندوں: ① محمد ② احمد اشعرانی ③ حسن ④ جعفر الاصغر سے جاری ہے اور خلق کثیر موجود ہے۔

③ محمد المامون یا محمد وساج۔ انھوں نے دعویٰ خلافت بھی کیا تھا۔ مامون الرشید نے ان کو گرفتاری کے بعد معاف کر دیا تھا۔ ان کی نسل علی القارچی، قاسم، حسین سے جاری ہے۔ اکثر مصر میں پائے جاتے ہیں۔

④ ائلیق بن جعفر صادق، مؤتمن لقب، ابو محمد کنیت، امام موسیٰ کاظم کے برادر شقیق ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ ان کو امام مانتا ہے۔ ان کی نسل محمد، حسن، حسین، تین فرزندوں سے جاری ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

موسیٰ نام، کاظم لقب۔ ابو الحسن اور ابو ابراہیم کنیت تھی۔ ان کی والدہ کا نام حمیدہ ہے، جو ام ولد تھیں۔ ولادت 128ھ مقام ابواء۔ وفات 6 رجب 183ھ کو، مقام بغداد ہوئی۔

یہ 23 بیٹیوں اور 37 بیٹوں کے والد ہیں۔ فرزند ان نرینہ میں سے عبدالرحمن، عقیل، قاسم، یحییٰ، واؤد و ولد تھے۔ سلیمان، فضل، احمد کے صرف اولاد دختر تھی۔

حسین، ابراہیم الاکبر، ہارون، زید، حسن کی اولاد کے متعلق علماء نسب میں اختلاف ہے۔

علی، ابراہیم الاصغر، عباس، اسماعیل، ائلیق، حمزہ، عبداللہ، عبید اللہ، جعفر کی نسل جاری ہے۔

سلطان البند خواجه بزرگ سید معین الدین حسن نخجری علیہ السلام جمیری المتوفی 6 رجب 623ھ امام موسیٰ کاظم ہی کی اولاد ہیں۔

امام علی الرضا علیہ السلام

علی نام۔ رضا لقب۔ ابو الحسن کنیت ہے۔ ولادت 148ھ۔ وفات بہ ماہ صفر 203ھ بہ عمر پنجاہ و پنج (55) سال۔ مزار مشہد

مقدس میں ہے۔ ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے۔

امام محمد الجواد رضی اللہ عنہ

محمد نام،، جواد لقب،، ابو جعفر کنیت، ولادت 195ھ وفات آخری ذی قعدہ 220ھ ہمر 25 سال سُرْمَن رَای میں انتقال فرمایا۔ علی الہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔

موسیٰ المبرقع کی نسل ان کے فرزند احمد سے جاری ہے۔ مضافات لکھنؤ خیر آباد، سفیدوں، پانی پت، سامانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

امام علی النقی رضی اللہ عنہ

علی نام۔ عسکری لقب، ہادی وثقی علم، ابو الحسن کنیت ہے۔ سُرْمَن رَای میں ہمر 41 سال 6 ماہ وفات پائی۔ ولادت نصف ذی الحجہ 212 جمادی الاخر 254ھ۔

دو فرزندوں ابو عبد اللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔

[1] ابو عبد اللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب کذاب بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائی حسن عسکری کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کی اولاد ان کو جعفر ثواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو 'رضوی' کہلاتے ہیں۔

ابو عبد اللہ کنیت ابو کرین بھی ہے۔ کرساٹھ قنیر (بچوں) کو کہتے ہیں۔ چون کہ وہ 120 بچوں کے والد تھے اس کنیت کی وجہ سے پکارے جاتے تھے۔ ان کی وفات 271ھ میں ہوئی۔ ان کی نسل کا صرف چھ فرزندوں سے جاری ہونا پایا جاتا ہے۔ اسماعیل حریف۔ یحییٰ الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔

بارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امر وہ مشہور ہیں۔

علی الختار کی اولاد میں سے سادات بھکر میں قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ المتوفی 14 ربیع الاول 635ھ اسی شاخ سے ہیں۔

محمد نازک اور سید جلال الدین بخاری نزیل ہند انہی علی الختار کی اولاد ہیں۔

اور یس بن جعفر کی نسل قاسم سے جاری ہے۔ اولاد 'قواسم' کہلاتی ہے۔

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

حسن نام۔ عسکری لقب۔ ابو محمد کنیت۔ ولادت بمابہ رمضان 232ھ والدہ کا نام حدیث ہے جو ام ولد تھیں۔ وفات 8 ربیع الاول 260ھ کو سمرن رائل میں ہوئی۔

ایک فرزند محمد المہدی نصف شعبان 255ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ جو سمرن رائل کے قار میں بہ عمر چار سال غائب ہو گئے تھے۔

فرقہ اثنا عشریہ ان کو زندہ تسلیم کر کے امام مانتے ہیں۔ امام زمان دوران کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ﴿١﴾

ازواج النبی ﷺ کے حالات قلم بند کرنے سے پہلے اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے جو عیسائی لوگ ایک سے زیادہ بیوی کے متعلق ظاہر کیا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے جواز و عدم جواز کی بحث صرف دو ہی پہلو سے کی جاسکتی ہے۔

① قانون مذہب

① قانون: اس مسئلہ کا فیصلہ یورپ کے لیے اور طرح کرتا ہے اور ایشیاء کے لیے اور طرح، ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیوی کی شخصیت کو تو انہیں، دیوانی اور فوجداری میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو چانداد کے متعلق ہوں دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثاء قانونی کے تسلیم کرتی ہے اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔

یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیر دفعہ 494 تعزیرات ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی تھی کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں اور اس شخص کو بھی محرم ٹھہراتی ہیں جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔

ہندوستان کی ہائی کورٹوں کو یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانون پولی گمی (Poly Gamy) کے بالکل خلاف ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی انصاف رساں عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیاء کو یورپ سے متمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے۔ ﴿٢﴾

② اب اس مسئلہ پر مذہب کی رو سے غور کرنا ہے۔ مذہب کا سرچشمہ ملک ایشیاء ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہیں۔

ایشیاء کے مشہور مذہب

ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لہجے۔

① سری رام چندر جی کے اولاد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں:

◆ پنڈت رائی کوشلیا والدہ رام چندر جی

① سلوات کے یہ الفاظ بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیے ہیں۔ ﴿٢﴾ دفعات 366,363 کو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں، نیز دفعہ 498 کو اس نظیر میں بھی شامل کر لیتا چاہیے۔ ہماری اس دلیل کے خلاف یہ جواب درست نہیں ہوگا کہ ہندوستان کی عدالتوں نے اس بارے میں ہندوستان کے رواج کی خلاصہ بیرونی کی ہے کیوں کہ اگر ہمارے واقعات قانون اسی مسئلہ کو قطعاً محرم اخلاق سمجھتے تو اس کا ضرور کلی اسناد کر دیتے۔ خواہ رسم اور رواج اس کی تائیدی میں پائے جاتے۔ اسناد اور سنی کے متعلق گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بناتے ہیں۔ تعدد شوہران کے بارہ میں ان عدالتوں کا بھی رویہ ہے۔ اگرچہ ان علاقہ جات کے لوگوں نے رسم و رواج کو تائید میں بار بار پیش کیا ہے۔ ان نظار پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دلیل صحیح ہے۔

- ♦ رانی سمھرا والدہ چھمن جی
♦ رانی کیکنی والدہ بھرت جی
- ② سری کرشن جی کی، جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے۔ سینکڑوں بیویاں تھیں۔
③ راجہ پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جد اعلیٰ ہے، دو بیویاں تھیں۔
♦ نکنتی والدہ یدہ شتر و بھیم سین وارجن
♦ مادری والدہ نکل و سہدیو
- ④ راجا شتن کی دو بیویاں تھیں:
♦ گنگا والدہ بھیکم
♦ ستیوتی والدہ چتر انگد و چھتر ایرج پسران شتن۔ نیز
والدہ بیاس جی۔ پسر پراشر کھیشر
- ⑤ چھتر ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔
♦ امیکا والدہ دھرتراشت۔ پسر بیاس جی
♦ امبالکا والدہ پانڈو۔ پسر بیاس جی
♦ لونڈی والدہ بدر۔ بن بیاس جی

منہاج نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تعدد ازواج

اب اس مسئلہ کو منہاج نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دیکھ لینا چاہیے۔
عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو ظلیل الرحمن تسلیم کرتے ہیں ② حضرت یعقوب علیہ السلام کو خدا کا
اسرائیل اور نہایت برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں۔ ③
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نہیں اٹھا جس سے
اللہ آمنے سامنے آسانی کرتا۔ ④
ہم حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بائبل میں یہ فقرہ پڑھا کرتے ہیں: ”خدا نے اس سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا
باپ ہوا۔“ ⑤
حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت عیسائی مانتے ہیں کہ خدا نے اسے فرمایا تھا: ”میں نے ایک عاقل اور سمجھدار دل تجھ کو بخشا۔ ایسا
کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا“ ⑥ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ بھی کہا تھا: ”وہ

① لالہ لاجپت رائے انجمنی نے اپنی کتاب کرشن چرچ میں صرف 18 زانیہاں تسلیم کی ہیں۔ ہمارے مدعا کے لیے یہ تعداد بھی کافی ہے۔

② یعقوب کا بیٹا شمول انجیل 2/22 ③ توارخ 22/10 خروج ④ استثناء 34/10 ⑤ زبور 2/7 ⑥ اساطین 3/12

میرا بیٹا ہوگا، میں اس کا باپ ہوں۔“ (1)

حوالہ جات بالا کے بعد ہم یہ وثوق اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انبیاء صدر کے افعال منہاج نبوت کے ثابت کرنے میں محکم ترین دلائل اور بہترین نگائر ہیں۔

اب انبیاء صدر علیہم السلام کے متعلق ملاحظہ ہو

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں:

(1) سیدہ ہاجرہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 16/4

(2) سیدہ سارہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 18/15

(3) تھورہ خاتون۔ کتاب پیدائش 25/1

حضرت یعقوب اسرائیل علیہ السلام کی چار بیویاں:

(1) لیاہ۔ کتاب پیدائش 29/23

(2) زلفہ۔ کتاب پیدائش 29/23

(3) راضل۔ کتاب پیدائش 29/28

(4) بلہ۔ کتاب پیدائش 29/29

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں:

(1) سفورہ خاتون۔ کتاب خروج 2/21

(2) حیشیہ

(3) ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون 1/16

(4) ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون 4/16

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیویوں کا جواز

جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا، ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انھیں اسیر کر

لائے۔ (10)

اور ان اسیروں میں خوب صورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جوڑو بنائے۔ (11)

تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ (12)

تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھرا اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس

کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اس کا خصم بن اور وہ تیری جوڑو بنے۔ (13) (3)

حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں

حضرت داؤد علیہ السلام کی 9 بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ 2 دس حرموں کا ذکر 3 اور پھر ان کے علاوہ اور 4 جو روؤں کا ذکر بائبل سے حسب صراحت ذیل ملتا ہے۔

نمبر شمار	نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزند ان کے نام
1	اختوم	1۔ سموئیل 26/23	آنٹون، پہلو تھا اس سے پیدا ہوا۔
2	ابلی جیلی	2۔ // //	کلیاب اس سے پیدا ہوا۔
3	میکل بنت ساول بادشاہ اسرائیل	1۔ سموئیل 18/27	بے اولاد
4	معدہ بنت تلمی بادشاہ حصور	2۔ سموئیل 3 باب	اہسلوم، اس سے پیدا ہوا۔
5	حجیت	// // //	ابلی سلوم۔ او دنیاہ پیدا ہوئے
6	ابیطال	// // //	سقطیاہ پیدا ہوا
7	عجلاہ	// // //	تیرعام اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ داؤد کے مندرجہ بالا فرزند بمقام حمرن پیدا ہوئے تھے 2۔ سموئیل 3 باب
8	بنت سبع دختر ایجام	2۔ سموئیل 26,3/11	حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے پیدا ہوئے۔
9	ابلی شاگ	2۔ سموئیل	
10	دس حرمین داؤد کی	2۔ سموئیل 20/30	

دیگر داؤد نے حمرن سے آ کر بیروٹھم اور حمرین دیگر اور جو روئیں کیں۔ 2

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار (1000) عورتیں

اس کی سات سو جو روئیں بیگمات اور 300 حرمیں تھیں۔ 3

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ اللہ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور ان کی کثرت زوجات کی بنیاد پر عیسائیوں نے ان انبیاء علیہم السلام کی تقدیس میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم ابھی اور مثالیں پیش کریں گے۔ حزقیل نبی کی کتاب کا 22 باب نکالو اور 1 تا 4 دس پڑھ جاؤ۔ 22/1 خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا:

22/2 اے آدم زاد، دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔

1 داؤد نے ان کو ایک صورت میں یہ سزا دی کہ ان کے پاس نہ گیا وہ مرتے دم تک قید میں رہیں اور نرٹاپے میں دن کاٹے 2 سموئیل 20/3

3 2 سموئیل 5/13 - 11/3 سلطین

23/4۔ ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن کا اہولیہ اور وہ میری جو روئیں نہیں اور بیٹے اور بیٹیاں جنہیں۔

اس کلام میں خدا نے ایک سے زیادہ عورتوں کو جو روئیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔

عیسائی کہیں گے کہ یہ کلام تمثیلی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کا جو رو بنانا خدا کے نزدیک پسند نہ ہو تو تمثیلی بھی اس فعل کو اپنی جانب منسوب نہ کرتا۔

اس کے بعد انجیل متی کا 25 باب پڑھو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کی خبر میں دس (10) کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ (5) نے دولہا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں اور پانچ (5) جو پیچھے رہ گئی تھیں، ان کے لیے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ ہوتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن (Milton) تو اسی تمثیلی سے ایک سے زیادہ بیوی کے جواز کا قائل تھا۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاج نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاء علیہم السلام نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔

اگر کوئی شخص اب بھی ہمارے ساتھ تہجد بالا میں متفق نہیں ہے تو اسے عبرانیوں 13/4 پڑھنا چاہیے۔

بیاہ کرنا سب میں بھلا ہے اور بستر ناپاک نہیں

یہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا۔

یہ درس صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرتا ہے۔

① بیاہ

② زنا

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناپاک بستر ہے تو کیا وہ یہ بھی اقرار کرنے کو آمادہ ہے کہ وہ سب مقدس لوگ جن کی نبوت پر اسے ایمان ہے عبرانیوں کے فقرہ 13/4 کے مصداق تھے۔ ہم جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ کوئی بھی ایمان دار عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے ہم ہر ایک عیسائی کے ایمان ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جناب حمیت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہنے سے اس طرح رک جائے جس طرح وہ حضرت ابراہیم و یعقوب اور موسیٰ و عیسیٰ کے سامنے مہر بر لب ہو گیا ہے۔



نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کثرت زوجات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ 63 سال میں سے ابتدائی 25 سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں جس بزرگ نے 25 سال تک عصفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حسن مردانہ کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزو مند کر دیا ہو پھر بھی ربیع صدی تک اس کے تجرد و تقرد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ جس مقدس ہستی نے 25 سے 50 سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے 15 سال بڑی اور ان سے پیشتر دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربیع صدی کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وابستگی و محبت میں ذرا کی نہ آئی ہو بلکہ اس کے مرجانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا ان کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستاران حسن کی شادیوں میں پائی جاتا کرتی ہے۔؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی (55ھ سے لے کر 59 تک) کی درمیانی مدت کا شیخ سالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواج مطہرات سے حجرات آباد ہوئے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے کہ زندگی مبارک کے 55 سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہو اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے؟ خصوصاً جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی موجود ہے۔ **صَالِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجِبَةٍ** (مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں) [1] غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائد کثیر دین اور مصالح عظیمہ ملک اور مقاصد حسنہ قوم پر مبنی تھے۔ ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ [2]

نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

مثلاً ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سرا یا اعلیٰ ضرور ہوتا تھا مگر تزویج صفیہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

مثلاً ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان عماد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشان جنگ اس کے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایت اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اعدا و حرماء الاسد، بدر الاخری، احزاب، وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائد قریش نظر آتا ہے۔ اس تزویج مبارک کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرنا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ کر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

[1] بخاری: 5149، مسلم: 1425، ابوداؤد: 1112، ترمذی: 1114، دارمی: 2201، مستدرک: 330/5

[2] نیولین یونا پارٹ کی دوسری شادی پر غور کرو جو خاص پوپ کی موجودگی میں کی گئی اور جسے سارے یورپ نے تسلیم کیا ہے۔ ان میں صرف مذرتھا کہ یونا پارٹ کی نسل باقی رہے۔ حالانکہ یہ ضرورت ان مصالح کے مقابلہ میں جو انہما، اللہ علیہم کی تزویج میں ہوتے ہیں کوئی بھی درج نہیں۔

نکاح ام المومنین جو یہ نبی ﷺ اور امن عام

مثلاً ام المومنین جو یہ نبی ﷺ کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور ہزن ذکیقی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ جو مطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی اس قبیلہ کی شرکت ضروری پائی جاتی ہے۔ لیکن اس نکاح کے بعد سب محاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر تمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا؟

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد

علی ہذا ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور امن اور اسلام پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں اہل نجد ہی وہ تھے جنہوں نے ستر (70) واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر ندر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقص امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آچکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے دینی فوائد

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔ بنت جحش کے نکاح نے تنہا کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے نکاح نے القان قرآن و حفاظت کتاب اللہ و نشر احادیث و تعلیم نساء کے بارہ میں فوق العادہ کام کیے اور پھر صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پر منفعت بنانے میں بڑا کام کیا۔ اور یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی ﷺ کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے، یہ نمونے ہیں ان اغراض و مقاصد دینیہ کے جو نبی ﷺ کے مدعائے اعلیٰ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریات ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے، اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہی کرنا شایان و ضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک اور قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم کی شان کے منافی تھا جسے اللہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ بنا دیا ہے۔



ازواج النبی ﷺ کے فضائل

ازواج النبی ﷺ کی فضیلت خود نبی ﷺ کی شرف و فضیلت کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے سیرت نبی ﷺ میں ان کے فضائل کا ذکر ضروری ہے۔

ہم ان فضیلتوں کا ذکر اس وقت قرآن مجید سے نمبر وار کریں گے۔

فضائل واردہ احادیث کا ذکر کسی اور مقام پر ہوگا۔

1 فضیلت اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازواج النبی ﷺ کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے:

زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال تشابہ، تشاکل اور تساوی اشیاء پر کیا جاتا ہے۔

مثلاً زَوْجًا حَقِيقًا جِزَابِ كَيْ دُونِ نَوَاقِصٍ۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿أَحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ [37: الضُّفْت: 22] یعنی ظالموں کو اور جو ان جیسے تھے، جمع کرو۔

ایک دوسری مقام پر ہے:

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ [81: النُّفُوسُ: 17] یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم دار کیا جائے گا۔ صالح کو صالح کے ساتھ، فاجر کو فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

پس جب ازواج نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق الیتام میں ازواج النبی ﷺ فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہو گیا۔

اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدریجاً فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو۔ دونوں میں اتحاد ظاہری و باطنی اور وحدت ازدواجی و ایمانی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ "امراة" کے استعمال میں یہ تفتید نہیں کیا، بلکہ اس کا استعمال ہر چہار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے:

1 جب زن و شوہر ہر دو کافر ہوں: ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا:

﴿وَأَمْرًاكَ حَمَلَةَ الْخَطْبِ﴾ [الہب: 14] اس کی عورت لکڑیوں کو چننے والی۔

2 جب شوہر مومن اور عورت کافر ہو، فرمایا:

﴿أَمْرًا قُوتِحَ وَأَمْرًا قُوتِحَ﴾ [التحریم: 10] نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی عورتیں۔

3 جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو، فرمایا:

﴿أَمْرًا قُوتِحَ﴾ [التحریم: 10] فرعون کی عورت۔

4 جب زوجین مومن ہوں:

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں:

﴿وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا﴾ [مریم: 5] ”میری بیوی بانجھ ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

﴿فَاقْبَلْتِ امْرَأَتَهُ، فِيْ حَصْرَةٍ﴾ [الذاریات: 29] ”اس کی عورت جماعت میں آئی۔“

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔

صورت دوم و سوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل و تساوی ہوتا ہے۔ نہ کافر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کافر شوہر سے۔ اس لیے لفظ ”امراة“ پراکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اور یہ ذکر ”امراة“ کے ساتھ کیا جانا زیادہ ملیح تھا کیوں کہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت پر دو پر نافذ ہوتا ہے۔

البتہ کوتاہ فہم اشخاص کے ازالہ شبہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا:

﴿وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَةً﴾ [الانبیاء: 9] ”یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کر دی۔“

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا:

﴿رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْبَيْتِ﴾ [ہود: 73] ”اے گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔“

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ امراة کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو خوب مستحکم کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہم وسلم کو سورہ مریم میں دو (2) دفعہ اور سورہ احزاب میں چار (4) دفعہ ازواج النبی صلی اللہ علیہم وسلم فرمایا گیا ہے۔ اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔

2] فضیلت دوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ [احزاب: 32] ”تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔“

النساء میں جنس انوہیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ، كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [الغلام: 4] (اللہ کا کوئی بھی کفو نہیں) غرض نفی میں احد کا استعمال کسی استثناء کا موقع نہیں

رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہم وسلم کا درجہ ہر ایک عورت سے بالا و متمیز اور شان خاص کا ہے۔

3] فضیلت سوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ﴾ [احزاب: 50] ”ہم نے تیری ازواج کو تیرے لیے حلال رکھا۔“

زن و مرد تزویج کے بعد زن و شوہر بن جاتے ہیں خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا نہ ہو غیر اسلام کے مطابق ہو جس کا

پابند یہ زن و مرد اس وقت تھے۔ لیکن کوئی زن و شوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ رب العزت میں کیا درجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے متعلق ﴿اِنَّ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ﴾ کا حکم قانونی دے کر اعلان فرمایا کہ نبی ﷺ کی بیویوں کا ازواج النبی ﷺ ہونا بمظہوری رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔

[4] فضیلت چہارم: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حسن معاشرت یا ازواج کی اطلاع ان الفاظ میں دی ہے:

﴿تَبَتَّعِيْ مَرْضَاتِ اَزْوَاجِكَ﴾ [التريم: 11] ”نبی اپنی ازواج کی مرضاة کی ابتغا کرتا۔ یعنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتا ہے۔“

یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے افعال غلطی کے شائبہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور ﷺ ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جو یار رہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر مثبت ہوا۔

کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبَتَّعِيْ مَرْضَاتِ اَزْوَاجِكَ﴾ [النحریم: 10] کیوں کہ ان الفاظ میں لِمَ کا اثر ﴿تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ پر ہے مگر ﴿تَبَتَّعِيْ مَرْضَاتِ اَزْوَاجِكَ﴾ پر اس کا اثر ذرا بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَبَتَّعِيْ مَرْضَاتِ اَزْوَاجِكَ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ازواج کی خوشی کے لیے ہر ایک بات کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں بشرط کہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمایا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بوگوارا نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مرضاة ازواج کی اجازت فرمادی اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حسن معاشرت زوجین کی جان ہے اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودی زوج کے لیے تحریم حلال میں نہ پڑ جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریم حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیل حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہو گیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت فی الواقع ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں ہے۔

[5] فضیلت پنجم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الرہم: 21] ”یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین پاؤ اور تم دونوں کے درمیان محبت اور پیار پیدا کر دیا۔ اس میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اس آیت میں جب عام طور پر زوجین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے تو بالضرور نبی ﷺ اور ازواج النبی ﷺ بھی اس صفت کے مظہر تھے اور حسب الحکم علام الغیوب یہ ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی حضور ﷺ کے لیے سیکتہ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت و مودت بھری ہوئی تھی جیسا کہ حضور ﷺ کے قلب پاک میں ان کے لیے وداور رحمت موجود تھی۔ اس سے

صاف طور پر ازواج النبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہوگی۔

6] فضیلت ششم: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کا امتحان لیا اور ان کے سامنے اور چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ أَوْجَعْتُ لَكَ أَنْ كُنْتَن تَرَدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنْتُهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعَنَّ وَأَسْرَحُكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتَن تَرَدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 28-29]

”اے نبی ﷺ! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ میں تمہیں بہت کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کروں اگر تم اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت کو پسند کرتی ہو، تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ اللہ نے تم میں نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

ازواج النبی ﷺ کے لیے	ایک جانب	دوسری جانب
	دنیا اور زینت دنیا	اللہ، رسول اور دار آخرت
شق اول کی صورت میں رسول اللہ کا کام	ایسی ازواج کو اپنے سے علیحدہ کر دینا تھا	
شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام	ازواج کو اجر عظیم عطا کرنا ہے	

یہ حکم تبلیغی تھا اور کچھ شک نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم کو ضرور ازواج پاک تک پہنچایا۔ اب مسجد کی تلاش کرنا چاہیے کہ کیا ازواج نے حیاۃ دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور تھا کہ نبی ﷺ اس فرض کو جو اللہ نے حضور ﷺ پر عائد کیا تھا، پورا کرتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے۔ اس بارہ میں شہادت اور اسلامی فرقوں کی مختلف کتب تاریخ سب کی سب متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی ایک بیوی کو بھی ترک نہیں کیا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ وہ شق دوم میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَجِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْبَجَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ [الاحزاب: 52]

”تجھے ان ازواج کے بعد اور عورتیں حلال نہیں، تجھے یہ بھی حلال نہیں کہ ان ازواج میں سے کسی کے بدلے کسی کو اپنا زوج بنائے جو اس کا حسن تجھے پسند بھی ہو۔“

پہلی آیت میں نبی ﷺ کو ازواج کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت میں وہ اختیار کا تبدیل کرنا بھی نبی ﷺ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبی ﷺ کی بابت جب امتحان میں ثابت ہو گیا اور وہ اللہ اور رسول ﷺ اور دار آخرت ہی کی خواستگار ہیں تو اب ان کو دوام کے لیے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے پسند کر لیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول اللہ ﷺ کو نہیں رہا۔ دونوں آیتوں سے ازواج النبی ﷺ کے معاملات متعلق عقائد و کیفیات قلبی و قبولیت ربانی بخوبی ظاہر ہو گئے ہیں۔ اس دلیل کے زیادہ روشن کرنے کے لیے آیت ذیل کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ، مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَلِكَ كُنَّ عِنْدَ اللَّهِ

عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 53]

”اے ایمان والو! تمہیں یہ شایان نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور تمہیں یہ بھی کبھی شایان نہیں کہ رسول اللہ کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ گناہ عظیم ہے۔“

کہلی آیت میں چونکہ ازواج النبی ﷺ کا اتصال نبی ﷺ سے دوام کے لیے ظاہر کیا گیا ہے اور اسی لیے نبی ﷺ سے بھی اختیار تبادلہ لے لیا گیا تھا۔ اس لیے اس آیت میں امت پر ان کی حرمت دوام کا اعلان کیا گیا۔ آخری آیت میں قابل غور بات یہ ہے کہ مومنین کو پہلے تو ایذائے رسول اللہ ﷺ سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ایذائے رسول اللہ ﷺ کی جس قدر اقسام ہو سکتی ہے، ان سب میں سے زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں ازواج النبی ﷺ کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ ﷺ کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئی کا ذکر فرمایا ہے۔

[7] فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَأَذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [احزاب: 34]

”اے بیویو! تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمت الہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے۔ تم اس کا ذکر کرتی رہو۔“

اس آیت میں ”بیوت“ کو ضمیر جمع مؤنث ”مکن“ سے مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورت کے رکوع 7 میں ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ﴾ فرما کر ان بیوت کو نبی ﷺ کی جانب مضاف فرمایا گیا اور یہ امر اتحاد زوجین طہیّین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انہیں گھروں کو ازواج کا گھر فرمایا۔

اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبی ﷺ کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت و ثناء فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الہی بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا سب جانتے ہیں کہ مکان کو عزت تکین سے ہوتی ہے۔ اب ازواج النبی ﷺ کی عزت ربانیہ اور حرمت الہیہ کا قیاس خود ہی کر لیجیے۔ بے شک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔

[8] فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کی شان بلند میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحی متکو میں فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ٥١ وَأَذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ [احزاب: 33-34]

”اے ازواج نبی! تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور جاہلیت اول کی طرح باہر مت پھرو۔ نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اے گھروالو! اللہ یہ چاہتا ہے کہ رجس کو تم سے دور کرے اور تم کو بالکل پاک بنا دے اور تمہارے گھروں میں جو آیات اللہ کی اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں، انہیں یاد رکھو۔ اللہ لطیف وخبیر ہے۔“

اول سے اخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج النبی ﷺ ہیں اور اس لیے ”اہل البیت“ کے لفظ کا خطاب بھی انہی کے لیے ہے۔ جیسا کہ ”بیوتکن“ کا خطاب بھی ان کے لیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن پاک کے کلام مجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتی ہے اور

ازواج مطہرات کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن سلوک

حدیث میں ہے: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ آنا خَيْرُكُمْ بِأَهْلِي سب لوگوں میں اچھا ہے جو اپنی بیوی (کنہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

کھانے، پینے، مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے۔ عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے۔

بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور ان کے عزیز واقارب کو حسن سلوک سے شاد کام رکھتے۔ سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی۔ جس بیوی کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیتے۔ ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے "حجرات اور بیوت" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیوتکمن" فرمایا ہے، باہم بیوستہ تھے۔ مکان نہایت مختصر تھے۔ مثلاً عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا در بچہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے رَوْضَةُ مَن رِيَاضِ الْجَنَّةِ [2] خیابان جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے، اس قدر تھا کہ جب نماز جنازہ مطہر کے لیے لوگ داخل ہونے لگے تو دس (10) آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا کھلا تھا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر بھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکینہ زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چمکی اور چند سیر جو تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ اس رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک پیالہ چوہی کا ذکر کیا ہے جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا۔

فتح خیبر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک بیوی کے لیے 80 سق بھجور کے اور 20 سق جو کے سالانہ مقرر کر دیے تھے۔ دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہر ایک شے میں ماتحتاج رکھ کر باقی سب چیزوں کو بیواؤں، یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

باوجود اس قدر رولداری اور عطوفت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوت کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہہ دیا۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود ابن یعقوب پر منتہی ہوتا تھا مگر کہنے کا انداز لہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ تک ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے گھر نہ گئے۔ جب انہوں نے توبہ کی تو خطا بخش ہوئی۔ [۱]

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے کیوں کہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آ جاتی۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی و جنسی سے ارفع و اعلیٰ بنا کر محبت صادقہ ایمانیہ میں متفق و متحد بنا دیا تھا۔ اس راز کے سمجھنے سے وہ افراد قاصر ہیں جو تعلقات زوجین کی حقیقت صرف خواہشات طبعی کے نفاذ کو سمجھا کرتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے بہشت میں زن و شوہر کے زن و شوہر ہو کر رہنے سے انکار کیا ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے کام

زمان امت کو تعلیم دینا۔ ان کی معروضات کو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچانا۔ پھر جواب سمجھانا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال و عبادات کو جو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے حفظ و اتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا، مشکلات علمیہ میں فرزند ان امت کی رہبری کرنا تھا۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مہور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے مہر سوا بارہ او قیہ نقرہ سے زیادہ نہ تھے۔ [۲]



[۱] ترمذی: 3903، نسائی: 8919

[۲] بخاری: 5149، مسلم: 1426، دارمی: 2199، ابوداؤد: 2105، نوٹ: یہ وزن ہمارے اعشاری حساب سے تقریباً 1500 گرام یعنی ڈیڑھ کلوگرام چاندی بنتی ہے۔

فصل چہارم 4

ازواج النبی ﷺ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبوی ﷺ سے قریب تر ہونا چون کہ اکثر ازواج مطہرات ﷺ کو نبی ﷺ کے ساتھ بہ اعتبار نسب بھی قرابت حاصل ہے۔ اس لیے ایک نقشہ بنا دیا گیا ہے تاکہ ہر ایک ام المومنین ﷺ کی قرابت نسب کا حال بخوبی واضح ہو سکے۔

نقشہ عمود نسب نبی ﷺ اور اس کے ساتھ انساب امہات المومنین ﷺ کا اتصال

				20- معد بن عدنان				
				19- نزار				
				18- مضر				
				17- الیاس				عیلان
				16- مدرکہ				قیس
				15- خزیمہ				نصفہ
				14- کنانہ				عکرمہ
				13- نضر				منصور
				12- مالک				ہوازن
				11- فہر				بکر
				10- غالب				معادیہ
				9- لوی				عدی
				8- کعب				زرار
				7- مرہ				قرط
				6- کلاب				عبداللہ
				5- قصی				رباح
				4- عبدمناف				عبدالعزی
				3- ہاشم				لقیل
				2- عبدالمطلب				خطاب
				1- عبداللہ				عمر بن الخطاب
				محمد ﷺ				حفصہ
				ام سلمہ				
				سودہ				
				زینب				
				میمونہ				

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جداگانہ حالات

1) ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قریشیہ الاسدیہ۔

ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش میں معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوطی میں شامل ہو جاتا ہے (دیکھو نمبر 9۔ شجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ مہر کے چھ (6) اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال [1] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 سال کی تھی۔

ان کا پہلا نکاح عقیق بن عامر مخزومی سے ہوا تھا۔ [2] اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابوہالہ ہند بن نیشاں نسبی سے ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم فکر معیشت سے آزاد ہو کر ذکر ربانی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ پانی کی مشک اور ستوؤں کی تھیلی لے کر غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی تک طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ستوتیار کر چھوڑتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا لقب جاہلیت میں بھی "طاہرہ" تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ ان پر کسی مرد یا عورت کو تقدم فی الاسلام حاصل نہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نزول وحی کا ذکر کیا تو مشکلات نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: لَقَدْ خَشِيتُ عَلَيَّ نَفْسِي مِجْهَانِي جَانِ كَا اَنْدِي شِيءَ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ اَبَدًا اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكُلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَ تُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ [3]

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مزید انشراح صدر اور طمانیت قلب خود کے لیے یہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے بھائی

[1] زرقاتی نے مغلطائی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 28 سال کی تھی۔ یہ روایت شاذ ہے۔ واللہ اعلم۔ [2] مؤرخین میں اختلاف ہے کہ عقیق سے پہلا نکاح ہوا یا ابوہالہ سے۔ قتادہ نے عقیق کو پہلا بتلایا ہے اور جر جانی نے ابوہالہ کو۔ صاحب الاستیعاب نے بھی قول جر جانی کو صحیح کہا ہے۔ میں نے قول قتادہ کو اس لیے پسند کیا ہے کہ صاحب الاستیعاب نے ہند کو ربیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے اور یہ حب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ابوہالہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا ہو۔

[3] (بخاری 3) "میں آپ کو ڈر کا ہے کہ ہے اللہ کی قسم! آپ کو ہر ایک مشقت سے بچائے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے ہیں درماتوں کی دیکھتی کرتے" تمہیں دوستوں کی امداد فرماتے "مہمانوں کی دعوت کرتے" اصلی مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔"

قارئین! غور کریں کہ قبل از نبوت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ نیز طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زہری و لطافت کو ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا کیسے گہرے گہرے مطالعہ کیا تھا۔

ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں۔ ورقہ عیسائی تھا اور الہیات کا بڑا عالم تھا۔ خدیجہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ ان کو واقعہ سنا لیں۔ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے آنے اور وحی پہنچانے کا حال بھی سنا دیا۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔^①

نبی کریم ﷺ نے تمام دنیا و آخرت کی چار (4) برگزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجہ بنت جحش کو شمار کیا ہے۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ بنت جحش کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

أَمَنَتْ بِي حِينَ كَفَرْتُ بِالنَّاسِ صَدَّقْتَنِي حِينَ كَذَّبَنِي النَّاسُ وَأَشْرَكْتَنِي فِي مَالِهَا حِينَ حَوَّامَتِي النَّاسُ - وَرَزَقْتَنِي اللَّهُ وَلَدَهَا وَحَرَمَ وَلَدَ غَيْرِهَا^②

① وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔

② اس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔

③ اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا، جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔

④ اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کہ کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزنیہ نبی ﷺ سے ملنے آئی۔ نبی ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا۔ وہ طلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضور ﷺ باتیں فرماتے رہے۔ فرمایا: خدیجہ بنت جحش کی بیٹی ہے۔ اسے خدیجہ بنت جحش کے ساتھ بہت محبت تھی۔^③

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ و فضلہا میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے:

آتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلِذِهِ خَدِيجَةُ قَدِ اتَتْ مَعَهَا إِنَاءً فِيهِ إِدَامٌ وَ كَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَأَقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّْي وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبٍ.^④

جبریل نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ کہا ابھی خدیجہ بنت جحش حضور ﷺ کے پاس ایک برتن جس میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے لے کر حاضر ہوتی ہیں۔ آپ ان سے رب العالمین کا سلام^⑤، نیز میرا سلام، کہہ دیجیے اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دیجیے جو خالص مرورید سے ہوگا۔ جس کے اندر کوئی رنج و الم نہیں۔

① بخاری: 3، اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ ورقہ نے کہا: کاش آج میں جوان ہوتا کہ حضور ﷺ کی خدمت کرتا۔ کاش میں زندہ رہتا کہ آثار نبوت سے فیضان پاتا۔

نیک مرد ورقہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد ہی داخل جحیم ہوا۔ نبی ﷺ نے خواب میں اسے اچھی حالت میں معائنہ فرمایا۔^② اسد الغابہ: 7/86

③ استیعاب جلد 2، ملخصاً۔^④ امام بخاری جمعہ 13 شوال 194ھ کو پیدا ہوئے۔ شب عید انظر 256ھ میں وفات پائی۔ لفظ صدق سے سال ولادت اور لفظ نور سے سال

وفات لگتا ہے۔^⑤ بخاری: 3820، مسلم: 2432، نسائی: 8362، ترمذی: 3885، رب العالمین کا سلام۔ یہ ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہ بنت جحش کے سوا دنیا کی کسی

عورت کو حاصل نہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر اور نبی ﷺ کے اولین داماد ہیں۔ ایک بہن کا نام رقیہ ہے جن کی بیٹی امیمہ بنت عبد صحابیہ ہیں۔ امیمہ سے روایت حدیث ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر نے کی ہے۔ عوام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی ہیں۔ ان کے فرزند زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

اولاد النبی ﷺ: طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے جو اولاد نبی ﷺ کی ہوئی۔ اس کا ذکر اولاد نبوی ﷺ کے ذیل میں درج ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال رمضان 10 نبوت مکہ معظمہ میں ہوا۔ بیت النبی ﷺ میں ان کی مدت قیام 24 سال یا 25 سال ہے۔

(2) ام المومنین سووہ رضی اللہ عنہا

سووہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ ان کی والدہ کا نام شمس بنت قیس تھا۔ برادر سلیمی زوجہ ہاشم ہیں۔ گویا حضرت سووہ رضی اللہ عنہا کے تھنیال نبی ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے تھنیال تھے۔

یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر انھوں نے خاندان کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبشہ کی تھی۔ سکران نے حبشہ میں انتقال کیا۔ حب نبی ﷺ نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے 10 نبوت میں بعد از وفات خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان سے نکاح کر لیا تھا۔

انھوں نے چند سال بعد اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی۔ عشق میں ایثار ان ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

اقارب

عبدالرحمن اور عبدالبنائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد عمرو ان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔ مالک بن زمعہ ان کا برادر شقیق ہے۔ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ انھوں نے بھی مع زوجہ خود عمرہ بن السعدی العامریہ ہجرت حبشہ کی تھی۔

حضرت سووہ رضی اللہ عنہا کا ام المومنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبشہ کرنا تھا۔

حضرت سووہ رضی اللہ عنہا محاسن اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدائی سے معروف تھیں۔ انھوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

کتاب احادیث میں ان سے پانچ (5) احادیث مروی ہیں: صحیح بخاری میں ایک، سنن اربعہ میں چار۔

(3) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (صدیقہ بنت صدیق۔ طیبہ، زوجہ طیب۔ حبیبہ حبیب اللہ)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ ان کی ماں کا نام ام رومان ہے۔ جس کا سلسلہ نسب نبوی میں کنانہ سے جا ملتا ہے۔ ان کا

(1) عبداللہ بن عثمان نام ابو بکر کتبت۔ صدیق خطاب۔ فقیہ علم، صاحب الفاروق ہے۔ اشہر روایات یہ ہے کہ رجال میں سے سب سے پہلے ہی اسلام لائے تھے۔

(2) ان کے ذریعہ جو لوگ مشرف بہ اسلام آئے، ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ (3) انہیں وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تھری کی۔ جب کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ (4) انھوں نے اپنے مال سے حضرت بلال و حضرت عامر بن لہیرہ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کر لیا تھا۔ (5) انہیں کعبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ فاروق میں تھے۔ (6) انہی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ (6) انہی کو نبی ﷺ نے

نکاح شوال 10 نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال 11 نبوت میں مدینہ میں ہوئی۔ ازواج النبی ﷺ میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت ہوئی اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں یہی وہ طیبہ ہیں جن کا پہلا نکاح صحابہ نے جنگ بدر میں اپنے ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔ (7) انہی کو نبی ﷺ نے غزوہ تبوک میں جب سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا، نشان اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔ (8) انہی کو نبی ﷺ نے فریخت ج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر المہاجر مقرر فرمایا تھا۔ (9) انہی کو نبی اللہ ﷺ نے اپنے سامنے (مرض الموت میں) اپنی جگہ امام نماز مقرر فرمایا تھا۔ (10) یہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔ باقی ہر سرخلافے راشدین صرف امیر المؤمنین کہلائے۔ (11) انہی کے انتظام سے اسود غسی مسیلمہ کذاب اور طلحہ انسلی کے جھوٹے نبوت کے دغاوی برپا ہوئے۔ طلحہ بعد تو یہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (12) انہی کے وقت میں عراق، یمن، شام، کچھ حصہ فتح ہوا۔ (13) انہی کی کوشش سے ماہین زکوٰۃ، فریضہ زکوٰۃ پر قائم ہوئے۔ (14) انہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ کثیرت وارد ہیں۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام کے اشعار بھی کثیرت پائے جاتے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا کہتے ہیں:

إِذَا تَدَكَّمَتْ كُنُوزًا مِنْ أَيْمَانِ نِسْفَةٍ فَادَّكَّمَتْ أَعْمَالَكِ أَبَا بَكْرٍ بِمَا قَعَلَا
جب تم رنج و غم کے ساتھ کسی معزز بھائی کو یاد کرو تو ابو بکر کو بھی یاد کرو جو ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ (انتقال کر گئے)

خَيْرَ الرِّبِّيَّةِ أَنْفَاقًا وَأَعْدَلَهَا بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاهَا لِمَا حَمَلَا
وہ نبی ﷺ کے بعد تمام خلقت میں بہتر سب سے زیادہ سچی سب سے زیادہ عادل، اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔
وَالْقَائِسِ السَّالِسِ التَّحْمُودُ مُشَبَّهَةٌ وَأَوَّلُ النَّاسِ بِمَنْ صَدَقَ الرَّسُولَا
وہی ہیں جن کو کائناتی رسول قرآن میں کہا گیا اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی۔ وہی ہیں جنہوں نے سب سے جوشتر تصدیق رسالت کی۔

وَكَمَانَ حَبِيبٍ رَسُولِي فَذَرَّ سُبُورَا خَيْرَ الرِّبِّيَّةِ لِمَنْ يَمُنُّ بِمَا رَجَلَا
سب بہتر جانتے کہ ابو بکر ہی ﷺ کے پیارے تھے۔ خیر البریہ تھے۔ یہی ﷺ ان کے برابر ہی کا درجہ میں سمجھتے تھے۔
خفاف بن ندبہ السلی رضی اللہ عنہما کے اشعار ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ هُوَ الْفَيْئُ إِذَا لَمْ تَمُوجِ الْأَرْضُ سَحَابًا بِمَام
جب بادل زمین پر پانی نہ برسائے تو اس وقت ابو بکر لوگوں کی فریاد ہی کرنے والا ہے۔

تَاللَّهِ لَا يُذْرِكُ إِلَّا مَانَا ذُو طَرَفٍ خَافٍ وَلَا ذُو جَدَاه
مجھے اللہ کی قسم ہے کہ کوئی انسان (پارہ نہ ہو یا فعل پوش ہو) ابو بکر کے فضائل کو حاصل نہیں کر سکتا۔

مَنْ يَنْسَخْ عَمِّي يُذْرِكُ إِلَّا مَانَا يَجْتَبِيهِ الشَّدِيدُ بِأَرْضِ فَطَاه
اگر کوئی شخص ابو بکر کے فضائل کو حاصل کرنے کی سعی بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے صحرائے عظیم کو دوز و دژ کرٹے کرنے کی سعی کرتا ہے۔
ابو یحییٰ ثقفی رضی اللہ عنہما کے اشعار ہیں:

وَسَيِّئَتِ صِدْقَانَا وَكَمَلَتْ مَهَاجِرَا سِوَاكَ يُسْتَمَى بِإِسْمِهِ غَيْرَ مَنْعَا
تم ہی ہو جسے صدیقین رضی اللہ عنہما کہہ کر بلا یا جاتا ہے۔ حالانکہ باقی سب مہاجرین کو نام لے کر بلا یا جاتا ہے۔ اسی پر سب کا فعل بلا انکار احد ہے۔

تَسَلَّمْتَ الْإِسْلَامَ وَاللَّهُ تَسَاهَدَا وَكُنْتَ جَلِيلًا بِالسَّعْيِ بِشِ الْمَشْهَرَا
اللہ گواہ ہے کہ تم ہی کو سنت الی الاسلام حاصل ہے۔ اور عریش کے اندر نبی ﷺ کی ہم نشینی کا درجہ تم ہی کو ملا ہے۔

وَبِالسَّعَادِ إِذَا سُؤِبَتْ بِالسَّعَادِ صَاحِبَا وَكُنْتَ زَيْنًا لِلسَّيِّئِ الْمُنْطَهَرَا
غار میں تم ہی تھے اور صاحب الغار تمہارا ہی نام ہے۔ نبی مطہر کے رفیق تم ہی تو ہو۔

حدیث صحیحہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قول ہے: وکان ابو بکر اعلمنا بہ ابو بکر رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری، 3904 مسلم، 2382)
بیعت خلافت کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ حَضْرَتِي وَأَنَا مَا بَدَأِي بِالصَّلَاةِ فَيَقُولُ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ

نبی ﷺ سے ہوا۔ حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرَأَيْتَ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ جَاءَ نَبِيَّكَ فِي الْمَلِكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هَلْ يَدُهُ
أَمْرَاتُكَ فَانْكَشِفُ مِنْ وَجْهِكَ فَإِذَا أَنْتَ هِيَ فَيَقُولُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يَمْضِهِ۔ [1]
”رسول اللہ ﷺ نے (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید
کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر
چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) اللہ کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی
اسے پورا کر دے گا۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام حظیرہ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی ﷺ نے اس
شادی کو منجانب اللہ قرار دیا۔

محبت کا امتحان

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سخت امتحان بھی دینا پڑا۔ غزوہ انمار میں ان کی سواری کھپ میں دیر
سے پہنچی اور اس پر منافقین نے ان کی شان پاک میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جس لطیف کے لیے ایسا موقع سخت امتحان کا ہوتا ہے لیکن اس
وقت بھی ان کی قوت ایمانیہ اور پاک فطرت میں عجب شان نظر آئی۔ جب نبی ﷺ نے ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو حضرت
صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے میسے والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((قَلَيْسُنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي وَ لَيْسَ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي بَرِيئَةٌ مِنْهُ
لَتُصَدِّقُنِي فَوَاللَّهِ لَا أَجْدِلِي وَ لَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ «كَصَبْرٍ جَمِيلٍ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ
عَلَى مَا تُصِفُونَ»)) [2]

”اگر میں اب کہوں گی کہ میں پاک ہوں تو میری بات باور نہ ہوگی، اگر میں کسی بات کا اقرار کروں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے
کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ باور کر لی جائے گی۔ پس اندریں حالت میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوب کی مثال
پاتی ہوں۔ جنھوں نے کہا تھا (کہ آ زماش میں) صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے۔ اس بارہ میں اللہ ہی مدد رساں اور کارساز ہے۔“

صلى الله عليه وسلم نظرت فإذا الصلوة علمت الاسلام و فوائد الدين فوجدنا لذئبتنا من رضى رسول الله صلى الله عليه وسلم لذئبتنا
قبائعتنا أبانكي (اسد الغابہ: 328/3)

رسول اللہ ﷺ چند شب و روز تیار رہے۔ حضور ﷺ سے نماز کے لیے عرض کیا جاتا تو فرما دیتے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب
نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے فوراً کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے۔ اس لیے ہم نے دنیا کی حکومت کے لیے بھی اسی پر مشامندی ظاہر کر دی۔
پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور اسی سے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔
حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اسی خاندان عالی سے
ہیں۔ اعلیٰ حضرت نظام الاماویہ نظام الملک آصف جاہ، میر محمد عثمان علی خاں سابق خسر دوکن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ ہی سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انوار صدیقیت
دولایت سے بھی بہرہ اندوز فرمائے۔ فہم الفوال علی مرنضی الاستیعاب سے منقول ہوئے ہیں۔

[1] بخاری: 3895، مسلم: 2438، ترمذی: 3889، تحفہ الاشراف: 16258 [2] بخاری: 1441

صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میری بابت روایا میں نبی ﷺ کو بتا دیا جائے گا، مگر اس کا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الہی کا نزول ہوگا۔ لیکن نبی ﷺ بھی اسی جگہ تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اترا۔ اللہ پاک نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نصرت فرمائی، بے قصوری ظاہر کی۔ ان کو طیبہ ٹھہرایا اور خردی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔^(۱) نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے ان کی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا، بلکہ رتبہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اتری جس کی قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب ﴿الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ﴾ [النور: 26] (پاک مرد پاک عورتوں کے لیے) کو کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی و طہارت کا اندازہ نبی ﷺ کی پاکی و طہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع و انکسار کا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تھا کہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھا باوجود بے قصوری و مظلومی کے اور باوجود افتخار پر دازوں کو جھوٹا جاننے کے۔ آپ اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اترے۔ ہر چند ان کو علم تھا کہ ان کے رُح و اندوہ سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے اور جمع اہل ایمان کے دل بھی درد مند ہوئے ہیں اور نبی ﷺ کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے۔ پھر بھی وہ تواضع و انکسار سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم رویا میں ظاہر فرمائی جائے گی، لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع و انکساری اختیار کرتے ہیں۔

فضائل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

كَمِيلٌ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَ لَمْ يَكْمَلِ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ أَمِيَّةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔^(۲)

”مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے، مگر عورتوں کے اندر صرف مریم دختر عمران اور آسیہ زین فرعون ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔

اس فضیلت کی وجہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الہی میں نہایت بلند تھا اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

وَاللَّهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَ أَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُمْ غَيْرَهَا۔^(۳)

”یہ عائشہ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔“

یہی وجہ تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدۃ العالمین فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو محبت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم دیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے۔

نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

[۱] بخاری: 4141، [۲] بخاری: 3770، مسلم: 2446

[۳] بخاری: 3776، 2573، امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے، امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ کی ولادت 204ھ وفات 261ھ ہے۔

أَيُّ بِنْتِ الْأَسْبِ تَحِبُّنَ مَا أَحَبُّ فَقَالَتْ بَلَى فَقَالَ فَآجِبِي هَلِدِهِ۔^[1]

بیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ بالکل یہی درست ہے۔ فرمایا تب تو بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمالات علمیہ پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا إِنَّ جَبْرِئِلَ يَفْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَتْ قُلْتُ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ۔^[2]

”نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ ان پر بھی سلام اور رحمت ہو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات برامت میں سے ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) کا مانگا ہوا تھا جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ نبی ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انھیں راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) بلا وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انھوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اس وقت آیت تیمم کا بھی نزول ہوا۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ تَعَالَى آفَ كَوْبِهِنَّ جَزَا فَرَمَائِهِ۔

مَا نَزَلَتْ بِكَ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكَ مِنْهُ قُرْحًا وَ مَخْرَجًا وَ جَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ بَرَكَةً۔^[3]

”جب کوئی آپ کا کام انکا تو اللہ نے خود اس میں کشور کار فرمائی اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔“

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کے دو تین واقعات درج کرتا ہوں۔“

① صحیح مسلم میں ہے، ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستے میں نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف گئے۔ جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سواری اور ان ہی کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس مفارقت کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں تو انھوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا:

يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي رَسُولُكَ وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا۔^[4]

اے رب کسی کچھو یا سانپ کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسول ہیں۔۔۔ ان کی شان میں تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے اور اس پسینے کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی ﷺ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا تو حیران ہی کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔ (اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے)

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے، یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ بخاری: 2581، مسلم: 6290، نسائی: 3953، بخاری: 3213

مسلم: 2447، ترمذی: 3890، بخاری: 3773، مسلم: 4645

اے خاکِ چشمے کہ او حیرانِ اوست

دے ہمایوں دل کہ آن قربانِ اوست

بخدا! بوبکر ہڈی [۱] حضور ﷺ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اس کے شعر کیا ہیں۔ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیے۔

وَمَسْرُوعِي مِنْ حُلِّي غَيْرِ حِطَّةٍ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَذَائِ مُعْتَلٍ
وَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى أُسْرَةٍ وَجْهَهُ بَرَقَتْ كَبُرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

”وہ ولادت و رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔“

نبی ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا۔ پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا: مَسْرُوعِي مِي مَسْرُوعِي مِنْكَ جُوسِرُوجِي تِيرِے کلام سے حاصل ہوا ہے اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔ [۲]
[۳] حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ جو قرآن مجید کی آیتِ تحخیر کے نزول پر ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَازُوجَكِ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتَّعَنَّ وَأَسْرَحَنَّ مَسْرَاحًا جَمِيلًا وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 28-29]

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں رخصت کر دے دلا کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت کی خواہاں ہو تب تم میں سے جو نیکی کرنے والیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجرِ عظیم مہیا کر رکھا ہے۔“

نبی ﷺ نے سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوتِ آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا کہ ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں۔ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت صدیقہ نے آیت سنتے ہی جھٹ سے کہا: کیا میں اس معاملہ میں بھی والدین سے مشورہ کروں گی؟

میں تو اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں۔ [۴] اس کے جواب میں انھوں نے اپنی محبتِ الہی اور محبتِ رسول ﷺ کا ثبوت دیا۔ نیز دیگر ازواج کے لیے ایک سنت بھی قائم فرمائی، جس کا اتباع سب ازواجِ الہی ﷺ نے فرمایا۔ نبی ﷺ کی حقیقت یہ ایک بہت بڑا شرف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معافی

فتاویٰ شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور سیر و واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے۔ ①

جہاد فی سبیل اللہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَ أُمَّ سَلِيمٍ وَ إِنَّهُمَا لَمُشْمِرَتَانِ أَرَايَا خَدِمَ سَوْقَهُمَا تَنْقِرَانِ الْقُرْبَ

عَلَى مَتَوْنِهِمَا تَقْرِعَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرَجَعَانِ فَمَمْلَانِيهَا ثُمَّ تَجِينَانِ فَنُقْرِعَانِيهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ۔ ②

صحیح بخاری کے باب غزوہ احد میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور موٹھوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہو جاتا تو پھر مٹک بھرتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ڈالتی جاتی تھیں۔

جنگ بدر میں رایت نبوی (پرچم) مرط عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یعنی جس نشان کے تحت میں ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی وہ نشان عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی اور ہضی کا بنا یا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ ③

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (المؤید بروح القدس) ان کی شان میں فرماتے ہیں:

حَصَانُ رِزَانٍ مَا تَرُونَ بِرِيَابِ
عَقِيدٍ أَصْلٍ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ
مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَهَّرَ اللَّهُ خِيَمَهَا
فَإِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنِّي قُلْتُهُ،
وَإِنَّ أَلْدَى قَدْ قِيلَ لَيْسَ بِلَا سِطِ
فَكَيْفَ وَوَدَّي مَا حِيَّتْ وَنُضْرِي
رَأَيْتُكَ وَ لِيُغْفِرَنَّكَ اللَّهُ حُسْرَةً
وَتَصْبِحُ عَرْتِي مِنْ لُحُومِ الْعَوَائِلِ
كِرَامِ الْمَسَاعِي مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ
وَ طَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ بَغْيٍ وَ بَاطِلِ
فَلَا رَفَعَتْ صَوْتِي إِلَى آتَائِلِ
بِهَا الدَّهْرُ بَلْ قَوْلِ أَمْرٍ مِمَّا حَلِ
لِأَلِ رَسُولِ اللَّهِ زَيْنُ الْمَحَافِلِ
مِنَ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرَ ذَاتِ الْعَوَائِلِ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انصاف اور صداقت کے لعان اس وقت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ جب وہ اپنی کسی سوت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا کرتی ہیں۔

(الف) ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف میں کہتی ہیں۔

① عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ لَيْسَانِيَةِ أَسْرَعُكُمْ لِحَوْقَابِي أَطُولُكُمْ

يَدًا قَالَتْ فَكَمَانَتْ أَطُولْنَا يَدًا زَيْنَبُ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَ تَصَدَّقُ۔ ④

① ابن القیم کتاب جلاء الافہام۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کر چکے ہیں۔ ترجمہ کا نام "الصلوة والسلام" ہے۔

② بخاری: 4064 ③ مسلم: 2442، سیرت حلبیہ جلد 2 ص 147 ④ مسلم: 2452، اسد الغابہ: 7/128۔

ایک روز نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا۔ تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آملے گی جو زیادہ سخی ہوگی۔ یہ سن کر سب سے زیادہ سخی زینب بنت جحش ثابت ہوئیں کیوں کہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی اور پھر اس کو راقم حق میں صدقہ دیا کرتی تھیں۔

﴿۲﴾ وَمَا رَأَيْتُ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدُّنْيَا مِنْ زَيْنَبَ وَاتَّقَى اللَّهَ وَأَصْدَقُ حَدِيثًا وَأَوْصَلَ لِلرَّحْمِ وَأَعْظَمَ صَدَقَةً۔ ﴿۱﴾

”میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی بہت زیادہ سچ بولنے والی، اقارب سے بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ صدقہ دینے والی تھیں۔“

(ب) ام المومنین صفیہ بنت جحش کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ صَانِعَةَ طَعَامٍ مِثْلَ صَفِيَّةَ ﴿۱﴾

میں نے صفیہ بنت جحش جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

(ج) ام المومنین سودہ بنت جحش کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا مِنْ النَّاسِ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ فِي مَسَاحِيهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ إِلَّا أَنَّ بِهَا حِدَّةً۔ ﴿۱﴾

”سودہ میں ذرا تیزی تو تھی ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے پیارا ہو۔“

(د) ام المومنین جویریہ بنت جحش کی صفت جمال بیان کرتی ہیں:

كَانَتْ جَوَابِرِيَّةً عَلِيهَا حَلَاوَةٌ وَمَلَا حَةَ لَا يَكَادُ يَرِيهَا أَحَدًا إِلَّا وَقَعَتْ فِي نَفْسِهِ ﴿۱﴾

جویریہ میں ایک شیرینی دھل گئی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

امومت امت:- بشر بن عترہ بنت جحش سے روایت ہے کہ احد کے دن میرے والد شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونِ عَائِشَةَ أُمَّكَ وَ أَكُونَ أَنَا أَبَاكَ۔ ﴿۱﴾

”کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہ تو تیری ماں اور میں تیرا باپ ہوں۔“

اس حدیث میں بمقابلہ دیگر ازواج کے نبی ﷺ نے حضرت عائشہ بنت جحش کی تخصیص امومت فرمائی ہے۔

غرض: حضرت عائشہ بنت جحش کی زلات بشری میں سے یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوئیں۔ اس جنگ کا نام جنگ جمل ﴿۱﴾

﴿۱﴾ مسلم : 6316، نسائی : 3396۔ اطول طول سے ہے۔ طول کے معنی جو دو خطوں کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام زوال طول ہے۔ ﴿۲﴾ نسائی : 3409، مسلم : 3629

﴿۳﴾ طبقات ابن سعد: جزو ترجمہ جویریہ بنت جحش، اسد الغابہ: 4/60، الاصابہ: 5639، ﴿۴﴾ یہ واقعہ 15 جمادی الاخرہ 36ھ کو ہوا۔ لڑائی مکہ سے تیسرے پہر تک رہی۔ زبیر بنت جحش آغا جنگ سے پہلے ہی صف سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ طلحہ بنت جحش زخمی ہوئے اور جان بحق ہونے سے چند منٹوں کی تہدید حضرت علیؑ کے ایک افسر کے ہاتھ پر گئی۔ ابن حزمؒ نے کہا کہ یہ بیوقوف اور اتنا تہیب بیوقوف لگتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی آغا جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا چند شہریوں نے جو قتل عثمان میں ملوث تھے، جنگ اس طرح کرادی کہ رات کو اصحاب جمل کے لشکر پر چھا پامار۔ وہ سمجھتے کہ یہ فعل حکم اور بعلم حضرت علیؑ ہوئے ہوا ہے۔ انھوں نے بھی مدافعت میں حملہ کیا اور جنگ ہو گئی۔ ہر ایک طرف گمان یہ تھا کہ ابتدا دوسرے کی جانب سے ہے۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ اس پر برہان یہ ہے کہ ام المومنین اور زبیر و طلحہ جرح اور ان کے رفقاء نے امامت علیؑ کے بطلان یا طعن یا جرح میں ایک لفظ بھی نہ کہا تھا اور نہ انھوں نے انقض بیعت کیا۔ نہ کسی دوسرے کی بیعت کی اور نہ اپنے لیے کوئی دعویٰ کیا۔ یہ جملہ وجوہ یقین دلاتے ہیں کہ جنگ عاصیہ واقعہ تیسری۔ جس کا ہر دو جانب کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ (کتاب الفصل فی الملل جزو چہارم ص 158 مطبوعہ مطبعہ الادبیہ بمصر 1317ھ)

اس لیے مشہور ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہوج ایک اونٹ پر تھا۔ اونٹ کا نام عسکر تھا۔ اس جنگ میں سامنے کی طرف خلیفہ راشد علی مرتضیٰ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میری اور علی رضی اللہ عنہ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاج اور دیور میں ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! یہی جی بات ہے قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصِلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الجمرات: 9]
 "اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرو۔"

میرے نزدیک یہی وہ پہلی جنگ ہے جس کے دونوں فریق مومن تھے۔ اس صدق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت سے آگے چند آیات کو ﴿إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الجمرات: 12] تک پڑھ لینا چاہیے کہ بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور مودت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جامع بن عمیر سے ہوتی ہے۔

قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَأَلْتُ أُمَّ الْيَسَاءِ كَمَا أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ قِيلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ رَوَّجِيهَا - ①

راوی نے کہا: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سے سب سے پیاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون تھی؟ انہوں نے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر سوال ہوا کہ مردوں میں سے کون تھا۔ فرمایا شوہر فاطمہ رضی اللہ عنہا (یعنی علی رضی اللہ عنہ)۔

دوسری حدیث صحیح کی ہے: ﴿لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ میں حسین اور علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ اس حدیث کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی نے بیان کیا ہے۔

جن دونوں جنگ جمل کی ابتدا تھی۔ حضرت عمار یا سر رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں رفتائے مرتضوی رضی اللہ عنہ کے سامنے خطبہ فرمایا تھا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّهَا رَوْجَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ لَكِنَّ اللَّهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَبَعُوهُ أَوْ يَأْتَاهَا - ②
 میں جانتا ہوں کہ عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ دنیا اور آخرت میں ہیں، لیکن اللہ نے تم سب پر آزمائش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن خصوصیات کا ذکر بطور فخر فرمایا کرتی تھیں، ان میں سے ایک یہ فقرہ بھی ہے۔
 تَوَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَ نَوَيْتِي وَ بَيْنَ سَحْرِي وَ نَحْرِي وَ جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رِيقِي وَ رِيقِهِ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بِسَوَاكٍ فَضَعَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْهُ فَقَضَمَتْهُ ثُمَّ سَنَّتَهُ - ③

① ترمذی: 3883 جلد 3 حاشیہ الاشراف: 16054، تیسرا الاصول جامع الاصول جلد ثانی ذکر فاطمہ۔ اس میں ایک راوی کذاب ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت درست نہیں۔

② بخاری: 3772 ③ بخاری: 680,4448

نبی ﷺ نے میرے گھر میں میری نوبت میں، میرے سینے اور گلو کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ (میرے بھائی) عبدالرحمن مسواک لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ضعف تھا (یہ دیکھ کر کہ) آنحضرت ﷺ مسواک فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو مسواک کرا دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ درجنت کو کھٹکھٹاؤ، کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: کیوں کر کھٹکھٹائیں؟ فرمایا بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

ایک بار ایک شخص نے سوال کیا۔ میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں؟ فرمایا جب تجھے اپنے برے ہونے کا گمان ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اپنے آپ کو برا کب سمجھوں؟ فرمایا جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

انتقال نبوی ﷺ کے وقت ان کی عمر 18 سال کی تھی۔ 9 سال کی مصابحت قدسیہ میں جو علوم عالیہ سیکھے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک فرزندان روحانی کو ان کی تعلیم دیتی رہیں۔

اقارب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ۔ ام رومان کننا یہ ہیں جن کا انتقال رمضان 6ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَخَفْ عَلَيْكَ مَا لَقِيَتْ اُمُّ رُوْمَانَ فِيكَ وَ فِي رِسْوَلِكَ.
 ”الہی! تجھ سے پوچھنا نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے اور تیرے رسول کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔“
 نیز فرمایا:

مَنْ سَرَّهٖ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى اِمْرَاةٍ مِّنَ الْخَوْرِ الْعَيْنِ فَيَنْظُرَ اِلَى اُمِّ رُوْمَانَ ۱۱
 اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کو دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما: ان کے حقیقی بھائی ہیں۔ بہادران عرب میں سے تھے۔ جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے جن میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ہے جب ولی عہد یزید کا ذکر کیا تو انہی نے جواب میں لکھا تھا:

اَهْرَ قَلْبِيْ اِذَا مَاتَ كِسْرِيْ فَاَمَّ كِسْرِيْ مِثْلًا لَا نَفْعَ لِيْ وَاللّٰهُ اَبَدًا۔ ۱۲

”کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسری مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسری بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کا بیٹا بھی صحابی ہے اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر دو شعر بطور تمثیل کہے تھے۔

۱۱ بخاری عن مروان تابعی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث ام رومان سے روایت کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ام رومان کی وفات بعد از وفات نبی ﷺ ہوئی تھی۔ کنز العمال: 34418، تاریخ جرجان للمہینمی: 199، الطبقات: 202 / 8، الاستیعاب: 792، اسد الغابہ: 321 / 7۔
 ۱۲ اسد الغابہ: 464 / 3۔

كُنَّا كُنْدًا مَا فِي جَدِيمَةٍ حُقْبَةً مِنْ الذَّهْرِ حَتَّى قَبْلَ لَنْ يَصْدَعَا
 فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَانِي وَمَالِكًا لَطُولِ اجْتِمَاعِ لَمْ نَبْتَ لَيْلَةً مَعَا

ہم دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے، لیکن جدا کی ہوئی تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی ایک شب بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔ نعمان شاہ عرب کے مصاحبوں کا مختصر قصہ یہ ہے کہ نعمان نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ ایک امیر نے اسے اپنی ضمانت پر چند یوم کی رہائی دلا دی۔ جب وہ مقرر دن پر نہ پہنچا تب حکم دیا کہ اس ضامن کو قتل کر دیا جائے۔ جلاوٹے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ اتنے میں ایک شخص ہانپتا ہوا آ گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو اپنا مصاحب بنا لیا۔ اب ہر ایک شخص دوسرے کو اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا۔ وہ مدت العمر جدا نہ ہوئے۔

② طفیل بن خنجر ان کا اخیالی بھائی ہے۔

③ عبد اللہ بن فضالہ لیبی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پدر رضائی تھا۔ اباعائشہ کنیت کرتا تھا قاضی بصرہ ہو گیا تھا، عبد اللہ اور فضالہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی تھے۔

④ ان کی علاقائی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا ذات العطا قین ہیں۔ ان کا اسلام سترہ (17) اشخاص کے بعد تھا۔ تقریباً سو (100) سال کی عمر میں (بہ ماہ جمادی الاول 73ھ) وفات پائی۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

⑤ ان کے علاقائی بھائی عبد اللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوہ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان عیسائیان نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا اس کے کاتب یہی عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی ایک بہن اور ہیں جو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے لطن سے تھیں یہ وفات صدیق رضی اللہ عنہ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

⑥ انہی کے علاقائی بھائی محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، جو ربیب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکم مصر بنایا تھا۔

⑦ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی بریرہ تھی۔ عبد الملک کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے پیشتر وہ مدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بریرہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبد الملک تجھ میں کچھ نخصلتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایاں ہے۔ پس اگر تو صاحب سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچنا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

إِنَّ الرَّجُلَ لِيَذْفَعُ عَنْ بَابِ الْجَنَّةِ بَعْدَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا بِمَلَاءٍ مُحْجَمَةٍ مِنْ دَمٍ بَرِيْقَةٍ مِنْ مُسْلِمٍ بَغِيْرٍ حَقِيْقٍ۔ ②

”کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا، حتیٰ کہ اسے دیکھنے لگے۔ پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا، کیوں کہ اس نے مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہوگا۔“

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح

① معاویہ بن خدیج نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر کو قتل کیا تھا اور اس لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معاویہ کی طرف

① کتاب الخراج ص: 41 قاضی القضاة ابو يوسف ج 1 ص 113ھ۔ وفات 5 ربيع الاول 182ھ ② 134 استيعاب ص: 792

سے سخت رنج تھا، لیکن معاویہ مذکور نے افریقہ میں فتوحات اسلامی اور غزوات دینی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔
عبدالرحمن بن شماس المہری کا بیان ہے کہ معاویہ کی ماتحتی میں میں نے افریقہ میں کام کیا تھا۔ میں ایک روز ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ افریقہ میں تمہارے سر لشکر کا حال کیسا تھا؟ پھر فرمایا کہ میری طبیعت کا خیال نہ کرو، بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔
عبدالرحمن نے عرض کیا کہ میدان جنگ میں اگر اونٹ مر جاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا۔ گھوڑا مر جاتا تو فوراً گھوڑا بھم پانچا دیتا تھا۔ کوئی غلام فرار ہو جاتا تو کوئی دوسرا آدمی جھٹ بھج دیتا تھا۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ كُنْتُ لَا بَغْضَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ قَتَلَ أَخِي وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَللَّهُمَّ مَنْ رَفَقَ بِأَمْسِي فَارْفَقْ بِهِ وَمَنْ شَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقْ عَلَيْهِ. [1]
”میں اللہ سے بخشش چاہتی ہوں۔ اے اللہ مجھے معاف فرما، میں تو اس سے بغض رکھتی تھی۔ اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ فرمایا کرتے ہیں کہ الہی جو کوئی میری امت کے ساتھ مہربانی کرے، اس پر مہربانی فرمانا اور کوئی امت پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرنا۔“

[2] ام حکیم بنت خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کعبہ میں شامل تھیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا کا ذکر چل بڑا دونوں نے انہیں گالی کے ساتھ یاد کیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اسے گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے داخل جنت فرمائے گا دیکھو تو میں تو حسان رضی اللہ عنہا کی شان میں کس طرح کہتا ہے:

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَاجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللَّهِ فِئْتِ ذَلِكَ الْجَزَاءُ،
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدِي وَعَرَضِي لِعَرَضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ
یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لیے کہتی تھیں کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کچھ کہا تھا۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ تو کچھ بھی نہیں۔ [3]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے 63 سال کی عمر میں 17 رمضان 57ھ کو مدینہ منورہ میں اجل طبعی سے وفات پائی اور جنت البقیع میں استراحت فرمائی۔

[4] ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ کے نکاح میں آنے سے پیشتر خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی اسلمی رضی اللہ عنہ کے گھر میں

[1] الاستیعاب ص: 72، الاسابہ: 80، 82، اسد الغابہ: 199/5

[2] اس بارہ میں اختلاف روایات ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے قصہ آنک میں حصہ لیا یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل شعر اس بارہ میں عمدہ دلیل بن سکتا ہے۔ وہ حضرت صدیقہ کی تعریف کرتے ہوئے اس جہت سے اپنی برات بھی ظاہر کرتے ہیں۔

فَانِ كَمَا نَ مَا قَدِ قَبِلَ عَنِّي قَلْبُهُ فَلَا رَفَعْتَ سِوَى السِّ اسْمَلِي

کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ کہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اللہ کرے کہ میرا ایک ہاتھ ہی ہالکل کٹا ہو جائے۔

تھیں۔ نحسؓ سابقین میں سے تھے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی۔ بدر و احد میں حاضر ہوئے اور جنگ احد میں زخمی ہو کر مدینہ میں شہادت پائی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہؓ سلمی بھی صحابہ میں نہایت مشہور، بہادر و شاعر ہیں۔

حضرت نحسؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے حفصہؓ کا ذکر کیا۔ انھوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جس سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا کیوں کہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال بھی انہی دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا آج کل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَتَزَوَّجُ الْحَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجُ عُثْمَانَ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ

”حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے۔“

بعد ازیں نبی ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا اور حضرت عثمانؓ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ عطا کیا وہی۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے مل کر فرمایا تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ حفصہؓ کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے۔ [1]

میں اس وقت نبی ﷺ کا یہ راز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ ہاں اگر آں حضرت ﷺ یہ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ ان کا انتقال بہ عمر شصت (60) سالہ جمادی الاولیٰ 41ھ میں ہوا۔

<http://mujahid.xtgem.com>

ایک حدیث میں ہے کہ جریرؓ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی۔

فَانَهَا قَوْمًا صَوَامَةً وَ اِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ [2]

”وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہے اور وہ بہشت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔“

ولادت حفصہؓ پانچ سال قبل از بعثت ہے۔ [3]

مرویات حفصہ ام المؤمنینؓ:

متفق علیہ 4 صحیح مسلم میں 6

دیگر کتب حدیث میں 50 کل تعداد 60=

بعض لوگ آیت ﴿وَ اِذَا اَسْرَأَ النَّبِيُّ اِلَىٰ بَعْضِ اَزْوَاجِهِ حَدِيثًا﴾ [4] کی تفسیر میں ام المؤمنین حفصہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارہ میں جرات نہیں کرنی چاہیے۔

بعض لوگ یہ بھی بحث کیا کرتے ہیں کہ وہ راز کیا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو کوئی حق نبی ﷺ کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشا کرنے کا نہیں۔

[1] اسد اللہ: 67/7 [2] الاستیعاب، الطبرانی فی الکبیر: 365/18، کشف الاستار: 2668، مجمع الزوائد: 15332، 15333، 15334 [3] مدارج النبوة: 7

[4] جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک بات کہی (سورہ تحریم)

اقارب:

① عمر فاروق رضی اللہ عنہما جو اشہر المشاہیر فی الاسلام ہیں، ان کے والد بزرگوار ہیں۔ وہ 13ھ میں بعد وفات ابو بکر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے تھے اور کسی ایک شخص نے بھی ان سے بیعت کرنے میں تاہل یا انکار نہیں کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ خلافت کی۔ 24 ذی الحجہ 23ھ کو شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد انھوں نے اپنے قاتل کی بابت تفتیش کرائی۔ جب ان کو پتا لگا کہ وہ ابو لؤلؤ نصرانی ہے۔ تب فرمایا:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ قَلْبِي بِبِدِّ رَجُلٍ يُحَايِبُنِي بِدَلَالَةِ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ“
 ”اللہ کا شکر ہے کہ میرا قلم ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوا جو لالہ الہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔“
 یکم محرم 24ھ کو انتقال ہوا۔

② عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے برادر شقیق ہیں۔ ان کا انتقال 73ھ میں مکہ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ سے 2210 حدیثیں مروی ہیں۔
 ③ حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں، جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انھوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کعب میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

④ ان کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں۔ 13/کس (آدمیوں) کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ذوالحجہ تین ہیں۔ مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر ان کے پاس بنا کر فرمایا تھا۔ ”الْحَقُّ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَّا“

⑤ ام المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین تھا۔ ان کا پہلا نکاح طفیل سے، دوسرا عبیدہ سے ہوا یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد یعنی حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں اور ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ جنگ احد میں وہ شہید ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں۔ ماں کی جانب سے یہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

⑥ ام المومنین ام سلمہ (ہند) رضی اللہ عنہا

ہند بنت ابی امیہ المعروف بزاز الراءب بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر ام سلمہ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ان ہر دو کا نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں شامل ہو جاتا ہے۔
 ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہما غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہما کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہما تینوں برادران رضاعی بھی ہیں۔

① عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نسل ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے قطب الاقطاب خواجہ فرید شہر گنج، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد ریسوی، امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہم سب فاروقی ہیں۔ شیخ الوقت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی مجددی و فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب ترین چار باغ (کابل) کا خاندان بھی اسی نژاد عالی سے ہے۔
 ② کثر الاعمال 33608، مجمع الزوائد 15655، المطرانی الکبیر: 837

ان کا بیان ہے کہ یہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ غسل فرما رہے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئیں۔ نبی ﷺ نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق اور تازگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔ یوم الحرة میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ زینب نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ واللہ ان دونوں کا مرنا میرے لیے بڑی مصیبت ہے، لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کوروکا اور مظلوم مارا گیا۔ مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبت عظمیٰ سمجھتی ہوں۔

(4) ام کلثوم بنت ام سلمہ سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔

(5) درہ بنت ام سلمہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضور ﷺ درہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا اگر وہ میری رچہ بھی نہ ہوتی، تب بھی وہ حلال نہ تھی۔ اس کا باپ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تو میرا دوہ کا بھائی تھا۔

(6) زبیر، عامر، عبداللہ، مہاجر ام المومنین کے بھائی اور عبداللہ و معبد برادر زادے اور عبداللہ بن زعدہ بھانجے ہیں۔ زبیر کا حال نہیں ملا۔

(7) عبداللہ کی ماں عاتکہ آنحضرت ﷺ کی بھوپہ بھی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شدید العداوت تھا۔ لیکن عام الفتح کو توفیق ازلی سے قبل از فتح مکہ مدینہ کو روانہ ہوئے اور راہ ہی میں آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہو کر اسلام لائے اور عقول تقصیرات سے شاد کام ہوئے۔ فتح مکہ اور غزوة طائف میں شامل اور طائف ہی میں شہید ہوئے۔

(8) عامر مولفۃ القلوب میں سے ہیں۔

(9) مہاجر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برادر شقیق ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کی حارث بن عبدالکلال حمیری شاہ یمن کے پاس بطور سفارت بھیجا تھا اور پھر صدقات کندہ اور صدق کا عامل بھی بنا دیا تھا اور پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا اور حضرت موت میں قلعہ نجیرا بھی فتح کیا تھا۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ میں 59ھ کو ہمر 84 سال ہوا۔ بعض نے 60ھ میں روایت کیا ہے۔ مرویات ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا، کتب احادیث میں حسب ذیل ہیں:

صحیحین میں	13	صرف بخاری شریف میں	3
صرف صحیح مسلم میں	13	دیگر کتب حدیث میں	349
کل	378		

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا زاد بھائی ولید کی وفات پر یہ اشعار فرمائے تھے:

یا عین فابکی الولید (1) ابن الولید بن المغیرة
قد کان غیثا فی السنین ورحمة فینا ومیرہ!

(1) ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے بڑے بھائی اور ان سے مقدم الاسلام ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو غربت اسلام انہی نے دلائی تھی۔ الاستیعاب

ضخم السبعه ماجدا يسموا الى طلب الوتيره

مثل الوليد بن الوليد الى الوليد كفى العشيره

وليد بن ولید اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اور حشام بن ولید اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دادا ایک ہے یعنی مغیرہ۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

زینب بنت جحش بن ایاب بن بھر بن صیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی۔ ان کی والدہ امیرہ بنت عبدالمطلب نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا عالی نسب

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نسب آبائی قضاہ تک منتهی ہوتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بنی معن بن طی سے ملتا ہے۔ گویا حضرت زید رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین تھے مگر لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ان کو خرید کر لکبری رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لائے۔ جب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ کے ساتھ ہوا، تب انھوں نے نبی ﷺ کو زید رضی اللہ عنہ ہیہ کر دیے۔ زید رضی اللہ عنہ کے والدین ان کی تلاش میں تھے۔ وہ پتا لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور نبی ﷺ سے درخواست کی کہ زید کو واپس کر دیا جائے۔ نبی ﷺ نے منظور فرمایا۔ مگر زید پر نبی ﷺ کے الطاف و اشفاق کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو پھوڑا نہیں دیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالت غلامی نہیں۔ بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ نبی ﷺ کی الفت و محبت دیکھ کر زید کو زید بن محمد رضی اللہ عنہ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ سب واقعات بخت و نبوت سے پیشتر کے ہیں۔

ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے

نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح نبی ﷺ نے فرمائی، ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ نبی ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگو! تم نے ان کو غلام کیونکر بنا لیا ہے۔ ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔“ عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کہ اسے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور دوسرے نے چند درہم دے کر خرید لیا ہو۔ نبی ﷺ نے ایک بہترین مثال قائم فرمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ یہ تجویز فی الواقع اسی غرض کے لیے تھی کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے جائز حقوق انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور و تکبر پر مٹنے والے تھے۔ وہ سید ولد آدم اور صلح عظیم رضی اللہ عنہم کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے زینب اور ان کے اقرباء نے بھی اس رشتہ سے انکار کیا۔ مگر نبی ﷺ نے جس اصلاح کا عزم فرمایا تھا اور جس بہترین مثال کے قائم کرنے کا قصد کر لیا تھا، اس پر برابر قائم رہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی اس آیت کا نزول ہو گیا۔

﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾
 ”جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرمادے۔ تب کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں
 رہتا۔“ [الاحزاب: 36]

اس حکم کے بعد اقربائے زہب اور زہب بنی ہاشم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو
 چھوڑ دیا۔ اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسان عظیم ہوا اور حضرت زہب بنی ہاشم بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔ اب اللہ تعالیٰ کو منظور
 ہوا کہ حضرت زہب بنی ہاشم ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتعل فرمائے۔

عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند
 بنالیا کرتا۔ جسے متحنی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد شخص متحنی اپنے باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کرتا اور فرزند ہی میں لینے والا شخص
 اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔

یہ رسم فی الواقع قدرت خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ متحنی کرنے والا شخص گویا اللہ سے یہ کہتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں
 دیا تو کیا ہوا۔ یہ دیکھا میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا۔

تبنیت کے کڑوے پھل

① اس رسم کا خاندانی دلائل و بازگشت کے حقوق پر زہریلا اثر پڑتا تھا کیونکہ ورثا تو حقیقی طور پر وارث نہ ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ
 مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب املاک و جائداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں۔ تب رسم تبنیت سے تمام خاندان
 میں خصوصیتوں اور عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔

② بننے والے فرزند جو شجرہ خاندان سے شاخ بریدہ کی مانند ہوتا تھا، اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خارجی طرح کھٹکتی رہتی تھی
 کہ اس نے خاندان سے سچ بچ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں، بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے۔ وہ اگر
 اپنے برادران حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اگر اس کے برادران حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس پر
 حسد کیا کرتے تھے۔

③ متحنی کرنے والا اگرچہ متحنی کو اس کے لڑکپن میں بڑے لاڈ، چاؤ سے پرورش کرتا، لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص
 کے خاندانی اوصاف سے وہ متحنی کس قدر معرا ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بیگانگی ہے۔ اس کا دل بھی بچھ جاتا۔

④ ادھر اس کا اصلی باپ جس نے اپنے ثمرۃ الفواد سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے ہیں۔
 جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا ہے تو وہ جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا اور اس پر خود اپنے
 آپ کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتا تا۔ ان تمام احوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا
 تھا۔ ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے، جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا ہے:

ع آخر تو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسلام اس رسم زیوں کی بھی اصلاح کرے اور اللہ کا رسول ﷺ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے مصلح اعظم ہے خود اپنی نورانی شخصیت اور وجود پاک سے ایک زبردست برہان اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔

قرآن مجید میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾ [الاحزاب: 40]

”محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے۔“

یہ قرآن مجید میں بہت پہلے سے نازل ہو چکا تھا۔

﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ط ذَلِكَ لِقَوْمِكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ط وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝

أَدْعُوهُمْ لَأَبْنَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ [الاحزاب: 4-5]

”اللہ نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمہاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں اور اللہ سچ فرماتا ہے اور

سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ اللہ کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف

کی ہے۔“

ہر دو آیات میں نہایت وضاحت اور زور قوت سے اس جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا گیا تھا جس کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہان گرفتار تھا لیکن رسم اتنی قدیم تھی اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔ ﴿لَقَدْ كُنَّا لَكُمْ فِئَءًا فِئَءًا فَسِوَىٰ رَسُوْلٍ لَّا تَدْرِيْنَ﴾ کہ ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس لیے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو اپنے حلم و تقویٰ سے ام ایمن جیسی بیوی کے ساتھ (جو عمر میں زید رضی اللہ عنہ سے قریباً دو چند بڑی بیوی اور حبشی الاصل تھی، خوش خوش زندگی بسر کر رہا تھا، زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت اس جا رسید کہ نبی ﷺ کے گوش مبارک تک انھوں نے شکایت پہنچائی۔ نبی ﷺ نے زید کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (الاحزاب: 37) (اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے) کی نصیحت فرمائی اور وَاتَّقِ اللّٰهَ (اللہ سے ڈر) کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی بنایا۔

خاوند بیوی کا رشتہ

لیکن خاوند بیوی کا جب رشتہ ہے کہ جب دل پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کارگر نہیں ہوتی۔ زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اس طلاق کا اثر زینب رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان پر کیا ہوا ہوگا؟ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وہ تو زید رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا، اسے پسند و اختیار کو چھوڑ کر صرف حکم اللہ اور رسول پر عمل کرتے ہوئے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانی پڑے گی اور اسے دنیا کے منہ سے بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔

اس طلاق کا نبی کریم ﷺ پر کیا اثر ہوگا؟ اول تو حضور ﷺ کی اس مصلحت دیدہ کو صدمہ پہنچا، جس کے استحکام کے لیے

اس نکاح پر حضور ﷺ نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص کی تزویج پر رضا مند کیا جو غلام ہو کر بکا تھا اور موسیٰ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ (1) دوم زینب اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی امواج مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضور ﷺ کے رحم پر در قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کی وحی قرآنی حضور ﷺ کو مطلع کرتی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کو ام المومنین کا درجہ عطا کیا گیا۔ اب اللہ کا نبی ﷺ بذات خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہو گیا۔

جواز تنہیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی

اللہ اکبر! ایک وقت تھا، جب ایک رسم کی پابندی نے زینب رضی اللہ عنہا کو زید سے شادی کرنے سے روک دیا تھا اور ایک وقت وہ ہے جب رسوم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیال سے نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے میں تامل فرمایا۔ لیکن اللہ کا حکم پورا ہوا۔ اور نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بطور زوجہ قبول فرمایا۔ اب حتمی گری کی اس رسم کی جزیں کٹ گئیں۔ جس نے دنیا بھر کو مغالطہ میں ڈال رکھا تھا۔ اس بطلان کے بت کو چکنا چور کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا، کیوں کہ اسلام قرار دے چکا تھا کہ فرزند کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس کے باپ پر حرام ہوتی ہے۔ اب کہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی کو حکم قرآنی سے نبی ﷺ کی بیوی بنا دیا گیا تو تنہیت کی تائید میں کوئی بھی جھوٹی بڑی تاویل کی گنجائش نہ رہی۔

کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانہ کے کافر اپنی پرانی رسوم کو بر باد ہوتے ہوئے دیکھ کر روئے چلائے ہوں اور انھوں نے اس جھوٹی رسم کا رونا روتے ہوئے نبی ﷺ یا قرآن پاک کی شان میں اس رسم کے قائل ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ الفاظ کہے ہوں، لیکن آپ تعجب کریں گے کہ اب ہمارے زمانہ میں سے سب سے زیادہ عیسائی لوگ اور مسیحی مناد اس قصہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کیا کرتے ہیں۔

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں

ہمارے لیے قابل غور یہ امر ہے کہ عیسائیوں کو اس واقعہ سے رنجیدہ ملول ہونے کی خاص وجہ کیا ہے؟ کیا تورات نے تنہیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا مسیح نے تنہیت کو جائز تسلیم کیا ہے؟ اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے۔ ہاں رنج کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسم تنہیت ہی کا بطلان ہوا، بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہو گیا، کیوں کہ جب اسلام نے ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا، ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو، بالکل جھوٹ اور باطل اور کامل افترا اور بہتان ہے۔ تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو اللہ کا بیٹا کہنا قطعاً و جہماً باطل ہے۔ پورا پورا افترا ہے اور صریح بہتان ہے اور حکم کھلا دروغ۔ کیوں کہ انسان کو اللہ کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں، یہ جسم اور روح سے مرکب انسان جو سینکڑوں حیوانی اجزا کا محتاج ہے جو ایک دن پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا، جو ایک دن مرجائے گا وہ لقمہ فنا ہوگا کیونکہ اس جی القیوم زندہ اللہ کا فرزند ہو سکتا ہے جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔

پس یہی ہے وہ راز جس کی وجہ سے عیسائی واعظین اس قصہ سے زیادہ ناراض رہا کرتے ہیں۔ ہمارا مقصود اس جگہ صرف زینب رضی اللہ عنہا کی سیرت لکھنے کا تھا اور ہم کو اپنی تحریر صرف اسی مقصود کے اندر محصور رکھنی چاہیے۔ تمام واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

(1) آزاد کردہ غلام کو موسیٰ کہا کرتے تھے۔

زینب رضی اللہ عنہا کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور رسوم ضالہ کے بطلان میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے اور اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں فرمایا کرتی تھیں۔

هِيَ الَّتِي تَسَاوِينِي فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [1]
 ”زینب ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں میری منزلت میں برابر تھی۔“

جب حضرت زینب کا نکاح نبی ﷺ سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر 36 سال کی تھی [2] اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی شخص اس لغو داستان کو باور نہ کر سکے گا کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حسن کو یکا یک دیکھ کر ان پر مائل ہو گئے تھے۔ زینب تو نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں، ان کی شکل و صورت کیوں کر آنحضرت ﷺ سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ خصوصاً جب پردے کا حکم بھی ابھی جاری نہ ہوا تھا۔ پھر 36 سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے۔ ایسا کیوں کر مانا جاسکتا ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا (ایک آزاد کردہ غلام) تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء، امام الاقطیاء ﷺ اس پر شیفتگی کا اظہار کریں۔ عقل اور عادت تجربہ اور مشاہدہ ایسی وہی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے 20ھ میں وفات پائی۔ [3] اس وقت ان کی عمر 52 سال کی تھی۔ ان کی کنیت ”ام الحکم“ لکھی ہوئی ہے۔ [4]

اقارب <http://mujahid.xtgem.com>

ان کے تین بھائی: عبداللہ، (المجدع فی اللہ) ابو احمد عبداللہ اور عبید اللہ اور تین بہنیں: زینب، حمنہ، اور ام حبیبہ ہیں۔ [1] عبداللہ بن محسن رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام ہیں، ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے مشرف ہوئے۔ ان کو 2ھ میں نبی ﷺ نے بطن نخلہ کی جانب 12 مہاجرین پر افسر کر کے روانہ کیا تھا اور امیر المؤمنین کے خطاب سے معزز فرمایا۔ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ اور احد میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہ کے ساتھ ان کی قبر میں مدفون ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا: آؤ۔ ہم اللہ سے اپنی اپنی آرزوں کی دعا کریں، میں نے کہا اچھا ہم ایک کنارہ ہو گئے۔ پہلے میں نے دعا کی۔ اٹھی جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو، جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو، پھر مجھے فتح ہو، میں اسے قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعا کی۔

اللهم ارزقني غداً رجلاً شديداً بأسه شديد أحره أقاتله فيك و يقاتلني فيقتلني ثم ياخذني فيجدع انفي و اذني فاذا لقيتكَ قلت يا عبدالله فيم جدع انفك و اذنك فاقول فيك و في رسولك فيقول صدقت۔ [2]

اٹھی کل ایسے مرد سے جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو، ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو، پھر وہ مجھے قتل کر

[1] مسلم: 2442، نسائی: 3396، [2] انسان العمون نے 35 سال کی بتائی ہے مگر حساب سے 36 سال نکلتی ہے۔ [3] کتاب الاستیعاب۔

[4] مدارج النبوت، شاہ عبدالحق مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ صرف توضیحی کنیت ہو۔ [5] مجمع الزوائد: 15652، اسد الغابہ: 3/195

ڈالے، پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو دریافت فرمائے کہ عبد اللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تب میں عرض کروں، تیری راہ میں، تیرے رسول ﷺ کی راہ میں، تب تو فرمائے کہ ہاں سچ کہتا ہے۔
 سعد بن ابی وقاص کا قول ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

تَعِدُّونَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيمَةً وَ أَعْظَمَ مِنْهُ لَوِيرَى الرَّشِدِ ارْشِدَ
 حرمت کے دنوں میں قتل کو بہت بڑا سمجھتے ہو، لیکن اگر عقل والا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑھ کر یہ ہے۔
 صدوكم و عما يقول محمد و كفسر به والله راء و شاهد،
 کہ تم لوگوں کو محمد ﷺ کی تعلیم سے روکتے اور خود کفر پراڑے ہوئے اللہ تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے۔ (ہاں قتل سے بھی بڑھ کر تمہارا یہ فعل ہے۔

وَ اخسرا جكم من مسجد الله أهله، لئلا يبرأ لله في البيت ساجد،
 کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لیے نکال دیا ہے کہ اللہ کو سجدہ کرنے والا ایک شخص بھی نظر نہ آئے (مطلب ہے کہ ایک قوم کی آزادی مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے)

فانسا وان عسرت مؤننا بقنبله و ارحف بسلا سلام باغ و حاسد،
 اگرچہ تم اس قتل پر ہم کو آرام لگاتے ہو اور اسلام کی بابت ہر ایک باغی و حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی لیا ہے۔

سقيننا من ابن الحضرمي رماحنا بنخله لما اوقد الحرف واقده،
 لیکن بات یہ ہے کہ جب (خواہ مخواہ) جنگ کرنے والے نے جنگ کی آگ کو سلاگا یا تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

② ابواحمد عبد اللہ شاعر تھے۔ انھوں نے بھی ہجرت حبش و مدینہ کی تھی، انکی ظاہری آنکھیں نہ تھیں۔ فارغ بہت ابوسفیان اموی ان کے گھر میں تھیں۔ 20ھ میں اپنی بہن ام المومنین زینب کے بعد وفات پائی۔
 ہجرت کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

لما راتنسى ام احمد غاديا بذمة من أخشى بغيب وأزهب
 جب میری بیوی ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں اللہ کے بھروسے پر سفر کو تیار ہوں۔ وہ اللہ جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں۔

تقول فاما كنت لا بدفاعل فيم بنا البلدان ولنساء يشرب
 تب اس نے کہا: اگر یہاں سے جانا ہی ہے تب ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور پھر بکواس کا خیال چھوڑ دے۔

فقلت لها بل يشرب اليوم وجهنا وما يشا الرحمن فالغيد يركب،
 میں نے کہا: اب تو پھر ہی ہمارا مقصود ہے اور عبد اللہ تو ادھر ہی جائے گا جدھر رحمان چاہتا ہے۔

① لما اقد الحرب واقده کے الفاظ پر غور کرو، ان سے صاف ثابت ہے کہ جنگ میں ابتدا مسلمانوں کی جانب سے نہ ہوتی تھی بلکہ قریش کی طرف سے تھی۔
 ② مدینہ کو شرب کہنے کی ممانعت ہو چکی ہے۔ یہ اشعار اس ممانعت سے پہلے کے ہیں۔

إِلَى اللَّهِ وَجِهِي وَالرُّسُولَ وَمَنْ يَقُمْ إِلَى اللَّهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يَخِيبُ
میرا رخ اللہ اور رسول کی جانب ہے اور جس نے آج اپنا رخ اللہ کی جانب کر لیا وہ خسارے میں نہ رہے گا۔

فَكَمْ قَد تَّرَكْنَا مِنْ حَمِيمٍ مُنَاصِحٍ وَ نَاصِحَةٍ تَبْكِي بِدَمْعٍ وَ تَنْدُبُ
ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلائی سے منہ موڑا ہے۔

تسرى ان و تسرافنا عن بلادنا و نحن نرى ان الرغائب نطلب
جو بگھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تباہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں۔

دعوت بنی غنم لحقن دما نهم و للحق لما لاح للناس ملحب
میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو۔ یہ سچی بات تھی جو سیدھی سڑک جیسی ہے۔

اجابوا بحمد الله لما دعاهموا الى الحق داع و النجاح فاذهبوا
الحمد للہ! کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے ان کو بلایا تو انہوں نے کہنا مان لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینے چلے آئے۔

و كنا و اصحابنا لنا فارقوا الهدى اعانوا علينا بالصلاح و اجلبوا
اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دور پڑ کر ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں۔

كفروا حين امانهم بما فسوق على الحق مهدى و فوج معدب
وہ جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ اور توفیق یافتہ ہے۔ دوسری گمراہ مخدول اور معذب ہے۔

طغوا و تمنوا كذبهم و ازلقهم عن الحق ابليس و خابو و خبيثوا
انہوں نے سرکشی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے ان کو حق سے پھسلا یا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور

دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

ورعنا الى قول النبی محمد ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں اور ان کے فدائیوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں۔

تَمَّتْ بِأَرْحَامِ إِلَيْنَا قَرِيْبَةً ہم نے قریب کے رشتہ داروں سے تو سل ڈھونڈا مگر رشتہ داری کیا کام آتی ہے جب رشتہ دار ہی قریب نہ آئیں۔

فای بن اخت بعد نایا منکم و اية صهر بعد صهری مرقب
بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کونسا داماد ہوگا جو تم سے فلاح کی امید کرے گا۔ (کیوں کہ

میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی۔ تم نے میرا لحاظ نہ کیا)

ستعلم یومًا اتنا اذا تزايلوا و زیل امر الناس للحق اصوب
عقرب اس روز جب مومن اور مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی۔ اور ہر ایک حالت نمایاں کی جائے گی۔

یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا؟

③ عبید اللہ بن جحش جو بھائیوں کے ساتھ حبش چلا گیا تھا بڑا شرابی تھا۔ عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

خواہران ام المومنین

④ ام حبیب بنت جحش رضی اللہ عنہا: جس کا نام حبیبہ ہے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

⑤ حمہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (المقری الانصار) کے گھر میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران ان کے فرزند ہیں۔

⑥ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائد بن مالک بن خزیمہ (وہو المصطلق) من خزاعہ 5ھ میں غزوہ مریسج میں اسیر ہو کر آئیں۔ ثابت ① بن قیس بن شماس القاری نے ان کو اسیر کیا تھا اور پھر مکاتب کر دیا تھا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زر کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ انھوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں ② اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے۔ جویریہ نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا زر کتابت بھی ادا کروں اور تجھ سے خود شادی بھی کر لوں۔ جویریہ نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب قیدیوں کو جو سو (100) سے زیادہ تھے چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ اعْظَمَ بَرَكَةً عَلَيَّ قَوْمِهَا مِنْهَا. ③

”میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو۔“

ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان مصطلق سے ہوئی تھی۔ ربیع الاول 56ھ میں وفات پائی۔ ④ عمر بوقت انتقال

70/65 سال کی تھی۔ ⑤

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے۔

اس وقت یہ مصلے پر تھیں۔ بوقت چاشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو یہ مصلے پر ہی بیٹھی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تم اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہاں! فرمایا: ”میں نے یہاں سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تیرے ورد کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اتریں۔“ وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِطْلَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ. ⑥

ایک دفعہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جمعے کے دن روزے سے تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کل بھی روزہ تھا؟ کہا

① ثابت بن قیس کو خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حبش حیدوا و قنصل شہیدا فرمایا تھا۔ یہ جنگ یمامہ میں بعد خلافت صدیقی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں رزقہ پڑ گیا تو انھوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ ہم مہدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر حضرت حنظلہ لکھا۔ حملہ کیا اور شہادت پر فاقہ ہوئے۔ جویریہ کو مکاتب کرنے کے وقت ان کی عمر 30 سال کی تھی۔ ② مدارج النبوت ③ ابوداؤد: 3931، مستدرک حاکم: 6781، اسد الغابہ: 58/7 ④ مستدرک حاکم: 6871 ⑤ مدارج النبوت ⑥ مسلم: 2726، ترمذی: 3555، ابوالفرج: 647، ابوداؤد: 1503

نہیں۔ فرمایا: کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا تو افطار کر دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف جمعے کے دن روزہ رکھنے کو پسند نہیں فرمایا۔ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما ہے۔

لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ ①

”کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے۔ رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی روزہ رکھے۔“

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا عابدہ وزابدہ تھیں۔

2 مرویات حدیث: صحیح بخاری میں

2 صحیح مسلم میں

3 دیگر کتب میں

کل 7=

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن حارث ہیں۔ یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے آئے تھے۔ ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک جھنڈا لٹھی تھی۔ یہ ان سب کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے نبی ﷺ سے رہائی اسیران کی بابت گفتگو کی تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں۔ لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو؟ تو عبداللہ حیران ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اور کوئی شخص بھی نہ تھا اور مجھ سے پہلے حضور ﷺ کے پاس ادھر سے کوئی آیا بھی نہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لَكَ الْهَجْرَةَ ② حتی تبلغ برك العمام۔ ③

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں۔ ان سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

تَاللَّهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا أَوْ دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَعْلَةَ الْيُسْءِ وَسَلَاحَةً وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً ④

اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ روپیہ، غلام، نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز۔ صرف ایک سفید رنگ کا شجر تھا یا ہتھیار تھے یا کچھ زمین تھی، جسے آپ نے صدقہ فرما دیا ہے۔

ان کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث ہے، جو حدیث اَلدُّنْيَا حَبْصَةٌ حَلْوَةٌ ⑤ (دنیا شاداب و شیریں لگتی ہے) کی راوی ہیں

⑥ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان بن امیہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف قصبی۔ ان کی ماں صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ ہے۔

نہایت قدیم الایم اسلام ہیں۔ ان کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو جحش کو ہجرت کر گیا تھا۔ دائم الخمر تھا۔ اس لیے عیسائیوں میں

بیٹھ کر عیسائی ہو گیا۔ مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

① بخاری: 1985، مسلم: 1144، ابوداؤد: 2320، ترمذی: 743، ابن ماجہ: 1723، ابن خزیمہ: 2158، احمد: 495/2، ② دراج المنبوت ③ کتاب الاستیعاب

④ برک الخمار ایک مقام کا نام ہے جو کسے سے پانچ منزل ہے۔ ⑤ احمد: 17990، ⑥ مسلم: 2742، احمد: 71/3، کتاب الاستیعاب

اسلام کے لیے انھوں نے باپ بھائی خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پرویس میں خاوند کا سہارا تھا، ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ الظہری کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا۔ اسے تحریر فرمایا تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کا پیام شادی پہنچائے۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات و عطریات کی تحویل دار تھی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھی کہ ان کو کوئی شخص ام المؤمنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ اب لونڈی سے یہ پیغام سن کر انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا عطا فرمایا۔ نجاشی نے مجلس نکاح خود منعقد کی جس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر جملہ مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا۔

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله و انه الذي بشره عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم اما بعد فان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب اليّ ان ازوجّه ام حبيبة بنت ابي سفيان الى ما دعا اليه رسول الله ﷺ و قد اصدقته اربع مائة ديناراً۔

اس کے بعد اس نے قوم کے سامنے دنیا رکھ دیے۔

پھر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے۔ خطبہ پڑھا:

الحمد لله احمده و استعبده و اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون اما بعد فقد اجبت الى ما دعا اليه رسول الله ﷺ و زوجته ام حبيبة بنت ابي سفيان فبارك الله رسوله عليه السلام۔

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ تزویج کے بعد کھانا ہوتا ہے۔ ①

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 44ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہو جایا کرتی ہے جو کچھ میں نے کہا سنا ہو مجھے معاف کر دو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے مجھے شاد ماں کیا ہے۔ اللہ تم کو شاد ماں کرے۔

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ذات حمیدہ و صفات جو ادو عالی ہمت تھیں۔ ان کی مرویات حسب ذیل ہیں:

2	متفق علیہ
1	صحیح مسلم
62	دیگر کتب احادیث
65 =	کل

ان کی بیٹی حبیبہ، رچیت النبی ﷺ ہیں۔ یہ مکہ میں پیدا ہوئیں تھیں اور والدین کے ساتھ ہجرت حبشہ کی تھی۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے وہ قصہ ہے جسے ابن اسحاق رضی اللہ عنہ امام اہل میر نے بیان کیا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان تجددِ صلح کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ ابوسفیان بستر پر بیٹھنے لگا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا: بیٹی میں نہیں سمجھا کہ تو بستر مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھے بستر سے۔ ام المومنین نے فرمایا: اے باپ! یہ بستر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو مشرک ہے اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کھسیانا ہو کر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی۔ ﴿۱﴾

اللہ اکبر! یہ نمونہ ہے اس ایمان کامل کا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ام المومنین کے درجے پر ممتاز فرمایا اور یہی ہے وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بغیر کبھی کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاَلِدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ ﴿۲﴾

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میری محبت اس کو اس کی اولاد اور مادر پدر اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ نہ ہوگی۔“

اقارب: ابوسفیان صحز بن حرب ان کا باپ ہے جو ابتداء میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سرداران قریش میں سے تھا۔ غزوہ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوہ خندق بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔

قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام ”عقاب“ تھا، وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا۔ فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کمال دیر بری اور جرأت سے بڑھاواتے رہے۔ 33ھ میں ہمر 96 سال وفات پائی۔ ولادت عام انفیل سے دس (10) سال پہلے کی تھی۔

□ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ اور عمدہ اسلام سے مشرف ہوئے۔ فتح شام کے لیے جن سرداران کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مامور کیا تھا ان میں سے یہ بھی تھے۔ انھوں نے 19ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت کل شام کے حاکم یہی تھے۔

□ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے 20 سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ساڑھے 19 سال تک شام کی سلطنت کی۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ 22 رجب 60ھ کو 82 سال کی عمر میں وفات پائی۔

□ حبیبہ بنت ام حبیبہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبہ ہیں۔ حمص سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں۔ ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔

﴿۳﴾ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

صفیہ بنت حمی بن اخطب بن شعبہ سبط ہارون علیہ السلام سے ہیں۔ ان کی ماں کا نام برہ بنت سموال تھا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے، دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا تھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس جنگ کے سپاہی میں تھیں۔

دجیہ کلبی ﴿۴﴾ نے عرض کی کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے لو۔ انھوں نے صفیہ کو لینا چاہا۔ اس میں اختلاف ہو

﴿۱﴾ جلاء النہام لابن تیم التونی 751ھ ﴿۲﴾ بخاری: 15، مسلم: 168 ﴿۳﴾ دجیہ بن خلیفہ بن فروہ بن کلب سے ہیں۔ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ بدر کے سوا جملہ مشاہد میں مشرک رکاب نبوی تھے۔ 6ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو قیصر کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بعد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی۔

گیا۔ لوگوں نے کہا کہ، بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ ہے اور ایسی عورت دجیہ کو بل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ بہتر ہے کہ نبی ﷺ اس کو اپنے لیے خاص فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا۔

ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ صفیہ زور رہی ہیں۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ انھوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لیے بطور نفرتی ہے کہ ہمارا نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی ہو۔ میرا باپ ہارون علیہ السلام ہے اور میرا چچا موسیٰ علیہ السلام ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے۔ [1]

صلی اللہ علی سیدنا محمد بن النبی وعلی ہارون وعلی موسیٰ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین
ایک بار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی صفیہ سبت کی عزت کیا کرتی اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کر بیجا۔ انھوں نے کہا۔ جب سے اللہ نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے، سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی، ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو ضرور دیتی ہوں۔

پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے؟ لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکایا۔ ام المومنین نے کہا: جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو، ان کا انتقال 50ھ میں ہوا۔ [2]

مرویات دس (10) ہیں: متفق علیہ = 1؛ دیگر کتب میں = 9؛ [3] کل = 10

ان کے ماموں قاسم بن سواد صحابی تھے۔ ان کی حدیث موطا امام مالک میں موجود ہے۔ [4]

[5] ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا

میمونہ بنت الحارث بن بکیر بن محرم بن رویہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاذ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن نکرمة بن حفصہ بن قیس بن غیلان بن معمر۔ [6] حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی رہم بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں اور اس سے پیشتر حویطب بن عبد العزی کے نکاح میں۔ جب نبی ﷺ نے 7ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے ذکر فرمایا اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنیں چار ہیں۔

[1] ام الفضل لبابہ الکبریٰ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

[2] لبابہ الصغریٰ جو حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

[3] ترمذی 3903، 3904، نسائی 1089، ابن سعد 100/8، تحفۃ الاشراف 15905، [4] الاستیعاب [5] عوارج النبوة - [6] امام مالک بن انس بن مالک الاصبغی بیہقیہ امام دارالکفرت کے کتب سے مشہور ہیں۔ 95ھ میں پیدا ہوئے اور عمر 84 سال 179ھ میں روم گئے عالم بنا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ بیہقی نے شرح موطا میں تحریر کیا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند مالک تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ حدیث ذرہ اعلیٰ صحت تک پہنچ گئی۔ امام شافعی ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن حسن ابن وہب ابن القاسم بیہقی بن سعید قطان عبد الرحمن بن مہدی عبد الرزاق ہارون الرشید مامون وغیرہ محدثین و ملوک ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں کی تعداد ایک ہزار (1000) تک شمار ہوتی ہے۔ جو من بعد استاذ التلمیم ہوئے ہیں۔ [7] دیلمی و مسند نسب نبوی ﷺ

[8] خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اشہر الشاہیر سے ہیں۔ قریش میں صاحب القہد والا عنہ تھے۔ قبو سے مراد وہ خیمہ ہے جس میں نشست کرنے کے بعد کسی جنگ کا اعلان کیا جاتا تھا۔ احد سے مراد سالہ اسپ سواروں کا ہے نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ ان کو سوارہ فوج کا افسر رکھا تھا۔

③ عصماء جو ابی بن خلف کے گھر میں تھیں۔

④ عزہ، جو زیاد بن مالک الہلال کے گھر میں تھی۔

حضرت میمونہ کی بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں۔ یہ ہیں:

⑤ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھیں۔ ان سے عبداللہ عون اور محمد پیدا ہوئے۔ پھر ان کا نکاح حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے ان کا نکاح ہوا۔ ان سے یحییٰ پیدا

ہوئے۔ ⑥

⑥ سلمیٰ بنت عمیس، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کے گھر تھیں۔ ان سے امہ اللہ پیدا ہوئی۔ پھر سلمیٰ کا نکاح شداد بن اسماء الہادی سے ہوا۔ ان

سے عبداللہ و عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

⑦ سلمہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن ابی منبہ رضی اللہ عنہما سے ہوا تھا۔

⑧ ام المومنین زینب بنت خزیمہ، جو طفیل اور عبیدہ فرزند ان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جحش کے گھر میں رہیں اور آخری نکاح

ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرویات حدیث مندرجہ ذیل ہیں:

متفق علیہ: 7

1 : صرف صحیح مسلم میں

1 : صرف صحیح البخاری میں

67 : دیگر کتب احادیث میں

76 کل



نقشہ

متعلق حالات تاریخی امہات المؤمنین
تمہ باب امہات المؤمنین مشمولہ جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	ام المؤمنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سندوقات	مقبورہ	نبی ﷺ کی خدمت میں رجسٹرڈ مدت بوقت نکاح	نبی ﷺ کی عمر بوقت نکاح	کیفیت
1	خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	25 میاد النبی	40 سال	65 سال	10 نبوت	مکہ معظمہ	25 سال	25 سال	
2	سودہ رضی اللہ عنہا	10 نبوت	50	72	19 ہجرت	مدینہ منورہ	14	50	
3	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	نکاح نبوت 11 محرمی شوال 1ھ	9	63	57 17 ذھان مبارک		9	54	
4	حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان 3ھ	22	59	41 جمادی الاول		8	55	
5	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	3ھ	30	30	3ھ		3 ماہ	55	
6	ام سلمہ رضی اللہ عنہا	4ھ	24	80	60ھ		7 سال	56	
7	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	5ھ	36	51	20ھ		6	57	
8	جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان 5ھ	20	71	56ھ ربیع الاول		6	57	
9	ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	6ھ	36	72	44ھ		6	58	
10	صفیہ رضی اللہ عنہا	جمادی الآخر 7ھ	17	50	50ھ ذھان مبارک		3 $\frac{3}{4}$	59	
11	میمونہ رضی اللہ عنہا	ذیقعدہ 7ھ	36	80	51ھ	سرفتریب مکہ معظمہ	3 $\frac{1}{4}$	59	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 ﴿ وَ یَوْمَئِذٍ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۗ یُنصِرُ مَن یَشَاءُ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ
 الرَّحِیْمُ ۝ وَعَدَّ اللّٰهُ ۗ لَا یُخَلِّفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ ۝ ﴾ [الروم: 4-6]

غزوات و سرایا

دشمنان اسلام کی لڑائیاں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ اس وقت شروع ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں 13 سال تک تبلیغ فرمائی اور اس عرصہ میں جھوٹے معبودوں کے ماننے اور گندے عقیدے رکھنے والوں کو اللہ کی وحدانیت کا وعظ فرماتے رہے۔

توحید کے مواعد ہی دشمنوں کی عداوت کا سبب بنے اور سلسلہ وعظ و نصیحت کے روکنے کی غرض سے دشمنوں نے مختلف و متعدد تدابیر پر عمل کیا۔
 □ مستہزئیں کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی۔ ان کا کام یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کے ہر ایک فعل کی ہنسی اڑائیں، منہ چڑائیں باہر سے آنے والے نوادروں میں مسلمانوں کے خلاف بدظنی پھیلائیں تاکہ نووارد شخص نہ کسی مسلمان سے بات چیت کرے اور نہ آنحضرت ﷺ ہی سے ملاقات کرے۔ اس جماعت کے تحت میں کئی کمیٹیاں تھیں اور ہر ایک کمیٹی اپنے کام کو پوری مصروفیت سے انجام دیتی تھی۔

□ ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جہاں کہیں وعظ کے لیے کھڑے ہوں اور تعلیم اسلام پر تقریر فرمائیں وہاں یہ لوگ شور و شغب کرتے اور مجمع میں بدامنی و پریشانی پھیلاتے رہیں۔

□ ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ پر گلی کوچہ میں آتے جاتے وقت گارا، کچڑ، مٹی ڈالا کریں، پتھر ماریں۔ عبادت میں حضور ﷺ کو دیکھیں تو گردن جھنجھیں۔ اندھیری راتوں میں حضور ﷺ کے راستہ پر گھڑے کھودیں، خار بچھائیں، دروازہ پر سرائے پھینکیں۔

□ چند ٹولیاں شریر لوگوں کی الگ تھیں، جن کا کام تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح ظلم و ستم اور فریب و دغا کرنا مستحسن سمجھتے تھے اور موقع مل جانے پر قتل کر کے ان کی لاش کو پہاڑ کے غاروں میں پھینک دیا کرتے تھے۔ اس جو رسٹم کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اکثر مسلمان وطن چھوڑ چھوڑ کر ملک حبش میں چلے گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ بنو زان سنگ دلوں کے راہ راست پر آ جانے سے مایوس نہ ہوئے تھے۔ اس لیے مکہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ مگر دشمنان دین نے اب یہ معاہدہ کیا کہ کھانے کی کوئی چیز مسلمان اور ان کے خیر اندیش لوگوں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے۔ تین (3) سال تک نبی کریم ﷺ نے اس سختی کو بھی برداشت کیا ﴿﴾ اور اس کے بعد انھوں نے مکہ کے قرب و جوار میں دورے لگانے اور وعظ فرمانے شروع کیے، لیکن اطراف مکہ کے سب قبائل اہل مکہ ہی کے حلیف تھے۔ اس لیے وہ حضور ﷺ کی نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ناکامیابی کی داستان سن کر اہل مکہ خوش ہوا کرتے تھے، لیکن ان کو تعجب و حسرت اور غصہ کی کوئی حد نہ رہ گئی جب انھوں نے یہاں تک ایک یہ سن لیا کہ نبی کریم ﷺ کی پاک تعلیم اہل یثرب (مدینہ) کے قلوب کو سخر کر رہی ہے۔ اہل مکہ کو اب یقین آنے لگا

﴿﴾ مکہ مکرمہ میں حملہ شعب ابی طالب میں (3) برس تک معاشی مقابلہ (Social boycott) کا کارہے۔

کہ تعلیم محمدی ﷺ میں دور دور تک اثر پہنچانے کی طاقت مخفی ہے۔ اس لیے سب نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی حیات کا چراغ گل کر دیا جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں نہ کوئی حکومت ہو، نہ آئین ہو اور جہاں جان و مال کے تحفظ کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ ہو، جہاں وحشی اور جاہل اقوام کی جنگ جوئی و خونریزی صدیوں سے ضرب المثل ہو۔ جب تمام باشندے ایک نیچے شخص کے قتل پر متفق ہو جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی یہی کی جائے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک بہادر شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب انتقام کے کمینہ جوش سے فراہم کیے جائیں تو بدیہی ہے کہ نظر بہ اسباب ظاہری اس کا بیخ جانا امکان سے بالاتر ہے۔ لیکن نبی ﷺ ان محاصرین کے محاصرہ سے صاف نکل کر چلے گئے۔ اس واقعہ پر ہر ایک منکر غور کرے تاکہ اسے قدرت ربانی کا اعتراف سہل ہو جائے۔ ہر ایک مسلم شکر کرے کہ اسے حفاظت الہی کا جو خاص خاص بندوں کے لیے بارگاہ رب العزت سے کی جاتی ہے، وجود مجسم نظر آ جائے۔

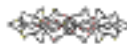
نبی ﷺ کا بیخ کر دینے پہنچ جانا، دشمنوں نے ایک ذلت کا موجب سمجھا اس لیے کینہ کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہو گئی اور سب نے سوگندیں (قسمیں) کھالیں کہ ہادی اسلام ﷺ اور نازچہ مسلمانوں کو ضرور بر ضرور روئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔ نبی ﷺ ان خون خوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادات سے، بخوبی آگاہ تھے۔ حزم و احتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمن کی حرکات و سکنات کی خبر رکھی جائے۔ بیدار مغزی و دور بینی سے دشمن کی تدابیر متعلق فراہمی افواج اور تیاری جنگ کو سرسبز نہ ہونے دیا جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔

انسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام (جو انھوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں، نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش، نہ مسلمانوں کے افعال کا تھنص اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل و حرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل و حرکت کا نام ”غزوات و سرایا“ ہی رکھا ہے، لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہوگی کہ غزوات و سرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھا جائے، حالانکہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین نے ہر ایک قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا تھا۔

① وہ نقل و حرکت جو نبی ﷺ نے فرمائی ہو اس کا نام ”غزوة“ ہے۔ غزوات کی تعداد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پر روایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ انیس (19) بیان کی ہے۔ ②

② وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زائد) کی ہو اس کا نام ”سریہ“ ہے۔ اب ہم ذیل میں ایک نقشہ جملہ غزوات و سرایا کا درج کرتے ہیں، جس طرح قدیم تاریخوں میں ان کو اسی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔

اندراج میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نقشہ کا نمبر شمار بہت ضروری نہیں ہے۔ نقشہ کے اختتام پر جو بحثیں لکھی گئی ہیں، ان میں ہر ایک جگہ اسی نمبر شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔



نقشہ غزوات و سرایا جو عہد نبوی ﷺ میں 2ھ سے 9ھ تک (8 سال کے اندر) ہوئے

نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام مع تاریخ	لنگر اسلام کی تعداد مع نام سردار	لنگر دشمن کی تعداد مع نام سردار	مسلمان کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				زخمی	شہید	زخمی	مقتول		
1	سریہ یثرب المعمر رمضان 1ھ	30 راہبر حمزہ بن عبدالمطلب	300	ایہ جیل				گشت لگا کر مسلمان واپس آئے یہ سریہ احوال مکہ کے بحسب کے لیے بھیجا گیا۔ دشمن نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور لوٹ گیا	
2	سریہ اذی شوال 1ھ	60 عیدہ بن الحارث	200	نکرمہ یا اوسطیان				گشت لگا کر مسلمان واپس آئے یہ سریہ احوال اہل مکہ کے بحسب کے لیے بھیجا گیا تھا۔ عیدہ المرہ پر موجود دیکھا گیا۔	
3	سریہ ضار ذی قعد 1ھ	80 سعد بن ابی وقاص						جھفت تک گشت لگا کر واپس چلے آئے۔	
4	غزوہ دان یا غزوہ ابواء صفر 2ھ	70 نبی کریم ﷺ						عمرو بن عتشی الضمری سے معاہدہ کیا کہ نہ قریش کو مدد دیں نہ مسلمانوں کو	
5	غزوہ لبابہ ربیع الاول 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	100	امیہ بن خلف				رضوی اور بواط تک ہو کر واپس رہے۔ رضوی پہاڑ کا نام ہے جو بیابان کے قریب ہے۔	
6	غزوہ حواہن یا ہدراوی ربیع الاول 2ھ	70 نبی کریم ﷺ		کرز بن جابر البصری				سفوان تک دشمن کا تعاقب کیا گیا مگر ہاتھ نہ لگا۔	کرز بن جابر اہل مدینہ کے موسیقی لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا۔

[1] ان کا ذکر شہدائے کربلا میں ہے۔ [2] یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از عشش (6) جن کو قاروقین نے خلافت کا اہل بنایا۔ قاروقین، بانی کوفہ، خالد بن ولید، سب سے پہلے اللہ کے راستے میں حیر چلایا، اسلام لانے میں ساتویں شخص۔ 54ھ میں وفات پائی۔

7	غزوہ ذوالعشرہ جمادی الاخرہ 2ھ	150 نبی کریم ﷺ	---				نبی مدح اور نبی ضمیرہ سے معاہدہ ہوا۔	ذوالعشرہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بندر بنوع کی جانب ہے۔	
8	سریہ نخلہ رجب 2ھ	12 عبداللہ بن جحش	ایک قافلہ زبر سرداری اٹانے امیہ			قیدی 2	1	قیدیوں کو چھوڑا گیا۔ مقتول کا خون بہا دیا گیا۔	
9	غزوہ بدر الکبریٰ رمضان 2ھ	313 نبی کریم ﷺ	1000 ابو جہل			22/14	70	70	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔
10	سریہ عمیر بن العدی اظہمی رمضان 2ھ	1 عمیر	1 مساہ عصمانیت مردان نظمیہ				1		عصمان قتل ہوئی۔
11	سریہ عالم بن عمیر انصاری شوال 2ھ	1 سالم	1 ابولکفہ یہودی				1		یہودی قتل ہوا۔
12	غزوہ بنو قریظہ شوال 2ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو قریظہ						شہر بدر کیا گیا۔
13	غزوہ السویق ذی الحجہ 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	200 سوار ابوسفیان اموی					2	نبی ﷺ نے دشمن کا تعاقب کیا۔

(1) بنو نضیر میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ امام توم تھے۔ آنکھیں کمزور تھیں، ان کے والد عدی بن خزیمہ مشہور شاعر تھے۔
(2) بدر اعدہ مشرق اور جملہ مشاہد یہودی مکہ ﷺ میں حاضر کا بڑے۔ اللہ کے خوف سے ررو پا کرتے۔ بعد امیر معاویہ وفات پائی۔

14	غزوہ قرقرہ اکلدر یا بنو سلیم۔ محرم 2ھ	نبی کریم ﷺ 200	قبیلہ بنو غطفان و بنو سلیم			1	دشمن مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فراہم ہوا تھا۔ اسلامی فوج کے مظاہرہ سے بھاگ گیا۔	ایک غلام یہاں تائی گرفتار ہوا تھا۔ چھوڑ دیا گیا۔
15	سریہ ایضا	عالم بن عبداللہ لیشی	ایضا	3			دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے باقی بھاگ گئے۔	غزوہ 14ھ کی تکمیل میں یہ سریہ روانہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ دشمن نے دوبارہ اجتماع کر لیا تھا۔
16	سریہ محمد بن مسلمہ ربیع الاول 3ھ	محمد بن مسلمہ الانصاری الخزرجی [3]	کعب بن اشرف یہودی	1		1	ایک قتل ہوا۔	کعب یہودی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ مکہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا جس کا نتیجہ جنگ احد ہوا۔ انہں مسلمہ اس کا دودھ شریک بھائی تھا۔ اس نے قتل کر ڈالا۔
17	غزوہ ذی امر یا غزوہ غطفان، شمار ربیع الاول 3ھ	نبی کریم ﷺ 450 سوار	بنو ثعلبہ اور بنو مخارب				بنو ثعلبہ اور بنو مخارب جمع ہوئے تھے کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اس مظاہرہ پر منتشر ہو گئے۔	آنحضرت ﷺ نے نجد تک سفر فرمایا۔ وحشود نامی جو تکوار لے کر نبی ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا مسلمان ہوا۔
18	سریہ قزوہ جمادی الآخرہ 3ھ	زید بن الخطاب بن حارثہ 100	ابوسفیان اموی	1			قریش کے تجارتی رست پر مظاہرہ کیا گیا۔	قراۃ بن سفیان جو قافلہ کار بننا تھا، گرفتار ہوا پھر مسلمان ہو گیا۔
19	غزوہ احد 6 شوال 3ھ	650 پیادہ	2800 پیادہ 200-300 سوار ابوسفیان اموی	40 ذمی	70	30	مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا مگر کفار مرعوب ہو کر ناکامیاب ہوئے	احد مدینہ سے 3 میل ہے۔ دشمنوں نے مکہ سے احد تک چڑھائی کی تھی۔

[3] فضلاء صحابہ میں سے نبی ﷺ نے ان کو اپنی غیر حاضری میں امیر مدینہ بنایا تھا۔ ایام ہجرت میں سے آگے ہے۔ 41ھ میں بہ عمر 77 سال مدینہ میں وفات پائی۔ 10 پھر 6 ذی القعدہ 10ھ میں۔

20	غزوہ حراء الاسد 7 شوال 3ھ	نبی کریم ﷺ 540	2970 ایسٹین	2 یعزہ و معاویہ بن مغیرہ	دشمن کو مرعوب کیا گیا۔ جنگ احد سے اگلے دن دشمن کے کیمپ تک صرف اس لیے مظاہرہ کیا گیا تھا کہ دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر پھر حملہ نہ کر دیں۔ 2 اسیر ہوئے اور شاعر یوعزہ قتل ہوا کیونکہ بدر میں اس نے عہد دیا تھا کہ آئندہ شریک جنگ نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے اس نے اس دفعہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔
21	سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ مخزومی یکم محرم 4ھ	150 ابوسلمہ مخزومی	طلحہ و سلمہ	مسلمانوں کے مظاہرہ سے مدینہ پر ڈکیتی نہ کر سکے۔ یہ مشہور ڈکیت اور ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ مدینہ پر ڈکیتی ڈالنا چاہتے تھے۔ جب مسلمان مظاہرہ کرتے ہوئے قطن تک جو ان کا ماویٰ تھا پہنچ گئے تو گروہ منتشر ہو گیا۔	
22	سریہ عبداللہ بن انیس الجعفی الانصاری 5 محرم 4ھ	1 عبداللہ بن انیس الجعفی الانصاری ①	1 سفیان ہمدانی	1 عبداللہ نے سنا تھا کہ سفیان پر عرنہ پر مسلمانوں کے خلاف جمعیت فراہم کی ہے۔ عبداللہ وہاں پہنچا اور سفیان کو مار ڈالا۔	

① جزو انصاری جعفی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد میں حاضر رکاب نبوی ﷺ تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو 23 ویں شب لیلیۃ القدر بتائی۔ 54ھ میں وفات پائی۔

<p>10 داعظین اسلام کو شہید کیا گیا۔</p> <p>مساۃ اسلام ذن طلحہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو عاصم کو مارے اسے 100 شتر انعام دے گی۔ اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ دن داعظین اسلام کو ساتھ لے گئے۔ آٹھ کوراہ میں تیروں کا نشانہ بنایا۔ دو کواہل مکہ نے خرید کر سولی پر چڑھایا۔ چالیس دن نعشیں سولی پر رہیں۔ کتب سیر میں ان کی تعداد 6 ہے۔ صحیح بخاری میں 10 ہے۔</p>	<p>10</p>		<p>100</p>	<p>قبیلہ عضل وقارہ</p>	<p>10</p> <p>عاصم بن ثابت یا مرثد بن ابی مرثد الغنوی</p>	<p>سریہ ربیع صفر 4ھ</p>	<p>23</p>
<p>69 عالم دین شہید اور شکار ظلم ہوئے۔</p> <p>عاصم خدمت نبوی ﷺ میں آیا اور کہا کہ میرا ملک اسلام کے لیے آمادہ ہے کچھ واعظ ساتھ بھیج دیے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے 70 عالم ساتھ کر دیے۔ جب وہ ان کے علاقہ میں پہنچے تو قبائل رطل و ذکوان بنو سلمہ نے حملہ کیا۔ صرف عمرو بن امیہ الضمری بچ کر آئے۔</p>	<p>69</p>	<p>1</p>	<p>ایک بڑی جماعت</p>	<p>عاصم بن مالک</p>	<p>70</p> <p>منذر بن عمرو</p>	<p>سریہ یزعمونہ یا سریہ طرز صفر 4ھ</p>	<p>24</p>

25	سر یہ عمرو بن امیہ الضمری ربیع الاول 4ھ	1 عمرو بن امیہ	2 از قبیلہ بنو کلاب	2	چونکہ عمرو نے غلط فہمی سے یہ دو شخص دوست دار قبیلہ کے قتل کر دیے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے دونوں کا خون بہا ہوا کیا۔	عمرو بن امیہ جو 70 علماء سے بیچ کر مدینہ آ رہے تھے (دیکھو 24 نمبر) انہوں نے دو شخصوں کو سوائے پاپا اور غلطی سے انہیں قاتلوں کی جماعت سے سمجھ کر قتل کر ڈالا۔
26	غزوہ بنو نضیر ربیع الاول 4ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو نضیر		یہ وجہ جرم بغاوت و اقدام قتل آنحضرت ﷺ مدینہ سے نکال دیے گئے۔	بنو نضیر یہودی مدینہ کے اندر آباد تھے اور مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کے جرم کی سزا میں جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے۔ غزوہ خیبر بھی ان ہی کی شرارتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔
27	غزوہ بدر الاخری ذی قعدہ 4ھ	1500 پیادہ 10 سوار نبی کریم ﷺ کل = 1510	2000 پیادہ 50 سوار ابوسفیان اموی کل = 2050		مقابلہ نہیں ہوا تھا۔	ابوسفیان مکہ سے لشکر لے کر طبران یا عسفان تک آیا۔ نبی ﷺ بھی خبر پا کر مقابلہ کے لیے نکلے۔ وہ راستہ سے لوٹ گیا تو نبی ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے۔
28	غزوہ دومہ الجندل ربیع الاول 5ھ	1000 نبی کریم ﷺ	باشندگان دومہ		مقابلہ نہیں ہوا تھا، راوی ہی سے لوٹ آئے۔	معلوم ہوا تھا کہ دومہ الجندل میں جمع کثیر فراہم ہے اور مدینہ پر حملہ کرنے کو تیار ہے۔ آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ واپس تشریف لے آئے۔ راہ میں عیینہ بن حصین سے معاہدہ ہوا۔

29	غزوہ بنو مصطلق یا ربیع 3 شعبان 5ھ	نبی کریم ﷺ	حارث بن ضرار سید بنو مصطلق	1	190	10	دشمن کو شکست ہوئی۔ قیدی سب چھوڑ دیے گئے۔	نبی کریم ﷺ نے سنا تھا کہ حارث نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمعیت فراہم کی ہے۔ بریدہ اسلمی کو بھیج کر تصدیق کی گئی تب آنحضرت ﷺ ادھر متوجہ ہوئے۔ بنو مصطلق جنگ پر کھڑے ہوئے باقی منتشر ہو گئے تھے۔
30	غزوہ احزاب یا خندق۔ شوال ذی قعدہ 5ھ	نبی کریم ﷺ	ابوسفیان اموی وغیرہ	6	10000	10	دشمن ناکام واپس ہوا۔	سرداران یہود نے مختلف قبائل اور قریش کو لڑائی کے لیے فراہم کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے اندر رہ کر خندق کی پناہ میں مدافعت کی۔ ایک ماہ تک دشمنوں نے محاصرہ رکھا۔ پھر چپکے سے ناکام واپس چلے گئے۔
31	سریہ عبداللہ عتیک ذی قعدہ 5ھ	عبداللہ بن عتیک الانصاری الخزرجی [1]	سلام بن ابوالحقیق یہودی خبیر	1	5	1	دشمن قتل ہوا۔	جنگ احزاب میں اسی نے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں جدوجہد کی تھی۔ اب مکرر جمعیت کا انتظام کر رہا تھا۔ عبداللہ نے اس کو خواب گاہ میں پہنچ کر رات کو قتل کر دیا۔

[1] احد میں حاضر ہوئے یہاں میں شہید ہوئے۔ سریہ مذکور میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک ساق پر بھیر دیا۔ فوراً جھکے ہو گئے۔

32	غزوہ بنو قریظہ ذی الحجہ 5ھ	نبی کریم ﷺ	بنو قریظہ		4	200	400	دشمن قید اور قتل ہوا۔	بنو قریظہ یہودی تھے اور مسلمانوں کے ساتھ ہم عہد تھے۔ بغاوت کے جرم میں یہ اسیر کیے گئے۔ انھوں نے چاہا کہ ایک منصف جو مقبول فریقین ہو، ان کا فیصلہ کرے۔ منصف نے ان کا فیصلہ بموجب احکام تورات شریف جس کے وہ قائل تھے کر دیا۔ اس لیے 400 قتل ہوئے۔ یہ تعداد بروایت جابر ترمذی و نسائی و ابن حبان ہے۔
33	سریہ قریظہ محرم 6ھ	30 سوار محمد بن مسلمہ انصاری	20 ثمامہ بن اثال			1		ثمامہ پکڑا گیا۔ نبی ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔ وہ بعد رہائی مسلمان ہو گیا۔	محمد بن مسلمہ نے ثمامہ کو بہانہ بنا لیا اور دیکھا اور راستہ گھیر کے گرفتار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے رہا فرما دیا۔ اخلاق محمدی اور تعلیم نبوی ﷺ کو کچھ کر مسلمان ہو گیا۔
34	غزوہ بنی لیثیان ربیع الاول 6ھ	200 سوار سرور کائنات ﷺ	بنو طیآن شاخ ہندیل					دشمن خبر پا کر منتشر ہو گیا۔ مقابلہ نہیں ہوا۔	اہل رجب جنھوں نے 10 علماء اسلام کو بے وجہ قتل کیا تھا (دیکھو نمبر 22) ان کی سزا کے لیے یہ حملہ کیا گیا تھا۔
35	غزوہ قردہ یا غابہ ربیع الاول 6ھ	500 سرور کائنات ﷺ مع مسلمہ بن اکوع	سواران بنو غطفان زیر سرداری عمینہ قرآزی	ایک عورت	3		1	ڈکیتوں نے اونٹوں کو لوٹا تھا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے اپنے سب مویشی چھڑا لیے۔	یہ ڈکیتوں کا گروہ نبی ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ ذر بن ابوزر کو قتل کر کے لیلیٰ زہرہ ابوزر کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ صحابہ نے تعاقب کیا، نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے تھے

36	سریہ عکاش بن محسن یا سریہ غرمرزوق ربیع الآخر 6ھ	40 عکاش بن محسن الاسدی <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو اسد					دشمن منتشر ہو گیا، مقابلہ نہیں ہوا۔ اس کے دو سو (200) شتر گرفتار ہوئے۔ بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمعیت فراہم کی۔ 40 شخصوں کا یہ طلایہ گیا تھا۔
37	سریہ ذی القصد ربیع الآخر 6ھ	10 محمد بن مسلمہ	بنو ثعلبہ	100	1	9		9 عالمان شہید اور محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے۔ 10 عالمان دین ہدایت کے لیے گئے تھے۔ وہ سوتے پڑے تھے کہ بنو ثعلبہ دشمن قبیلہ نے حملہ کر دیا۔ ذی القصد مقام کا نام تھا۔ قبیلہ نے حملہ کر دیا۔ ذی القصد مقام کا نام تھا۔
38	سریہ بنو ثعلبہ ربیع الآخر 6ھ	40 ابو عبیدہ ابن جراح	بنو ثعلبہ			1		دشمن بھاگ گیا۔ جس کے گلے سڑے اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔ شہدائے مقام ذوالقصد کا انتقام لینے گئے تھے۔
39	سریہ جوم ربیع الآخر 6ھ	زید بن حارثہ	بنو سلیم			10		چند اشخاص گرفتار کیے گئے۔ آحضرت عائشہ نے سب کو چھوڑ کے خلاف کر دی۔ دیا تھا جن میں بجز عورت کا شوہر اندازاً لکھی گئی ہے۔ جب زید بن حارثہ اس کی طرف سے گزر رہے تھے۔ تعداد اسیران جھی تھا۔
40	سریہ طرف یا طرق جمادی الآخر 6ھ	15 زید بن حارثہ	بنو ثعلبہ					دشمن بھاگ گیا۔ 20 شتر گرفتار کر لائے۔ بجرمان ذی القصد (دیکھو 37 نمبر) کی سزا دی کو گئے تھے۔

﴿﴾ فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ 42 سال کی عمر بعد خلافت صدیق مرتدین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ بدر احد ۱ملہ شاہد میں ملتزم رکاب انہوی رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ باحساب جنت میں داخل ہوں گے۔

41	سریہ وادی القرئی رجب 6ھ	12 زید بن حارثہ	ساکنان وادی القرئی	1 زخمی	9	9 مسلمان شہید اور 1 زخمی ہوا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہما بطور گشت گئے تھے لوگوں نے حملہ کر دیا۔
42	سریہ دومۃ الجندل شعبان 6ھ	عبدالرحمن بن عوف القرشی الزہری <small>رضی اللہ عنہ</small>	قبیلہ بن کعب اصبح بن عمرو کلبی			و عطا میں نمایاں کامیابی ہوئی۔ اصبح بن عمرو کلبی سردار قبیلہ مسلمان ہوا اور علاقہ میں بھی اسلام پھیلایا۔ یہ پہلے عیسائی تھے۔
43	سریہ فدک شعبان 6ھ	200 علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	خوسعد بن بکر			دشمن بھاگ گیا۔ 100 شتر 2000 ہزار بکریاں مال غنیمت ملا مدینے سے خارج ہو کر خیبر جاتے تھے لڑائی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور خود امداد دینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے مظاہرہ کیا تھا۔
44	سریہ ام قرفہ رمضان 6ھ	ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	قوم قزارہ زبیر سرداری ام قرفہ		2	دشمن کو شکست ہوئی۔ بنو قزارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلہ کو لوٹا تھا۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کو گرفتار کیا گیا۔ ام قرفہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی تھی۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔ (صحیح مسلم)

<http://mujahid.xtgem.com>

﴿﴾ یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از ستہ (6)، جن کو فاروقی رضی اللہ عنہما نے خلافت کا اہل بنایا۔ بڑے تاجر اور زمیندار، بڑے مالدار، زاہد، امین فی الارض و امین فی السماء۔ اہمبات المؤمنین کی خدمت مالی سب سے زیادہ کرنے والے جب احد میں 21 زخم کھائے۔ نبی ﷺ نے ایک سفر میں ایک نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی۔ ان کے ترکہ 86 / 3 بیوی کو 83 ہزار نقد ملا تھا۔ 31ھ میں پہ عمر 72 سال وفات پائی۔

45	سر یہ عبداللہ بن رواحہ شوال 6ھ	عبداللہ بن رواحہ	30	اسیر بن رزام	1	30	فریقین کی غلط فہمی سے لڑائی ہوئی۔ سب یہودی مارے گئے۔	عبداللہ مع 30 مسلمانوں کے اسیر کو لینے گئے۔ جس کو بطور سردار یہود آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ وہ 30 یہودیوں کے ساتھ چل پڑا۔ رات میں ایک دوسرے سے بدگمانی ہو کر حملہ ہو گیا۔
46	نزوہ عرقیقین شوال 6ھ	200 سوار کرز بن جابر المہری (۱)	8	پندرہ کس از معکل دہرینہ			یہ لوگ مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لوٹ کر لے گئے تھے۔ پھر پکڑے گئے اور قتل ہوئے	یہ لوگ بیمار تھے۔ علاج کے لیے آئے تھے۔ جب تندرست ہوئے تب موقع پار کر یا رونوی مولیٰ رسول ﷺ کو قتل کر گئے، اونٹ لے گئے تھے۔
47	سر یہ عمرو بن امیہ شوال 6ھ	1 عمرو بن امیہ					عمرو بن امیہ مکہ سے اس لیے آیا تھا کہ نبی ﷺ کو قتل کرے لیکن تعلیم اور خلق محمدی دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر مکہ جا کر تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا کہ ایوسفیان کو ہلاک کر دے مگر کتب اسلامیہ میں کوئی ایسی روایت نہیں پائی جاتی۔	

(۱) ان کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ لہر 9 کیسے سلسلہ نمبر 1 انساب نبوی میں شامل ہو جاتا ہے۔ نزوہ سٹوان نمبر 6 کے وقت سردار کفار تھے۔ پھر اخیاد اور ار میں شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن شہید ہوئے۔

48	غزوہ حدیبیہ ذی قعدہ 6ھ	1400 نبی کریم ﷺ	اہل مکہ سہیل بن عمرو قریش				دس سال کے لیے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ نبی ﷺ واپس تشریف لائے۔ مکہ سے سات کوں ہے، آگے نہ بڑھنے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔
49	غزوہ خیبر محرم 7ھ	1400 رجال 20 زنانہ نبی کریم ﷺ کل=1420	یہود خیبر کنانہ بن ابو اسحاق	50 زنی	18	93	فتح مبین حاصل ہوئی تھی۔ احدہ احزاب میں یہودی حملہ کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں اکثر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا کرتے۔ اب پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے کہ نبی ﷺ نے خیبر پہنچ کر ان کے مفسدانہ ارادوں کا سدباب کر دیا۔
50	غزوہ وادی القرئی محرم 7ھ	1382 نبی کریم ﷺ	یہودان ساکنان وادی القرئی		1	11	وادی القرئی میں یہودی آباد تھے۔ خیبر کی کھلی ہوئی۔ یہودیوں کو ان کی اراضی و غیرہ پر قابض رکھا گیا۔
51	غزوہ ذات الرقاع محرم 7ھ	400 نبی کریم ﷺ	بنو غطفان، بنو مہارب، بنو ثعلبہ بنو انمار				بنو غطفان نے بنو مہارب، بنو ثعلبہ، بنو انمار کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں نے ان کی سرحد پر جا کر مظاہرہ کیا تو سب منتشر ہو گئے۔

52	سریہ عیس صفر 7ھ	72 ابو جندل و ابولیسیر [1]	قافلہ قریش			9	اول دشمن کا اسباب لوٹ لیا۔ پھر کلم نبوی ﷺ کے صادر ہونے پر سب کچھ واپس کر دیا۔	ابو جندل مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسے قریش نے قید کر دیا۔ اس نے نبیل خانہ ہی میں تہدیل اسلام کر کے کافی تعداد کو مسلمان کر لیا۔ پھر بھاگ گیا۔ مکہ اور شام کی راہ پر ایک پہاڑ پر جا ٹھہرا۔ اب قریش کا جو فریق جنگ تھا قافلہ لوٹ لیا۔ حضور ﷺ نے اسباب واپس دلا دیا۔ ابو جندل کو مدینہ بلا لیا۔	
53	سریہ کعبہ صفر 7ھ	60 غالب بن عبد اللہ لیبی	بنو لویح	1			خفیف لڑائی ہوئی۔	بنو لویح نے اصحاب بشر بن سوید کو قتل کر دیا تھا۔ ان کی تہذیب کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا۔	
54	سریہ فدک صفر 7ھ	غالب بن عبد اللہ لیبی	اہل فدک				کچھ دشمن لوگ مارے گئے۔		
55	سریہ حسی جمادی الآخر 7ھ	500 زید بن حارثہ	102 بید بن ماضی جزیری			100	2	مسلمانوں کو فتح ہوئی، بید اور اس کا فرزند مارا گیا۔ باقی کو بعد تو پہ چھوڑ دیا گیا۔	دجید کلبی رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کی جانب سے سفیر بن کر ہرقل قیصر کے پاس گئے۔ اب واپس آ رہے تھے قیصر کے تحائف بھی ان کے پاس تھے۔ بید نے ان کو لوٹ لیا۔ ان ڈکیتوں کی گرفتاری کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہما بھیجے گئے۔

[1] ابو جندل کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ لوی بن غالب (دیکھو نسب نبوی نمبر 9) میں شامل ہوتا ہے۔ خلافت فاروق رضی اللہ عنہ میں شام کو غزا کرتے ہوئے انتقال کیا۔ ان کے بھائی عبد اللہ بن کتبیل رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔

56	سر یہ تڑپ	30	اہل تڑپ	دشمن منتشر ہو گیا۔	تڑپ مکہ سے دو منزل پر ہے۔ یہاں کے لوگ بنو غطفان (نمبر 51) کے ساتھ شامل تھے۔ ان کی سرحد پر مظاہرہ کیا گیا۔
57	سر یہ بنو کلاب	ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو کلاب	فتح ہوئی، دشمن بھاگ گیا۔ دشمن کچھ مرے، کچھ قید ہوئے۔	یہ لوگ بنو محارب بنو انمار وغیرہ کے ساتھی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے تھے۔
58	سر یہ مقلدہ رمضان 7ھ	عالم بن عبداللہ لیثی <small>رضی اللہ عنہ</small>	اہل مقلدہ	خفیف لڑائی ہوئی۔	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔
59	سر یہ خربہ رمضان 7ھ	اسامہ بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small> (1)	اہل خربہ		حضرت اسامہ مع ہر ایمان چلے آتے تھے راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اترتا ہوا سیدھا ان کی طرف آیا۔ اسامہ نے باوجود اس کے کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا۔ پس ایک مسلمان مارا گیا۔
60	سر یہ بنی مرہ شوال 7ھ	30	بنی مرہ قریب فدک بشیر بن سعد <small>رضی اللہ عنہ</small>	خفی لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔

(1) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے۔ ان کی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی بعد امی فرماتے۔ ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کو دیکھ کر لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے۔ 54ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر 18-20 برس تھی۔

61	سریہ بشیر بن سعد انصاری شوال 7ھ	30 پیادہ بشیر بن سعد بن شکیلہ انصاری الغزریؓ	اہل فزارہ و عذرہ	30	2	سب مسلمان تیروں سے زخمی ہوئے۔ دشمن کے دو کس گرفتار ہوئے۔	فزارہ و عذرہ نے جنگ خیبر میں یہودیوں کو مدد دی تھی۔ ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ صرف مظاہرہ مقصود تھا۔
62	سریہ ابن ابوالعوجا ذی الحجہ 7ھ	50 پیادہ ابن ابی العوجاؓ	بنو طلیم	1	49	ابن ابی العوجا زخمی ہوئے باقی سب شہید ہوئے۔	دشمن کی سرحد پر مظاہرہ کیا کیونکہ یہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کرتے تھے۔
63	سریہ ذات طح ربیع الاول 8ھ	15 کعب بن عمیر الانصاری الغفاریؓ	ساکنان ذات طح بنو قضاہ		14	سب مسلمان شہید ہوئے۔ ایک صحابی جانبر ہوئے۔	یہاں کے لوگ تعداد کثیر میں فراہم ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ ان کو مرعوب کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا گیا۔ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا۔ سب مسلمان شہید ہوئے۔
64	سریہ ذات عرق ربیع الاول 8ھ	25 شجاع بن وہب اسدیؓ	بنو ہوازن مقیم ذات عرق			لڑائی نہ ہوئی۔ دشمن کے کچھ اونٹ ملے۔	بنو ہوازن چند بار دشمنوں کو مدد دے چکے تھے۔ اب انہوں نے مدینہ سے پانچ منزل پر پھر فراہمی لشکر کا کام شروع کر دیا تھا اور بہت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے اس ان کو مرعوب کرنے کے لیے مظاہرہ کیا۔

① عقبی ہجری سب سے اول بیعت صدیقی میں داخل ہوئے عین اتر پر شہید ہوئے۔ ② اصحاب بزرگ میں سے ہیں۔
③ حبشہ مدینہ کی ہجرت اور جملہ مشاہدہ میں حاضر ہوئے۔ حادثہ حسانی اور جملہ حسانی کے پاس سفیر نبویؐ بن کر گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

65	سریہ موت جمادی الاول 8ھ	3000 زید بن حارثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	10,000 شرعیل نسائی	12	تعداد معلوم نہیں ہوئی	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ آنحضرت <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے سفیر حارث بن عمر ازدی کو شریل نے قتل کر دیا تھا۔ اس لئے جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج میں بھی نقصان ہوئے مگر تین ہزار (3000) نے ایک لاکھ کو شکست دی۔
66	سریہ ات السلاسل جمادی الآخر 8ھ	500 عمرو بن العاص قرشی الکعبی <small>رضی اللہ عنہ</small> ①	بنو قنقہاء مقیم ذات السلاسل		مسلمانوں کے مظاہرہ سے دشمن منتشر ہو گیا۔	بنو قنقہاء بنو القین مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ عمرو بن العاص کی سرکاری میں اس مہم کی یہ وجہ خاص بھی تھی کہ ان کی دادی اس قوم کی تھی اور یہ اس علاقہ سے خوب واقف تھے۔
67	سریہ سیف البحر رجب 8ھ	300 ابو عبیدہ بن الجراح <small>رضی اللہ عنہ</small>	قریش		سندر کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے۔	اس سریہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کی توجہ منتشر ہو جائے۔
68	سریہ محارب شعبان 8ھ	15 ابو قتادہ الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small> ②	بنو غطفان مقیم خضر و واقع نجد		دشمن خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ کچھ سویشی ہاتھ آئے۔	بنو غطفان جو چند بار پیشتر حملہ آور ہو چکے تھے۔ اب پھر مقام خضرہ پر جمع ہو رہے تھے۔ پندرہ کس کا ایک دستہ خبر کے لیے بھیجا گیا۔

① صفر 8ھ مسلمان ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وادی عمان بنا دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وادی لیسٹین بنایا۔ پھر مصر فتح کیا۔ واقعہ حکیم اور صفین کے متعلق ان کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔
② 6 کس رسول خطاب ہے۔ مشاہدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشاہدہ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں شامل رہے۔ 40ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ سات (7) گھنٹوں سے پڑھائی۔

69	غزوہ فتح مکہ رمضان 8ھ	10000 نبی کریم ﷺ	قریش مکہ	2	12	فتح ہوئی۔ علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا ہے یا داخلہ صلح سے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر مکہ کو جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے۔ لشکر شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہوا۔ صرف ایک دستہ فوج کی مزاحمت ہوئی۔ نبی ﷺ نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی۔
70	سریہ خالد بن ولید رمضان 8ھ	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	بت خانہ عزیمی			عزیمی قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا۔ اسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے توڑ دیا تھا۔
71	سریہ عمرو بن العاص رمضان 8ھ	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	بت خانہ سواع			سواع قبیلہ بنو ہذیل کا بت تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے توڑا تھا۔
72	سریہ سعد اشہلی رمضان 8ھ	سعد بن زید اشہلی الانصاری رضی اللہ عنہ [1]	بت خانہ منات			منات قبیلہ اوس و خزرج کا بت تھا۔ سعد اشہلی نے توڑا تھا۔
73	سریہ خالد بن ولید شوال 8ھ	350 خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	بنو خزیمہ		95	بنو خزیمہ کے جو پہلے ہی سے اسلام لاپچھے تھے۔ 95 کس قتل کیے گئے۔ نبی ﷺ اس قتل سے ناخوش ہوئے۔ اور مقتولین کا خون بہا ادا کیا۔

[1] عقبہ بدری ہیں۔ جملہ مشاہد نبوی ﷺ میں ملتزم رکاب رہے۔

74	غزوہ تبین یا ادطاس یا ہوازن۔ شوال 8ھ	نبی کریم ﷺ	12000	بنو ہوازن، بنو ثقیف بنو سمرہ بنو حسم وغیرہ		6	6000	71	فتح ہوئی۔	سب قیدی آنحضرت ﷺ نے بلا معاوضہ چھوڑ دیے تھے۔ قیدیوں کو کپڑے بھی عطا فرمائے تھے۔
75	غزوہ طائف شوال 8ھ	نبی کریم ﷺ	12000	بنو ثقیف	جمع کثیر	13			ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد نبی ﷺ چلے۔	محاصرہ اٹھالینے کے بعد لوگ از خود حاضر ہو کر اسلام لائے۔
76	سریہ عینہ بن حصین محرم 9ھ	سوار عینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر بنو اری بن ثعلبہ [1]	50 سوار	قبیلہ بنو تمیم			62		عام بغاوت کا انسداد ہو گیا۔	اس قبیلہ نے ماتحت قبائل کو بہکایا اور ادائے خراج سے منع کیا۔ پھر عینہ کے جانے سے بھاگ گئے۔ وہ 11 مرد 21 عورتیں، 30 بچے قید کر لائے۔ جب ان کے سردار عینہ میں حاضر ہوئے نبی ﷺ نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔
77	سریہ قطبہ بن عامر صفر 9ھ	قطبہ بن عامر بن ابی	20	قبیلہ بنو تمیم	نصف سے زیادہ			اکثر	منتشر ہو گئے۔	مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرت قطبہ بن ابی امیر کر لائے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔
78	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی رجب الاول 9ھ	ضحاک بن ابی		قبیلہ بنو کلاب						مسلمان بنو کلاب کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ کفار نے مزاحمت کی۔ مقابلہ ہوا اہل سریہ کی تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی۔ محدودے چند ہوں گے۔

[1] بنو نضیر کا سردار نبی ﷺ نے اسے اسحق متاع بنا لیا تھا۔ جفاکش جنگ جو نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی بہت خوبصورت ہے۔ غشا ہوا تو اس سے نکاح فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فس کرنا ل دیا۔

79	سریہ عبداللہ بن حذافہ ربیع الاول 9ھ	300 عبداللہ بن حذافہ قرشی اہلسبی بنی خزیمہ	جیشی لوگ بحری ذکیت	دشمن منتشر ہو گیا۔	بحری ذکیت تھے۔ ساحل جدہ پر جمع ہو گئے تھے اور مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرتے تھے۔ اس سریہ کے جانے سے منتشر ہو گئے۔
80	سریہ بوٹے 9ھ	150 علی مرتضیٰ بن ابی طالب	بوٹے	نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا اور دختر حاتم کو باکرام رخصت فرمایا۔	مساة ہاند دختر حاتم مع دیگر مردم
81	غزوہ تہوک رجب 9ھ	30000 نبی کریم ﷺ	قیصر ہرقل	سرحد پر مظاہرہ کرنے اور دشمنوں کو مرعوب کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔	ہنا کا تھا کہ قیصر و ہرقل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ جنگ موتہ (نمبر 65) کا داغ دھویا جائے۔ آنحضرت ﷺ سرحد پر تشریف لے گئے۔ اس سے دشمن پر رعب چھا گیا اور جنگ کا عزم ترک کر دیا۔
82	سریہ دومتہ الجندل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	420 اکیڈروالی دومتہ الجندل	اکیڈروالی دومتہ الجندل	اکیڈروالی دومتہ الجندل قید اور اس کا بھائی قتل ہوا۔	اکیڈرو کو نبی ﷺ نے پھر بحال کر دیا۔ دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ معاہدات کر لیے گئے

نبی ﷺ کے سفیر جناب کسرنی۔ مہاجرین اولین سے ہیں۔ ہجرت حبشہ کی۔ طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ بعد خلافت فاروق بنی عیسائیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے۔ ہرقل نے عیسائی بنانے کی بہت کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ مصر میں وفات پائی۔

جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ ﷺ

سنة قمری	سن شمسی عیسوی			سنة قمری اسلامی				یوم	واقعات	نمبر شمار	
	سال	ماہ	تاریخ	سنة ہجرت	سنة نبوت	قمری ولادت	ماہ				تاریخ
588	571	اپریل	20/22	//		1	ربیع الاول	9	دوشنبہ	ولادت باسعادت	1
628	610	2	9/12	//	1	41	ربیع الاول	9	//	بعثت نبوت	2
//	//	//	//	//	1	41	ربیع الاول	9	//	نماز فجر عصر کا مسلمانوں پر فرض ہونا	3
628	610	8	14/17	//	1	41	رمضان	17	شب جمعہ	آغاز نزول قرآن مجید	4
632	614	4	//	//	5	45	رجب	17	//	ہجرت صحابہ بملک حبش	5
634	615	9/10	30/3	//	7	47	محرم	کیم	سہ شنبہ	نبی ﷺ کا محصور ہونا	6
637	619	2	//	//	10	50	جمادی الثانی	//	//	سفر طائف	7
637	619	مارچ	شب 19/22	//	10	50	رجب	شب 27	دوشنبہ	معراج و فرضیت نماز خمسہ	8
637	619	7	شب 19/22	//	10	50	ذی الحجہ	شب 27	دوشنبہ	ابتدائے ایمان اہل مدینہ	9
639	621	7	//	//	12	52	ذی الحجہ	//	//	بیعت عقبہ اولیٰ	10
640	622	6	//	//	12	52	ذی الحجہ	//	//	بیعت عقبہ ثانیہ	11

641	622	9	شب 10/13	1	14	54	صفر	27	شب جمعہ	ہجرت از مکہ و داخلہ غار	12
641	622	6	20/23	1	14	54	ربیع الاول	8	دوشنبہ	داخلہ قبا	13
641	622	10	4/7	1	14	54	ربیع الاول	22	جمعہ و شنبہ	داخلہ مدینہ طیبہ	14
641	622	10	//	1	14	54	ربیع الاول	//	دوشنبہ	بنیاد مسجد نبوی ﷺ	15
641	622	10	//	1	14	54	ربیع الثانی	//	//	ظہر و عصر و عشاء کی نمازوں میں اضافہ	16
642	624	2	11/14	2	15	55	شعبان	15	شنبہ	تحویل قبلہ	17
642	624	2	26/29	2	5	55	رمضان	کیم	کیم شنبہ	فرضیت کے بعد رمضان کا پہلا روزہ	18
642	624	2	//	2	15	55	//	//	//	فرضیت زکوٰۃ	19
642	624	2	//	2	15	55	//	//	//	فرضیت جہاد	20
643	624	3	13/16	2	15	55	رمضان	17	سہ شنبہ	جنگ بدر کا دن	21
643	625	//	//	3	16	56	//	//	//	تحريم خمر	22
644	626	4	4/7	4	17	57	ذی القعدہ	کیم	جمعہ	حکم قبا بنام	23
647	628	5	11/14	7	20	60	محرم	کیم	چار شنبہ	تبلیغ اسلام بسلاطین عظام	24
648	630	1	11/14	8	21	61	رمضان	20	پنج شنبہ	فتح اہلین مکہ	25
649	631	1	//	9	22	63	//	//	//	فرضیت حج	26
649	631	3	18/21	9	22	62	ذی الحج	9	دوشنبہ	اولین حج اسلام جو امامت صدیق اکبر ہوا	27

650	632	3	2/9	10	23	63	ذی الحج	9	جمعہ	تج الوداع نبی ﷺ	28
651	632	5	25/28	11	24	64	صفر	29	دوشنبہ	ابتداءے مرض نبوی	29
651	632	6	8/11	11	24	64	ربیع الاول	13	پاشت دوشنبہ	وفات پر آیات	30
651	632	6	9/12	11	24	64	ربیع الاول	14	شب چار شنبہ 23 گھنٹے بعد از وفات	تدفین پیکر اطہر	31



قارئین چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس نقشہ میں:

اول: سیف البحر نمبر 1، رابع نمبر 2، نخلہ نمبر 8 بھی درج ہیں، حالانکہ یہ دستے محض گرداوری تھے، جوان راستوں پر بھیجے گئے تھے۔ جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں۔ اس لیے قریش جیسا خونخوار کینہ تو زد دشمن مسلمانوں کو بے خبری ہی میں آ کر نہ دبا لے۔

محض سفر

دوم: اسی نقشہ میں غزوہ ودان نمبر 4 غزوہ یواط نمبر 5 غزوہ ذوالعشیرہ نمبر 7 درج ہیں۔ حالانکہ یہ محض سفر تھے۔ ان کا مقصد وعظ و ہدایت فرمانا بھی تھا۔ اور قبائل سے معاہدات کر لینا بھی تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمن قریش سے اتحاد نہ کر لیں۔

تبلیغ

اسی فہرست میں سریہ دومۃ الجندل نمبر 42 بھی ہے، حالانکہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک سفر تھا، جو عیسائی آبادی کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ خاص دومۃ الجندل ہی میں جا کر اترے تھے اور تین روز برابر وعظ و پند ہی فرماتے رہے تھے اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تھا۔

اشتباہ

اس نقشہ میں سریہ قرظہ نمبر 33 بھی شامل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ کو چند شخص ملے، انھوں نے دشمن سمجھ کر ان کے سردار کو پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے انھیں سے بعد اسے (ثمامہ بن اثمال) کو چھوڑ دیا اور وہ خلق محمدی پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس فہرست میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جنہیں قانونی اصطلاح میں صرف قتل 302 تعزیرات بند یا ڈکیتی 395 یا قتل مع ڈکیتی 396 کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں وہ واقعات بھی ہیں کہ

① مسلمانوں کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب ہوا۔

مثلاً کرز بن جابر مدینہ سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے تعاقب کیا۔ نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے۔ نقشہ میں اسی کا نام غزوہ سفوان نمبر 6 ہے۔ ذرا غور کرنا چاہیے کہ ایسے واقعہ کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ غزوہ نبوی ﷺ کفار کے خلاف اسلام قبول کرانے کے لیے تھا؟

مثلاً عمرو بن امیہ یک و تہما مکہ سے مدینہ اس لیے آیا تھا کہ داؤد یا کر نبی ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ وہ آیا اور چہرہ انوری زیارت کرتے اور کلام مبارک کے سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور پھر گھر کو چلا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ عمرو بن امیہ نمبر 47 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً مرض استقا کے چند مریض نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، نبی ﷺ نے ان کو بہ مقام عربینہ اپنے چرواہوں کے پاس رکھا، وہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر اچھے ہو گئے۔ پھر چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور پکڑ لیا۔ قتل مع ڈکیتی کے جرم میں وہ بھی کیفر کردار کو پہنچائے گئے۔ اس نقشہ میں اسے سریہ کرز بن جابر نمبر 46 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً بنو غطفان نے غابہ میں ڈکیتی کی۔ نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اس کی جو رو اور اونٹوں کو لے گئے خبر ہونے پر نبی ﷺ

نے ان کا تعاقب کیا۔ نقشہ میں اس کا نام غزوہ ذی قرد و یا غزوہ غناہ نمبر 35 درج ہے۔
 مثلاً ہید بن عوص کے ڈکیتوں کے گروہ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہما کو لوٹ لیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کے سفیر تھے اور ہرقل کے پاس
 سفارت پہنچا کروا پس آرہے تھے۔ ڈکیتوں نے وہ تمام تحائف بھی لوٹ لیے تھے جو ہرقل نے نبی ﷺ کے لیے ارسال کیے تھے۔ ان
 ڈکیتوں کی سزا ہی کے لیے ایک افسر مقرر کیا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ حسی نمبر 55 درج کیا گیا ہے۔
 مثلاً زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قافلہ تجارت کو قوم فرازہ نے جو زیر سرداری ام قرفہ تھے لوٹ لیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے لیے ایک
 افسر مامور ہوا۔ اس نقشہ میں سریہ ام قرفہ نمبر 44 کے نام سے درج ہے۔
 مثلاً سریہ قطن کی بھی یہی حالت ہے کہ ڈکیتی پیشہ گروہ کے منتشر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک جمعیت بھیجی گئی تھی اور وہ نقشہ
 میں سریہ نمبر 21 درج ہے۔

② ایسے واقعات بھی موجود ہیں جو مسلمانوں سے غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہوئے۔

- مثلاً عمیر بن عدی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی کو جو غائبانہ کی بیوی بھی رہ چکی یا رشتہ کی بہن تھی، قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ
 نمبر 10۔
 - مثلاً سالم بن عمیر نے ایک یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 11
 - مثلاً احمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر رضاعی عبد بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 16۔
 - مثلاً عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد ہذلی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 22۔
 - مثلاً عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ 31
- یہ سب ایسے واقعات ہیں، جن کا نام جنگ کے نام سے ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ گو ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مقتولوں کے کشتنی و گردن
 زدنی ہونے کی وجہ سے یا قاتلوں کے صرف جوش مذہبی کی وجہ سے ان کا ارتکاب ہوا تھا۔

واعظین اسلام کا قتل

اسی نقشہ کے اندر واقعہ رجع بھی ہے۔ چند لوگ دس (10) واعظوں کو نبی ﷺ کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنے
 علاقہ میں لے جا کر آٹھ (8) کو قتل دو (2) کو فروخت کر ڈالا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ رجع نمبر 23 ہے۔ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ
 ان کے علاقہ تک دو سو (200) سواروں کو لے کر گرداوری کر کے واپس تشریف لے آئے تھے، جس سے مقصود ان سرکشوں کو صرف
 مرعوب کر دینا تھا۔ وہ اس نقشہ میں غزوہ لویان نمبر 34 کے نام سے درج ہے۔

مقام ذی القصد پر بھی ایسا ہی ہوا۔ دس عالمان دین تبلیغ کے لیے نکلے تھے۔ رات کو ایک جگہ سوئے، بنو نعلبہ نے حملہ کر کے ان
 میں سے نو (9) کو شہید کر ڈالا۔ ایک سخت زخمی ہوئے۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بنی القصد نمبر 37 درج ہے۔ ان بنو نعلبہ کے مرعوب کرنے کو دو
 سردار بھیجے گئے۔ وہ سریہ نمبر 38 و سریہ نمبر 40 کے نام سے درج ہے۔ علیٰ ہذا الملک نجد کے لیے ستر (70) واعظ بھیجے گئے تھے۔ دالی نجد کا
 پچان کی حفاظت کا خود مددوار بنا تھا۔ جب وہ اس کے علاقہ میں پہنچے تو حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا۔ ایک مسلمان سخت زخمی ہو کر جانبر ہو

گیا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ ہیز معونہ نمبر 24 ہے۔

③ بعض واقعات صرف غلط فہمی سے وقوع میں آئے تھے۔

مثلاً اسیر بن رزام یہودی اپنے تئیں (30) آدمیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ کو آ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیر کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ اسے اس کے قبیلہ کا سردار بنایا جائے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی تئیں (30) ہی مسلمان تھے۔ ایک اونٹ پر ایک مسلمان، ایک یہودی سوار تھا۔

اسیر نے چپکے سے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ انھوں نے اونٹ سے نیچے کود کر اسیر کے ضرب لگائی، اس نے عبداللہ کو ضرب لگائی۔ سرداروں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر ہمراہی بھی لڑ پڑے۔ تئیں (30) مسلمانوں نے تئیں (30) یہودیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نقشہ میں یہ سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45 کے نام سے درج ہے۔

اس واقعہ میں کوئی شخص یہودیوں کو مقتول اور مسلمانوں کو قاتل سمجھ کر اس کو غلط فہمی پر محمول نہ کرے، لیکن خود مسلمانوں کے اندر باہمی بھی ایسی غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔

مثلاً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو خزیمہ میں تبلیغ اسلام کرنے گئے تھے۔ وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انھوں نے لشکر اسلام کی آمد سنی تو مسلح ہو کر آگے بڑھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے مسلح ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے۔ بنو خزیمہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے اَسْلَمْنَا اَسْلَمْنَا کہنے کی بجائے اَصْبَانَا اَصْبَانَا کا لفظ استعمال کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کچھ سواروں نے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نقشہ میں اس کا نام سریہ خالد نمبر 73 ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کو ایک مسلمان دشمن کے ملک میں ملا۔ اس نے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا، مگر ان کا شہر فتح نہ ہوا اور قتل کر دیا۔ وہ اس نقشہ میں سریہ خربہ نمبر 59 کے نام سے درج ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انھوں نے دو شخصوں کو بیر معونہ کے قریب دیکھا اور ان کو 69 مسلمانوں کے قاتلوں میں سے سمجھا اور مار ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت ادا کی۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بیر معونہ نمبر 25 کے نام سے درج کیا۔

اس سے بھی عجیب تر سریہ نمبر 70 دسریہ نمبر 71 دسریہ نمبر 72 ہیں۔ ان کا خلاصہ تو یہ ہے کہ یہ قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور ان ہی کی مرضی کے موافق ان بت خانوں کو گرایا گیا مگر اس نقشہ میں ان کا اندراج سرایا کے نام سے ہے۔

تفصیلات بالا سے ایک تحقیق پسند دوست شخص سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات و سرایا کے تحت میں صرف لڑائیاں ہی درج نہیں کی گئیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمانوں کا ہر قسم کا سفر درج ہے۔ ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصل لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں تو ان کا شمار بہت کم نکلے گا۔

پدر نمبر 9، احد نمبر 19، غزوہ احزاب نمبر 30، خیبر نمبر 49، فتح مکہ نمبر 69، غزوہ حنین نمبر 74، بے شک لڑائیاں ہیں مگر نقشہ میں ان کی تعداد کو بھی بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔

مثلاً غزوہ حراء الاسد نمبر 20 کو غزوہ احد سے علیحدہ شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ احد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حراء الاسد نمبر 30 دوسرے دن کے تعاقب یا تجسس دشمن کا۔ پھر اس کا شمار علیحدہ کیوں کر ہو سکتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوات و سرایا کو ان کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کر دوں تاکہ قارئین کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمائیں۔

- ① تکمیل معاہدات و تبلیغ اسلام و مواعظ کے لیے سفر
غزوہ ودان نمبر 4، غزوہ بواط نمبر 5، غزوہ ذوالعشیرہ نمبر 7، سریہ دومۃ الجندل نمبر 42، غزوہ حدیبیہ نمبر 8۔
- ② حملہ آوروں کے احوال کی دریافت۔
سیف البحر نمبر 1، رابع نمبر 2، ضرار نمبر 3، سریہ نخلہ نمبر 8، سریہ قردہ نمبر 18، سریہ ابوقنادہ نمبر 68۔
- ③ گرداوری تاسرحد حملہ آوران جس کا مقصد دشمن کو مرعوب کر کے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔ غزوہ قرقرۃ الکدر نمبر 14، سریہ قرقرۃ الکدر نمبر 15، غزوہ ذی امر نمبر 17، بدر اخریٰ نمبر 27، غزوہ دومۃ الجندل نمبر 28، سریہ قرظہ نمبر 33، خزون بنو لحيان نمبر 34، سریہ عمر نمبر 36، سریہ بنو ثعلبہ نمبر 38، سریہ جموم نمبر 39، سریہ طرف نمبر 40، سریہ وادی القرئیٰ نمبر 41، سریہ فدک نمبر 43، غزوہ وادی القرئیٰ نمبر 50، غزوات ذات الرقاق نمبر 51، سریہ عیث نمبر 52، سریہ کدیبہ یا سریہ غالب نمبر 53، سریہ غالب نمبر 54، سریہ ترہہ نمبر 56، سریہ بنو کلاب نمبر 57، سریہ مقعدہ نمبر 58، سریہ بنو مرہ نمبر 60، سریہ بئر نمبر 61، سریہ ابن ابی العوجا نمبر 62، سریہ کعب بن عمیر نمبر 63، سریہ شجاع بن وہب نمبر 64، سریہ عمرو بن العاص نمبر 66، سریہ ابو عبیدہ نمبر 67، سریہ ابوقنادہ نمبر 68، سریہ عیینہ نمبر 76، سریہ قطیفہ نمبر 77، غزوہ تبوک نمبر 81، سریہ دومۃ الجندل نمبر 82۔
- ④ سزاوی گروہ ڈیکٹی پیشگاہ: سریہ حمی نمبر 55، سریہ ام زرقہ نمبر 44، سریہ عربستان نمبر 46۔
- ⑤ تعاقب ڈکیتاں: غزوہ سفوان نمبر 6، سریہ قطن نمبر 21، غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ نمبر 35، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 79۔
- ⑥ معاہدات و ام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور ان کے انجام: غزوہ بنو قینقاع نمبر 12، سریہ رجب نمبر 23، سریہ بصر معونہ نمبر 24، غزوہ بنو نضیر نمبر 26، سریہ بنو مصطلق نمبر 29، غزوہ بنو قریظہ نمبر 32، سریہ ذی القصد نمبر 37، سریہ بنی سطلہ نمبر 80۔
- ⑦ غلط فہمیاں: سریہ عمرو بن امیہ نمبر 25، سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45، ستر عمرو بن امیہ نمبر 47، سریہ خربہ نمبر 59، سریہ خالد نمبر 73، سریہ شحاک بن سفیان نمبر 47۔
- ⑧ بت شکنی: سریہ خالد نمبر 70، سریہ عمرو بن العاص نمبر 71، سریہ سعد اشہلیٰ نمبر 72۔
- ⑨ جنگ: بدر الکبریٰ نمبر 9، غزوہ احد نمبر 19، غزوہ احزاب نمبر 30، غزوہ خیبر نمبر 49، سریہ موتہ نمبر 65، فتح مکہ نمبر 69، غزوہ حنین نمبر 74۔
- ⑩ تعاقب دشمنان: غزوۃ السویق نمبر 13، حمراء الاسد نمبر 20، غزوہ طائف نمبر 75۔
- ⑪ لوکل یا پرسنل واقعات مقامی یا شخصی: سریہ عمیر نمبر 10، سریہ عالم نمبر 11، سریہ محمد بن مسلمہ نمبر 16، سریہ ابن انیس نمبر 22، سریہ ابن عتیک نمبر 31۔

امید ہے کہ صراحت بالا کا علم اور اس پر غور کے بعد اس نقشہ کا طول جو ہم غزوات و سرایا کی بابت دے آئے ہیں، بہت مختصر نظر

آنے لگے گا، لیکن ہم قارئین کتاب کو اس مسئلہ کے ہر پہلو سے واقف کرنا چاہتے ہیں کہ بصیرت کامل ہو جائے۔
غزوات و سرایا کی تقسیم ہر فرقہ بندی پر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کن کن قبائل کے ساتھ یہ جھگڑے ہوئے شخصی واقعات کو جن کا شمار (5) ہے، چھوڑ دیا گیا۔

① قریش مکہ

سیف البحر نمبر 1، رابع نمبر 2، ضرار نمبر 3، بواط نمبر 5، سنوان نمبر 6، ذوالعشیرہ نمبر 7، غزوة السويق نمبر 13، ذی قردہ نمبر 18، احد نمبر 19، حمراء الاسد نمبر 20، بدر الاخریٰ نمبر 27، احزاب نمبر 30، سر یہ عیض نمبر 52، سر یہ عمر بن امیہ نمبر 47، حدیبیہ نمبر 48، سیف البحر نمبر 67، مکہ نمبر 69۔

② بنو عطفان و انمار

قرقرۃ الکدر نمبر 14، نمبر 15، ذی امر نمبر 17، دومۃ الجندل نمبر 28، بنو مصطلق نمبر 29، غابہ نمبر 35، وادی القرئیٰ نمبر 41، سر یہ کرز بن جابر نمبر 46، ذات الرقاع نمبر 51، سر یہ تریہ نمبر 56، سر یہ منقعه نمبر 58، سر یہ خربہ نمبر 59، سر یہ ابوقادہ نمبر 68، سر یہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 77۔

③ بنو سلیم <http://mujahid.xtgem.com>

بیر معونہ نمبر 24، جموم نمبر 39، ابن ابی العوجاء نمبر 62، بنو ملوح، حلیف بنو سلیم نمبر 53۔

④ بنو ثعلبہ

ذی القصد نمبر 37، بنو ثعلبہ نمبر 38، طرف نمبر 40، سر یہ حسی نمبر 55۔

⑤ بنو فزارہ و عذرہ

سر یہ ابوبکر صدیق نمبر 44، سر یہ فدک نمبر 54، سر یہ بشر بن سعد نمبر 61، ذات اسحٰح نمبر 63

⑥ بنو کلاب و بنو مرہ

قرظہ نمبر 33، بنو کلاب نمبر 57، بنو مرہ نمبر 60، سر یہ ضحاک نمبر 78

⑦ بنو عضل و قارہ

رجع نمبر 23

⑧ بنو اسد و بنو قضاہ

قطن نمبر 21، غمر نمبر 36، ذات السلاسل نمبر 66۔

﴿9﴾ بنو ذکوان

یہ معوذہ نمبر 24 اسی کو ہم نے بنو سلیم کے تحت میں درج کیا ہے۔ واقعہ ایک ہے دو قبائل کا تعلق تھا۔

﴿10﴾ بنو لحيان

غزوہ نمبر 34

﴿11﴾ بنو سعد بن بکر

فدک نمبر 43

﴿12﴾ بنو ہوازن: ذات عرق نمبر 64

﴿13﴾ بنو تمیم

سریہ عیینہ نمبر 76

﴿14﴾ بنو ثقیف

حنین نمبر 74، طائف نمبر 75۔

﴿15﴾ یہود

بنو قینقاع نمبر 12، بنو نضیر نمبر 26، بنو قریظہ نمبر 32، سریہ ابن رواحہ نمبر 45، خیبر نمبر 49، وادی القرئیہ نمبر 50۔

﴿16﴾ عیسائیاں

موتہ نمبر 65، بنو غطفان نمبر 79، تبوک نمبر 80، دومۃ الجندل نمبر 28، نمبر 42، نمبر 82۔

متعدد قبائل کے نام دیکھ کر ناظرین کو خیال ہوگا کہ اتنے قبائل سے جنگ کی وجوہ کیا ہیں۔؟

ہم اول تو ان قبائل کے باہمی تعلقات قرابت کو بیان کریں گے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ فی الواقع یہ قبائل اتنے ہی ہیں جس قدر ہادی انظر میں معلوم ہوتے ہیں یا یہ سلسلہ جدیدیت کی وحدت میں منسلک ہیں اور حیات و بقا اور جنگ و صلح میں وہ اس قدر متوافق و متحد چلے آئے تھے کہ ایک ہی سمجھے جاتے تھے اور ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے:-

﴿1﴾ قیس بن عیلان اور بنو غطفان۔ بنو غلبہ، بنو محارب، بنو شایح، بنو بیسان، بنو فزارہ اسی قیس عیلان کے فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

﴿2﴾ طانجہ بنو تمیم اسی فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

﴿3﴾ مدرکہ اور بنو اسد، بنو ہون، بنو قارہ، بنو عفضل اور بنو کنانہ (جس کے اندر الاحابیش و بنو خزیمہ یعنی بنو مصطلق اور قریش داخل ہیں) اسی

مدرکہ کے فرزند خزیمہ کی اولاد ہیں۔

اسی شجرہ سے ایک محقق معلوم کر سکتا ہے کہ یہ تمام قبائل قریش ہی کے جدی اور شخص واحد الیاس بن مضر کی اولاد تھے اور

نبی ﷺ کے ساتھ جو کچھ لڑائی وغیرہ ہوئی وہ حضور ﷺ کے جدی بھائیوں ہی کے غیظ و غضب کا نتیجہ تھا۔

یہودی قریش کے ساتھ معاہدات کی رو سے متفق تھے جیسا کہ 1914ء میں ترکی اور جرمنی تھے۔ اس اصلیت کے منکشف ہو جانے کے بعد نبی ﷺ کے غزوات و سرایا یعنی لڑائیاں صرف ایک ہی نسل کے شخصوں یعنی بنو الیاس بن مضر سے ہوئیں جس نسل سے خود آں حضرت ﷺ بھی ہیں۔ کوئی بھی معترض یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے عرب بھر میں لڑائی پھیلا دی تھی یا یہ کہ اسلام کو بہ جبر قبول کروانے کے لیے لڑائی کی جاتی ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے سینکڑوں قبائل میں سے کسی اور کے ساتھ بھی جارحانہ محاصرت یا مدافعت طاقت آزمائی ہوئی ہوتی۔ یہ دلیل ایسی صاف اور مستحکم اور سراپا حقیقت ہے کہ غزوات نبوی ﷺ کے متعلق جن دلائل کو ہمارے علمائے کرام آج تک پیش کرتے رہے ہیں اور جو بجائے خود بہت کچھ قابل وقعت اور قابل قبولیت ہیں ان کی حاجت نہیں رہ جاتی 'البتہ فلسفہ تاریخ ہنوز اس امر کا ہم سے خواستگار ضرور ہے کہ مندرجہ بالا قبائل کیوں کر جنگ میں شامل ہوتے رہے اور کیوں کر اور کب مسلمانوں کے خلاف وہ فریق مخالف ٹھہرے۔ اس انکشاف کے بعد ہماری پیش کردہ دلیل کو درجہ برہان حاصل ہو جائے گا۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ غزوات و سرایا کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ پہلا غزوہ یا جنگ واقعہ بدر ہے جو ہجرت کے دوسرے ہی سال میں ہوا تھا۔ ہم کو شخص کرنا ضروری ہے کہ قریش کے حملہ آور لشکر میں کن کن قبائل کے لوگ شامل ہوئے تھے۔

① قریش مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر ان کے درمیان بنو کنانہ کا علاقہ پڑتا تھا جن سے قریش کی جانی عداوت، خصامت کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے میں دو مشکلات کا سامنا تھا۔

① بنو کنانہ ان کو اپنے علاقہ سے فوج لے جانے نہ دیں گے۔

② اگر فوج کو راہ مل بھی گئی تب بھی اندیشہ ہے کہ بنو کنانہ ادھر تو حملہ آور فوج کا سلسلہ عقب سے منقطع کر دیں اور ادھر خود مکہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں کیوں کہ وہاں کوئی بھی ہتھیاراٹھانے والا باقی نہ رہ گیا ہوگا۔

یہ خیالات ایسے قوی تھے کہ قریش کو مجبوراً حملہ آوری کے ارادوں کو چھوڑ دینا ضروری تھا۔

② سراقہ بن مالک المدنی الکنانی جو اس درمیانی علاقہ کا سردار تھا اسے بھی معلوم ہو گیا کہ قریش صرف اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے رکے ہوئے ہیں اس لیے سراقہ مذکور خود مکہ گیا۔ اس نے تمام پچھلی عداوتوں کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ معاہدہ اتحاد کر لیا اور صاف طور پر یہ طے ہو گیا کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج لائیں گے تو سراقہ ان کو اپنے علاقہ سے راستہ دے دے گا اور خود انکے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچائے گا بلکہ جہاں تک ممکن ہو وہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف امداد بھی دے گا۔

یہی تھا وہ معاہدہ شیطانی جس کے ذریعے سے یہ شخص مسلمانوں پر قریش کے حملہ کر سکنے کا سبب قوی بنا تھا۔

③ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی سراقہ کے ساتھ اس معاہدہ میں شامل تھے۔ لہذا بدر کی اولین جنگ ہی پہلا موقع ہے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی مسلمانوں کے دشمن یعنی قریش کے ساتھ عملی طریق پر شامل ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ الاحابیش وہی بنو کنانہ ہیں اور ان

④ راہ ہجرت میں سراقہ ہی نے پامیدانعام مشہور قریش نبی ﷺ کا ناقب کیا تھا۔ سراقہ 8ھ میں داخل اسلام ہوئے اور 24ھ میں وفات پائی۔

کے تحت مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں۔

یعنی اولاد نضر بن کنانہ	بنو نضر	
یعنی اولاد مالک بن کنانہ	بنو مالک	احابیش [1]
یعنی اولاد حرث بن مالک	مطلبین [2]	

بنو مصطلق کے تحت میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں:

عوف بن لوی سے	بنو العوف	□	حرث بن لوی سے	بنو الحرث	□
عدی بن کعب سے	بنو عدی	□	کعب بن لوی سے	بنو کعب	□
حج بن کعب سے	بنو حج	□	بھصیب بن کعب سے	بنو بھصیب	□
سہم بن کعب سے	بنو سہم	□	مرہ بن کعب سے	بنو مرہ	□
کلاب بن مرہ سے	بنو کلاب	□	تیم بن مرہ سے	بنو تیم	□
قصی بن کلاب سے	بنو قصی	□	یعنی زہرہ بن کلاب سے	بنو زہرہ	□

جنگ بدر کا نتیجہ جب قریش کے خلاف نکلا۔ تب سراقہ کو افسوس رہا کہ اس نے کیوں قریش کو مسلمانوں کے خلاف پوری پوری مدد نہ دی۔ چنانچہ احد میں اس نے تلافی یافتہ کر دی اور عملاً شامل جنگ ہوا۔
 [4] واقعہ احد کو دیکھیے کہ قریش کا لشکر تین ہزار (3000) کی تعداد میں ہے جس میں قریش صرف ایک ہزار (1000) ہیں اور باقی دو ہزار (2000) ان ہی قبائل کے ہیں جو فرزند ان الیاس بن مضر ہیں۔

امام علی بن برہان الدین حلبی [3] نے جنگ احد میں بنو المصطلق اور بنو ہون بن خزیمہ کی شمولیت اور واقفیت کی شمولیت بیان کی ہے اور سیرۃ النبویہ میں احابیش کی شمولیت کی صراحت کی گئی ہے۔ [4] پس اُحد میں ان قبائل کا پہل کر کے کھلم کھلا میدان میں آ جانا ہر محقق کو مطمئن کر سکے گا کہ ان قبائل سے مسلمانوں کو بطور فریق جنگ برتاؤ کرنا بالکل دنیا کے مسلمہ قانون جنگ کے اتباع میں تھا۔

[5] احد کے بعد دشمنوں کا بہت بڑا حملہ مسلمانوں پر جنگ خندق ہے جسے قرآن مجید میں جنگ احزاب فرمایا گیا ہے، لشکروں کا اجتماع اور مسلمانوں کی پریشانی و کمزوری قرآن مجید کے مندرجہ ذیل کلام صدق التیام سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

﴿ اِذْ جَاؤُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴾ [الاحزاب: 10-11]

”جب دشمن شہر کے اوپر اور نیچے کی جانب سے آ گئے۔ جب مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق تک اچھل آئے اور جب تم اللہ پر کچھ کچھ گمان کرنے لگے۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کی سخت آزمائش کی گئی اور ان کو بہت زور

[1] احابیش حبشی سے بنا ہے یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے جس کے پاس انہوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس لیے ”احابیش“ کہلائے۔ [2] انہوں نے ایک معاہدہ کر کے وقت خطر کا استعمال کیا تھا اس لیے ”مطلبین“ کہلائے۔ [3] انسان اعمیٰ ن ص: 28/3، اقدی ص: 147 [4] سیرۃ النبویہ از مولوی کرامت علی دہلوی۔

سے، جنہوڑا گیا۔“

اب ان چند در چند لشکروں کا تعین کرنا چاہیے کہ کن کن قبائل سے مرکب ہیں۔

- | | | |
|---|--|---|
| 1 | قریش اور ان کے اتباع | زیرکمان ابوسفیان اموی |
| 2 | بنو سلیم | زیرکمان سفیان بن عبد شمس (ابوالاعور سلمی) |
| 3 | بنو سعد | زیرکمان طلحہ بن خویلد الاسدی |
| 4 | بنو شعیب | زیرکمان ابو مسعود بن اخیلہ |
| 5 | بنو مرہ | زیرکمان حرث بن عوف مری |
| 6 | بنو غطفان و اتباع بنو غطفان | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| | یعنی بنو عیس، بنو ذبیان، بنو العشر، بنو سعد، | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| | بنو حشر، بنو شعیب، بنو قحاش، بنو فزارہ | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| 7 | یہودان خیبر و نواجمی فدک | زیرکمان حمی بن اخطب |
| | وام القرنی و تیماء 700 کس | زیرکمان حمی بن اخطب |
| 8 | قبیلہ بنی ہوازن | زیرکمان عامر بن طفیل |

جملہ قبائل بالا اس لشکر میں موجود تھے۔

9 یہودان بنو قریظہ مقیم مدینہ و دشمنوں کو آلات کثیرہ مساجی، کراوین اور مقاتل سے امداد دی تھی۔ ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد ایک محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہو جاتی ہے کہ کیوں فلاں فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا یا کیوں فلاں قبیلہ کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جنگ خیبر و مکہ و حنین و طائف کے باعث بھی اسے معلوم ہو جائیں گے کیوں کہ یہ وہی قبائل ہیں جو اُحد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنے میں ابتداء کی ہو، بلکہ جب متعدد بار اس نے حملے کیے تب اس کا انہوں نے جواب دیا ہے۔

ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو مگر ہنوز اس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو 82 ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ ہی تسلیم کر لو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریق مخالف کا نقصان حسب ذیل تھا۔

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	1	127	259	387	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں۔
مخالف	6564	127	759	7323	
میزان	6565	127	1018	7710	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاء اللہ صحیح ہے۔

مقتولین ہر دو جانب کی تعداد (1018) ہے اور 82 پر تقسیم کرنے سے فی جنگ 12.414 اوسط نکلتا ہے۔ کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صد ہا سالہ مذہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے بہ جبر قبول کروانے کے لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی مؤثر تھیں۔ دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی 6564 مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نما عرب کی وسعت کے مقابلہ میں بچ ہے اور چوں کہ ان کی تعداد کے اندر بڑی تعداد (6000) ایک ہی غزوہ حنین کی ہے۔ اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیران جنگ (7) کرتا ہے۔ یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تہذیبی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو 6564 قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ 6347 کو نبی کریم ﷺ نے ازراہ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے تھے۔ 215 قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت مجھ کو پتا نہیں چلا۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے، مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات قدسی نے 6347 کے ساتھ لطف و احسان فرما دیا تھا اس کے الطاف سے 215 کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے۔ اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں سے نہیں ہوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو تمدن عرب اور تہذیب پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے ڈیکھتی و خونخواری کی وارداتوں کے روکنے، فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم و مستحکم بنانے، صوبوں اور نسلوں کی عداوت و خصامت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو ختم کرنے کے استوار کرنے میں 1018 نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں، انگلستان کو پارلیمنٹ میں لینے کے لیے جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحدانہ (عظیم ترین جنگ) جو 14 اگست 1914ء سے شروع ہو کر تاریخ 3 مارچ 1917ء متمدن دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی ہے) کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لیے اب تک لاکھوں نفوس اور اربوں اشرافیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا۔ سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ تجارت عالم محروم ہو گئی ہے۔ عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔ ہائیں ہمدامید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔ [1]

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا جنھوں نے فریقین کی طرف اور صرف 1018 قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و

[1] اخبار ہوم / 17 اپریل 1919ء نے جنگ عظیم (18-1914ء) کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے۔ روس 17 لاکھ جرمنی 16 لاکھ فرانسیسی 13 لاکھ ستر ہزار (70000) آسٹریا 4 لاکھ ساؤتھ ہزار (460000) آسٹریا 8 لاکھ، برطانیہ 7 لاکھ، ترکی 2 لاکھ، 50 ہزار، چینیم ایک لاکھ، 2 ہزار۔ بلغاریہ ایک لاکھ۔ رومانیہ ایک لاکھ، سویڈن، ہائی لینڈ ایک لاکھ۔ امریکہ 50 ہزار، میزان 73 لاکھ 38 ہزار۔ مضمون نگار شک ہے کہ انگلستان و فرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نوآبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں مگر یہ قرار ہے کہ زخمیوں، اسیروں اور گمشدہ کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔

اخلاقی و مادی و ملی فوائد حاصل کیے تھے، جن کو بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔ اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑ ڈھکے مقدسین کی لڑائیاں لو۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا۔ انکی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ (John Devon Port) نے اپنی کتاب ”اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن“ (Apology for Muhammad and Quran) میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ (1,20,00000) بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔^[1]
 ایکلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار (3,40,000) عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے بیس ہزار (32000) آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔^[2]

فصل نمبر 1

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ ﴾ [النساء: 135]

ملک یورپ کی جنگ عظیم میں جو اگست 1914ء سے جاری ہوئی میں نے انگریزی اخباروں کو دیکھا کہ رول آف آزرز کے نام سے ان بہادران جنگ کے نام شائع کرتے ہیں جنہوں نے ملک اور بادشاہ کے لیے اپنے سر کٹوائے تھے۔ میرے دل میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ اس کتاب میں ان مقدسین کے مبارک ناموں کی فہرست ضرور شامل کی جائے جنہوں نے سرور کائنات ﷺ کے سامنے خاک و خون میں مل کر صداقت اور حقانیت پر اپنی زندگی کو نثار کیا۔ وہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہم کو بتا رہا ہے۔

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا أَنَّهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝ وَ يُسَبِّحُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لِمَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۝ لَا يَخَوْفُ عَلَيْهِمْ شَيْئٌ مِمَّا سَفَرُوا ۝ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ اللَّهِ فِي الْكَنُوزِ وَالسَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ وَالشَّجَرِ وَ كُلِّ شَيْءٍ مُسَبِّحٌ بِحَمْدِ اللَّهِ ۝ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ ﴾ [آل عمران: 169-171]

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو، وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے جو کچھ ان کو ملا، اس پر خوش ہیں اور ان لوگوں کو جو ان سے نہیں ملے بشارت دیتے ہیں کہ اب انھیں کوئی خوف اور غم نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر خرم و شاداں ہیں اور اللہ تعالیٰ تو مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔“

وہ جن کی شان بلند میں رب العظیم فرماتا ہے:

﴿ رَجُلًا صَدَقْنَا مَا عَاهَدُوا لَنَا ﴾ [الاحزاب: 23] ”وہ جو ان مرد کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔“

مجھے کسی کتاب میں ایسی فہرستیں مرتب شدہ نہ ملیں، اس لیے ان کتابوں کو پڑھا جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات پر لکھیں گئی ہیں۔ ان جو اہر ریزوں کو چن چن کر اپنی کتاب کی آرائش کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے۔ میرے معنہ اور موتہ کی فہرستیں ہنوز تکمیل طلب ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی رہی تو ان شاء اللہ پوری کروں گا، ورنہ اس کی کو کوئی اور صاحب پورا کریں۔

① شہدائے بدر رضی اللہ عنہم

1	کنج بن صالح رضی اللہ عنہ	قوم مکہ سے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہج سید الشهداء ①
2	عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی رضی اللہ عنہ	قرشی المطلبی، ابوالمحارث یا ابو معاویہ کنیت۔ 63 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ سب سے پہلے اسلامی سر یہ کے سردار یہی بنائے گئے تھے۔
3	عمیر بن ابووقاص (مالک) بن اہیب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ	قرشی الزہری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ احد العشرة المبشرۃ کے برادر خورد ہیں۔ سولہ (16) سال کی عمر تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بوجہ صغرتی واپسی کرنا چاہا تو یہ رو پڑے اس لیے اجازت دی گئی۔ لڑے اور خنداں خنداں روضہ رضوان کو سدھارے۔
4	عاقل بن بکیر بن عبد یاسل رضی اللہ عنہ	لشئی ان کے بھائی خالد کا نام شہداء در جمع میں ہے۔
5	عمیر بن عبد عمیر بن اھلہ رضی اللہ عنہ	ذوالشمالین لقب ابو محمد کنیت حلیف بنوزہرا
6	عوف یا عوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ	انصاری بخاری۔ عفرہ ان کی والدہ کا نام ہے والد کا نام حارث ہے۔
7	معوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ	نمبر 6 کے برادر بچپن
8	حارث یا حارث بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ	ان کی والدہ انس بن مالک کی چھوٹی بیٹی ہیں حلق پر تیر لگا تھا۔
9	یزید بن حارث یا حارث بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہ	انصاری بخاری۔ مواخات میں ذی الشمالین نمبر 5 کا بھائی تھا۔
10	رافع بن معقل بن لوذان رضی اللہ عنہ	انصاری
11	عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ	انصاری سلمی۔ حضرت عبیدہ نمبر 2 کے ساتھ مواخات تھی۔ دونوں ایک ہی میدان میں سرخرو ہو کر رونق افروز جنت ہوئے۔ میدان جنگ میں ان کا جزیہ تھا: و كضياء السی اللہ بغير زاد الا التقى و عمل المعاد والصبر فی اللہ علی العباد و كل زاد عرضة الفساد غیر التقی والبر والرشاد
12	عمار بن زیاد بن سکین بن رافع رضی اللہ عنہ	انصاری الاہلبی
13	سعد بن خیشمہ الانصاری الدوسی ابو عبد اللہ کنیت سعد الخیر لقب رضی اللہ عنہ	نقیب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، باپ نے کہا کہ تم ٹھہرو، میں جاتا ہوں، انھوں نے کہا کہ باپ مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو۔ ان کے والد خیشمہ غزوہ

① زرقانی جلد 1 ص 444۔ یہ اسلامی کی قیامی وسادات ہے کہ تلامذہ بھی باہمی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے "سید الشہداء" کا خطاب حاصل کر لیتا ہے۔ کیا کسی قوم یا مذہب میں ایسی تکمیل تھی ہے؟

14	مبشر بن عبدالمزہر بن زبیر بن زید رضی اللہ عنہما	احمد میں شہید ہوئے۔ پس یہ شہید صحابی بن صحابی ہیں۔ الانصاری الاوسی (3)
----	---	--

(2) شہدائے غزوہ سويق

1	معبد بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ	
2	ایک حلیف معبد مذکورہ بالا کا	

(3) شہدائے احد (مہاجرین رضی اللہ عنہم)

1	حزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب ہاشمی	عم النبی رضی اللہ عنہم، اسد اللہ ورسول لقب، سید الشہداء خطاب۔
2	عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ الاسدی القرشی	الحجد عقی سمیل اللہ لقب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی بھائی۔
3	شہاس بن عثمان رضی اللہ عنہما بن شریق قرشی المخزومی	بدری، دو ہجرتیں کیں، عمر بوقت شہادت 24 سال
4	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی القرشی العدوی	دو ہجرتیں کیں۔ اولین مہاجرین مدینہ، انصار کے دو قبیلے ان کی تعلیم سے داخل اسلام ہوئے۔ بدر اور احد میں راویۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کی شہادت کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو ملا۔ بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں۔ المقری القاری لقب۔ عمر بوقت شہادت 40 سال

(4) شہدائے احد الانصار رضی اللہ عنہم

5	انس بن نصر بخاری رضی اللہ عنہ	انس بن مالک کے چچا ان کے جسم پر اسی (80) سے زیادہ زخم تیر و تلو اور نیزہ کے تھے۔ یہ ان بزرگوں میں ہیں جن کی شان میں آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ [الحزاب: 23] نازل ہوئی۔ جب لشکر اسلام میں بھاگ پڑ گئی تو انھوں نے کہا: اے نبی! میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین کے کرتوت سے براءت ظاہر کرنا ہوں۔ پھر تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بولے سعد! دیکھو یہ ہے بہشت، واللہ! مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ حملہ کیا لاشوں پر لاشے گراتے ہوئے شہید ہوئے۔
---	-------------------------------	---

(3) زرقانی میں ہے: استشهد يوم بدر من المسلمين اربعة عشر رجلا جلد اول ص 444 فہرست کے نام زرقانی اور الاستیعاب کے متعلق علیہ ہیں۔ بعض نے 22 تعداد بتائی ہے مجھ ان کے علاوہ سعد بن خولی اور عثمان بن ریضانہیری اور عبداللہ بن سعید بن عامر اموی کے نام بھی ملے ہیں۔ اس طرح فہرست کے اسماء کی تعداد 17 ہے۔

6	انیس بن قنادہ، بن رقیع بن خالد بن حارث رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔
7	ابو ہبیرہ بن حارث بن علقمہ بخاری رضی اللہ عنہ	ان کا نام ہی ابو ہبیرہ ہے۔ ابو اسیرہ ان کے بھائی ہیں۔ (ابو اسیرہ کا نام شہداء احد میں صرف واقدی نے لکھا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ غلطی ہے۔)
8	اوس بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی رضی اللہ عنہ	اکابر صحابہ میں سے ہیں۔
9	ایاس بن اوس بن عتیک اشھلی رضی اللہ عنہ	ان کے بھائی غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔
10	اوس بن ثابت مزی رضی اللہ عنہ	برادر حضرت حسان شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
11	رفاعہ بن قوش بن زہربہ بن زعمراء بن عبد اللہ اشھلی رضی اللہ عنہ	یوقت شہادت بہت بوڑھے تھے۔
12	ثابت بن قوش رضی اللہ عنہ	رفاعہ کے برادر حقیقی۔
13	عمرو بن ثابت بن قوش رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن یمان صحابی کے بھانجے۔
14	سلمہ بن ثابت بن قوش رضی اللہ عنہ	بشرح صدر
15	ثابت بن عمرو بن زید بخاری رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔
16	ثابت بن وجداح رضی اللہ عنہ	بنو نجھان سے ہیں۔ انہی نے کہا تھا: اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ قَبِيلَ قَبَائِلِ اللَّهِ حَتَّى لَا يَمُوتَ۔ انہوں نے انصار کی مختصر جماعت کو فراہم کر کے حملہ کیا تھا۔ اس غزوہ کے سب سے آخری شہید ہیں۔
17	ثعلبہ بن سعد بن مالک ساعدی رضی اللہ عنہ	مشہور صحابی ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔
18	ثقیب (ثقیب) بن فروہ بن بدن بن ساعدی رضی اللہ عنہ	انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔
19	حارث بن اوس بن معاذ اشھلی رضی اللہ عنہ	بدری حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے برادر زاوے عمر یوقت شہادت 28 سال۔
20	عمرو بن معاذ اشھلی رضی اللہ عنہ	بدری حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے برادر عمر 32 سال
21	حارث بن اوس بن رافع اشھلی رضی اللہ عنہ	بدری
22	حارث بن عبد اللہ بن سعد بن عمرو خزرجی رضی اللہ عنہ	
23	حارث بن ثابت بن سفیان بن عدی خزرجی رضی اللہ عنہ	
24	حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ	از بنو ساعدہ
25	حبیب بن زید بن تمیم۔ بیاضی رضی اللہ عنہ	
26	حظفہ بن ابی عامر، اوسی رضی اللہ عنہ	اللہ کی شان، اس کا لقب غسبیل الملاحکة ہے اور ان کے باپ کا لقب

فاسق۔ حضرت حظلہ کے فرزند عبداللہ بھی صحابی اور شہید ہیں۔ وہ یوم الحمرہ کو 33ھ میں شہید ہوئے۔		
عقبی بدری ان کا خاندان بنو اعز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی دختر حبیبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان کے فرزند زید بن خارجہ کا بعد الموت تکلم کرنا روایات میں ہے۔ حضرت خارجہ کے جسم پر دس سے زیادہ زخم تھے۔ مواخات میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔	27	خارجہ بن زید بن ابو زہیر خزرجی رضی اللہ عنہ
عقبی، بدری، نقیب محمدی، حضرت خارجہ نمبر 27 کے ابن عم۔ دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ بقیہ ذکر جلد اول میں ہے۔	28	سعد بن ربيع خزرجی رضی اللہ عنہ
	29	جناب بن فطی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ
نمبر 29 کے حقیقی بھائی ہیں اور ابو شیخ بن تیمان نمبر 48 کے بھانجے ہیں۔	30	صہبی بن فطی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ
ان کے فرزند سعد کا نام شہدائے بدر نمبر 13 پر ہے۔	31	خیشمہ بن حارث بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ
عقبی، بدری، مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ مدینہ میں اسلام سب سے پہلے یہ اور اسعد بن زرارہ لے کر گئے تھے۔	32	ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ زرقی رضی اللہ عنہ
ابو مالک کنیت نقیب محمدی۔ عقبی کی ہر سبعت 6 میں 12 میں 70 میں شامل ہیں۔	33	رافع بن مالک بن عجلان زرقی خزرجی رضی اللہ عنہ
	34	رافع مولیٰ غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
عقبی، بدری، ابو ولید کنیت خدری ہیں۔	35	رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی رضی اللہ عنہ
	36	سعد بن سعید بن سہید بن قیس بن الجہر رضی اللہ عنہ
	37	سہل بن عدی بن زید بن عامر اشہلی رضی اللہ عنہ
بدری۔ اسلمی	38	سہل بن قیس بن ابی کعب بن قیس رضی اللہ عنہ
اوسی	39	سہج بن حاطب بن قیس بن ہشہ رضی اللہ عنہ
	40	سویق بن حاطب بن حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ
بنو حلیف من الخزرج کے حلیف تھے۔	41	صحزہ بن عمرو (بشر) رضی اللہ عنہ
عقبی بدری، اس غزوہ میں سردار تیر اندازوں سے تھے۔	42	عبداللہ بن جبیر بن نعمان رضی اللہ عنہ
ساعدی	43	عبداللہ بن عمرو بن وہب بن اعلیٰ رضی اللہ عنہ
بدری ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔	44	عبداللہ مجزری بن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ

45	عبادہ بن خشاش بن عمرو بن زمرہ رضی اللہ عنہ	
46	نعمان بن عبد عمرو بن مسعود رضی اللہ عنہ	بدری ہیں، نمبر 44، 45، 46 ایک قبر میں مدفون ہوئے۔
47	عامر بن امیہ بن زید بن خشاش بخاری رضی اللہ عنہ	بدری۔ ان کے فرزند ہشام بھی صحابی ہیں۔
48	عبید (عتیک) بن تیمان بن مالک رضی اللہ عنہ	ابو نعیم کنیت، بدری، عقی ہیں۔
49	یسار رضی اللہ عنہ	نمبر 48 کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
50	عبید بن معلی بن نودان بن حارث رضی اللہ عنہ	ان کے بھائی رافع کا نام شہدائے بدر میں نمبر 12 پر ہے۔
51	عباس بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہ	مہاجر و انصاری ہیں، عقیقین میں حاضر تھے۔ عثمان بن مظعون سے مواخات تھی۔
52	عامر بن مقلد بن حارث بخاری رضی اللہ عنہ	بدری ہیں ان کی نسل باقی نہیں رہی۔
53	عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ	یکے از عوف
54	عمرو بن مطرف یا مطرف بن علقم بن عمرو بن عتف رضی اللہ عنہ	ابو ہمام
55	عتبہ بن ربیع بن رافع رضی اللہ عنہ	خدری خزرجی
56	عباد بن سہل بن مخرمہ رضی اللہ عنہ	اشہلی۔ اوسی
57	عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمیٰ خزرجی رضی اللہ عنہ	بدری، لقب محمدی ابو جابر کنیت۔ مشہور صحابی جابر کے والد۔ حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے ان کے جنازہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا اور رب العالمین نے ان سے حضوری میں بعد شہادت کلام فرمایا تھا۔
58	عمرو بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ	سید الانصار تھے پاؤں میں لنگ تھا۔ فرمایا یوں ہی لنگڑا ہوا بہشت میں جا پہنچوں گا۔ گھر سے چلے تو یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الشَّهَادَةَ وَلَا تَوَكُّبْنِي اِلَى اَهْلِيْ خَابًا۔ یہ نہایت سخی تھے۔ یہ شعر ان کی صفت میں کہا گیا ہے۔ اِذْ جَاءَهُ السُّوَالُ اَذْهَبَ مَالُهُ وَقَالَ خُذُوهُ اِنَّهُ عَابِدٌ غَدَا
		نمبر 57، 58 ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ نمبر 57 کی۔ ابن ہند (1) نمبر 58 کی الجیہ ہیں۔
59	خلاو بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ	بدری نمبر 58 کے فرزند ہیں۔
60	ابو ایمن رضی اللہ عنہ	نمبر 58 کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(1) سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ احد میں ان کے شوہر اور بھائی اور بیٹے نے شہادت پائی تھی۔ لہذا اصیب زوجہا و اخوها و ابنہا اور انہوں نے ان سب کی خیر شہادت سن سن کر بھی نبی ﷺ کی زیارت اور خیر دعائیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو کہا: رحمہم

61	عمارہ بن زیاد بن سلک بن رافع رضی اللہ عنہ	اشہلی ہیں۔ ان کے جسم پر 14 زخم تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کا سر بانہ بنا دیا تھا۔ جب روح نکلی ان کے رخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر تھے۔
62	یزید بن سلک رضی اللہ عنہ	ابو اسماء کنیت، عمارہ نمبر 61 کے چچا ہیں۔ عامر بن یزید ان کے فرزند بھی اسی روز شہید ہوئے تھے۔
63	عمر ولد قیس بن زید بن سواد بن مالک رضی اللہ عنہ	بنو نجار سے ہیں۔
64	قیس بن عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ	نمبر 63 کے فرزند ہیں۔
65	قیس بن مقلد بن ثعلبہ بن صخر رضی اللہ عنہ	مازنی بدری ہیں۔
66	مالک بن ستان رضی اللہ عنہ	ابوسعید خدری کے باپ ہیں۔
67	نوفل بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	سالمی الغزرجی بدری ہیں۔
68	یزید بن حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ	اشہلی
69	وہب بن قابوسی رضی اللہ عنہ	نمبر 69 و 70 دونوں چچا بھتیجا ہیں۔ جب مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے تھے شہر لوگوں سے خالی دیکھا، معلوم ہوا کہ سب میدان احد میں مصروف کارزار ہیں۔ فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام لائے اور شہید ہو کر فردوس کو سدھارے۔
70	حارث بن عقبہ بن قابوس رضی اللہ عنہ	

تتمتہ

حسین میمان بن جابر العیسیٰ القطعی رضی اللہ عنہ	مشہور صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے بوجہ اشتہار مارے گئے۔
--	--

www.mujaahid.org
 صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے، مجھے کسی کتاب میں ان خاتون بلند پایہ کا نام نہ ملا۔ آخر شہداء احد کی قرابت مندی کے سلسلہ پر نظر ڈالی اور پھر صحابیات میں ایسی خاتون کا نام تلاش کیا، جن کے تینوں ایسی قرابتی شہداء میں ہوں، مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزار گئے۔ الحمد للہ! کہ مجھے کامیابی ہوئی۔ یہ خاتون ہند بنت عتبہ ہیں۔ عطاء بدری ان کا فرزند ہے۔ عبد اللہ بدری و عقبہ گمہی ان کا بھائی ہے۔ عمرو بن جموح سید الانصار ان کے شوہر یہ سب جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ یہ خاتون ہر سلاشوں کو اونٹ پر لا کر احد سے مدینے گئیں اور پھر حج شہداء میں شامل کرنے کے لیے احد میں لائی گئیں۔ بے شک ایسی قوی ایمان کی خاتون ایسے ہی اعلیٰ گھرانے کی ہو سکتی ہیں۔ جن کا ہر فرد ایمان اور عمل میں نہایت ممتاز تھا۔

ایک روایت میں اصیب زوجہا و اخوہا و ابوہا ہے۔ یعنی شوہر، برادر اور پدر شہید ہوئے تھے۔ ایسی خاتون کا نام میں متعین نہیں کر سکا۔ تاہم بہت بڑے بن سلک رضی اللہ عنہ سے درجہ کی خاتون ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رسولہ النساء ہو کر آئی تھیں۔ ان کے والد یزید بن سلک اور بھائی عامر بن یزید شہداء احد میں ہیں لیکن مجھے کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جاتا اور وہ نام اس فہرست میں پایا جاتا تو اس روایت کے مصداق حضرت اسماء بنت عتبہ ہوتیں۔ یہ بڑے درجے کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگ یرموک میں کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئی تھیں۔

1 الاستیعاب نے شہداء بدر میں ایک نام لکھا ابن زیاد بھی بروایت ابن الکلبی لکھا ہے۔ وہ شاید ان کے بھائی ہیں۔
 2 صحیح بخاری میں روایت اس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے کہ یوم احد کومر (70) مسلمان شہید ہوئے۔ بخاری 4078

تتمیبه

چند نام مالک بن ایاس اور حارث بن عدی بن خرشہ اور ایاس بن عدی چھوڑ دیے ہیں کیوں کہ امام اہل سیرا بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے ان کی روایت نہیں کی۔ جو اسماء لکھے گئے ہیں وہ علمائے سیر کے نزدیک متفقہ ہیں اور صحیح ہیں۔ ان شاء اللہ۔

شہدائے یوم الرجیع رضی اللہ عنہم (8)

1	مرشد بن کنعان بن حصین غنوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	ان کا سلسلہ نسب سعد بن قیس بن عیمان تک منتہی ہوتا ہے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی، دونوں بدری ہیں۔ جن مسلمانوں کو مکہ میں قریش نے اسلام لانے کی بنا پر قید کر رکھا تھا۔ مرشد مدینہ سے آتے جبل کی دیوار پھاند کر اندر جاتے۔ ان میں سے ایک مسلمان کو اٹھاتے۔ دیوار کو دہرا سے نکال لے جاتے۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کو رہائی ہوئی۔
2	خویب بن عدی انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	ان کا ذکر رحمۃ اللعالمین جلد اول میں ہے۔
3	عاصم بن ثابت بن ابوالفتح قیس انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو سلمان کنیت ہے۔ بدری ہیں اور اوسی۔
4	زید بن وشمہ انصاری بیاضی <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری واحدی ہیں۔ کفار نے ان کو پھانسی دیا تھا۔ پھانسی کے نیچے جا کر کہنے لگا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے آئندہ ہر مقتول کے لیے اس نماز کو مسنون فرما دیا۔
5	زید بن مزین انصاری بیاضی <small>رضی اللہ عنہ</small>	
6	عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	
7	مغیث بن عبیدہ بن ابی ایاس بلوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 7، نمبر 6 بھائی ہیں۔
8	خالد بن بکیر بن عبد یاسیل <small>رضی اللہ عنہ</small>	

شہدائے بیسرمعونہ رضی اللہ عنہم (26)

1	منذر بن عمرو بن حمیس انصاری ساعدی <small>رضی اللہ عنہ</small>	عقبی بدری، نقیب محمدی المعتق للموت لقب سید الشہداء خطاب ہے۔ مواخات میں طلب بن عمرو کے بھائی بنے۔
2	حکم بن کیاں۔ مولیٰ ہشام مخزومی <small>رضی اللہ عنہ</small>	نخلہ میں اسیر ہو کر آئے تھے۔ مشرف باسلام ہو کر پھر فاتر شہادت ہوئے۔
3	حرام بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری، اُحدی، ان کی بہن ام سلیم <small>رضی اللہ عنہا</small> حضرت انس بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small> کی والدہ اور مشہور صحابیہ ہیں۔ دوسری بہن ام ملحان بھی صحابیہ ہیں۔ یہ جب زخمی

(1) علمائے سیر نے اصحاب رجیع کی تعداد چھ (6) لکھی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں بھی 6 کے نام ملتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد 10 بتائی گئی ہے۔ ان میں سے آٹھ (8) نام مل گئے ہیں۔

		ہوئے تو اپنے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے برب کعبہ مجھے اپنا مقصود مل گیا۔
4	سلیم بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 3 کے برادر شفیق ہیں۔
5	حارث بن مصعب انصاری بخاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	جنگ بدر میں شامل ہونے کو آرہے تھے کہ راہ ہی میں زخمی ہو گئے۔ اُحد کے بہادران ثابت قدم سے ہیں۔ بوقت شہادت ان کو دشمنوں نے تیروں سے پرو پرو کر شہید کر دیا۔
6	ثابت بن خالد بخاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	جنگ بدر اُحد میں حاضر تھے۔
7	عامر بن فہیرہ مولیٰ ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small>	قوم ازد سے تھے۔ سیاہ چروہ، روشن دل، قدیم الاسلام حضرت ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small> نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ سفر ہجرت میں ہمرکاب نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> تھے۔ عمر بوقت شہادت 40 سال، عامر بن طفیل ان کے قاتل کا بیان ہے کہ جب انکے نیزہ مارا تو ان کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا۔ قاتل یہی کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان کی لاش مشعل میں نہیں ملی تھی۔
8	عروہ بن سہام بن مسلت <small>رضی اللہ عنہ</small>	یہ جو سلیم سے تھے۔ قاتل بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ اس نے ہم قوی کی وجہ سے ان کو امان دینی چاہی۔ انھوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔
9	عائذ بن ماص بن قیس بن غلدہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری الزرقی اور بدری ہیں۔
10	معاذ بن ماص ایضاً <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 9، 10 برادران شفیق ہیں۔ بدری واحدی
11	مسعود بن قیس بن خالد <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 10 کے برادر عم زاد
12	سفیان بن ثابت انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو بیت سے ہیں۔
13	مالک بن ثابت انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 12 کے برادر شفیق
14	سفیان بن حاطب بن امیہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری ظفری، اُحد میں حاضر تھے۔
15	سمیل بن عامر بن ثقف <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری
16	سعد بن عمرو بن ثقف <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 15 کے برادر عم زاد ہیں۔
17	طفیل بن سعد بن عمرو بن ثقف <small>رضی اللہ عنہ</small>	جنگ اُحد میں حاضر تھے۔ نمبر 16 کے فرزند ہیں۔
18	سہل بن عمرو بن ثقف <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 16 کے برادر حقیقی۔
19	قطبہ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبد الاشمل <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری، خزرجی۔

20	منذر بن محمد بن عقبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری، اوسی، بدری، احدی۔
21	نافع بن بدیل بن ورقہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	از بنو کعب
22	انس بن معاویہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	از بنو عمرو بن مالک
23	ابی بن ثابت بن منذر <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو الفتح کنیت
24	ابی بن معاذ بن انس <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری، نجاری، بدری، واقدی نے ان کو اور ان کے بھائی کو اس سر یہ کے
25		شہداء میں شمار کیا ہے۔
26	مسعود بن خلدہ بن عامر بن زریق <small>رضی اللہ عنہ</small> ⁽¹⁾	بدری احدی بعض نے ان کو شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

شہید مرسیع رضی اللہ عنہ (1)

1	جشام بن صباہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	مقیس بن صباہ کے بھائی ہیں اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہوئے۔
---	--	---

شہدائے خندق (6) رضی اللہ عنہم

1	انس بن اول بن عتیک بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری اہلبلی احد میں حاضر تھے۔ تیر سے شہید ہوئے۔ ان کے بھائی ایاس جنگ احد میں شہید ہوئے۔
2	عبداللہ بن سہل بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری حارثی بدری ہیں۔
3	ثعلبہ بن عتمہ بن عدی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سلی خزرجی عقبی احدی ہیں۔
4	ظہیل بن مالک بن نعمان <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری سلی بدری غزوہ احد میں 31 زخم کھائے تھے۔ شفا یاب ہو کر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔
5	کعب بن زید بن قیس بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری بدری بیر معونہ کے ستر (70) اصحاب میں سے یہی زندہ بچے تھے۔
6	سعد بن معاذ بن نعمان <small>رضی اللہ عنہ</small>	اہلبلی خزرجی سید الاوس یوم خندق میں تیر لگا۔ ایک ماہ زخمی رہے۔ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے بدست خاص دو بار جراحی فرمائی۔ اھتزاز لہ عرش الرحمن ترجمہ: اللہ کا عرش جھوم گیا۔ انھی کی شان میں ہے۔

شہدائے بنو قریظہ (2) رضی اللہ عنہم

1	خلاد بن سوید بن ثعلبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری الخزرجی عقبہ و بدر و احد و خندق میں شامل تھے۔
---	---	--

(1) بیر معونہ کے شہدائے احد انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے 70 بیان کی ہے۔ مجھے صرف 26 ملے، بخاری: 4078

2	شان بن حصن رضی اللہ عنہما	یہ نام سیرت ابن دحلان سے لیا ہے۔ الاستیعاب میں شان بن وہب بن حصن ہے اور غالباً یہی صحیح ہے۔ واقفی نے ان کا انتقال 32ھ میں ہونا تحریر کیا ہے جو غالباً صحیح نہیں ہے۔
---	---------------------------	---

شہدائے غزوہ غابہ (3) رضی اللہ عنہم

1	ذری بن ابوذر رضی اللہ عنہما	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر پہلے سے بتادی تھی۔
2	محرز بن نصلہ رضی اللہ عنہما	بنی اسد میں سے تھے۔ غزوات بدر و احد اور خندق میں شامل تھے۔
3	وقاص بن محرز رضی اللہ عنہما	بنو مدیج سے ہیں۔

شہدائے ذی القصدہ (5) رضی اللہ عنہم

1	سلکان بن سلامت بن وقش بن رعبہ رضی اللہ عنہما	انصاری اُشہلی ابونا کلبہ کنیت
2,3	حارث بن اوس بن معلیٰ بن لوذان رضی اللہ عنہما	ان کے چچا رافع جنگ بدر میں اور دوسرے چچا عبید رضی اللہ عنہما جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔
4	دوکس از قبیلہ مزینہ رضی اللہ عنہما	
5	یکس از بنو فطغان رضی اللہ عنہما	

شہید سر یہ واوی القرئی (1) رضی اللہ عنہ

1	درد بن مرداس رضی اللہ عنہما	
---	-----------------------------	--

شہید عربین رضی اللہ عنہ (1)

1	ایسار نبی رضی اللہ عنہما	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔
---	--------------------------	-------------------------------------

شہید غزوہ واوی القرئی (1) رضی اللہ عنہ

1	مدم رضی اللہ عنہما	حبشی غلام۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔
---	--------------------	---

شہدائے خیبر (19) رضی اللہ عنہم

1	اوس بن حبیب رضی اللہ عنہما	انصاری۔ حصن نام پر شہید ہوئے۔
2	اوس بن فاکہ (یا فاکک) رضی اللہ عنہما	انصاری، اوسی

[1] شہدائے بنو قریظہ میں سے دو کے نام اور عین کے نام مل پتے ملے ہیں۔ واقفی نے انہیں 'نعمان محیص' جو بعد ابو بردہ کے نام لکھے ہیں لیکن زرقاتی نے ان کی صحت سے انکار کیا ہے۔

3	اوس بن عاصم <small>رضی اللہ عنہ</small>	
4	اسلم <small>رضی اللہ عنہ</small>	خیبر کے کسی یہودی کے غلام حبشی۔ میدان خیبر ہی میں اسلام لائے۔ اسی روز خلعت شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کی لاش خیمہ میں رکھی گئی۔ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> لاش دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو جھٹ لوٹ آئے۔ فرمایا اس کے پاس تو اس کی بہشتی بیوی از قسم حورِ مینھی ہوئی ہے۔
5	ثابت بن وائلہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	
6	حارث بن حاطب <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری اوسی حدیبیہ احد خندق میں شامل تھے۔ غزوہ بدر کے وقت نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے ان کو کسی اور خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ قلعہ سے تیر آیا۔ دماغ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے شہید ہوئے۔
7	رفاع بن مسروح <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔
8	ربیعہ بن اسلم بن سخرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	اسدی مہاجر۔ ابو یزید کنیت۔ بدر احد خندق حدیبیہ میں حاضر تھے۔ قد بہت چھوٹا تھا مگر ہمت نہایت بلند۔ عمر بوقت شہادت 34 سال تھی۔
9	سلیم ولد ثابت بن قیس بن زافعہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	احد خندق حدیبیہ میں حاضر تھے۔ مرحب یہودی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد اور دو بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔
10	عاصم بن اکوع (شان) <small>رضی اللہ عنہ</small>	مشہور پہلوان صحابی سلمہ بن عمرو بن اکوع <small>رضی اللہ عنہ</small> کے چچا ہیں۔
11	عبداللہ بن ابوامیہ بن وہب <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو اسد بن عبد العزی کے حلیف اور بھانجے تھے۔ ان کا نام صرف واقدی نے لیا۔
12	عبداللہ بن یسب بن اہیب <small>رضی اللہ عنہ</small>	اسعدی۔ لیشی
13	عدی بن مرہ بن سراقہ بن شہاب <small>رضی اللہ عنہ</small>	بلوی (القضاہ) چھاتی میں نیزہ لگنے سے شہید ہوئے۔
14	عروہ بن مرہ بن سراقہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری
15	عمارہ بن عقبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	از بنو عصار بن ہلیل تیر سے شہید ہوئے۔
16	ابوسفیان بن حارث بن قیس <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری
17	عمیر بن ثابت <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری اوسی ابو قیس کنیت بدر احد خندق حدیبیہ میں شامل تھے۔
18	مسعود بن سعد بن عاصم بن عدی <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری اوسی بدری ہیں۔

۱) اہل سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد 15 لکھی ہے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے 23 نام ملے 19 فہرست بالا میں درج ہیں۔ باقی چار میں سے زنیف بن وائلہ کا نام صرف واقدی نے اور ایف بن حبیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ شیر بن برادہ بن عمرو کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد ذہرا لوگوں کو کھانے سے ہوا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہتہ یہودی نے بھیجا تھا۔ شیر بن عبداللہ کی بابت دو روایات ہیں۔ (1) بدر میں شہید ہوئے۔ (2) جنگ خیبر میں شہید ہوئے۔ میرے نزدیک روایت اول ہی قوی ہے۔

شہداء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص 273 پر ہے کہ ان کی تعداد بارہ (12) تھی

<p>1 زید بن حارثہ بن شریبل الکلبی رضی اللہ عنہ</p>	<p>باپ کی طرف ان کا سلسلہ نسب قضاء تک اور والدہ سعدی بنت ثعلبہ کی جانب سے بنو طے تک پہنچتا ہے۔ ان کو ہزنوں نے ان کی والدہ سے چھین لیا اور فروخت کر دیا۔ بازار عکاظ میں حکیم بن حزام نے چار سو (400) درہم میں ان کو اپنی پھوپھی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا۔ ام المؤمنین نے ان کو کمال شفقت و راحت سے پرورش کیا۔ ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو انھوں نے نبی ﷺ کو چھوڑ کر جانا پسند نہ کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے اور سات سرایا میں امیر لشکر بنائے گئے۔ امام زہری رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ سب سے اول یہی اسلام آلائے تھے۔ مسلمانوں میں صرف انہی کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا: اَلنَّعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ۔ ”انعام یافتہ خدا و انعام یافتہ رسول“ ان کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو ام ایمن کے بطن سے تھے۔ وہ محبت رسول اللہ ﷺ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے مواخات میں حضرت حمزہ کا بھائی بنایا تھا اور مقدمہ حضانت و خیر حمزہ میں ان کو اُخوْنَا وَاْمَوْلَانَا کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مکہ سے طائف تک کے لیے شجر کر یا پر لیا۔ شجر والا ڈکیتی پیشہ تھا۔ وہ ان کو سنسان ویران جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی وہ ان کو قتل کرنے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ لینے دو وہ بولا پڑھ لو۔ جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے۔ میرے ہاتھ سے تو کوئی نہ بچا۔ حضرت نے نماز پڑھی۔ تین بار یا ارحم الراحمین! کہا۔ جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے ذکیت کو قتل کر دیا۔</p>
<p>2 جعفر رضی اللہ عنہ (خیار) بن ابی طالب بن عبدالمطلب</p>	<p>ان کا مفصل حال اس کتاب کے باب اول میں ہے۔ اور ان کی تقریر بہ دربار حبش جلد اول میں درج ہے۔</p>
<p>3 عبد اللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ عنہ</p>	<p>کیے دو ازادہ (12) نقبائے محمدی ﷺ ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزوات بدر و احد و خندق و حدیبیہ و عمرہ القضاء میں شامل تھے۔ نبی ﷺ کے شعراء خاص میں سے تھے۔ سخت ریاضت کش تھے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں موسم گرم تھا۔ لوگ اپنے سروں کو اپنے ہاتھوں کے سایہ سے بچاتے تھے اس روز</p>

<p>تمام لشکر میں نبی ﷺ اور ابن رواحہ ہی روزہ سے تھے۔ جنگ موتہ کے لیے جب فوج روانہ ہونے لگی تو لوگوں نے ان کو بہ خیر و عافیت واپسی کی دعا دی۔ انھوں نے فی الہدیہ یہ اشعار پڑھے۔</p> <p>وَلِكَيْتَبِي أَسْأَلَ الرَّحْمَنَ مَغْفِرَةً وَ ضَرْبَةً ذَاتَ فَزِيعٍ تَقْذِيفُ الزَّيْءِ وَ طَعْنَةً بِيَدِي حِرَانَ مَهْجِرَةً بِحَرْبِيَّةٍ تَنْفِذُ الْأَحْشَاءِ وَالْكَيْدِ حَتَّى يَقُولُوا إِذَا مَرُّوا عَلَيَّ جَدِي يَا أَرْشَدَ اللَّهُ مِنْ غَايٍ وَقَدْ رَشَدَا</p> <p>میرا سوال رحمن سے یہ ہے کہ سر پر ایسی چوٹ لگے جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے نیزہ اور تلوار میرے جگر و دل کو چھید ڈالیں۔ اللہ میری مغفرت کرے اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں۔ شاباش غازی خوب کام کر گیا۔</p> <p>ان کو فوج کی کمانڈر حضرت زید و جعفر کے بعد ملی تھی۔ اس وقت میدان جنگ میں انھوں نے اشعار ذیل پڑھے اور حملہ کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جنت کو سدھار گئے۔ نبی نے ہر سہ امراء کی اراک جنت پر رونق افروزی کا مشاہدہ کیا تھا۔</p> <p>يَا نَفْسَ ان لِم تَقْتُلِي مَمُوتَ هَذَا حِمَامِ الْمَمُوتِ قَدْ صَلَيْتِ وَمَا تَمْنَيْتِ فَقَدْ اعْطَيْتِ ان تَفْعَلِي فَعَلِمَهَا هَدَيْتِ</p> <p>اے جان! موت کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ قتل سے بچنے تو موت سامنے ہے۔ جو تو نے چاہا اللہ نے دیا۔ اب اگر ابوبکر و عمر کی راہ پر چلنا ہو تو ہدایت مل گئی۔</p>	
	4 جابر بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری رضی اللہ عنہ
<p>نمبر 4، 5، 6، 7 حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی قیس تھے۔ ان کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی حارث تھے۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔</p>	5 ابو کلاب بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری رضی اللہ عنہ
<p>بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، عمرہ القضاء میں ہمرکاب مصطفوی ﷺ تھے۔</p>	6 سراقہ بن عمرو بن عطیہ الانصاری الحماری رضی اللہ عنہ
<p>جنگ بدر میں مع برادر خورد سبع بن قیس شامل تھے</p>	7 عبادہ بن قیس بن عبسہ الانصاری رضی اللہ عنہ

8	وہب بن سعد بن ابی سرح القرظی احد - خندق - حدیبیہ - خیبر میں شامل تھے۔ العاصمیؓ
9	مسعود بن سوید بن حارث القرظی العدویؓ بنو عدی کے ان ستر (70) اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔
10	مسعود بن الاسود بن حارث ایضاًؓ نمبر 9 کے چچا زاد بھائی بیعت رضوان میں شامل تھے۔
11	عبادہ بن قیس بن زید بن امیہ الانصاریؓ بڑا احد خندق خیبر حدیبیہ میں شامل تھے۔
12	سوید بن عمروؓ مواخات میں نمبر 8 کے بھائی تھے۔
13	ہوید بن بھیر بن عامر انصاریؓ

شہدائے مکہ (2)ؓ

1	حیش بن اشعر بن مقلد بن ربیعہؓ قوم خزاعہ سے ہیں۔
2	کرز بن جابر بن حبیل فہری قرظیؓ ہجرت نبوی ﷺ کے بعد انہی نے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا۔ بعد ازاں مسلمان ہوئے پھر عمرین میں سردار بنائے گئے۔ فتح مکہ کے دن حبش پہلے شہید ہوئے کرز نے ان کی لاش اپنی ٹانگوں کے درمیان کر لی اور لاش کی حفاظت کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ [1]

شہدائے حنین (6)ؓ

1	ایمن بن عبد حبشیؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے مات بھائی ہیں۔ یہ ان جو انہروں میں سے ہیں۔ جو یوم حنین کو ثابت قدم رہے تھے۔
2	حویث بن عبد اللہ بن حلفؓ غفاری انصاری ابی لہم لقب یہ بتوں پر چمکے کا گوشت پہلے سے نہیں کھایا کرتے تھے۔
3	مرہ بن سراقہؓ
4	سراقہ بن حبابؓ انصاری
5	سراقہ بن حارث بن عدیؓ بنو عجلان سے ہیں۔
6	یزید بن زمرہ بن اسود بن مطلبؓ ام المومنین ام سلمہؓ کے بھانجے ہیں۔ سرداران قریش میں سے تھے۔ مہمات قومی میں ان کا مشورہ قریش ضروری سمجھتے تھے۔

[1] یہ پہرست ان شاء اللہ معل ہے۔ ابن دحلان نے 13 نام لکھے ہیں، حارث سفیر نبوی سمیت یہ تعداد 14 ہوئی۔

[2] صحیح بخاری میں ہے قَبِيلٌ مِنْ حَبِيلٍ خَالِدٌ بَنِي وَتَلِيدٌ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ بخاری: 4280

شہدائے طائف (13) رضی اللہ عنہم

1	حارث بن کھل بن ابو حصصہ رضی اللہ عنہ	انصاری، نجاری از بنو مازن۔ ان کے دو بچا جنگ موتہ میں ایک جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔
2	حاب بن جبیر رضی اللہ عنہ	
3	عرفط بن حباب بن جبیر رضی اللہ عنہ	نمبر 2، نمبر 3 باپ بیٹا ہیں۔ بنو امیہ کے حلیف ہیں۔
4	علی بن عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	لیثی ہیں۔
5	رقیم بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری۔ اوسی
6	ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ	انصاری، عقبی، وبری
7	سعید بن سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ عنہ	قرشی الاموی
8	عبد اللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ	قرشی المخزومی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برادر از جانب پدر
9	عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	قرشی الهاشمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے بھائی ہیں۔
10	سائب بن حارث بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ	قرشی۔ سہمی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ طائف میں زخمی اور یوم نعل 13 ھ میں شہید ہوئے۔
11	عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	عدوی ہیں۔
12	عبد بن قوال بن قیس بن قش بن ثعلبہ	عدوی احد اور جملہ مشاہد مابعد میں شریک ہوئے
13	منذر بن عبد بن قوال	نمبر 12 کے فرزند ہیں۔ ①

شہدائے مشاہد مختلفہ رضی اللہ عنہم

اس فہرست میں ان شہیدان پاک کے نام لکھے جاتے ہیں جن کی بابت علمائے سیر میں یہ توافق ہے کہ وہ عہد پر نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شہید ہوئے تھے مگر ان کے مشاہد کے تعیین میں اختلاف ہے۔

1	قرعہ بن عقبہ (عقبہ) انصاری الاشہلی رضی اللہ عنہ	
2	مالک بن خلف بن عمرو الخزاعی رضی اللہ عنہ	طلحہ احد پر مع اپنے بھائی نعمان کے مامور تھے
3	مخیر بن رضی اللہ عنہ	یہودی عالم از بنو نضیر تھے۔ بروز جنگ احد ایمان لائے اور سیدھے میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اپنے مال کی وصیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر گئے تھے۔
4	ثابت بن نعمان بن امیہ ابو حصصہ رضی اللہ عنہ	بری ہیں۔

① یہ فہرست ان شاء اللہ مکمل ہے۔

5	سہل بن رومی بن قوش بن زعہہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	واقندی نے شہدائے احد میں ان کا نام لیا ہے۔
6	یزید بن سعید الکندی والد سائب <small>رضی اللہ عنہ</small>	
7	بشر بن براء بن معرور۔ انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	خیبری۔ زہراؑ کو گوشت کے کھانے سے شہادت واقع ہوئی۔
8	طفیل بن نعمان بن خضاء الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	
9	مسعود بن خلد <small>رضی اللہ عنہ</small>	الانصاری۔ الزرقی
10	عبدالقد (حکم) بن سعید بن العاص بن امیہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	قرشی۔ بدری ہیں۔
11	مسعود بن الاسود بن حارثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	قرشی الحدادی
12	ہبار بن سفیان بن عبدالاسد <small>رضی اللہ عنہ</small>	المخزومی



<http://mujahid.xtgem.com>

<http://mujahid.xtgem.com>

﴿ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴾ [الانعام: 25]

کفار عرب قرآن مجید میں پہلی قوموں اور پچھلے نبیوں کے حالات سنتے تو قرآن مجید پر یہ بھیجتے کہ اس میں ہے ہی کیا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ہمیں اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ سنایا کرتا ہے۔

لغت میں اساطیر فسانہ نمائشوں کو کہتے ہیں جن میں حقیقت کم ہو مگر دلچسپی زیادہ ہو۔ کفار عرب جو علوم سے بے بہرہ، خط و کتابت سے عاری، احوال عالم سے بے خبر تھے وہ تو اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت کچھ قابلِ ترحم تھے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان جاہل وحشی بت پرستوں کے اس لفظ کو اہل کتاب نے نہایت پسندیدگی سے دیکھا اور خود بھی اپنی کتابوں میں بارہا مختلف پیرایوں کے ساتھ دہرایا۔

بعض پادریوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمد ﷺ نے یہ سب قصے ایک عیسائی عالم سے ہی سنا کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے۔ ہم اس مضمون میں دکھائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے متعلق موجودہ بائبل کیا بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کیا۔ اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی دیکھ سکیں گے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم میں دیگر آسمانی کتابوں سے کس قدر اعلیٰ ہے۔ ایسی پاک کتاب کے سنانے والے کی نسبت یہ خیال کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کو چراچرا کر بیان کرتا تھا۔

چون کہ عیسائی لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ ذاتِ ستودہ صفاتِ نبی ﷺ پر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس بات کو سیرت النبی ﷺ کے اندر شامل کیا جائے۔

آدم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش کے باب 2، 3 میں آدم علیہ السلام کی پیدائش، باغِ عدن کے قیام، درختِ تمیز سے پھل کھانے اور باغ سے نکالے جانے کا ذکر ہے۔ درس 17 باب 3 میں یہ بھی ہے کہ ”زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی“۔ تمام بائبل میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی معافی بھی ہوگی تھی۔ لیکن قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کے جن خاص فضائل کا ذکر کیا ہے اور جن سے بائبل خاموش ہے، وہ یہ ہیں:

① کہ پھل کھاتے وقت آدم علیہ السلام اللہ پاک کے حکم کو بھول گئے تھے۔

﴿ وَتَقَدَّرْ عَهْدَنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ قَنُوسَىٰ ﴾ [طہ: 115]

② آدم علیہ السلام کی نیت میں خلافِ حکم کرنے کا ارادہ شامل نہ تھا:

﴿ وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴾ [طہ: 115]

③ رب کریم نے ان کی اس حرکت کو بخش دیا تھا اور آسمان نہیں بہترین راہداریت بھی کر دی تھی اور آدم علیہ السلام کو اپنی درگاہ کا برگزیدہ بھی بنا لیا تھا۔

﴿ ثُمَّ اجْتَبَيْنَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَاهُ ﴾ [طہ: 122]

④ آدم علیہ السلام پر کلامِ الہی بھی نازل ہوا تھا۔

﴿ فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ ﴾ [البقرہ: 37]

لیکن بائبل اس سے خاموش ہے حالانکہ اگر نسل انسانی کے پدرا عظیم کو اس فضیلت سے عاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی بھی فضیلت نہیں رہ جاتی۔

قرآن مجید حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جس بات میں چپ ہے اور بائبل اسے بیان کرتی ہے وہ یہ فقرہ ہے۔ خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسے بنایا۔ درس 1 باب 5۔ کتاب پیدائش یہی مطلب اس کتاب کے درس 26 میں ان الفاظ میں ہے: ”تب خدائے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں۔“

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس فقرہ کے بعد کیوں کر کوئی اہل کتاب اللہ کے جسم اور جسمانییت سے انکار کر سکتا ہے اور کیوں کر اللہ کو محدود ہونے سے بری ٹھہرا سکتا ہے۔ اور کیوں کر اللہ کا تصور انسان سے بالاتر ہونے کا دوسرے کو دلا سکتا ہے۔

بے شک قرآن مجید نے اس فقرہ کو چھوڑ دینے سے ثابت کر دیا کہ تقدیس و تنزیہ پر بانی کی جو تعلیم قرآن مجید میں ہے وہ سب

سے اعلیٰ ہے۔

قَاتِنٌ وَبَائِلٌ فَرَزْنَدَانِ آدَمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بائبل نے بیان کیا ہے کہ:

<http://mujahid.xtgem.com>

- ① قَاتِنٌ نے اپنے بھائی بائیل کو مار ڈالا۔ درس 8 باب 4 پیدائش۔
 - ② خداوند نے قَاتِنٌ پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اسے پاوے مار نہ ڈالے۔
 - ③ خداوند نے کہا کہ کوئی قَاتِنٌ کو مار ڈالے گا سات گنا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔
- ایک قاتل کے متعلق یہ اصول دنیا کے امن و امان کے لیے جس قدر مضر اور خطرناک ہے وہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے۔

① کہ قَاتِنٌ نے اپنے بھائی کو قتل کرنے سے خود زیاں کار اور مجملہ اصحاب نارینا۔

﴿ فَتَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴾ [المائدہ: 29] ”تو دوزخ والوں میں سے ہوگا۔“

﴿ فَتَقْتَلُهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴾ [المائدہ: 30] ”اس نے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ پانے والوں سے ہو گیا۔“

② پھر انسان کی زندگی کی قدر و قیمت اور انسان کے ہلاک کرنے کے وبال سخت اور گناہ عظیم کا بیان فرمایا: ”کہ ایک انسان کا قتل کر دینا

تمام بنی آدم کے قتل کے برابر ہے اور ایک انسان کو ہلاکت سے بچالینا تمام نسل کو ہلاکت سے بچانے کے برابر ہے۔“

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا

النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ [المائدہ: 32]

”جس نے کسی انسان کو (قصاص) یا ملکی فساد کے بغیر قتل کیا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی

زندگی کو بچایا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو بچایا۔“

اب قارئین بائبل اور قرآن مجید دونوں کے فرق کو اور قرآن مجید کے تفوق کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

نوح علیہ السلام

بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کتاب پیدائش کے 6 باب سے شروع ہوتا ہے۔ باب 7-8 میں طوفان کا ذکر ہے۔ باب 9 میں بعد طوفان کا ذکر ہے اور باب 10 میں اولاد نوح کا ذکر ہے۔ جو شخص بائبل کو پڑھ اور سمجھ سکتا ہے وہ بائبل کو پڑھے اور سمجھے۔

① اس میں ایک فقرہ بھی نوح علیہ السلام کے پند و نصیحت فرمانے کی بابت درج نہیں۔

② اس میں ایک جگہ بھی نہیں بتایا کہ جو لوگ طوفان میں ڈبو دیے گئے تھے ان کا خاص گناہ کیا تھا؟

③ اس میں نہیں بتایا کہ کیوں ہلاکت ہی بہ طور آخری علاج کے اختیار کی گئی تھی۔

④ اس میں نہیں بتایا گیا کہ نوح کن لوگوں میں مبعوث کیے گئے تھے۔

⑤ اور کون لوگ غرق طوفان ہوئے۔

لیکن قرآن مجید ان جملہ امور پر روشنی ڈالتا ہے۔

قرآن مجید نے بتایا:

① ﴿ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ ﴿ [نوح: 1] کہ ”نوح علیہ السلام اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔“

② قرآن نے بتایا کہ نوح علیہ السلام 950 سال تک برابر نصیحت کرتے رہے:-

﴿ فَكَلَّمْتْ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ﴿ [احکاموت: 14]

③ بتایا ہے کہ اسرار و اعلان کے تمام طریقوں سے حضرت نوح علیہ السلام قوم کو نصیحت کر چکے تھے۔

④ بتایا ہے کہ قوم شرک کے گندے گناہ سے آلودہ ہو گئی تھی۔

⑤ بتایا ہے کہ وہ شرک میں اتنے منہمک ہو گئے تھے کہ اولاد و احفاد، دوست احباب کو اسی شرک کے لڑوم کی نصیحتیں اور وصیتیں کیا کرتے

تھے: ﴿ وَ قَالُوْا لَا تَنْدَرُنَّ اِلٰهَتِكُمْ وَ لَا تَنْدَرُنَّ وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا وَاٰلًا ﴿ [نوح: 23]

⑥ بتایا گیا ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کی صلاحیت پذیر ہونے کی امید بھی منقطع ہو گئی تھی۔

﴿ وَ لَا يَلِدُوْا اِلَّا فٰجِرًا كٰفِرًا ﴿ [نوح: 27]

⑦ بتایا گیا ہے کہ وہی قوم غرق کی گئی تھی جس نے شرک و طغیان و سرکشی اختیار کی تھی۔

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ عَادٌ وَ قُرْعٰنٌ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوٓطٍ وَ اَصْحٰبُ الْاَيْكٰتِ ط اُولٰٓئِكَ

الْاٰخِرٰتُ ۝ اِنْ كُلِّ اِلٰهٍ كَذَّبَ الرَّسُوْلَ فَحَقَّ عِقٰبُ ﴿ [سج: 12-14]

”نوح، عاد اور قریظ ذوالاوتاد اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب الایکات کی جماعتوں نے ان سے پہلے تکذیب کی ان سب نے رسولوں

کو جھٹلایا اور اس لیے ان پر عذاب کا آنا ٹھیک ہے۔“

ہاں قرآن مجید نے جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام کی بابت بتایا ہے اور جس سے بائبل خاموش ہے وہ بہت سے امور ہیں۔

اول: نوح علیہ السلام کے ایک نافرمان بیٹے کا قصہ جس میں بتایا گیا ہے:

① کہ اللہ کے حکم کے سامنے اولاد کی محبت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

﴿ نَبِيٌّ كَذَّابٌ ﴾ نیز یہ کہ عالی نسب ہونا اس شخص کے لیے ذرا بھی مفید نہیں جس کے اپنے اعمال اچھے نہ ہوں۔ ﴿ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ﴾ [ص: 46]

﴿ اور یہ کہ نیک باپ بری اولاد سے کیوں کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

﴿ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ﴾ [ص: 47]

اے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا علم مجھے نہیں۔

دوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور بھی چند نفوس بچے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور اللہ نے ان کو بھی سلامتی کے خلعت سے مشرف فرمایا تھا۔

﴿ وَمَا أَمِنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴾ [ص: 40]

”نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔“

﴿ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ ﴾ [ص: 48]

”اے نوح! کشتی سے اترا ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان سب پر جو تیرے ساتھ ہیں۔“

سوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کبھی منقطع نہ ہوگی۔

﴿ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴾ [اصف: 77]

”ہم نے نوح علیہ السلام کی اولاد کو باقی رہنے والے بنایا۔“

بائبل ان جملہ افادات سے خالی ہے۔

اب بائبل جو بات قرآن مجید سے زائد بیان کرتی ہے وہ یہ ہے: نوح سے پی کر نشہ میں آیا اور اپنے ڈیرہ کے اندر خود کو ننگا کیا۔

حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔ [21-22/9 پیدائش] قرآن مجید بے شک اس سے خاموش ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ 12 باب سے 25 باب تک ہے۔ بائبل ہمہ بائبل ان فضائل کے بیان سے

ساکت ہے جو قرآن مجید نے حضرت غلیل الرحمن علیہ السلام کے بیان کیے ہیں۔

﴿ 1 ﴾ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ﴿ مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الانعام: 75] نظر ڈالنے تاروں چاند سورج وغیرہ

میں الہیت الہیت نہ ہونے پر استدلال کرنے کا مفصل بیان ہے اور اس سے سبق ملتا ہے کیوں کہ سعادت مندان ازلی اس صحیفہ

قدرت کو دیکھ کر نمازل خدا شناسی کو طے کر جاتے ہیں۔ بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

﴿ 2 ﴾ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا بیان کیا ہے اور ﴿ جَعَلَهُمْ جُدًا اِذَا الْاٰنۡبِیَآءُ ﴾ [58]: کہہ کر بتا دیا جاتا ہے کہ

ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتدائی عمر ہی سے شرک کے دشمن اور توحید کے فدائی تھے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

﴿ 3 ﴾ قرآن مجید میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے بارے میں اپنی قوم کے ساتھ کیا اور عقیدے کی پختگی میں قوم

کی مخالفت کی ذرا پروا نہ کی تھی۔

﴿ وَحَآجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ اَتَّحٰجُوْنِیْ فِیْ اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنِ ﴾ [الانعام: 80]

”اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم اللہ کی بابت مجھ سے جھگڑتے ہو اسی نے تو مجھے ہدایت فرمائی ہے۔“
 (4) قرآن مجید میں اس نصیحت کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو فرمائی تھی:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا﴾ [البقرہ: 42]

”اے باپ! تو کیوں ایسی چیزوں کو پوجا کرتا ہے جو نہ سُن سکیں نہ دیکھ سکیں نہ تیرا کوئی کام بنا سکیں۔“

قرآن پاک نے ان کے باپ کی سختی اور ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے علیحدہ ہو جانا بھی بتایا ہے۔

﴿يَا إِبْرَاهِيمُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ آيَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ [مریم: 48]

”اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔“

(5) قرآن پاک میں اس مناظرہ کا ذکر بھی ہے جو بادشاہ وقت سے انھوں نے کیا وہ بادشاہ سرگروہ مظلمین تھا۔ اللہ تعالیٰ کا منکر انانیت کا قائل اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان دلائل کو بھی بیان فرمایا ہے جنھیں سن کر ایسا محسن کس و مغرور بادشاہ بھی حیران رہ گیا تھا۔

﴿قَبِضَتْ الِّدْي كَفَرَ﴾ [البقرہ: 258] ”تب کافر حیران رہ گیا۔“

(6) قرآن پاک نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف قوم اور سلطنت کا اتفاق ان کا آگ میں ڈالنا، جاننا رب کریم کا اپنے خلیل علیہ السلام کو پھیلانا بیان فرمایا ہے۔

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانبیاء: 68]

”ہم نے کہا اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔“

(7) قرآن مجید نے اس طریقہ استدلال کا بھی ذکر کیا ہے جس سے احیائے موتی کے مسئلہ میں غور کرنے والے کے لیے ابراہیم علیہ السلام ایک روشن مثال چھوڑ گئے ہیں۔

﴿رَبِّ آرِنِي كَيْفَ تُنْحِي الْمَوْتَى﴾ [البقرہ: 260]

”اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا۔“

بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے۔ بائبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

① بائبل نے اگر کوئی ایسا ذکر بھی کیا جو قرآن مجید میں نہیں تو وہ یہ ہے کہ ”ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سکھایا تھا کہ تو کہنا کہ

میں اس کی بہن ہوں“ (12-11 پیدائش)

② بائبل نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سرہ کے کہنے سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہ علیہا کو گھر سے

نکل دیا تھا۔ 10-14 درس 21 باب۔ وہ بے چارے بیابان میں بھٹکتے پھرتے رہے۔

اس بیان سے ابراہیم علیہ السلام کے رحم اور انصاف پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

لیکن قرآن مجید نے جب اس واقعہ کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بچے کو نکالا نہ تھا بلکہ توحید کی

منادی پھیلانے کے لیے ایک مرکز منتخب فرمایا تھا اور تو حید کی تعلیم کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے کنبے کو دور دراز ممالک تک پھیلا دیا تھا:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے رب! میں نے اپنے کنبہ میں سے چند کو اس وادی میں جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے تیرے عزت کے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے رب! میری غرض یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ اس لیے اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کر دے۔“

یہ ایسی پاک غرض ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعت شان کو نہایت اعلیٰ بنا دیتی ہے۔ جملہ وجوہات کو دیکھ کر بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین بائبل سے لیے گئے ہیں۔ غرض بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے بفتح کر دیا ہے۔ بائبل ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

حضرت لوط علیہ السلام

① لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا انجام کتاب پیدائش باب 19 میں ہے۔ بائبل نے حضرت لوط علیہ السلام کی مساعی تبلیغ کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا لیکن قرآن مجید نے ان کے زبردست دلائل وعظ کا ذکر فرماتا ہے۔

﴿ وَكَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ آتَاؤُنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ حَيْثُ الْعَالَمِينَ ﴾ [العنکبوت: 80]

”لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔“

② بائبل نے لوط علیہ السلام کی عورت کے نمک کا کھمبا بن جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے بیچھے کو پھر کر دیکھ لیا تھا۔ (26 درس 19 باب) لیکن قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خیانت کرتی تھی۔

﴿ كَانَتْ تَحْتُ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَاتَمَاهُمَا ﴾ [التحریم: 10]

”نوح اور لوط (علیہ السلام) کی جو روئیں ہمارے دو صالح بندوں کے تحت میں تھیں مگر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی۔“

③ اب بائبل جس مضمون کو خاص طور پر بیان کرتی ہے وہ لوط کی دونوں بیٹیوں کا قصہ ہے۔ دیکھو باب 19۔ مگر قرآن مجید ایسے قصوں سے بالکل پاک ہے۔

اس ناپاک قصہ کا بطلان خود بائبل سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ دیکھو پیدائش (31-32) 19۔ پلوٹھی نے اس فعل قبیحہ کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔“ یہ دلیل بالکل غلط ہے کیوں کہ (20، 23) 19 میں شہر سحر کی موجودگی اور سلامتی کا ذکر ہے، پھر وہ لڑکیاں کیوں کر کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں ہے۔ ہم باور کر سکتے ہیں کہ یہ داستان ہی بے اصل ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

کتاب پیدائش کے 26 باب میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر ہے اور جو بیان اس میں قرآن مجید سے زائد ہے وہ یہ ہے

”اضحاق جرار میں رہا اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جو روکی بابت پوچھا وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے“ (درس 6)
قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا اس فقرہ کا قرآن مجید میں نہ ہونا اس کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

باب 25، کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور عیسو دو توام بھائی تھے اور پیدائش کے اعتبار سے عیسو بڑا تھا۔
اب مندرجہ ذیل امور پر غور کیجیے۔

- اول: 29 درس میں ہے: ”کہ یعقوب نے لمبی پکانی اور عیسو جنگل سے آیا اور وہ ماندہ ہو گیا تھا۔
30 اور عیسو اور یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اس لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے کیوں کہ میں ماندہ ہو گیا ہوں۔
31 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی اپنے پلوٹھے ہونے کا حق میرے ہاتھ ہے۔
32 عیسو نے کہا کہ دیکھ میں تو مرے جاتا ہوں سو پلوٹھا ہونا میرے کس کام آوے گا؟
33 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی میرے سامنے قسم کھا اس نے اس کے سامنے قسم کھائی اور اس نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق یعقوب کے ہاتھ بیچا۔

34 تب یعقوب علیہ السلام نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ اس نے کھایا اور پیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ سو عیسو نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق ناچیز بنا دیا۔
قارئین ذرا غور کریں کہ اوپر کے قصے سے کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی تعریف نکلتی ہے جنہوں نے حقیقی بھائی کو مسور کی دال اور روٹی اس وقت تک نہ دی جب تک اس سے وہ حق نہ لے لیا جو قدرت نے اسے عطا کیا تھا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں یہ داستان موجود نہیں۔

دوم: کتاب پیدائش کا 27 باب پڑھیے جس میں یہ مذکور ہے کہ اسحاق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کہا کہ وہ شکار کا گوشت باپ کے لیے لائے اور باپ اسے برکت دے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ماں نے حضرت یعقوب کو عیسو جیسا لباس پہنایا ان کا حلیہ عیسو جیسا بنایا اور ان کے ہاتھ بکری کا گوشت پکا کر اسحاق علیہ السلام کے پاس بھیجا اور یعقوب علیہ السلام نے باپ سے کہا میں عیسو ہوں۔ شکار کھائیے اور برکت دیجیے اور حضرت اسحاق علیہ السلام اس دھوکے میں آگئے اور یعقوب علیہ السلام کو وہ برکت دی۔ جو عیسو کو دینا چاہتے تھے۔

شکر ہے کہ قرآن میں یہ قصہ بھی نہیں ہے۔

سوم: 34 باب پیدائش میں دنیہ دختر یعقوب علیہ السلام کا قصہ ہے۔ پھر اسی باب میں مذکور ہے کہ فرزند ان یعقوب علیہ السلام نے امیر خوی حمور سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آئندہ کے لیے بیٹوں کی لیت و دیت جاری ہو جائے گی مگر پھر لادی و شمعون تلواریں لے کر اس شہر پر گئے۔ سب مردوں کو اور سکم و حمور کو قتل کر ڈالا۔ ان کی بھیڑ، بکریاں، گائے، تیل، گدھے اور جو کچھ شہر یا کھیت میں تھا سب دولت، سب بچے اور ان کی جو روئیں لوٹ کر لے گئے۔“

شکر ہے کہ قرآن مجید میں اس کی بابت ایک حرف بھی نہیں۔

چہارم: 35 باب 22 درس میں ”روبن جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔“
شکر ہے کہ یہ قصہ بھی قرآن مجید میں نہیں۔

پنجم: 28 باب کتاب پیدائش۔ یہود اور جو حضرت یعقوب کا تیسرا بیٹا ہے اور اس کی بہو تر کا قصہ ہے۔
بائبل نے یہود اور کوا الزام سے بچانے کے لیے کہا ہے۔ اس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے۔“ (16 درس) لیکن عذر کے بعد پھر بھی یہود پر کسی ایک عورت کے ساتھ آلودہ ہونے کا جرم و گناہ قائم رہتا ہے اور یہ جرم ایسے شخص کے متعلق جو نبی کا بیٹا اور نبی کا پوتا اور نبی اسرائیل کے چند انبیاء مابعد کا باپ ہو بہت سخت ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید اس پاک گھرانے کے کسی شخص پر ایسے الزام نہیں لگا تا بلکہ یوں تعریف کرتا ہے:-

﴿ وَنَسَمْتُ كَلِمَةً رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ نَبِيِّ إِسْرَائِيلَ ﴾ [الاعراف: 137]

”اللہ تعالیٰ کا پاک فرمودہ نبی اسرائیل پر پورا ہوا۔“

ان سب باتوں کو چھوڑ کر قرآن مجید نے جو کچھ خود بیان کیا ہے جو بائبل میں مذکور نہیں اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی عظمت نمایاں ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع اسرائیل (مرد خدا) کا خطاب پانے کے اہل تھے۔

① قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی بشارت عطا فرما دی تھی۔

﴿ قَسَبْنَاَهَا بِاسْمِ اللَّهِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ اسْمُكَ يَا يٰعَقُوبُ ﴾ [صود: 71]

”ہم نے سارہ علیہا السلام کو اسحق (علیہ السلام) اور اسحق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی بشارت دی۔“

② قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام اور ان کے والد پر خاص خاص الطاف فرمائے اور دنیا میں ان کے لیے ثنائے جمیل اور ذکر خیر باقی رکھا۔

﴿ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۚ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيمًا ﴾

[مریم: 49-50]

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحق و یعقوب علیہ السلام دیے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطا کی۔“

ان بیانات کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بیانات بائبل سے ماخوذ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا احوال کتاب پیدائش کے باب 37 اور پھر باب 39 سے 50 تک ہے۔ اگرچہ یہ بارہ (12) باب حضرت یوسف علیہ السلام کی توصیف سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ایک فقرہ حضرت یوسف علیہ السلام پر جزدیا گیا ہے۔

”یوسف علیہ السلام ان کے باپ کے پاس ان کے برے کاموں کی خبر لاتا تھا۔“ درس 2 باب 37 اس فقرہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسف علیہ السلام (نعوذ باللہ) ایک چغل خور تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کے بھائی برے کام کرنے والے تھے۔

③ قرآن کریم نے بھی یوسف علیہ السلام کا قصہ دو کوع میں بیان کیا ہے لیکن وہ بہت سی باتوں میں بائبل کے بیان سے زیادہ مبلغ اور ممتاز ہے۔

﴿۲﴾ قرآن پاک میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر یہ تعبیر بتائی تھی: ﴿يَجْعَلُكَ رِثَّةً وَ يَعْلَمُكَ مِنْ قَائِلِ الْأَحَادِيثِ وَ بِسْمِ نِعْمَتِهِ عَلَيْكَ﴾ [یوسف: 6] ”اللہ تعالیٰ تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے علم تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔“

﴿۳﴾ بائبل میں خواب کا ذکر تو ہے، مگر اس تعبیر کا ذکر نہیں۔ گو وہ مضمون موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر انہی لفظوں میں پوری ہو گئی تھی۔

﴿۴﴾ قرآن مجید میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو چاہ میں گرا دینے پر اجماع کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسف علیہ السلام کو ان کے اطمینان خاطر کے لیے بتا دیا تھا:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَنُنَبِّئَهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ [یوسف: 15]

ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ تو ان کو ان کے کام کی خبر دے گا اور وہ تجھے نہ پہنچانتے ہوں گے، یعنی ایک وقت تجھ کو وہ مقتدر ت ہوگی کہ تو ان کے افعال پر تنبیہ کرے گا۔ لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔

﴿۵﴾ قرآن پاک میں ہے کہ ”امراة العزیز“ کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرا، بن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا تھا اور عورت بنی کے خاندان میں سے ایک نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پیرا، بن کے سامنے کا حصہ پھٹ گیا ہو تو یوسف علیہ السلام ملزم سے ورنہ عورت ملزمہ ہے اور اس زبردست دلیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی و بے لوثی عزیز پر ثابت ہو گئی تھی۔ تب اس نے یوسف علیہ السلام سے درگزر کرنے کی التجا کی تھی اور عورت کو الزام دے کر کہا تھا کہ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کر لے۔

﴿يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا سَعَىٰ وَ اسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ﴾ [یوسف: 29]

”یوسف! تو اس تہمت کا خیال نہ کر۔ اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگ کیوں کہ خطا تیری ہے۔“

﴿۶﴾ قرآن پاک سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصر کی اور بہت سی عورتوں نے بھی مل کر یوسف علیہ السلام کو زن عزیز کی بات مان لینے اور بہکانے میں کوشش کی تھی اور وہ سب ناکام رہی تھیں، مگر بائبل اس سے بھی خاموش ہے۔

﴿۷﴾ قرآن پاک نے بتایا ہے کہ جب زندان میں قیدیوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنے خواب کی تعبیریں پوچھیں تو یوسف علیہ السلام نے اول ان کو توحید کی تعلیم دی اور اپنے فرض تبلیغ کو ادا کیا تھا۔

﴿يَا صَاحِبِي السِّجْنِ ءَ أَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَّاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [یوسف: 39-40]

”اے زندان کے ساتھیو! ذرا غور کرو کہ بہت سے رب اچھے یا ایک زبردست اللہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا تم جس جس چیز کی پوجا کرتے ہو وہ خالی نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے۔ اللہ نے ان کی بابت کوئی بھی دلیل نہیں

اتاری۔ یاد رکھو کہ حکم دینے کا حق اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اسی کا نام دین محکم ہے لیکن بہت لوگ ہیں جو اتنی بات بھی نہیں جانتے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کیسے عالی پایہ نبی تھے جو زندان میں پہنچ کر بھی اپنے فرض تبلیغ سے قاصر نہیں رہے۔ دعوت الی اللہ زندان میں بھی جاری رکھی اور ہدایت خلق کا جو وقت اور جو موقع مل گیا اسے ضائع نہ کیا۔ یہ پاک نظیر ان سب لوگوں کے لیے جو عجز و ہدایت کا کام اپنے لیے پسند کرتے ہیں، بہترین ہدایت ہے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور ہی نہیں۔

بائبل میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو فرعون نے تعبیر خواب کے لیے طلب کیا تو وہ جھٹ اس کے پاس چلے گئے مگر قرآن مجید میں ہے کہ انہوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور پہلے اپنے الزام کے متعلق تحقیقات کیے جانے پر زور دیا۔

﴿ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسَنُفَعُّكَ مَائِدًا مِنَ النَّسْوَةِ الَّتِي قَطَعْتَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ﴾ [یوسف: 15]

اس بیان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی، پرہیز گاری، نیز مستقل مزاجی اور عزت نفس کی نگہداشت پر بہترین شہادت ملتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ زنان مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی ہے۔

﴿حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ﴾ [یوسف: 51]

”پناہ بخدا! ہم نے تو یوسف علیہ السلام پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔“

اور خود زن عزیز نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت بیان اور ظہارت نفس کی شہادت دیتے ہوئے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا تھا۔

﴿قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ النَّبِيُّ حَصْحَصَ الْحَقُّ زَانَا اَوْ ذَنُوهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخْنُهٗ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخٰلِئِيْنَ ۝ وَاَمَّا بَرِّيْٓ اِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾

”زن عزیز نے کہا اب تو سچ ثابت ہو گیا خود میں نے یوسف کو پھسلانا چاہا اور وہ سچا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یوسف جان لے کہ میں اسے پس پشت (بھی) کوئی الزام نہیں دیتی ہاں اللہ بھی خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی ہوں، یوں کہ نفس تو برائی ہی کے لیے کہا کرتا ہے۔ بجز اس شخص کے جس پر

میرے رب کی عنایت ہو۔“ [یوسف: 51-53]

لیکن بائبل ان اوصاف کے بیان میں ساکت ہے ایسے ہی دیگر مضامین اس سورہ مبارکہ میں ہیں جو بائبل میں نہیں ہیں۔ جن سے بیسیوں مسائل اور نکات آئندہ کے لیے بھی مستخرج ہوتے ہیں۔ میری کتاب ”الجمال والکمال“ (تفسیر سورہ یوسف) کو دیکھنا چاہیے۔

قارئین رحمۃ اللعالمین جلد اول کے ملاحظہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمام سورہ مبارکہ کیوں کر نبی کریم ﷺ کے احوال مبارکہ کے لیے بہ طور پیشین گوئی بھی ہے۔

ان جملہ افادات کے بعد کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے بائبل کے مضامین سن کر ان کو اپنی زبان میں ڈھال لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کا جس تفصیل اور تطویل کے ساتھ بائبل میں ذکر ہے اتنا اور کسی نبی کا نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری کتاب خروج

اور تیسری کتاب احبار اور چوتھی گنتی اور پانچویں کتاب استنساہی اولیٰ العزم نبی کے حالات میں ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا تذکرہ بہت ہے۔ اس قدر اور کسی نبی کا نہیں، تاہم مجموعہ اس کا حجم بائبل کی مندرجہ بالا چار کتابوں میں سے ایک کتاب کے برابر بھی نہیں۔

مضامین کے لحاظ سے ہم اکثر مقامات کا اقتباس کریں گے۔

① 14 درس 4 باب خروج میں ہے کہ ”جب خداوند کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا یہ اس موقع پر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسالت کو قبول کرنے سے عذر کیا ہے۔ مگر قرآن مجید اسی موقع پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نہایت الفت و شفقت سے سمجھایا تھا۔

﴿يَا مُوسَى لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ﴾ [النمل: 10]

”اے موسیٰ (علیہ السلام) ڈرو نہیں ہمارے ہاں رسول ڈرا نہیں کرتے۔“

② 60 درس 60 باب خروج میں ہے عمرام نے اپنے باپ کی بہن بوکد سے بیاہ کیا۔ وہ اس سے دو بیٹے جنی: ایک ہارون دوسرا موسیٰ۔ معلوم نہیں کہ بائبل کا مقصود اس بیان سے کیا ہے۔ قرآن مجید سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی بڑی تعریف نکلتی ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ [انقص: 7] ”ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی۔“

واضح ہو کہ دنیا میں ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی براہ راست آتی۔ قرآن مجید سے ایسی شرف والی عورتیں مادر موسیٰ، مادر عیسیٰ علیہ السلام ہی معلوم ہوتی ہیں اور بائبل سے مادر اسماعیل علیہ السلام کی بھی یہی منزلت معلوم ہوتی ہے اور مادر اسماعیل علیہ السلام کے سامنے تو دو بار فرشتہ خود آیا اور اس نے اللہ کا پیغام اور زمان مستقبل کی بشارت ان کو پہنچائی تھی۔ دیکھو (7-11) 16-17 کتاب پیدائش۔

② اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مادر موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا ہے:

﴿لَوْ لَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا﴾ [انقص: 10] اگر ہم اس کے قلب پر اپنا رابطہ نہ رکھتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادر موسیٰ علیہ السلام کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ حاصل تھا۔

③ کتاب خروج 7/1 میں ہے۔ ”پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا۔

ناظرین فقرہ ”خدا سا“ پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا تو حید کی تعلیم اسی طرح دی جایا کرتی ہے؟ اگر کوئی شخص اللہ کا مشہ بن سکتا ہے تو اللہ کی وحدانیت ذات اور وحدانیت صفات کیوں کر قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوری: 11]

”کوئی بھی چیز اللہ کی مثال جیسی نہیں۔“

﴿فَلَا تَضُرُّوهُ بِاللُّهُ الْأَمْثَالِ﴾ [النحل: 74]

”اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔“

- ④ 11'12'71 خروج میں ہے: "کہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا۔"
 ② 718 خروج میں ہے کہ جادوگروں نے بھی مصر کی زمین پر مینڈک چڑھائے۔
 ③ (17-16) 8 میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے گرد پر عصا کو مارا اور اس سے تمام ملک میں جوئیں پیدا ہو گئیں۔
 18 درس میں ہے "جادوگروں نے بھی چاہا کہ اپنے جادوؤں سے جوئیں نکالیں پر نہ نکال سکے۔"
 19 درس میں ہے: "تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے۔"

جادوگروں کا ذکر بائبل میں صرف اسی قدر ہے اور ان کے انجام کی بابت خاموش ہے۔ لیکن قرآن مجید فرماتا ہے:
 ﴿فَالْيَقِي السَّحْرَةَ سَجْدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَ مُوسَىٰ ۝ قَالَ آمَنُتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَا قِطْعَنَ آيِدِيكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا صَلْبَتِكُمْ فِي جُدُوعِ السَّخْلِ ز وَتَعَلَّمْنَ آيْنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَ أَبْيٰى ۝ قَالُوا لَنْ نُؤْتِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيْتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقِضْ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِنُبَغِّرَكَ عَنْ خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللَّهُ خَبِيرٌ وَ أَبْيٰى ۝﴾ [73-70]

"ساحروں نے اللہ کو سجدہ کیا اور زبان سے کہا کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے اللہ پر ایمان لے آئے فرعون نے کہا تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمہارا بڑا بے اتنی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ اب تمہارے ہاتھ پاؤں ادھر ادھر سے کاٹوں گا اور اونچے درخت کی شاخ سے تم کو پھانسی دوں گا۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے عذاب میں اشد کون ہے اور کون باقی رہنے والا ہے؟ انھوں نے کہا ان روشن دلیلوں پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر ہم تجھے اختیار نہیں کریں گے۔ تجھ کو جو کرنا ہے وہی کر لے تو اس دنیوی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو کہ تیرے مجبور کرنے سے ہم نے جادو کا کام کیا ہے معاف فرمائے اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔"

اس بیان قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزات موسوی سحر کی قسم سے نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نے کیوں کہ ساحروں کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور یہ بھی نصیحت ملتی ہے کہ انسان کو دنیا کے کسی دباؤ یا کسی مصیبت کے اندیشہ سے اظہار اسلام میں تاثر نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی حکم ملتا ہے کہ ترک اسلام کے لیے خواہ کیسے بھی عذاب اور دکھ دروئیے جائیں مگر مومن کو لازم ہے کہ جان پر کھیل جائے لیکن اسلام سے منہ نہ پھرائے اور دنیائے فانی کو آخرت باقی پر ترجیح نہ دے۔
 ان بہترین اسباق کا بائبل میں کہیں ذکر تک نہیں۔

⑤ کتاب خروج 24/ (9-11) پڑھو 9۔ تب موسیٰ اور ہارون اور مندب اور ایہو اور ستر (70) بزرگ اسرائیل اوپر گئے اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ 10۔ اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی کچھری اور اس کی شفا کی جرم آسمان کی مانند تھی۔ 11۔ اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا۔ انھوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا۔

قارئین! انھوں نے اللہ کے پاؤں بھی دیکھ لیے اور نیلم جیسی رنگت بھی دیکھ لی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سارے جسم کی رنگت بھی نیلم جیسی ہوگی۔ ہندوؤں نے غالباً اسی مقام کو پڑھ کر گہنیا جی کی نیلی رنگت ظاہر کرنا سیکھا ہے۔ بھلا جس اللہ کے جسم کی شفافی اور رنگت کو دیکھ لیا گیا ہو، اس کے جسم ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔ اللہ اکبر! ایسے ہی مقام ہیں جو بندوں کو شرک جلی میں ڈال دیتے ہیں۔ قرآن پاک تو اللہ سبحانہ کی تقدیس کرتا اور اسے جسم و جسمانیت سے بالاتر بتاتا ہوا فرماتا ہے:

﴿لَا تَذَرِكُ إِلَّا بَصَارًا وَهُوَ يَذَرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ [الانعام: 103]

”بصیراں کا ادراک نہیں کر سکتے، وہ ابصار کا ادراک رکھتا ہے۔“

قارئین اندازہ کریں کہ کیا تعلیم قرآنی بائبل کی تعلیم سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟

⑥ باب 32 کتاب خروج کو ایک سے 6 درس تک پڑھ جاؤ اس میں درج ہے کہ ”ہارون نے سونے کا چھڑا ڈھال کر بنایا اور کہا اے بنی اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر سے نکال لایا پھر ہارون نے اس کے لیے قربانیاں کیں۔“ ایک ایسے نبی پر جو موسیٰ کا بھائی اور اللہ کا برگزیدہ اور خیمہ عبادت کا امام ہو یہ الزام کہ اس نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور خود اس کے سامنے قربانیاں پیش کیں اور اسے اسرائیل کا الہ بتایا نہایت سخت الزام ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں تو ایسے افعال کا مرتکب ادنیٰ درجے کا مسلمان کہلانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ نبی ہو اور امام بنی اسرائیل بھی۔ شکر ہے کہ رب کریم نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کے ذریعے سے اس فطرتی کی اصلاح فرمائی کہ یہ فعل ”سامری“ کا تھا۔

﴿فَكَذَّبْتَ الْقَبْلَى السَّامِرِيَّ فَآخَرَجَ لَهُمْ عَجَلًا جَسَدًا لَهُ، حَوَارٍ فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَى﴾

”اسی طرح سامری نے ڈالا پھر سامری نے ان کے لیے ایک چھڑے کی صورت نکالی، جس کی آواز چھڑے جیسی تھی۔“

تب لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا اللہ ہے۔“ [طہ: 87-88]

قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہ دریافت کیا تھا کہ ان گمراہوں کو انھوں نے کیوں نہ روکا۔

﴿قَالَ يَا هَٰؤُلَاءِ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۖ أَلَا تَتَّبِعُنَّ ط﴾ [طہ: 92]

”موسیٰ نے کہا: اے ہارون! جب تو نے ان کو گمراہ دیکھا تھا تب تجھے کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرے۔ یعنی تبلیغ نہ کرے۔“

اس کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ جواب بھی بیان فرما دیا۔

﴿إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتُ بَيْنَ يَنِيِّ إِسْرَائِيلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي﴾ [طہ: 94]

”مجھے ڈر ہوا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں تفریق کر دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔“

الحمد للہ! کہ قرآن مجید نے اس بزرگوار کی شان کو صاف کر دیا، ورنہ اہل کتاب تو اپنے امام کو بت ساز اور بت پرستی کی ترفیب دینے والا بتا رہے تھے۔

کیا اب بھی کوئی دانش مند کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید قصص میں بائبل کے مضامین کو دہراتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

① کتاب دوم سموئیل کے 11 باب کو پڑھو جس میں مسماۃ بنت سبغ زوجہ تھی اور یاہ اور داؤد کا ذکر ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ پھر داؤد نے عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ وہ اس کی جو روینی۔ یہ کام خداوند کی نظر میں برا ہوا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت کوئی ایسا قصہ نہیں۔ قرآن پاک تو ان کی تعریف پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ [ص: 26]

”اے داؤد! میں نے تجھے الارض (وعدہ کی زمین) کا خلیفہ کیا ہے۔ لوگوں میں راست بازی سے حکومت کیا کرو۔“

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورہ ص میں جو بیان بدیں الفاظ ہے:

﴿وَهَلْ أُنْتَلَىٰ نِسْوَةَ الْخُسُفِ إِذْ تَسُوْرُوْنَ الْمُحْرَبَاتِ۔ الخ﴾ [ص: 21] اس میں ”یہی اور یا“ والا قصہ بیان کی گیا ہے

لیکن ایسی بات خوش فہمی کی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے دماغ میں پہلے سے بائبل کے قصہ نے قبضہ کر رکھا ہے ورنہ قرآن مجید کے پاک کلام میں تو اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں پایا جاتا اور لطف یہ ہے کہ بائبل میں اس قصہ کا جو قرآن پاک میں ان جھگڑنے والوں کے آنے اور دیوار کو پھاند کر اندر جانے کی بابت ہے کچھ ذکر نہیں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جدا گانہ قصے ہیں۔

قرآن مجید نے جس قصہ کا بیان کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والیان سلطنت اور حاکمان ملک کو نظمی عبادت کے مقابلہ میں معدلت گستری اور انصاف رسائی کی جانب توجہ زیادہ تر مبذول رکھنی چاہیے نیز صاحبان حکومت کو اپنے قیام کے لیے ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جہاں فریادیوں کی رسائی بہ آسانی ہو سکے اور غریب رعایا کو داورسی کے لیے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ ①

② کتاب 2 سموئیل کے باب 13/14 کو پڑھو جس میں امنون بن داؤد اور اس کی تمر کا قصہ ہے۔ پھر ابی سلوم بن داؤد جو تمر کا حقیقی بھائی ایک ماں سے تھا کہ اس نے امنون کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور اپنے نوکروں کو حکم دے کر قتل کرا دیا۔

③ سموئیل 20/16 کو پڑھو جس میں ابی سلوم بن داؤد اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں ایسے قصے نہیں جن کو تفصیلاً ذکر کرنا بھی ہم نے نامناسب سمجھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

بائبل کے اولین سلاطین باب 3 کے درس 5 میں ہے: ”خداوند رات کے وقت سلیمان کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا جو تو چاہے کہ میں تجھے دوں، سو مانگ۔“

9 درس میں ہے: ”سلیمان نے عرض کیا تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عنایت کر کہ وہ تیرے لوگوں کی عدالت کرے تاکہ میں نیک اور بد میں امتیاز کروں۔“

12 درس میں خدا کا ارشاد ہے: ”میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہو اور نہ تیرے

بعد تجھ سے برپا ہوگا۔“

① مضمون پالاکلی تحریر سے چند ماہ بعد مجھے کتاب الفصل ابن حزم بیہیجہ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس امام نے دلائل سے ان لوگوں کے فہم کا بطلان کیا ہے جو ان جھگڑنے والوں کو فرشتے بتاتے ہیں جو تکریوں سے مراد جو تمیں لیتے ہیں۔ جو امانتہاد سے مراد کسی گناہ کا ہونا لیتے ہیں۔ دیکھو جلد چہارم ص 18۔ کتاب مذکور

اولین سلاطین کے 6 باب 11 درس میں سلیمان پر خدا کا کلام اترا ندرج ہے۔ اس قدر توصیف و محامد کے بعد سلاطین اول کے 11/4 میں یہ بھی ہے جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جو روؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ 5 سلیمان نے صیدانیوں کی دیوی عتارہ اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کی پیروی کی اور یوں ہی اس نے اپنی ساری جو روؤں کی خاطر کیا جو اپنے معبودوں کے حضور بخور جلایا کرتی تھیں۔

قارئین! ذرا انصاف کریں کہ جس برگزیدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا، جس سے اللہ تعالیٰ ہم کلام رہا ہو جس کو ایسا عاقل دل دیا گیا ہو کہ اس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نہ ملا ہو، جس نے رب قدوس کی عبادت کے لیے بیت المقدس بنایا ہو کیا اس کا بت پرست ہو جانا ممکن ہے؟ کیا ایسے شخص کو اس کی بیویاں بت پرستی پر (جس کی شان ﴿مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهِا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ [53: النجم: 23] ہے) مائل کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں، یقیناً نہیں۔ قربان جائے قرآن پاک کی تعلیم کے جس نے قطعی الفاظ میں فرمایا:

﴿وَمَا كَفَرُوا سُلَيْمٰنَ﴾ [البقرہ: 102] ”سلیمان (علیہ السلام) نے کبھی کفر نہیں کیا۔“ اور فرمایا:

﴿وَوَدِدْتُ سُلَيْمٰنَ دَاوُدَ﴾ [النمل: 16] ”سلیمان (علیہ السلام) اپنے (باپ) داؤد کا وارث بنا۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد (علیہ السلام) کا وارث صرف سلیمان کو بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد (علیہ السلام) کے سترہ (17) فرزند ان ذکر تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں وراثت سے مراد مال و اسباب کی وراثت نہیں، بلکہ کلام الہی ہے۔ اس آیت کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ کتاب اول سلاطین 11/4 میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی بابت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ جیسا کہ اس کے باپ داؤد (علیہ السلام) کا دل تھا۔ اس فقرہ کے بعد جب ﴿وَوَدِدْتُ سُلَيْمٰنَ دَاوُدَ﴾ [النمل: 16] پڑھا جائے گا تو ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضوان اور نبوت میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا وہی درجہ ہے جو حضرت داؤد (علیہ السلام) کا ہے۔ اور وراثت نبوت میں وہی داؤد (علیہ السلام) کے وارث تھے۔

حضرت ایوب (علیہ السلام)

بائبل میں کتاب ایوب الگ ہی ہے جو 42 صفحات پر محیط ہارک ختم ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ان کا نام دو جگہ سورہ نساء و انعام میں انبیاء کی ذیل میں آیا ہے۔ اور دو جگہ ان کا قصہ ہے۔ دونوں جگہ دو دوسطروں میں اسے ختم کیا گیا ہے۔

سورہ انبیاء میں ہے:

﴿وَاَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ اِنِّىْ مَسِيْنٌ الْمُسْرُوْاۤءُ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ حَسْرٍ وَّاَتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَاَمْثَلْنٰهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَاذْكُرْ اٰیَّ اللّٰعٰبِدِيْنَ﴾ [الانبیاء: 83-84]

”ایوب (علیہ السلام) کا ذکر کرو جب اس نے اپنے اللہ سے یہ عرض کیا کہ مجھے تکلیفیں پہنچی ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے اس دعا کو قبول کر لیا، اس کی تکلیفیں دور کر دیں۔ اسے کنبہ دو چند عطا کیا۔ یہ ہماری رحمت تھی اور عبادت کرنے والے اسے یادداشت رکھ سکتے ہیں۔“

﴿﴾ حضرت داؤد (علیہ السلام) کے چھ (6) بیٹوں کے نام جو یہ مقام حرمون پیدا ہوئے 21 سوئیل 2/3 تا 5 میں اور گیارہ (11) بیٹوں کے نام جو یہ وہم میں پیدا ہوئے۔ 2۔ سوئیل 13/2 تا 16 میں ہیں۔

بائبل نے بھی 42 صفحات کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے جیسا کہ ایوب 42/10 سے ظاہر ہے۔ عجیب بات جسے بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پر اشارہ تک نہیں ہے یہ ہے ایوب 1/6 ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور میں حاضر ہوں اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا ہے۔ اب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ 2/ باب کے 2 درس میں پھر یہی الفاظ ہیں۔ غور کرو کہ شیطان کا نبیوں کے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے حضور میں پہنچ جانا کسی قدر ناممکنات سے ہے۔ اس میں اللہ کے نبیوں کی کس قدر ہتک ہے۔ اللہ کے دربار کی کس قدر توہین ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیان سے کون سی خوبی مقصود تھی۔

الحمد للہ کہ قرآن مجید میں یہ فقرہ نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر لوقا نے اپنی انجیل کے 1/5 تا 25 میں کیا ہے اور قرآن مجید کی سورہ مریم کے رکوع اول میں اس کا بیان ہے۔ لوقا نے زکریا علیہ السلام کی دعا کا مضمون نہیں لکھا جو قرآن مجید میں ہے۔ حالانکہ اس دعا ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کو فرزند کی خواہش کیوں تھی؟ آیا انہی اغراض پر جس کی وجہ سے سب لوگ فرزند کی تمنا کیا کرتے ہیں یا دینی مقصد کے لیے قرآن مجید میں ہے کہ زکریا علیہ السلام نے کہا تھا کہ بیٹا ایسا ملے جو

﴿يُرْسِي وَيُؤْتِي مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾ [مریم: 6] ”میرا وارث اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کا وارث ہو۔“

ان الفاظ سے واضح ہے کہ قوم کی بہبود و فلاح اور دین الہی کی اشاعت اور قیام کے لیے وہ ایک نبی فرزند کے متمنی تھے اور یہی وہ وجہ ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو استجاب حق کا مستحق بناتی ہے۔ لفظ ارث سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ زکریا علیہ السلام کا دعا منقولہ و غیر منقولہ کے وارث کا سوال کرتے ہیں۔ کیوں کہ اگر یہی معنی ہو تو حضرت زکریا علیہ السلام کا واحد بیٹا آل یعقوب کا جو کروڑوں کے شمار میں تھے کیوں کروارث بن سکتا تھا؟ آل یعقوب کے لفظ پر مزید غور مطلوب ہے کہ یہاں بنی اسرائیل نہیں کہا گیا یہ دونوں دلائل باور کروائیں گے کہ نبی فرزند کی بابت استدعا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا فوراً بشارت حق کا مژدہ لائی تھی۔ لوقا نے 1/25 میں صرف یہ الفاظ لکھے ہیں: ”خداوند نے مجھ پر نظری، میرے ساتھ ایسا کیا تاکہ لوگوں میں سے میری شرمندگی دور کرتے۔“ یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام نے فرزند کی تمنا صرف انہی اغراض سے کی تھی جو عموماً دنیا داروں کی اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں۔

2- لوقا 1/20 میں لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے زکریا علیہ السلام کو یہ کہا تھا کہ تو گونگا ہو جائے گا اور جس دن تک یہ چیزیں واقع نہ ہوں بول نہ سکے گا۔ اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔

اس سے دو باتیں نکلیں:

① حضرت زکریا علیہ السلام کا گونگا بنانا بطور سزا کے تھا کہ انہوں نے جبریل علیہ السلام کی بات کا یقین نہ کیا۔

② گونگے پن کی مدت موعود بچے کی ولادت تک تھی۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بشارت کی بابت علامت کا سوال کیا تھا اور رب العالمین نے تین دن تک

بول نہ سکنے کو علامت قرار دیا تھا۔

قارئین! دیکھ سکتے ہیں کہ کیا یہ مضمون قرآن پاک اپنے سے پہلی کتاب سے لیتا ہے یا اس کی کمی کی اصلاح کرتا اور ذکر یا علیہ السلام کو ایک عیب (سزایابی) سے بچاتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یوحنا، ہتسمہ دینے والا لکھا گیا ہے۔ ان کا ذکر لوقا 75 تا 80 میں اور پھر 1 تا 3 نیز 7/19 تا 29 میں ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورہ مریم و آل عمران میں ہے اور بہت اختصار کے ساتھ ہے۔

سورہ مریم میں ہے:

﴿ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۗ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَ زَكْوَةً وَكَانَ تَقِيًّا ۗ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ۗ ﴾ [مریم: 12-14]

”اے یحییٰ کتاب (شریعت) کو خوب تمام۔ ہم نے اسے لڑکپن ہی میں نبوت اور نرم دلی اور پاکیزگی دی تھی۔ وہ خدا ترس اور ماں باپ سے عمدہ سلوک کرنے والا تھا اور وہ نہ ظلم پسند تھا اور نہ نافرمان تھا۔“

اور سورہ آل عمران میں ان کی صفت ان الفاظ میں ہے:

﴿ مُصَدِّقًا ۚ يَكْلِمُنِي مِنَ اللَّهِ وَ سَيِّدًا ۚ وَ حُصُورًا ۚ وَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۗ ﴾ [آل عمران: 39]

”وہ کلمتہ اللہ کی تصدیق کرنے والا اور سید اور عورتوں سے الگ رہنے والا اور نبی صالحین میں سے تھا۔“

یہ بارہ (12) صفات ایسی ہیں [1] جو مجموعہ لوقا میں نہیں ملتی ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں باوجود اختصار سے بہت زیادہ بیان کرتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہاں سے لیتا ہے۔

حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان بتاتا ہے۔

اور عیسائی ان کو خداوند کہتے ہیں۔

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ بتاتا ہے اور عیسائی ان کو ’ابن اللہ‘ کہتے ہیں۔

اس لیے واقعات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ انجیل سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق زیادہ طول کی حاجت نہیں۔

البتہ قرآن مجید کا یہ احسان عیسائیت پر ہمیشہ رہے گا کہ اس نے یہود کو کاذب ٹھہرایا اور مریم علیہ السلام کو صدیقہ بنا کر ابن مریم علیہ السلام کی شان کو بلند فرمایا اور اس طرح انجیل یوحنا 16 باب کا وہ فقرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق ہوا کہ وہ میری بزرگی کرے گا۔

[1] بارہ صفات درج ذیل ہیں:

- | | | | | | | | | | |
|----|--------------------|----|-------------|---|------------------|---|---------------------|----|---------|
| 1 | کتاب | 2 | نبوت | 3 | نرم دلی | 4 | پاکیزگی | 5 | خدا ترس |
| 6 | والدین سے حسن سلوک | 7 | علم سے نفرت | 8 | نافرمانی سے بچنا | 9 | کلمتہ اللہ کی تصدیق | 10 | سید |
| 11 | عورتوں سے الگ رہنا | 12 | نبی صالح | | | | | | |

افضلیت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَعَثَ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا وَجَاءَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَؤُلَاءِ
شَهِيدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَمِيعِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَوةً كَثِيرًا كَثِيرًا
اما بعد! نبی ﷺ کی افضلیت کا مسئلہ ہر مسلمان کا ایمان ہے، بلکہ ایمان کی جان ہے، اس مسئلہ کا بیان، بیان کرنے والے
کے لیے آسان نہیں۔

بعض اوقات اس مسئلہ میں ایسا اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے، جس سے ذات سبحانہ و تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے یا ایسے پیرایہ
میں ذکر ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی تسبیح شان نمایاں ہوتی ہے اور اس سے وہی صورت منہیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کو حدیث میں تخیر بین
الانبیاء بتایا گیا ہے اور اہل اسلام کو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث شریف لَا تَخْبِيرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ [1] کو علمائے سلف نے بیان افضلیت نبی ﷺ کا مانع نہیں
تھمبھرایا۔ متقدمین میں سے امام ابو نعیم اصفہانی [2] اور قاضی عیاض [3] نے اس مسئلہ پر خوب بیان فرمایا۔ [4] قرآن مجید میں ہے:
﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ﴾ [البقرہ: 253] "یہ رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"
اس ارشاد سے فضیلت بین الرسل کا وجود متحقق ہو گیا۔ اب اگر قرآن مجید سے نبی ﷺ کی افضلیت کا ثبوت ہو جائے تو ظاہر کہ وہ کسی
بندہ کی طرف سے تخیر بین الانبیاء کا فعل نہ ہوگا، بلکہ مراد ربانی کا بیان اور تفسیر ہوگی جو با اتفاق علماء جائز اور ضروری ہے۔

انہی وجوہات سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس باب میں صرف آیات قرآنیہ سے تمسک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ
مجھے صورت منہیہ (تخیر) سے بچائے اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ جس طرز کی ابتداء اس احقر نے باہم بے بضاعتی کی ہے اسے
درجہ کمال و اتمام تک پہنچایا جائے۔

یہ مضمون اپنی موجودہ صورت میں خود راقم کے نزدیک بھی ہنوز نامکمل ہے اور اس کی تکمیل کے لیے چند دقیق مضامین بہ شرح و
بسط لکھنے کی ضرورت تھی جن کو میں نے جلد سوم میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس مضمون میں صرف انہی انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارک کا ذکر کیا گیا ہے، جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔
ممکن ہے کہ بعض معزز قارئین کسی مقام کو پڑھ کر تصور فرمائیں کہ اس سے افضلیت کا ثبوت کیوں کر نکالا لیکن جب وہ دیکھیں
گے کہ فضائل کثیرہ ایسے ہیں جن سے خاص خاص نبی یا رسول مخصوص پائے جاتے ہیں اور ان فضائل کا بروز و ظہور وجود ہا و وجود نبی
اکرم ﷺ میں بھی پایا جاتا ہے تو اس وقت آشکارا ہو جائے گا کہ قَبِيْهُدَاهُمْ اَقْتَدِهٖ کا مفہوم یہ ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

[1] بخاری: 3414، مسلم: 2373 [2] ابو نعیم مصنف کتاب طلیح الاولیاء، اعلام محدثین سے ہیں۔ ولادت 336ھ وفات 430ھ نام احمد بن محمد اللہ بن احمد بن علی بن
[3] عیاض بن موسیٰ صوفی فرغانہ کے شہر سہتہ کے قاضی، فقیر تفسیر حدیث، بوسرا تعلیم کے ماہم تھے۔ شارح الاوار اور کتاب الفقہاء کے مصنف، ولادت 476ھ وفات 544ھ

حضرت آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے فضائل بہت ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں بھی وہ فضائل موجود ہیں۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ [البقرة: 31]

”اللہ نے آدم علیہ السلام کو سب اسماء سکھائے“
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ذکر یہ طور شاگرد بانی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس نفس قدسی کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو اس کا علم و فضل تام و اکمل ہوگا۔

﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151]

”یہ رسول تم کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور ایسے (علوم) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یہ طور استاد عالم فرمایا ہے۔ لفظ کتاب کے تحت میں جملہ شرائع الہیہ آجاتے ہیں اور لفظ حکمت کے تحت میں جملہ علوم فاضلہ و نافعداہل ہیں اور فقرہ ﴿مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151] کے تحت میں عالم ملکوت اور جہان قلب کے وہ سب اسرار و غوامض آجاتے ہیں جن سے تازمان بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عالم مادی کے کان نا آشنا اور مستمدن دنیا کے قلوب بے بہرہ تھے۔

② اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلِ نُوحٍ﴾ [طہ: 115]

”ہم نے آدم (علیہ السلام) سے پہلے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گیا۔“

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا ہے اور بتایا کہ نسیان لازم بشریت ہے۔ اس لیے کسی شخص کو شایان نہیں کہ آدم علیہ السلام کے ایک فعل یا ترک فعل پر جس کا صدور بوجہ نسیان ہوا خوردہ گیری کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علیم و حکیم فرماتا ہے:

﴿سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسِي﴾ [الاحقاف: 6]

”ہم تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھ سے نسیان نہ ہوگا۔“

اس آیت میں سنقرئک پہلی آیت کے لفظ عَلَّمَ آدَمَ کے معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود باری تعالیٰ الْمُقَرَّبِيُّ (حرفاً حرفاً سکھانے والا) فرمایا ہے۔

③ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسیان کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عوامہل بشریت کو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی لگاؤ نہیں،

﴿فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة: 37]

④ واضح ہو کہ تین احادیث صحیحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ذکر ہے۔ حدیث ذی الیدین میں دو رکعت پر سلام اور حدیث ابن تحسینہ میں دو رکعت سے قیام حدیث ابن مسعود میں ظہر کی پانچ رکعتوں کا پڑھا جانا بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ احادیث بھی آیات قرآنی کی معارض نہیں۔ اول تو یہ کہ نسیان اور شے بے سہ اور شے ہے۔ نسیان میں ذہول و غفلت و آفت ذہن شامل ہیں اور سہ صرف ایک فعل کے لیے آتا ہے۔ قرآن مجید ہر دو آیات مذکورہ بالا میں لفظ نسیان ہے ہونے لیں۔ دوم نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہ کا فعل سے۔

”آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات پائے اور رب نے آدم پر توجہ کی۔“

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا نیز اس فعل یا خوش آئند کے اثر سے حضرت آدم علیہ السلام کو پاک ٹھہرایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یمن و برکت کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿وَيَسْمَعُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِغُلْمَيْهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾ [الشوری: 24-25]

”اللہ تعالیٰ اپنے کلمات سے باطل کو بھوکرتا ہے اور حق کو حق ٹھہراتا ہے۔ وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔“

اس آیت میں ان کلمات کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ذکر ہے۔ نیز ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی جو امت محمدیہ کو اس سے حاصل ہونے والے ہیں۔

﴿4﴾ آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَلَا تَقْرَبْنَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقَلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ [البقرة: 35-36]

تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ تب تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے مگر شیطان نے ان دونوں کو پھسرایا اور جہاں تھے وہاں سے نکلوایا اور ہم نے کہا اترو۔ تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے۔“

اس آیت میں ایک شجرہ کا ذکر بطور آزمائش گاہ کے ہے اور صورت خلاف پائے جانے پر ظلم بر خود اخراج ہو طعناوت ایک دیگر کا ذکر بطور نتیجہ کے فرمایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونََهَا﴾ [التح: 18-19]

”ان سب مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے تھے اللہ راضی ہوا۔ اللہ نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا پھر اس پر سکینہ نازل فرمایا نیز ان کو فتح قریب دی اور مغانم کثیرہ بھی دیے جن کو وہ حاصل کریں گے۔“

یہاں بھی ایک شجرہ آزمائش گاہ ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الہی خلوص قلب، نزول سکینہ و حال استقبال کی فتوحات و مغانم کا حصول ہے۔

﴿5﴾ آدم علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے:

﴿قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا﴾ [البقرة: 34]

”ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، انہوں نے سجدہ کیا۔“

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی رفعت شان بخوبی نمایاں ہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ﴾ [الاحزاب: 56]

”اللہ اور اللہ کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجا کرتے ہیں۔“

بُصَلُّونَ میں استمرار پایا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ بر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ملائکہ کے اشغال دائمی میں سے ہے اور چونکہ رب العالمین نے بھی صلوٰۃ کو ذات قدسی سے نسبت دی ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کی رفعت بہت برتر ہو جاتی ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ہے:

① اللہ تعالیٰ ان کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴾ [مریم: 56] ”وہ بہت راست گو نبی تھا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿ الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ ﴾ [الزمر: 33] ”وہ جو صدق کو لے کر آیا۔“

② حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں ہے:

﴿ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ [مریم: 57] ”ہم نے ادریس علیہ السلام کو درجہ عالی پر بلند کیا۔“

اس آیت سے حضرت ادریس علیہ السلام کی بلندی شان بخوبی نمایاں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ [الم نشرح: 4] ”ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔“

اس کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی ضرور آتا ہے۔ اذان تکبیر، تشہد، خطبہ نماز، کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اسم ہمایوں کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ مقام دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام درود شریف میں آ جاتا ہے۔ یہ جملہ اقسام مناسک اسلام میں ہیں۔ انبیائے پیشین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ولادت، دارالہجرت، حلیہ، مکارم اخلاق، محاسن فضائل کا ذکر بہ کثرت کیا ہے۔ مجموعہ بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ، حضرت دانیال، حضرت خرقی ایل، حضرت جتوق، حضرت ملاکی، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے محامد محمدی اور نعوت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب عجیب اسلوب سے بیان فرمایا ہے اور یہ امر رفعت ذکر کی روشن ترین دلیل ہے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئیوں کا مفصل ذکر اور شرح ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگی۔

حضرت الیاس علیہ السلام

امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ادریس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی حضرت الیاس ہے۔ اس لیے ان کا ذکر

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ الیاس علیہ السلام نے بعزل بت کے خلاف وعظ فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی۔

﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ اتذعنون بعلًا وَ تَدْرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ [الصافات: 124-125]

”الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کہ بعل کو تو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔“

کسی بت کا نام لے کر تردید کرنا بڑی جرأت کا کام ہے، کیوں کہ اس سے سخت خصومت پیدا ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے بھی

مشہور دیویوں کے نام لے لے کر بت پرستوں پر حجت الہی قائم فرمائی اور ان کو توحید کی جانب دعوت فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَاةَ الْفَالِغَةَ الْاُخْرَىٰ ۝ اَلَكُمُ الذَّكْرُ وَلَهُ الْاُنثَىٰ ۝ تِلْكَ اِذَا قِسْمَةٌ

ضِيضِي ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا اَنْتُمْ وَ اَبَانُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا

الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَ لَقَدْ جَاءْتَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْهُدَىٰ﴾ [النجم: 19-23]

”کیا تم نے لات اور عزیٰ کو اور پھر تیسری منات کو دیکھا۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لیے بیٹیاں۔ یہ تو

بھونڈی بانٹ ہے۔ لوگو! یہ تو نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں۔ اللہ نے

اس بات کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ تم تو اپنے ہی گمان اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کر رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس

تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔“

نبی ﷺ نے چون کہ بہت سے بتوں کے خلاف اپنی آواز کو بلند فرمایا تھا اس لیے حضور ﷺ کو بہت سخت امتلاؤں کا تحمل

برداشت (فرمانا پڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ انھوں نے توحید کی تبلیغ میں مساعی جمیلہ فرمائیں اور جملہ مصائب کو طیب قلب اور

انشریح صدر سے برداشت کیا۔ کتاب حمید میں ان کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔

① دو جگہ نبی ﷺ اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع فرمایا گیا ہے اور ہر دو جگہ نبی ﷺ کے نام کو مقدم دیا گیا ہے۔

﴿ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ [النساء: 163]

”ہم نے تجھ پر وحی بھیجی جیسا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء (ﷺ) پر وحی بھیجی تھی۔“

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّنَ مِيثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُوْحٍ وَ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوسٰى وَ عِيسٰى اِبْنِ مَرْيَمَ﴾

”جب ہم نے انبیاء (ﷺ) سے ان کا میثاق لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم و موسیٰ (ﷺ) اور عیسیٰ بن مریم (ﷺ)

سے میثاق لیا۔“ [الاحزاب: 7]

آیت اول میں بتایا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کی وحی کی حقیقت ایک ہی ہے۔ دوسری آیت میں اولوالعزم رسولوں کے نام بتائے

ہیں۔ ذرا غور کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو نام بیان ہوئے ہیں، ان میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اقتضائے ترتیب یہ تھا کہ حضور ﷺ کا نام سیدنا علیؑ بن مریمؑ کے بعد ہوتا مگر نہیں وہ تو سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿2﴾ نوح علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ [نوح: 1] ”ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔“

سورہ توبہ و شعراء و سورہ ص و ہود وغیرہ میں بھی نوح علیہ السلام کا اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا بیان ہوا ہے۔ نبی ﷺ کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا إِنَّ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾

”اے محمد ﷺ ان سب کو جو نسل انسانی کے اندر داخل ہیں بتا دے کہ میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جو

آسمان اور زمین کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔“ [الاعراف: 158]

آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خدائی میں محمد ﷺ کی رسالت کو وسیع فرمایا ہے۔

﴿3﴾ نوح علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

﴿وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [اشعراء: 114]

”میں ایمان والوں کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔“

اس آیت سے نوح علیہ السلام کا خلق اور امت مومنہ پر شفقت و الطاف کا حال اصل معلوم ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعُدْوَةِ وَالْعَظِيمِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ [الانعام: 52]

”جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی رضا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے سے الگ نہ کر۔“

﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا:

﴿يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَّةٍ مِّمَّنْ مَعَكَ﴾ [هود: 48]

”اے نوح! کشتی سے ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں اتر۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے معیت رسول کی وجہ سے برکتوں کو نازل فرمایا تھا۔

نبی ﷺ کی امت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّيٰ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ [الاحزاب: 43]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں۔“

﴿2﴾ ﴿يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنِّمَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدہ: 6]

”اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ تم شکر کیا کرو۔“

﴿3﴾ ﴿لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَيَلْبِسَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ﴾ [الانفال: 11]

”تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی میل پھیل کو تم سے دور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔“

ہر سہ آیات پر غور کرو۔ صلوٰۃ، تطہیر، اتمام نعت، دوری رجز شیطان، ارتباط قلوب، ثبات اقدام کے وعدے اصحاب نبی ﷺ کے ساتھ فرمائے گئے ہیں اور جو لوگ ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ [التوبہ: 100] کے مصداق ہیں وہ بھی ان سب وعدوں میں ان ہی کے تحت میں داخل ہیں۔ یہ جملہ برکات امت محمدیہ کو نبی ﷺ کے اتباع و محبت کی وجہ سے عطا ہوئی ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

① ہود علیہ السلام کی نبوت پر قوم کی جرح یہ تھی کہ وہ بشر ہیں۔ ﴿

قرآن مجید میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَمَا تَوْكَلُ إِلَّا بِشَرِّ مَا بَعَلْنَا﴾ [ہود: 27] ”ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔“

نبی ﷺ پر بھی کفار کا بڑا اعتراض یہ تھا:

﴿أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا﴾ [بنی اسرائیل: 94] ”کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا۔“

② ہود علیہ السلام کے سامنے قوم کے مال دار لوگ کہا کرتے تھے:

﴿وَمَا تَوَكَّلَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادْنَا بِأَدَى الرَّأْيِ﴾ [ہود: 27]

”ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ تمہارے پیچھے ہو گئے ہیں جو ہم میں سے رذیل اور موٹی عقل کے ہیں۔“

امتیان نبی ﷺ کو بھی متکبران کہہ یوں ہی کہا کرتے تھے:

﴿أَلْوَمِينَ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ [البقرہ: 13]

”کیا ہم بھی وہی مان لیں جو بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں۔“

یہ جموںے مشرور جن لوگوں کو شہداء بتاتے تھے، زمانہ نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ امن بیٹھ کے پھیلانے والے، مساوات کا سبق دینے والے، عرب، مصر، ایران، شام، عراق و فلسطین کو علم اور تہذیب و تمدن اور شانگلی دینے والے تھے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا منصب رفیع کس قدر اعلیٰ ہے۔ جب حضور ﷺ کے اتباع والوں کی شان یہ ہے۔

③ ہود علیہ السلام کا فروں کے سامنے فرماتے ہیں:

﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ [الانعام: 50]

”میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ یہ کہتا ہوں

کہ میں فرشتہ ہوں۔“

یہی الفاظ سورہ النعام کے پانچویں رکوع (آیت 50) میں ہیں اور ان کے شروع میں لفظ ”قل“ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان الفاظ کے سنا دینے کا حکم دیا تھا۔ ان الفاظ کے سنانے سے مدعا یہ ہے کہ اللہ کا نبی اپنی نسبت کسی خوش اعتقادی کے ظنون کو پسند نہیں کرتا۔ ان کے لیے وہی ہی تعریف کافی ہے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے۔

④ ہود علیہ السلام کا زمانہ ہجرت سے چند عرصہ پہلے کا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام

اللہ پاک نے بتایا ہے کہ صالح علیہ السلام کے وعظ خالص توحید کے استحکام اور بطلان شرک کی بابت ہوا کرتے تھے:

﴿ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ تُوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ ﴾ [سورہ: 61]

”اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ اسی نے تم کو خاک سے بنایا اور اس میں آباد کیا۔ پس اسی سے بخشش مانگو اور اسی کی جانب توبہ کرو، میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کنندہ بھی ہے۔“

نبی کریم ﷺ کا وعظ بہ حکم ربانی یہ ہوتا تھا:

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ طَالِدِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَآرِضُوا اللَّهَ وَاسِعَةً إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْهُ مُخْلِصًا لَهُ، دِينِي فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴾ [الزمر: 10-15]

”کہہ دے (اے پیغمبر!) کہ اے ایمان لانے والوں! رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ سمجھا دے کہ اللہ کی زمین میں جو نیکی کرتا ہے اس کے لیے نیکی ہی نیکی ہے۔ (سمجھا دے) کہ اللہ کی زمین فرما ہے کوئی عبادت کرنے میں روک ٹوک کرے تو تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ (سمجھا دے) کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے اندازہ دے گا۔ بتا دے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ عبادت کرو اللہ کی خالص کر کے واسطے اس کے عبادت اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرماں برداری کروں۔ بتا دے مجھے تو ڈر ہے کہ اگر نافرمانی کروں گا تو اس بڑے دن کا عذاب بھی سامنے ہے۔ بتا دے کہ وہی اللہ ہے اسی کی عبادت میں خلوص سے کرتا ہوں۔ یہی میرا دین ہے۔ اب لوگوں کی مرضی جس کی پوجا چاہیں کریں۔ بتا دے خسارے والے وہ ہیں جو قیامت کے دن وہ خود اور ان کا کنبہ خسارے میں رہیں گے۔ (یا درکھو) یہی کھلم کھلا لوٹنا (خسارہ) ہے۔“

مندرجہ بالا آیات پر جو نبی ﷺ کی تبلیغ کے مضامین پر جامع ہے، غور کرو حضور ﷺ کیسے کیسے اسلوب بدیعیہ (خوبصورت) کے ساتھ توحید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

حضرت خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نبی کریم ﷺ کو نہایت قرب اور مشاکلت کلی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے دعا مانگی تھی کہ حضور ﷺ مکہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا: ﴿ وَأَتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ﴾ اس لیے واقعات ذیل خاص غور کے لائق ہیں۔

﴿صالح علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔﴾

① ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

﴿يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانبياء: 69]

”اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جانا۔“

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَلَّمْنَا آوَقْدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَاءَ هَا اللَّهُ﴾ [النساء: 64]

”وہ جب جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔“

② ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ [البقرہ: 127]

”جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔“

نبی ﷺ نے اس کعبہ کو قبلہ بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور رب العالمین نے حضور ﷺ کے میلان قلب کو دیکھ کر اسی کے موافق حکم نازل فرمایا:

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ [البقرہ: 144]

”ہم نے تیرے رخ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا، ہم تجھے اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے، پھیر دیں گے۔“

<http://mujahid.xtgem.com>

③ ابراہیم علیہ السلام نے بیت خانہ کے بتوں کو توڑا۔

﴿فَجَعَلَهُمْ جَدًّا إِذَا﴾ [الانبياء: 58]

”پس انھیں گلے گلے کر دیا۔“

نبی ﷺ نے کعبہ کے 360 بتوں کو باہر نکلوا کر دائی حکم بطلان صنم پرستی کا صادر فرمایا:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [الاسراء: 81]

”حق آ گیا، باطل چلا گیا، باطل تو جاتے رہنے والا ہی ہے۔“

④ ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائی عمر میں ایک بیوی پر اکتفا کر کے پھر آخر عمر میں متعدد نکاح کیے۔ نبی ﷺ نے بھی اسی سنت ابراہیمی پر عمل فرمایا:

⑤ ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا۔

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ [الحج: 27]

لوگوں میں حج کا اعلان کر دے۔

نبی ﷺ نے فرضیت حج کا حکم مع شرائط استطاعت سنایا۔

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ [آل عمران: 97]

”اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے فرض ہے جو اس گھر کی طرف جانے کی استطاعت رکھے وہ حج کرے۔“

⑥ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو البغضِ اللہی کی صفت جلیلہ میں دنیا کے سامنے نمونہ بنایا۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَاءُ مِنكُمْ وَمِمَّا

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴿المستحقة: 4﴾

”تمہارے لیے عمدہ نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی عبادت تم اللہ کے سوا کرتے ہو ان سے بھی بیزار ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام دنیا کے لیے اَلْحَبُّ فِی اللّٰهِ کی صفت جلیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

”اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے ان سب کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرتے ہیں۔“ [البقرہ: 21]

یہ ظاہر ہے کہ یہی ہر دو صفات ہیں، جن سے ایمان باللہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان صفات میں یہی پورا عظیم اور سید ولد آدم تمام عالم کے لیے اسوہ قرار دیئے گئے ہیں۔ دنیا کو ضرورت ہے کہ ان بہترین و اکمل ترین کی سیرت اور افعال و اقوال سے بخوبی واقف ہو، تاکہ ہر قول ہر فعل ہر عمل اسی نمونہ کے مطابق کیا جائے۔ جو منظور شدہ بارگاہِ سرمدی ہو۔

﴿اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے خلق کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ [التوبہ: 114] ”ابراہیم علیہ السلام بہت نرم دل اور بردبار تھا۔“

نبی ﷺ کے خلق کی بھی کلامِ ہمین میں صفت فرمائی گئی۔ فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ﴾ [التہ: 4] ”تو بزرگ ترین اخلاق پر متصرف ہے۔“

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾

”یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا، اگر تو درشت طبع، سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔“ [آل عمران: 159]

﴿اللہ تعالیٰ نے منکر و جود باری تعالیٰ کے ساتھ جو منظرہ کیا تھا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِي بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ [البقرہ: 258]

”اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال دے۔“

نبی ﷺ نے بھی منکر حشر اجساد پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ کتاب حکیم میں درج ہیں۔

﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ وَالَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ

نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقَدُونَ﴾ [النس: 79-80]

”کہہ دے مردہ کو وہی زندہ کرے گا جس نے اسے بار اول پیدا کیا تھا۔ وہ ہر پیدائش کی حالت کا خوب علم رکھتا ہے۔ وہ

جس نے سبز درخت سے آگ کو نکالا جس سے تم روشنی لیا کرتے ہو“

ہر دو واقعات میں مشابہت کلی اس طرح بھی قائم ہو جاتی ہے کہ دلائل ابراہیمی بھی تعلیم من اللہ کا نتیجہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے بتا دیا ﴿تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانعام: 83] اور براہین محمدی ﷺ بھی وحی من اللہ ہیں۔ اسی آیت کے

آناز میں لفظ ”قل“ اس راز کا انکشاف کر رہا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ (بھتیجے) ہیں۔ نبی بی سارہ کے بعد سب سے پہلے یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور ظلیل الرحمن علیہ السلام کی محبت میں انھوں نے ہجرت الی اللہ کی تھی۔
 ① قوم نے ان کو اخراج کی دھمکی دی تھی۔

﴿لَئِنْ لَمْ تَنْتَهَ يَا لُوطُ لَنَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ﴾ [اشعراء: 167]

”اے لوط! اگر تو ہم کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔“
 نبی کریم ﷺ کے اخراج کی بھی تجاویز کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے:

﴿نَكُونُوا آيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِأَخْرَاجِ الرَّسُولِ﴾ [النجم: 13]

”اپنی سوگندوں (قسموں) کو توڑ دیا اور رسول کو باہر نکال دینے کا قصد کر لیا۔“
 ② لوط علیہ السلام کی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

﴿كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ﴾ [الانبیاء: 74]

”وہ خبیثت والے کام کیا کرتے تھے۔“

نبی کریم ﷺ کی ثناء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]

”ہمارا نبی لوگوں پر خبیثت عادتوں، ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے۔ ان کے بوجھ اتارتا ہے اور ان کی گردنوں سے طوق نکالتا ہے۔“

③ لوط علیہ السلام کی مدد اور ان کے اعداء کی تباہی کے لیے فرشتوں کا اترنا قرآن پاک میں مذکور ہے۔

﴿يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصْلُوا إِلَيْكَ﴾ [صود: 81]

”اے لوط! ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں، تیرے دشمن تیرے قریب نہ آئیں گے۔“

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ مدد فرشتوں کی بابت فرماتا ہے:

﴿يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ [آل عمران: 125]

”اللہ تمہاری مدد پانچ ہزار (5000) فرشتوں سے جن کی مدد پر اور فرشتے بھی ہوں گے، فرمائے گا۔“
 مؤلف کتاب کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:

اے از جہاں و ہرچہ درو برتر آمدہ
 بہر تو قدسیاں مدد لشکر آمدہ

① حضرت لوط کا زمانہ 1898 قبل مسیح پایا جاتا ہے۔ ان کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

① قرآن مجید حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ [مریم: 54] ”وہ وعدہ کا سچا تھا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کو پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی زبان سے فرمایا ہے۔

﴿هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ [الاحزاب: 22]

”یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے کیا تھا اور اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا۔“

② حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ﴾ [مریم: 55] ”اپنے کنبہ کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتا تھا۔“

اس آیت میں سکھایا گیا ہے کہ اصلاح اول کنبہ سے شروع ہونی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے:

① ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طہ: 132] ”اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دے اور اسی پر قائم رہ۔“

② ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [اشعراء: 214] ”اپنے کنبے کو زیادہ تر نزدیکوں کو (خصوصیت سے) ڈرا دے۔“

ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کے علاوہ اقارب کو بھی خاص اہتمام سے تبلیغ فرمائی تھی۔

<http://mujahid.xtgem.com>

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [البقرہ: 125]

”ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف والوں، اعکاف والوں اور رکوع و سجود

والوں کے لیے پاک کرو۔“

یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی شاخ داخل ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند دومان فرزند یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو یہ حکم سنایا۔

﴿فَوَلَّوْا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [البقرہ: 144] ”تم اپنے منہ مسجد الحرام کے سامنے کے رخ پھیر دو۔“

اس حکم سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بتایا کہ کعبہ ہی تمام مساجد دنیا کا قبلہ ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

اسحاق علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں مفرداً کم آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ یا

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ان کا اسم گرامی آتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

① حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پوری 100 سال کی تھی جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ یہ 40 سال کے تھے جب ان کی شادی رابعہ خاتون سے ہوئی۔ وہ محرم برادر ابراہیم کی

بہن تھیں۔ 60 سال کے تھے جب ان کے ہاں توام بنے جسے ہاویر یعقوب پیدا ہوئے۔ زیادہ تر فلسطین میں رہے۔ 180 سال کی عمر یا کروالد کی قبر کے برابر مدفون ہوئے۔

﴿ وَتَشْرُفُهُ بِاسْحَاقَ ﴾ [اصح: 112] ”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحق علیہ السلام کی بشارت دی۔“
اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ان کی پیدائش سے پیشتر دی گئی تھی اور یہ بڑا منصب اور فضیلت ہے۔

② بنی اسرائیل کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا تھا:

﴿ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾ [الف: 6]

”میں احمد رسول کی جو میرے بعد آئیں گے بشارت دیتا ہوں۔“

حضرت یعقوب علیہ السلام

① یعقوب علیہ السلام کا ایک وعظ جو انھوں نے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا، قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَآلَهُ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهُهَا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ، مُسْلِمُونَ ﴾ [البقرہ: 133]

”یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔؟ وہ بولے تیرے اللہ کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیم واسماعیل واسحق علیہم السلام کے اللہ کی جو ایک ہی معبود ہے۔ ہم عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔“
نبی کریم ﷺ کا پیغام بھی کل دنیا کے لیے یہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرہ: 21-22]

”اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تم اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے پانی اتارا، پھر پانی سے میوے بنائے کہ تم کھاؤ۔ بس اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ بناؤ۔ جب تم جانتے ہو کہ (اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی بھی نہیں)۔“

② یعقوب علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی:

﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِنَّهُ، لَا يَتَّبِعُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ ﴾ [یوسف: 87]

”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید مت بنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔“

نبی کریم ﷺ کی تعلیم بھی امت کو یہ ہے:

③ جو ان ہو کر ماموں کے گھر گئے۔ اس کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا۔ میں (20) سال وہاں رہ کر واپس شام کو آئے۔ واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو اسرائیل کا خطاب دیا۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت اسحق علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ یہاں آ کر برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہا میں گراؤ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پتا لگ گیا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں، پوتوں اور ان کی ازواج سمیت کنبہ کے 68 لوگوں کے ساتھ مصر گئے۔ وہاں 17 سال رہے، 147 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ 40 دن تک ان کے جسم میں خوشبو بھری گئی۔ پھر لاش کو کھٹکان لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

﴿ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران: 139]

”ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ بنو، تم ہی غالب رہو گے جب تم مومن ہو۔“

③ زیاں کار گنہگار فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کرتے ہیں:

﴿ يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴾ [یوسف: 97]

”اے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت چاہو، ہم تو جان بوجھ کر خطا کرنے والے ہیں۔“

اور یعقوب علیہ السلام ان کو فرماتے ہیں:

﴿ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾ [یوسف: 98]

”میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کا سوال کروں گا اور وہ تو خطاؤں کو ڈھانپنے والا، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔“

رب العالمین کل اہل عالم سے فرماتا ہے اور ان کو رحمت عالم کی شان بتاتا ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَعْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴾

”جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر یہ تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے

بخشش چاہے تب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت التفات اور رحم فرمانے والا ہے۔“ [انشاء: 64]

نبی ﷺ کی شان بلند معلوم کرنے کے لیے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ [انشاء: 64] پر غور کرنا چاہیے۔ یہی راز ہے کہ

ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ کیوں کہ عہد نبوی ﷺ کے لوگوں کو یہ مبارک موقع حاصل تھا کہ

حضور ﷺ پر نوری خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دعا کرائیں۔ اس عہد ہمایوں کے انقراض کے بعد اہل عالم کے واسطے صرف یہی

طریقہ رہ گیا کہ حضور ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا مستحق خود کو ٹھہرائیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَفِي مَلَائِةِ الْأَعْلَىٰ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ

حضرت یوسف علیہ السلام

حدیث پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم فرمایا گیا ہے:

قرآن مجید میں ان کے رویا کا ذکر ہے:

﴿ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴾ [یوسف: 4]

”میں نے گیارہ (11) تارے اور سورج، چاند کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔“

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب چند سال کے بعد اس طرح پورا ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور گیارہ کے گیارہ بھائی

ان کے مل جانے پر سجدہ گزار ہوئے تھے۔ خواب پورا ہوا مگر لمبی مدت کے بعد پورا ہوا اور درمیانی زمانہ میں بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے

حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑیں اور بھائیوں کو بھی ان کی تلخ گئی کے بعد مصائب جھیلنے پڑے۔ بھائی یہ نہ سمجھتے تھے کہ

یوسف علیہ السلام کا ان کے اندر رہنا باعث یمن و برکت ہے۔

نبی ﷺ کے خواب کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ بِالرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤْسِكُمْ
وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾ [الفصح: 27]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچا کر دکھایا۔ خواب یہ تھا کہ (مسلمان احرام کے لباس میں) پر امن، سر منڈوائے ہوئے اور بال کترائے ہوئے، ان شاء اللہ داخل مسجد الحرام ہوں گے اور ان کو کسی مخالف کا ڈرا خوف نہ ہوگا۔“

- ① یہ خواب ایک سال ہی کے بعد پورا ہو گیا تھا۔ مکہ سے نبی ﷺ کے علیحدہ رہنے کی مدت آٹھ (8) سال تھی اور اہل مکہ اس عرصہ میں قحط و وبا کے مصائب کے شکار رہے تھے، یوسف علیہ السلام کا خواب تھوڑا سا استعارہ لیے ہوئے تھا مگر نبی ﷺ کا خواب استعارہ و تعبیر سے بالاتر اور بالکل صورت ظاہری کا مظہر تھا۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ بالحق کا لطیف اشارہ اسی جانب ہے۔
- ② یوسف علیہ السلام پر امراة العزیز کے نام سے بہتان لگایا گیا اور نبی ﷺ پر امراة زید کے نام سے افتراء پر دازی کی گئی۔ ہر دو واقعات میں اگر اندرونی امتیاز ہے تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر فعل سوء (کار بد) کا بہتان باندھا گیا اور نبی ﷺ پر نکاح کر لینے میں الزام تراشی کی گئی۔

③ یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائیوں نے مشورہ کیا تھا وہ یہ تھا۔

﴿اَقْتُلُوا يُوسُفَ أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا﴾ [یوسف: 9]

”یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا کسی جگہ پر پھینک دو۔“

نبی ﷺ کے خلاف بھی قریش نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا۔

﴿إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُبْسُوكَ أَوْ يُقَتِّلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ﴾ [الأنفال: 30]

”جب کافر تیرے لیے خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا وطن سے خارج کریں یا قتل کر دیں۔“

- یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے چاہ سیاہ میں گرا بھی دیا تھا، مگر نبی ﷺ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھا۔
- ④ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بھائی عرض کر رہے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعِهِمْ مَرْجَاةً فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾

”اے حاکم! ہم پر اور ہمارے کنبہ پر قحط کی تکلیف ہے اور ہم سرمایہ بھی تھوڑا لائے ہیں مگر تو ہم کو پورا ناپ دلا دے اور ہم پر اپنی مہربانی فرما۔“ [یوسف: 88]

- نبی ﷺ کے بعد حضور ﷺ کی قوم بھی قحط شدید کی جس زبوں حالت تک پہنچ گئی تھی اس کا ذکر آیت ذیل میں ہے۔
- (جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے)

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

”اس روز کا انتظار کر جس روز آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آئے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور لوگ پکار اٹھیں گے

کہ یہ تو بہت دردناک عذاب ہے۔“ [الدخان: 10-11]

⑤ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے بھائیوں کو غلہ دلایا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر نجد سے اہل مکہ کے لیے غلہ بھجوا یا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام ایک مشرک، مال دار، ترازو کش قوم میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے ان کے مواعظ توحید کے بعد زیادہ تر اموال کے متعلق ہوتے تھے۔

① اللہ تعالیٰ نے ان کا وعظ اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿يَقَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ﴾ [صود: 85]

”اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں گھٹانا نہ ڈالا کرو۔“
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت کو اس بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:-

﴿وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ﴾ [الرحمن: 9]

”تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں گھٹانا نہ ڈالا کرو، (ڈنڈی نہ مارا کرو)“

﴿وَنُزِّلَ لِلْمُطَفِّفِينَ الْآيَاتِ الْآلِئِينَ إِذْ كُنْتُمْ عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذْ كُنْتُمْ فِي الْوُزْنِ أَنْتُمْ بَخِشُونَ﴾

”تطفیف والوں پر عذاب دوزخ ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنا گھر پورا کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تب ان کو گھٹانا پہنچاتے ہیں۔“ [المطففین: 1-3]

② اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بابت بتایا ہے:

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ بِشُعَيْبٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا﴾ [الاعراف: 88]

”قوم کے تکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے اخراج اور ان کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:

﴿الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾

”مہاجر لوگ جو اپنے گھروں اور ملکیتوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے جو یا اور اللہ تعالیٰ اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنے والے ہیں۔“ [الحج: 8]

③ کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل سے عاجز ہو کر یوں کہا تھا:

﴿بِشُعَيْبٍ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ﴾ [9/ الاحقاف: 9]

”اے شعیب علیہ السلام! تیری بہت سی باتیں جو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسے ہی کفار کے ساتھ سابقہ پڑا تھا جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے:

﴿ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اِكْتِنٰٓءٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ ﴾ [نمل: 5]

”کافروں نے کہا کہ ہمارے دل تیری دعوت سے دور ہیں اور ہمارے کانوں میں تیری بات سننے کے لیے گرانی ہے اور ہمارے تیرے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔“

یہودیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو یہی جواب بت پرستوں کا سادیا۔

﴿ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ﴾ [البقرہ: 88]

”یعنی ہمارے دلوں پر تیرے خلاف چڑھے ہوئے ہیں، تیری تعلیم وہاں تک نہیں جا سکتی۔“

حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا:

﴿ يٰشُعَيْبُ اَصْلُوْتَكَ تَاْمُرُكَ اَنْ تَفْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِىْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشَآءُ ﴾ [عور: 87]

”اے شعیب! کیا تیری نماز یہ بھی ضروری ٹھہرتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کو چھوڑ دیں۔ کیا تیری نماز اس سے بھی روکتی ہے کہ ہم اپنا روپیہ پیسہ سے جس طرح چاہیں ویسا بیوپار کیا کریں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود خوار قوم چاہتی تھی کہ نماز پڑھ کر نبی کو بھی خوش کر دیں اور اپنے آبائی شرک پر رہ کر سود خوری پر بھی قائم رہیں، لیکن اگر نماز اور سود دونوں ساتھ ساتھ نہ سیکھیں تو ایسی نماز کو دور ہی سے سلام کر دیں اور اگر ایسی نماز بت پرستی کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو نبی کی کوئی بھی بات نہ مانیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی کسی مال دار شخص کے دل میں اسلام لانے سے پیشتر ایسی آرزو ہو اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی امید ختم کو منقطع کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو کامل الایمان بنانے کے لیے ہی یہ حکم دیا ہو۔

﴿ يَاۤٓيٰٓهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓءِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۗ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاذْنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ ۗ وَاِنْ تَبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلَمُوْنَ وَاَلَّا تَظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرہ: 278-279]

”اے ایمان لانے والو! اگر تم مومن بن گئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کی جو رقم وصول کرنی ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان سمجھ لو اور اگر پھر باز آ جاؤ تب تمہارا اس المال تم کو ملے گا، نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔“

راقم مضمون کے نزدیک اس حکم سے متبادر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رقم قرضہ مع سود کی ناش (دعویٰ) کرے تو قاضی اسلام اس کے تمام دعوے کو خارج کر دے، کیوں کہ اس المال ظلم کی صورت اِنْ تَبْتُمْ کی شرط پر منحصر ہے۔

حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام

انبیاء بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام ایک شان خاص کے نبی ہیں۔ تورات میں درج ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل

میں نہیں ہوا۔ ①

① موسیٰ علیہ السلام کے حالات پڑھتے وقت مجھے گمان ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قہمی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دریا میں ڈالنے کے لیے والدہ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کا ہونا پھر ان کا خبر تابوت لانے کے لیے اپنی بیٹی ہی کو بھیجنا ان کے والد بزرگوار کا مذکور نہ پایا جانا، اس گمان کو قوی

کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

نبی ﷺ بھی دنیا میں سانس لینے سے پیشتر تیمم بن جحکے تھے۔

② موسیٰ علیہ السلام کی تربیت آسیر مکرمنے کی تھی اور وہ فضیلت کی مستحق ٹھہریں۔ اس طرح حلیمہ سعدیہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شفقت مادرانہ کا برتاؤ کرتی تھیں اور وہ ﷺ کے منصب پر فائز ہوئیں۔

③ موسیٰ اپنے مخالفین سے بچ کر نکل گئے تھے اور نبی ﷺ بھی اپنے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے گھر سے غار ثور کو تشریف لے گئے تھے۔

④ موسیٰ علیہ السلام کو دختر شعیب علیہا السلام نے ان کی قوت و امانت کے اوصاف سے پہچانا تھا اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ کے اوصاف صدق و امانت کو دیکھ کر اپنا دل حضور ﷺ کی نذر کر دیا تھا۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَنهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ [القصص: 29-30]

”جب موسیٰ علیہ السلام (وہ برس حضرت شعیب علیہا السلام کے پاس رہ کر) مدت پوری کر کے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوا تب اس نے طوری جانب آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا، میںیں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے (میں جانتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر راہ کی ملے یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں کہ تاپ سکوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچا تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ہوں، سب عالموں کا پالنے والا۔“

اس نظارہ کا تعلق جہاں تک حیات سے ہے اس کا ذکر آگ، وادی، شجرہ، اور نما کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

نبی ﷺ کے پاک نظارہ کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اور ہم ان آیات کو جو اس نظارہ پاک سے متعلق ہیں درج کرتے ہیں۔
﴿ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ، لِنُرِيَهُ، مِنْ آيَاتِنَا ﴾ [الاسراء: 1]

”پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو شباشب مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (اور واپس لایا) وہ مسجد جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت دی ہے۔ یہ سیر اس لیے تھی کہ اپنے بندہ کو ہم اپنی آیات دکھائیں۔“

فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ﴾ [النجم: 13-18]

”اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ کو ڈھانپ

رکھا تھا۔ نبی کی آنکھ نے جو کچھ وہاں دیکھا اس کی دید میں کچھ بھی شبہ نہیں ہوا اور نہ آنکھ اس نظارہ کے وقت ادھر ادھر ہوئی۔ نبی نے اللہ کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔“

فرمایا: ﴿مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى﴾ [انجم: 11]

”آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے نہیں جھٹلایا یعنی نظارہ کی حقیقت پر دل تصدیق کرتا ہے۔“

﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ [انجم: 10]

”پھر اللہ نے اپنے بندہ پر وحی کی جو کی۔“ [1]

یہ نظارہ جس قدر روحانیت اور رویت یعنی یقین قلبی پر حاوی ہے اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے مگر الفاظ کی شوکت اور معانی برتری مہموم کی رفعت اس بے چوں و چگلوں کی کیفیت کو تعقل انسانی کے سامنے اس طرح متشکل بنا رہی ہیں اور قلب و دماغ اس سے متلذذ و متکلیف بھی ہو رہے ہیں اور مح ہذا گہری حیرت اور عمیق درر بودگی کو بھی ساتھ ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

﴿مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ اور نبی اسرائیل کا فرعون نے تعاقب کیا تھا اور بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو نبی اسرائیل پکاراٹھتے ہیں۔

﴿إِنَّا لَمُدْرِكُونَ﴾ [اشعراء: 61] ”ہم تو پکڑے گئے۔“

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ [اشعراء: 62]

نہیں، ایسا نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ میری رہبری فرمائے گا۔“

ذرا غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اس معیت ربانی میں اپنی قوم کو اپنے ساتھ شامل نہیں فرماتے، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قوم ہنوز ایسے پست درجہ پر تھی کہ اس معیت کی اہلیت ان میں نہ تھی۔

نبی ﷺ کو بھی ایسا ہی موقع پیش آیا، حضور اقدس ﷺ اور حضور ﷺ کے یار عار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے اندر ہیں اور کفارناہنجار یلغار کرتے ہوئے اس کے کنارے پر آ گئے ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبان خاموش ہے مگر اندرون قلب میں ضرور اندوہ کا ایک جوش ہے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ (سورہ توبہ) ”ابو بکر دل کا فگر دور کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام کے لفظ معی اور نبی ﷺ کے لفظ معنا پر تدریک کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا جذب کس قدر قوی ہے کہ اپنے ساتھی کو بھی اسی معیت الہی میں شامل فرما لیتے ہیں جو حضور ﷺ فداء ابی و امی کو خود حاصل تھی۔

﴿بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کیا اور یوں گستاخانان کی جناب میں کہا تھا:

﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلْ إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ [النساء: 24]

”تو اور تیرا رب جاؤ اور دونوں جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔“

[1] جملہ آیات پر ذرا تامل کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی نظر و بصیرت اور وحی و رویت اور لسان و جوارح کا تزکیہ کیسے اسلوب بدیع میں فرمایا گیا ہے۔

﴿ فَإِنَّمَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾ [المائدہ: 26]

”ان لوگوں پر وعدہ کی زمین کا داخلہ حرام ہے۔ چالیس (40) سال تک یہ اسی زمین میں چکر لگاتے رہیں گے تو ان فاسقوں کا (اسی فیصلہ کی وجہ سے) افسوس نہ کرنا۔“

یہ حکم رب العالمین نے ان کی سزائیں دیا تھا۔
بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس (40) سال کے بعد معاف ہوا اور پھر انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ جہاد کیا اور ظفریاب ہوئے۔

نبی علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گھنوار لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ مَسْئِدَةٌ مِّنْ قَوْمِهِمْ إِلَىٰ قَوْمِهِمْ شِدِيدٌ تَقَاتِلُوا لَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُوا فَإِن تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ﴾ [التح: 16]

”اے نبی! اعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ چھڑ گئے تھے کہہ دیجیے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے دعوت دی جائے گی یا تو ان سے تمھاری لڑائی ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔“

سورہ فتح کا نزول 7ھ میں ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ان خلفین کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی، کیوں کہ قرآن مجید ہی نے ان خلفین کو جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب چلنے کی ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا۔

﴿ فَكُلُّ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَ لَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ﴾ [التوبہ: 83]

”اے نبی! کہہ دے کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔“

البتہ 11ھ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جملہ اشخاص و اقوام کو دعوت الی الجہاد دی تھی اور چند در چند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت آشکارا ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمانوں دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس (40) سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا اور مسلمانوں کا قصور چار (4) سال کے اندر ہی اندر۔ ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت فی الواقع الہی حکم تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل یوشع بن نون علیہ السلام کی خلافت کی ہی تھی۔ یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارض موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی تھی اور بشارت یوشع بن نون علیہ السلام کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارض موعود کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اس کا ایفاء ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔

﴿ فَرَمَعُونَ كِي عَدَاوَتِ اور بنی اسرائیل پر لشکر کشی کا نتیجہ اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِّنْ جَنَّتٍ وَ عَيْوُونَ ۝ وَ كُنُوزٍ وَ مَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ كَذَلِكَ ط وَ أَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴾

”پھر ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور سقرے مکانوں سے نکال دیا۔ ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔“ [الشعراء: 57-59]

نبی ﷺ پر بھی کفار نے احزاب و عسا کر کے ساتھ حملہ کیا تھا جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا:

﴿وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْبِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِبِهِمْ وَقَدَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ قَرِيبًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ قَرِيبًا ۝ وَأَوْرَثَكُم أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطْكُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَيَّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ [الاحزاب: 25-27]

”اللہ نے کافروں کو دلی رنج کے ساتھ واپس کر دیا۔ وہ کچھ بھی بہتری حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی جنگ کے لیے اللہ تعالیٰ خود کافی ہوا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو قوی و غالب ہے۔ اللہ نے ان اہل کتاب کو جو حملہ آوروں کے مددگار ہوئے تھے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا تم نے ان میں سے ایک حصہ کو قتل کیا، ایک حصہ کو اسیر کیا، اللہ نے تم کو، ان کی زمین اور گھروں اور مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تمہارا لشکر بھی نہ گیا تھا وارث کر دیا۔ ہاں اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

9) موسیٰ علیہ السلام نے عطیہ نبوت کا مشرودہ پا کر عرض کیا تھا:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي﴾ [طہ: 25] ”اے رب! میرا سینہ کھول دے۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الم نشرح: 1] ”کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔“

10) موسیٰ علیہ السلام نے فرائض نبوت کی گراں باری کا اندازہ کر کے عرض کیا تھا:

﴿وَأَجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي هَارُونَ﴾ [طہ: 29]

”میرے کنبہ میں سے ہارون کو میرا وزیر (وزر) اٹھانے والا (بوجھ بٹانے والا) بنا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿وَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ [الم نشرح: 2-3]

”اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا تھا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔“

11) موسیٰ علیہ السلام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں:

﴿وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى﴾ [طہ: 84]

”تیری جانب آنے میں اے رب میں نے اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾ [الم نزل: 5] ”تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔“

پہلی آیت میں رضوان ربانی مطلوب ہے اور دوسری آیت میں رضائے محمدی ﷺ منطوق۔

وَسَلَامٌ عَلَيَّ الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا و التجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔
 ① بائبل میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امام جماعت تھے۔
 قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود امامت فرماتے اور مومنین ان کے ساتھ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ﴾ [المزمل: 20]

”اللہ جانتا ہے کہ تو دو تہائی شب سے کم اور نصف شب اور ایک شمس شب کے وقت عبادت کے لیے قیام کیا کرتا ہے

اور تیرے ساتھ والوں میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔“

﴿الَّذِي يَرُوكَ خِينًا تَقُومُ ۝ وَتَقَلُّبِكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾ [الشراء: 218-219]

”اللہ تجھے دیکھتا ہے، جب تو سجدہ کرنے والوں کے اندر رکوع و سجود کرتا اور قیام کیا کرتا ہے۔“

② قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَآخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا﴾ [القصص: 34] ”ہارون (علیہ السلام) میرا بھائی، وہ تو مجھ سے بہت زیادہ فصیح البیان ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام کمال فصیح تھے۔

فصاحت و بلاغت ایک وجدانی شے ہے اور الفاظ میں اس کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔ ایک فاضل کا قول ہے:

فصاحت آنت کہ درگزارش زباں کج کج نشود

و بلاغت آنت کہ معنی کثیر در الفاظ اندک گفتمہ شود

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معانی سے بھی۔ اسلوب کلام سے بھی اور مناسب موقع سے بھی، قائل کی شان اور مستمع کی حیثیت سے بھی اور ملکی و قومی خصوصیت سے بھی۔ جب کلام ان جملہ اوصاف پر حاوی ہو، تو کچھ شک نہیں کہ وہ فصاحت و بلاغت کے ذرورہ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک میں یہ جملہ اوصاف اس فراوانی سے موجود ہیں کہ جو ہر شناس کو اندازہ فصاحت لگانے میں اعتراف قصور کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ نمونہ کے لیے چند اقوال مبارکہ درج کرتا ہوں۔ وضاحت بیان، ایجاز کلام، جزل الفاظ، سحت معانی کا اندازہ، ماہرین فن پر منحصر ہے۔

① مَا هَلَكَ امْرَأٌ عَرَفَتْ قَدْرَهُ ”جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے، وہ ہلاک نہیں ہوتا۔“

② حُبَّكَ لِللَّيْسِيِّ بِعُمِيٍّ وَبِعِصْمٍ كَسَى شَيْءٍ مَحَبَّتِ انْسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔“

③ يَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى اور پر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ دینے والے کا درجہ لینے والے سے برتر ہے۔“

① حضرت ہارون علیہ السلام نے دو سال چھ ماہ 1453 ق۔م کو مدینہ پر جو روم کی سرحد سے ملا ہوا تھا وقات پائی۔ بائبل کتاب کتبہ 28/20 صفحہ۔

② الشفاء للناضی عیاض: 174/1، منہاج السنن للمسیح علی: 11/11، ابوداؤد: 5130، کنز العمال: 44104، الدرر المنقر والمسیح علی: 71، مسند احمد: 194/5

④ مسند ابویعلی: 5704، الاسد کارا بن عبدالمجرب: 605/8، کنز العمال: 16153، 16077، مسند احمد: 4/2، 4474

- ④ الْخَيْرُ كَثِيرٌ وَقَلِيلٌ فَأَعْلَهُ، نیکی کے اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔
- ⑤ رَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَعَنِمَ أَوْ سَكَّتْ فَسَلِمَ اللَّهُ اس بندہ پر رحم کرے کہ بولتا ہے تو اچھی بات ہی کہتا ہے۔ یہ تو وہ ہے جو بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔
- ⑥ ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ فَأَمَّا مُنْجِيَاتٌ: (1) فَخَشِيَةُ اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ (2) وَلَا قَيْصَادُ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ (3) وَالْحُكْمُ بِالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ. وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ (1) فَشُحُّ مَطَاعٍ (2) وَهُوَى مُتَّبِعٍ (3) وَأَعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ

نجات دہندہ تین (3) باتیں ہیں اور ہلاک کنندہ بھی تین (3) باتیں ہیں۔ نجات دہندہ یہ ہیں: (1) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرنا۔ (2) فراخ دہی و تنگدستی میں میانہ روی کرنا۔ (3) عدل کرنا خواہ وہ فریق مقدمہ سے خوش ہو یا ناخوش ہو، ہلاک کنندہ یہ ہیں: (1) بخل جو تم پر حکم کرنے لگے۔ (2) خواہش بے جا جس کے پیچھے تم لگ چلو۔ (3) خود پسندی۔

- ⑦ لَا تَزَالُ آمِنِي بِخَيْرٍ مَا لَمْ تَرَى الْأَمَانَةَ مُغْنِيًا وَالصَّدَقَةَ مَعْرِفًا
- ”میری امت ہمیشہ بہبود میں رہے گی جب تک امانت کو لوٹ نہیں سمجھے گی اور صدقہ کو جرمانہ نہیں خیال کرے گی۔“

اب میں اصل مطلب کی جانب عود کرتا ہوں، نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق قرآن مجید میں معاندین کی زبان سے کہا گیا ہے: ﴿سَخِرُوا بِكُرْ﴾ [المدثر: 24] ”وہ کلام تو جادو سے جواثر کرتا ہے۔“

مخالفین نے اسے جادو کہا، یا کچھ اور گھر شہادت موجود ہے کہ حضور ﷺ کا کلام زبان سے نکلنے ہی دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے اور لوگوں پر قبضہ کر لیتا تھا۔

سخن کز دل آید بود دل پذیر

الغرض نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت ملک میں اس درجہ مسلمہ تھی کہ مخالفین کے زمرہ میں نبوت سے انکار کرنے والے تو پائے جاتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے انکار کرنے والا جزیرہ نمائے عرب میں کوئی موجود نہ تھا اور نہ آج تک کسی شخص نے خواہ کسی مذہب و ملت کا ہو عربیت میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اس کا انکار کیا ہے۔

قرہ بالا میں میں نے جزیرہ عرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عرب کے مختلف اقطاعات میں مختلف لغت اور لہجے پائے جاتے تھے۔ نبی ﷺ کے اس کلام کو دیکھو جو حجازیوں کے ساتھ تھا۔ پھر اسے جواہل مدینہ کے ساتھ۔ علیٰ ہذا حضور ﷺ کے ان کلمات پر جو اہل کندی اور قطن بھی اور طہہ ہمدی اور ابو ثور بن نمط ہمدانی و دیگر ملوک یمن و فرمان روا یان حضرموت کو ارشاد فرمائے غور کرو ہر لغت ہر لسان میں فصاحت کے بحر و خار موجود ہیں کہ کئی مدنی بھی منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

حضرت السبع علیہ السلام

السبع یسع علیہ السلام وہی ہیں، جن کو بائبل نے یوشع بن نون علیہ السلام کہا ہے۔

① جامع مسانید ابی حنیفہ: 107/1، تاریخ بغداد للبغدادی: 177/8، مجمع الزوائد: 125/1، کنز العمال: 43066، تاریخ اصفہان: 203/1، انشاء لفظی عیاش: 174/1، معانی الصفا للسیوطی: 11، موارد العلماء للسیوطی: 128، احواف سعادت المتعین: 124/8، مجمع الزوائد: 91/1، آمالی الشجر: 218/2، کشف الخفا للعجلونی: 185/1

② تردی: 2210، تاریخ بغداد للخطیب: 158/3، یوشع بن نون علیہ السلام نے 1426 ق م پر عمر 110 سال وفات پائی۔ 25 سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلافت دہوت کی وعدہ کی زمین کا نئی فتح کیا۔ کتاب نشور: 24/29

① سورہ کہف میں ان کو فقی موسیٰ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں نبی ﷺ کے فقی یعنی زید کا بھی ذکر ہے۔

② البیع علیہ السلام کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ اللَّهَ عَلَيْهِمَا ﴾ [النساء: 23]

”ان لوگوں میں سے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے وہ شخصوں نے جن پر اللہ عز و جل نے انعام کیا تھا کہا۔“

اس آیت میں ان کا وصف انعم اللہ علیہما کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

﴿ اِنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَانْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ [احزاب: 37]

”اللہ نے اس پر انعام کیا اور رسول ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا۔“

③ حضرت البیع کا نام سورہ ص میں آیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے نے من الاٰخيار بتایا ہے۔

نبی ﷺ کو اور حضور ﷺ کی جمعیت میں امت کو خیر کلی کے عطا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿ مَا يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ اَنْ يُنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ﴾ [البقرہ: 105]

”اہل کتاب میں کفر والے اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو۔“

حضرت داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرنے والے اسباط دوازده (12 قبیلے) کے تفرقہ کو جمعیت سے بدل دینے والے منکرین حق سے جہاد کرنے والے، ملک اور قوم کو عزت و رفعت دینے والے حکومت اور نبوت کے جامع تھے اور صفات بالا میں نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ مزید برآں حضرت داؤد علیہ السلام نے قدم بیمنت لزوم نبوی ﷺ کے متعلق بنی اسرائیل کو بہت سے امارت و علامات بتائی ہیں اور بشارات دی ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی مدح میں فرمایا ہے

﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ﴾ [النمل: 15]

”ہم نے داؤد اور سلیمان (ﷺ) کو علم عطا کیا۔“

بے شک نعمت علم سب سے برتر نعمت ہے۔ خصوصاً انبیاء علیہم السلام کا علم جو براہ راست رب العالمین سے ان کو ملا کرتا ہے اور اس لیے

اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے۔

﴿ وَكَلَّمَا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ﴾ [الانبياء: 79]

”اور ہم نے سب نبیوں کو حکم اور علم عطا فرمایا۔“

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَلَّمْنَاكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾ [النساء: 113] ”اور جو کچھ تو نہ جانتا تھا اس کی تجھے تعلیم دی۔“

نیز فرمایا ہے:

﴿ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [الزمر: 114] ”اے رب مجھے علم میں بڑھادے“

پہلی آیت سے واضح تھا کہ حضور کو جملہ علوم کی تعلیم ابتدا ہی میں دی گئی تھی۔ اب دوسری آیت سے آشکارا ہے کہ حضور ﷺ کا علم ساعت بہ ساعت، لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر زیادت میں تھا۔

② حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ﴾ [سبا: 10] ”اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد علیہ السلام کو فضل عطا فرمایا۔“

نبی کریم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾ [النساء: 113] ”تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔“

③ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ ﴾ [ص: 26]

”اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنا دیا۔ اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر اور خواہش کے پیچھے نہ چلنا۔“

”الارض“ وعدہ کی زمین کو کہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسی زمین کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وعدہ کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد

ابراہیم علیہ السلام کے لیے تاج محل شکر رکھ دیا ہے۔ بشارت مند چار آیت سے پیشتر حضرت داؤد علیہ السلام کبریاں چرایا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے

حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑھایا اور ان کو ”الارض“ کا خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کو اس الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَسْتَخْلِفُنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ﴾ [العنكبوت: 55]

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ اللہ ان کو الارض کا خلیفہ

بنائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اللہ ان کے واسطے پسند کر چکا ہے

حکمین بنخشے گا۔ وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے۔“

آیت پر تہہ بر کرنے سے امور ذیل پر صراحت واضح ہوتے ہیں۔

① آیت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نزول آیت سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

② آیت میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

③ اس خلافت کا عطیہ منجانب اللہ تعالیٰ ہوگا۔

④ یہ خلافت اس الارض کی ہوگی، جس کی خلافت قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو دی تھی۔

⑤ اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پسند کردہ دین کو عزت و تمکنت ملے گی۔

6 اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ امن بسیطاً قائم ہو جائے گا اور خوف و ہراس اٹھ جائے گا۔

7 اس خلافت والے اللہ کے بڑے عبادت گزار مخلص بندے ہوں گے۔

8 اس وعدہ کے اندر دو سے زائد مسلمان داخل ہیں کیوں کہ **يَسْتَخْلِفْنَهُمْ** میں ضمیر جمع موجود ہے اور عربی میں دو سے زائد کے لیے صیغہ جمع آتا ہے۔

ضروری ہے کہ آیت کا زمانہ نزول معین کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ آیت سورہ نور کی ہے اور سورہ نور میں قصہ اٹک بھی مذکور ہے [1] یہ قصہ غزوہ مریسج میں ہوا اور یہ غزوہ 5ھ کا ہے۔ ہاں واقعہ اٹک کے بعد وعدہ خلافت کا الحاق اس حکمت پر مبنی ہے کہ جمہولی دنیا کے کذاب لوگوں نے صدیق **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** کے دل کو صدمہ پہنچایا۔ اور رب العالمین نے اس وعدہ سے ان کی دل دہی فرمائی۔ **وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ**۔ نتیجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول 5ھ کا ہے اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خلافت کے واسطے چن لیے جانے کا اعزاز صرف انہی ساتین کو تھا، جو 5ھ سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔ خلفائے اربعہ کو دیکھو۔ وہ سب 5ھ سے بہت پہلے مشرف بہ ایمان ہیں۔ امام حسن **عَلَيْهِ السَّلَام** کو بھی انہی میں شامل کرو، جنہوں نے 9 ماہ خلافت کی تھی۔ [2] کیوں کہ ان کا وجود بھی 3ھ سے رونق افروز عالم تھا۔ اب تاریخ کو دیکھیے کہ ابو بکر **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** و عمر **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** ہی وہ ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پیشتر اس الارض پر خلافت پائی تھی۔ چون کہ خلفائے اربعہ کو جو عطیات ملے، وہ سب نبی **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** پر ایمان لانے کے ظنیل تھے، اس لیے استخلاف سے نبی **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** ہی کی فضیلت آشکار ہوتی ہے۔

4 حضرت داؤد **عَلَيْهِ السَّلَام** کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالنَّالَةَ الْحَدِيدَ ﴾ [سہا: 10] ”ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم بنا دیا۔“

نبی **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے والوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تَلَيِّنُ جُلُودَهُمْ وَ قَلْبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ ﴾ [المر: 23]

”ان کے جسم، ان کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔“

حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام**

حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام** حضرت داؤد **عَلَيْهِ السَّلَام** کے نامور فرزند ہیں۔ باپ کے سترہ (17) بیٹوں اور اٹھارہ (18) بیٹیوں میں سے یہی صحیح طور پر اپنے نامور باپ کے قائم مقام تھے اور اس لیے قرآن مجید میں ﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ ﴾ [النمل: 16] کی تخصیص فرمائی گئی ہے۔

1 حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام** نے جو گفتگو سفیران سہا سے فرمائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام** کو زور مال دنیوی کی پرواہ نہ تھی۔

﴿ اَتَمِدُّوْنِ بِمَالٍ مِّمَّا آتَانِي اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُمْ ﴾ [النمل: 36]

”کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو، مجھے تو جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔“

[1] واقعہ حضرت عائشہ **رَضِيَ اللهُ عَنْهَا** کی عصمت پر الزام سے متعلق ہے جس کی برأت کا اعلان اللہ رب العزت نے اس سورہ میں فرمایا۔ [2] سیدنا حسین **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** کی مدت خلافت کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) چھ ماہ (2) چھ ماہ، بارہ دن (3) اٹھ ماہ۔ (اسد الغابہ ذکر حسین بن علی **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ**)

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنِي﴾ [الضحى: 8]

”اللہ نے دیکھا کہ آپ بڑے کنبے والے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کو غنی عطا فرمائی۔“

② اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے:

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ﴾ [سبا: 12]

نبی ﷺ کے حالات کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِذْ جَاءَ تَكُمْ جُنُودًا فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا﴾ [الزمر: 9]

”جب لشکر تم پر چڑھا آئے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ان لشکروں کو جو تم نے نہ دیکھے تھے بھیجا۔“

اس آیت میں ہوا کی اس خدمت کا ذکر ہے، جو اس نے دشمنان اسلام کے تباہ و برباد کرنے میں ادا کی تھی۔ صحیح بخاری کی

حدیث میں ہے: نُصِرْتُ بِالصَّبَاِ ”باد صبا میری نصرت کا آلہ بنا دی گئی ہے۔“ ③

قرآن مجید میں امت محمدیہ کے متعلق بھی لفظ ریح کا استعمال ہوا ہے، گو اس کے معنی ”اس جگہ“ دوسرے ہیں۔ فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ [النحل: 46]

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں نزاع نہ کرو پھر تم گر جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔“

غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکومت ایک ریح تھی اور اولین مسلمانوں کے قبضہ میں بھی ایک ریح۔ ہمارے باہمی نزاع

نے اس ”ریح“ کو کھود یا اور مسلمانوں کی ہوا بگڑ گئی۔

③ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شوکت کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَحَشِيرَ سُلَيْمَانَ جُنُودًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ﴾ [النمل: 17]

”سلیمان علیہ السلام کے لیے جن اور آدمی اور پرند کے لشکر جمع کیے گئے۔“

④ نبی ﷺ کے احوال مبارکہ میں بھی ان تینوں کا ذکر آیا ہے۔

جنوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ﴾ [الجن: 1-2]

”کچھ جنوں نے قرآن سنا تو وہ بولے کہ ہم نے عجیب کتاب کو جو نہایت پڑھی جانے والی ہے سنا ہے۔ وہ ہدایت کی راہ

دکھاتی ہے۔ اس لیے ہم اس پر ایمان لائے۔“

⑤ بنی آدم کے لشکروں کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ [الفتح: 1-2]

”اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔“

طیر کی خدمات کا ذکر اس سورہ مبارکہ میں ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۗ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۗ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ ۗ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۗ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِّلٌ ﴾ [نمل: 1-5]

”کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کے ساتھ کیسی کی۔ کیا ان کے مفسدانہ ارادوں کو ملیا میٹ نہیں کر دیا اور ان پر ابا نیل پرندے بھیجے جو ان کے اوپر سنگریزے پھینکتے تھے پھر ان کو کھائے ہوئے بھس جیسا بنا دیا تھا۔“

جملہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ہامس نبوت تھا اور اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔ الفاظ قرآنی میں بھی اَلَمْ تَرَ اور رَبُّكَ میں دو دفعہ خطاب کے صیغے مستعمل ہوئے ہیں اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفسرین رضی اللہ عنہم کا بیان بالکل مراد رسانی کی وضاحت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام

یہ شہر نینوا کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہاں ایک لاکھ (100000) سے زائد آبادی تھی۔ لوگوں نے نبی کی اطاعت سے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان سے نھا ہو کر وہاں سے چلے آئے، تب لوگ پچھتائے حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے حکم سے دوبارہ گئے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے:

﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ ﴾ (الصافات: 143)

یونس علیہ السلام مچھلی کے شکم میں تین (3) دن تک رہے تھے۔

نبی ﷺ بھی تین (3) دن تک غار کے شکم میں رہے تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَابِيْ اَنْثِيْنَ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ﴾ [التوبہ: 40]

”جب کافروں نے اس کو نکال دیا تھا اور اس وقت نبی دو میں دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار کے اندر موجود تھے۔“

یونس علیہ السلام کا شکم مایہ میں جانا بھی سرکش قوم سے علیحدہ ہونے کے بعد تھا اور نبی ﷺ کا شکم غار میں رہنا بھی ہجرت از مکہ کے وقت تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

﴿ قُلُوْا لَا اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسْتَجِيْبِيْنَ ۗ لَلَيْتَ فِيْ بَطْنِيْهٖ ﴾ [الصافات: 143]

”اگر وہ سچی نہ کرتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکم مایہ میں جانے کے بعد بھی یونس علیہ السلام ذکر الہی سے غافل نہ ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا غار کے اندر یا دالہی میں تڑبان ہونا اور معیت ربانی سے شاد کام ہونا قرآن مجید کی آیت ذیل میں ہے:

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ [التوبہ: 40]

”فہم نہ کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے ساتھ ہے۔“

حضرت یونس علیہ السلام (یونس) بن متی کا زمانہ قریباً 862 ق م ہے۔ یونس نبی کی کتاب مجموعہ بائبل میں شامل ہے۔

③ یونس علیہ السلام کی تسبیح کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [النہام: 88]

”کوئی بھی معبود نہیں مگر تو۔ تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔“

اس آیت پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور بندہ کی تقصیر کو جمع کر دیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک جواب میں ہر دو امور کو جمع فرمایا ہے۔

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مَّرْسُومًا﴾ [نبی اسرائیل: 93]

”کہہ دے میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر و رسول ہوں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تزییہ بھی فرمائی اور اپنے آپ کو بھی تزییہ کی نفس سے محفوظ رکھا۔

④ اس قسم کی دیگر آیات بھی ہیں، جہاں ہر دو اصول کو جمع کیا گیا ہے۔

﴿فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [ہن: 83]

”پاک ہے وہ مالک جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی جان ہے اور تم سب اسی کی طرف جانے والے ہو۔“

② دعا سکھائی گئی۔

﴿سُبْحَانَكَ فِئْنَا عَذَابِ النَّارِ﴾ [آل عمران: 91] تو پاک ہے، ہم کو عذاب آگ سے بچا۔

④ یونس علیہ السلام کی دعا کی بابت اللہ تعالیٰ نے مومنین برحق اور رسول علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے۔

﴿وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النہام: 88]

”یعنی ایمان والوں کو اس تسبیح کے ورد سے اسی طرح اللہ تعالیٰ نعم سے نجات دے گا جیسی یونس علیہ السلام کو دی تھی۔“

حضرت ایوب علیہ السلام

ایوب علیہ السلام بڑے درجے کے نبی ہیں۔ سورہ نساء کے آخری رکوع میں ان کا نام اور اس مقام سے ظاہر ہے کہ ان پر وحی ربانی

کا نزول ہوا۔

① اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا﴾ [ص: 44] ”ہم نے اسے صابر پایا۔“

صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین و دنیا کا کوئی منصب عالی نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفت صبر حاصل نہ ہو، چنگلی

ارادہ، ثبات و استقلال اور توکل علی اللہ درحقیقت صبر ہی کی شاخیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [المحل: 127]

”تیرا صبر تو خاص اللہ کے لیے ہے (اور تیرا صبر تو) خاص اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہے۔“

اس آیت میں نبی ﷺ کے لیے دو صفات کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اول صبر، دوم: خلوص۔

فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ [الطور: 48]

”اپنے رب کے حکم سے صبر کرو تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔“

عالم محبت میں یہ فقرہ عجیب دل آویز اور مسرت خیز ہے۔

② اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ [ص: 30] ”اچھا بندہ۔“

نبی ﷺ کا عبودیت میں کامل ہونا مقامات متعددہ میں ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ معراج نبویہ حضور ﷺ کے مراتب میں سے

مرتبہ اقصیٰ ہے، اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبد ہی سے فرمایا:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ [غافر: 1]

”پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے شبشب اپنے بندہ کو سیر کرائی۔“

نبی ﷺ کی صفت نماز میں بھی حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبد سے کیا گیا ہے۔

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ [علق: 9-10]

کیا اس سرکش کو دیکھا کہ جب میرا بندہ نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے۔

﴿وَإِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدَ اللَّهِ يَدْعُوهُ﴾ [الن: 19] ”جب اللہ کا عبد کھڑا ہو کر اسے پکارتا ہے۔“

عالم نبوی راز ہے کہ نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ أَوْابٌ﴾ [ص: 30] ”وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔“

ان کے رجوع الی اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں اسی طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسْنِي الشُّجْرَانَ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾ [ص: 41]

”اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ مجھے شیطان دکھ اور تکلیف سے چھو گیا ہے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ وہ دکھ اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ دعا میں حسن ادب کی پوری مراعات

فرماتے تھے۔ دکھ و غم وغیرہ کو ذات سبحانی کی طرف نسبت دینے سے اجتناب کرتے تھے۔

نبی ﷺ کا زندگی کے ہر لمحہ میں رجوع الی اللہ فرمانا اس آیت سے واضح ہے۔

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۝ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

الْمُسْلِمِينَ﴾ [الانعام: 162-163]

① حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ اہل کتاب نے 1520 ق۔م تجویز کیا ہے۔ اظہار کے بعد وہ 14 ہزار (14000) بحیروں 20 ہزار (20000) اونٹوں ایک ہزار (1000) جڑے نمل، ایک ہزار (1000) گدھے کے مالک، سات (7) بیٹیوں تین (3) بیٹیوں کے باپ تھے۔ 140 سال عمر پائی۔

”میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں (لوگو) مجھے ایسا ہی بتانے کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔“

حضرت زکریا علیہ السلام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ذُكِرُوا بِرَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِيًّا﴾ [مریم: 2]

”یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر فرمائی۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَظَبِيرٍ﴾ [الاسراء: 87]

”تیرے رب کی رحمت ہے۔ اور اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: 107]

”ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔“

اس مقام میں نبی ﷺ کا اسم مبارک ”رحمت“ رکھ دیا ہے۔ یہی پیکر نورانی کو رحمت مشکل فرمایا ہے اور یہ عاقبت درجہ کا شرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے:

﴿إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا﴾ [مریم: 3]

”جب اس نے نہایت پست آواز سے اپنے رب کو پکارا۔“

یہ دعا قبول کی گئی تھی اور ان کو یحییٰ علیہ السلام نامی فرزند کی بشارت دی گئی تھی۔ اس سے زکریا علیہ السلام کی بڑی تعریف نکلتی ہے کہ ہاوجود فقدان اسباب ظاہر یہ ان کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔

نبی ﷺ کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ [البقرہ: 144]

”ہم نے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھا۔ ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھر ادیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔“

اس آیت سے نبی ﷺ کا نہایت شرف اور احترام ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر کی جانب قلب اطہر میں میلان اور وجہ انور میں تعلق ہی پیدا ہوتا ہے، جسے ہنوز دل سے زبان پر نہیں لایا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

معاہدہ اہم تھا۔ ہزاروں انبیاء کے تسلیم کردہ قبلہ کا تبدیل کرنا تھا مگر باری تعالیٰ کو جب کہ حبیب کی پسند اور میلان طبع کا پورا کرنا اس سے بھی زیادہ مقدم تھا۔ قبلہ بدل دیا گیا اور صاف طور پر فرمادیا گیا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنُعَلِّمَ مِنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ﴾ [البقرہ: 143]

”قبلہ کو جس پر تو ہے، قبلہ اس لیے کیا گیا ہے کہ رسول کی پیروی کرنے والوں اور اٹلے پھر جانے والوں کی ہم الگ الگ

شناخت قائم کر دیں۔“

حضرت یحییٰ علیہ السلام

① یحییٰ علیہ السلام اپنے والد بچہ ہرم (عمر سیدہ) زکر یا علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے حمراب مسجد میں مانگی تھی: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیم علیہ السلام (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بہ شمولیت حضرت اسماعیل علیہ السلام مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ وَارِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ [البقرة: 127-129]

”جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہم السلام) بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔ تب وہ دعا کر رہے تھے۔ (ایک دعا کرتا اور دوسرا آمین کہتا تھا) کہ اے سچے و عظیم! اس عمارت کو قبول فرما اور ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری ذریت کو بھی فرماں بردار بنا اور اے ”تَوَّابٌ رَّحِيمٌ“ ہم کو جملہ آداب سکھا اور ہماری فرمانبرداریت ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما۔“

② اللہ تبارک تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے: ﴿مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ﴾ [آل عمران: 39] ”ایک کلمہ کی جو اللہ کی جانب سے ہوگا تصدیق کرنے والا۔“

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ کہا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کا مصدق بتایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم میثت لزوم کی خبر لوگوں کو دی تھی اور اس کے فضائل سے لوگوں کو باخبر بنایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عزوجل نے ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا) رکھا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق انبیاء کے کام کو زیادہ وسعت کے ساتھ سرانجام فرمایا ہے۔

① نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارک سے اطلاع دی اور ان کے حالات بیان فرمائے جن سے اہل کتاب بھی واقف نہ تھے۔ مثلاً ہود، صالح، شعیب علیہم السلام۔

② بعض انبیاء کی نبوت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی، جن کی تکذیب اہل کتاب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصدیق بہ مقابلہ یہود و نصاریٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بہ مقابلہ یہود۔

③ پھر اس سے بڑھ کر ایک وسیع ترین اصول تمام دنیا کی آگاہی کے لیے ظاہر فرمایا جس سے دنیا کے لوگ بالکل بے خبر تھے۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کو نبوت عطا نہیں کی گئی۔

پارسیوں کا دعویٰ تھا کہ مہادیوں وغیرہ کے سوا جو سب ایرانی نژاد تھے اور کسی قوم کو نبوت نہیں دی گئی۔ یہی دعویٰ ہندوؤں کا تھا اور یہی دعویٰ چین والوں کا تھا اور یہی دعویٰ قدیم مصریوں کا تھا۔ گویا ہر قوم اپنے دعویٰ میں دنیا کی تمام قوموں کو جھوٹا بتاتی تھی اور اس

سے وہ منافرت اور جدائی پیدا ہوتی تھی، جس نے قوموں کو قوموں سے اور ملکوں کو ملکوں سے الگ لگ کر رکھا تھا۔ نبی ﷺ ہی نے ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [المائدہ: 46] کا لقب حاصل کر کے اس عقدہ کو کھولا۔ اس راز کو آشکارا کیا اور مختلف آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی، جن میں مختلف الفاظ اور متنوع اسلوب کے اندر بتایا گیا۔

﴿وَأَنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ [الفاطر: 24]

”کوئی امت نہیں مگر یہ کہ اس میں نذیر ہوا ہے۔“

﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ [الرعد: 7] ”ہر قوم میں ایک ہادی ہوا ہے۔“

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ﴾ [ابراہیم: 4]

”ہر رسول کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔“

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا﴾ [الحمل: 84]

”قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے اپنا ایک شہید، اللہ کا گواہ، اٹھائیں گے۔“

یہ پاک تعلیم جس قدر وسیع ہے اسی قدر قوموں میں محبت بڑھانے اور برادرانہ تعلقات مضبوط کرنے والی بھی ہے۔

③ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سید بھی فرمایا ہے۔ [آل عمران: 39] اور نبی کریم ﷺ کو بھی اسی خطاب سے مخاطب کیا ہے۔

فرمایا: یٰس۔ اے سید.....! [س: 1]

④ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حُصُوراً [آل عمران: 39] بھی فرمایا: نبی علیہ السلام بھی ”حصور“ تھے۔ حصور کے لغوی معنی حصر

کردہ، شدہ، بازداشتہ ہیں جس سے مراد بزرگوار ہوتا ہے۔ جس کا محافظ خود رب العالمین ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ کے متعلق فرمایا گیا

ہے: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدہ: 67] ”اللہ تعالیٰ تیری حفاظت سب طرح کے لوگوں سے فرمائے گا۔“

”حصور“ کے معنی وہ شخص بھی کیے گئے ہیں جو باوجود قوت عورتوں کی جانب ملتفت نہ ہو جس شخص کو نبی ﷺ کی سیرت پر عبور

ہے وہ جانتا ہے کہ 25 سال کی عمر تک نبی ﷺ نے شادی نہ کی تھی۔ اس عمر کے بعد شادی ہوئی بھی تو نبی ﷺ کی طلب اور شوق پر

نہیں بلکہ خود منکوحہ کے اشتیاق و التجا پر جس کی قبولیت اس لیے ہوئی کہ حضور ﷺ کسی کے سوال کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر عالم سیرت

کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ 53 سال کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی حضور ﷺ کے گھر میں تھی۔ 50 سال کی عمر تک صرف خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اور 53 سال کی عمر تک صرف سو وہ بیٹی اور یہ دونوں جو یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔ اس وقت اپنی جوانی کو پورا کر چکی تھیں۔ ایسی

عورت سے مناکحت پر رضامند ہونا اور محصور رہنا صرف اسی کا کام ہے، جسے اس جنس لطیف کی خصوصیات نفیسہ اپنی جانب ملتفت نہ کر سکتی

ہوں۔ ان کے بعد دیگر نکاح جس طرح ہوئے ان کا بیان قارئین ہمارے مضمون امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں ملے گا۔ جس سے واضح ہوگا

کہ نبی کی خواہش کا ان میں کچھ دخل نہ تھا۔

ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پڑھو:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَ

⑤ یہ معنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ دیکھو کتاب الشفاء ص: 16

بَنَتْ عَمِيكَ وَ بَنَتْ عَمِيكَ وَ بَنَاتِ خَالِكَ وَ بَنَاتِ خَالَاتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَ امْرَأَةَ مُؤْمِنَةٍ اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿

”اے نبی! ہم نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں۔ (1) تیری بیویاں جن کے مہر تو ادا کر چکا ہے۔ (2) اور وہ عورتیں جو اللہ کے دیے ہوئے فے میں سے تیرے داہنے ہاتھ لگیں (3) اور چچا کی بیٹیاں (4) اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں (5) اور ماموں کی بیٹیاں (6) اور خالادوں کی بیٹیاں، جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو (7) اور وہ مومن عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے۔ بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ یہ خالص تیرے لیے ہے اور مومنین کے لیے نہیں۔“ [70: اب 50]

ان ہفت گانہ (7) اقسام کی عورتوں میں سے مؤرخ کو نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کے نکاح میں صرف پہلی اقسام ہی کی عورتیں ہیں، دیگر اقسام کی کوئی عورت نہیں۔

قسم دوم کے تحت میں ایک دو نام بیان کیے جایا کرتے ہیں، مگر ان کی صحت میں بہت بحث ہے، ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نام کو قسم چہارم کے تحت پیش کرے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ام المومنین حضور ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں، مگر ان کا شمار تو قسم اول میں ہو چکا ہے۔ غرض جس مقدس ہستی نے باوجود اجازت ربانی اور حلت قرآنی ان اقسام کی عورتوں کی جانب کبھی نظر التفات بھی نہ کی ہو، اس کے حضور ہونے میں کیا کام ہے۔

5) یحییٰ علیہ السلام کو نبی بھی فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک میں گیارہ (11) دفعہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ سے مخاطب کیا گیا ہے اور بائیس (22) دفعہ حضور ﷺ کا ذکر باسم نبی فرمایا ہے۔

6) یحییٰ علیہ السلام کو ﴿خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ [مریم: 12] ”فرمایا گیا ہے یعنی اے یحییٰ علیہ السلام! کتاب کو قوت سے تمام۔“ نبی ﷺ کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: 2] ”لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھانے والا۔“

7) یحییٰ علیہ السلام کی شان میں ہے:

﴿حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ [مریم: 13] ”اللہ کی جانب سے نرم خو، نرم دل“

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فِيمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَأَنْفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ [آل عمران: 159]

”یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے نرم بنایا، اگر تو بد خو یا سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگا کرتے (اور استغفار سے محروم رہتے) پس آپ ان کی تقصیرات کو معاف کیا کریں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر دیا کریں۔“

8) یحییٰ علیہ السلام کو وژ کوة فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ سحرے اور پاکیزہ تھے۔

نبی ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ ”وہ لوگوں کو پاکیزہ بنانے والا ہے۔“

﴿۹﴾ یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے۔

﴿وَكَانَ تَقْوَىٰ﴾ [مریم: 13] ”وہ بہت تقویٰ والا ہے۔“

نبی ﷺ کے دربار میں حاضر رہنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾

”پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا اور کلمہ تقویٰ کا لزوم مومنین کے ساتھ کر دیا اور یہ مومنین اس کلمہ کے سب

سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل بھی ہیں۔“ [التغ: 26]

﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو ﴿بَرًّا بِوَالِدَيْهِ﴾ [مریم: 14] ”ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرمایا گیا ہے۔“

نبی کریم ﷺ تو یتیم تھے۔ ماں باپ سے سلوک کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔ حضور ﷺ کی نبوت کے عہد مبارک میں ام ایمن (رضی اللہ عنہا) زندہ تھیں۔ یہ جہنم تھیں اور یہ لونڈی تھیں۔ انہوں نے حضور کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی ﷺ ان کی نہایت عزت فرمایا کرتے اور ان کی ملاقات کے لیے گھر جایا کرتے اور ”اُمِّي بَعْدَ اُمِّي“ کے لقب سے ان کو یاد کیا کرتے۔ ماں کے بعد یحییٰ میری ماں ہے۔ ان کے بیٹے اسامہ (رضی اللہ عنہ) کو ایک زانو پر ایک طرف اور امام حسن (رضی اللہ عنہ) کو زانو پر دوسری طرف لے کر بیٹھے۔

حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) حضور ﷺ کے ہاتھ تھے۔ ان کو صبرِ آبی (باپ کا ہسر) ہتایا کرتے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت نبی ﷺ میں کس قدر کامل تھی۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام

حضرت مسیح علیہ السلام کی شان بلند انبیائے کرام (علیہم السلام) کے زمرہ میں نہایت نمایاں ہے۔

﴿۱۱﴾ قرآن حکیم میں ہے کہ ان کی جدہ (نانی صاحبہ) نے ان کی والدہ مریم صدیقہ (علیہا السلام) کی پیدائش کے وقت یہ دعا کی تھی۔

﴿إِنِّي أَعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران: 36]

”میں اس لڑکی کو اور اس کی نسل کو شیطانِ رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

نبی ﷺ کو بھی استعاذہ کے متعلق یہی تعلیم دی گئی تھی۔

﴿وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾

”اے پروردگار! میں وسوسہ شیطان سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اے پروردگار مجھے تیری ہی حفاظت درکار ہے۔ اس

بارہ میں کہ شیطان میرے حضور میں آسکیں۔“ [المومنون: 97-98]

﴿۱۲﴾ فرقان حمید میں مریم و عیسیٰ (علیہم السلام) کی بابت ہے:

﴿وَأَوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ﴾ [المومنون: 50]

”ہم نے مریم اور ابن مریم (علیہم السلام) کے لیے ایک بلند جگہ میں ٹھکانا بنایا۔“

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد طفلی کے متعلق ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ ان کی پرورش میں الہی سامان تھے۔ نبی کریم ﷺ کی

بابت الحی القیوم فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۙ ﴾ [النحل: 6]

”تو دنیا میں یتیم ہو کر آیا تھا۔ پھر اللہ ہی نے تیرا ٹھکانا بنایا۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیدائش کے وقت بے پدر تھے۔ حضانت پداری سے مجبوری میں ہر دو مقدسین یکساں حالت میں ہیں۔

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام، کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ الْاِنَّیْ الْکِتٰبِ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ ﴾ [مریم: 30]

”میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تاوڑ و الجلال فرماتا ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْ عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۙ قَبِیْمًا ۙ ﴾ [الکہف: 1]

”حمد ہے اس کی جس نے اپنے عبد پر کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں کوئی کجی نہ رہنے دی، بلکہ اسے پاک و صاف بنا دیا۔“

④ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمودہ ہے جو کتاب اللہ میں ہے۔

﴿ وَ جَعَلَنِیْ مَبْرُکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۙ ﴾ [مریم: 31]

”مجھے مبارک بنایا جہاں کہیں بھی میں رہوں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اپنی امت کو اس مبارکی کے حاصل کرنے کے متعلق قرآن پاک میں یہ ہے۔

﴿ فَسَلِّمُوْا عَلَیْ اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبْرَکًا طَیِّبًا ۙ ﴾ [انور: 61]

”تب اپنے لوگوں پر سلام بھیجو۔ تمہارے لیے اللہ کی جانب سے یہ مبارک طیب تحفہ ہے۔“

⑤ عیسیٰ علیہ السلام ان احکام کا ذکر کرتے ہیں، جو ان کی شریعت میں واجب العمل تھے۔

﴿ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۙ ﴾ [مریم: 31]

”اللہ نے مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک زندہ رہوں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود حقیقی کا فرمان ہے:

﴿ وَاَعِیْذُ رَبِّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ۙ ﴾ [الحجر: 99]

”موت آنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کیے جا۔“

⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں رب القدوس فرماتا ہے:

﴿ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۙ ﴾ [البقرہ: 87]

”ہم نے روح القدس سے اس کی مدد کی۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں معین الیمین نے فرمایا:

﴿ وَاَیَّدْنٰهُ بِجَنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ۙ ﴾ [التوبہ: 40]

”ہم نے نبی ﷺ کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔“

نیز فرمایا!

﴿هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِبَصِيرَةٍ﴾ [النحل: 62] ”اللہ نے تیری تائید اپنی نصرت سے کی ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿قُلْ نَزَّلَهُ، رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ [النحل: 102]

”کہہ دے کہ اس کلام ربانی کو روح القدس نے کریمے رب کی طرف سے حق کے ساتھ آئے۔“

فرقان حمید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مدعا آیت ذیل کے اندر بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ﴾ [الف: 6]

”عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں توراہ کی جو مجھ سے پہلے

آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ﷺ ہوگا۔“

مسح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دو مقصد بیان کیے: تصدیق توراہ اور بشارت احمد ﷺ ہم درج کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہر دو مقاصد کے متعلق کیا کیا۔

<http://mujahid.xtgem.com>

① تصدیق تورات:

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: نمبر 17 یہ خیال مت کرو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں، میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ نمبر 18 کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک لفظ یا شوشہ توراہ کا ہرگز نہ منے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ انجیل متی 5 باب 17 و 18 درس۔

یہ کلام معجز نظام جس استحکام کے ساتھ فرمایا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے مقصد اولین کو بہ خوبی پورا فرمایا۔

② بشارت ﴿اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [الف: 6]

اس بشارت میں دو لفظ زیادہ تر قابل تدبر ہیں۔

اول: ﴿مِنْ بَعْدِي﴾ اس سے یہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا وہی شخص ہو جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور اس مبشر اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی تیسرا شخص جو رسول بھی ہو اور احمد نام بھی رکھتا ہو۔ حائل نہ ہو، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو ایک وجہ التباس کی ہو سکتی تھی۔ الفاظ آیات کا یہ مفہوم کچھ ہمارا ہی طبع زانو نہیں ہے، بلکہ ”شفاء“ میں قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے اور ”خصوصیات صغریٰ“ میں امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے اور ”انسان العیون“ میں ابن رحلان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اسم پاک احمد ایسا نام ہے جو نبی ﷺ سے پیشتر کسی ایک انسان کا بھی نہیں رکھا گیا۔

دوم: قابل تدبر اسْمُهُ أَحْمَدُ کہ کیانی الواقع نبی ﷺ کا نام احمد ﷺ تھا۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کے ذاتی نام دو

ہیں: احمد اور محمد رضی اللہ عنہما۔ اسم پاک احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے بشارت ردیاء کے موافق رکھا اور اسم پاک محمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے رکھا۔ ان دونوں اسموں کا مادہ ایک ہی ہے یعنی دونوں اسم مبارک ”حمد“ سے بنتے ہیں۔ اسم پاک احمد، حمد سے فعل التفضیل ہے اور اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم حمد سے مفعول کے وزن پر ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”جلاء الافہام“ میں تحریر کیا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کا قول ہے۔ انہی میں ابوالقاسم سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد واقع ہوا ہے۔ ﴿۱﴾ اس ثبوت میں کہ احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہے ہم دلائل پیش کریں گے۔

احادیث

- ﴿۱﴾ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:
- عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ أُمِرْتُ إِهْنَةً وَهِيَ حَامِلَةٌ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ تَسْمِيَةَ أَحْمَدَ - ﴿۱﴾
- امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آمنہ کے شکم مبارک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس وقت آمنہ کو حکم ہوا تھا کہ وہ بچہ کا نام احمد رکھیں۔
- ﴿۲﴾ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبیر میں روایت مرفوع بیان کیا ہے۔
- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ يَعْزِي ابْنَ الْخَنِيْفَةَ أَنَّ اللَّهَ تَسْمِعَ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِيْتُ أَحْمَدَ. ﴿۲﴾
- محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے اپنے باپ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا تھا۔

- ﴿۳﴾ خصائص الکبریٰ میں بھی رضی اللہ عنہ کی روایت مندرج ہے:
- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ الْجَارُودُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَاسْلَمَ وَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَكَ فِي الْإِنجِيلِ وَلَقَدْ بَشَّرَكَ ابْنُ الْبَتُولِ
- ”ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جارود بن عبد اللہ (جو ملک یمن کے سب سے بڑے عالم عیسائی تھے) آئے اور اسلام لائے تھے اور انہوں نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند (عیسیٰ) نے آپ ہی کی بشارت دی تھی۔“
- ﴿۴﴾ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:
- عَنْ سَهْلِ مَوْلَى عَثِيمَةَ أَنَّهُ كَانَ نَصْرَانِيًّا مِنْ أَهْلِ مَرِيسَ وَكَانَ يَقْرَأُ الْإِنجِيلَ فَذَكَرَ أَنَّ صِفَةَ النَّبِيِّ

﴿۱﴾ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے مناسبت خاص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد اور محمد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کا نام مقام محمود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں میدانِ محشر میں جو روایت ہوگا اس کا نام ”لواہِ احمد“ ہے۔ اور حضور کی امت کا نام ”امتادون“ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کا الحمد للہ سے آغاز ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ طبقات ابن سعد: 118/1 - ﴿۳﴾ الطبقات لابن سعد: 118/1 -

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ رُسُولٌ مِنَ اللَّهِ بَارِيءٌ النَّسَمِ
فَلَوْ مَدَّ عُمَرُ إِلَى عُمَرِهِ لَكُنْتُ وَزِيرًا لَهُ وَابْنَ عَمِّهِ

”میں شہادت دیتا ہوں کہ احمدؓ اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفریں ہے۔ اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا۔“

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعار بالا بطور تواتر ثابت ہوئے ہیں۔ [1]

② قس بن ساعدہ نجران کا استقف اور حکمائے عرب میں سے تھا۔ اس کے اشعار ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَ فِيْنَا أَحْمَدًا
لَمْ نُحِبَّنَا مِنْهُ سُدًى صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ مَا
لَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ عَيْتُ خَيْرَ نَبِيٍّ قَدْ بَعَثَ
مَنْ بَعْدَ عَيْسَى وَانْحَسَرَكَ حَجَّ لَكَ رُكْبٌ وَحَكُّ

② اشعار جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں لکھے گئے۔

① حسان بن ثابتؓ المؤمنین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں فرماتے ہیں:

مَنْسَى يَسُدُّ فِى النَّبْلِ النَّهْيَمَ جَيْبُهُ
جَبْ شَبَّ تَارِكٌ مِىنْ اِسْ كِى پِشَانِى نَمَائَاں ہوتى ہى تَو رُوشَن چِراغِ كِى طِرحِ چُوكَا كِرتى ہى۔

فَمَنْ كَانَ أَوْ مَنْ قَدْ يَكُونُ كَمَا حَمَدُ نِظَامٍ لِحَقِّي أَوْ نِغَالًا لِمُلْحَدٍ
حق كِوَا سِخَامِ دِينِى اور طُھ كِوَا مِیلِ بِنَانِى مِىنْ اِھْمَدِ جِیسا نى كِوَتى تھَا اور نَدَا سِندِہ كِوَتى ہوگا۔

یہ اشعار دیوان حسان میں موجود ہیں اور ان پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شہادت امام ابن عبدالبرؓ کی کتاب ”الاستیعاب“ میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان اشعار کو پڑھا اور فرمایا:

كَانَ وَاللَّهِ كَمَا قَالَ فِيهِ شَاعِرُهُ

بخدا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ کے شاعر نے ان آیات میں کہا ہے۔

② کعب بن مالک الانصاریؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شعرائے خاص میں سے تھے۔ حضرت کعبؓ ان تین بزرگواروں

میں سے ہیں، جن کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ وہ غزوہ احد کے متعلق فرماتے ہیں۔

غَدَاةً أَبْجَابَتْ بِأَسْيَافِهَا جَمِيعًا بَنُو الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ
صبح كِى قِوْتِ تَمَامِ بِنَاوِسِ وَخِزْرَجِ نِى اِپْنِى اِپْنِى تَلَوَارِوْ كِو سِنْجَالِ كِو حِضُورِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِى قِوْمِ كِى۔

وَاشْتَاعَ أَحْمَدُ إِذْ شَاطِعُوا عَلَى الْحَقِّ ذِي السُّورِ وَالْمَنْهَجِ

اشیاع احمد (مہاجرین) نے بھی ایسا ہی کیا وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حق پر چلتے ہیں۔

[1] اگر تلمسانی کا یہ فقرہ اس روایت میں نہ ہوتا تو میں ان اشعار کو درج کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا۔

③ کعب بن مالک رضی اللہ عنہما واقعہ خیبر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَنَحْنُ وَرَدْنَا غَيْبًا وَأَفْرُؤُحَةً بِكُلِّ قَتْلِ عَارِي الْأَشَاجِعِ نَدْوِدُ
 ”ہم خیبر اور اس کے قلعوں تک پہنچے، ہمارا جوان پھر تیرا اور عمدہ بچاؤ سے لڑنے والا تھا۔“
 يَرَى الْقَتْلَ مَجْدًا إِنْ أَصَابَ شَهَادَةً مِنْ اللَّهِ يَرْجُوهَا وَقُوْرًا بِسَاحِمِدٍ
 ”ہم میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اگر شہادت ملی تو ایسا مرنا، اللہ کے ہاں سے فضیلت اور احمد کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب ہوگا۔“

③ اشعار جو نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھے:

① حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما ایک لمبے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

أَعْلَانَتْ وَقُوْرًا تَذْرُفُ الْعَيْنُ جَهْدَهَا عَلَى طَلَلِ الْأَيْدِي فِيهِ أَحْمَدُ
 آنکھ پوری طاقت سے بہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوا ہوں جس کے اندر احمد رضی اللہ عنہما ہیں۔

فَبُورِ كُنْتُ يَا قَبْرَ الرَّسُولِ وَبُورِ كُنْتُ بِلَا ذَنْوِي فِيهِ الرَّشِيدُ الْمُسَدَّدُ
 اے قبر رسول ﷺ تو مبارک ہے اور اے عرب تو مبارک ہے کہ تیرے اندر نبی کی (جو رشید المسدود ہیں) خواب گاہ ہے۔
 ② خاتم الخلفاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو جب خوارج نے کہا کہ وہ ان کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور انہیں داخل فی الاسلام ہوں تو انہوں نے زبان مبارک سے یہ اشعار پڑھے تھے۔

يَا سَاهِدَةَ الْخَيْرِ عَلِيٍّ فَاشْهَدِي
 مَنْ شَكَ فِي اللَّهِ فَيَا نِسِي مُهْتَدِي ①

”اے اللگتی بات کہنے والے تو گواہ رہنا کہ میں نبی احمد رضی اللہ عنہما کے دین پر ہوں۔ اللہ کے بارہ میں اور کوئی شک پر ہو تو ہو میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔“

③ جگر گوشہ رسول سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے اشعار اپنے والد احمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہما کی وفات پر ہیں۔

صَبَّتْ عَلَى مَصَائِبٍ لَوْ أَنَّهَا صَبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرُونَ لِيَا لِيَا
 مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تَرْبَةَ أَحْمَدِ أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ عَوَالِيَا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر آ پڑتیں تو رات بن جاتا، جو کوئی قبر احمد رضی اللہ عنہما کو سونگھ لے اس پر کیا واجب ہے؟ یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔

ان جملہ حوالہ جات سے ہمارا مقصود باتقصائے تمام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اسم مبارک احمد حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے اور حیات کے اندر اور ارتحال کے بعد یعنی ہر زمانہ ہی میں مسلم و مطلق رہا ہے۔ قبل از ولادت یہی پاک نام عرب، یمن، نجران اور شام کے

یہودیوں اور عیسائیوں میں معروف تھا اور ہر فرقہ اپنی فتح و نصرت کو حضور ﷺ کی تشریف آوری و رونق افروزی عالم پر منحصر سمجھتا تھا۔ حضور ﷺ کے شاعران خاص اور ذوی القربی حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت سے پیشتر عرب میں یا کسی دیگر ملک میں جہاں زبان عربی متداول تھی کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ یعنی قدرت الہیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی بشارت کو جو حق نبی کریم ﷺ تھی پونے چھ سو سال تک اس قدر محفوظ کیا کہ اس عرصہ میں کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ اب اسی دلیل کی تذکیل میں ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد اہم ہمایوں و گرامی کا امت محمدیہ میں بطور یمن و تبرک کس قدر زیادہ استعمال ہوا۔ کیوں کہ حضور ﷺ کے بعد یمن بخدی کی شرط اٹھ چکی تھی اور التباس کا مظنہ جاتا رہا تھا۔ اب صرف حصول یمن و برکت مقصد رہ گیا تھا۔ اس لیے قدرت الہیہ نے جیسا کہ نبی ﷺ کی ولادت سے پیشتر اس امر کی سیانت و حفاظت فرمائی تھی کہ مبشر اصلی اور موعود حقیقی کے سوا اور کوئی شخص بھی اس اسم برائے نام بھی موسوم نہ ہو۔ اس طرح رحمت ربانی کا اقتضا یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اس اسم سامی کی خوب اشاعت ہو، اور ہر موسوم شخص گویا اپنے نام ہی سے یہ ثابت کرتا رہے کہ اس اسم کا مبشر دنیا میں آچکا ہے اور بشارت عیسیٰ صلی علیہ السلام کی صداقت و نیا پر آشکار ہو چکی ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ ایک فہرست ایسے علمائے محدثین و مفسرین و فقہاء و علماء شاہان و امراء کی پیش کروں جو اسم احمد ﷺ سے اسلام میں موسوم ہوئے تھے۔ اگر ایسے اسماء کا بلاستیعاب استقصا کیا جاتا، تو ایک جلد درکار ہوتی مگر اس جلد اسم مبارک احمد کے اعداد 53 کے مطابق تحریر کیے جاتے ہیں:

ائمہ محدثین رضی اللہ عنہم (10)

- ① احمد بن حنبل (ابو عبد اللہ) امام اہل السنۃ و الجماعت کیے از ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم
- ② احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ الحافظ الکبیر ابو بکر تہمتی رضی اللہ عنہ
- ③ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان (ابو عبد الرحمن امام نسائی) رضی اللہ عنہ
- ④ احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسر المشہور ابو اسحاق الطلمی رضی اللہ عنہ
- ⑤ احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصہبانی (الحافظ ابو نعیم) رضی اللہ عنہ
- ⑥ احمد بن یحییٰ بن اسحاق الراوندی (ابو الحسین) رضی اللہ عنہ
- ⑦ احمد بن علی بن ثابت بن احمد الحافظ ابو بکر المعروف بالخطیب البغدادی رضی اللہ عنہ
- ⑧ احمد بن محمد بن احمد محمد سلمۃ الاصہبانی (الحافظ ابو طاہر) رضی اللہ عنہ
- ⑨ احمد بن الحسین بن یحییٰ بن سعید اہمدانی ابو الفضل الحافظ المعروف بدیع الزمانی رضی اللہ عنہ
- ⑩ احمد بن عبد العظیم بن عبد اللہ بن ابی القاسم الحرانی دمشقی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابو العباس رضی اللہ عنہ

فقہائے محققین رضی اللہ عنہم (19)

- ⑪ احمد بن عمرو بن شریح (ابو العباس) رضی اللہ عنہ

- 12) احمد بن ابی احمد المعروف بابن القاسم الطبري الفقيه (ابو العباس) رحمته اللہ علیہ
- 13) احمد بن عامر بن بشير بن حامد المروزي القاسمي ابو حامد رحمته اللہ علیہ
- 14) احمد بن محمد بن احمد المعروف بابن القحطان ابو البغدادي (ابو الحسين) رحمته اللہ علیہ
- 15) احمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك الازدي الطحاوي (ابو جعفر) رحمته اللہ علیہ
- 16) احمد بن ابی طاہر محمد بن الاسفراخيمي (اشيخ ابو حامد) رحمته اللہ علیہ
- 17) احمد بن محمد بن احمد بن القاسم النخعي الحمايلي رحمته اللہ علیہ
- 18) احمد بن محمد بن جعفر ابو الحسين المعروف (قدوري) رحمته اللہ علیہ
- 19) احمد بن ابی داؤد فرج بن جریر الاياضي القاسمي (ابو عبد اللہ) رحمته اللہ علیہ
- 20) احمد بن محمد بن عبد الرحمن البروي القاشاني (ابو يعقوب) رحمته اللہ علیہ
- 21) احمد بن علي بن محمد الوكيل ابو الفتح المعروف بابن برهان رحمته اللہ علیہ
- 22) احمد بن محمد المظفر الخوافي (ابو المظفر) رحمته اللہ علیہ
- 23) احمد بن موسى بن يونس بن محمد الارطبي (ابو الفضل شرف الدين) رحمته اللہ علیہ
- 24) احمد بن محمد بن ابو الفضل المعروف بابن الخازن ابو الفضل رحمته اللہ علیہ
- 25) احمد بن فارس بن زكريا بن محمد الرازي (ابو الحسين) رحمته اللہ علیہ
- 26) احمد بن محمد الحسين ابو بكر ناصح الدين رحمته اللہ علیہ
- 27) احمد بن منير بن احمد طرابلسي (ابو الحسين مہذب الدين) رحمته اللہ علیہ
- 28) احمد بن علي بن ابراهيم الغساني الاسواتي (القاضي الرشيد) رحمته اللہ علیہ
- 29) احمد بن عبد الغني بن احمد اللغني المالكي (ابو العباس) رحمته اللہ علیہ

عرفائے کاملین (4)

- 30) احمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسي الغزالي (ابو الفتوح، برادر امام غزالی) رحمته اللہ علیہ
- 31) احمد سرہندی اشيخ الامام الحجة والقب ثاني، فاروقی رحمته اللہ علیہ
- 32) احمد المدعو بشاہ ولی اللہ محمد ث بن شاہ عبد الرحيم الفقيه المدلوي رحمته اللہ علیہ
- 33) احمد بریلوي السيد الامام المجاہد في سبيل اللہ۔ رحمته اللہ علیہ

وزراء و امراء (6)

- 34) احمد بن محمد بن عبد الکریم بن سهل الكاتب ابو العباس صاحب کتاب الخراج رحمته اللہ علیہ
- 35) احمد بن عبد اللہ بن سليمان التتويجي (ابو الجلاء الموي) رحمته اللہ علیہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا [النبا: 45-46]

شاهدًا

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی مندرجہ ذیل آیات پر فوراً کر دے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا﴾ [النبا: 45]

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا﴾ [الت: 8]

﴿وَفِي هَذَا لَيَكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ﴾ [الحج: 78]

﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرة: 143]

﴿وَجَنَّا بَكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ [النساء: 41]

شہادت امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اس امر کا باور کرانا۔

نبی ﷺ کی شہادت جسے حضور ﷺ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو یقین کے درجے تک پہنچایا۔ امور ذیل کے متعلق تھی۔ ہستی باری تعالیٰ، تقدیس ذات و تہذیبہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت، اعمال کا جزا و سزا سے تعلق، جزا و سزا کی حقیقت، وجود عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعیہ۔ ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے یقین کو طبع و دل اور ہر یوں اور منکر دلوں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا۔ یہ حضور ﷺ کی شہادت کا حصہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ قدرت الہیہ اور حکمت ربانیہ نے نبی کریم ﷺ کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت و نفی پر ذرا متاثر نہیں، بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہنچانے والی جوشے ہے وہ شاہد کی ثقاہت، اعتبار اور راست بازی ہے۔ نبی ﷺ کی راست بازی، اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں کر محمد ﷺ کو رسول اللہ تسلیم کر لیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہر قتل نے ابوسفیان کے جواب میں کہا تھا کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر بھی جھوٹ نہیں بولا، ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابو جہل جیسے الدائنہ خصام نے کہا تھا کہ محمد ﷺ انہیں تھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں، لیکن شہادت دہندہ کی ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا یا بقول ابوسفیان نہیں نکال سکتا، بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف اب کشتی کرنا اپنی ہمتی کرنا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے اس شہادت کو دشت و جبل میں آشکارا کیا۔ بیابان اور شہروں کے صبح اور قلب تک پہنچایا۔ اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے نعرہ سے فضائے ارض و سما کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل و دماغ کو شک و انکار اور تذبذب و گمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا۔ اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اٹھا ہے، جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجیب، کیا عربی، کیا شرقی، کیا غربی ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار در ہزار اور شمار در شمار بندوں کو ﴿وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ [الحج: 78] کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا اور اسود و احمر اور عبید و ملوک کو ﴿وَتَكُونُوا قُلُوبًا مبین

لِلّٰهِ شُهَدَآءٌ بِالْقِسْطِ ﴿۸﴾ [المائدہ: 8] کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔

شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد نہیں موجود ہو گئے ہیں، ملکوں اور قوموں، جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے۔ تب شاہد اس داوری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے: اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ عَنِّيْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا بَلَّغْتَ وَ اَذْبْتَ وَ نَصَحْتَ فَقَالَ بِاصْبِرْ يَرْفَعَهَا اِلَى السَّمَآءِ وَ يَنْكُثُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ ﴿۹﴾

پھر وہ پوچھتا ہے کہ لوگو، وہ تاحضی جہاں، رب زمین و زماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیوں کر ادا کیا ہے۔ تو آپ کیا بتائیں گے سب کے سب متفق اللفظ بول اٹھتے ہیں، اجی حضور نے تو جتنا کچھ فرمایا تھا اسے خوب ہی فرمایا۔ حضور ﷺ نے تبلیغ و تفہیم کا حق ادا کر دیا۔ حضور ﷺ نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کو کھوٹا کھراپن الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب اٹھتے شہادت اٹھاتا پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے پیچھے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے۔ الہی! میری شہادت کو سن لے، میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا، ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرمایا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہ عالم اس شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شاہد اور شہید فرما کر حضور ﷺ کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔ دوسری صفت حضور ﷺ کی

مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا

فرمائی گئی ہے۔ تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جائے۔ کسی نبی کی نسبت عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ نَبِيِّنَا الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ بِمُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی ﷺ کی شان میں مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا کے لفظ بھی ہیں اور بِمُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا بھی اور چوں کہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی ہے۔ اس لیے یہ اوصاف حضور ﷺ کے علوم مرتب نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ:

﴿بَانَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾ [اب: 47]

”مومنین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِحٰكِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

”ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ اللہ کے فرمودہ میں تبدیلی نہیں ہے۔ یہ بشارت

بہترین کا سیلابی ہے۔“ [یونس: 64]

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ قَبَسْرٌ عِبَادِهِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ﴾ [الزمر: 17-18]

”ان بندوں کو بشارت سنا دے جو بات سنتے ہیں اور پھر سب سے اچھے طریقہ پر چلتے ہیں۔“
یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں اور انہی کے لیے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔
”انذار“ کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے۔
انذار کے معنی تو یہ ہیں آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔

انبیاء ﷺ اپنی اپنی امت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور برے انجام اور برے نتیجے کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے، خدا ترسی اور رحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوع انسانی اور حب جنس سے اشاعت پاتی ہے۔ نبی ﷺ کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا پورا درجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور کا خاصہ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پروانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔ ①

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ

نبی ﷺ نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ﷺ کی ہی کا حصہ ہے۔

① اس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو، جس پر سے نَبَا لَ قَهْرٍ وَ نَبَا لَ غَالِبٍ کی آواز سے عرب کو حضور ﷺ نے بلایا تھا۔
② اس خلوت کدہ کا خیال کرو، جہاں مکہ سے دور اور دامن گوہ کے سایہ میں ابرار تم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دینی جاتی تھی۔
③ کوہ طائف کا واقعہ یاد کرو، جہاں حضور ﷺ کا خون جسم سے بہ رہا تھا، جو تے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔
④ عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو، جہاں نبی ﷺ یَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگ دل ابولہب حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہا اور حضور ﷺ کو یوانہ بتا رہا ہے۔ ⑤
⑤ مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھائی عقبہ کا تصور کرو، تاریکی چھا گئی ہے، بے پناہ مسافر پر خطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے، مگر راستہ کی صعوبت اور خطرات راہ کے تصور سے یثرب کے قافلہ کو اسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نور عالم ﷺ کی تاریکی میں ایک دہنا اس لیے گام فرسا ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔

⑥ کوہ صمیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ، چالاک دشمن نے حضور ﷺ کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضور ﷺ کو گستاخانہ لہجہ اور منکبرانہ انداز سے جگایا ہے۔ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا؟ حضور ﷺ انہاس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے۔ اسے وہی..... مبارک نام سناتے ہیں، جو غافل انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اٹھا دیتا، جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

⑦ راہ ہجرت کی سیر کرو، سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے، خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دواؤں گزر رہے ہیں جنہوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے۔ حضور ﷺ کے ہم رکاب دو مخلص اور ایک وفادار ہے کینہ دوز دشمن کے تعاقب کا ہر لمحہ خطر و لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور ہروؤں کو تیز گامی سے لیے جا رہا ہے۔ پھر بھی نبی ﷺ دعوت الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔

① مسلم: 5954-5958، ترمذی: 2874، مسند احمد: 392/2، کنز العمال: 31920 ② مسند امام احمد: 493/3، مجمع الزوائد: 21/6، دلائل البیہ: 5/380، بیہقی:

ام معبد الخزامیہ، سراقہ بن مالک المدنی اور بریدہ بن الحصیب سلمیٰ اور اسکے ستر (70) ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس خشک بیابان ہی میں آب حیات پیا، اور چشمہ زندگی حاصل کیا ہے۔

8) آٹھ (8) یوم کی شب روزی تک دو دو کے بعد اللہ کا رسول تباہ ہو گیا ہے۔ صبر آزما ستر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے مگر حضور ﷺ اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں، جہاں سے حسی علی الصلوٰۃ اور حسی علی الفلاح کی صد ہر صبح و مساپہاڑیوں سے مگراتی، غافلوں کو جگاتی، شائقوں کو بلاتی، آج تک اس داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

9) حضور ﷺ تباہی سے مدینہ کو جاتے ہیں، اہل مدینہ زن و مرد، پیر و جوان، یہود و نصاریٰ، صابی و ترسا بھی اہل ایمان کی طرح ہمراہ چشم اور ہمت شوق بن رہے ہیں۔ راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ٹھہر جاتا ہے۔ نبی سلیم کے قلوب سلیم کو تقویٰ کے رنگ سے رنگین بناتا، رضوان ربانیہ کی نوید سے شاد کام فرماتا ہے۔

10) مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس و خزرج کا ہر شخص دل و دپدہ کو حضور ﷺ کے فرش راہ بنائے۔ بانی وائیں، پائی وائیں عرض کر رہا ہے، مگر حضور ﷺ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں، کوچہ میں صاف زمین پر اس کے قریب جا بیٹھتے ہیں۔ وہ ناک چڑھاتا، تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے: محمد ﷺ اہل تم نے گرد سے اور تمہاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔

نبی کریم ﷺ پنس پڑے اور آیات قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اہتمام فرماتے ہیں۔
11) ربیع بنت معوذہ کی ایک شب کی بیاہی ہوئی دہن کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حریبہ اشعار خنزیہ لہجہ میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

12) سستی ہوئی جان تو زتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں، اس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے بچہ ابراہیم کی لاش پر بیٹھتے ہیں، اس وقت بھی حاضرین کو خط اور رضا الہیہ کے معانی سمجھاتے، استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

13) آخری مرض ہے، گیارہ (11) دن کے چپ شدید اور دوسرے میں ذرا تخفیف ہوئی ہے۔ ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا، مگر دعوت الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے۔ سر پر پٹی باندھے ہوئے عباس رضی اللہ عنہما علی بنی النبی کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ منبر پر کھڑا نہ ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے، اس کے زیریں زینہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت و مواظبہ مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

14) آخری دن ہے، سفر آخرت میں صرف پانچ (5) گھنٹہ کا وقفہ رہ گیا ہے۔ مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں، نبی ﷺ ضعف اور شدت درد سر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پتھوں سے نرم بنایا گیا ہے۔ لیٹے ہیں، دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور ﷺ کے قلب پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرہ مبارک کے درمیان جو پردہ بڑا ہوا تھا اسے ہٹاتے ہیں، تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک اللہ کی عبادت کے لیے سینکڑوں مسلمانوں کے یک دل و یک جہت و یک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا۔ اب پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

15) آخری گھڑی ہے، بیوی، بیٹی، نواسی، نواسے اس تنگ حجرہ میں جمع ہیں، جس کے اندر دس (10) سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور ترجمہ بر عباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ و ماملکت ایمانکم نماز، نماز اور لوٹدی غلام کے حقوق۔

16) آخری سانس ہے۔ دیدہ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے، اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے چشم حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔ ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو اس لیے ذاعبّاس اَلّٰی اللّٰہِ بِاَذْنِہِ کا خطاب نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے خداوند کریم نے حضور ﷺ کو اس صفت سے معرف فرمایا ہے۔

سِرَاجًا مُنِیْرًا

سورہ فرقان اور سورہ نوح میں آفتاب کو سِرَاجًا اور سورہ دنیا میں ﴿سِرَاجًا وَّهَاجًا﴾ [78: النساء: 13] فرمایا ہے، ﴿سِرَاجًا مُنِیْرًا﴾ [33: الاحزاب: 46] مگر ایسا لفظ جس کا استعمال ذات پاک نبوی ﷺ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔ نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے، کیوں کہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلہ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے،

یہاں کون و فساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے، اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب رب کریم عالم روحانی کے نیر اعظم کو اپنے نور ﷺ میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو سِرَاجًا مُنِیْرًا کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیارگان سماء نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی۔ (ﷺ)

آفتاب رات کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر و شرک کو محو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی ہے، انھیں چھپاتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہین ثابت ہوتی ہے۔ آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے۔ سراج منیر ﷺ کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرہ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے، لیکن اسی سراج منیر ﷺ نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی، کفر و شرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیرے، رواج کی گھٹا، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے اللہ کی نورانی تعلیم سے دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود اَصْحَابِیْ كَمَا لَسَجُوْمٌ بِاَبْیَہِمُ اَقْتَدٰیہُمْ اِهْتَدٰیہُمْ ثابت

1) ابوداؤد: 5156، مسند احمد: 290/6، کنز العمال: 2165، بخاری: 6297، مسلم: 6509، 6348، 4463، قرآن مجید کو بھی "نور" کہا گیا ہے۔

ہوئے۔ [۱] وہ جو حمایت سے راہ و راہنما گم کردہ تھے۔ اب خود مختار راہ بنے۔
 بعض شہرہ چشم (چمگاؤڑ) آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض یوم طبع (الو) رات کی تاریکی ہی میں پروبال کھولتے
 ہیں۔ یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاب نہیں لاسکتے اور ضواء رسالت سے مستغیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس
 سراج ربانی پر پروانہ وار شمار ہونا ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَيِّدِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

<http://mujahid.xtgem.com>

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانبیاء: 107]

اس آیت مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا، قرآن مجید کو دیکھنا چاہیے کہ لِّلْعَالَمِينَ کا لفظ کن کن اشیاء یا اشخاص کے متعلق آیا ہے؟ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا:

- ① ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانعام: 90]
- ② ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [یوسف: 104-105]
- ③ ﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [القصص: 52]
- ④ ﴿ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانبیاء: 71]
- ⑤ ﴿ اَوَّلُ بَيْتٍ وَّضِعَ لِّلنَّاسِ لِّلَّذِي بَدَعْنَا مَبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [آل عمران: 96]
- ⑥ ﴿ فَانجَيْنَاهُ وَاَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَّجَعَلْنَاهَا اٰیَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [العنکبوت: 15]
- ⑦ ﴿ وَجَعَلْنَاهَا وَاٰبِنَهَا اٰیَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانبیاء: 91]
- ⑧ ﴿ اِنْ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الرعد: 22]

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر 1, 2, 3 میں قرآن مجید کو ”ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ“ فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں کلام نہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، جو جملہ عالمین کے لیے ”ذکر“ ہے۔

نبی ﷺ کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ ”مَذْكُور“ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قَدْ ذُكِّرْنَا مِمَّا اَنْتَ مَذْكُورٌ ﴾ [الغاشیہ: 21]

آیت نمبر 4, 5 میں اللہ تعالیٰ نے لفظ برکت کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر 4 بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر 5 ”بیت الحرام“ کے لیے۔ مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب و احترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الہی میں ان کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چونکہ لفظ برکت ہر دو کے لفظ کے لیے مشترک ہے اور لفظ ھُدًى بیت الحرام کے لیے خاص ہے اور زائد ہے، اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 6, 7, 8 میں لفظ آیت کے استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔

آیت نمبر 6 میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو یا اہل کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر 7 میں حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر 8 میں نوع انسانی کی مختلف زبانوں اور تلوں رنگوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے۔

اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ صرف قرآن مجید ہے۔

مِيزَانُكَ لِلْعَالَمِينَ بيت المقدس وبيت الحرام ہیں۔
 آیاتٌ لِلْعَالَمِينَ اصحاب نوح اور کشتی نوح اور حضرت مریم علیہا السلام و حضرت ابن مریم علیہ السلام اور
 اقوام عالم کا اختلاف الوان اور تباہی السنہ ہیں۔

اور لفظ ”رحمت“ ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم
 دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الاعراف: 156] ”میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے“

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔
 یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ”رحمۃ للعالمین“ وہی وجود مزی کی ٹھہرے گا۔

جس نے اہل عالم، بلکہ عالم در عالم کی بہبود و سود، رفاہ و فلاح، خیر و صلاح، عروج و ارتقا، صفا و بہا کے لیے بلا شائبہ غرض اور
 بلا آمیزش طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

- جس نے بندوں کو اللہ سے ملا دیا ہو۔
- جس نے الہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو،
- جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو۔
- جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔
- جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسانی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر
 درجہ، ہر پایا اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔
- جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، چکنوکی و مک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی
 طراوت، میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔
- جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنیوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو خوانی سکھائی ہو۔
- جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں۔
- جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے ہوں۔
- جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا درد مند بنایا ہو۔
- جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند بنایا ہو۔
- وہ غریب کا محبت مسکین کا ساتھی
- شاہوں کا تاج آقاؤں کا آقا
- غلاموں کا محسن یتیموں کا سہارا
- بے آسروں کا آسرا بے خانمانوں کا ماوی

- درد مندوں کی دوا
- مساوات کا حامی
- محبت کا جوہری
- صدق کا منبع
- خاکساری کا نمونہ
- اولین انسان
- چارہ گروں کا درو مند
- اخوت کا بانی
- اخلاص کا مشتری
- صبر کا معدن
- رحمت ربانی کا پتلا
- آخریں رسول ﷺ

اگر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے لقب سے ملقب نہ ہو تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا؟
ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباہی دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

- ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے، جو یہودیوں کی طرح نذرو منت کی قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطے ضروری نہیں ٹھہراتا۔
- جو کیتھولکوں (Catholic) کی طرح آسمان کی سنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔
- جو، روح کی سرگ پانزگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔
- جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرائض نہیں ٹھہراتا۔
- جو نسل واحد کے افراد ہی کو اللہ کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔
- جو یہودیوں، عیسائیوں، زرتشتیوں، برہمنوں، جینیوں اور لامادوں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت و افضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو بندہ کو اللہ کی حضوری تک لے جاتا ہے اور اسے ﴿اُدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن 60] کی قدسی آواز سے آشا بناتا ہے اور خداوند کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخ نہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جس کے دربار میں:

عداس نینوائی <small>رحمۃ اللعالمین</small>	بلال حبشی <small>رحمۃ اللعالمین</small>	سلمان فارسی <small>رحمۃ اللعالمین</small>
صہیب رومی <small>رحمۃ اللعالمین</small>	ضداد زوی <small>رحمۃ اللعالمین</small>	طفیل دوسی <small>رحمۃ اللعالمین</small>
ذوالکلاع حمیری <small>رحمۃ اللعالمین</small>	عدی طائی <small>رحمۃ اللعالمین</small>	اثامہ نجدی <small>رحمۃ اللعالمین</small>
ابوسفیان اموی <small>رحمۃ اللعالمین</small>	ابوذر غفاری <small>رحمۃ اللعالمین</small>	ابوعامر اشعری <small>رحمۃ اللعالمین</small>
کرزفہری <small>رحمۃ اللعالمین</small>	ابوحارث مصطلقی <small>رحمۃ اللعالمین</small>	سراقہ مدنی <small>رحمۃ اللعالمین</small>

پہلو پہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں، اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؟
یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق و کالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامن دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ لوہی ہے، جس کے دربار میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے حجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ جو عزت کلیدائے روما کے مسند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ اسی کے دربار میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے، نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم رضی اللہ عنہم تک مشتمی ہوتا ہے۔ قومی وجاہت پر نظر کرو تو یہودان بنو قریظہ بنو قریظہ بنو نضیر وخیبر و فدک کا بچہ بچہ انھیں خیرنا و ابن خیرنا کہہ کر یاد کرتا ہے۔ فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو کہ ربیع بن اور احبار تک سیدنا و ابن سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔

یہی بزرگوار دربار محمدی ﷺ کے صف فعال میں جاگزیں ہے۔ اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہا ہے

ع تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ ابن انس رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ صحف انبیاء کا عالم ہے۔ شام اور یورپ و ظلم کے متواتر سفر کر چکا ہے تو راقی و انجیل کو قدیم زمانوں میں پڑھا ہے۔ دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربار جوش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے۔ عیسائی ان حجاز کا گویا سب سے بڑا شب یہی ہے۔ اب وہی ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

اسی دربار میں سلمان رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔ فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا جو زرتشتی مذہب کو چھوڑ کر کاشی عیسائی بنا، پھر اطمینان قلب نہ پا کر وین حقہ کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا۔ اب تو دل و جان کو حضور ﷺ کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے۔ کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرمادیتے ہیں، سلمان بن اسلام بن اسلام بن سعید بن مرثدہ اس طرح ستر (70) بار کہتے چلے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ احد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے ازدیاد و غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے، لیکن رحمت عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے، وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات و عزنی کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اسی دربار میں شاہ جہش کا عمریض پیش ہو رہا ہے، جو سلطنت چھوڑنے اور حاضر خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواست گار ہے۔ اسی دربار میں ذوالحجاء بن ذوالحجاء موجود ہے جو گھریار، اہل و عیال چھوڑ کر آیا ہے۔ کبیل کا تہبند کبیل کا کرتہ جس پر بول کے کانٹوں سے بچہ گری کی ہے، زریب تن ہے۔ فرط شوق اور جوش انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ وہی ہے جو یہودیوں جیسی مخدول و متہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

① اِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ اُمَّةٌ مَّعَ الْمُؤْمِنِيْنَ

یہود بھی مسلمانوں کی طرف ایک قوم سمجھی جائے گی۔

② وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرُ عَلٰی مَنْ حَارَبَ

جو کوئی ان سے لڑے، مسلمان ان کو مدد دیں گے۔

③ أَنْ بَيْنَهُمُ النَّصْحُ وَالنَّصِيحَةُ وَالْبِرُّ ذَوْنُ الْإِنِّمِ
مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی نیکی کے ہوں گے۔

④ وَإِنْ بَطَّانَةٌ يَهُودٍ كَانَتْ فِيهِمْ
یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔

⑤ وَأَنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ ۝
مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔

رحمت للعالمین ﷺ ہی ہے، جو خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

① لِنَجْرَانَ جَوَارِ اللَّهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَعَائِلِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَعَشِيرَتِهِمْ وَتَبِعِهِمْ.

اہل نجران کو اللہ عزوجل کی حفاظت اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری حاصل ہوگی۔ ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کی پیرہا اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔

② وَأَنْ لَا يُغَيَّرُ وَالْمَا كَانُوا عَلَيْهِ. "ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔"

③ وَلَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ. "ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدل نہ جائے گا۔"

④ وَلَا يُغَيَّرُ كَلِمَةً تَحْتِ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ ۝ اور جو کچھ تمہارا ہے ان کے ہاتھ میں ہے، اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔
رحمت للعالمین ﷺ ہی ہے جو کافروں کو بھی بد آواز بلند سنا تا ہے:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ "تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

رحمت للعالمین ﷺ ہی ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 256]

"دین کے معاملہ میں کسی پر بوجھ نہیں ہے۔ تحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔"
پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے۔

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ﴾ [النور: 54]

رسول کا کام لوگوں کو احکام الہی کا سنا دینا ہے اور بس۔

رحمت للعالمین ﷺ ہی ہے جو تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

﴿لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخَرِّجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [المستحجنہ: 8]

"اللہ تم کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ اللہ تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے،

لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انہوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے یہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اسی طرح تعلیم دیتا ہے:

﴿ اِذْقِعْ بِاللَّيْلِ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴾ [مجموعہ: 34]

”بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔ پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے، وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے یہی ہے جو اخوت و محبت کا نام نعمت الہی رکھتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿ فَاصْبِرْ صَبْرًا صَابِرًا بِرَبِّكَ يَا اَخِي ﴾ [آل عمران: 103] ”اور تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ہو۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے یہی ہے جو معاملات انصاف میں عداوت و نفرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص

انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا فَاِنَّ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدہ: 8]

”کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمہیں انصاف نہ کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے، انصاف ہی کرو۔ یہی حق شناسی سے

قریب تر ہے اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔“

فرمایا:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَلُّوْا عَلٰى الصُّلْحِ الْاِحْرَامِ اَنْ تَعْدِلُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلٰى الْاِيْمَانِ وَالتَّقْوٰى

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْاِيْمَانِ وَالتَّقْوٰى وَالْعَدُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ [المائدہ: 2]

”قوم کی یہ مخالفت کہ انہوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو، تم تو

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ان کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو، اللہ سے ڈرتے رہو۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے یہی ہے، جو شہادت واقعہ کے بعد لوگوں کو اسی طرح تیار کرتا ہے:

﴿ يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ﴾ [المائدہ: 8]

”اے ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔“

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے، اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی ہے۔

﴿ يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوْ الْوَالِدِيْنَ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ

يَكُنْ عَنِيْٓنَا اَوْ قَعِيْرًا قَالَهُ اَوْلٰىۤىۤ بِهِمَاۤ فَاَلَا تَتَّبِعُوْنَ اَللّٰهُ اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلُوْا اَوْ تَعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [النساء: 135]

”اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ خواہ تمہاری گواہی

خود تمہارے خلاف یا تمہارے والدین کے خلاف یا اقرباء کے خلاف ہو (امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے

خیالات تمہیں آتے ہوں) مگر یہ یاد رکھو کہ اللہ ان دونوں سے بڑھ کر ہے۔ دیکھو ایسا نہ کرنا کہ سچی شہادت سے عدولی

کر دیا دبی زبان سے کوئی بات کہو گواہی سے ٹل ہی جاؤ۔ یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔“

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے، جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْفُرُونَ﴾ [الروم: 21]

”اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس کا بنا دیا تاکہ تم ان سے تسلی پاؤ، پھر

تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا۔ سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے، جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا، بلکہ یوں خبر دی۔

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ﴾ [الزخرف: 70]

”تم اور تمہاری بیویاں شادی و نشاط اور نعمت و شادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے

﴿وَالهِنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ﴾ [البقرہ: 228]

”عورتوں کے حق شوہروں پر دیئے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔“

پھر فوقیت (Seniority) کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے۔

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء: 34]

”مرد غالب ہیں، عورتوں پر بہ وجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔“

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدہ: 32]

”اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے دغور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، در ماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحم دل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو

سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا۔ اب اصول بالا پر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو سنو۔

﴿ اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ ظِلْمًا وَأَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ وَلَا دَفْعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهْدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدٌ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۝ [الحج: 39-40]

”جن مسلمانوں سے قتال ہوا، ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم تھے اور اللہ ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں۔ صرف اس لیے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ (یہ اجازت دے کہ) بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معبد، پارسیوں کے مندر مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے) ضرور گرانی جاتیں۔“

﴿ وَمَالِكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۝ [النساء: 75]

”تم اللہ کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ بارالہ، ہم کو اس ہستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔“

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے تو نہ ملک گیری کے لیے، نہ ہوس ٹھکرانی کے لیے، بلکہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے سچے سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا۔ نہ گوارا کا خوف دلا کر کلمہ اسلام پڑھوانے کے لیے، بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، ترساؤں کے معابد کو حفاظت و حمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا، جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ اللعالمین ﷺ یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں، جن سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَسَبِّحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ ۝ [الزمر: 2]

”یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔“

جنگ میں اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے، لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے۔

﴿ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ ۝ [النساء: 90]

”جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔“

﴿ اَوْجَاءٌ وَّكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ اَنْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ﴾ [النساء: 90]

”یا وہ جو حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے۔“
تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا۔

﴿ فَاِنْ اَعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَالْقَوَا اِلَيْكُمْ السَّلَامُ فَمَا جَعَلَ اللهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾ [النساء: 90]

”پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب اللہ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔“
خیال کرو یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بچھریا کرانے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہدہ قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو ان سے مسلمانوں کا تعلق ﴿ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ﴾ [النساء: 90] ہی کا نہ ہوتا، بلکہ وہ تو ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ [التوبہ: 11] کے درجے میں ہوتے۔

پھر اس معاہدہ قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا جو مسلمانوں سے یہ عہد کر لے کہ وہ نیوٹرل (Neutral) (غیر جانب دار) رہے گا۔
نہ مسلمانوں کا طرف دار ہوگا، نہ ان کے مخالفین کا۔ دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا ہے جبر قبول کرانا ہوتا تو ان غیر مذہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

ہاں! رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جو انسانوں کو اخلاق فاضلہ اور فضائل محمودہ اور محاسن جمیلہ اور صفات کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔
ماں باپ کی بابت سکھایا:

﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلَىٰ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِیْ صَغِيْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: 24]

”ان کے لیے نرمی والے بازوؤں کو زمین پر بچھا دے اور دعا بھی کیا کر کہ اے رب کریم! ان پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔“

اس حکم میں فرما نہر داری، اطاعت و خدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اس طرح ہر انسان اللہ کے رحم کا محتاج ہے۔
قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

﴿ وَكَيْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تَتُحِبُوْنَ اَنْ يُغْفَرَ اللهُ لَكُمْ ﴾ [النور: 22]

”چاہیے کہ تم معافی دیا کرو اور درگزر کیا کرو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔“

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے، اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا۔ گویا یہ اصول بتایا۔ معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔

زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْآٰئِهٖٓ، كَانَ فَاِحِشَةً وَّ سَاءَ مَسِيْلًا ﴾ [الاسراء: 32]

”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو بے حیائی اور برار استہ ہے۔“

برے راستہ کے لفظ پر غور کرنا چاہیے۔

ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو مگر اسے غور کرنا چاہیے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گزرتا لیکن کیا اسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اسکی بیٹی، بہو غیر کے بستر پر جائے۔ اس کی غیرت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا راستہ بنا رہا ہے؟ یہ راستہ سب سے پہلے اس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا۔ شراب کو ”رجس“ اور ”عمل شیطان“ اور بنائے عداوت و سبب بغض و سرمایہ غفلت اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ بنایا۔ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹھی۔ جب بزرگوار Saint Pal کی ہدایت کے پابند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے۔ جب ایران شراب کے پیالہ کو جام جم سمجھتا تھا۔ جب ہندوستان دیوتاؤں اور شٹھاکروں کے تقرب کے لیے اس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا۔ جب بہت سے مراسم دینی و دنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ جب عرب کے کسی شاعر و زبان آور کا کام اس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو (1300) برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا۔ لیکن یورپ کی جنگ عظیم (14-1918ء) نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا۔ شاہ برطانیہ جارج پنجم نے ترک سے نوشی میں اول قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا۔ پھر روس و انگلستان و فرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ فی الواقع ترک شراب ایک رحمت ہے۔

اور جس وجود پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلہ کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیث پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جاسکتے ہیں

قارئین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے، یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم و غیر مسلم ہر دو مساوی طور پر ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شائستگی کے وجود کی بقائی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی ﷺ فی الواقع رحمۃ للعالمین ﷺ تھے۔

البتہ اہل اسلام کے ساتھ نبی ﷺ کو التفات خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتاب حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ اس لیے رب العالمین نے حضور ﷺ کی صفت میں فرمایا۔

﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [النور: 128]

دیکھو رحمت کے ساتھ یہاں رافت کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو نبی ﷺ کی رحمت و رافت سے استفادہ کرتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ
سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

حُبُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غزلیات و ابیات کے شید الفظ ”عشق“ کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ [1]

قاموس میں ہے: **الْحُبُّونُ قُنُونٌ وَالْعُشْقُ مَنْ قَنِتْهُ يَسْتَجْلِبُهُ الْمَرْءُ عَلَى نَفْسِهِ بِإِسْتِحْسَانِ بَعْضِ الصُّوَرِ وَالشَّمْسَانِلِ** یعنی جنون کی بہت سے اقسام میں سے عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

پس جب عشق کے معنی قسے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ اللہ اور رسول ﷺ کے کلام پاک میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بیشک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میاں سمجھ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایاں ہو معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب محبوب ہی ہے، خواہ کوئی محبت پیدا ہو یا نہ ہو مگر معشوق معشوق نہیں جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل ”میلی را بہ چشم جنون باید دید“ کے واضح نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار المحبوب کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمرات محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کار فرما تھی۔ حدیث شریف **الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ** الخ کی اسی معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع و دائمی ہوگا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میاں ہوگا۔

﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرة: 165]

”مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کیا کرتے ہیں مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں اللہ کے ساتھ

[1] ولا يحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ العشق في الحديث صحيح البتة زاد المعاد ج 2 ص 96 واضح ہو کہ حدیث من عشق فلعف فمات فهو شهيد او حدیث من عشق و كتم وعف و صبرا الخ ہر دو صحیح ہیں۔ ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا راوی صرف سید بن سعید ہے۔ اور ان حدیث نے اس کی آہستہ تحت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی ﷺ کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے وجود باوجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلوب کو ایمان، فواد کو ایقان، روح کو راحت اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو خس و خاشاک علاقے سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رک گیا تھا پھر فوارہ و اراسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جمیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقاء کو تخت ارتقا پر بٹھاتی ہے۔

محبت ہی ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ۝

ہر شخص کا شراں کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں اس لیے نہیں کہ انہیں اس کی جا کد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جو و سخا سے محبت ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص نوشیروان عادل سے محبت رکھتے ہیں نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظالم میں وادری یا کسی دعویٰ میں ڈگری اس کی وادری گاؤں سے ملی ہو بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل اور داد کو محمود سمجھتے ہیں۔

سینکڑوں اشخاص رستم و اسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سنا کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ صفت مردانگی و شجاعت سے ان کو محبت ہوتی ہے۔

بیسویں اشخاص سقراط و افلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے خود قدر دان ہوتے ہیں۔

بیسویں اشخاص شیکسپیر (William Shakespeare)، ہومر (Homer)، فرودسی و سعدی، لیبیدو، متنی، یاس اور دالمیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام تر قوت گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کو جو اس فن میں تکلم کرے پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزکی کی محبت کا مذکور ہے اس کی شان بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو۔

ایک آدم علیہ السلام انابت الی اللہ کا راز آشکارا کرنے والا

ایک اور لیس علیہ السلام علوم اولین و آخرین کا درس دینے والا

ایک نوح علیہ السلام اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والا

ایک ابراہیم علیہ السلام گنہگاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا

ایک اسماعیل علیہ السلام	بیت اللہ کو معظم شہر آنے والا
ایک یعقوب علیہ السلام	رب قادر سے عہد باندھنے والا
ایک یوسف علیہ السلام	بدخواہ اور بداندیش پر رحم کرنے والا
ایک موسیٰ علیہ السلام	قوم کو برگزیدہ بنانے والا
ایک ہارون علیہ السلام	امام فصیح
ایک یحییٰ علیہ السلام	مبلغ متواضع
ایک داؤد علیہ السلام	قوم کو اجتماعی قوت دینے والا
ایک سلیمان علیہ السلام	اللہ کے لیے پاک گھر بنانے والا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِ اِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ

ہاں! وہ جس کے منہ میں اللہ کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی۔

ہاں! وہ جسے عیسیٰ علیہ السلام نے روح الحق بتایا۔

ہاں! وہ جس کی بیعت و جلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔

ہاں! وہ جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

وہ جس کی حمد سے حقوق علیہ السلام نے عالم کو پر آوازہ کیا۔

وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملا کی علیہ السلام نے اللہ کے گھر کو جلال دیا۔

وہ جس کے لباس اور ران پر ”شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوندوں کا خداوند“ لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا۔

وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحب بصر، صاحب دل!

ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ، ایسے محمد ﷺ پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا؟ اور اس فدا ہونے والے کو اپنے لیے غایت

شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہیں سمجھے گا۔

یاد رکھو کہ آیت ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنَّ اَبَاءُكُمْ وَ اَبْنَاؤُكُمْ وَ اَخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيرَتُكُمْ وَ اَمْوَالٌ اِقْتَرَفْتُمُوهَا وَ يَجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسَاكِينٌ تَرْضَوْنَهَا اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ﴾ [التوبہ: 24]

”سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، زن و شوہر، قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے وہ سب زیادہ پیارے ہیں اللہ اور رسول سے

اور راجح میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ اللہ تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔“
اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلمہ ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو ﴿ فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴾ [الروم: 30] کا مالک ہے ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نفی نہیں کی بلکہ تفریق درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے ع

گر فرق مراتب نہ کئی زندگی !

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ عنہما میں کھولا گیا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاٰلِدَيْهِ وَوَالِدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ [1]

”کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اسے رسول اللہ کے ساتھ ماں باپ اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔“

صحیح مسلم میں ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِيهِ وَوَالِدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ [2]

”کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کو اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔“

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب بن نبی حضور ﷺ کے وہ صفات عالیہ اور فضائل موحکاثرہ اور محاسن جمیلہ اور نعوت رفیعہ جنہوں نے حضور ﷺ کو حبیب اللہ اور محبوب خالق اللہ بنا دیا ہے۔ ثبات و استقرار رکھتے اور دوام و بقا سے مستمکن ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور شرف افعال کے اول چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفات عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

جو دو سخا کا بیان

[1] جنگ حنین میں چھ ہزار (6000) قیدی، جو بیس ہزار (24000) اونٹ، چار ہزار (4000) بکریاں، چار ہزار (4000) اوقیہ [3] (چھٹا تک) چاندی قیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ اس طرح واپس گئے۔

[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا وَلَا أَوْصِي بِشَيْءٍ [4]

”نبی ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی شے کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔“

[3] معنی بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا، فرمایا: بیٹھو، اللہ دے گا، پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا

[1] بخاری: 13، 14، 15، مسلم: 169، نسائی: 5031، ابن ماجہ: 66 [2] بخاری: 15، مسلم: 168، نسائی: 5029، 5028، ابن ماجہ: 67

[3] ایک اوقیہ میں چالیس (40) درہم ہوتے ہیں۔ (اسلامی اوزان ص: 84) [4] ابوداؤد: 2863، بیہقی: 2695، ترمذی: 215، اشعاشع المعتمدی: 406

آیا۔ حضور ﷺ نے سب کو بٹھالیا۔ حضور ﷺ کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا۔ مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا۔ رات ہوئی تو حضور ﷺ نے وہ چاندی اپنے سر ہانے رکھ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی۔ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: حضور ﷺ کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں۔ انھوں نے پوچھا: تب کوئی خاص حکم اللہ کا آیا ہے؟ جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔؟ اس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا: یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آ جائے۔ [1]

[4] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ دِينًا فَعَلَيْهِ وَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلْيُورَثْهِ۔ [2]

”جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا، میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مرے گا اسے اس کے وارث سنبھال لیں گے۔“

[5] جابر بن عبد اللہ صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا سَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا [3]

”نبی کریم ﷺ سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور نے ”لا“ (نہیں) فرمایا ہو۔“

اس حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے:

زفت لا پہ زبان مبارکش ہرگز مگر بِأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو، عبادت ہو جائے گا کہ نبی ﷺ فی الحقیقت أَحْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ (نیکیوں

میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

عدل و انصاف کا بیان

[1] نبی ﷺ کی اس صفت کا اعتراف اعدا بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعثت سے چھتر بھی لوگ اپنے

مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔ [4]

[2] حجر اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہو گیا تھا، اس کا ذکر ”رحمۃ للعالمین“ جلد اول میں موجود ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ

قرار داد یہ تھی، جو کوئی شخص اب سب سے پہلے کعبہ میں آئے وہی حکم قرار پائے۔ نبی ﷺ آٹکے، تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی کوئی حد نہ

تھی اور خوش ہو ہو کر پکارتے تھے:

هَذَا مُحَمَّدٌ هَذَا الْأَمِينُ قَدْ رَضِينَا بِهِ۔ [5]

”لو، محمد ﷺ آ گئے، ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔“

[1] ترمذی: 2090، ابوداؤد: 3343، نسائی: 1962، صحیح: 330/3 [2] بخاری: 6034، مسلم: 2311

[3] اعلام النبوة: ص 155

[4] سیرت ابن ہشام: 129/1، مستدرک حاکم: 458/1

[5] شفاء: 95

تین انصاف ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سننے سے پیشتر ہی ہر مخالف اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

③ فاطمہ نامی مکہ کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت محبت کیا کرتے تھے بھولے پن سے اس کی سفارش کر دی ناخوش ہو گئے اور فرمایا کہ تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو دیکھو اگر میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔ ④

نجدت و شجاعت کا بیان

نجدت اس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتدالی انفس قائم رہے۔ شجاعت قوت غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو اقتیاد عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے منہی مشاہدات موجود ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا، وہی فرماتے ہیں:

إِنَّا كُنْنَا إِذَا حَمَى الْبِئْسُ وَأَحْمَسَتِ الْحَدَقُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَا يَكُونُ أَحَدًا أَقْرَبَنَا إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ ②

”جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے تھے۔“

① جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے ورہ میں پینڈہ کرتیوں کا ایسا پینڈہ برسا یا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ ہزار (12000) فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

قَالَ نَعَمْ لَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَهْرُثْكُمْ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتَهُ عَلَى بَعْلَيْهِ الْبَيْضَاءِ وَ أَبُو سُفْيَانَ أَحَدًا يَلْجَأُ مَهَا وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ ③

تو براء نے کہا: ہاں! مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر بھی نہ بھاگے میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید فخر پر چڑھے ہوئے ہیں۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ نے لگام پکڑ رکھی ہے اور آپ فرما رہے ہیں انا النبى لا كذب۔

فخر پر سوار ہونا ہی ثبات و استقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے۔ سفید فخر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے، ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو زراعی گردوغبار میں چھپ جائے۔ فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ

ہزار (12000) فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہ قمل ہی کا کام ہے۔ ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ و عداوت کا موجب تھا صرف قمر نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ نور پاشی ہے۔

اس واقعہ کے متعلق عباس رضی اللہ عنہ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے۔

وَلَى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُرِكِّصُ بَعْلَانَهُ نَحْوَ الْكُفَّارِ وَأَنَا أَخُذُ لِبِجَامِهَا أَكْفَهَا إِزَادَةَ أَنْ لَا تَسْرِعَ وَ أَبُو سُفْيَانَ أَخَذَ بِرِجَامِهَا ④

① بخاری: 3475، مسلم: 1688، ابوداؤد: 4373، ترمذی: 1430، ابن ماجہ: 2547، دارقطنی: 2302، احمد: 62/2، ② مسلم: 4616، اسد الغابہ: 138/1

③ بخاری: 4317، مسلم: 4615، ④ 4616، بخاری: 4315، مسلم: 4616، 4612

مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اس وقت نبی ﷺ خچر کو ایز لگانے اور دشمن کی جانب بڑھانے لگے۔ میں نے لگام اور ابوسفیان نے رکاب پکڑ لی۔ اس ارادہ سے کہ حضور ﷺ کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔

صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں۔

نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْلَتَهُ ①

نبی ﷺ اپنے خچر سے اتر پڑے۔

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار (12000) فوج بھاگ رہی ہے، حضور ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے کو لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضور ﷺ پیادہ ہو کر آگے بڑھنے کو ہیں۔

③ صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے، مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا لوگ سمجھے چھا پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب کو چلے۔ آگے چلے تو انھیں نبی ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ گھوڑے پر سوار اور تلوار حائل کیے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرما رہے تھے: لَمْ تَزَاغُوا لَمْ تَزَاغُوا۔ ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔ ②

④ قارئین کو بیعت الحقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہوگا کہ شب تاریک اور منزل پر خطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا اور نبی ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی راہ گم کردہ ضلالت کو ہدایت فرما سکیں۔

⑤ تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خوزیری وسفا کی ہی حکومت تھی۔ ہر ایک مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا، کسری و قیصر و جوش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم و غضب کی پروا نہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان

مسکت و تواضع نبی ﷺ کی صفت لازم تھی، تواضع ہی تھی کہ خچر اور حمار پر سواری فرماتے۔ دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے۔ مسکینوں، غریبوں کی عیادت فرماتے، فقراء کے برابر جا بیٹھتے، صحابہ کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے۔ اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے نہ کوئی امتیازی نشان بناتے، غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ بازار سے سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے۔ اپنے جانور کو خود چارہ ڈالتے، اونٹ کی زانو بندی کر دیتے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ ہی سے کیا کرتے تھے۔ جب ہزاروں جان نثار ایسی خدمت سرانجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ بھی ہوتے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ حج کو تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ جو چادر حضور ﷺ کے اوپر تھی اسکی قیمت چار

(4) درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔ [1]

یہودان بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تو اس روز حضور ﷺ ہمارے سوار تھے جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی ری سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف [2] پڑی ہوئی تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا، اٹھنے لگے تو دکاندار نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا، حضور ﷺ نے ہاتھ کو چھٹ پیچھے ہٹا لیا اور زبان مبارک سے فرمایا:

هَذَا تَفْعَلُهُ الْأَعْرَابُ بِمُلُوكِهَا وَ لَسْتُ بِمَمْلُوكٍ إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ۔ [3]

”یہ تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تم ہی سے ایک ہوں۔“

حیاء کا بیان

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي حَيْضِهَا كَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ مُتَّقٍ عَلَيْهِ۔ [4]
نبی ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگین تھے۔ کوئی مکروہ چیز دیکھ لیتے تو زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ حضور ﷺ کے چہرہ پر کراہت کے آثار نمایاں ہو جاتے۔

[1] اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کو رو توہر کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

إِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ بِهِ أَثَرُ صَفْرَةٍ وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَكَاذُ يُوَاجِهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدْعُ هَذِهِ الصَّفْرَةَ۔ [5]

ایک شخص آٹھ حضرت ﷺ کی خدمت میں زعفران کا رنگ ملے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کاش تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دے۔

[2] بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور ﷺ تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور ان سے کچھ نہ فرماتے۔

شفقت و رافت کا بیان

[1] ایک گنوار آیا، اس نے سوال کیا، حضور ﷺ نے اسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے۔ وہ بولا: نہیں، تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اٹھے حضور ﷺ نے اشارہ کیا کہ رک جاؤ، پھر حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور گھر سے لاکر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر وعا دینے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تیرا پہلا کلام میرے اصحاب کو ناگوار گزارا تھا۔ کیا

[1] شاکل الترمذی: 333، [2] کھجور کی صف میں نے ”اکاف من یف“ کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ لفظ شاکل ترمذی میں ہے [3] مناب العقباء: 23، الشفاء للعياض: 267/1، [4] بخاری: 3562، مسلم: 2320، ابن ماجہ: 4180، [5] شاکل ترمذی: 345، 184، باش الموابہ: 173

تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اس طرح کہہ دو جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہوتا کہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا ہاں۔ میں کہہ دوں گا۔ پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے، کیوں ٹھیک ہے نا! وہ بولا، ہاں! اور پھر دعا دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پیچھے دوڑے، وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی۔ مالک بولا تم سب ٹھہر جاؤ، میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں۔ لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی۔ مالک نے آگے سے جا کر اسے جا پکڑا اور کاٹھی ڈال لی۔ میری اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی۔ اگر تم اسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔⁽¹⁾

(2) نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے اللہ میری اس عرض کو مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو ازراہ بشریت بددعا دے بھی بیٹھوں تو میری اس بددعا کو بھی اس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ و تقرب بنا دینا۔⁽²⁾

(3) امام احمد و طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے نہ ڈرو (پھر اسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا کہ) اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تو قابو نہ پاسکے گا۔⁽³⁾

عفو و کرم

عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے۔ کرم کے معنی میں داد و بخش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔ عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے عفو و تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا۔

(1) صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا: محمد ﷺ میرے دو اونٹ ہیں ان کی لاد کا کچھ سامان مجھے بھی دو۔ کیوں کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے، نہ تیرے باپ کا۔ نبی ﷺ چپ ہو گئے، پھر فرمایا: مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر پوچھا: جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟

اعرابی بولا: نہیں۔

پوچھا: کیوں؟

اعرابی: مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے۔

نبی ﷺ ہنس دیے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو ایک کی کھجوریں دی جائیں۔⁽⁴⁾

(2) حضور ﷺ نے زید بن سعد سے یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضا کے لیے آیا، حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اتاری اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادر ہندہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی ﷺ تبسم فرماتے

(1) کتاب القضاء: 55 (2) بخاری مع الصحیح: 205/11، مسلم: 2601 (3) کتاب القصاص: 40، نسائی: 10903، احمد: 471/3، المعجم الکبیر: 2183

(4) بخاری: 3149، مسلم: 1057، ابن ماجہ: 1533، نسائی: 4780

رہے اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَنَا وَهُوَ كُنَّا إِلَى غَيْرِ هَذَا مِنْكَ أَخُو جُ يَا عُمَرُ فَأَمْرُنِي بِحُسْنِ الْقَضَا وَ تَأْمُرُهُ بِحُسْنِ التَّقَاضِي -
عمر رضی اللہ عنہ! تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا۔ تم مجھے کہتے کہ ادا ہوئی چاہیے اور اسے سکھاتے کہ
تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَقَدْ بَقِيَ مِنْ آجَلِهِ قَلِيلٌ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور میں صاع زیادہ بھی دینا، کیوں کہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا۔ [1]

[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ محصم سے 80 شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں، (حضور صلی اللہ علیہ وسلم
دامن کوہ میں اترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لیے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا (جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی قراءت پڑھا
کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا۔ [2]

[4] ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوج کشی کی تھی وہ قبل از اسلام دوران ایام
جنگ گرفتار ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

وَبِحَلِّكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأَيُّ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
”افسوس! ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ اللہ کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔“

ابوسفیان بولا:

يَا بِي أَنْتَ وَ أُمِّي مَا أَحْلَمَكَ وَ أَوْصَلَكَ وَ أَكْرَمَكَ.

”میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ کتنے بردبار کتنے قربت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عنف
و کرم کرنے والے ہیں۔“ [3]

[5] زینب بنت الحارث بن سلام خیر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلایا، اس نے اقبال جرم بھی کر لیا،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اسے معاف فرمادیا۔ [4]

زہد فی الدنيا

واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین
سے جیش تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تا کہ معلوم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد اضطرابی نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ اس کا سبب

[1] رواہ البخاری منسلاً۔ کتاب الاطعمہ: 45، واضح ہو کہ وزن صاع ہمارے 80 روپے تا کہ میر کے حساب سے دو پیر ساڑھے تین چھینا تک کا ہوتا ہے۔ یہی واقعہ ابن سعد
کے اسلام کا موجب ہوا۔ اس نے سنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے علم کی افزائی کا سبب ہوگی۔ اسی پیشین گوئی کی آزمائش کے لیے
اس نے یہ حرکات کی تھیں کنز العمال: 15050، مستدرک حاکم: 2237، مجمع الزوائد: 239/8، بیہقی: 52/6، [2] مسلم: 4679، ابوداؤد: 2688، ترمذی: 3264،
احمد: 124/3، [3] کنز العمال: 1436، المعجم الکبیر للطبرانی: 7264، الاطعمہ: 229/1، مناقب الصفا: 18، مجمع الزوائد: 166/6، [4] بخاری: 5777، 2617

لا چاری نہ تھا بلکہ فطری سبک رومی کہ علائق مادی سے بچو گئی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔

(1) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور ﷺ کو غشی سے زیادہ پیاری تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی مگر اگلے دن کاروزہ پھر رکھ لیتے تھے۔ اگر حضور چاہتے تو اللہ تعالیٰ خزان ارض کی کنجیاں اور ثمرات و تمحعات کی زندگی کی افزائشیں سب ہی عطا فرما دیتا۔

میں حضور ﷺ کی فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی، اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (کہ فاقہ کیسا دب گیا ہے) اور کہا کرتی، واری جاؤں، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجئے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھے کو کافی ہو تو جواب میں فرما دیتے۔

يَا عَائِشَةُ مَالِي وَالْذَّنْبَا أَخْوَانِي مِنْ أَوْلَى الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبْرًا وَعَلَى مَا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هَذَا فَمَضُوا عَلَي حَالِهِمْ فَلَقَدَّمُوا عَلَي رَبِّهِمْ فَأَكْرَمَ مَا بِهِمْ وَأَجَزَلَ ثَوَابَهُمْ فَأَجِدُنِي أَسْتَحْيِي أَنْ تَرَ قَهْتُ فِي مَعِيشَتِي أَنْ يَقْصُرُنِي عَذَا ذُنُوبِهِمْ وَمَا مِنْ شَيْءٍ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ اللُّحُوقِ بِأَخْوَانِي وَإِخْلَانِي (2)

”عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی چال پر چلے اور اللہ کے سامنے گئے اللہ نے ان کو اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو مجھے تو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ

ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے جا ملوں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور صرف ایک ہی مہینہ تک رواقِ افروہ عالم رہے اور پھر رفیقِ اعلیٰ سے چلے۔

اللَّهُمَّ وَاحِى الْمَذْحُوتِ وَبَارِئِ الْمَسْمُوتِ وَجَارِ الْقُلُوبِ عَلَى فِطْرَتِهَا شَقِيَّتَهَا وَسَعِيدَتَهَا اجْعَلْ سَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَاصِي بَرَكَاتِكَ وَرَافِقَةَ تَحَنُّنِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتَمِ لِمَا سَقَى وَالْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقَ وَالْمُعَلِّمِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ وَالذَّمِيعِ لِجَنَاشَاتِ الْإِبْطِيلِ كَمَا حَمَلَ فَاضْطَلَعَ بِأَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزِ أَمْرِ مَرَضَاتِكَ بِغَيْرِ نَكَلٍ عَنْ قَدَمٍ وَلَا وَهْنٍ فِي عَزْمٍ دَاعِيًا لَوْحِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَا ضَيَّعَ عَلَى نِقَازِ أَمْرِكَ حَتَّى أُرْوَى قَبْسًا لِقَابِسِ آلاءِ اللَّهِ تَصِلُ بِأَهْلِهِ أَسْبَابُهُ بِهِ هُدَيْتِ الْقُلُوبَ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْإِيمِ وَأَبْهَجُ مَوْضِحَاتِ الْأَعْلَامِ وَمُنِيرَاتِ الْإِسْلَامِ وَنَالِرَاتِ الْأَحْكَامِ فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُونُ وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ وَبَعْثُكَ نِعْمَةً وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً. (3)

”اے مبسوطات کے پھیلانے والے اے مرفوعات کو بلند کرنے والے، اے شقی و سعید کے دلوں کو ان کی فطرت پر درست کرنے والے، اے بزرگ ترین درود اور ترقی کرنے والی برکتوں اور مہربانی سے بھری ہوئی محبت کو محمد ﷺ پر نازل فرما، وہ تیرا بندہ، تیرا رسول، نبوت کا خاتم اور بند دروازوں کا فاتح۔ وہ حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والا، وہ بظان کی فوجوں کو کھل دینے والا، ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا، وہ جس نے ذرا سی لغزش قدم یا ذرا سی سستی عزم کے بغیر تیرے حکم پر تیری اطاعت میں قیام کیا اور تیری خوشنودی کو پورا کیا۔ وہ تیری وحی کا محافظ، تیرے عہد کا نگہبان، وہ

تیرے حکم کے نفاذ کا دلدادہ، وہ جس نے راہ گیموں کے لیے سرراہ مشعل جلائی (جس کے اسباب بفضل الہی ان لوگوں کو مل جاتے ہیں) وہی محمد ﷺ جس کے سبب سے ان دلوں کو جو کفر و گناہ میں غوطے کھا رہے تھے، نجات ملی، وہ جس کی وجہ سے روشن دلائل کے جھنڈے نمایاں ہوئے۔ ضیائے اسلام چمکی اور نورانی احکام کی روشنی پڑی۔ وہ امین و مامون، وہ تیرے علم مخزون کا خزینہ دار، وہ قیامت کے دن تیرا گواہ، وہ تیری نعمت کا اٹھایا ہوا اور تیری رحمت کا فرستادہ، وہ سچا رسول ﷺ۔“

2) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی سنت (طریقہ) کیا ہے: فرمایا:

□ الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي

میرا اس المال (اصل سرمایہ) معرفت ہے۔

□ وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي

میرے دین کی بنیاد عقل پر ہے۔

□ وَالْحُبُّ آسَاسِي

میری بنیاد محبت ہے۔

□ وَالشُّوقُ مَرْكَبِي

میری سواری شوق ہے۔

□ وَذِكْرُ اللَّهِ أَنْبَسِي

میرا انیس ذکر الہی ہے۔

□ وَالثِّقَّةُ كَنْزِي

میرا خزانہ اعتماد علی اللہ ہے۔

□ وَالْحُزْنُ رَفِيعِي

میرا ساتھی غم دل ہے۔

□ وَالْعِلْمُ سَلَاحِي

میرا ہتھیار علم ہے۔

□ وَالصَّبْرُ رِدَائِي

میرا لباس صبر ہے۔

□ وَالرِّضَاءُ عَيْبَتِي

میرا مال غنیمت رضائے سبحانی ہے۔

□ وَالْعِجْزُ فَخْرِي

میرا فقر بجز بدرگاہ ربانی ہے۔

□ وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي

میرا پیشہ زہد ہے۔

□ وَالْيَقِينُ قُوَّتِي

میری خوراک یقین ہے۔

□ وَالصِّدْقُ شَفِيعِي

میرا شفیع صدق ہے۔

□ وَالطَّاعَةُ حَسْبِي

میرا نمد و خنطاعت الہی ہے۔

□ وَالْجِهَادُ خُلُقِي

میرا خلق جہاد ہے۔

□ وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

عام اخلاق

1) ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت برتنائے پانزدہ (15) سالہ تجربہ یہ ہے:

□ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ

آپ قرابتیوں سے سلوک کرنے والے ہیں۔

- وَتَحْمِيلِ الْكَلِّ
- وَتَكْسِبِ الْمَعْدُومِ
- وَتَقْرَى الضَّيْفِ
- وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

(2) بتائی نے ابوقتاہ سے روایت ہے کہ نباشی کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو نبی ﷺ بہ نفس نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرماتے تھے۔ صحابہ نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں۔ فرمایا ہاں! مگر انہم کمانوا لاصحابنا مکرمین وانى احب ان اکافہم ان لوگوں نے جہش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں۔ (3)

(3) انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دس (10) سال نبی ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ کے دوران مجھے کبھی بہشت تک نہیں کی۔ میں نے کوئی کام کر لیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا؟ کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ (4)

حضور ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے فرمایا، میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا، میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا، میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا۔ (آغاز خدمت کے وقت حضرت انس کی عمر 8 سال کی تھی) نبی ﷺ بھی وہاں آ گئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھا۔ میں نے لوٹ کر دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے اور فرمایا پیارے انیس! اب تو اس کام کو جاؤ۔ میں نے عرض کیا: ہاں، میں اب جاتا ہوں۔ (5)

(4) نبی ﷺ کثیر السکوت تھے۔ بلا ضرورت نہیں بولا کرتے تھے۔ جب بولتے تھے تو بات کا کوئی ضروری جز باقی نہ رہ جاتا تھا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی مجلس علم و حیا اور خیر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی حضور ﷺ کا ہنستا تھا۔ اصحاب بھی حضور ﷺ کے سامنے تبسم ہی پر اکتفا کرتے تھے۔ (6) حضور ﷺ کی راست گوئی ایسی مسلمہ تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد ﷺ بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سب سے زیادہ سچا۔ سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا تھا۔ اب جو اس کی داڑھی کے بال پک گئے اور اس نے اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے، نہیں، نہیں، اللہ کی قسم اوہ ساحر تو نہیں ہے۔ (7)

المختصر اس بحرنا پیداکنار کی شادری محال ہے اور خلاصۃ المقال یہ ہے کہ کیا ایسے اخلاق فاضلہ کا بادی ایسے محاسن جمیلہ کا مالک، ایسے اشراف اقوال کا صاحب، ایسے جمیل السجایا کا مفضل ایسا ہے کہ اس سے محبت کی جائے؟ یا ایسا ہے کہ اس سے محبت نہ کی جائے؟ میں تو زور سے کہوں گا کہ جو کوئی بھی ایسا محمد ﷺ ایسے ستودہ، ایسے محمودہ، ایسے وجود باوجود ایسے مصطفیٰ، ایسے برگزیدہ سے محبت نہیں کرتا، وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق و صفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لیے وہ خود بھی ان اخلاق و صفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اعاذنا اللہ منہا!

آؤ! ہم تو محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں، جن کو اللہ نے خود اپنے پیارے کی محبت و صحبت کے لیے چن لیا تھا۔

(1) بخاری: 4956، مسلم: 253، 160، 6/232، 233 (2) دلائل النبوة: 307/2، 7/102، الفقیہ والمصلح: 118/2۔ (3) بخاری: 6038، مسلم: 2309، ترمذی: 2015، اشعاع: 345 (4) مسلم: 2310، ترمذی: 2015، اشعاع: 346 (5) شفاء: 11، (6) اشعاع: 60

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب و توقیر رکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے، تعظیم وہی ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبداء محبت ہو۔

[5] عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی ﷺ میں روانہ کیا تھا، اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آ کر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں گویا بھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لعاب و غیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی روک لیا جاتا ہے، جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو قبیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور ﷺ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال دیکھ کر حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آ کر بیان کیا۔ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی۔ نجاشی کا دربار بھی دیکھا، مگر اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔ [1]

[6] زید بن وہب رضی اللہ عنہما کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لیے چلے تو ابوسفیان بن حرب نے اس سے کہا: زید تجھے اللہ ہی کی قسم تم چاہتے ہو؟ کہ محمد ﷺ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں تو یہ نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی ﷺ کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کاٹا لگے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو، جیسے اصحاب محمد ﷺ کو محمد ﷺ سے ہے۔

[7] عبید اللہ بن یزید رضی اللہ عنہما صحابی کا ذکر ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں، جب حضور ﷺ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں تک نہیں سکتا۔ آتا ہوں اور حضور ﷺ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں، مگر میں اپنی موت اور حضور ﷺ کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ تو فردوس بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے۔ میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور ﷺ کا دیدار نہ پاسکوں گا۔

نبی ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ [النساء: 69]

”جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہوا۔“

ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ وہ نبی ﷺ خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں، آخرت میں حضور ﷺ کے مقام رفیع تک تو ہماری رسائی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا (وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ) کو نازل فرمایا۔ [2]

نبی ﷺ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں صاف ہی فرمادیا۔

”مَنْ أَحْبَبَنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ“ [3] ”جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے ساتھ ہوگا۔“

اس حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو، تو ضرور ایسا ہی کر۔ پھر فرمایا، یہی میری روش ہے۔ جس نے میری روش کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی۔ ①

جنگ احد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا، بھائی، شوہر قتل ہو گئے تھے۔ وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی ﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا: بھلا اللہ وہ تو بخیریت ہیں۔ جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں، مجھے دکھا دو کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اٹھی۔ کُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ، آپ زندہ ہیں تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔ ②

عبداللہ بن ابی ریحس المنافقین تھا اور اس کا فرزند عبداللہ صادقین میں سے تھا، اس نے نبی ﷺ سے گزارش کی لَوْ شِئْتَ لَا تَمُتَ بِرَأْسِهِ اِنْ حَضَرَ ﷺ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی ﷺ نے انکار کر دیا۔ ③
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا مگر میرے دل میں حضور ﷺ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے۔ ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے۔ حضور ہاہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور ﷺ کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ماں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دیکھا کرتے حضور ﷺ ان کو دیکھا کرتے۔ حضور ﷺ بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی تبسم فرماتے ہوتے تھے۔ نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا تم بیت الحرام میں آگے ہو۔ طواف تو کرو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے پیشتر میں کبھی طواف نہ کروں گا۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا بخدا! نبی ﷺ ہم کو مال و اولاد سے، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے، جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔ ④

جذبات محبت کو دیکھنا ہو!

تو اس وقت دیکھ جب کوئی صحابی نبی ﷺ کا ذکر کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَبْسُوتٌ خَرًّا وَلَا حَرِيرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ الْكَيْنُ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِنْكَ قَطُّ وَلَا عَطْرًا كَانَ أَطْيَبُ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - ⑤

رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دپیڑ یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی ﷺ کی جھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

① رواہ الترمذی ② زرقانی جلد 6 ص 290 یہ خاتون بلند پایہ عہد زور عمر بن الجوع انصاریہ ہیں۔ (محمد سلیمان) ③ اسد الغابہ 297/3 ④ یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخربنی کھجھ میں آسکتی ہے، جہاں پانی نہ ملے، وہ بیہوش اشخاص ہنگاموں میں مر جاتے ہیں ⑤ شاہل ترمذی صحیحین میں عطری جلد نمبر 1 اور عرق کی جلد نمبر 1 ہے۔

جابر بن سرہ جی نے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اٹھے:

لَا بَلَّ كَأَنَّ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ①

”نہیں، نہیں حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و مہتاب جیسا تھا۔“

اس جی نے کہتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَأَنَّ عَرْفَةَ اللَّوْلُو ②

”نبی ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا۔ پسینہ کی بوند حضور ﷺ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔“

جابر بن سرہ جی کہتے ہیں نبی ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا۔ حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے، اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا۔ مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی، گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا گیا تھا۔ ③ علی مرتضیٰ جی فرماتے ہیں۔

مَنْ رَأَاهُ بِدَيْهَةِ هَابَةٍ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعْتُهُ لَمْ أَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ④

”جو کوئی بیکار ایک حضور ﷺ کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر پاس آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔“

ربیع بنت معوذہ جی صحابیہ ہیں۔ ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی ﷺ کا کچھ حلیہ بیان فرمائیے، انہوں نے فرمایا:

لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً ⑤

اگر حضور ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا:

جابر بن سرہ جی کہتے ہیں، چاند رات تھی، نبی ﷺ حلقہ حراء اوڑھے لیٹ رہے تھے، میں بھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی

حضور ﷺ پر نگاہ ڈالتا تھا۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ ⑥

بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت کا لفظ عِنْدِي عجیب طور پر لذت دیدار و ذوق نگاہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابر جی کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث

ترمذی میں ہے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں آپ کو دیکھنے گیا تھا: فَلَمَّا اسْتَبَيْنَتْ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں؟

ام سلیم رضی اللہ عنہا جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ایک نیک مائی ہیں۔ نبی ﷺ کبھی کبھی دو پہر کو ان کے گھر سوتے، بستر

چڑے کا تھا۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتیں اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔

① بخاری: 3552، داری: 64، 281/4 ② بخاری: 3561، مسلم: 2330، داری: 61 ③ بخاری: 3553، مسلم: 6052، مشکوٰۃ: 5789

④ ترمذی: 3647، ترمذی: 7، دلائل النبوة: 269/1، ⑤ بخاری: 60، مجمع الروايات: 280/8 ⑥ اشعائل للترمذی: 10، داری: 57، ترمذی: 2811

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ﴾ اگر اللہ سے محبت ہے تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو۔ اس لیے صحابہ نے اتباع رسول ﷺ میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص اور محبت النبی ﷺ کے صحیح معنی کے مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کا ادب اور توقیر و تعظیم کیوں کر کیا کرتے تھے۔ مغیرہ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضور ﷺ کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔ کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود رب برتر نے دی تھی۔

﴿ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ [المحرات: 2]

”لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔“

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے اپنی قائل و قیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے۔ نبی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے، جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَعْضُونَ أَصْوَاتِهِمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ﴾

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں، یہ وہی جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے

تقویٰ میں لیا ہے۔ [المحرات: 3]

پس محبت النبی ﷺ کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دلوں میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے جس کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے۔ ہم کو مل جائے اس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تاامل اور عذر باقی نہ رہے۔

محبت النبی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث پاک ہے:

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ، ﴿۱﴾

”جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔“

محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی ﷺ کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے کہ جب وہ صحابہ کے روزیے مقرر کرنے لگے تھے تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے فرزند) کا روزیہ تین ہزار (3000) مقرر کیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا تین ہزار پانچ سو (3500) سالانہ۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسامہ رضی اللہ عنہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے، وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا باپ تیرے باپ سے اور

وہ خود تجھ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیارے تھے، اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔ [1]
 اما میں شہیدین حسین علیہ السلام اور ان کے ابوین طہین کی محبت میں محبت النبی ﷺ ہے۔ [2] ان کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا،
 ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا میں محبت نبوی ﷺ ہے۔

مہاجرین و انصار جنی اللہ سے جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بہ کثرت موجود ہیں۔ محبت رکھنا محبت
 النبی ﷺ ہے۔ اتباع صحابہ جنی اللہ اور متابعت سنت خلفاء میں محبت النبی ﷺ ہے۔ اس بحث کی تکمیل ان شاء اللہ جلد ثالث میں کی
 جائے گی۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ حُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا إِلَى حُبِّكَ۔



<http://mujahid.xtgem.com>

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ
 سَيِّدِ مُحَمَّدٍ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

﴿وَلَتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ﴾ [پس:5]

واقعات سیرت کو قلم بند کرتے وقت بڑے بڑے فاضل مصنف واقعات کو یوم و تاریخ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی دن صحیح ہوتا ہے تو تاریخ غلط ہوتی ہے۔ کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط۔ اس لیے سن ہجری کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ صحیح و تطبیق ایام و تواریخ ہجری کے لیے کارآمد ہو۔ اس بارے میں تمام بحث جو موجب طوالت اور ہمارے موضوع سے زائد ہیں، چھوڑ دیے گئے ہیں۔

① سنہ ہجری

① یہ سنہ خالص قمری ہے۔ قمری ہجری سال 354 دن سے کم اور 355 دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ (یہ سنہ جو لین پیریڈ کے 1948439 دن گزرنے کے بعد شروع ہوا ہے)۔

② اہل بیت نے سنین قمری کو دور صغیر و کبیر پر تقسیم کیا ہے۔ 30 قمری کا دور صغیر اور (7) دور صغیر یعنی کہ 210 سال قمری کا دور کبیر ہوتا ہے۔ دور صغیر کے 30 سال میں سے 19 سال 354 دن کے اور 11 سال 355 دن کے ہوتے ہیں۔ (اور بلحاظ تعداد ایام ہر دور صغیر 10631 دن کا اور دور کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے)۔

③ ہر دور صغیر دوسرے دور صغیر کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ پہلے دور صغیر میں قمری مہینے 29-29 یا 30-30 دن کے آئے تھے، اس سے ملحق دوسرے دور میں بھی سب قمری مہینے اسی ترتیب کے ساتھ 29-29 یا 30-30 دن کے آئیں گے اور پچھلے دور صغیر کے تمام سال اور مہینے اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں سے بالترتیب پانچ دن بعد شروع ہوا کرتے ہیں۔

④ دور کبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی برسوں اور مہینوں کے شروع ہونے کے دن اور ان کے دنوں کی تعداد بالترتیب بالکل وہی ہوتی ہے جو اس سے ماسبق دور میں تھی۔

⑤ دور صغیر 10631 دن کا اور دور کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے۔

⑥ نقشہ مندرجہ ذیل میں 1ھ سے 1470ھ تک سالہائے ہجری کے شروع ہونے کا دن روایت عرب کے مطابق درج کیا گیا ہے اور 355 دن کے برسوں کو خطوط وحدانی میں دکھایا گیا ہے۔

غره سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ

نقشہ مندرجہ ذیل سے کسی سال ہجری شروع ہونے کا دن معلوم کرنے کے لیے پہلے یہ دیکھیں کہ وہ سال 210 سے کم ہے یا زیادہ۔ اگر 210 سے کم ہے تو اسے 30 پر تقسیم کریں۔ اگر 210 سال سے زیادہ ہے تب اس کو 210 پر تقسیم کریں۔ جتنی بار تقسیم ہو اس ہندسہ کو خانہ (ب) میں اور جتنے سال بعد تقسیم باقی رہیں ان کو خانہ (الف) میں دیکھیں۔ خانہ (الف) کے ہندسہ کی سیدھ میں خانہ (ب) کے ہندسہ کے نیچے جو دن لکھا ہوا ملے گا، اسی دن سے وہ سال ہجری شروع ہوگا۔

① سنہ ہجری کا پہلا دور کبیر 201ھ پر ختم ہوتا ہے، اس میں 10 سال مہذبوت کے ہیں باقی ماندہ 200 سال وہ ہیں جو حدیث آیات بعد المائین کے ہیں۔

نقشہ غرہ سنین قمری از 1 ہجری تا 1470 ہجری

دور ہائے 30 سالہ (ب)							سالہائے ہجری (الف)					
180	150	120	90	60	30	210	سالہائے ہجری					
یک شنبہ	پنجشنبہ	شنبه	دوشنبہ	چهارشنبہ	جمعہ	یک شنبہ	جدول قمری کے مطابق	25	17	9		1
جمعہ	چهارشنبہ	دوشنبہ	شنبه	پنجشنبہ	یک شنبہ	جمعہ		26	18	10		(2)
دوشنبہ	یک شنبہ	چهارشنبہ	جمعہ	دوشنبہ	شنبه	پنجشنبہ		27	19	11		
شنبه	پنجشنبہ	یک شنبہ	جمعہ	دوشنبہ	چهارشنبہ	دوشنبہ		28	20	12	4	
پنجشنبہ	دوشنبہ	چهارشنبہ	جمعہ	یک شنبہ	شنبه	پنجشنبہ		29	(21)	(13)	(5)	
دوشنبہ	چهارشنبہ	جمعہ	یک شنبہ	شنبه	پنجشنبہ	دوشنبہ		22	14	6		
شنبه	پنجشنبہ	یک شنبہ	جمعہ	دوشنبہ	چهارشنبہ	شنبه		23	15	7		
چهارشنبہ	دوشنبہ	یک شنبہ	شنبه	پنجشنبہ	دوشنبہ	چهارشنبہ		30	(24)	(16)	(8)	3

7) سنین ہجری و عیسوی کی تواریخ و شہور کی مطابقت کے لیے ذیل میں جدول تعداد ایام سالہائے ہجری درج کی جا رہی ہے۔ جب کسی سال ہجری کا غرہ اور اس کے مطابق عیسوی تاریخ ماہ و سنہ معلوم کرنا ہو تو جس قدر پورے سال ہجری گزر چکے ہوں ان ہجری سالوں کے دن جدول تعداد ایام سالہائے ہجری کے معلوم کر کے ان میں 227015 دن جمع کریں۔ مجموعہ ایام کے برابر دنوں کا شمار یکم جنوری 1 عیسوی یوم دوشنبہ سے بحساب جدید شمار کریں جیسا کہ سنہ عیسوی جدید کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سال میں تاریخ عیسوی پر وہ دن ختم ہوں اسی تاریخ عیسوی کو سنہ مطلوب ہجری کا یکم محرم ہوگا۔

جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1 ہجری تا دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1 ہجری تا دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل
میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری	سنین مندرجہ ذیل	میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری	سنین مندرجہ ذیل
5670	355	(16)		232330	354	10	
6024	354	17	232658	709	355	2	227068
6378	354	18	233039	1063	354	3	227723
6733	355	(19)	233393	1417	354	4	228077
7087	354	20	233748	1772	355	(5)	228431
7442	355	(21)	234102	2126	354	6	228786
7796	354	22	234457	2480	354	7	229142
8150	354	23	234811	2835	355	(8)	229495

8505	355	(24)	231565	3189	354	9	229850
8859	354	25	235520	3543	354	10	230204
9313	354	26	235874	3898	355	(11)	230558
9568	355	(27)	236228	4252	354	12	230913
9922	354	28		2607	355	(13)	231267
10276	354	29		4961	354	14	231622
10631	355	(30)		5315	354	15	231976

جدول دورہائے صغیر قمری مع تعداد ایام جدول دورہائے کبیر قمری مع تعداد ایام

تعداد ایام	تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام	تعداد سالہائے قمری
148834	420	10631	30
		21212	60
223251	630	31893	90
297686	840	31893	90
372085	1050	42524	120
446502	1260	53155	150
520919	1470	23786	180
		24417	210

⑧ اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعد خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاری ہوا۔ یوم النہیس 30 جمادی الثانی 17ھ / جولائی 38ء علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ ہجرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔

⑨ سن ہجری میں ایک عجیب فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ شروع سے حال تک اپنی صورت مجوزہ پر چلا آتا ہے جو دنیا کے مروجہ سنین میں غالباً کسی سنہ میں نہیں پائی جاتی۔

دوسری عجیب خصوصیت اس کی یہ ہے کہ بہ لحاظ تداول و استعمال بھی سنہ ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم سنہ ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعداد کے لحاظ سے سنہ ہجری سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یکم محرم 1ھ 6 جولائی 5335ء جولین کے مطابق:

⑩ جولین پیریڈ کا سنہ بظاہر سنہ ہجری سے 5334 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں یہ سنہ ہجری سے 989 سال بعد 1582ء میں وضع ہوا ہے۔

② سنہ عبرانی کے مطابق یکم محرم 1 ہجری کے دن 3۔ آب 4382 عبری تھا۔ اس لیے بظاہر سنہ عبرانی سنہ ہجری سے 4381 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر دراصل یہ سنہ 1582ء میں وضع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہوا ناسائیکلو پیڈیا برطانیکا۔

③ سنہ کل جگ سنہ ہجری سے 3723 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر یورپین مورخ اور ہیئت دان تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سنہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا۔ یعنی اپنے حساب سے 34 صدیوں کے گزرنے کے بعد اس کا نام عالم وجود میں لایا گیا تھا۔

④ سنہ سکندری سنہ ہجری سے 932 سال پہلے کا ہے، مگر اپنے موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے۔ کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

⑤ سمت بروشدہ کے مطابق یکم محرم 1ھ کے دن 26 ساون سمت 679 تھا، اس لیے بظاہر سمت بروشدہ سنہ ہجری سے 678 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر ہندو اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سمت 898 بروشدہ سب سے پہلا سال ہے جو سمت بروشدہ کے نام سے موسوم ہوا چونکہ یکم بہار (طرہ اول) سمت 898 بروشدہ 23 جمادی الاول 226ھ کے مطابق ہے۔ اس حساب سے سمت بروشدہ سنہ ہجری سے 225 سال بعد شروع ہوتا ہے۔

⑥ تاریخی طور پر سنہ سب سے پہلی دفعہ 478 بمطابق 130ھ میں لکھا گیا تھا، دیکھئے کلاسیکل ڈکشنری جی پرائز مطبوعہ لندن 1831ء (ز) عیسوی قدیم انگلستان میں 2 ستمبر 1753ء یوم چہار شنبہ مطابق 3 ذی قعدہ 1165ھ تک جاری رہا۔ 4 ذی قعدہ 1165ھ یوم

پنجشنبہ کو حساب جدید کے مطابق 14 ستمبر 1752ء لکھا گیا۔
 ⑦ اسلام نے سال کا شمار قمری حساب پر رکھا ہے اور اس حساب کو شمسی حساب کے برابر کرنے کے لیے کوئی لوند یعنی عیسو کا مہینہ اختیار نہیں کیا، کیونکہ اسلام دین الفطرت ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ شارع علیہ السلام اس نوح حساب کو پسند فرماتے، جو فطرت کے اصول پر اور نبی بر مصلحت دین ہے اسلام کی اعلیٰ خصوصیت میں سے ایک خصوصیت مساوات بھی ہے اور ایک خصوصیت اس کی ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حصانت و حمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ازلتے بدلتے موسم میں آیا کریں اور لوند وغیرہ کے اضافے سے اس صفت تقاب ایام کا سد باب نہ کیا جائے۔ ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہ رمضان پر غور کرو کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ صیام کے لیے کوئی شمسی مہینہ مقرر فرمادیتے یا قمری حساب میں کیسے (لوند) لگانا منظور فرمالیتے تو نتیجہ کیا ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ مہینہ خواہ گرم موسم میں ہوتا یا سرد موسم کا مگر لابدی حالت یہ ہوتی کہ نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ تنگی میں پڑ جاتے، کیونکہ ایک عالم علم جغرافیہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ دسمبر جو نصف شمالی دنیا کا سرد اور سب سے چھوٹے دن کا مہینہ ہے وہ نصف جنوبی دنیا کا گرم اور طویل دن کا مہینہ ہے۔ پس اسلام کی مساوات جہانگیری کا اقتضای یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہوتا۔ اور قمری حرکات کو انسانی اختراع لوند وغیرہ کی شمولیت سے کالعدم نہ کر دیا جاتا۔ واللہ الحجة البالغة!



{2} جولین پیریڈ (دور جولیانی)

6	5	4	3	2	1
تعداد اویام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد اویام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1929725	20 شعبان 5499		365 دن 6 گھنٹے	جنوری	سہ شنبہ

سنہ جولین پیریڈ 1582 مطابق 990ھ میں وضع کیا گیا تھا۔ اس کا آغاز مختلف سنین و تواریخ کی تصحیح و تطبیق کی غرض سے کی گئی۔ سنہ عیسوی سے 4713 سال (شمسی) پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے سنہ عیسوی میں 3713 سال جمع کرنے سے جولین پیریڈ کا سال معلوم ہو جاتا ہے۔ سال کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے ہے۔ مگر تین سال تک 6 گھنٹے کی کسر کو ترک کیا جائے تو ہر سال 365 دن کا رہ جاتا ہے۔ جب 4 سال میں 6 گھنٹے کی سالانہ کسر سے 24 گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو وہ ایک دن فروری کے مہینے میں شامل ہو کر فروری کا مہینہ 28 دن کی بجائے 29 دن کا ہو جاتا ہے اور ہر چوتھا سال 366 دن کا ہوتا ہے۔

سنہ جولین پیریڈ کا دور صغیر 28 سال کا ہے، جس کے بعد سال کے مہینے اور دن بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں 28 سالہ دور جولین پیریڈ کا نقشہ درج کیا جاتا ہے، جس میں جولین پیریڈ کے ہر سال کے شروع ہونے کا دن درج ہے۔

{3} سنہ عبرانی

6	5	4	3	2	1
تعداد اویام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد اویام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1581728	28 شعبان 4517	347997	13-12 ماہ قمری	تسری	دوشنبہ

نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کا سال جولین پیریڈ 5284 ہے۔ اس کو 28 سال پر تقسیم کرنے سے 20 سال باقی رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 5284 جولین پیریڈ اسی دن سے شروع ہوگا، جس سے دور صغیر کا بیسواں سال شروع ہوا تھا۔ نقشہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ بیسواں سال بدھ کو شروع ہوا تھا، اس لیے 20 کی یکم جنوری بدھ کے دن سے شروع کرتے ہیں۔

انبیائے بنی اسرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہ نیساں سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰ افضل خریف میں ماہ تسری سے شروع کرنا اختیار کر لیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے عام سے سال کا آغاز ماہ نیساں سے کرنے لگے۔ پھر اسے چھوڑ کر ماہ تسری ہی

{5} آغاز سنہ عیسوی سے 7413 سال پہلے شمار کیا گیا ہے یعنی جولین پیریڈ کا سال (10227) دن کا ہے۔ اس کے بعد تمام سال مہینے اس طرح لیا مہینہ کے مطابق ہیں، جس طرح دور سابق میں واقع ہوئے تھے۔

سے آغاز سال مانا گیا۔ یہ تبدیلی 358ء میں ہوئی تھی مگر دسویں عیسوی مطابق ہشتم صدی ہجری تک یہود کا اپنا سنہ کوئی نہیں تھا۔ اس وقت تک وہ سنہ سکندری کو اسرائیلی مہینوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ پندرہویں صدی عیسوی مطابق نیم صدی ہجری میں یہود نے اپنا سنہ پیداؤش کے نام سے قرار دے کر اس سنہ کا آغاز بہ حساب خود پیداؤش آدم سے ایک سال پہلے اور سنہ سکندری سے 3449 سال پہلے شمار کیا ہے، بروئے حساب یہود پیداؤش آدم کو سنہ سکندری تک 3448 سال گزرے تھے۔ اولین سال یہود کے تحسین ماہ تسری کی پہلی تاریخ 17 اکتوبر 953ء جولین یوم دوشنبہ کے مطابق تھی۔ سنین یہود کا حساب دور 19 سالہ پر رکھا گیا ہے۔ 4331 یہود 16/18 قمر 570 کو سنہ شنبہ کے دن مطابق 29 رجب شروع ہوا تھا۔ یہ سال 354 دن کا تھا۔

دور 19 سالہ میں بارہ بارہ ماہ قمری کے اور سات سال تیرہ تیرہ قمری کے ہوتے ہیں۔ 12 ماہہ سال کو سال بسیط اور 13 ماہہ سال کو سال کیسہ کہتے ہیں۔ پھر سال مکبوس و بسوط کو تین اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے۔

سالہائے مکبوس	سالہائے بسوط
سال کیسہ ناقص: 383 دن	سال بسیط ناقص: 353 دن
سال کیسہ معتدل: 384 دن	سال بسیط معتدل: 354 دن
سال کیسہ کامل یا زائد: 385 دن	سال بسیط کامل یا زائد: 355 دن

353 دن کا سال امام ہفتہ میں سے شنبہ یا دوشنبہ کو شروع ہوگا۔ 354 دن کا سال امام ہفتہ میں سے شنبہ و پنجشنبہ کو شروع ہوگا۔ 355 دن اور 383 دن کا سال شنبہ و دوشنبہ و پنجشنبہ کو 384 دن کا سال ہمیشہ شنبہ سے شروع ہوگا۔ یہود کا کوئی سال جمعہ، اتوار، بدھ سے شروع نہیں ہوتا۔

سنہ عیسوی میں ستمبر سے پہلے 3760 سال اور ستمبر کے بعد 3761 سال جمع کر دینے سے عبرانی سال معلوم ہو جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی پیداؤش مبارک تک:

دور صغیر	1575311	دن کے
117 سال	6200	دن کے
7 مہینے	207	دن کے
8 ویں مہینے کے	10	دن
کل دن ہوئے =	1581728	دن

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت 10 آیار 4331 عبرانی ہے۔



4 نوح یا سنہ طوفان

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1341261	27 ربیع الاول 3838ق	588464	365	توت	پنجشنبہ

طوفان سے ولادت مسیح علیہ السلام تک کی مدت میں عیسائی علماء میں اختلاف ہے کیونکہ تورات عبرانی سے 2348 تورات سامری سے 2998 تورات یونانی سے 3128 سال شمسی مدت کا استخراج ہوتا ہے۔ 130 سال سے 780 سال تک کا باہمی فرق پایا جاتا ہے۔ سنہ طوفان کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال مہینے بنتے کے ایام بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ ابو معشر ثقفی نے بحساب رفتار کوکب طوفان کا تعیین اس وقت کیا ہے جب سہویوں کا اجتماع برج حوت کے 27 درجے سے برج حمل کے پہلے درجے تک ہوا تھا۔ اسی طرح ابو معشر کے حساب سے 7 عیسوی تک 3102 سال شمسی کی مدت ہوتی ہے۔ اس لیے ابو معشر کی قراردادہ مدت آغاز طوفان عیسائیوں کی استنباط کردہ مدت از تورات یونانی سے 26 سال بعد ہے۔

ابو معشر ابوریحان کے حساب سے طوفان کا آغاز سنہ ہجری سے 1359975 دن قبل ہوا تھا۔ اس حساب سے سنہ طوفان کا پہلا دن سنہ عیسوی سے 3102 سال پہلے 17 فروری 1612 جولین یوم پنجشنبہ کے مطابق آتا ہے۔ پروفیسر جرمن یونیورسٹی جس نے الیورونی کی کتاب الآثار الباقیہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ طوفان کا پہلا دن یوم جمعہ شمار کیا ہے۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ طوفان کا وقت ابن الباز یاد نے کتاب القرانات میں پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی رات کو شروع ہونا لکھا ہے۔ اس لیے طوفان کا پہلا دن بعض اہل علم نے شب طوفان کے پہلا دن جمعہ کو قرار دیا اور بعض اہل علم نے شب طوفان کے بعد کا پہلا دن جمعہ کو قرار دیا۔ قدیم کتب ہیئت میں سنہ طوفان کا آغاز پنجشنبہ کے دن سے شمار کیا گیا ہے۔ ابو معشر ثقفی نے سنہ شمسی کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے تسلیم کرنے کے باوجود سنہ طوفان کو شمسی حساب سے قرار دے کر سال 365 دن کا رکھا ہے۔ جس کا ہر مہینہ 30-30 دن کا شمار ہوتا ہے اور 5 دن آخر سال میں بڑھ کر 365 دن پر ختم کیا گیا ہے۔

5 کل جگ

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

1341260	28 ربیع الاول 3838	588465	منٹ گھنٹے دن 365- 6- 12 26.55853 سیکنڈ	بیساکھ	جمعہ
---------	-----------------------	--------	--	--------	------

سال مبدل کل جگ یوم اعتدال رتبی سے 58 دن پہلے 17-18 فروری کی درمیانی شب کے 12 بجے سے شروع ہوا تھا۔ اس سال میں اعتدال ربیع کا دن 16۔ اپریل 1612 مطابق 29 جیٹھ یوم یک شنبہ کو ہوا تھا اور سنہ ایک کل جگ کا شمار اس سے ایک سال بعد کیا جاتا ہے۔ مبدل کل جگ کو علم ہیئت کی اصطلاح میں سال صفر کل جگ کہتے ہیں۔

سنہ طوفان اور سنہ کل جگ کے جداگانہ ہونے کی وجہ سے بظاہر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دو مختلف سنہ معلوم ہوتے ہیں مگر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دونوں ایک ہیں۔ دونوں کا آغاز شب طوفان سے ہوتا ہے۔ سنہ کل جگ کا آغاز بھی طوفان نوح علیہ السلام کے واقعہ عظیمہ کی یادگار ہے۔ سنہ کل جگ کے مطابق تاریخ ولادت یکم جیٹھ 3672 ہے۔

{6} سنہ ابراہیمی

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جو لین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
944008	5 ربیع الثانی 5-2717		منٹ گھنٹے دن 365- 6-	اکتوبر	یک شنبہ

سنہ عیسوی میں 2014 سال 3 ماہ جمع کرنے سے اسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔ آرک بشپ اشرنے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے 1996 سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (دیکھو جلد چہارم مطبوعہ دفعہ نمبر ص 681) نے ولادت ابراہیم کو 2015 قبل مسیح تحریر کیا ہے جو مطابق یکم اپریل 2699 جو لین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلو پیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی ہیں تاریخ کوٹھی۔

{7} بخت نصری

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جو لین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

481088	4 شعبان 1411- قی	1448637	365 دن	توت	چہار شنبہ
--------	---------------------	---------	--------	-----	-----------

یہ سنہ بخت نصر اول کے یوم جلوس 26 فروری 3967 جولین اور 747 سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بخت نصر وہ نہیں، جس نے بیت المقدس کو ویران کیا وہ تو اس سے 142 سال بعد تھا۔

اس سنہ کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال، مہینے، ان ہی ایام ہفتہ کو ہوتے ہیں جس طرح سات سال پہلے گزرے تھے۔ اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ﷺ 18 توت 1319 بخت نصری ہے۔

8 سنہ سکندری

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
321987	24 رجب 962	1607738	گھنٹے دن 365- 6	تشرین اول	دوشنبہ

سنہ سکندری آج کل قسطنطنیہ میں سکندری کے نام سے بحیثیت سال شمسی ظاہری ہے۔ اس کا چوتھا سال جس کو 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہتے ہوں 366 دن کا ہوتا ہے، جس میں ماہ شباط بجائے 28 دن کے 29 دن کا لیا جاتا ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے جس کے بعد سال و ماہ و ایام ہفتہ و روز سابق کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس سنہ کو اہل یورپ مقدونوی یا سلوکی سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ سکندری وفات سے بارہ سال بعد اس کے جانشین جنرل سلوکس نے باہل فتح کرنے پر جاری کیا تھا۔ اس کا شمار سنہ عیسوی سے 3 ماہ 311 سال قبل یکم اکتوبر 440 جولینی سے ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت نبوی ﷺ 20 نیسان 882 سکندری کا ہے۔

9 بکرمی بروشہ

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

229050	28 شوال 700ق-5	1700675	منٹ گھنٹے دن 365-6-12 36.55853 سیکنڈ	میساکھ	شنبہ
--------	-------------------	---------	--	--------	------

سمت بروہٹہ اگرچہ بظاہر شمسی سال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ سنہ شمسی نہیں بلکہ شمسی کو کی سال ہے، کیونکہ شمسی سال کے مطابق تو دن رات کو برابر ہونا اور بہت چھوٹا اور سب سے بڑا دن ایک ہی مقررہ تاریخ پر واقع ہوتے ہیں اور سمت بروہٹہ میں فصل ربیع و خریف میں دن رات کا برابر ہونا اور سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن مختلف مہینوں اور تاریخوں میں ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ سنہ بروہٹہ کا کیم میساکھ سنہ عیسوی سے 56 سال 9 ماہ 19 دن قبل 13 مارچ 4657 جولین کو آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے سے 10 دن پہلے ہمارے زمانے میں سنہ بکری بروہٹہ یوم اعتدال ربیعی سے 23 دن بعد 13 اپریل کو شروع ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت کیم جیٹھ سمت 628 ہے۔

10) بکری قمری شمسی سال

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیر فیڈ قبل از آغاز سنہ ہجری	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
229050	28 شوال 700	1700675	12-13 ماہ قمری	چیت	شنبہ

ہندی قمری شمسی سال بکری سال 12/13 ماہ قمری کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ قمری 15-15 دن کے دو حصوں پر تقسیم ہے۔ نصف اول کو بدی پکش کہتے ہیں جو عموماً چاند کی 14 تاریخ سے شروع ہو کر 28 کو ختم ہوتا ہے۔ نصف دوم کو شدی پکش کہتے ہیں۔ یہ پکش روایت ہلال سے ایک دو دن پہلے شروع ہو کر چاند کی 13 کو ختم ہوتا ہے۔ بدی پکش سے چند ہویں دن کا نام اماؤں (اجتماع نیرین) ہے۔ شدی پکش کے چند ہویں دن کا نام پورنماش (بدر) ہے۔ یہ سال اس وقت شروع ہوتا ہے جب ماہ چیت کے 15 دن گزر کر 15 دن باقی رہتے ہیں۔ اس طرح ماہ چیت قمری کا نصف اول سال ما قبل میں اور نصف دوم سال ما بعد میں شامل ہوا کرتا ہے۔ سال 13 ماہ کا اس وقت ہوتا ہے جب شمسی سال کے کسی مہینہ میں اجتماع نیرین دو دفعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ ان شمسی مہینوں میں ہوتا ہے جو 30 دن سے زائد کے ہوتے ہیں۔ تیر ہویں مہینے کا نام اوکس ماس ہے جسے لونڈ بولتے ہیں۔ لونڈ کا مہینہ سور یا سدھانتا کے قاعدہ سے اس وقت زیادہ کیا جاتا ہے جب معمولی مہینے کا نصف اول گزر چکا ہو اور نصف ثانی باقی ہو، مگر جنوبی ہندوستان میں لونڈ کا پورا مہینہ معمولی مہینے سے پہلے زیادہ کرتے ہیں۔

جب کسی ماہ شمسی میں اجتماع نیرین ایک دفعہ بھی نہیں ہوتا تو اس ماہ شمسی کے قمری مہینے کا نام سال کے مہینوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اس مہینے کو کشیا (متروک) کہتے ہیں کشیا کا مہینہ منکسر پوس ماگھ کے سوانہیں ہو سکتا۔ کشیا کی وجہ سے سال 11 ماہ کا رہ جاتا ہے۔ اس کی کو پورا کرنے کے لیے اصل قمری مہینے کے عوض لونڈ کا مہینہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کشیا کا مہینہ اسی سال میں

واقع ہوتا ہے جس سال کے ایک ماہ شمسی میں دو دفعہ اجتماع نیرین ہوتا ہے۔ اندریں صورت کشیا کے عوض کا، ایک اوہک ماس کا ہوتا ہے، اس سے کشیا کا سال اکثر 13 مہینے کا اور شاذ 12 مہینے کا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی پیدائش مبارک تک 627 قمری شمسی سالوں میں 396 سال 12 ماہ 231 سال 13 ماہ۔ یعنی کل 7755 ماہ گزرے تھے مجملہ ان کے 3641 ماہ 29-29 دن کے اور 4114 مہینے 30-30 دن کے تھے۔ اسی طرح 627 قمری شمسی سالوں کے 90-90 دن ہوتے ہیں۔ ان میں 15 دن چیت شدی 628 کے 15 دن بیسا کھ ہدی 628 کے۔ 11 دن بیسا کھ شی 628 کے شامل کرنے سے تاریخ ولادت باسعادت آنحضرت ﷺ تک 229050 دن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک موتی اکاوش کے دن ہوتی ہے جو ہنود کے اعتقاد میں نہایت مقدس دن سمجھا جاتا ہے۔

۱۱) عیسوی قدیم

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
208302	6 جمادی الاول 5-640	1721423	گھنٹے دن 365-6	جنوری	شنبہ

سنہ عیسوی حضرت مسیح علیہ السلام کے سال پیدائش سے شروع کیا گیا تھا مگر زمانہ حال کے محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اس سنہ سے 4 سال پہلے کی ہے۔ تاریخی طور پر سنہ عیسوی کا سب سے پہلی دفعہ لکھا جانا 748ء مطابق 130ھ سے ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے، جس کے بعد سال مہینے اور ہفتوں کی تاریخیں انھیں ایام ہفتہ کو واقع ہوتی ہیں، جس طرح 28 سالہ دور گزشتہ میں ہوئی تھیں۔ مختلف ممالک میں مارچ یا ایسٹریا کرکس یا ستمبر سے شروع کیا جاتا تھا انگلستان نے 1752ء سے جنوری سے آغاز کیا۔ اب یورپ و امریکہ میں سال کا آغاز اس مہینہ سے مانا جاتا ہے۔

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 20 اپریل 571ء کو ہے۔

۱۲) عیسوی جدید

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

208300	18 جمادی الاول 641 ق	1721425	منٹ گھنٹے دن 365- 5-48 46 سیکنڈ	جنوری	دوشنبہ
--------	-------------------------	---------	---------------------------------------	-------	--------

قدیم حساب میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے 11 منٹ 14 سیکنڈ زیادہ تھی۔ اس لیے اعتدال ربیعی کا دن 21 مارچ تھا اور 1582 میں 11 مارچ۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لیے اصلاح کرنی پڑی۔ حالیہ قاعدہ سے یوم اعتدال ربیعی و خریف سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن اپنی مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں اور وہ اندیشہ بھی نہ رہا کہ کبھی سرد موسم کے مہینے گرم میں یا گرم موسم کے مہینے سرد میں آ جائیں گے۔ قدیم حساب میں یوم دوشنبہ کو 3 جنوری 1 سنہ عیسوی تھی۔ حساب جدید میں دوشنبہ کو یکم جنوری 1ء قرار دی گئی ہے۔ یہ حساب قدیم ہر پوری صدی کا سال 366 دن کا اور صدی 365 دن کی ہوتی تھی۔ اب یہ حساب جدید پہلی صدی سے 39 صدیوں تک۔ جس صدی کو 400 پر تقسیم کرنے سے باقی کچھ نہ رہے، اس پوری صدی کا سال 366 دن کا اور وہ صدی 365 دن کی ہے۔ اور جو پوری صدی 400 پر تقسیم کرنے سے پوری تقسیم نہ ہو سکتی ان کا سال 365 دن کا اور وہ صدی 365 دن کی ہیں۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 22 اپریل 571ء کو ہے۔

(13) قبلی جدید

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
104696	29 رمضان 349 ق	1825029	گھنٹے دن 365- 6	توت	جمعہ

یہ سنہ روما کے آخری بت پرست بادشاہ قسطنطینوس اطالکی کے یوم جلوس 29 اگست 284ء یوم جمعہ سے شروع ہوتا ہے۔ آج کل مصر میں جاری ہے۔ اس سنہ میں 3 سال 365 دن کے اور سال چہارم جسے 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہ جائیں 366 دن کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ 30 دن کا 365 دن کے سال میں 12 مہینوں کے بعد 5 دن کسی کے اور 366 دن کے سال میں 6 دن کسی کے زیادہ کر لیتے ہیں۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 25 برمودہ 278ء کو ہوتی ہے۔

(14) جلوس نوشیروانی

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

14465	14 جمادی الاول 94-ق- ۵	1915260	365	خرداد	شنبه
-------	---------------------------	---------	-----	-------	------

مجوس میں سنہ کا استعمال ہر بادشاہ کے سال جلوس سے ہوتا تھا۔ نئے بادشاہ کے جلوس سے پہلا مستعمل سنہ متروک ہو جاتا تھا۔ نوشیرواں کا جلوس آغاز سال مجوس سے 63 دن بعد بروز شنبہ 13/15 ستمبر 531ء مطابق 4 ماہ خرداد کو ہوا تھا اور نبی ﷺ کی ولادت باسعادت یوم جلوس نوشیروانی سے 14464 دن کے بعد 40 جلوس نوشیروانی میں 18 ماہ سے مطابق 20/22 اپریل 571 کو ہوئی۔ مجوس کا مستعمل سال 365 دن 6 گھنٹے کا ہے، مگر 19 سال تک 6 گھنٹے کی سالانہ کسر کو شمار میں نہیں لاتے۔ جب 120 سال میں 6 گھنٹے سالانہ کی متروک کروں کے مجموعہ سے 30 دن بن جاتے ہیں۔ تب ایک مہینہ کیسہ کا 120 ویں سال میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ 120 سال کا دور صغیر اور 12 دور صغیر یعنی 1440 سال کا دور کبیر ہوتا ہے۔ کیسہ کا مہینہ ہر دور صغیر کے بعد اس طرح اضافہ کرتے ہیں کہ پہلے دور کے 120 ویں سال میں تیسرا مہینہ دو بار، اس طرح دور اعظم کے 1440 ویں سال کے بارہویں مہینہ دو بار شمار ہو کر از سر نو ماہ اول سے ماہ کیسہ کا شمار کرتے ہیں۔

یزدجرد آخری بادشاہ فارس کے بعد کیسہ کے بڑھانے کا دستور تو جاتا رہا ہے۔ اب پارسیوں میں یزدجردی سال 365 دن کا اس طرح مستعمل ہے کہ مہینہ 30 دن کا شمار ہوتا ہے اور پانچ دن خسہ مترقہ میں اضافہ کر کے سال کو 365 دن کا شمار کرتے ہیں۔ 5 مجوس ماہ آبان کے بعد زیادہ کرتے ہیں۔ اور اہل اسلام آخری ماہ کے بعد بڑھاتے ہیں۔ اس طرح ماہ دے سے آخر سال تک پارسیوں کی تاریخ مؤرخین اسلام کی تاریخ سے 5 دن کم ہوتی ہے سنہ مجوسی کا دور سات سال کا ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جو لین پیریدہ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
51/68	18 محرم 53 ق- ۵	1929657 1929674	منٹ گھنٹے دن 354-8-48 34.44 سیکنڈ	جمرات محرم	یک شنبہ

اصحاب انبیل کا حملہ مکہ معظمہ پر محرم کی 17 تاریخ کو ہوا تھا۔ اس لیے سنہ اصحاب انبیل کا شمار 18 محرم یوم یک شنبہ سے کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ پیدائش نبی ﷺ سے 50 دن پہلے کا ہے۔

محرم کے 13 دن
صفر کے 29 دن
ربیع الاول کے 8 دن
کل 50 دن

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 9 ربیع الاول 1 عام انبیل ہوئی۔

جدول آغاز شہور قمری بابت بست و سہ سال نبوت محمدیہ ﷺ
 بتیہ دوم و تطبیق و تاریخ و ماہ و سال مسیحی متعلق جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
41 میلاد النبی ﷺ	نہیس 4-12-609	شنبہ 3-1-610	یکشنبہ 1-2-610	سہ شنبہ 3-3-610
42	دوشنبہ 23-11-610	چار شنبہ 23-12-610	جمعہ 22-1-611	شنبہ 20-2-611
43	شنبہ 13-11-611	یک شنبہ 12-12-611	سہ شنبہ 11-1-612	چار شنبہ 9-2-612
44	چار شنبہ 1-11-612	جمعہ 1-12-612	شنبہ 20-12-612	دوشنبہ 29-1-613
45	دوشنبہ 23-10-613	منگل 20-11-613	نہیس 20-12-613	جمعہ 18-0-614
46	جمعہ 11-10-614	شنبہ 9-11-614	دوشنبہ 9-12-614	بدھ 8-1-615
47	منگل 30-9-615	نہیس 30-10-615	جمعہ 28-11-615	اتوار 28-11-615
48	اتوار 19-9-616	دوشنبہ 8-10-616	بدھ 17-11-616	نہیس 16-12-616
49	نہیس 8-9-617	شنبہ 8-10-617	اتوار 6-11-617	منگل 6-12-617
50	دوشنبہ 28-8-618	بدھ 27-9-618	نہیس 26-10-618	شنبہ 25-11-618
51	شنبہ 18-8-619	اتوار 16-9-619	منگل 16-10-619	بدھ 14-11-619
52	بدھ 6-8-620	جمعہ 5-9-620	شنبہ 4-10-620	دوشنبہ 3-11-620
53	شنبہ 27-7-621	منگل 25-8-621	نہیس 24-9-621	جمعہ 23-10-621
1 ہجری	جمعہ 27-7-622	یک شنبہ 15-8-622	دوشنبہ 12-9-622	منگل 12-10-622
2	منگل 5-7-623	نہیس 4-8-623	جمعہ 2-9-623	اتوار 2-10-623
3	اتوار 6-6-624	دوشنبہ 3-7-624	بدھ 22-8-624	نہیس 20-9-624
4	نہیس 13-6-625	شنبہ 13-7-625	اتوار 11-8-625	منگل 10-9-625
5	دوشنبہ 3-6-626	بدھ 2-7-626	نہیس 21-7-626	شنبہ 30-8-626
6	شنبہ 23-5-627	اتوار 21-6-627	منگل 21-7-627	بدھ 19-8-627
7	بدھ 11-5-628	جمعہ 10-6-628	شنبہ 9-7-628	دوشنبہ 8-8-628
8	اتوار 30-4-629	منگل 30-5-629	بدھ 28-6-629	جمعہ 28-7-629
9	جمعہ 20-4-630	شنبہ 19-5-630	دوشنبہ 18-6-630	منگل 17-7-630

سنین اسلام	محرم	سفر	ربیع اول	ربیع الثانی
10	منگل 631-4-9	خمیس 631-5-9	جمعہ 631-6-7	اتوار 631-7-7
11	شنبہ 632-3-28	دوشنبہ 632-4-27	بدھ 632-5-27	خمیس 632-6-25
41 میلاد النبی	چار شنبہ 610-4-1	جمعہ 610-5-1	شنبہ 610-5-30	دوشنبہ 610-6-29
42	دوشنبہ 611-3-22	سہ شنبہ 611-4-20	خمیس 611-5-20	جمعہ 611-8-18
43	جمعہ 612-3-10	یک شنبہ 612-4-19	دوشنبہ 612-5-8	چار شنبہ 612-6-7
44	سہ شنبہ 613-2-27	خمیس 613-3-29	جمعہ 613-4-27	یک شنبہ 613-5-27
45	اتوار 614-2-17	دوشنبہ 614-2-18	بدھ 614-4-17	خمیس 614-5-6
46	خمیس 615-2-6	شنبہ 615-3-8	اتوار 615-4-6	منگل 615-5-6
47	دوشنبہ 616-1-26	بدھ 616-3-25	جمعہ 616-3-26	شنبہ 616-4-24
48	شنبہ 617-1-15	اتوار 617-2-13	منگل 617-3-15	بدھ 617-4-13
49	چار شنبہ 618-4-1	جمعہ 618-3-3	شنبہ 618-3-4	دوشنبہ 618-4-3
50	دوشنبہ 619-12-25	منگل 619-1-23	خمیس 619-2-22	جمعہ 619-3-22
51	جمعہ 620-12-14	شنبہ 620-1-12	دوشنبہ 620-2-11	منگل 621-3-1
52	منگل 621-12-2	خمیس 621-1-1	جمعہ 621-1-30	اتوار 621-3-1
53	اتوار 622-11-22	دوشنبہ 622-12-21	بدھ 622-1-20	خمیس 622-2-18
1 ہجری	خمیس 623-11-11	شنبہ 623-12-11	اتوار 623-1-9	منگل 623-2-8
2	دوشنبہ 623-10-31	بدھ 623-11-30	خمیس 623-12-29	شنبہ 624-1-28
3	شنبہ 624-10-20	اتوار 624-11-18	منگل 624-12-18	بدھ 625-1-16
4	بدھ 625-10-9	جمعہ 625-11-8	شنبہ 625-12-7	دوشنبہ 626-12-26
5	اتوار 626-9-28	منگل 626-10-28	خمیس 626-11-27	جمعہ 627-1-6
6	جمعہ 627-9-18	شنبہ 627-10-17	دوشنبہ 627-11-16	منگل 627-12-15
7	منگل 628-9-6	خمیس 628-10-6	جمعہ 628-11-4	اتوار 628-12-4
8	شنبہ 629-8-26	دوشنبہ 629-9-25	بدھ 629-10-25	خمیس 629-11-23
9	خمیس 630-8-16	جمعہ 630-9-14	اتوار 630-10-14	دوشنبہ 630-11-12
10	دوشنبہ 631-8-5	بدھ 631-9-4	خمیس 631-10-3	شنبہ 631-11-2

سین اسلام	محرم	سفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
11	شنبہ 632-7-25	اتوار 632-8-23	منگل 632-10-22	بدھ 632-11-21
41 میلاد النبی	سہ شنبہ 610-7-28	خمیس 610-8-27	جمعہ 610-9-25	یک شنبہ 610-10-25
42	یک شنبہ 611-7-18	دوشنبہ 611-8-26	بدھ 611-9-15	خمیس 611-10-24
43	خمیس 612-7-6	شنبہ 612-8-5	دوشنبہ 612-9-4	سہ شنبہ 612-10-3
44	دوشنبہ 613-6-25	چار شنبہ 613-7-25	جمعہ 613-8-24	شنبہ 613-9-22
45	شنبہ 614-6-17	اتوار 614-7-21	منگل 614-8-13	بدھ 614-9-11
46	بدھ 615-6-4	جمعہ 615-7-21	شنبہ 615-8-2	دوشنبہ 615-9-1
47	دوشنبہ 616-5-24	منگل 616-6-22	خمیس 616-7-22	جمعہ 616-8-2
48	جمعہ 617-5-13	شنبہ 617-6-11	دوشنبہ 617-7-11	بدھ 617-8-10
49	منگل 618-5-2	خمیس 618-6-1	جمعہ 618-6-30	اتوار 618-7-30
50	اتوار 619-4-22	دوشنبہ 619-5-21	بدھ 619-6-20	خمیس 619-7-19
51	خمیس 620-1-10	شنبہ 620-1-10	اتوار 620-6-6	منگل 620-7-8
52	دوشنبہ 621-3-30	بدھ 621-4-29	خمیس 621-5-28	شنبہ 621-6-2
53	شنبہ 622-3-20	اتوار 622-4-18	منگل 622-5-18	بدھ 622-6-16
1 ہجری	بدھ 623-3-9	جمعہ 623-4-8	شنبہ 623-5-7	دوشنبہ 623-6-6
2	اتوار 624-2-26	منگل 624-3-27	خمیس 624-4-26	جمعہ 624-5-25
3	جمعہ 625-2-15	شنبہ 625-3-16	دوشنبہ 625-4-15	منگل 625-5-14
4	اتوار 627-1-25	دوشنبہ 627-2-23	چار شنبہ 627-3-5	خمیس 627-4-23
5	خمیس 628-1-25	جمعہ 628-2-12	اتوار 628-3-13	منگل 628-4-12
6	دوشنبہ 629-1-14	بدھ 629-2-1	خمیس 629-3-2	شنبہ 629-4-1
7	شنبہ 629-12-13	اتوار 630-1-21	منگل 630-2-2	بدھ 630-3-21
8	بدھ 630-12-12	خمیس 631-1-10	شنبہ 631-2-9	دوشنبہ 631-3-11
9	اتوار 631-12-1	منگل 631-12-31	بدھ 631-1-29	خمیس 632-3-27
10	جمعہ 632-11-2	شنبہ 632-12-19	دوشنبہ 633-1-18	منگل 633-2-16

قصیدہ

در حمد باری تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ

خدائے عزوجل کے لیے ہے شکر نعم
زیادہ حد عدد سے ہے جس کے فضل و کرم

وہی ملک ہے، وہی مستعان، وہی معبود
وہی ہے غافر ذنب اور وہی ہے قابل توب
وہی ہے رافع عزوجل و مجد و عطا
جلال اس کا ہی آفاق کے لیے ہے محیط
کمال عقل ہے درفان کند میں قاصر
نمونہ قدرت باری کا ہے کہ صفحہ چرخ
ہے شان صنعت صالح کہ ارض کا یہ کرہ
اسی کے حکم سے قائم جہاں شاخہ ہیں
اسی کے فیض سے باغ حدوث ہے شاداب
اسی کی داد سے مد کو ملا ہے سکھ سیم
اسی نے فرش زمین کو بچھا دیا ہموار
اسی کے قصد میں پویندہ ہیں الوف مل
اسی کے خوض میں ہے نہ نشین دریا در
اسی کا نور ہے چشم جہاں کی بیٹائی
اسی کی آیت قدرت سے ہے ہبوب ریاہ
اسی آیت قدرت سے ہے تلح برق
اسی کی آیت قدرت سے ہے نزول میاہ
سی کی آیت قدرت سے ہے کہ مردہ زمین

وہی الہ، وہی ہادی رہ اقوم
وہی ہے ناز ارض و سما و نور و ظلم
وہی ہے دافع درد و بلا و رخ و سقم
نوال اس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم
زبان نطق بیان ثنا میں ہے اکیم
حجوم نجم سے ہوتا ہے اطلس معلم
ذور سبزہ سے بنتا ہے صفحہ معلم
اسی کے امر سے سائر ہے نیر اعظم
اسی کے نام سے قلب سلیم ہے خرم
اسی کے جود سے ماہی کو کیسہ درہم
اسی نے سلک ثریا کو دیا درہم
اسی کی حمد میں گوئندہ ہیں صوف ام
اسی کے شوق میں ہے آسمان گراشم
اسی کا حکم بقا و فنا کا مستلزم
جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم و درہم
چمک میں جس کی ہے بیم ورجا کی شان بہم
کہ مرگ وزیت کی ملتی نظیر ہے پیہم
حیات تازہ سے باروگر ہوئی منضم

ہزاروں بیٹوں میں بھانج کی بنی مدم
 ہمیں سکھاتے ہیں طرز و طریق رامش درم
 بنا دیے ہیں جزیرے مثال باغ ارم
 مثال سقف بغیر از عمد، رہا ہے تھم
 لسان و لون میں نوئیں جدا جدا ہیں علم
 یہ موسموں کا تغیر یہ انقلاب ام
 فضا میں جسم کو اپنے بلا تردد وغم
 کہ موج موج کا اندر ہے اپنے حد کے قدم
 اسی کی ذرہ نوازی سے نخل ہے ملہم
 اسی کے ام معظم کے واسطے ہے قسم
 اسی سے کہتے ہیں وارحم کہ سب سے ہے ارحم
 اس کے اول ادراک پر ہے لا اعلم
 کہ ملک و حمد اسی کو ہے اور کبر و قدم
 کبیر و قادر و بر و رؤف و جی و حکم
 غفور و باقی و ستار اور حکیم حکم
 مثال و کفو سے ہے پاک تر بحد اتم
 وہ ہے مصور اشیاء و خالق عالم
 حواس سمع و بصر، عقل و درک، بس اور شہم
 مشیر امر میں اس کے وزیر نہ ند
 ہے بام معرفت لا یزال کا سلم
 عیم ہیں تیرے احسان کثیر تیری نعم
 ہے سب کا تیرے ہی دو حرف میں وجود و عدم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ خاک سیاہ
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ لیل و نہار
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ بین بہار
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ گنبد چرخ
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ انسان کی
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے
 اس کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طائر
 اسی کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں یہ انہار
 اس کے نور تجلی سے طور ہے روشن
 اسی کی ذات مقدس حقیق مجیدہ ہے
 اسی کی جناب میں ہوتی ہے عرض رب اغفر
 اسی کی غایت حمد و ثنا ہے لا احصی
 وہی ہے ایک وحید اور لا شریک لہ
 غنی و مقتدر و باسط وود و جلیل
 سلام و مومن و قدوس و والی و باری
 احد ہے اور صمدکم یملذ و لکم یؤکذ
 ہے شرک جو اسے کہتا ہے صرف رب النوع
 اسی کے خلق ہیں اور اس کو پا نہیں سکتے
 شریک خلق میں اس کے نہ مادہ ہے نہ روح
 وگر ہے صدق ارواوت تو برگ برگ گیاہ
 مرے کریم ذوالجلال والا کرام
 ہے ایک حکم میں تیرے حیات اور ممات

نہ انعامِ خلاق سے تیری صنعت کم
 ہے مستحق کرامت گناہ اور ظلم
 کہ ہے حجابِ عدالت میں رحمت اور کرم
 عبودیت پر تری شاد ہیں یہ فخر اتم
 تیری حضور میں سب کا سر ارادت خم
 کہ سب مشتمل اس فیض میں بنی آدم
 دماغ دل کی تمنا یہی بدیدہ نم
 قدم ہوں میرے صراطِ ہدئی پر مستحکم
 بدن میں جان رہے جب تک اور دم میں دم
 وہی ہو میرا عقیدہ نہ اس سے پیش و کم
 نبی جہاں کے لیے رحمت و مطاع ام
 ملاذ کعبہ و حامی قدس و شاہ حرم
 شفیع و حامد و احمد محمد و خاتم
 ہیں اس کی ذات پر نازاں خلیل اور آدم
 کہ پر ہے ان کے فضائل سے مصحف محکم
 تو ہولناک قیامت میں بن مرا ہدم
 اسی سوال میں سارے سوال ہیں منضم

نہیں وجودِ عوالم سے تیری قدرت بیش
 ہو تیری عفو و رحیمی کا جس جگہ اظہار
 مقربین ہیں بین رجا و خوف ترے
 فرشتگانِ مکرم کہ انبیائے کرام
 تیری جناب میں سب کی التماس دعا
 نہ مال میرا مال طلب ، نہ حشمت و جاہ
 یہ التجا ہے ، یہی آرزو ، یہی خواہش
 رہوں سدا متمسک نبی کی سنت سے
 رگوں میں جوشِ باہو میں محبتِ اسلام
 ترے حبیب نے جو امیوں کو دی تعلیم
 رسول سید اہرار بندہ رحمن
 سراج و شاہد و داعی مبشر و منذر
 ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف و رحیم
 عوام کا اب وجد سے ہے مایہ نازش
 درود اس پر اور اصحابِ آل پر اس کے
 توقیر کی متوحش جگہ میں ہو مونس
 الہی رحم مرے والدین پر فرما

نفس ہے سینے میں سلمان کے رواں جب تک
 نبی کی نعت میں چلتی رہے زبان و قلم





تقدمہ

”رحمۃ للعالمین“ اور اس کا مصنف

(از جناب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

آج سے بیس (20) سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز اہل ملت کے سامنے پیش کی تھی اس کے جواب میں ہر طرف سے تائید کی آوازیں بلند ہوئیں، صرف ایک آواز مخالفت میں اٹھی۔ یہ مولوی انشاء اللہ خاں مرحوم ایڈیٹر ”وطن“ کی آواز تھی۔ انہوں نے لکھا کہ قاضی محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ چوں کہ اسکے لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں اس لیے مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد خاموشی سے بیس (20) برس گزر گئے اور دونوں مصنفوں کی تصانیف کی کئی جلدیں ارباب شوق کے سامنے پیش ہوئیں اور دونوں نے قبولیت عامہ حاصل کی۔ پھر یہ کس کو خیال آسکتا تھا کہ یہ دونوں مصنف آگے پیچھے اس دنیا کو خیر یاد کہیں گے اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا شخص آئے گا جو فیض و برکات کے ان دو مختلف مسوتوں کو ملا کر ایک چشمہ بنا دے گا۔ اللہ کے سامنے میں اس کی دی ہوئی عزت پر نازاں ہوں کہ اس نے بزرگوں کی متروکات کی تکمیل کی سعادت میرے حصہ میں رکھی۔

رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے 1916ء میں واقف ہوا جب کہ حافظ عبدالکلیم تاجر کانپور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ہے ایک تنہا خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔ مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدے داروں کے ساتھ بسی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص و محبت سے ملے اور دیر تک بعض پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے چند مناظروں کا ذکر فرماتے رہے۔ یہ طرفین کی محبت کا پہلا تخم تھا جو محمد دالغ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین میں ہم دونوں نے بویا۔

مرحوم مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے اور میرے بزرگ تھے مگر ان کی طرف سے انکسار و تواضع نے اور میری طرف سے اعتراف و اقرار نے اس تخم کی آبیاری کی اور رفتہ رفتہ اس درجہ اس میں بالیدگی ہوئی کہ اس شجر طوبی کے سایہ میں ہم نے بار بار آرام پایا۔ ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جائی نصیب ہوتی۔ ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس منو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر ”دارالمصنفین“ میں بھی دورا تیں بسر کیں اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل باللحدیث ہیں۔ ایسے خاموش آئین بالجبر کرنے والے کو آنکھوں نے سب سے پہلی دفعہ دیکھا اور لطف روحانی اٹھایا میں نے حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا: ”یہ تو مدت العمر سے ہے۔“

مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور وفاقی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یکجا تھی وہ علم کے ملا اور دل کے صوتی تھے۔ صاف ستھرے رہتے تھے، تبلیغ کے دلدادہ تھے۔ صلح پسند اور خاکسار تھے، علم کی نمائش پسند خاطر نہ تھی اور ان سب سے بالاتر جو وصف

تھا وہ ذات پاک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔ دوج کیے اور آخر دوسرے حج میں دیار حبیب ﷺ میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور عبودیت کا سراں آستانہ اقدس پر اس طرح جھکایا کہ پھر نہ اٹھایا۔ عشق باطن نے ظاہری نعمت کے ساتھ باطن کی یہ سعادت بخشی کہ اس سرزمین میں ان کو ہمیشہ کے لیے جگہ دی جس کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ان کے رگ رگ کو وابستگی تھی۔

مرحوم نے اسلام کے فضائل اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں، مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف ”رحمۃ للعالمین“ ہے۔ جس کے دو حصے خود ان کی زندگی میں چھپ چکے تھے۔ اور اب یہ تیسرا حصہ ان کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ اس حصہ کا موضوع اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ قارئین دیکھیں گے کہ ایک عاشق رسول ﷺ کے قلم نے عشق و محبت کے نشہ سرور میں علم و عقل کی فرزاگی اور ہوشیاری کے ساتھ نکتہ دہی اور دیدہ وری کی کیا کیا صنعت کاریاں کی ہیں۔ افسوس۔ یہ چشمہ فیض اب ہمیشہ کے لیے خشک ہو گیا، مگر مجھے یقین ہے کہ جب تک ہندوستان میں اسلام کا دریا بہ رہے گا رحمۃ للعالمین کے یہ کاغذی سفینے مسلمانوں کی سلامتی ایمان کے لیے اس میں چلتے پھرتے تیرتے ابھرتے رہیں گے۔

مرحوم نے رحمۃ للعالمین لکھی اور رب العالمین نے اس دنیا میں اس کو قبول کے شرف سے ممتاز کیا۔ امید ہے کہ اس کی ”رب العالمین“ اور اس کے رسول ﷺ کی ”رحمۃ للعالمین“ دوسری دنیا میں بھی اس کی چارہ نوازی کرے گی۔

”رحمۃ للعالمین“ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے بہبود نصابی کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔ مصنف ﷺ کو توراہ اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے اس کی پوری واقفیت تھی۔ اسی بنا پر اس کی یہ کتاب ان معلومات کا پورا خزانہ ہے۔

پیش نظر حصہ کہنے کو خصائص محمدی ﷺ کے بیان میں ہے، مگر درحقیقت اس میں اسلام کے ان امتیازات اور خصوصیات کا خاکہ ہے جس کی بنا پر اس کو ”دین کامل“ کا خطاب ملا ہے۔ اس طرح اس میں آنحضرت ﷺ کے وہ فضائل و محامد درج ہیں جن کی بنا پر آپ ﷺ کو خاتم النبیین اور مکمل دین کا پرفخر خطاب باری تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ مصنف کے دلائل ایسے دلنشین اور طرز ادا ایسا متین ہے کہ اس کی یہ تصنیف ہر صاحب ذوق کے لیے باعث تسکین ہو سکتی ہے۔ زمانہ حال نے خیالات میں جو تغیر اور طریق تبلیغ میں انقلاب پیدا کیا ہے۔ مصنف مرحوم نے اس کی پوری نگہداشت کی ہے اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الوفاء والقیات و السلام کے وہ تمام امتیازات اور محاسن جو اس دور میں کسی حیثیت سے بھی پیش کرنے کے لائق تھے مرحوم نے ان کا پورا استحصا کیا ہے اور کہیں سے کسی کارآمد نکتہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔

مناظرانہ طریق تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا سخت مشکل کام ہے، مگر جس طرح خود مصنف ﷺ اس وصف میں ممتاز تھے اسی طرح ان کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے۔ پوری کتاب مناظرانہ اور احقاق حق کی رودادوں سے لبریز ہے تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔ ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ [المائدہ: 54]

اگر اس دنیا کی مقبولیت سے اس دنیا کے اجر جزیل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تو یہ کہنے میں قلم کو ہاک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مصنف ﷺ کے جلائل اعمال میں اس تصنیف کا شمار ہوا ہوگا اور غالباً یہی ان کا ایک کام ان کی مغفرت اور نجات کے لیے کافی ہوگا۔

کتاب کے دو پہلے حصوں نے عام قارئین کے علاوہ اسلامی مدارس و مکاتب میں درس کی حیثیت سے بھی جگہ پائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ حصہ بھی اسی قدر مقبول ہوگا اور عام مسلمان اور طلبہ اس کے مضامین سے مستفید اور اس کے مطالب سے بہرہ مند ہوں گے۔

کسی مصنف کی یہ خوش قسمتی کیا کم ہے کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے قلم کا خیر جاری رہے۔ انسان فانی ہے مگر اس کا عمل باقی ہے۔ مرحوم مصنف خاک کے کسی گوشہ میں آسودہ ہے مگر اس کے ہاتھ کی جنبش نے کاغذ کے صفحات پر اخلاص و نیاز کے ساتھ جو گلکاریاں کی ہیں اس کی بہارانِ شفاء اللہ سدا قائم رہے گی اور اس کی خوشبو ایمان کے مشام جاں کو ہمیشہ معطر رکھے گی۔

قارئین میرے ساتھ دست بہ دعا ہوں کہ مرحوم کو رضائے الہی کی بہشت جاوید میں درجات عالیات نصیب ہوں کہ اس کے قلمی احسانات کا ہماری طرف سے یہی زبانی شکر یہ ہو سکتا ہے۔

والسلام
سید سلیمان ندوی (رحمۃ اللہ علیہ)

29- محرم 1352ھ

<http://mujahid.xtgem.com>





لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ وَاللَّهِ الْمُرْسَلِينَ - قِيَوْمَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِينَ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الْمَبْعُوثُ بِالصِّدْقِ وَالنُّورِ الْمُبِينِ وَرَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ - فَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَخُلَفَائِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ - آمِينَ اللَّهُ الْحَقُّ آمِينَ - آمَنَّا بَعْدُ:

قارئین کی خدمت میں کتابِ رحمتہ للعالمین کی یہ جلد سوم نہایت ادب سے پیش کی جاتی ہے۔ اس جلد کے مضامین عرصہ ہوا کہ قلم بند کیے جا چکے تھے، لیکن میرٹ نگار کے بیمار ہو جانے سے فراہمی و ترتیب مضامین میں تاخیر پرتاخیر ہوتی رہی۔

احباب کا شوق اور تقاضے اور راقم الحروف کی ندامت بڑھتی رہی۔ اب ان مضامین کو فراہم کر دیا گیا ہے، لازم تھا کہ نظر ثانی کر لی جاتی، مگر سفر حج کا داعیہ پیدا ہوا اور یہ ضروری کام رہ گیا۔ اب تو کلا علی اللہ روانگی سفر مبارک سے پیشتر ان اوراق کو مطبع میں روانہ کر رہا ہوں۔ ﷻ اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے۔

قبل ازیں اس کتاب کی جلد اول اور دوم شائع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو قبولیت عام ان کتابوں کو عطا فرمائی ہے وہ محض اس کا فضل خاص ہے۔

بندہ مستمند نقاش نگار حروف چند کے فہم و تصور سے بالاتر تھا کہ یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے نصاب درسیہ میں داخل کی جائے گی۔ اور جامعہ عثمانیہ وکن، جامع عباسیہ بہاول پور وندوۃ العلماء لکھنؤ و یو بند و حمایت اسلام لاہور کے صاحبان فضل و کمال ان کتابوں کو جزو تعلیم قرار دیں گے اور جملہ مدارس ثانویہ اسلامیہ میں اس کی تدریس لازمی قرار دی جائے گی۔

امید ہے کہ اب فاتح العلوم اس جلد سوم کو بھی حسن قبول کے شرف سے مشرف فرمائے گا اور بزرگان دین و علمائے صدق اس کتاب کا ملاحظہ بیاناتِ ثقات سے کریں گے۔

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [البقرة: 127]

﴿ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴾

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا خَيْرَ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴾

..... خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصورپوری (پیشوا) (پناہ۔ ناوب)

ﷻ مصنف رحمتہ للعالمین پینہ کا ارادہ نہیں تھا مگر انہوں نے پورا نہ ہو سکا اور آپ سودہ نظر ثانی کے لیے اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ چنانچہ ریل اور جہاز میں یہی کام کرتے رہے اور چھ نئے ابواب کا اضافہ بھی کر دیا اور مکہ معظمہ پہنچنے تک اسے ہائل کھل کر دیا۔ واپسی پر جہاز میں آپ کا وصال ہو گیا اور یہ سودہ کچھ عرصہ تک آپ کے اسباب میں ہی بند پڑا رہا۔ الحمد للہ! کتاب زیر طبع سے مزین ہو کر نذر قارئین ہو رہا ہے۔

خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق متقدمین کی بھی چند کتابیں ہیں، جو اسی زمانہ کے ایک خاص گروہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے موزوں کہی جاسکتی ہیں۔

مع ہذا جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے، اس کو دہرانا متلاشیان مزید کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔

خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر پوری وسعت کے ساتھ لکھا جائے تو ایک ضخیم دفتر بن جائے، لہذا جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ صرف ”ماہض“ کے تحت میں ہے۔ خصائص کا استنباط زیادہ تر آیات قرآنیہ سے کیا گیا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے حبیب کی خصوصیات کا جاننے والا اور وہی اس کنز مخفی کی مفتاح فرمانے والا ہے۔

کمی علم یا سو فہم کی وجہ سے جو غلطی مجھ سے ہوئی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے: اول خصوصیات وجود گرامی۔ دوم خصوصیات نبوت، جس کے فیضان میں عالم و عالمان بھی داخل ہیں۔ آخر میں ایک حدیث پاک سے طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توضیح کی گئی ہے۔ نیز اسمائے مبارکہ میں چند اسماء عالیہ کے معانی لکھ کر باب ہذا کو ختم کیا گیا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

<http://mujahid.xtgem.com>

خصوصیات وجود گرامی

خصوصیت نمبر 1

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ﴾ [الحج: 29] ”محمد اللہ کے رسول ہیں“

آیت بالا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب بھی بتایا گیا ہے۔ ہر دو اعتبار سے آیت بالا خصوصیات نبویہ کا مظہر ہے۔ ﴿نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت شان کے اظہار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہمایوں (پابریکت) بھی اپنے ائمہ خصوصیت رکھتا ہے۔ واضح ہو کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں کسی نبی کا نام بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ نام ہی اپنے منہ کی کمالات نبوت کا شاہد عدل ہو، بطور نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے:

- آدم علیہ السلام: کے معنی گندم گوں ہیں۔ ابو البشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔
- نوح علیہ السلام: کے معنی آرام ہیں، باپ نے ان کو آرام و راحت کا موجب قرار دیا۔
- اسحاق علیہ السلام: کے معنی ضاحک، یعنی ہنسنے والا ہیں۔ ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔
- یعقوب علیہ السلام: پیچھے آنے والا، یا اپنے بھائی یوسو کے ساتھ توأم پیدا ہوئے۔
- موسیٰ علیہ السلام: پانی سے نکالا ہوا، جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا، تب یہ نام رکھا گیا۔

□ مکی علیہ السلام: عمر و از۔ بوڑھے ماں باپ کی بہترین آرزوں کا ترجمان۔

□ عیسیٰ علیہ السلام: سرخ رنگ۔ چہرہ گلگلوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

اسمائے بالا کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو کہ وہ کس طرح معنی کی عظمت روحانی یا نبوت کی طرف ذرا سی بھی اشارت نہیں رکھتے۔ مگر اسم محمد ﷺ کی شان خاص ہے:

حضور کا ذاتی نام محمد ﷺ بھی ہے اور احمد ﷺ بھی ہے۔ ہر دو اسمائے ذاتی میں وحدت مادہ موجود ہے۔ یعنی حمد سے بنے ہیں۔ اب معنی ”حمد“ کا سمجھنا ضروری ہوا۔

ثناء و نکریم: رفعت شان و رفعت ذکر اور اتلز ام جو دو عطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اعلیٰ ذات پاک سبحانی میں پائی جاتی ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا حرف لام یہی بتلا رہا ہے۔ اور اسم پاک ”حَمِيدٌ“ بھی اسی راز کا انکشاف کرتا ہے۔

سیدنا حسان المؤمنین بروح القدس ﷺ نے اپنے قصیدہ کے مشہور بیت میں گویا اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَسَقَى لَكَ مِنْ اِسْمِهِ لِحْجَةً قَدْرَ الْعَرْشِ مَحْمُودًا وَ هَذَا مُحَمَّدًا

مُحَمَّدًا: حَمْدًا (مضاعف) سے مبالغہ کے لیے ہے۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں۔ ملائکہ

مقربین میں بھی محمود ہیں۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں۔

ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں۔ زمرہ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں، جو لوگ

حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی ان سچا یاوشیم کے مداح ہیں جن کا لزوم و ثبوت حضور ﷺ کے نام کے معنی اور حضور ﷺ کی ذات گرامی سے بدرجہ اتم ہے۔

ہاں! حضور ﷺ ہی ”مقام محمود“ والے ہیں اور ”لواء الحمد“ حضور ﷺ ہی کے راہت شاہی کا نام ہے۔ حضور ﷺ کی

امت کا نام بھی انہی مناسبات سے ”حمادون“ ہے۔

محمد و احمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے کہ محمد ﷺ وہ ہے جس کی حمد و نعت جملہ اہل الارض و السماء نے سب سے

بڑھ کر کی ہو اور احمد ﷺ وہ ہے۔ جس نے رب السموات و الارض کی حمد و ثنا جملہ اہل الارض و السموات سے بڑھ کی ہو۔ لہذا اسم پاک

علم بھی ہے اور صفت بھی ہے۔ وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی۔

یہ خصوصیت ہے جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء ساکت و خاموش ہیں۔

② اسم پاک کے ساتھ رَسُولُ اللّٰہِ کا علم بھی سورہ فتح آیت 29، آل عمران آیت 144 میں موجود ہے۔

رسول بروزن فاعول بمعنی مرسل ہے۔ اللہ کی طرف مضاعف ہونے سے اس کے معنی یہ ہو گئے ہیں کہ اس کی رسالت صرف

مخائب اللہ ہے۔ وہ کسی دوسرے کا پیغام نہیں سنانا اور کسی دوسرے کی بات پہنچانا اس کی شان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جہاں یہ لفظ بہ

شکل مضاعف قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا وہاں معرف باللام مستعمل ہوا ہے اور اسی تخصیص کا عرفان دیتا ہے۔

آیت ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ... ﴾ [فتح: 29] اور آیت ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَّسُولٌ ﴾ [آل عمران: 144] کی تزیل

سے آشکارا ہو گیا کہ فرقان حمید میں جہاں کہیں بھی ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ [النساء: 59] کی وحی موجود ہے اور تھنی آیات اس کے ہم معنی پائی جاتی ہیں ان سے حضور ﷺ ہی کی ذات بابرکات مقصود ہے اور حضور ہی کو رب العالمین نے مطاع عالم اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔

یہ مسئلہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جملہ اہل اسلام کا ایمان رہا ہے، مگر ہمارے زمانہ میں یہ عقیدہ محدث ایجاد کیا گیا ہے کہ رسول سے مراد آیات الہیہ میں خود قرآن ہے۔ لہذا اطاعت قرآن فرض ہے اور اطاعت محمد ﷺ فرض نہیں۔ آیت ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ (جو زیب عنوان ہے) کی مناسبت سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے اس مسئلہ کا حل کیا جائے۔

اہل ایمان کو تہہ برقرآن سے صاف طور پر واضح ہو جائے گا کہ لفظ رسول کا اطلاق صرف انبیاء کرام پر یا ان ملائکہ پر جو رسالت کا کام سرانجام دیتے تھے، فرمایا گیا ہے، لیکن لفظ رسول کا اطلاق کسی کتاب پر بھی نہیں ہوا۔ آیات ذیل پر غور کرو:

□ حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے:

﴿يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَا كَيْفِي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الاعراف: 61]

”اے قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔“

□ حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے:

﴿يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَا كَيْفِي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الاعراف: 67]

”اے قوم! مجھ میں نادانی کی کوئی بات نہیں، میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔“

□ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے:

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الاعراف: 104]

”موسیٰ نے کہا: اے فرعون میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔“

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تَأْتُونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ﴾ [الغفر: 5]

”جب موسیٰ نے کہا: اے میری قوم، مجھے کیوں ایذا دیتے ہو، تم تو جان چکے ہو کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں۔“

□ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے:

﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ﴾ [النساء: 171]

”سو اس کے نہیں مسیح عیسیٰ علیہ السلام بن مریم اللہ کا رسول ہے۔“

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ﴾ [المائدہ: 75]

”مسیح بن مریم تو صرف رسول ہیں۔“

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ﴾ [الغفر: 8]

”عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ میں تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں۔“

□ حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے:

﴿ قَالَ إِنَّمَا رَسُولٌ رَّبِّكَ ﴾ [مریم: 19]

(مریم سے جبریل نے) کہا میں تیرے رب کا رسول ہوں۔

آیات بالا سے ہویدا ہے کہ سیدنا نوح و ہود و موسیٰ و عیسیٰ اور جبریل علیہ السلام کو قرآن مجید میں رسول بتایا گیا ہے۔

فیصلہ طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ سیدنا مولا نامحمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول ہی فرمایا گیا ہے۔ تو پھر کیوں دیگر انبیاء کے ساتھ رسول بہ معنی پیغمبر سمجھا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔

ذیل میں وہ آیات درج ہیں جن سے کلمہ رسول اللہ کا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ثابت ہے، وہاں تاویلاً بھی کسی کتاب سے مراد نہیں ہو سکتی۔

① ﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ﴾ [التج: 27]

”اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ٹھیک ٹھیک سچا کر دکھایا۔“

یہ ظاہر ہے کہ خواب دیکھنا انسان کا کام ہے، اکتاب کا نہیں۔ خواب نبی علیہ السلام نے دیکھا تھا قرآن مجید نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔

② ﴿ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ، ﴾ [المنافقون: 1]

”جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری شہادت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

منافقوں کا آنا جاننا دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔ وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہے۔ تین جگہ حرف ”ک“ خطاب موجود ہے۔

③ ﴿ بَلْ كُنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ ﴾ [التج: 12]

”ہاں! تمہارے گمان تو یہ تھے کہ رسول اور ایمان والے لوٹ کر اپنے اپنے کنبوں میں نہیں آئیں گے۔“

جاننا لوٹ آنا، چل جانا، کتبہ دار ہونا، یہ صفات قرآن کے ہو سکتے ہیں؟ غور کرو کہ رسول کو یہاں کتبہ دار صاحب اہل و عیال بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ دیگر مومنین کو بھی کتبہ دار کہا گیا۔

اس سے آگے بڑھو تو ایسی آیات بھی ملیں گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہ شمول ذکر قرآن پاک ہے۔

① ﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ﴾ [المائدہ: 67]

”اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے۔“

یقیناً قرآن مجید میں ﴿ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ﴾ ہے اور سیدنا محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم وہ رسول ہیں جو آیت بالا کے مخاطب ہیں جسے بَلِّغْ

فرمایا وہ فرض تبلیغ ان پر عائد کیا گیا ہے۔ ہاں یہ بھی غور کرو کہ إِلَيْكَ کا مخاطب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون ہے جس پر نزول قرآن ہوا۔

② ﴿ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا ﴾ [البقرہ: 151]

”ہم نے اپنا رسول تم میں بھیجا ہے جو تم میں سے ہے، وہ ہماری آیات تم پر پڑھتا ہے۔“

آیاتنا تو قرآن مجید ہی ہے۔ اب اَرْسَلْنَا رَسُوْلًا كَمَا مَصَدَقَ كُونِ نَهْرًا۔ وہ مِنْكُمْ والا کون ہے جسے قریش میں حسب و نسب بھی حاصل ہے۔ کلام اللہ المنان تو کسی حسب و نسب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ [البقرہ: 128]

”شاعر رسول تمہارے پاس آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔“

قرآن مجید کی ایسی کوئی شخصیت ہے جو نوح بشر کے ساتھ مشارکت بھی رکھتی ہے۔ المختصر قرآن پاک نے نبی ﷺ کا اسم و علم بیان فرمانے کے بعد حضور ﷺ کا رسول ہونا اور پھر بحکم الہی مطاع اور مفترض الطاعت ہونا ظاہر کر دیا، مگر قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی الْقُرْآنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ موجود نہیں ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نہایت جزم و قطعیت کے ساتھ بتلا دیا کہ سیدنا و مولانا محمد ﷺ ہی وہ رسول پاک ہیں جن کا اتباع فرض ہے اور وہی کل عالم و عالمیان کے مخدوم و مطاع ہیں۔

﴿ وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [النساء: 64]

”ہم نے ہر ایک رسول کو اس لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن سے کی جائے۔“

کا طفر حضور ﷺ ہی کے لیے ہے اور

﴿ وَ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النساء: 80]

”جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

کا فرمان واجب الاذعان حضور ﷺ ہی کے احترام و احتشام میں نفاذ پذیر ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے حضور ﷺ کی شان بلند کو نہایت ارفع و اعلیٰ ثابت کر دیا ہے۔

جملہ آیات بالا سے ثابت ہو گیا کہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وہی عبد اللہ کا فرزند، آمنہ کا چایا، مکی المدنی، الامی، الہاشمی، القرشی، الکنانی، العدنانی، فخر اسماعیل ذبیح اللہ، دعائے ابراہیم خلیل اللہ ﷺ اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں۔

جن کی اطاعت عالم و عالمیان پر تا انقراض عالم و عالمیان فرض عین ہے اور یہ امر حضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔

خصوصیت نمبر 2

﴿ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ﴾ [البقرہ: 151]

”وہ رسول تم میں سے ہے“

یہاں مِنْكُمْ کے مخاطب قریش مکہ بھی ہیں جو سارے عرب میں مخدوم و مطاع مانے جاتے تھے، نیز اس کے مخاطب جملہ بنی نوع انسان بھی ہیں۔

لہذا قابل غور ہے کہ مِنْكُمْ فرمانے میں کیا خوبی و مصلحت ہے؟

واضح ہو کہ حضور ﷺ سے بیشتر دنیا کی مشہور مشہور امم نے اپنے اپنے مقتداؤں کو جنس انسانی سے بالاتر ہونے کی عزت دے رکھی تھی۔

ہندوؤں میں بتیس (32) کے قریب ایسے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ ”ادتار“ کا خطاب لگا ہوا ہے۔ ادتار کے معنی ہیں کہ خود خدا منش (انسان) کے چولے میں آیا۔ یعنی ایش نے تشکل مادی اختیار کر کے جامہ مخلوق پہن لیا ہے اور پھر انسان یا شیر یا خوک (خنزیر) یا کچھوا وغیرہ بن کر اپنی قدرت الوہیت کے نمونے ظاہر کیے۔

عیسائیوں نے بھی مسیح علیہ السلام کو ادتاری کا درجہ دیا۔

اہل تبت نے دلائی لامہ کو خالقیت کی مسند پر بٹھلایا۔

اہل انگلستان نے کنگ آر تھر (King Arthur) کی کرسی کو معصوم وغیر معصوم کی شناخت کا آلہ ٹھہرایا۔

اہل ناروے کا دو ڈن بت صدیوں تک یورپ کا خدا بنا رہا۔

تاتاریوں نے بھی الخواجیگم کے مجہول النسب بیٹوں کو فرزند ان نور قرار دیا۔

زمان مصر نے بھی جمال یوسفی دیکھا تو جھٹ ان کے بشر ہونے کی نفی کر کے ان کو فرشتہ بزرگ کا لقب دیا۔

ان حالات میں ایک سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں اور بشریت کو مخلوقیت کا برترین درجہ قرار دے کر خود کو بشر بتلاتے ہیں۔

اسی پاک لفظ ”منکم“ نے ایک طرف انسان کا اَشْرَفُ مَا سَخَّانَ ہونا بتلایا اور دوسری جانب ان کوتاہ بینوں کو نظر بلند پرواز کا ہم عنان بنایا۔ توہمات کے بادل چھٹ گئے، ظنون و ادہام کا پردہ پھٹ گیا، ناواقفیت کا حجاب اٹھ گیا اور نقش حقیقت لوح قلب پر جاگزیں ہوا کہ ہر ایک انسان اپنے اعلیٰ ترین کمالات اور اقدار فوق الطبیعیات کو رکھتا ہوا بھی بشر ہی ہوتا ہے۔

سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے سرور کائنات ہیں کہ کمالات عہدیت کا اتمام و احتشام حضور ہی کے عنصر شریف بشریت پر ہوا۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوا یا گیا ہے:

﴿ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مَّرْسُولًا ﴾ [نبی اسرائیل: 93]

”میں ہوں میں مگر بشر رسول۔“

پس ”منکم“ نے درجہ بشریت کو بالا بنا دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہمایوں کو کوتاہ بینوں کی خیالی توجیہات سے ارفع و اعلیٰ ثابت کیا ہے، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول رب العالمین اور مبشر جمعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

خصوصیت نمبر 3

﴿ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾ [انشاء: 113]

(تجھے علم سکھایا ان چیزوں کا جن کا تجھے علم نہ تھا)

قرآن مجید کی آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ لکھنا جانتے تھے۔

اب لفظ عَلَّمَكَ ظاہر کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی تھی۔

[1] شوہن ہار تھر (Schopenhauer Arthur) مشہور جرمن فلسفی 1788-1860ء

دنیا میں شاگرد کو تعلیم قوت شنوائی و بینائی یعنی حیات کے ذریعہ سے دی جاتی ہے۔ پھر جب یہ تعلیم حواس انسانی میں قیام پذیر ہو جاتی ہے تو اس کا نام ”تعلیم پاجانا“ رکھا جاتا ہے۔

انبیاء کی تعلیم ان کے قلب سے شروع ہوتی ہے ﴿ اَنْزَلْنَاهُ عَلٰی قَلْبِكَ ﴾ لہذا اللہ کی تعلیم دینے اور بندہ کی تعلیم دینے میں بڑا نمایاں تفاوت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ﴾ [اعل: 6] ”ہم تجھے پڑھا سیکھ گے اور پھر تو نہ بھولے گا۔“

تعلیم ربانی کا نسیان سے برتر ہونا وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی معلم یا معلم میں نہیں پائی جاسکتی۔ جب ہم قرآن پاک پر تدریکی نگاہ ڈالتے ہیں اور احادیث پاک کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں احوال ماضیہ بھی موجود ہیں اور اخبار مستقبلہ بھی مذکور ہیں اور عہد حال کے احکام بھی بکثرت ہیں۔ تب یقین ہو جاتا ہے کہ نبی الامی کو ٹھیک اللہ تعالیٰ ہی سے تعلیم ملی تھی جو ماضی و حال و استقبال کا علم رکھنے والا ہے۔

نبی ﷺ کے لیے یہ خصوصیت نہایت خاص ہے کہ ایسی قوم میں پیدا ہوئے جن کو ان پڑھ ہونے پر فخر تھا۔

ایسے ملک میں پیدا ہوئے جو ممالک متمدنہ سے بالکل الگ تھلگ ہے، پھر چالیس (40) سال تک حضور ﷺ کی زبان تعلیم و تعلم سے نا آشنا رہی۔

لیکن جب رب العالمین نے حضور ﷺ کو اپنے ملک میں لیا تو حضور ﷺ نے جملہ علوم و معارف اور حقائق و معانی کے دفتر کے دفتر کھول دیئے۔ آیت اولین:

﴿ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴾ [علق: 1-3]

”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔“

پر نگاہ ڈالیے کہ حضور ﷺ کی الف۔ با۔ تا۔ کی حقیقت خلقت انسانی سے شروع ہوتی ہے اور یہ وہ مسئلہ دقیق ہے جس میں منہجی فلسفی بھی حیران ہیں۔

لہذا آیت بالا حضور ﷺ کی خصوصیت کی مظہر ہے۔

خصوصیت نمبر 4

﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴾ [الم نشرح: 1]

”کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھولا۔“

شرح صدر کے متعلق ایک روایت ہے جسے صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے اس واقعہ کا تعلق نبی ﷺ کے عالم صغریٰ سے ہے، جب کہ حضور ﷺ وانی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ میں تھے انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے سینہ مبارک میں اثر محیط بھی دیکھے تھے۔

شرح صدر کے متعلق دوسری روایت صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن مالک بن صعصعہ والی ہے جس میں شق صدر شب

معراج کو بہت مقام عظیم ہوا تھا۔ [1]

قرآن مجید میں جس شرح صدر کا مذکور ہے۔ وہ روایات بالا کی تصدیق فرماتا ہے اور بائیں ہمد و سبج تر معانی کا بھی اظہار کرتا ہے۔ آیات ذیل پر غور کرو۔

[1] ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ [الانعام: 125]
 ”جس شخص کو اللہ راہ راست دکھانا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس شخص کی گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے۔“

[2] ﴿اقْمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ﴾ [الزمر: 22]
 ”بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔“

[3] ﴿وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكَفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ﴾ [اعل: 106]
 ”لیکن جن کا سینہ کفر کے لیے کھلا ہے، ان پر اللہ کا غضب ہے۔“

[4] ﴿وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي﴾ [اشعرا: 14]
 ”میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان رواں نہیں۔“

[5] ﴿قَالَ رَبِّ شَرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَبَسِّرْ لِي أَمْرِي﴾ [الن: 25-26]
 ”کہا: اے رب میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان بنا دے۔“

□ آیت اول میں شرح صدر اسی حالت کو فرمایا گیا ہے جب ہدایت الہی توفیق راہ اور رفیق سالک ہو جاتی ہے اور سینہ میں دین صحیح کا شوق جوش زن ہوتا ہے۔

□ آیت دوم میں ہے کہ رغبت صحیحہ اور شوق اصلیہ کے بعد دین حقہ حاصل ہو جاتا ہے اور پھر برکات دین کے انوار کا حصول ہوتا ہے۔
 □ آیت سوم میں ہے کہ جس شخص کا رجحان و میلان بہ جانب کفر ہوتا ہے وہی شرح بالکفر کا مصداق ٹھہرتا اور غضب الہی کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

□ آیت چہارم و پنجم موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں جب ان کو تبلیغ و انداز کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا، تب انہوں نے اسی خدمت کو خوف و ہراس سے دیکھا اور عرض کیا کہ میرا سینہ اس بار خدمت سے بھنچا جاتا ہے۔ اس حالت نے جرأت کو پیچھے ہٹا دیا۔ جب ان کو اطمینان مزید منجانب اللہ عطا فرمایا گیا تب انہوں نے آیت پنجم والی دعا کا استعمال کیا۔

بجگانہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ صداقت و حقانیت کا غلبہ ہو جائے اور قلب کو وہ اطمینان کلی مل جائے جو ہدایت و نور تک فائز ہو جانے کے لیے کافی ہو۔

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ ابلاغ و انداز کے لیے ہمت عالی اور عزم مہراخ اور استقامت محکم حاصل ہو، کسی بادشاہ جبروت، کسی کافر کی فرعونیت کا رعب سینہ صافی پر سایہ نکل نہ ہو سکے۔ اپنی تمہائی، بے کسی، بے سرو سامانی کا خیال بھی اٹھ جائے۔

اب آیت زینت عنوان کو سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کے ساتھ ملا کر پڑھو کہ جب حضور کو ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ کا فرمان ملا تو حضور ﷺ نے کوئی عذر نہیں کیا، کسی خوف و ہراس کا اظہار نہیں فرمایا تکذیب کا خوف، قتل کا ڈر قلب پاک کے نزدیک بھی نہ آسکے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو ایک فرعون کے پاس جانا تھا لیکن نبی ﷺ کے معاندین میں سینکڑوں فرعون طینت تھے۔ فرعون تو ایک حکومت منظر کا حکمران تھا، اس لیے اس قتل موسیٰ علیہ السلام کو باضابطہ کونسل میں پیش کر دیا تھا۔

﴿قَالَ لِلْمَلَآئِكَةِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلَيْكُمْ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝

فَالُوا أَرْجِهَ وَأَخَاهُ﴾ [اشعرا، 34-35]

”فرعون نے اپنے ارد گرد کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تم لوگوں کو جادو کی طاقت سے تمہارے ملک سے نکال دے۔ اب تم بتلاؤ کہ مشورہ کیا ہے؟“

سرداروں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو مہلت دے۔

مگر عرب کے سفاک و خونریز نہ تو کسی کونسل (Council) کی رائے کے پابند تھے اور نہ کسی سے مشورت کرنے کے روادار۔ نبی ﷺ حکم ملتے ہی فوراً انذار تبلیغ کے لیے اٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وہ سیدہ جو اب تک علوم درسیہ سے خالی تھا، نور و معرفت کا خزینہ اور ہدایت و عرفان کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ ہزاروں در ہزار علوم و حکمت کے رموز و اسرار اس سے نکلنے اور اہل دنیا سے دنی کو عظمت سے نواز دینے کا سبب بنتے ہیں۔ آیات قرآنیہ پر تدبر کرنے والا جب دیکھے گا کہ شرح صدر وہ مقام رفیع ہے، جس کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو خود طلب مسالت کرنی پڑی اور نبی ﷺ کو قتل از سوال یہ عطیہ ہوا اور پھر خود رب العالمین نے حضور ﷺ سے اس کی تصدیق کا سوال بطور استفہام تقریری فرمایا۔ تو واضح ہو جاتا ہے کہ آیت بالا میں نبی کریم ﷺ کی خصوصیت علیا کا اظہار فرمایا گیا ہے

خصوصیت نمبر 5

﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ﴾ [المشرخ: 12]

”ہم نے تیرے بوجھ کو تجھ سے اتار دیا۔“

”وِزْرٌ“ بارگراں کو کہتے ہیں۔ حَمْلٌ وِزْرٌ کسی دوسرے کو بارگراں سے سبکدوش کر کے خود اس کی ذمہ داری کو لے لینا ہے۔ انہی معنی میں ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ الْأُخْرَى﴾ ”کوئی گناہ گار کسی دوسرے گناہ گار کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔“ وزیر: وہ عہدہ دار ہے جو سلطنت کی تمام ذمہ داریوں کا مرجع ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پر جب بار نبوت ڈالا گیا تو انہوں نے دعا کی تھی۔

﴿وَاجْعَلْ لِي وِزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي﴾ [طہ: 29-30]

”میرے کنبہ میں سے ایک کو میرا وزیر بنا دے۔ میرا بھائی ہارون اس منصب کا شایان ہے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ فرانس نبوت کی ادائیگی کچھ آسان نہ تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو پہلے ہی دن وزیر ملنے کی درخواست کر دی تھی، مگر نبی کریم ﷺ نے اس میدان میں ایک دن تہا قدم رکھا تھا اور آفتاب عالم تاب کی طرح فضا میں چھائے ہوئے تاروں کی کثرت پر یا عالم پر طاری شدہ گہری ظلمت پر نظر نہ کرتے ہوئے بذات واحد علم توحید اور راہیت تبلیغ کو بلند فرمایا تھا۔ اس ایثار و بے جگری اور اس اطاعت و فرماں برداری کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خود حضور ﷺ کی اعانت فرماتا اور حضور ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔

زبان عرب میں موازرت بہ معنی معاونت مستعمل ہے۔ وَازَرْتُ فَلَانًا مَوَازَرَةً کے معنی ہیں اَعْنَتَهُ، عَلِيٌّ اَمْرُهُ یعنی اس کام میں مدد کی۔

وہ بوجھ کیا تھا؟ مفسرین کے اقوال متعدد ہیں اور یہ ضروری ہے کہ بعض کو بعض پر ترجیح ہو۔ ترتیب کلام پر نظر جائزہ لو۔ یہ آیت ﴿الَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَنَسُوا نَفْسَهُمْ﴾ [الم نشر: 1] اور ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [الم نشر: 4] کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ لہذا یہ زیادہ موزوں ہے کہ اس آیت کا زمانہ بھی ہر دو حالتوں کے درمیان میں ہو۔

اس وذر کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات سے ہو سکتا ہے:

﴿لَعَلَّكَ بَايِعَ نَفْسِكَ اَنْ لَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [اشعراء: 3]

”کیا تم اپنی جان کو ان کی اس حالت پر ہلاک کر دو گے۔“

﴿فَلَا يَخْزِيكَ فَوْدُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسْرُونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ [يس: 76]

”ان کی باتوں سے آپ کے دل پر صدمہ نہ ہونا چاہیے۔ ہم ان کی چھپیں اور کھلی حالت کو خوب جانتے ہیں۔“

اہل منالالت کا کفر زوم شرک پر جمود، دلائل سمعیہ و براہین بصریہ پر التفات سے انکار، تہکد آباء پر اصرار، تحقیق حق سے فرار، فواحش کی کثرت، باطل کی اشاعت، انسانیت کا فقدان، سبعیت کا زور، یہ سب وہ امور تھے جن کا سناؤ کھینا، حضور ﷺ پر بار خاطر تھا۔ تو کم کا ایسی نجاسات میں آلودہ ہونا حضور ﷺ کے رحم پروردگار پر سخت صدمہ تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اعانت سے حضور ﷺ کی تعلیم رفتہ رفتہ پھیل گئی کفر و منالالت کی تاریکیاں چھٹی گئیں۔ رب العالمین نے ملک کے گوشہ گوشہ سے ان پاکیزہ منش لوگوں کو ابھارا اور خدمت عالی میں ان کو پہنچایا، جو اسلام کے لیے سابقین اولین ٹھہرے۔

انہوں نے نہ صرف اپنے لیے غذائے روح حاصل کی، بلکہ سینہ نبوی ﷺ سے وہ درد دل بھی اخذ کیا جو کہ درد مندوں کا غم گسار ٹھہرا اور مجروحوں کا چارہ کار بنایا۔ مثلاً صدیق الامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اموی، فہری، تہمی، خندومی، اسدی، عدوی، قبائل میں نور تبلیغ پہنچایا، حبشی، بربری، سوڈانی، اہل غلام کو ﴿مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ﴾ [حسن: 39] ”روشن، خندہ رو، بشارت یافتہ چہرے“ کی جماعت میں داخل کیا۔

خاتم الاخفاء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آل ہاشم و آل بنو طالب میں نصرت و معیت کا آوازہ لگایا۔ طفیل بن عمرو بن عبد مناف نے ریگستان میں اور عمرو بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے طائف کے کوہستان کی چوٹیوں پر اس پیغام کو پہنچایا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں تبلیغ کا باقاعدہ مدرسہ کھولا۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار حبش میں اسی پیغام کی صدا بلند فرمائی۔

یہ وہ نظارہ تھا جس نے حضور ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کر دیا تھا۔ یہ وہ نظارہ تھا جو حضور ﷺ کی آنکھوں کی شہدک، بازو کی

توت اور کمر کی صلابت و استقامت اور قلب کا سکینہ بن گیا تھا۔

فی الحقیقت یہ وہ کمال ہے جو سیدنا مولانا محمد امجد علی الداعی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات سے ہے۔

خصوصیت نمبر 6

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ [الم نشر: 4]

”اور ہم نے تیرا نام بلند کیا۔“

بحرالکابل کے مغربی کنارہ سے لے کر دریائے ہواگ ہو کے مشرقی کنارہ تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے؟ جس نے صبح کے روح افزاء جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خاموشی میں اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی سریلی آواز کو جان بخش نہ پایا ہو۔ ﴿﴾ یہی وہ الفاظ ہیں جو جاگنے والوں اور سونے والوں کو ان کی ہستی کے بہترین آغاز و انجام کے اعلام سے سامعہ نواز ہیں۔

کیا رفعت ذکر کی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے، آج کسی بادشاہ کو اپنی مملکت میں کسی ہادی کو اپنے حلقہ اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اس کے مبارک نام کا اعلان ہر روز و شب اس طرح کیا جاتا ہو کہ خواہ کوئی سنتا پسند کرے یا نہ کرے، لیکن وہ اعلان ہے کہ پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا قعر قلب تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ ہاں وہ اعلان صرف اس کے نام ہی کا اعلان نہیں بلکہ اس کے کام کا بھی اور صرف کام کا ہی نہیں، بلکہ اس کے پیغام کا بھی اعلان ہے۔

﴿1﴾ بے شک یہ اعلیٰ خصوصیات صرف اسی برگزیدہ انام کے نام نامی کو حاصل ہے جس کی رفعت ذکر کا ذمہ دار خود رب العالمین بنا ہے اور جس کی بابت یہ عیادہ بنی کی کتاب میں پیش گوئی فرمائی گئی تھی، کہ اس کے نام کو برکت دی جائے گی۔

﴿2﴾ ٹامس کارلائل (Thomas Carlyle) کو دیکھو، یہ ایک پکا عیسائی ہے اور سارے انگلستان میں تاریخ و زبان دان کی فضیلت سے۔ اشہر المشاہیر میں داخل ہے۔ وہ ”ہیروز آف ہیروز“ لکھنے بیٹھتا ہے تو اگر وہ انبیاء میں سے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نام مبارک کا انتخاب کرتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بھولا ہوا ہے اور ان کے کارناموں سے جو آج تک بحیرہ قلزم کی امواج اور فلسطین کے ذرات کو بھی یاد ہیں ناواقف ہے۔؟

کیا وہ داؤد علیہ السلام کو نہیں جانتا؟ جنھوں نے ہوا اسرائیل کی متفرق شدہ اسباط میں جمعیت پیدا کی، جنھوں نے ایسی سلطنت کو بنایا اور پاندار کیا کہ ان سے پہلے ایسی سلطنت کا خواب بھی فرزند ان یعقوب علیہ السلام نے نہ بھی نہ دیکھا تھا۔

کیا کارلائل کو معلوم نہ تھا کہ داؤد نے عبادت و موسیقی کو جمع کر کے ہوا کو ترنم سے اور فضا کو مناجات سے بھر دیا تھا؟ موسیقی کی اس

﴿3﴾ بنوی نے ہانا ڈھلی اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ کی حقیقت دریافت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا اِذَا دُكِرْتُ ذِكْرُكَ مَعِيَ اِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ كَتَبْتُمْ لِيْ كَمَا سِ اس ارشاد الہی میں اذان و اقامت تہجد و خطبہ مراد ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں

اغْرِبْ عَلَيَّهِ لِنَبِيٍّ مَّعِ اَسْمِهِ
وَحَمْدِ اِلٰهِ لِهٖ اِسْمُ النَّبِيِّ مَعَ اَسْمِهِ
وَقَسَمٌ لِّسَا مَنِ اَسْمِهِ لِيَجْلِسَ
مَنْ اَللّٰهُ مَشْهُورٌ يَسْبُوحٌ وَيَشْهَدُ
اِذَا قَالِ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَدِّنِ اَشْهَدُ
قَدَّو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

﴿2﴾ ٹامس کارلائل (Thomas Carlyle) 1795-1881 معروف دانشور اور مصنف

قدر افزائی پر تو کار لائل کے رقص دل کو ضرور اچھل پڑنا چاہیے تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ کار لائل کو یسعیاہ کی وہ نبوتیں اور نبیوں گونیاں یاد نہ تھیں؟ جو انانیل: متی، یوحنا، کی تصانیف کا مایہ خمیر ہیں۔
کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ دانی ایل نبی کی ان برکات سے بے خبر تھا؟ جس نے بائبل کے کافر و جاہر بادشاہ کو یہودی حفاظت و اکرام پر
آمادہ کر دیا تھا، جس نے لاکھوں ایمان داروں کو قتل و صلیب سے بچا لیا تھا، جس نے سینکڑوں سال کے آئندہ واقعات کے طلسم کو کلید تعبیر
خواب سے کھول دیا تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ کار لائل کو شائستگی ایل کی خدمات کا علم نہ تھا؟ جس نے اسیری سے رہائی پا کر اتنا بڑا ایوان پر و خلم تعمیر کر دیا تھا جو
بیکل سلیمان سے کم نہ سمجھا جاتا تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ کار لائل حضرت زکریا علیہ السلام کی کہانت (1) اور حضرت یوحنا پتسمہ دہندہ (2) کے زہد و عبادت اور وعظ و تذکیر
کے حالات سے نا آشنا تھا۔ ان سب کا جواب منفی ہے۔

پیارے عزیزو! پروفیسر طامس کار لائل ان سب باتوں کو جانتا پہچانتا ہوا، بلکہ مانتا اور ایمان رکھتا ہوا بھی مجبور ہے کہ گروہ انبیاء علیہم السلام میں
صرف حضور سرور کائنات ﷺ ہی کا مبارک نام انتخاب کرے۔

اس جگہ یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ کار لائل کو انبیاء علیہم السلام میں سے صرف ایک ہی مبارک نام پر اکتفا کرنا تھا۔ اسی لیے
حضور ﷺ ہی کے نام پر اسے بس کرنا پڑی۔ دیکھو حکماء و شعراء اور فلاسفوں کی صف میں یہ مصنف صرف ایک ایک نام کا انتخاب
کرنے کا پابند نہیں ہوا۔ لہذا اگر وہ چاہتا تو بحث نبوت میں بھی ایک سے زیادہ نام لکھ سکتا تھا۔

لہذا ہماری دلیل اور ابھی شہینہ و واقع ہو جاتی ہے اور پتا لگ جاتا ہے کہ جب کار لائل نے اپنی مؤرخانہ تحقیقات کی نگاہ سے
آفتاب نبوت محمدی ﷺ کو دیکھا تب اسے ہزاروں سال کے عہد وسیع کے آسمان پر اور کوئی کوکب نبوت نظر نہ آیا، جسے وہ اس آفتاب
کے دوش بدوش اپنے اوراق پر جلوہ گر کر سکتا۔

یہ نمونہ ہے رفعت ذکر کا کہ ایک صحیح الاعتقاد عیسائی، کیمبرج یونیورسٹی جیسے دارالعلوم کا مسلمہ استاد جس کے نام پر انگلستان کو فخر و ناز
ہے ہزاروں انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر ایمان رکھتا ہوا اور سینکڑوں انبیاء علیہم السلام کے اسمائے پاک کا علم رکھتا ہوا بھی دنیا کے سامنے جب نبوت کا
نمونہ پیش کر سکتا تو سیدنا و مولانا محمد انبی اللہ ﷺ ہی کے وجود باوجود کا ذکر کر سکتا۔ اس جگہ وہ نوشتہ پورا ہوا جو قرآن حکیم میں ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: 21]

”تم کو بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی ملیں گے۔“

(3) رفعت ذکر کا بیان جس طرح اہل ایمان کرتے ہیں، اسے بھی یاد رکھنا چاہیے، ہم نے موجودہ بائبل سے ثابت کر دیا ہے سیدنا
ابراہیم علیہ السلام سے لے کر یعقوب و موسیٰ، داؤد و سلیمان، یسعیاہ، مرسیاہ، دانی ایل، حزقی ایل، حقوق، ملاکی، یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام نے محامد
محمدی ﷺ اور نبوت مصطفوی ﷺ کو اسالیب بدیعہ اور علامات متنوعہ کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور یہ وہ امر عظیم الشان ہے

(4) لفظ کہانت عیسائی اصطلاح میں اخبار غیب میں آتا ہے اور اسی لیے وہ اس لفظ کا اطلاق انبیاء کی نبیوں پر کیا کرتے ہیں۔ ہم نے بھی یہاں اس لفظ کا استعمال اسی
معنی میں کیا ہے۔ (5) ایک عیسائی مذہبی رسم

جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔

انجیل اول کے مصنف سینٹ متی (Saint Mathew) نے ان چند پیش گوئیوں کی تائیمات پر اشارہ کیا ہے جو سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی بابت صحف سابقہ میں پائی جاتی ہیں۔

اگر کوئی مصنف ہے تو ان جمل اشارات کو دیکھے اور جناب متی نے جو طریق استدلال نکالا ہے اس کا موازنہ کرے اور پھر ان آیات بیانات کو دیکھے جو بائبل ہی کے اندر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر ثابت و تحقیق ہیں۔

سینٹ متی کو جو محبت صادقہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھی، نیز جو دسترس کامل ان کو مضامین بائبل پر حاصل تھی، ہم ان ہر دو امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت وثوق سے یقین کر سکتے ہیں کہ سینٹ مذکور نے کوئی ایسی پیش گوئی اپنی انجیل میں درج کرنے سے باہر نہیں چھوڑی، جس کا تعلق جناب مسیح علیہ السلام کی ذات گرامی سے تھا۔

ہم بھی متی کی بتلائی ہوئی پیش گوئیوں کا مصداق جناب مسیح علیہ السلام ہی کو تسلیم کر لیتے ہیں اور بعد ازاں ان پیش گوئیوں کو لیتے ہیں جو جناب متی کے زمانہ تک بطور پیش گوئی (خبر مستقبل) موجود تھیں اور جن کا مصداق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے سوا کسی کو بھی نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔

یہودی، عیسائی، مسلمان سن رکھیں کہ اسی موجودہ بائبل کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام مقام ولادت اور دار ہجرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے قبائل کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برسر پرکار آنے والی قوموں کے نام اور ان کے انجام ایسی وضاحت سے پائے جاتے ہیں کی ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ کی صحیح تفسیر ہیں اور ان سے یہ امر بہ وضوح ظاہر ہو جاتا ہے کہ رب العالمین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت ذکر کا اہتمام صدیوں پیشتر کیسے زبردست اعلانات سے فرمایا تھا۔

بے شک اس فضیلت علیا میں اور کوئی بھی بزرگوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہم ثابت نہیں ہوا۔ وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ.....!

خصوصیت نمبر 7، 8، 9

﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾ [النہی: 3]

”تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ تجھ سے ناراض ہوا ہے۔“

﴿وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنَ الْأَوْلَى﴾ [النہی: 4]

”آخرت تیرے لیے بہتر ہے۔“

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾ [النہی: 5]

”تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی و خوش ہو جائے گا۔“

ہر سہ آیات سورہ النہی کی ہیں۔ علمائے مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابتدائے بعثت میں اول کلام الہی کا نزول ہوا اور اس کے بعد وحی میں ابطاء (دیرو درنگ) ہوا۔ وحی کارک جانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب صادقہ کی ترقی اور شوق کی افرونی کا سبب ٹھہرا۔

یہ ظاہر ہے طلب و اشتیاق تردد و اضطراب سے جدا نہیں رہ سکتے۔ قلب و روح پر وحی ربانی نے جو باب علوم و حقائق کھول دیئے

تھے، اس کے لیے بیش از بیش کیوں طلب نہ بڑھ جائے۔

زمانہ بھر بڑھتا گیا تو اشتیاق صادق میں گونا گوں توجیہات پیدا ہونے لگیں۔

- ① ابتدا تو خود اس دل رہانے کی ہے۔
- ② اس نے خود اپنے پیام سے مجھے شاد کام فرمایا۔
- ③ پھر اب یہ خاموشی کیسی؟
- ④ نہیں..... اس بارگاہ عالی کی جانب لفظ خاموشی کا اطلاق بھی کیوں صحیح ہو۔
- ⑤ یہی داخل ادب ہے کہ میں اس کے کسی سبب کو اپنی ہی طرف منسوب کروں۔
- ⑥ کیا مجھے اس نشہ میں، اس تڑپ میں، اس سوز، اس گداز میں چھوڑ دیا جائے گا؟
- ⑦ اس حالت کا خاتمہ کب ہوگا؟

یہ وہ خیالات ہیں جو محبت صادق کے دل میں جوش زن ہو سکتے ہیں۔ آخر انتظار کا زمانہ ختم ہوا۔ بارگاہ قدسی سے ایسے خیالات کا ازالہ کیا گیا، جن کو شوق و ارادت کی مجموعی حالت نے پیدا کر رکھا تھا یا سوز و گداز نے قالب قلب کو گرما رکھا تھا۔

پیارے تو دلچ کسے کہتے ہیں؟

قلبی کا ذکر کیا؟

<http://mujahid.xtgem.com>

جس مالک کی ربوبیت نے تجھے پالا پوسا ہے۔

جس نے از آدم تا اس دم ﴿تَقَلِّبُكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾ [اشعرا، 219] کے اطوار میں تیری نگہداشت فرمائی ہے۔

جس نے تیرے آباء کرام اور امہات عظام کے ظہور و بطون کو پاک و طاهر رکھا ہے

جس نے ایام قیمی میں تیری حفاظت و درتیم کی طرح کی ہے۔

جس نے عیال کی کثرت میں بھی تجھے اس کے جنجال سے پاک رکھا ہے۔

جس نے کوہ حرا کو تیرے لیے طور بنا دیا ہے۔

جس نے آگ کی ظاہری چمک کے بغیر تیری آنکھوں کو نور سے، تیرے دل کو سرور سے، تیری روح کو راج سے تیرے ایمان کو

ایقان سے معمور، بھر پور اور نور علی نور کر دیا ہے۔

اس کی طرف سے وداع، قلبی تو ہونی نہیں سکتا۔^①

اچھا.....! ہم تمہیں ایک مژدہ روح پرور سے شاد کام کرتے ہیں کہ

”اب آنے والا زمانہ گزرے ہوئے وقت سے خوش تر و کھو تر ہوگا۔“^②

① صحیحین میں جناب بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو ہم دو یا تین شب بوجہ شکایت جسمانی بستر سے نہ اٹھے تھے۔ ایک عورت نے آ کر کہا: محمد ﷺ میں مصحفی ہوں کہ میرا شیطان تجھے چھوڑ گیا اور علیحدہ ہو گیا کیوں کہ وہ دو تین شب سے تیرے پاس نہیں آیا۔ واضح ہوتا ہے کہ حق کا لفظ اس کافر نے استعمال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رو میں یہ آیات نازل فرمائی۔ [بخاری: 4950-1124، مسلم: 4657، سنن ابی داؤد: 3345]

② آیت ہا میں لفظ آخرت کے معنی عالم آخرت و اجر جزا یعنی ہیں لیکن اس لفظ کا اطلاق وسیع معنی میں بھی ہوا ہے۔ ﴿كُلَّمَا دَخَلَ رَبٌّ مُّسْتَقِرًّا إِلَىٰ آلِهِ فَسَأَلَ الْأَعْرَافَ﴾ [س: 7] ص ۷۷

﴿ اِقْرَأْ بِاسْمِكَ الَّذِي خَلَقَ ﴾ [الحق: 1] ”اے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا۔“
یہ درس گاہ بسم اللہ تھی۔ آئندہ معارف و حقائق کے دروازے کھلے رہیں گے اور انوار و برکات اور مشاہدات تدریسات کے ترشحات چمن آرائے نبوت ہوں گے۔ نصر و تکمیل کا نشان سر بلند ہوگا۔ فراوانی علوم اور کثرت موثین کا نظارہ خوش آئند۔
چنانچہ یہی ہوا کہ ترتیل و تنزیل کے ساتھ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ بائبل میں پہلے سے یہ پیش گوئی موجود تھی، حکم پر حکم، حکم پر حکم، تھوڑا یہاں، تھوڑا وہاں۔

عطا و نوال کی مقدار کو خود جناب رسالت مآب ﷺ کی خوشنودی و رضا پر مقرر فرمایا گیا اور عطیہ کا اندازہ نہ صرف قلق و اضطراب کے ازالہ کی حد تک مقصود کیا گیا بلکہ خود طلب و شوق کی فراخی اور دل و روح کی خوشنودی کو اس کی حد بتلایا گیا ہے۔
یہ انتہائی فضل و اکرام کی، یہ حدی تکمیل کمالات کی۔

یہی نبی ﷺ کی خصوصیت خاصہ ہے کہ عطیہ کی مقدار خود حضور ﷺ کی خوشنودی و رضامندی کی حد تک بڑھا دیا گیا ہے۔
اسی خصوصیت کی تکمیل فرماتے ہوئے رب العالمین نے حضور ﷺ کے اصحاب کو بھی خلعت رضوان سے مشرف فرمایا ہے۔

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ [التح: 18]

”اللہ مومنوں سے رضامند ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔“

﴿ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ﴾ [البینہ: 18] ”اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“

فرمایا:

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴾

”ایمان لانے والے جنہوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں مال اور جان سے جہاد کیا۔ یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت بڑے درجے والے ہیں اور یہی مراد کو پہنچے ہوئے ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضوان اور جنات کی بشارت دیتا ہے، بہشت میں دائمی نعمتیں ہیں ان کے لیے۔“ [التوبہ: 20-21]

فرمایا:

﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبہ: 72]

”اللہ کی رضوان تو سب سے بڑھ کر ہے اور یہی سب سے بلند تر کامیابی ہے۔“

فرمایا:

﴿ وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ [المائدہ: 3]

”میں خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو۔“

﴿ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمَلَأَةِ الْأَحْمَرَةِ ﴾ [الاحمیت: 20] (لہذا آخرت کا ترجمہ زمانہ بعد بھی ہو سکتا ہے۔ خازن نے تحریر فرمایا ہے: وَحَمَلُ الْأَحْمَرَةِ عَلَى ظَاهِرِهَا مِنْ خَيْرِ اللَّحْنِ وَالْأَحْمَرَةُ مَعًا أُولَى۔

ہمارے یقین و ایمان ہے کہ یہ شان نبی ﷺ ہی کی ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک پر ایمان لانے والوں کو بھی رضائے رَحْمٰن اور خوشنودی منان کا گراں مایہ عطیہ ارزانی فرمایا گیا اور اس طرح پر وہ وعدہ صادق پورا کیا گیا، جو آیت زیب عنوان میں ہے۔
 ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ [النہی: 5] ”تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔“
 اس کا مکمل نظارہ اہل ایمان یوم الدین کو ملاحظہ کریں گے جب کہ ان کے طلب و سوال اور وہم و گمان سے بھی سینکڑوں درجہ بڑھ کر انعامات کا نزول فرمایا جائے گا۔

خصوصیت نمبر 10

﴿النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ﴾ [الاعراف: 157]

”وہ نبی امی ہیں“

امی یہ محقق ہے کہ سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ ﷺ کے سوا ﴿الْكَوْمُؤَلُّ الْأُمِّيُّ﴾ اور کسی نبی کا لقب نہ تھا۔ حضور ﷺ کا یہی لقب انبیائے کرام علیہم السلام کو اور سابقہ ام کو بتلایا گیا ہے۔ علماء نے اسم امی کے متعلق جو پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں قارئین کے لیے ان پر غور و محاسبہ فرج و سرور ہوگا۔

① امی: ام القرئی کی نسبت سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کا نام ام القرئی فرمایا ہے:

﴿وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَيْيِ وَمَنْ خَوْلَهَا﴾ [الانعام: 92]

”کہ تو ام القرئی والوں کو اور اس کے گرداگرد کی بستیوں کو ڈرائے۔“

مشہور قدیم جرمن مؤرخ سپرنیچر (Sprunger) اور سکریدر (Sacradrer) کا قول ہے کہ ان محققین کی رائے بالکل درست ہے جو اولاد و سام کا اصل وطن ملک عرب کو قرار دیتے ہیں۔ اسلامی روایات صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا کہ عرب میں سب سے پہلی آبادی ”بلدہ مکہ معظمہ“ جہاں خانہ بدوش قوموں نے قیام کیا اور بربریت و وحش کو چھوڑ کر عمران و تمدن کی زندگی میں داخل ہوئے۔

الغرض تاریخ اور روایت کے مجموعی اتفاق سے ثابت ہے کہ مکہ ”ام القرئی“ ہے۔ اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی طرف توجہ کرنا چاہیے، انھوں نے بنائے کعبہ کے وقت یہ دعا کی تھی:

﴿رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ [البقرہ: 126]

”اے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور یہاں والوں کو میوہ جات کھلایا کیجیو۔“

دعا کے یہ الفاظ بھی ہیں: ﴿وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ﴾ [البقرہ: 129]

”ان میں ایک شاندار رسول بھی جو انہی میں سے ہو مبعوث کرنا۔“

دعا کے ذیل میں دو باتیں عجیب ہیں:

① اس بستی کے رہنے والوں کے لیے جہاں کی زمین ناقابل زراعت ہے، میوہ جات اور ثمرات بکثرت ملنے کی استدعا۔ ان الفاظ کی برکت آج تک نظر آ رہی ہے کہ مکہ کے بازار سبزیوں، ترکاریوں اور گونا گوں میوہ جات سے بھرے نظر آتے

﴿ وَ مِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ ﴾ [البقرہ: 78]

”یہودیوں میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں، جن کو کتاب کا کچھ علم نہیں۔“
الغرض لفظ امی سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ طرز و طریق خواندگی اہل دنیا سے بالاتر تھے۔
اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسری جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے:

﴿ وَ مَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَحِطُّوْنَ بِمِيمِنِكَ إِذَا لَا تُرْتَابِ الْمُبِطِلُونَ ﴾ [احکاب: 48]

”اے رسول! قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور نہ تمہارے دست راست نے کبھی کوئی خط
کھینچا تھا، تب تو یہ بطلان والے شک بھی کر سکتے۔“

معنی بالا کے لحاظ سے اسم نبی الامی حضور ﷺ کا ایک بڑا معجزہ ہے۔

واضح ہو کہ نبی، نباء سے ہے اور نباء واقعہ عظیم اور اعلام ذوالاہتمام کو کہتے ہیں۔ یعنی نبی وہ ہے جو علم عالیہ اور وقائع عظیمہ کی
اطلاع اہل عالم کو دیتا ہو اور جب یہ لفظ اللہ کی طرف سے مضاف ہوتا ہے تب اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور شرائع
عالیہ اور نواہیوں ربانیہ کی اطلاع براہ راست اللہ تعالیٰ سے کرتا ہو۔

نبی کو نباء سے بھی مشتق بتایا گیا ہے۔ نباءت کے معنی مقام مرتفع ہیں اور نبی وہ ہے جو اس مقام علیا پر فائز ہو، جہاں کوئی انسان
اکتاب و محنت و ریاضت سے نہیں پہنچ سکتا اور اس مقام پر اس کے فائز ہونے کا سبب محض اصطفاۃ ربانی ہوتا ہے۔

نبی الامی کے وصف نے بتلادیا کہ حضور ﷺ حرف شناسی و خط کشی سے تو دور ہیں اور باایں ہمہ علوم عظیمہ و آیات کاملہ کا
صدر حضور ﷺ سے برابر ہوتا رہا۔

اہل سیرت جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نبی الامی کے لقب سے یاد کیا جاتا، بلایا جاتا اور حضور اس طرز خطاب سے خرسند و
مسرور ہوا کرتے تھے۔ اب اہل زمانہ کا حال دیکھو کہ جو نبی کسی شخص کو ذرا شدید، کہنے کی لیاقت ہوئی تو وہ اپنے لیے فاضل، اکمل، الودعی،
الحمی، العلامہ وغیرہ الفاظ سننا اور کہلانا پسند کرتا ہے اور یہ ہر ایک صاحب قلم و زبان آور کا فطری خاصہ سا ہو گیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ
اصلیت سے بڑھ کر اس کے علم و فضل کا اندازہ لگایا جائے، لیکن ایک سیدنا محمد ﷺ ہیں جن کو ہر وقت ناخواندگی کا اعتراف اور امی
ہونے کا اقرار ہے۔ اس اعتراف و اقرار پر بھی ہزاروں علماء سینکڑوں فلاسفر حاضر ہوتے، زانوائے ادب تہہ کرتے اور اقرار کرتے کہ ان
لوگوں کا علم و فہم اور حضور کا عرفان قطرہ و قلم کی مثال رکھتے ہیں۔

غور کرو کہ جو شخص دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں بنا وہ سب دنیا کا استاد بنا ہوا ہے۔ محاسن اخلاق، محامد اعمال، تدبیر منزل، سیاست
مدن، اقتصادیات، سیاسیات، عمرانیات کے درس اور دماغ کو روشن، قلب کو بجلی، روح کو منور بنانے والی تعلیم دے رہا ہے۔ اس کی درس گاہ
قدس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ وہاں ایک صحرائین اور ایک شہری، ایک فلاسفر اور ایک بدوی
پہلو پہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں اور آن واحد اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے موافق مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں۔ اندریں صورت امی لقب

﴿ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴾ [النساء: 80]

”جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

کا فرمان صادر ہوا۔

اور اسی نبوت کے گہائے رقلین میں سے ہے کہ:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ [النساء: 64]

”ہم نے جو رسول بھیجا وہ اس لیے بھی کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن کے تحت کی جائے۔“

کے منشور کی اشاعت فرمائی گئی۔

صاحب کوثر رضی اللہ عنہ وہی ہے جس کی اطاعت کا امر الہی جاری ہوا۔

صاحب کوثر رضی اللہ عنہ وہی ہے جس کی اطاعت کو اطاعت ربانی فرمایا گیا۔

صاحب کوثر رضی اللہ عنہ کی نبوت وہی نبوت ہے جس کی قدامت تاریخ بشر سے پہلے کی ہے اور جس کی نہایت انتہائے عالم سے

ملی ہوئی ہے۔ رب العالمین کے کلام پر غور کرو، وہ یہ بھی فرماتا ہے:

﴿ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ﴾ [آل عمران: 18]

”اللہ کی شہادت ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔“

نیز وہ یہ بھی اعلان فرماتا ہے:

﴿ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ﴾

”اللہ کی یہ بھی شہادت ہے کہ محمد رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول یقیناً ہیں۔“

جب رب المشرقین و رب المغربین خود شہادتین کو اپنی شہادت سے مصدق و مؤکد فرماتا ہے تو نبوت محمد رضی اللہ عنہ اور رسالت

مصطفویہ رضی اللہ عنہ کے خیر کثیر ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے۔

ازاں جملہ:

② کوثر سے مراد اسلام ہے، وہی اسلام جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقبول و منظور ہی نہیں۔

وہی اسلام جس کا انبیائے عظام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ اعلان فرمایا۔

وہی اسلام جو سعادت دارین کا جامع اور اصلاح و فلاح ثقلین کا ذخیرہ ہے۔

ازاں جملہ:

③ کوثر سے مراد کثرت امت محمدیہ رضی اللہ عنہم ہے، یہ کثرت حدود و حدود کے احاطہ سے باہر ہے اور یوم نپی یوم ترقی پذیر ہے۔

1881ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد پونے چار کروڑ (37500000) بیان کی جاتی ہے اور 1921ء کی مردم شماری

میں ان کی تعداد پونے سات (67500000) کروڑ شمار میں آئی ہے۔ چالیس (40) سال سے اکیلے ہندوستان میں

مسلمانوں کی تعداد کا قریباً دو چہد ہو جانا اعداد صحیح سے ثابت ہو گیا تو دیگر اقطاع عالم میں بھی اس پیشی کا اسی رفتار سے بڑھتے

رہنا یقینی کہا جاسکتا ہے۔

بالتقابل اس کے اکثر اقوام ہیں جو گھٹ رہی ہیں اور آہستہ آہستہ بحر فنا میں گر رہی ہیں۔
یہ اسلام ہی ہے جس کا پاک و درخت اپنی جڑوں کو زمین کے سوتوں تک پھیلا رہا ہے اور جو اپنی پھل دار شاخوں کے ساتھ فضا ئے آسانی پر چھار رہا ہے۔

ازاں جملہ:

کوثر سے مراد قرآن مجید اور کتاب حمید ہے۔

یہ وہی خیر کثیر ہے کہ شانجھائے اشجار کی اقلام اور قطرات بحار کی مداو جس کی مدح و ثنا کے استیفاء سے عاجز ہے۔ عروج اور فہم جبریل بھی اگر جمع ہو جائیں تو حصر اسرار قرآن سے قاصر ہیں۔ بے شک یہی کتاب قلم حقائق ہے اور یہی کوثر علوم ہے۔ یہی مطلع انوار ہے اور یہی مخزن الاسرار ہے۔ معجزات انبیاء کا اظہار ایک وقت خاص میں ہوتا تھا اور پھر خود انہی کے عہد مبارک میں اس معجزہ کا وجود نمونہ پایا جاتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑدھابن جانا، پھر اڑدھاسے سیرت اولیٰ پر عود کر جانا، ایک ایسا نظارہ ہے جو کہ کوہ طور کے بعد فرعون ہی کے دربار میں دیکھا گیا۔ وہی عصا بنی اسرائیل کے لیے انجبار ماء کا آلہ بنا۔ ضرورت باقی رہی تو وہی عصا کا عصارہ گیا۔ پھر وہی عصا کسی دوسرے کے ہاتھ میں جا کر صرف ایک لکڑی رہ جاتا تھا۔
قرآن پاک ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، زندہ معجزہ، دائمی معجزہ ہے، ابدی معجزہ ہے، اس کا اعجاز ہر وقت، ہر آن موجود و مشہود ہے اور ہر ایک عالم دین اس کے معجزہ ہونے کی براہین صادقہ ہر وقت و ہر صحن پیش کر سکتا ہے، بے شک یہ ایسی خیر کثیر ہے جس کا اعلان منجانب رب رحمن ہونا ضروری تھا۔

کوثر سے مراد وہ فضائل کثیرہ اور محامد جمیلہ اور نعت متکاثرہ ہیں جو وجود باجود مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مندرج و منطوی تھے:

□	انابت آدم علیہ السلام	اور	استقامت نوح علیہ السلام
□	علم اسماعیل علیہ السلام	و	علم خلیل علیہ السلام
□	درس اوریس علیہ السلام	و	صحیفہ شیت علیہ السلام
□	حقانیت اخیس علیہ السلام	اور	عاقبت بنی یعقوب علیہ السلام
□	نورانیت یوسف علیہ السلام	و	صالحیت صالح علیہ السلام
□	ہدی ہوو علیہ السلام	اور	جمعیت شعیب علیہ السلام
□	لطف ہود علیہ السلام	اور	عبرت عزیز علیہ السلام
□	شکوہ سلیمان علیہ السلام	و	اندوہ یحییٰ علیہ السلام
□	داد و آؤو علیہ السلام	و	دعائے یونس علیہ السلام

(3) آج کل پاک و ہند میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد پینتیس کروڑ (350000000) سے تجاوز ہے۔

□ ایاب ایوب علیہ السلام	و	ذباب زکریا علیہ السلام
□ امامت ہارون علیہ السلام	و	ایناس الیاس علیہ السلام
□ زہد عیسیٰ علیہ السلام	و	علوم موسیٰ علیہ السلام
□ احسانیت لقمان علیہ السلام	و	انقیاد و خضوع علیہ السلام
□ مساعی المسیح علیہ السلام	و	کفایت ذوالکفل علیہ السلام

عليهم الصلوة والسلام

یہ ایسے الوان گونا گوں ہیں جو الہی شمس حقیقت کے پیکر نوری میں مجتمع ہیں۔ رحمۃ للعالمین کا وہ رنگ ہے جس نے ان الوان کو اپنے اندر جمع کر لینے کے بعد اپنے رنگ خاص میں رنگین بنا دیا ہے۔

⑥ کوثر سے مراد سید کثیر الخیر ہے۔ یہ معنی صاحب صحاح اللغات نے تحریر کیے ہیں۔

یقیناً حضور ﷺ سید ولد آدم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حضور ﷺ کو "یلسن" کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔

بالیقین حضور ﷺ کثیر الخیر ہیں اور سید ہیں۔ حضور ﷺ ہی وہ مشعل ہدایت ہیں کہ ظلمات کفر و شرک کو دور فرمایا۔

حضور ﷺ ہی وہ سراج منیر ہیں کہ چشم کو رسوا کو بینائے حقائق بنایا۔

حضور ﷺ ہی وہ نور بخت ہیں کہ قلب عالم کو منور اور روح اعظم کو مستنیر فرمایا۔

حضور ﷺ ہی وہ عبد کامل ہیں کہ انسانیت کو تحت سیادت پر بٹھلایا۔

الغرض عطیہ کوثر نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے اور امید ہے کہ فردائے قیامت کو تشنگان جمال حضور ﷺ کے زلال الطاف سے بہرہ یاب اور عطشان خشک زبان حضور کے جام کوثر سے ضرور شاد و سیراب ہوں گے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ (آمین)

خصوصیت نمبر 12

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۗ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَ

يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۗ وَ يَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيمًا ۗ ﴾ [الفتح: 1-3]

① آیت بالا میں فتح مبین کے وقوع کی خبر دی گئی ہے اور اس کے نتائج بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔

② مقدم و مؤخر ذنب کا غفران

③ اتمام نعمت

④ صراط مستقیم کی ہدایت

⑤ نصر عزیز کی یاوری و معیت

علمائے کرام نے ذنب ما تقدم و ما تاخر پر خوب بحث کی ہے اور ان کا غفران بتلایا ہے۔

① کسی نے ما تقدم وما تاخر سے زمانہ قبل نبوت مراد لیا ہے اور معانی یہ بتلائے کہ امور جاہلی کے غفران کی خبر دی گئی ہے: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر اعتراض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو کبھی قبل از نبوت بھی امور جاہلیہ میں سے کسی امر میں آلودہ نہ ہوئے تھے لہذا تا کر وہ فعل کے غفران کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟

② امام زنجیری رحمۃ اللہ علیہ اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذنب سے مراد معمولی لغزشیں بتلائی ہیں اور بتایا ہے کہ رب العالمین نے ایسی حرکات کو بھی عمل لطف و عنایت بنا دیا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض ہے کہ ایسی لغزشوں کا بھی ثبوت کچھ نہیں اور بالقابل اس کے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ انبیاء سے نہ صدور کبار ہوتا ہے، نہ صدور صغائر، لہذا یہ توجیہ نادرست ہے۔

③ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ معنی لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق حقی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی معنی کی تحسین و تعریف کی ہے کہ یہ آیت کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی اطلاع نہیں دیتی، بلکہ ازراہ تشریف و کرمیم یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی لغزش کا امکان بھی تصور کر لیا جائے تو وہ بھی بخش دی گئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مقصود کلام اشبات ذنب اور پھر غفران بعد از اشبات نہیں بلکہ اس جگہ مطلقاً نفی ذنب مراد ہے۔

④ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظ مغفرت کو تبریہ از عیوب کے معنی میں لیا ہے۔

⑤ تفسیر خازن میں عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ذنب ما تقدم سے مراد آدم وحواء علیہما السلام کا ذنب اور ذنب ما تاخر سے مراد امت کا ذنب ہے۔

ان اقوال میں سے قارئین کو جو قول پسند ہو، اسے قبول کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کی اس قدر شرح و بیان کے بعد کچھ باقی رہ جاتا ہے:

وجہ اشکال ایک یہ ہے کہ ﴿مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ [الفتح: 2] سے بہ ظاہر اشبات ذنب واضح ہو جاتا ہے اور یہ بالاجماع عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔

اور اشکال دوم کی وجہ یہ ہے کہ لِسَعْفِیْرٍ کے حرف لام کو بہ معنی کے بیان کیا گیا ہے اور اس وقت یہ دشواری آپڑتی ہے کہ فتح مکہ کو سبب مغفرت قرار دینے میں کیا علاقہ ہے؟ یا کیا خوبی ہے؟

متعدد علماء کے اقوال عدیدہ کو دیکھ کر میں نے سمجھا کہ اس بارہ میں مزید معنی بیان کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ الفاظ ﴿فَنَحْنُ مُبْتَلَا﴾ سے مراد فتح مکہ لینا ہی غلط ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں نیز سنن ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا۔

ہمراہ بیان رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا رنج و قلق تھا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب انہی رضی اللہ عنہم کو مقام حدیبیہ سے آگے نہ بڑھنے دیا، طواف کعبہ نصیب ہوا اور نہ قربان کا گوشت تک قربانی کے جانور پہنچے۔ حتیٰ کہ اس میدان میں قربانیاں کی گئیں اور احرام کھولا گیا۔

الغرض اس ناکامی کو مسلمان سختی سے محسوس کرتے تھے، مگر وہ معاہدہ جو اسی مقام پر فریقین کے درمیان طے ہو گیا تھا، اس کی

اہمیت قانونی، اخلاقی، آئینی کا اندازہ بہت کم بزرگوں کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اسی اہمیت کو ظاہر فرمایا اور ان نتائج اور فوائد اور برکات کو آشکارا فرمایا جو انعقاد صلح کے مترتب ہونے والے تھے۔

صحیح بخاری (باب عمرة الحمد یبیه) میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم لوگ یوم الفتح سے مراد فتح مکہ سمجھتے ہو، ہاں فتح تو وہ یہی ہے مگر (گروہ صحابہ) تو حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو یوم الفتح قرار دیا کرتے تھے۔ (1)

روایت بالا سے واضح ہو گیا کہ معاہدہ حدیبیہ اور بیعت الرضوان کا نام ”فتح مبین“ ہے۔ اس جگہ معاہدہ حدیبیہ کے فقرات متعدد روایات کو جمع کرنے کے بعد درج کیے جاتے ہیں۔

هَذَا مَا قَاطَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَ سَهْلُ بْنُ عَمْرٍو وَ عَلِيٌّ:

یہ وہ سمجھو تھے جو محمد ﷺ بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو (کشن قریش) کے درمیان ہوا۔ یہ کہ:

① أَنْ يَخْلُوا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْبَيْتِ فَتَطُوفَ بِهِ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبَلِ

سال آئندہ میں مسلمانوں کو بیت اللہ اور طواف سے نہ روکا جائے گا۔

② وَ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ بِالسَّلَاحِ إِلَّا السَّيْفُ فِي الْقِرَابِ ، يَخْلُونَ لَهُ مَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

مسلمانوں کے ساتھ ہتھیار نہ ہوں گے بجز تلوار کے جو میان سے باہر نہیں نکالی جائے گی مکہ مسلمانوں کے لیے تین (3) دن تک

<http://mujahid.xtgem.com>

③ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ وَ أَنْ لَا يَمْنَعُ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يَقِيمَ بِهَا۔

اس وقت اہل مکہ میں سے کوئی شخص اگر مسلمانوں کے ساتھ جانے کا ارادہ بھی کرے تو اسے ساتھ نہیں لے جایا جائے گا، لیکن

صحابہ محمد ﷺ میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اسے نہیں روکا جائے گا۔

④ وَ عَلِيٌّ إِنْ جَاءَ الْقُرَيْشُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرُدُّوهُ إِلَى الْمُسْلِمِينَ

اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے پاس پہنچ جائے گا تو اسے واپس نہ کریں گے

⑤ وَ مَنْ جَاءَ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْقُرَيْشِ يَرُدُّوهُ إِلَى الْقُرَيْشِ

لیکن اگر قریش کا کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو وہ اسے واپس کر دیں گے۔

⑥ وَ عَلِيٌّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ فِي عَهْدِ مُحَمَّدٍ وَ عَهْدِهِ دَخَلَ فِيهِ وَ مَنْ دَخَلَ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَ عَهْدِهِمْ دَخَلَ فِيهِ۔

قبائل میں سے جو کوئی پسند کرے وہ محمد ﷺ کی طرف داخل ہو سکتا ہے اور جو کوئی قریش کی جانب کو پسند کرے وہ ان

کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو گیا ہے۔

⑦ وَ عَلِيٌّ أَنَّ الْحَرْبَ تَوْضَعُ بَيْنَهُمْ عَشْرَ سِنِينَ .

دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی۔

⑧ وَ عَلِيٌّ أَنْ بَيْنَنَا عَيْبَةٌ مَكْفُوفَةٌ فِي صُدُورِ سَلِيمِهِ ②

آپس کے سب جھگڑے فراخ حوصلگی کے ساتھ طے کیے جائیں گے۔

معاهدہ بالا کو اگر دنیا کا کوئی سٹینس مین (مدبر و سیاست دان) دیکھے گا تو سمجھ لے گا کہ مسلمانوں نے بہت ہی دہک کر، بلکہ گھٹیا شرائط پر معاہدہ کیا تھا۔

لیکن ہادی اسلام ﷺ نے اسی کو فتح مبارک بتلایا اور قرآن مجید نے اسی کو فتح مبین فرمایا۔ وہ کھلی فتح کیا ہے؟

- ① وہ یہ ہے کہ کینہ تو زجنگ آور قریش نے دس سال (10) تک چپ رہنے، جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔
- ② وہ فتح یہ ہے کہ جائین میں آمد و رفت کی راہ کھل گئی۔
- ③ وہ فتح یہ ہے کہ اب مسلمانوں کو قبائل کفار میں تبلیغ کا موقع مل گیا۔ حقیقت اسلام کو سمجھنے کے بعد جھوٹے شکوک زائل ہونے لگے اور ظنون باطل ٹھہرے۔

لفظ فتح کا استعمال جنگ کی فیروز مندی پر بھی کیا جاتا ہے اور صل مشکلات پر بھی اسی لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔

اسلام کے لیے یہی فتح مبین تھی کہ اشاعت اسلام کی دشواریاں جاتی رہیں۔

اب آیت زیب عنوان کا لفظ ذنب غور طلب ہے۔

① اس کے معنی گناہ بھی ہیں اور گناہ کا اطلاق خلاف ورزی احکام شرعیہ کے معنی میں ہے۔

② اس کے معنی الزام کے بھی ہیں اور گناہ کا اطلاق ملکی یا قومی یا حکومت کے احکامات کی خلاف ورزی میں کیا جاتا ہے۔

جب ہم ذنب حسین کو دیکھتے ہیں جس کے معنی ”وم“ ہیں تو اشتقاق اوسط کے اصول پر ذنب الفتح و سکون ثانی کے معنی بھی متبادر ہو جاتے ہیں۔ یعنی ہر ایک وہ الزام جو کسی شخص کے پیچھے لگا دیا گیا ہو۔

ذنوب بفتح اول۔ اسی ڈول کو کہتے ہیں جو رسی کے سرے پر بندھا ہوا ہو۔ یہ بھی اسی وضع لغوی کی جانب رہبری کرتا ہے۔

لہذا کیا ضروری ہے کہ آیت بالا میں ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے اور پھر سمجھا جائے کہ کوئی گناہ اللہ کا تھا۔

قرآن مجید کی زبان سے سنو، موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُون﴾ [اشعرا: 14]

”انہوں نے مجھ پر ایک الزام لگا رکھا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“

ظاہر ہے کہ فرعون یا قوم فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام نے کسی گناہ شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا لہذا اس کا ترجمہ ”الزام“ بھی صحیح ہے۔

قانوناً لفظ ”الزام“ اور لفظ ”جرم“ کے معنی میں بہت تفاوت ہے۔ ”الزام“ کا اطلاق اس نسبت سے جرم پر کیا جاتا ہے کہ بادی

انصر میں الزام لگانے والی طاقت کے نزدیک کسی شخص پر کسی فعل ممنوعہ ملک یا قانون کا مرتکب ہونے کی بابت گمان کیا جاسکے۔ اور ”جرم“

کا اطلاق اس فعل ممنوعہ ملک یا قانون کے ارتکاب ثابت ہو جانے کے بعد کیا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پر فرعونوں نے قتل عمد کا الزام لگا رکھا

تھا اور اس فعل کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی سزا قتل و قصاص تھی۔

موسیٰ علیہ السلام فرعونوں کی ذہنیت کو سمجھتے تھے، وہ جانتے تھے کہ یہ سٹیجی دماغ سے نہ تو ”نیت“ کی ضروری شرط کا خیال رکھیں گے

اور نہ اس فرق کو سمجھیں گے کہ ایک تھپڑ کا لگ جانا کیا عادتاً منجر بہ ہلاکت ہو سکتا ہے یا تھپڑ لگانے والے کے علم میں یا احتمال میں اس کا منجر بہ

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حدیبیہ کی فتح مبین کا پہلا ثمر شیریں یہ ہوگا کہ کفار اور مسلمین کے مل بیٹھنے سے سب اگلے پچھلے الزامات اٹھ جائیں گے، دب جائیں گے، زیر خاک ہو جائیں گے۔ لفظ عَقْر کے لغوی معنی بھی یہی ہیں: صداقت رسول ﷺ آشکار ہوگی۔ بصارت کھل جائے گی۔ بصیرت بیدار ہوگی۔ اتہامات و الزامات کی لغویت کا خود ان لوگوں کو اقرار بہ ندامت و انفعال کرنا ہوگا۔ تاریخ گواہ ہے کہ فی الحقیقت یہ نتائج اس صلح کے بہت جلد مترتب ہو گئے تھے۔

بشارت دوم: ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ﴾ [یوسف: 6] ہے۔ ”اللہ اپنی نعمت کو آپ پر پورا کرے گا۔“
یعنی صلح حدیبیہ کا ثمر دوم اتمام نعمت ہوگا۔ آیت ہالہ میں جس کا سال نزول 6ھ ہے۔ اتمام نعمت کا وعدہ ہے اور آیت ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ [المائدہ: 3] میں نے آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا۔“

میں جو 9 ذی الحجہ 9ھ کو نازل ہوئی، اس وعدہ کے ایفا کی خبر ہے۔ اتمام نعمت کے معنی ہیں اتمام اشاعت دین اور کمال تبلیغ دین تین اور اس تبلیغ کے مبارک ثمرات شامل ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے انعقاد کے بعد جو تبلیغ کہ قریش اور خلفائے قریش کے اندر رکی ہوئی تھی وہ روک بھی اٹھ گئی۔ موانعات کے دور ہو جانے سے لوگ اسلام کو سمجھنے لگے تھے، پھر پچاسوں اور سینکڑوں کی تعداد میں داخل اسلام ہونے لگے تھے۔

بشارت سوم: ﴿وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ [فتح: 2] ہے، ”سیدھی راہ پر اللہ تجھے لے چلے گا۔“
جو صلح کا تیسرا ثمر شیریں ہوا۔ یعنی جس صراطِ مستقیم پر مخالفین سنگ راہ بنے ہوئے تھے، جس شاہراہ ہدایت کو مشرکین نے روک رکھا تھا وہ صاف ہو جائے گی۔ اور حضور کو اپنی تعلیم پر چلانے اور سالکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچانے کا کھلا موقع مل جائے گا۔
بشارت چہارم: ﴿وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا﴾ [فتح: 3] ”اللہ تیری مدد بڑی نصرت کے ساتھ فرمائے گا۔“
ہے جو اس صلح کا چوتھا مبارک نتیجہ ہوگا۔

یعنی نصرت الہیہ پوری طاقت اور نمایاں غلبہ کے ساتھ آشکار ہوگی۔ قلوب میں کشش، ارواح میں ذوق پیدا ہو جائے گا۔ بیبیوں نہیں سینکڑوں نہیں، ہزاروں کی تعداد میں لوگ صداقت کے جو یا، حقیقت کے طالب بن جائیں گے۔ حتیٰ کہ ﴿يَذُخَلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ [انصر: 2] ”اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔“
کا نظارہ چشم ظاہر بین کو بھی نظر آنے لگے گا۔
نصرت الہیہ کا اس آیت میں ذکر ہے:

﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا إِذْ هَمَّ فِي الْعَارِ﴾ [البقرہ: 40]
”اگر تم اس کی مدد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے تو اس کی مدد اس وقت بھی کی جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور رسول ﷺ اس وقت دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار میں تھے۔“

ہاں ان نصرت الہیہ ہی کا کرشمہ تھا کہ نبی ﷺ اور صدیق ﷺ دونوں غار کے اندر موجود ہیں اور کفار اشرار برسر غار کھڑے ہیں اور اتنے قریب ہیں کہ اگر ذرا جھک کر دیکھ لیں تو غار کی اندرونی حالت دیکھ سکیں، مگر نصرت ربانی کام کر رہی ہے۔ یہ لوگ منہ پر آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہو گئے ہیں۔

غار سے برآمدگی کے بعد مدینہ تک پہنچ جانا بھی آسان نہ تھا، قریش کے انعام اور بت پرستوں کے ذاتی انتقام نے تمام راستہ کو نہایت مخدوش بنا دیا تھا۔ یہ تین سو (300) میل کا راستہ سینکڑوں اعداء دین کا روکا ہوا تھا۔ پھر بھی نصرت سبحانی سے یہ خوفناک سفر خوش اسلوبی سے طے ہو جاتا ہے۔ ہو کنانہ کے مد لہجی سردار نے اگر تعاقب بھی کیا تو منہ کی کھائی اور بریدہ اہلسبی نے بھی اگر تعاقب کیا تو زمرہ خدام میں منسلک ہو گیا۔ حضور ﷺ کے قدم سینت لڑوم کی اطلاع و بشارت بھی ایک یہودی بچہ اس اہل ایمان تک لے جاتا ہے اور اہل مدینہ اس نعمت خداداد سے درجہ تکمیل پر فائز ہو جاتے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کی تعداد روز افزوں ترقی کے ساتھ بڑھنے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ یہودی آنکھیں بھی اس نظارہ سے جس کی خبر حقوق نبی نے دی تھی پتھر جاتی ہیں۔

اب چھ (6) سال بعد مدینہ سے ٹھیک جنوب میں یعنی ام القرئی اور اس کے حوالی میں قدرت ربانیہ اور نصرت الہیہ کو نشانِ صلح حدیبیہ کا دکھانا منظور ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ فتح مبین اور اتمام نعمت اور ہدایت راہ مستقیم و عزت کے معنی سیرت رسول پاک ﷺ ہمیشہ سے مشکلات اشاعت کی دوری اور مواعلت تبلیغ کا اندفاع کر رہے ہیں جس کا نتیجہ اعلائے کلمۃ الحق اور ظہور صداقت و بروز حقیقت رہا ہے۔

بے شک یہ سب وعدے، یہ جملہ بشارات حضور ﷺ ہی کی حیات طیبہ میں منجانب اللہ پورے فرمائے گئے تھے۔ لہذا آیت زریب عنوان حضور ﷺ کی رفعت شان اور منصب عظیم کی مظہر اتم ہیں اور حضور ﷺ کی خصوصیات کی سرین کرنے والی ہیں۔ مندرجہ بالا تحریر کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضور ﷺ سر پائا نور کے مغفور الذنب ہونے کا کوئی منفی پہلو اس سے نکل سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

تحریر بالا تو حضور ﷺ کے مداح علیا کی اور زیادہ وضاحت کن ہے۔ اگر وہ ذات قدسی جسے رب العالمین نے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: 21]

”تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔“

فرما کر اہل عالم و عالمان کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا ہے، مغفور الذنب نہ ہو تو پھر عصمت انبیاء کے کیا معنی رہ سکتے ہیں؟ میرا تو ایمان ہے کہ حضور ﷺ ہی صاحب مقام محمود ہیں، منزلت وسیلہ کے سریر آرا (تحت نقین) ہیں، شفیع المذنبین ہیں۔ شفاعت کبریٰ حضور ﷺ ہی کے لیے خاص ہے: اَدَمُ وَمِنْ دُونِهِ تَحْتِ لَوَائِي وَ لَوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي ”آدم اور ان سے نیچے سب ہرگز یہ لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حمد کا جھنڈا اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔“ [حضور ﷺ ہی کا مرآت کمال ہے۔

الغرض عصمت کاملہ اور شفاعت کبریٰ کے مناصب کے ساتھ ساتھ آیات زریب عنوان سے ان معانی کا استفاضہ بھی ہو گیا کہ اعداء دین نے جو الزامات سرور کائنات ﷺ پر لگائے تھے، ان کا ازالہ بھی حضور ﷺ کی پاک ترین حیات ہی میں ہو چکا تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ معاہدہ کرتے وقت چالاک دشمن نے جن شرائط کو اپنی برتری اور اشاعت اسلام کی مسدودی کا ذریعہ سمجھا تھا، وہ سب بیت العکبوت (مکزی کا گھر) ثابت ہوئیں۔

قریش نے سمجھا تھا کہ جب نو مسلم لوگ اکسٹراڈیشن (تحويل مجرم کا قانون، Extradition) کے مجرم بن جائیں گے تو قریش کے جبر و ستم اور بند و قید کے خوف سے آئندہ کوئی شخص اسلام میں داخل نہ ہوگا۔

نیز جب مرتدین کو یہ سہارا مل جائے گا کہ وہ ترک اسلام کے بعد بھی قریش کی پناہ میں آ کر جملہ حقوق شہریت سے مستمع رہ سکیں گے اور مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے تو بیسیوں مسلمان بھی مرتد ہو جائیں گے، مگر یہ دنوں خیال جھوٹے نکلے اور صرف اشاعت اسلام نے ان کی جملہ تدابیر کو خاک میں ملادیا اور علم الکیم نے اسی معاہدہ کو فتح مبین اور نصر عزیز بنا دیا۔

بے شک کوتاہ بین آنکھ تو یہ نہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ دو شخص جو رات کی تاریکی میں گھروں سے نکلے اور غار کی تہہ میں چھپ کر رہے، یہی کل دنیائے روحانیت کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی روحانیت سے شرک کی ظلمت اور جہل کی تاریکیاں دور ہوئیں، توحید کا نور گھر گھر پہنچا اور خلیفۃ الرسول کی روحانیت سے اسود عیسیٰ اور مسیحا، سحاح کی نبوت کا زہر کے دعاوی مفاک ہلاک میں ڈالے گئے اور ہر ایک گمراہ کن کی بنیادیں مستاصل کی گئیں۔

اسی طرح اور بالکل اسی طرح اس معاہدہ کے وقت کوتاہ اندیشان قریش کی عقل اور سمجھ سے یہ بات باہر تھی کہ جو مسلمان مسلمانوں سے بہ طور مجرم حاصل کیے جائیں گے وہی لوگ جس و زندان میں بیٹھے ہوئے مبلغ اسلام کی شان دکھائیں گے اور بیسیوں کو مسلمان کر سکیں گے۔

جو لوگ ”اسلام بزرگ شمشیر“ کا جھوٹا اتہام لگایا کرتے ہیں وہ بھی اس معاہدہ پر غور کر لیں کہ اسلام سے پھر جانے والوں کی حمایت اور پناہ کی ذمہ داری قریش کی زبردست قوم اپنے اوپر لیتی ہے۔ ان کی آبادی اور سکونت کے انتظام کی حامی بنتی ہے اور باایں ہمہ کوئی ایک شخص بھی نہیں نکلتا، جس سے اس حمایت و حفاظت و جذبہ داری کا فائدہ اٹھایا ہو۔

المختصر آیات زیب عنوان سے نبی ﷺ کی خصوصیات، بخوبی آشکار ہیں اور مضمون ہذا کی مناسبت سے اس قدر لکھ دینا کافی ہے۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ وَحَبِيبِهِ وَالْإِلَهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

خصوصیت نمبر 13

﴿ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى ﴾ [الأنفال: 17]

”جب تو نے پھینکا تھا تب تو نے نہ پھینکا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا“

یہ آیت سورہ انفال کی ہے، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حمر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورہ انفال کا نزول بہ مقام بدر ہوا۔ [1] لہذا ثابت ہو گیا کہ جس واقعہ کی طرف آیت بالا میں اشارہ ہے، وہ بھی غزوہ بدر ہی کے واقعات سے ہے۔

اہل التفسیر و اہل معاذی کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے قریش کے لشکر کو دیکھا تو زبان سے کہا، الہی! یہ قریش ہیں، فخر و غرور میں

چور، تیرے نافرمان، تیرے رسول ﷺ کے کذب، میں تیری موعودہ نصرت کا طالب ہوں، جبریل علیہ السلام آئے۔ کہا حضور ﷺ ایک

مشت خاک لہجے اور قریش کی طرف پھینک دیجیے اور منونہ قدرت باری ملاحظہ کیجیے۔

نبی ﷺ نے ننگریوں والی مٹی کی مٹی بھری اور لشکر اعداء کی طرف پھینک ماری۔ اس لشکر خود سر میں ایک ہزار (1000) کے قریب وہ لوگ تھے، جن کے کبر و افتخار کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ یہ مٹی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پونجی اور ان بے بصیران حقیقت کو تھما گئی جو رسول پاک ﷺ کی شان سے اندھے ہیں وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں اور خاک راہ ان کے لیے سرمہ بنے۔

واقعہ عجیب تھا کہ مشت خاک اور ایک ہزار (1000) اعمی القلوب کی آنکھوں کو تیرہ کر جائے، اس لیے قرآن مجید نے یہ راز کھول دیا کہ اس میں دست قدرت شامل ہے اور قدرت کے کام ہمیشہ عقل انسانی کے لیے عجوبہ رہے ہیں اور رہیں گے۔

بعض لوگوں نے دیکھا کہ ﴿مَا رَمَيْتَ﴾ کی نفی اور ﴿اِذْ رَمَيْتَ﴾ کے اثبات میں اور ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ کے نتیجے سے اتحاد ذات اور طول کا مسئلہ نکلتا ہے۔ لہذا یہ سمجھ گئے کہ یہی آیت ہے جو حقیقت محمد ﷺ کے چہرہ سے برقع کشا ہے، مگر ایسی سمجھ میں خوش فہمی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اس آیت کے حقائق میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے:

کہ نبی ﷺ کے خلق عظیم کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ کی عنقا اور درگزر اور قوم پروری پر نگاہ کرتے ہوئے یہ واقعہ اعداء کی نگاہ میں بھی اس لیے تعجب خیز تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ تو کبھی بدی کا بدلہ لینے والے نہ تھے۔ ان کا ہاتھ کسی کی ضرر رسانی کے لیے کبھی اٹھتا نہ تھا، ہم لوگوں نے تیرہ (13) سال تک مکہ میں سن کر کھینچا کیا کہ وہ کبھی مقابلہ میں آف تک نہ کرتے تھے، ہاتھ میں جنبش دینا تو کیا، زبان کو ہمارے خلاف نہیں ہلاتے تھے۔ آخر محمد ﷺ کو کیا ہو گیا کہ اس کی عادت بدل گئی؟ کیا اس کی فطرت میں تبدیلی آگئی؟ کیا اب بھی خلق محمد ﷺ کو دنیا کے لیے منونہ بنایا جائے گا؟

رب العالمین کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے حبیب پاک ﷺ کے اخلاق کی نسبت ایسی باتیں رموزاً بھی کہی جائیں، جھٹ اس کی نفی فرمادی اور بتلادیا کہ اخلاق محمد ﷺ تو وہی ہیں جو دنیا بھر میں مسلمہ ہیں، مگر اس واقعہ میں ہمارے نبی کا ذاتی فعل شامل نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے ہمارے حکم کی تعمیل میں وہی کام کیا جو تیر انداز کے ہاتھ میں ایک کمان کا ہے۔ لہذا ہمارے رسول ﷺ کی ذات کے متعلق کوئی لفظ زبان سے مت نکالو اور اسے ہمارے ہی جلال کی شان سمجھو۔

﴿اِذْ رَمَيْتَ﴾ میں فعل کا اثبات اسی حیثیت سے ہے جو کمان کا تیر اندازی میں ہے اور ﴿مَا رَمَيْتَ﴾ فعل نبوی ﷺ کی نفی اسی حقیقت پر ہے جو تیر انداز کے سامنے کمان کی ہے۔ لہذا آیت کا محل اصلی ذات رسول ﷺ ہے اور اہل اسلام کے لیے سبق ہے کہ ہم سب پر بھی اعداء کے ان اعتراضات کی جوابدہی لازم و واجب ہے جو حضور ﷺ کی ذات گرامی پر کوئی مخالف اپنی کم بصری و کوتاہ بینی سے زبان پر لاتا ہو۔

کمان کو تیر انداز اور بندوق کو نشانہ باز کے ساتھ اتحاد و طول کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ صحیح ہے؟ ہاں! آیت ایک اور حقیقت کا بھی اظہار کرتی ہے، اسی سورہ انفال کو پڑھو کفار مکہ کی درخواست اللہ تعالیٰ سے یہ ہوا کرتی تھی۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمِطْ عَلَيْنَا حِجَابَةَ مِنَ السَّمَاۗءِ﴾ [الانفال: 32]

”الہی! یہ محمد ﷺ کی نبوت اور تیر انداز نام لے کر آیات قرآنی کی تلاوت اگر وہ درحقیقت تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پھراؤ کیا جائے۔“

دیکھو! ان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے۔ یہ دعا تو کرتے ہیں کہ ہم پر پتھر برسیں اور یہ دعا نہیں کرتے کہ اگر محمد ﷺ سچا ہے، اس کی دعوت سچی ہے تو ہمارے دلوں کو کھول دے اور قبول حق کا جوش ہمارے اندر پیدا کر دے۔

ان پر پتھراؤ کا ہونا ضروری ہو گیا تھا، کیوں کہ حقانیت اسلام کے لیے انھوں نے اسی امر کو شرط ٹھہرایا تھا، لہذا رسول ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ ایک مشت خاک ان پر پھینک دو۔ جب یہ مشت خاک سب کی آنکھوں میں پینچے گی تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ ہاں اس طرح پتھروں کا آسمان سے برسا بھی بعید نہیں۔

لہذا یہ رمی معجزہ بھی ہے اور منکرین کے لیے ان کی خود منہ مانگی بات کے اصول پر حجت و دلیل بھی۔ اس توجیہ کے ذیل میں یہ یاد رکھنا چاہیے۔

کہ رمی تجارہ سے رومی کا مقصد ان لوگوں سے براءت و بیزاری کا اظہار بھی ہے، جو مغوی اور شرارت پیشہ ہوں جو بوجہ جست باطن حقانیت و صداقت سے اس قدر دور ہو چکے ہوں کہ بظاہر آثار رشد بھی ان سے معدوم ہو چکے ہوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بمقام منی مغوی شیطان پر تین بار رمی جمرات فرمانا اور پھر نفاذ حکم الہی پر کمال طوع و رغبت مستعد رہنا اسی اصول پر تھا۔

فرزند جلیل ﷺ اور دعائے ابراہیم علیہ السلام نے بھی بدر میں اسی نمونہ کا اتباع فرمایا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک شریر انفس کو خائب و خاسر بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

فخر الانبیاء ﷺ کی ایک ہی مشت خاک نے ایک ہزار (1000) طاغی و باغی فوج اور ان کے ناپاک ارادوں کو خاک نشین فرمادیا۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است
کے کہ خاک درش نیست خاک بر سرا
الغرض یہ آیت حضور ﷺ کے خصائص خاص میں سے ایک خصوصیت کی مظہر ہے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ



خصوصیات نبوت

خصوصیت نمبر 14

﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ﴾ [آل عمران: 164]

”نبی لوگوں پر اللہ کی آیات کو پڑھ کر سناتا ہے۔“

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ خدمت اسلام میں وہ کام کریں جو سخت مشکل ہو، مسلمانوں نے بتلایا کہ سب سے مشکل کام قریش کو قرآن مجید کا سنانا ہے۔ یہ دشمن کے کپکپے تھے، قریش کے مجمع میں پہنچے اور تلاوت قرآن شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاپس آئے تو ان کا سارا بدن لہولہاں تھا اور زخموں نے چہرہ کو بے پہچان بنا دیا تھا۔ [1]

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو آیات قرآنیہ کا پڑھ کر سنانا کتنا کٹھن کام تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز اسی کام میں لگے رہتے تھے، آبادی مکہ کے اندر ہر ایک مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے تھے اور قرآن سناتے تھے۔ ہر شخص کو تمبانی میں ملتے تھے اور اسے پیام الہی پہنچاتے تھے۔ آبادی سے باہر بھی جتنے راستے آنے جانے والوں کے تھے، ان سب پر دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جا پہنچتے تھے اور قرآن کی تلاوت سے آنے جانے والوں کے کانوں میں حکم الہی ڈالتے تھے۔

عرب کی کوئی مشہور منڈی اور مشہور میلہ ایسا نہ تھا، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ پہنچے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ بذریعہ تلاوت اور اشاعت بذریعہ دعوت نہ فرمائی ہو۔ عکاظ کا ذرہ ذرہ اور طائف کا پتہ پتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا گواہ ہے۔ غور کرو، اس گورہر مقدس کی جرأت و فتوت، نجدت و جلالت پر رزم گاو عالم میں جملہ افراد عالم بلکہ اقوام عالم کے خلاف اپنی زبان کھولتا ہے، ہر ایک کو انصاف سے طرز ظہر اتاتا ہے۔ ہر ایک کا شیشہ پندارسنگ براہین سے توڑتا ہے، ہر ایک کے بت بطلان کو سندان حقانیت پر پھوڑتا ہے۔

اسے نہ ضرب کا ڈر، نہ ضرر کا غم، نہ خوف و خطر کا اندیشہ۔ اس کا سینہ و جگر نیزہ و تیر سے دل نہیں چراتے، اس کی زبان بیان توحید سے بند نہیں ہوتی، اس کی سرگرمیاں لوگوں کی سردمہری سے ٹھنڈی نہیں پڑ جاتیں۔ مال کی طمع، حکومت کی لپٹا ہٹ اسے اپنے کام سے روک نہیں سکتی۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ تلاوت آیات کتنا کٹھن، دشوار اور خطرناک کام تھا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خوش اسلوبی سے پورا کیا کہ اپنی آواز کو ہر ایک غافل تک پہنچایا۔ ہر ایک غفلت زدہ کو خواب سے چوٹکایا اور ہلا خرسب کو ”بیدار“ کر کے چھوڑا۔

آج اگر کوئی شخص تلاوت قرآن کا عمل سہل و آسان سمجھتا ہے تو اسے بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مخالفین کے زمرہ میں تلاوت کا کام نبی

الواقع آج بھی آسان نہیں اور اب اگر کسی قدر سہولت پیدا بھی ہوگئی ہے تو یہ اسی تلاوت نبوی ﷺ کی برکت اور اثر ہے، جس کے لیے حضور ﷺ خود گونا گوں مصائب اور بولسوں نواب کی برداشت کر چکے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تلاوت کی دو صورتیں ہیں:

① خود اپنے لیے پڑھنا، اس کے آداب الگ ہیں، مثلاً تحسین صورت، حضور قلب، معافی پر فکر و تدبر، حقائق و معارف کی غواہی۔

② دوسروں کو پڑھ کر سنانا، وہ دوسرے بھی کون؟ مخالفین دین، جن کے کان سننے سے اور دل سمجھنے سے سخت منکر ہوں۔

ان کو اس طرح سنانا کہ ثواب ابدی، عذاب اخروی، نعمائے الہی، رضوان ربانی سننے والے کو مشکل نظر آنے لگیں، بدن لرز جائے اور دل کانپ اٹھے، آنکھ کھل جائے اور طبیعت اپنے سابقہ اطوار سے رک جائے۔

یہ کام بے شک بدرجہ کمال حضور ﷺ ہی کے کرنے کا تھا اور قرآن گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کام کو عمدگی کے ساتھ سرانجام دیا اور اسی لیے حضور ﷺ کا یہ طریق ”خصوصیت“ میں داخل ہوا۔

خصوصیت نمبر 15

﴿وَيَعْلَمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ: 151]

”نبی تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔“

آیت کا خطاب جملہ اہل عالم سے ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی شان یہ ہے کہ ساری دنیا کو ان علوم کی تعلیم دیں، جن سے دنیا ناواقف و بے بہرہ ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے صادق المہج نے استعداد ادھماطین اور قابلیت مستمعین کا اندازہ کرتے ہوئے اعلان فرما دیا تھا۔

إِن لِّيْ أُمُورًا كَثِيرَةً أَيْضًا لَا قَوْلَ لَكُمْ وَ لَكِنْ لَّا تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تَسْتَمِلُوا الْآنَ وَ أَمَّا مَنِيَّ جَاءَ ذَلِكَ

رُوحُ الْحَقِّ فَهُوَ يُرْسِدُكُمْ إِلَى جَمِيعِ الْحَقِّ۔ ①

اردو و انجیل کی عبارت یہ ہے:

”میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ یعنی روح حق آئے تو

وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی۔“ ②

حضرت مسیح علیہ السلام کا قول بالا بتا رہا ہے کہ جتنی تعلیم انھوں نے قوم کو دی، وہ کم تھی بہ نسبت اس تعلیم کے جو باقی رہ گئی تھی۔ اس فقرہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی تعلیم کا سبب یہ نہ تھا کہ سننے والے ایسی ابتدائی حالت میں تھے کہ ان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایم اے پاس استاد کسی پرائمری کلاس کو تعلیم دینے لگے اور وہ ان کو بہت سی علمی باتیں بتا سکے اور نہ سمجھا سکے، اس لیے کہ شاگردوں کی سمجھ ناقص ہے۔

① یدونا 16 باب۔ نقل از کتاب المقدس عربیہ مطبوعہ آکسفورڈ 1871ء، ② نقل از بائبل اردو مطبوعہ مرزا پور 1870ء، یہ واضح رہے کہ الفاظ ”بتا دے گی“ پہ صیغہ مؤنث اس لیے ہے کہ اردو زبان میں درج موصوف ہے، ورنہ آنے والے کا نام روح الحق ہے اور پہ صیغہ مذکر عربی عبارت میں موجود ہے۔

بہر حال نتیجہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام جیسے نیک استاد کی تعلیم کا حصہ اور بہت بڑا حصہ دنیا کو اس وقت نمل سکا۔
اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیحی مذہب کی اس کمی کو کسی زمانہ میں پورا کیا گیا، جہاں تک ہم کو عیسائی عالموں سے معلوم کرنے کا اتفاق ہوا، وہ بتاتے ہیں کہ عیسیتی کا سٹ کے دن اس کمی کو پورا کر دیا گیا۔

عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کا ذکر کتاب اعمال کے دوسرے باب میں ہے اور اس کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رفع مسیح سے پچاس (50) دن بعد کا ہے، الغرض پہلے ہی سال کا۔

عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے معنی کتاب احبار (موسیٰ کی تیسری کتاب) کے باب 22 میں یہ بتائے گئے ہیں کہ عید صبح کے ایام میں نذر کی قربانی کا پیش کرنا۔

ہاں کتاب اعمال سے ظاہر ہے کہ اس عیسیتی کا سٹ کے دن مسیح علیہ السلام کے بارہ (12) کے بارہ (12) شاگرد جمع تھے، ان کو ایک زور کی آواز سنائی دی اور شاگردوں کو جدا جدا آگ کی سی زبانیں (شعلے) دکھائی دیں اور وہ ہر ایک پر بیٹھے اور سب غیر زبانیں بولنے لگے۔ آوازیں کر لوگوں کی بھینٹ لگ گئی۔ سب حیران ہوئے۔ ایک دوسرے سے گھبرا کر کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے اور لوگوں نے ٹھنٹھے سے کہا کہ یہ نئی شراب کے نشے میں ہیں۔ تب پطرس (Peter) نے اپنی آواز بلند کی اور لوگوں سے کہا کہ یہ نشے میں نہیں۔ ﴿16/2﴾
یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا کہ

17/2 - خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنی روح میں سے تم پر بھیجوں گا۔
پطرس (Peter) کی تقریر کے بعد تین ہزار (3000) آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ (خلاصہ از کیم تا 42 درس باب دوم اعمال)
عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن جو کچھ ہوا، اس پر شک کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ غور کی ضرورت ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ مسیح کی پیش گوئی جو باقی ماندہ صداقت کی مکمل تعلیم کے متعلق تھی، کب پوری ہوئی؟ عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن تو حضرت پطرس نے عین اس وقت جب کہ وہ روح القدس سے بھر پور تھا، یہ بتلادیا تھا کہ یہ حالت وہ ہے جس کا ذکر یوایل نبی کی معرفت ہوا تھا۔
اب انصاف کا مقام ہے کہ پطرس مع روح القدس ظاہر کر رہا ہے کہ یوایل نبی کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اور پادری بتلاتے ہیں کہ نہیں، بلکہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ کیا پادری کا یہ کہنا کہ پطرس کے سامنے سچ ٹھہرے گا اور پطرس روح القدس اس پادری کے سامنے جھوٹا قرار دیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ نہیں، ہرگز نہیں۔ لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور مسیحی علماء اس دن کے سوا کسی دن کا حوالہ بھی نہیں دے سکتے جب مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی ہو۔
ساری دلیل کا لب لباب یہ ہوا کہ عیسائیوں کو بہت زیادہ صداقت کی باقی ماندہ تعلیم سمجھی بھی نہیں ملی تھی۔
آیت زینب عنوان بتلاتی ہے کہ ﴿مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ: 151] کی تعلیم نبی ﷺ ہی نے دنیا کو دی تھی۔
اس دلیل کی صحت اس اندرونی شہادت سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو فرمایا تھا کہ روح الحق اس کامل صداقت کی تعلیم دے گا جو مسیح علیہ السلام نہیں دے سکے تھے اور اس عیسیتی کا سٹ (Pante Cast) کے دن کسی ایک نئی بات کی تعلیم بھی نہیں دی گئی۔

﴿1﴾ (Peter) عیسائی علماء کا حوالہ تھا۔ جسے 67ء میں پچاسی دی گئی۔

پطرس (Peter) نے اس واقعہ کو یوایل نبی کی پیش گوئی بتلایا یا صلیب مسیح کا واقعہ سنایا، مگر تعلیم کچھ بھی نہ دی گئی تھی۔

اندیس حالات ہماری برہان مکمل ہو جاتی ہے کہ عیسائیوں کو ابھی بہت کچھ سیکھنا تھا۔

اس کے بعد یہودیوں کی حالت سنو۔ وہ یہود جو موسیٰ علیہ السلام کی مسند پر بیٹھنے والے تھے۔

وہ یہود جو غرور کتاب دانی اور نخوت کتاب داری سے سرشار تھے، قرآن مجید نے خود ان کو مخاطب بنا کر فرمادیا تھا کہ

﴿ وَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ [نبی اسرائیل: 85] ”یعنی تم کو علم کا بہت تھوڑا حصہ ملا ہے۔“

جب اہل کتاب کے یہ دونوں گروہ حضرت مسیح علیہ السلام کی شہادت اور قرآن پاک کے اعلان سے بہت تھوڑے علم والے ثابت

ہو چکے تو ضرور تھا کہ دنیا کو کبھی مکمل تعلیم دی جاتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نورانی میں وہ وقت آ گیا کہ

﴿ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرہ: 151] ”جو کچھ آپ لوگوں کے علم میں نہ تھا“ کی کمی کو پورا کیا جائے۔“

یہ بدیہی ہے کہ جب کتاب والے ہی ادھورے نکلے تو دیگر اقوام کا تو علمی حیثیت میں ان سے ادنیٰ درجہ پر ہونا بالضرور ثابت ہو

گیا۔ لہذا آیت بالا کے مخاطب جملہ اہل عالم ہیں اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وہ منصب عالی ہوا کہ سب کو ایسی تعلیم دیں

جس سے دنیا آج تک بے بہرہ تھی۔

مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے متعلق یہ امر بھی شرح طلب ہے کہ اس پیش گوئی میں اسم ”روح الحق“ کا استعمال ہوا ہے اور

انا جیل اربعہ (4) میں اس مقام کے سوا اور کسی جگہ اسم خدا کا استعمال نہیں ہوا۔ (۱) دوسرے مقامات پر تو روح القدس کا لفظ آیا ہے۔

عشق کا سٹ والے دن بھی پطرس نے روح القدس ہی کا لفظ استعمال کیا اور یہ ہر دو مقامات کا فرق بھی صراحتاً بتا رہا ہے کہ ”روح الحق“

اور ہے ”روح القدس“ اور۔

روح القدس کو پادری صاحبان مثیث کا جزو ثالث تسلیم کرتے ہیں، تو کیا کریں مگر روح القدس نے تو کبھی کوئی نئی تعلیم کسی کو

نہیں دی۔ چنانچہ خود کسی مسیحی عالم کی شہادت میں بھی یہ موجود نہیں کہ اسے راست بازی کی وہ باقی ماندہ تعلیم ”روح القدس“ سے مل گئی

ہے۔ جسے حضرت مسیح علیہ السلام ادھورا چھوڑ گئے تھے۔

آیت زیب عنوان نے صاف طور پر بتلادیا کہ استاد عالم و عالمیان ہونے کا امتیاز اور خصوصیت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔

قارئین دریافت کر سکتے ہیں کہ امور کثیرہ کیا ہیں؟ جو مسیح کی تعلیم میں نہیں پائے جاتے، بلکہ یہودیوں کی کتابیں بھی ان سے

خالی ہیں۔ اس کا جواب قارئین کو ہمارے دوسرے مضمون ”خصائص القرآن“ سے ملے گا، اسے بغور ملاحظہ فرمائیں۔

اس جگہ یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ اور بھی ایسے مقدس بزرگوار ہو چکے ہیں جن کو علم

لدنی عطا ہوا تھا تو کیا اس سے اشتباہ گزر سکتا ہے کہ ان میں سے ہی کسی بزرگ نے اس کمی کو پورا کر دیا ہو جو باعرض ہے کہ ان

سب ایسے بزرگوں کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت پیشتر کا ہے۔ پس وہ لوگ مسیح علیہ السلام کی کمی کو پورا کرنے والے کسی طرح

نہیں ٹھہر سکتے۔

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ سریر آرائے علوم ہیں جو فرش خاک پر بیٹھے اور خاک و نور، انسی و جانی کو ایسے علوم سے مستفیض فرمایا

(۱) مشہور چار انجیلوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۱) لوقا (۲) متی (۳) برناباس (۴) یوحنا

کہ یہ خاک کے ذرہ ہائے بے مقدار کو آسمان علوم پر تاہاں نجوم بن کر چمکے اور ضیاء بخش عالم و عالمیان قرار پائے۔
نبی ﷺ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے تلامذہ میں بھی نمایاں تفاوت ہے۔ مسیح علیہ السلام کے بارہ (12) شاگردوں میں سے شمار کر لو کہ کتنے شاگرد ان کی تعلیم کے مبلغ ٹھہرے تھے۔ دو تین سے زیادہ کے نام نہیں لیے جاسکیں گے۔ اس قلیل تعداد کا کارنامہ بھی صرف اسی قدر ہے کہ انھوں نے جناب مسیح علیہ السلام کے حالات زندگی کی اشاعت کی ہے اور بس۔

نبی ﷺ کی تیار کردہ جماعات میں ہر قسم و ہر صنف کے کاملین نظر آئیں گے۔
آپ دیکھیں گے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ملک داری و جہاں بانی کی تعلیم

ابو سعید و خالد رضی اللہ عنہما ہنگامہ آرائی و جہاں کشائی کی،

معاذ رضی اللہ عنہ و ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان دین و دانش کی،

سلمان رضی اللہ عنہ و ابو ذر رضی اللہ عنہ زہد و تقاضت کی،

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ حقائق علمیہ کی،

عثمان غنی رضی اللہ عنہ و ابن عوف رضی اللہ عنہ پرورش یتیمی کی و اعانت ایامی (بیوگان)۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ و ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انصاری فرائض الہیہ کی تعلیم کل دنیا کو دے رہے ہیں، رضی اللہ عنہما!

یہ چند مبارک نام صرف قریب و تنہیم مدعا کے لیے درج کر دیے گئے ہیں، درہاں ہارگاہ اقدس کا وہ کون سا تلمیذ ہے جو کشت زار علوم کے لیے ہار ان رحمت ثابت نہیں ہوا۔

جب ہم دیکھتے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا شمار 2210 اور ابن عمر رضی اللہ عنہما (تعداد: 1630) و انس بن مالک رضی اللہ عنہ (تعداد: 1286) کی مرویات بھی اس کے قریب پہنچ جاتی ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کا شمار 5374 ہے۔ پھر ان کے سوا اور بھی ایسے صحابہ جنی اللہ عنہم ہیں، جن کے نام مکتوبین روایات کے تحت میں درج ہیں۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما (2260) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (1560) و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (1170) تو یقین ہو جاتا ہے کہ اس ادب گاہ و قدس کا ہر ایک طالب علم استاد عالم ہونے کی شان رکھتا ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ بزرگوار عرب کے باشندے ہیں، وہی عرب جن کی صفت

﴿ اُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ ﴾ [البقرہ: 78] کے الفاظ میں نمایاں ہے، یعنی ان پڑھ اور کتاب سے بے خبر۔

لیکن نبی ﷺ کے طفیل نہ صرف یہی لوگ ذرہ علیائے علوم کو پہنچے بلکہ ان کے شاگرد بھی ﴿وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ کی سند سے مسند آرائے تعلیم ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ ہی کی جود و عطائے علم کو عام بنایا اور اسے رفعت کمال پر بھی پہنچایا۔

یہ حضور ﷺ ہی کے ادنیٰ ترین کفش بردار تھے جنھوں نے سپین و غرناطہ، بغداد و سلسلی، تونس و الجزائر، ترکستان و چین و تاتار میں سینکڑوں مدارس و مکاتب کھول دیئے تھے، جن میں جملہ اقوام و مسلم و غیر مسلم کو بلا تفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی۔ یورپ کو اقرار ہے، انکار نہیں کہ یہی اسلامی ممالک تمام یورپ کے استاد ہیں۔

اگر ہم پادریوں کی اس روش اور طریقہ کو دیکھیں جو علوم جدیدہ کی مخالفت میں ان کا رہا ہے اور پھر مسلمانوں کی اس فراخ دلی و وسعت خاطر کا اندازہ لگائیں جو علوم قدیمہ کی ترویج و اشاعت نیز علوم جدیدہ کی ایجاد و حمایت میں ان کا معمول ہے کہ اس سے بخوبی ہوید اہو جاتا ہے کہ صرف مسلمان ہی ہیں جنہوں نے ابتداء دنیا میں علوم کو پھیلایا۔

تمام مسلمانوں کا یہ شیوہ اپنے سیدنا مولانا نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل میں تھا۔ لہذا ان غلاموں کے افعال بھی حضور ﷺ ہی کے سنن ہدیٰ کا بیان اور حضور ﷺ ہی کے اسوہ حسنہ کی برہان ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ شکوہ کامل و اختتام اعلیٰ کے ساتھ حضور ﷺ ہی میں پائی جاتی ہے۔

عالمیہ بیان نامکمل رہ جائے گا، اگر میں اس مقام پر مختصراً ذکر نہ کروں گا کہ علوم جدیدہ کی ترویج و اشاعت میں مسیحیوں نے تنگ دلی اور اسلامیوں نے فراخ نظری کے کیسے کیسے نمونے دکھائے۔

ڈی روٹنس نے ظاہر کیا کہ قوس قزح بارش میں شعاع آفتاب کے انعکاس کا نام ہے اسے اللہ کی کمان جنگ ہٹانا یا انتقام الہی کی علامت سمجھنا غلط ہے۔ صرف اتنی بات پر وہ قید کر کے رو ما بھیجا گیا۔ وہ جیل میں ہی مرا، اس کے لاش کو اور اس کی کتابوں کو جلا دیا گیا جو حکم سوختگی لاشہ کی بابت صادر ہوا تھا۔ اس میں اس سوختگی کا یہ جرم بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ روما کے کنیسہ کی صلح برطانیہ کے کنیسہ سے کرانا چاہتا تھا۔ گویا سیاسی صالح اسی پاداش کا مستحق تھا۔

برونو (Bruno) کو 1600ء میں لہی قید کے بعد اس لیے زندہ آگ میں جلا دیا گیا کہ اس نے دنیا کو عالم اسباب کہہ دیا تھا یا اس کے قول سے وحدت الوجود کا مسئلہ آشکارا ہوتا تھا۔^[1]

کرویت زمین کا مسئلہ خلافت عباسیہ میں معلوم ہوا اور اس انکشاف سے مسلمانوں میں ایک پتہ بھی نہ ہلا۔ مگر یہی مسئلہ جب یورپ میں پہنچا تو قیامت برپا ہو گئی اور رومیوں فلاسفر جو زمین کو گول کہنے لگے تھے قتل کر دیئے گئے۔

چچک کاینکے قسطنطنیہ میں دیر سے رائج تھا۔ 1721ء میں ایک عورت مسماۃ میری مونٹا (Marymonta) اسے یورپ میں لے گئی تو پادریوں نے اس طریقہ علاج کی بے حد مخالفت کی حتیٰ کہ بادشاہ سے درخواست کی گئی کہ شاہی اختیارات سے اس کا نفاذ روک دیا جائے۔

امریکہ میں جب یہ طریق نکلا کہ عورت کو ولادت کے وقت مخدر (بے ہوش) کر دیا جائے تو تمام پادری مخالف ہو گئے کہ عورت کو ولادت کے وقت آرام پہنچانا خدا کی لعنت کا مقابلہ ہے۔ جو کتاب پیدائش باب سوم میں عورت ذات کے لیے موجود ہے۔

کردنیال اسکسینس نے 8 ہزار قلمی کتابیں غرناطہ میں اس لیے سوخت کر دیں کہ ان کا مضمون کنیسہ کی رائے کے مطابق نہ تھا۔ پروٹسٹنٹ (Protestant) کو ایک اصلاح یافتہ اور ترقی کردہ مذہب کہا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس مذہب میں دل و دماغ کو آزادی عطا کی گئی۔ اب اس آزادی مذہب کی حالت بھی سنو۔

کلغان نے سیرنیٹ (Searfiat) کو جلا ڈالنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ اس کی تحقیقات میں مجلس یتیمہ کے انعقاد سے بھی جو شتر دین مسیحی میں بدعت داخل ہو چکی تھی۔

[1] مشہور اسٹالین فلسفی (1600-1548ء) جسے کبھی کے ساتھ ہاتھ کر زندہ جلا دیا گیا۔

اسے زندہ دہکتی آگ میں کباب کی طرح صرف اس گناہ عظیم کی پاداش میں بھونا گیا۔

فابیو (Fabiaw) بھی 1729ء کو اسی جرم میں شہر تلوز میں جلایا گیا تھا۔

پادری لوتیرا (Lother)، ارسطو (Aristotle) کو ہمیشہ جھوٹا، ناپاک، خنزیر کہا کرتا تھا۔ [1]

علم برداران اسلام نے نہ تو اخذ علوم میں اس لیے تنگ چشمی کی وہ علوم اقوام غیر یا ممالک غیر کے ہیں اور نہ علوم کی اشاعت میں اس لیے تنگ دلی کی کہ طالب علم غیر مذہب، غیر قوم یا رعایائے غیر ہیں۔

ان ہردو اوصاف کے تحت میں وہ ہزاروں واقعات موجود ہیں جو مؤرخین اسلام پیش کرتے ہیں جن میں سے شیعوں کا ذکر دیون پورٹ، لین پول اور ایڈورڈ گین نے بھی کیا ہے۔ مسلمانوں میں یہ روشنی اس منبع نور سے آئی جس کی خصوصیت کے اثبات میں آیت ﴿وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ: 151] زینب عنوان ہے۔

ناظرین کو تاریخ عالم کے تقصص سے معلوم ہو جائے گا کہ اس خصوصیت کا تاج حضور ﷺ صاحب معراج ہی کے فرق مبارک پر تاجاں دورخشان ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

خصوصیت نمبر 16

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: 129]

<http://mujahid.xtgem.com>

”ہمارا نبی لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

قبل ازیں تحریر ہو چکا ہے کہ کتاب قرآن مجید اور تعلیم کتاب کے تحت میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام شامل ہیں۔

لہذا خصوصیت لفظ کے تحت میں ”تعلیم حکمت“ کا مذکور ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [البقرہ: 269]

”جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔“

آیت بالا سے آشکار ہے کہ فضائل محمودہ اور محاسن کثیرہ کا نام ”حکمت“ ہے۔ لفظ حکمت کا اثبات منصب نبوت سے علیحدہ بھی کیا گیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ﴾ [قصص: 12] ”ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی تھی۔“

قابل غور یہ امر ہے کہ ”کتاب“ اور ”تعلیم کتاب“ کے بعد اب کون سی بات رہ گئی تھی جسے حکمت سے تعبیر فرمایا گیا۔

واضح ہو کہ ہدایات واضحہ اور بیانات راشدہ پر عمل کرنے کے مواقع پر مختلف الامر لوگوں کی حالت بھی مختلف ہوا کرتی ہے۔

نبی ﷺ نے پیچیدہ معاملات کو عملی طریق پر حل کر کے صحابہ جن رضی اللہ عنہم کو مکمل تعلیم عطا فرمائی تھی۔

[1] نبی ﷺ فریق افروز مدینہ ہوتے ہیں تو اول مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کرتے ہیں اور پھر یہودان یثرب اور مومنین

اسلام میں ایک معاہدہ قلم بند فرما کر ان کو بھی اتحاد مدینیت میں شامل فرمالتے ہیں۔ معاہدہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

﴿هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَبَثْرَبِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ﴾

فَلِحَقِّ لَيْتُهُمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ

یہ تحریر محمد انبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے کہ مومنین مسلمان مکہ و یثرب ایک قوم واحد ہوں گے اور جو لوگ ان کا اتباع کریں گے اور ان کے مجاہدات میں شامل ہوں گے وہ سب ایک ہی وحدت میں شامل ہوں گے۔

② وَإِنَّ يَهُودَآئِنِي عَوَفِ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ۔

یہودان بنی عوف بھی مومنین کی معیت میں قوم سمجھے جائیں گے۔

③ وَإِنَّ بَيْنَهُمْ لَنْصْرًا عَلَيَّ مِنْ حَارَبِ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ۔ ③

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان باہمی امداد کا طریق جاری ہوگا خواہ کوئی بھی اس معاہدہ والوں کے خلاف لڑنے کو آئے۔
غور کرنے والا جب الفاظ معاہدہ کی گہرائی کا اندازہ کرے گا تو اسے یہ فعل عین حکمت نظر آئے گا۔

② سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر ان سب راستوں پر آدبا قبل سے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں معاہدہ باہمی کا قائم و مستحکم کر لینا ضروری خیال فرمایا۔ بنو نضمرہ اور بنو مدعج کے معاہدات اسی حکمت پر مبنی ہیں۔

③ صلح نامہ حدیبیہ میں مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ لکھا گیا تھا۔ قریش کشمکش معاہدہ اس پر معترض ہوا، وہ اپنی بات پر اصرار کرتا ہے اور کاتب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مقدس کتاب پر اتنا ہی جما ہوا ہے کہ جتنا یہ کلمہ پاک اس کے دل پر مرتسم ہے۔ یہ تکرار یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ صلح نامہ کا ناتمام رہ جانا زیادہ یقینی ہو جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوں اور“ محمد بن عبداللہ“ بھی ہوں۔ لہذا محمد بن عبداللہ لکھ دیا جائے۔ اس حکمت سے سارا مناقشہ ختم ہو جاتا ہے۔ ④

④ کفار مکہ نے کفار یثرب کو لکھا کہ وہ مہاجرین و انصار سے جنگ شروع کر دیں۔ اگر یثرب والوں نے ایسا نہ کیا تو مکہ والے خود حملہ کر کے اپنے مخالفین کو فتنہ کر دیں گے۔ اہل یثرب پر دھمکی کا یہ جادو چل گیا اور انھوں نے مہاجرین و انصار پر حملہ کی تیاری کر لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اطلاع پا کر اہل یثرب کے پاس گئے اور یوں تقریر فرمائی۔

”تم اہل مکہ کی چال کو نہیں سمجھتے، وہ تمہارے ہاتھ سے تمہارے اعز و اقارب کو جو مسلمان ہو گئے ہیں قتل کرانا چاہتے ہیں، حالانکہ اگر تم کو اہل مکہ سے جنگ کرنی پڑی تو وہ مقابلہ اغیار سے ہوگا۔“

اس مختصر تقریر نے عجیب اثر کیا اور اہل مدینہ میں جو اندرونی جنگ شروع ہونے والی تھی رک گئی۔ اسی حکمت نے اہل اسلام کو اندرونی بے امنی سے محفوظ کر دیا۔

⑤ طائف و حنین کے لوگ مسلمانوں پر حملہ آورانہ بڑھے تھے۔ ان کو بہ مقام اوطاس شکست ہوئی۔ ان کی فوج طائف کے قلعہ میں حصار بند ہو گئے۔ محاصرہ کیا گیا۔ جب محصورین کو محاصرہ کی سختی محسوس ہونے لگی اور اندر کے آدمی یگاں یگاں قلعہ کی دیوار پھانڈ پھانڈ کر بھاگنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا۔

اس حکم سر اپارجم کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ کے بعد طائف کی تمام آبادی مسلمان ہو گئی۔

6) ہرقل نے عرب پر حملہ کرنا چاہا، نبی ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ عرب کو روما کی فوجوں کا آماجگاہ بنا دیا جائے، خود آگے بڑھے اور عرب کی انتہائی سرحد پر جا کر ٹھہر گئے۔

اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ تمام ملک کی امداد لشکر اسلام کو بخوبی پہنچ سکتی تھی۔ ہرقل پر اس پیش قدمی اور جرات کا گہرا اثر پڑا اور اس نے عرب پر حملہ کے خیال کو دماغ سے نکال دیا۔

7) 8ھ میں مکہ فتح ہوا تو وہاں سے تین سو ساٹھ (360) بت تو نکال دیے گئے مگر خود عمارت کعبہ کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ موجودہ عمارت وہ تھی جو حضور ﷺ کی نبوت و بعثت سے پانچ (5) سال پیشتر بنائی گئی تھی۔ اس تعمیر کے وقت قریش نے سامان اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے عمارت کا طول کم کر دیا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنا منشا بطور احسان تو ظاہر فرمایا کہ عمارت کا بناء ابراہیمی پر ہونا بہتر ہے مگر اس حکمت سے کہ ابھی قوم کی دین داری حد اشد میں ہے۔ عمارت کو جوں کا توں چھوڑ دیا۔ ابھی وہ لوگ موجود تھے جنہوں نے اس عمارت کے لیے مالی، بدنی امداد دی تھی۔ اس لیے یہ بعید نہ تھا کہ ان لوگوں کو اسی عمارت کا انہدام شاق گزرتا۔ نبی ﷺ نے دل داری و دل دہی کی بنیاد کو مضبوط فرمایا اور اینٹ پتھر کی عمارت کے لیے زیادہ اہتمام نہ فرمایا۔

امثال بالا اور اس اشباہ و نظائر سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کیوں کہ جملہ معاملات تمدن و اخلاق اور مصلحت شناسی میں تعلیم حکمت کو جاری رکھتے تھے۔

ہاں یاد رکھو کہ تعلیم حکمت میں یہ امر بھی شامل ہے کہ نبی ﷺ نے احکام و شرائع کو سلی و سلم پر مبنی ٹھہرایا تھا اور ان احکام کی علت و حکمت کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ یہ ایک عجیب خصوصیت حضور ﷺ کی حکمت آموزی کی تھی، ورنہ حضور ﷺ سے پیشتر شائع ماقبل میں بہت کم اس پر توجہ کی گئی بلکہ احکام کی تعمیل و عدم تعمیل کو علامت، اطاعت یا نشان طغیان کے اصول پر منحصر رکھا گیا تھا، جس سے لوگ سمجھنے لگے تھے کہ شریعت کی مثال ایسی ہے کہ ایک آقا نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس پتھر کو ادھر سے اٹھا کر ادھر کر دے۔ اگر غلام نے پتھر اٹھا دیا تو فرمان بردار سمجھا گیا اور نہ اٹھایا تو نافرمان قرار دیا گیا، حالانکہ اس حکم سے نہ آقا کا کوئی اصل مقصود تھا، اور نہ غلام کا کچھ فائدہ یا نقصان اس کی تعمیل یا عدم تعمیل میں مضمر تھا۔

ہاں دیکھو، کہ نبی ﷺ نے شریعت کو بطور طب روحانی مرتب فرمایا ہے۔ عضو عضو پر وارد ہونے والے امراض روحانیہ کا ذکر فرمایا، پھر ان کا علاج اور علاج میں مفرد و مرکب اشیاء کا استعمال سکھایا ہے۔ صحت قلب کی حفاظت کرنے والی حیات روحانی کو نشوونما دینے والی، روحانیت کے اعضاءے ریسر کو قوی و چست بنانے والی ادویہ کا ذکر درجہ بدرجہ فرمایا ہے۔

تکمیل نفس کے بعد حضور ﷺ کی تعلیم حکمت کا دور ثانی شروع ہوتا ہے اور تدبیر منزل ترتیب عاقلہ کے مفصل احکام ملتے ہیں۔ دور ثالث میں سیاست مدن کے دروس کا آغاز ہوتا ہے۔ اقوام عالم اور بلدان جہاں کے واجبات و حقوق سے عالم دو عالم کو روشناس فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کے برابر فرض کو اور کسی نے بھی اس حسن تکمیل کے ساتھ ادا نہیں فرمایا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسماء اللہ اُسٹی میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی ”حکیم“ ہے اور کتاب اللہ کی صفت میں بھی یہی اسم استعمال ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿يَسْ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ﴾ [یس: 1-2] اور اس کتاب حکیم نے حضور کو معلم حکمت بتلایا ہے، تو ان حوالہ جات سے

اول تو حکمت و دانش کا درجہ بلند تر ہو جاتا ہے اور پھر نبی ﷺ کے منصب عالی کا ارفع و اعلیٰ ہونا بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔
تعلیم حکمت کے متعلق مجھے نبی ﷺ کی صرف ایک حدیث اس مضمون کے اختتام پر لکھ دینی چاہیے۔ مضمون حدیث کی ہمہ گیری اور صاحب ارشاد کی حکمت آموزی کی وسعت کا اندازہ ناظرین خود فرمائی لیں گے۔

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ إِذَا وَجَدَهَا أَخَذَهَا۔ [1]
”کہ حکمت کو تم گم شدہ لال سمجھو، جہاں پاؤ، اسے اپنا مال سمجھو۔“

خصوصیت نمبر 17

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [اعراف: 157]

”اور ان کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور پھندے کھول دیتا ہے جو ان پر پڑے تھے۔“

آیت بالا سے روشن ہے کہ لوگوں کو بھاری بوجھوں نے دبا رکھا تھا اور ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔
ان بندشوں، قیدوں، زنجیروں، بندھنوں سے لوگوں کو نبی ﷺ ہی نے آزاد فرمایا تھا اور ایسا کرنا حضور ﷺ کی نبوت عامہ کا لازمہ ہے۔
نبی ﷺ کی نبوت عرب و عجم پر عام ہے اور حضور ﷺ کی دعوت میں سحافۃً لِلنَّاسِ شامل ہیں۔ لہذا مفہوم آیت بالا کے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قبل از بعثت نبوی ﷺ دنیا بھر کی ساری اقوام کیسی کیسی قیود و پیمانوں میں گرفتار تھیں۔
ہم مختصر عرب، یہود و نصاریٰ، مجوس و ہنود کا ذکر کریں گے۔ یہی وہ اقوام ہیں جن کو تمدن کے لحاظ سے کوئی منزل دی جاسکتی ہے۔

[1] عرب

بدکاری و زنا کاری سے نادم نہیں ہوتے تھے اور اپنے افعالِ قبیحہ پر فخر کرتے ہوئے ان کو اپنے اشعار کے ذریعہ مستہر کیا کرتے تھے۔
شراب اور سخت نشیلی عریقات کا استعمال عام تھا۔ مدہوشی میں جو معیوب اور خراب باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ ان پر شرمندہ نہ ہوتے تھے۔
لوٹنیوں کو جو قینات کہلاتی تھیں، گانے بجانے، ناچنے کے لیے پالا کرتے تھے۔ ان کی زنا کاری کی آمدنی کو ان کے آقا چچی آمدنی سمجھا کرتے تھے، جو عورتیں لڑائی میں گرفتار ہو کر آتیں ان کو قینات میں داخل کیا جاتا تھا۔

عورت کسی جانور کا دودھ نہیں دھوسکتی تھی۔ اگر کسی گھرانے کی عورت ایسا کرتی تھی تو سارا خاندان حقیر سمجھا جاتا۔

مال وراثت کا حصہ صرف بالغ مرد پاتے تھے، تمام عورتیں اور بچے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ترکہ سے قطعاً محروم رکھے جاتے تھے۔
بیوہ عورت پر متوفی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا تھا، عورت خوش ہو یا ناخوش، وہ چادر والے کی بیوی بن جاتی تھی،
سو تیلے بیٹے بھی اپنی سوتیلی ماؤں پر اسی طرح قابض ہو جایا کرتے تھے۔

عورتیں بے حجاب مجمع عام میں نکلا کرتی تھیں اور اپنے جسم کا مخفی سے مخفی حصہ عوام الناس کو دکھانے میں عار نہ سمجھتی تھیں۔ مرد و زن جسم کو نیکل سے گودا کرتے، عورتیں مصنوعی بال لگاتیں، دانتوں کو درانتی سے تیز بناتی اور ان مصنوعی طریقوں سے خود کو نوجوان بنا کر جوانوں کو جل دیا کرتی تھیں۔

جو خاندان زیادہ شریف سمجھے جاتے تھے وہ زندہ لڑکیوں کو زیر زمین دفن کر دیتے یا چاہے عیق (گھبراکنوں) میں دھکیل کر ہلاک کر دیتے تھے۔ اس فعل پر فخر کیا کرتے اور اسے اعلیٰ شرافت کا نشان سمجھا کرتے تھے۔

ازواج کے متعلق کوئی قاعدہ موجود نہ تھا اور محرم و غیر محرم عورتوں کی تمیز کے لیے کوئی صاف آئین منضبط نہ تھا۔

قمار بازی نہایت دل پسند شغل تھا اور مشہور مشہور لوگوں کے گھر ”قمار خانہ عام“ سمجھے جاتے تھے۔

ارواح خبیثہ (بدروحوں) کا اعتقاد عام تھا اور انسان پر ایسی ارواح کے تصرف تام کو تسلیم کرتے تھے۔ خیالی و وہمی دیوتا اور دیویاں مانی جاتی تھیں۔ ان کی شکلیں اور صورتیں عجیب عجیب بناتے اور اسی کے موافق ان کے بت گھڑے جاتے تھے۔ پھر مندروں میں استنابن کیے جاتے اور پوجے جاتے تھے۔ عموماً ہر ایک قبیلہ اپنا اپنا بت الگ تجویز کیا کرتا تھا اور اپنی قسمت اسی بت کے قبضہ میں سمجھا کرتا تھا۔ اگر ایک قبیلہ کی عداوت دوسرے قبیلہ سے ہو جاتی تو اس کے بتوں سے بھی عداوت و نفرت کی جاتی تھی۔

گھوڑ دوڑ پر بازی لگانے کا بہت رواج تھا، اسے دھان کہتے تھے، گھوڑ دوڑ میں تین یا سات گھوڑے شامل کیے جاتے تھے۔

گھوڑوں کے نمبر لگانے میں کبھی اتنا اختلاف بڑھ جاتا کہ لڑائی چھڑ جاتی اور برسوں تک جاری رہتی تھی۔

اگرچہ غلاموں کا آزاد کرنا موجب فخر و مہابت سمجھا جاتا تھا، مگر آزاد شدہ غلاموں پر مالک کا حق ملکیت قائم رہتا تھا۔ اس حق کو آقا دوسرے کے پاس فروخت یا بیچ بھی کر سکتا تھا۔ بتوں اور ارواح کی پرستش کی جاتی۔ ان کو سجدہ کیا جاتا، ان کی منت مانی جاتی، ان کے نام پر قربانیاں کی جاتیں، اونٹ، گائے، بکری، کاپیلوٹا بچان کے نام پر ذبح کیا جاتا۔

زراعت میں زمین کا بہترین حصہ بتوں کے نام پر خاص ہوتا، اگر اس حصہ کی پیداوار کسی ارضی و سماوی حادثہ سے ماری جاتی تو زمین کے دوسرے حصہ کی پیداوار سے اس کمی کو پورا کیا جاتا۔

بھوک اور قحط کے وقت مویشی کا خون پی جاتے تھے، زندہ جانور کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھا جاتے تھے۔ جانوروں کی حرکات سے یا آوازوں سے شگون لیا کرتے، ٹوکے منتر مانے جاتے تھے، ان کی عقل و فکر پر توہمات کی پوری حکومت تھی۔

انتقام اور کینہ جوئی کو اچھا سمجھا جاتا۔ ایک ایک، دو دو نسل اوپر کے واقعات کا انتقام لیا جاتا اور اسے بہادری کا لازمہ سمجھا جاتا۔

عرب کے ملحق الحد و ملکوں میں جو جو فواحش اور قبائح موجود تھے، ان کو جلد اخذ کر لیا جاتا۔

حسب نسب پر غلو کے ساتھ فخر کیا کرتے، ہر ایک قبیلہ دوسرے قبائل کو ذلیل و حقیر سمجھا کرتا اور یہی بات بسا اوقات عداوت، منافرت اور جنگ کا موجب بن جاتی۔

خاندانی رسوم کی حکومت دل و دماغ پر قانون اور مذہب سے بڑھ کر حکمران تھی۔ رسوم کے مقابلہ میں حریت رائے کا وجود کم تھا۔

اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے قبائل اپنے ملحق الحد و اقوام غیر سے ساز باز رکھا کرتے، فارس، روما، حبش کو اپنے ہی

ملک پر چڑھانے پر ہوشیاری سے کام لیتے۔

ان کے مشہور مشہور بت مندر جڈیل تھے۔

ہبل یہ بہت لمبا بت تھا۔ یہ بت خانہ کعبہ کے سامنے والی دیوار کی منڈیر پر نصب شدہ تھا۔ عرب کے تمام قبائل اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں تھے۔ جنگ احد میں ابوسفیان نے اُغْلُ هُبْلُ بنی کانعزہ لگایا تھا۔ میں نے 1339ھ میں باب السلام سے باہر ایک پتھر کا ایک لمبا ستون دیکھا تھا جس کے اوپر سے قدم رکھتے ہوئے لوگ آتے جاتے تھے۔ عام طور پر مشہور تھا کہ یہ ستون اسی بت ہبل کا ایک حصہ ہے۔ اس کے تین پہلو نمایاں تھے، ان پر کوئی صورت نہ تھی۔ وہ، سواع، یثوث، یثوق، نسر حضرت شیث علیہ السلام کے پوتوں، پر پوتوں کے نام پر لوگوں نے ان کے بت تیار کر رکھے تھے۔

قبیلہ بنو کلب ”وڈ“ کو بنو مدیج ”سواع“ کو بنو مراد ”یثوث“ کو بنو ہمدان ”یثوق“ کو اور بنو ہمدان کی دوسری شاخ نسر کو معبود سمجھا کرتے تھے۔
لات: لفظ اللہ کا مؤنث بنایا گیا ہے۔ اسے ”رہہ“ بھی کہا کرتے تھے۔

منات: لفظ منان کا مؤنث ہے، کوہ مشعل پر اس کا بت تھا۔ ان دونوں بتوں کی خدائی تمام عرب میں مسلمہ تھی۔ ہذیل و نزار، اوس و خزرج منات کے خاص پوجا کرنے والے تھے۔

عُزْیٰ: لفظ عزیز کا مؤنث ہے۔ بنو شیبان خصوصیت سے اس کی پرستش کرتے اور اعتقاد رکھتے کہ موسم گرما میں خدا اس کی استخوان میں رہا کرتا ہے۔ بنو کنانہ بھی اس کے معتقد تھے۔

دوار: نوجوان عورت کا بت تھا، اس کے گرد گرد چکر لگایا کرتے۔

اسف: بن علی اور مسافۃ ناسلہ بنت زید بن جرہم۔ یمن کے باشندے تھے۔ ان کے باہمی تعلقات گندے تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر یہ مرتکب کبیرہ ہوئے۔ ان کو سزادی مٹی اور ان کے لاشے شمشیر و رسوائی کے لیے بلاؤں رکھے گئے۔ اسف کو کوہ صفا پر اور ناسلہ کو کوہ مردہ پر۔ لاشے گل سڑ گئے اور ان کے بت بنا کر رکھ دیے گئے۔ کچھ عرصہ بعد لوگ ان دونوں کی پرستش کرنے لگے۔ [1]

عبعب: ایک بڑا پتھر تھا، قربانی چڑھانے کا استخوان۔

عم انس: زراعت کا دیوتا، جیسے یو، پی کے صوبہ میں ایک فرضی نام ماموں اللہ بخش بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی یہ ایک بت کا نام تھا۔ ایک بار پیام قحط اس بت کی رضامندی کے لیے ایک سو تیل (گاؤنر) اس کی بھینٹ چڑھائے گئے تھے۔ اس کے حالات وفد خولان نے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گزارش کیے تھے۔

ذو الکفین: لکڑی کا بت تھا، قبیلہ دوس کا معبود، ظلیل بن عمرو بن صمصمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے بعد اسے آگ لگا کر رکھ بنا دیا تھا۔
فلس: قبیلہ طے کا بت تھا، جلایا گیا۔

سعد: بنی ماکان بن کنانہ کا بت۔

ذو الشری: بنو حرث بن شکر کا بت۔

بہم: بنو مزینہ کا بت۔

شعیر: بنو خزہ کا بت

ذو الخلصہ: تاج پوش عورت کی شکل میں قبیلہ خشم و بجیلہ کا معبود۔ [2]

ان بتوں کی پرستش میں جن تکالیف اور مصائب نے اہل عرب کو اپنا شکار بنا رکھا تھا، انہی کو آیت پاک میں ”اصغر“ اور ”اغلال“ فرمایا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی پاک تعلیم ہی کے طفیل تمام عرب کو ان بندشوں سے نجات ملی تھی۔
اب یہود کا حال بھی معلوم کرو۔

۱۲۔ یہود

یہود اگرچہ صرف اسی قبیلہ کو کہنا چاہیے تھا، جو یہودا پسر یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، لیکن اب یہ نام بہ عرف عام ان بارہ قبائل کا ہو گیا ہے جو دوازده (12) اسباط بنو اسرائیل ہیں۔

ذیل میں اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کے سب فرزندوں کے نام بترتیب ولادت تحریر کیے جاتے ہیں:

نمبر شمار	نام	نام کے معنی	والدہ کا نام
1	روبن	نظر اپنا۔ بیٹا دیکھو	لیاہ بیگم
2	سمعون	سماعت	لیاہ بیگم
3	لاوی	جفت	لیاہ بیگم
4	یہوداہ	تخصیص	لیاہ بیگم
5	دان	منصف	مسماة بلہا کنیز۔ راخیل بیگم
6	نفتالی	کشتی گیر یا پہلوان	مسماة بلہا کنیز۔ راخیل بیگم
7	جد	عسکر	مسماة زلفہ کنیز۔ لیاہ بیگم
8	آشر	نصیب	مسماة زلفہ کنیز لیاہ بیگم
9	آشکار	اجرت یا انعام	لیاہ بیگم
10	زیون	رفیق	لیاہ بیگم
11	یوسف	مزید	راخیل بیگم
12	بن یمن	دست راست کا فرزند	راخیل بیگم

یہودیوں کی عزت و شہرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے بڑھ گئی تھی۔ ان کے فرزند سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ہنر پر یہود اپنی خوشی سے اٹھتا بیٹھتا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کو دنیا سے رخصت ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے کہ ان کے فرزند رجھام سے دس اسباط (10) علیحدہ ہو گئے۔
رجھام کی حکومت صرف دو فرقوں پر رہ گئی۔ رجھام کی اولاد شاہان یہود اور دوسری شاخ شاہان بنو اسرائیل کہلائے۔
وہ یروشلم جسے اللہ نے اپنا گھر کہہ کر منظور کیا تھا، چالیس (40) سال ہی کے بعد پھر مردود رہا۔

یہودیوں کی تاریخ کو پڑھو، پھر وہ ہمیشہ کے لیے مصیبتوں کی داستان بن گئی۔ ان میں بت پرستی و بے ایمانی کا آغاز تو عہد سلیمانی کے آخری ایام ہی میں ظہور پذیر ہو گیا تھا۔ بخت نصر نے دونوں شاخوں کا خاتمہ کیا۔ اس وقت سے ان کی تاریخ اسیری، مظلومی، جلا وطنی، غلامی کے واقعات سے لبریز ہے۔ یہ عہد سلطنت نیر (بادشاہ روما) یعنی 70ء میں فلسطین یہودیوں سے بالکل خالی تھا، وہ ﴿مَلْعُونِينَ اَيْنَمَا لِقُوا﴾ [الاحزاب: 61] کے پورے پورے مصداق تھے۔

جب قسطنطین اول عیسائی ہو گیا تو یہودیوں کی حالت آسائے سنگ میں پھنسے ہوئے دانہ کی سی تھی۔ ان کی قومیت کسی جگہ تسلیم نہ کی جاتی تھی۔ ان کو کسی ملک میں بھی آزاد شہری کے حقوق حاصل نہ تھے۔

دینی حالت بد سے بدتر تھی، موسیٰ کلیم اللہ ﷺ کے عہد سے لے کر عیسیٰ کلمۃ اللہ ﷺ کے زمانہ تک انہوں نے ہر ایک نبی اللہ کی تکذیب و تذلیل میں ہمیشہ سرگرمی دکھائی تھی۔ کتاب تورات ان میں موجود نہ رہی تھی۔ اس لیے حلال و حرام اور حفظ و رخصا کا بیان صرف احبار کے اخبار و اعتبار پر رہ گیا تھا اور یہ لوگ اکل و سحت، مردار خواری اور اخذ ربوا (سود خواری) میں اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ فتاویٰ شرعیہ فروخت ہوتے تھے اور امیر و غریب کے مقدمات مقدار رشوت کے مطابق طے ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں رسل و انبیاء ﷺ بکثرت و تواتر بھیجے، لیکن اسرائیلیوں نے کبھی ان کی نہ وقعت کی اور نہ نصرت، بلکہ بعض اوقات انبیاء ﷺ کو قتل کرنے سے بھی نہ ٹھے۔

توہمات نے روحانیت مذہبی کو فنا کر دیا تھا اور ان گھڑت زہد و اتقا نے شریعت کو ان کے حق میں لغت ٹھہرایا تھا۔ سیدنا مسیح ﷺ ان کو سانپ اور سانپ کے بیچے فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان مخذول قوم کے اغلال و اصر کو دور کر دینے کا عزم فرمایا اور ازراہ ترجم چاہا کہ ان کو بھی دنیا کی دیگر اقوام کی مجلس میں عزت کی جگہ عطا فرمائیں۔ اس مبارک خیال سے حضور ﷺ نے مدینہ منجبتہ ہی ایک معاہدہ بین الاقوامی منعقد فرمایا اور معاہدہ میں یہود کو تمدن کے حقوق مساویانہ سے معزز بنایا۔

ان کی دینی حالت کو درست فرمانے کی طرف توجہ کی گئی۔ یعنی احبار کے خود ساختہ فتاویٰ سے ان کو علیحدہ کر کے اصل شریعت سے روشناس فرمایا اور یہود کے مقدمات باہمی میں تورات کے احکام بینہ کے مطابق فیصلے صادر کیے۔

1] یہ جملہ تہامیر اس قوم کی اغلال و اصر سے رہائی دلانے کے لیے تھیں۔

2] شریعت موسوی کے احکام میں بھی شدت و سختی بہت زیادہ تھی۔ مثلاً توبہ کے لیے خودکشی یا تحریم دیت یا تحریم غنیمت یا سب کا قطعاً ترک عمل یا نماز کا کنبہ سے باہر عدم جواز وغیرہ وغیرہ ان احکام میں سہولت و وسعت کا پیدا کر دینا بھی اصر و اغلال سے رہائی دینے کے برابر تھا۔

3] انصاری

مسیح علیہ السلام نے اپنے لیے بارہ (12) شاگرد چن لیے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کے دو از وہ اسباط (12 قبیلے) کے سامنے مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے لیے گواہ ٹھہریں۔ ایسے کامل استاد کی موجودگی میں بھی یہ لوگ ایسے کچے نکلے کہ مسیح علیہ السلام نے کئی بار ان سے فرمایا کہ

اگر ان میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو وہ ایسا اور ایسا کر سکتے، مسیح علیہ السلام ان کو ملامت فرمایا کرتے، کیوں کہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ ایک وقت بیدار رہ کر بھی وہ دعا و استغفار میں مشغول نہ رہ سکتے تھے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف بری کے بعد ان بارہ (12) شاگردوں کے درمیان عقائد اور اعمال کے متعلق سخت اختلاف نمودار ہو گئے۔

① احکام شریعت (توراة) کی پابندی ضروری ہے یا نہیں۔

② اقوام غیر میں تبلیغ عیسائیت جائز ہے یا نہیں۔

③ ختنہ صرف اسرائیلیوں کے لیے یا ہر ایک شخص کے لیے جو عیسائیت میں داخل ہو، ان مسائل پر خوب گراگرم بحثیں ہوا کرتیں۔

پولوس (Paul) یہودی ④ جو بارہ شاگردوں میں نہ تھا، بلکہ مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں خود مسیح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو ستانے والا تھا۔ اب عیسائیت میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کی علمی قابلیت، ان بارہ شاگردوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ تحریر و تقریر میں خاص شاگردان مسیح علیہ السلام کو دبا لیتا تھا اور اس تعلیم کے مقابلہ میں جس کی بابت مسیح علیہ السلام نے ان کو اپنا گواہ ٹھہرایا تھا، ایک نئی تعلیم پیش کرتا رہتا تھا۔

پولوس (Paul) ہی تھا جس نے اپنے خواب کو شریعت سے بالاتر دھجوا دیا اور شریعت کی حرام کردہ اشیاء کو نئی نسل کے لیے حلال ٹھہرا دیا۔ پولوس (Paul) نے اپنی زندگی میں ایک ایسی نظیر قائم کر دی تھی جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے شمع راہ بن گئی۔ کونسلوں پر کونسلیں قائم ہوتی تھیں، نئے نئے اعتقاد بنائے جاتے اور منظور کیے جاتے تھے اور پھر جو کوئی اس اعتقاد و حدیث سے اختلاف رائے کا اظہار کرتا تھا، اسے تلو اور موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔

کونسلوں کے نزدیک زیادہ ضروری فیصلہ طلب مسئلہ مسیح علیہ السلام کی الوہیت و اجیت کا تھا۔ کسی نے مسیح علیہ السلام کو دو شخصیتوں اور ایک روح والا اور کسی نے مسیح علیہ السلام کو ایک شخصیت اور دو روح والا قرار دیا تھا۔ کسی نے مسیح علیہ السلام کو زندگی و نبیوت تک بشر اور صلیب کے بعد اجیت پر فائز بتلایا۔ بہت تھوڑے لوگ تھے جو قدیم عقیدے پر قائم رہ گئے تھے اور مسیح علیہ السلام کو بشر اور نبی سے بڑھ کر کچھ تسلیم نہ کرتے تھے۔

تثلیث کا اعتقاد بھی کونسلوں نے نکالا۔ اس اعتقاد کو افلاطون کی تثلیث (اللہ، عقل اور نفس کلی) سے لیا گیا تھا۔ افلاطون کے مسائل یونان میں عام تھے۔ اس لیے یونان میں اس تثلیث پر کوئی اعتراض نہ تھا اور یہ عقیدہ جلد پھیل گیا۔

تثلیث کے اقامت کی بابت بھی اختلافات ہوئے۔ کسی نے تثلیث کے ارکان، اللہ، مریم اور مسیح کو کسی نے خدا، جون یعنی یوحنا اور مسیح علیہ السلام کو بتایا، کسی نے خدا اور مسیح علیہ السلام کو قائم خلا شطا ہر کیا۔

پھر روح القدس کے متعلق اختلافات شدید ظاہر ہوئے۔

① کسی نے بتلایا کہ مسیح کی پیدائش خدا اور روح القدس سے ہوئی۔

② کسی نے بتلایا کہ روح القدس کی پیدائش، خدا اور مسیح سے ہوئی۔ یہ اختلافات وہ تھے جو شجر عیسائیت کی جڑ میں جراثیم بن کر اسے

سرخ و بن سے کھوکھلا کر رہے تھے۔

③ پولوس (Paul) یہودی، قبیلہ بنیامین کا ایک کمزور فریسی تھا۔ روم کے شہر ترس میں پیدا ہوا مسیحیت اختیار کرنے کے بعد اپنا نام پولوس ہی کے لحاظ نظریات کا دوسرا نام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ عیسائی مذہب کے بنیادی عقائد و نظریات کا اصل بانی یہی شخص ہے۔ جبکہ مسیح علیہ السلام کی الہامی تعلیمات ہرگز نہیں۔

روما و قسطنطنیہ اور مصر و یروشلم کے کلیسیا اپنے اپنے شرف و بزرگی کے مدعی تھے اور ایک دوسرے پر خارج از دین ہونے کے فتوے جاری کر رہے تھے۔

انہی ایام میں مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام کا نمونہ بننے کا شوق بھی ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ہزاروں عورتیں اور ہزاروں ہزار مردن اور منک (راہبات و رہبان) بن جاتے تھے۔ ان کا وجود تمدن دنیا کے لیے بوجھ تھا۔ نیز کلیسا اخلاق و اعمال پر ایک بد نما دھبہ تھا۔ کفارہ کے مسئلہ نے اعمال صالحہ کی رغبت کو مٹا دیا تھا اور مسیح علیہ السلام کے لعنتی اور جنمی بن کر نجات دہندہ بن جانے کی مسرت نے وحشیانہ طبائع کی امتگوں کو مطلق العنان کر دیا تھا۔

مقدس جھوٹ کے مسئلہ نے ہر ایک فتوہ کو اپنی خواہشات اور قیاسات کے مطابق اعلیٰ سندت بنا لینے کے اختیارات کال عطا کر دیے تھے۔ ان تمام خرابیوں نے مسیحیت کو نہایت کمزور اور قابل نفرت بنا دیا تھا۔ پرسیٹر، آرڈین، ڈیکن بشپ وغیرہ کے ہاتھوں جو جو رستم عیسائیوں پر ہوئے ان کے سامنے ہیر و ڈیس اور نیرو کے مظالم بالکل سچ تھے۔ یہی حالت تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

اسلام کے ظل حمایت میں آ جانے کے بعد شام و مصر اور عراق کے عیسائیوں کو اپنے معتقدات پر رہ کر امن مستحکم کی زندگی نصیب ہوئی۔ اسلام کی حفاظت نے ان اغلال و اصر (جھگڑیوں، طوقوں) کو ان کے جسم سے اتارا، جنہوں نے عیسائیوں کے سردوش اور عقل و ہوش کو زیر بار گرا کر رکھا تھا۔

<http://mujahid.xtgem.com>

④ ہندو اقوام

اہل اسلام نے دریائے انڈ و یا سندھ کے شرق میں رہنے والوں کو انڈ و یا ہندو تحریر کیا ہے۔ اس ملک اور قوم کی تاریخ قدیم بالکل تاریک تھی۔ تاہم ایسے آثار قوی پائے جاتے ہیں کہ اس ملک میں بھی کسی زمانہ میں علم کی ترقی ہو چکی ہے۔

ہندو قوم اور ملک اور مذہب و علم کا زوال مہا بھارت کی جنگ سے شروع ہوا۔ ①

یہ جنگ کم از کم ڈیڑھ ہزار (1500) سال قبل از مسیح ہوئی تھی۔ ②

بیان کیا جاتا ہے کہ سارے ہندوستان میں کوئی ایک شخص ایسا نہ رہ گیا تھا، جو فریقین (کور و پاٹرو) میں سے کسی ایک کا جانب دار نہ ہو۔ ہم اندازاً قیاس کرتے ہیں کہ اس وقت ملک کی آبادی پانچ کروڑ (50000000) تو ضرور ہوگی۔ مگر جنگ کا کیا نتیجہ ہوا کہ طرفین میں سے صرف بارہ (12) مرد زندہ باقی رہ گئے تھے۔ فاتحین نے یہ حالت ہوش ربا دکھی تو انہوں نے بھی جلد از جلد اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ صدی پیشتر بدھ مذہب نے ظہور کیا۔ ③

بدھ نے پالی زبان کو اختیار کیا تھا اور سنسکرت پڑھنے پڑھانے کی ممانعت کر دی تھی۔ ④

وید مت کی جگہ بدھ مت قائم ہو جانے سے قدیم مذہب کی کتابیں نیست و نابود ہو گئیں اور ان کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہا۔

شنگرا چارج (Shankar Achary) نے ان لوگوں سے کچھ مناظرے کیے اور اپنی علیت کا رنگ جمایا، مگر وہ 33-34 سال

① ستیا رتھ پرکاش ② قدیم ہندوستان مصدقہ روایتیں چندرت صاحب ③ بدھ کا اصلی نام سدھارتھ ہے۔ خاندانی نام گوتم بدھ تعظیمی نام ہے، جس کے معنی پیدا ہیں۔ کیل دستونیا کی لڑائی میں مایا کے سلطان سے تاج سرد و نا پیدا ہوا۔ اس کا باپ ساکھی قوم کا سکھران تھا۔ سماء سمود سے شادی ہوئی۔ راہولا نام فرزند پیدا ہوا۔ 29 سال کی عمر میں فقرا اختیار کیا۔ سن وادات 560 قبل مسیح ہے۔ پچاس سالہ عمر میں انتقال کیا۔ دنیا کے مشہور ترین اشخاص میں سے ہیں۔ ④ چڈت و سبے نرائن کی کتاب بدھ ص 169۔

کی عمر میں مر گیا۔ اس کی مساعی کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ شکریت کو پھر دربار میں جگہ مل گئی، مگر اس کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نغلوں اور استغراق نے بھی قدم جمالیے اور حقائق و واقعات پر استعارات کا پردہ پڑ گیا۔

قدیم کتابوں میں سے ایک کتاب مہا بھارت پائی جاتی ہے مگر وہ بھی یار لوگوں کے تصرفات سے محفوظ نہ رہی۔ میں ہزار (20000) اشلوک اس کتاب میں جعلی طور پر شامل کر دیئے گئے۔ [1]

بدھ مذہب (Budhism) کا زور راجا اشوک (Ashoka) کے عہد تک رہا۔ [2] اس کے بعد بدھ ازم رو بہ زوال ہو گیا۔ بدھ ازم کے اصول متمدن دنیا کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ بھکشوؤں (گدا گروں) کی لاتعداد جماعت جو بدھ مت نے تیار کر دی تھی، وہی زیادہ اس کے زوال اور حدود ملک سے انتقال کا باعث بھی ہوئی۔ گو پران مت نے بھی اس کو نکالنے میں بہت بڑی جدوجہد کی تھی۔

بدھ مت (Budhism) کے بعد ملک کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ فسق و فجور اور فواحش کا دور دورہ ہو گیا۔ چکرانت دام مارگی، سہسربھگ درشان مکتی، شاکت، بخوارک آوک، رام ایاسک ڈنڈی وغیرہ شیویوں ایسے فرقے پیدا ہو گئے، جنہوں نے اخلاق و تہذیب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ [3]

یہ فرقے تمام ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے شراب جو، بدکاری کو مذہب کا لباس پہنا کر پوتر قرار دیا تھا۔ ہندوستان کی یہی بدترین حالت تھی جب سندھ اور شمال مغربی حدود اور جنوبی ہند سے مبلغین اسلام پہنچے۔ انہوں نے ملک کو حقائق و معارف سے روشناس کیا۔ تب دیدہ دروں کو اپنی برائی نظر آئی۔ اکثر نے طلعت اسلام زیب تن کیا اور اکثر نے اپنی دعوتی کو خود ہی سنبھال لیا

الغرض یہ وہ اصرار و اغلال تھے، جن سے رہائی ہندو ملک اور ہندو قوم کو نبی ﷺ کے خدام اور تعلیم اسلام کی طفیل حاصل ہوئی۔

5) مجوس

ایران میں نہایت قدیم زمانہ سے سلطنت قائم تھی، انہوں نے قریباً ایک ملٹ کرہ ارض پر جو اس وقت آباد تھا حکومت کی۔ حکومت سے امن، امن سے عیش و عشرت کا وجود پیدا ہوا۔ عیاشی نے دل و دماغ کو کمزور کر دیا اور ایوان سلطنت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ مانی (Maani's) کے مذہب نے آئین قدیم کو نیست و نابود کر دیا۔ مردوزن کے طبائع میں شوریدگی و آوارگی پیدا کر دی۔ مزدک نے زن و زوزمین پر سے ملکیت اٹھا دینے سے فحش و ظلم اور ظغیان و عصیان کا طوفان پھا کر دیا۔ مانیں اپنے بیٹوں کے عشق کا شکار بنیں اور صاحب تخت و تاج شہزادیاں اپنے افسران فوج کے جذبات حیوانی سے تختہ ہائے موت پر لٹائی گئیں۔ محرمات ابدیہ کو محصنات اولیہ بنائے جانے کے دلائل پسند کیے گئے۔ عصمت و پاک دامنی کو ہر دو جنس کے لیے ناپاک قرار دیا گیا۔ فرہاد جیسے نمک حرام ملازم اپنے بادشاہ کے رقیب بن گئے اور شیر و یہ جیسے ناخلف پسر نے جوش بہیمت میں باپ کا شکم چاک کر کے شیریں پر قبضہ کیا۔ سپاہ بد بہرام چوہیں ملکہ پوران وخت کی آتش کدہ عشق کا ایندھن بنا۔

سلطنت ہائے روما و ایران کی عدالت قدیم اور آئے دن ایک سلطنت پر دوسری چڑھائی نے ملک کو بے چراغ بنا دیا تھا۔ اصل مذہب کا وجود باقی نہ رہا تھا۔ مقدس کتب سکندر کی تاخت و تاراج میں گم اور بے نشان ہو چکی تھیں۔ یہ حالت تھی جب

[1] ستیا رتھ پرکاش [2] راجا اشوک کا عہد 466 ق۔ ڈاکٹر مسز ای کی کتاب بدھ مت: 135 [3] ان ذائقوں کے کربوت سیار تھ پرکاش میں دیکھو۔

اسلام نے اس ملک کو اپنی حمایت میں لیا اور نبی ﷺ کی پاک تعلیمات نے اس وسیع ملک کے باشندوں کو جبر و استبداد اور فحش و ظلم کے بند و زندان سے آزاد کیا۔

قارئین ان حالات کو جو عرب، یہود، عیسائی و ہنود اور مجوس کے متعلق مختصر اہم بند کیے گئے ہیں مگر غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ یہ شاندار قومیں کس طرح پر قبل از اسلام تظاول زمانہ کے جو رستم سے برباد ہو چکی تھیں۔ کیسی کیسی درمانگی و تیرگی ان پر چھائی ہوئی تھی۔

ان جملہ اقوام کو حضور ﷺ ہی کی مہمانہ و ہمدردانہ و صادقانہ و بے غرضانہ جو دور تم نے عار ہلاکت سے نکالا اور تمدن و حسن معاشرت امن عامہ و عافیت کلیہ سے بہرہ اندوز فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ کلام ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (الاعراف: 157) حضور سرور کائنات ﷺ ہی کی ذات ہمایوں پر صادق و منطبق ہوا۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

خصوصیت نمبر 18

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ [انبیاء: 128]

”تمہارے پاس عظیم الشان رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔“

﴿مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ کے مخاطب اہل عرب اور قریش ہیں۔

اہل عرب کو اپنے حسب و نسب پر بے انتہاء فخر اور بے حد ناز تھا۔ وہ غیر عرب کی وقعت نہ سمجھتے تھے اور اپنے شخص کی اطاعت کو بھی ننگ و عار سمجھا کرتے تھے۔ لہذا اب رب العالمین نے اہل عرب پر یہ بھی اظہار منت و احسان فرمایا کہ یہ عظیم الشان رسول ﷺ جس کا اولین فرض عرب کو ہدایت کرنا ہے، تم ہی میں سے ہے، تم سے غیر نہیں۔

صحیح بخاری میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونٍ بَنِي آدَمَ قَرْنَا فَقَرْنَا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقُرُونِ الَّتِي كُنْتُ مِنْهُ ﴿١﴾

”اللہ تعالیٰ نے مجھے قبائل کی شاخ در شاخ میں بہترین شاخ سے مبعوث فرمایا حتیٰ کہ میں اس قرن سے پیدا ہوا جو میرا ہے۔“

صحیح مسلم میں بروایت واہلہ بن اسحق حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كَنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كَنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنِّي قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ

وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ ﴿٢﴾

اللہ تعالیٰ نے نسل اسماعیل سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم

کو برگزیدہ کیا اور مجھے بنو ہاشم میں سے برگزیدہ فرمایا۔

صحیح ترمذی میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما عم رسول ﷺ کی روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اہل

قریش بیٹھے ہوئے حسب و نسب کا ذکر اور باہمی تعلقات کا بیان کر رہے تھے۔ حضور ﷺ کا ذکر بھی آ گیا تو انہوں نے

حضور ﷺ کو نخل کد یہ سے تشبیہ دی۔ ﷺ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ قَرَيْبِهِمْ وَخَيْرِ الْفَرِيقَيْنِ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْقِبَائِلَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ قَبِيلَةٍ
ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوتَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ بُيُوتِهِمْ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بِيُوتًا ①

”اللہ تعالیٰ نے خلقت پیدا کی اور ان کی شاخیں بنائیں اور مجھے بہترین شاخ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھے بہترین شاخ میں رکھا، پھر بیوت (گھرانے) بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں بنایا۔ لہذا میں ان سب سے بہترین ذات اور بہترین گھرانے کا ہوں۔“

② مِنْ أَنْفُسِكُمْ کے مخاطب کل اہل جہاں ہیں اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول جو منصب رسالت کے اعتبار سے عظیم الشان ہے، جنس بشر ہی سے ہے، کیوں کہ اگر وہ جنس ملائکہ سے ہوتے تو اتحاد جنسیت کے فقدان سے اتحاد و یگانگت کی تکمیل نہ ہو سکتی۔ تعلیم و تعلم میں دشواریاں لاحق ہوتیں اور سب سے بڑھ کر نقصان یہ ہوتا کہ اسوہ رسول کا اتباع کرنے والوں کو صفات ملکوتی پر چلنا محال ہو جاتا اور اتباع نہ کرنے والوں کو سب سے بڑا بہانہ ہاتھ آ جاتا اور ایسی ایسی کہاوتیں استعمال کرتے کہ

کار پاکاں را قیاس از خود مکبر چہ نسبت خاک را با عالم پاک
اب کہ حضور ﷺ کا نسل انسانی اور جنس بشریت سے ہونا ثابت ہو گیا اور جملہ انواع بشر کو عزت و عظمت ہو گئی۔

گرچہ خوردیم نسبتے بزرگ ذرہ آفتاب تابا
اور شیدائیان اتباع کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور سنت نبویہ ﷺ کا اقتداء سب کو مرغوب و محبوب ہو گیا۔

③ صاحب معالم المتزئیل اور خازن نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور زہری دامن حصی نے ﴿مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ کو یہ فترہ فائضی مِنْ أَنْفُسِكُمْ تلاوت کیا ہے۔ اس وقت اس کا مادہ نفاست ہوگا اور اس کے معنی پاکی گوہر اور لطافت طبع اور طہارت ذات میں حضور ﷺ کا افضل خلاق ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور آیت زریب عنوان میں اسی خصوصیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

خصوصیت نمبر 19

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ [التوبہ: 128]

”تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔“

جب عَزَّ يَعِزُّ (فتح عین) ہو تب اس کے معنی شاق اور سخت ہوتے ہیں، عَنَّتْ جس سے عَنِتُّمْ بنا ہے، کے معنی مشقت، فساد، بلاکت، خطا وغیرہ ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو چیز تم کو مشقت میں ڈالنے والی ہے وہ نبی ﷺ کو نہایت ہی شاق و گراں گزرتی ہے۔ یعنی تمہاری تکلیف سے نبی ﷺ کو ضرور تکلیف ہوتی ہے، تمہارے درد کو وہ درد سمجھتے ہیں۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کی یہ صفت کفار اور مومنین دونوں کے حق میں تھی۔

① یعنی مجھ کو اور درخت جو سنگ لاخ زمین میں ہو، اس سے قریش کا اشارہ نبی ﷺ کے فرزند زینہ نہ ہونے کی جانب تھا۔

② ترمذی: 3532, 3607، مناقب الشافعی للذہبی: 1/46، اتحاف العارفين: 89/9، الشفاء: 181/1

﴿1﴾ نبی ﷺ جب کفار کو کفر و شرک میں دیکھتے اور خیال فرمایا کرتے کہ یہ لوگ کس انجام بد کا شکار ہونے والے ہیں۔ یہ لوگ کیوں کر اپنے ہاتھوں اپنے لیے چاہے ہلاکت کھود رہے ہیں۔ تب حضور ﷺ کے دل رحم پرور کو نہایت صدمہ گزرتا تھا۔

بسا اوقات یہ کیفیت اس قدر بڑھ جاتی کہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کے تسلیہ و تسکینہ کے لیے اپنا کلام و پیغام بھیجتا پڑتا۔

سورہ یس میں ہے: ﴿فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ﴾ [یس: 76] ان کی باتوں سے آپ اپنا مٹی برانہ کریں۔

سورہ آل عمران میں ہے: ﴿وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ﴾ [آل عمران: 176] کفر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے والوں کی حالت سے آپ اندوہ گیس نہ ہوں۔

واقعات بدر میں مذکور ہے کہ جب حملہ آوران مکہ قید کر لیے گئے تو رات کو نبی ﷺ کو نیند نہ آئی، ادھر سے ادھر کروٹیں لیتے تھے۔ کرب و اضطراب نمایاں تھا۔ ایک انصاری نے عرض کی کہ حضور ﷺ کو کچھ تکلیف ہے، فرمایا نہیں۔ مگر عباس رضی اللہ عنہما کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آ رہی ہے۔ اس لیے مجھے چین نہیں پڑتا۔ انصاری چپکے سے اٹھا، اس نے جا کر عباس رضی اللہ عنہما کی مشک بندی کھول دی، انھیں آرام مل گیا، تو وہ فوراً سو گئے۔ انصاری پھر حاضر خدمت ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اب عباس رضی اللہ عنہما کی آواز کیوں نہیں آتی۔ انصاری نے بولا کہ میں نے ان کے بندھن کھول دیے ہیں، فرمایا جاؤ، سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔ جب حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں، تب نبی کریم ﷺ کا اضطراب دور ہوا اور حضور ﷺ خواب شیریں سے استراحت گزریں ہوئے۔ ﴿2﴾

ذرا سوچنا ہے، قید وہ تھے جنہوں نے 13 سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا تھا، کسی کو آگ پر لٹایا کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبا یا، کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک و خون میں سلایا تھا اور پھر ان پر یہ نرمی، یہ سلوک۔

عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے تاپا تھے اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوا ہے وہ بادل ناخواستہ صرف قوم کے اکراہ و اجبار سے بدر میں آئے تھے۔ ہاں ہمہ حضور ﷺ کے عدل و انصاف نے ان میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا۔

لیکن حضور ﷺ کی رحم دلی اور طبیعت و شفقت و رافت کا یہ عالم تھا کہ جب تک سب قیدیوں کے بد آرام ہونے کی رپورٹ نہ ملی اس وقت تک حضور ﷺ کو نیند تک نہ آئی۔

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا یہ جلوہ ایسے حملہ آوران و دشمنان جانی و ایمانی کے مقابلہ میں تھا۔

﴿2﴾ جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ [الأنعام: 33] کا مفہوم ظاہر فرمایا اور اہل مکہ پر قحط شدید کی آفت کو اتارا۔ قحط اس شدت کا تھا کہ اہل مکہ کی آنکھوں کی روشنی بھی کم ہو گئی تھی۔

ابوسفیان اموی ہمیشہ مسلمانوں سے برسر پر خاش رہا کرتا تھا وہ خود دربار مصطفوی ﷺ میں حاضر ہوا اور نہایت ادب سے عرض گستر ہوا کہ حضور ﷺ ہمیشہ احسان اور صلہ رحم کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ ہم حضور ﷺ کے قرائق ہیں اور رحم کے علقی۔ احسان

فرمایے اور دعا کیجیے کہ اس قحط شدید سے ہم کو نجات ملے۔ ﴿۱﴾

نبی ﷺ نے تمامہ بن امیال بنی نضیرؓ سردار نجد کو جو دولت ایمان سے مالا مال ہو چکا تھا، حکم بھیج دیا کہ مکہ میں فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کرے۔ اس کے علاقہ میں اناج بکثرت تھا۔ اس نے غلہ صرف اس لیے روک رکھا تھا اور منفعت تجارت کو بھی نظر انداز کر دیا تھا کہ اہل مکہ دشمنان رسول ہیں۔ اب حکم نبوی ﷺ کی تعمیل ہوئی اور اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔ ﴿۲﴾ یہ بھی دشمنوں کے مقابلہ میں ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا ایک ثبوت تھا۔

﴿۳﴾ جنگ طائف ان حملہ آوروں کے ساتھ ہوئی، جن سے خین و ادطاس میں شدید محاربہ ہوا تھا۔ یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھا کر قلعہ طائف میں مستحکم ہو گئے تھے اور ابھی ان کی فوجی طاقت زوروں پر تھی۔ نبی ﷺ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرہ کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے۔ بھوک نے ان کی ہلاکت کو بہت قریب کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دے دیا۔ چند صحابہ نبی ﷺ نے جنگی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا کہ اب تو قلعہ فتح ہی ہونے والا ہے۔ مگر حضور نے ازراہ رحم و کرم جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کرائی۔ یہ ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا تیسرا نمونہ ہے۔ ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے اور ایسے نظائر اور بھی بہت ہیں کہ قلب رحیم اور طبع کریم پر اہل محاربہ کی حالت زبوں اور انجام و گروں کا کیا اثر ہوا کرتا تھا۔

اہل اسلام کے تعلق حضور ﷺ کی رحمت و شفقت کا بیان ہے پایا ہے۔
 عبادات و معاملات میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ امت کو دشواری سے بچانے کے لیے یا امت کی آسانی کے لیے حضور ﷺ کیا کچھ توجہ فرمایا کرتے تھے۔

یعنی امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور امت کی راحت کو اپنی راحت قرار دے رکھا تھا۔ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شب معراج کو پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا: ﴿اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ﴾ (آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں) تب حضور ﷺ نے رجوع الی اللہ فرمایا۔ تخفیف ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی حضور ﷺ کو وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور نبی ﷺ ہر بار رجوع الی اللہ فرماتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ ﴿۴﴾ اس واقعہ سے دو نتیجے صاف طور پر برآمد ہوتے ہیں۔

﴿۱﴾ نبی ﷺ فرمانِ رحمن کے کتنے منقاد و مطیع تھے کہ جب پچاس نمازوں کا حکم ہوا تو حضور ﷺ نے اس بارہ میں ذرا بھی لب کشائی نہیں فرمائی۔

﴿۲﴾ حضور ﷺ اپنی امت پر کس قدر مہربان تھے کہ موسیٰ کلیم اللہ ﷺ جیسے تجربہ کار نبی نے ﴿اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ﴾ کو دہرایا تو فوراً اس پاک فطرت کا ظہور ہوا جو ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کی تحت میں پنہاں تھی اور حضور ﷺ نے بار بار رجوع الی اللہ فرمایا۔ اس حسن ادب اور التماس متواترہ کا ثمرہ یہ ہوا کہ تعداد تو پچاس سے پانچ رہ گئی اور ثواب وہی پچاس (50) کا رکھا گیا۔

﴿۱﴾ بخاری: 1070, 1020 ﴿۲﴾ بخاری: 4580, 4372, مسالعا: 478/1 ﴿۳﴾ بخاری: 349, دلائل الغیۃ للصحیحی: 159/5, بھرنانی فی التاریخ: 348/4

میرا خیال ہے کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام ﴿إِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ﴾ کے فقرہ کا استعمال نہ فرماتے اور حضور ﷺ کو کسی اور دلیل سے التماس تخفیف پر مائل کرنا چاہتے تو وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکتے۔

نبی ﷺ کے کمال عبودیت اور دفور شوق عبادت کے سامنے تو پچاس (50) نمازوں کی کثرت بھی کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ وہ قلب شا کر اور لسان ذکر جو یاد الہی سے ایک دم کے لیے غافل نہ ہوتے ہوں ان کے لیے محدود وقت میں محدود رکھتوں کا ادا کر لینا کیا دشوار ہو سکتا ہے۔

4) ماورضان تھا، نبی ﷺ مدینہ سے مکہ معظمہ کو تشریف لا رہے تھے، حضور ﷺ روزے رکھا کرتے تھے، جب یہ مقام حسفان پہنچے تو حضور ﷺ نے پانی منگایا اور دست مبارک کو بلند کرتے ہوئے لوگوں کو دکھلا کر پانی پی لیا اور پھر مکہ پہنچنے تک روزہ نہ رکھا۔ 5) یہ ترجمہ توحیح بخاری کی روایت عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے، لیکن دیگر روایات میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ نے اس لیے روزہ افطار فرمایا اور ترک صوم کیا تھا کہ اہل لشکر کو سفر میں روزہ کی شدت تکلیف دہ تھی اور امت کی تکلیف سے حضور ﷺ خود تکلیف محسوس فرماتے تھے۔

5) صلوة التراويح کے متعلق صحیحین اور سنن میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دو شب یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی اور تیسری شب کو حضور ﷺ مسجد میں اس نماز کے لیے تشریف نہ لے گئے۔ اور پھر صبح کو لوگوں سے فرمایا:

قَدْ رَأَيْتُ صَبِيْعَكُمْ فَلَمْ تَمْنَعِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْرُضَ عَلَيْكُمْ 6) "اس نماز کے لیے تمہارا آنا، انتظار کرنا وغیرہ میں نے دیکھا، مجھے آنے میں صرف یہ خیال مانع ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔" صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز تہجد میں تھے، میں حضور کے ساتھ شامل ہوا، حضور ﷺ نے میری اقتداء کو محسوس کیا تو نماز ہلکی کر دی۔ 7)

7) ام المومنین عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے شیوہ عمومی کو ان الفاظ میں روایت فرمایا ہے:

إِنَّ كَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَدْعُ الْعَمَلِ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةً أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيَقْرُضَ عَلَيْهِمْ 8)

"نبی ﷺ ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے تھے جس کا کرنا حضور ﷺ کو پسند ہوتا، اس خیال سے کہ لوگ بھی عمل کرنے لگیں گے اور ڈر ہوتا کہ کہیں وہ عمل فرض نہ ٹھہرا دیا جائے۔"

ان جملہ روایات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کی صفت حضور ﷺ میں کیسی مستحکم تھی اور امت کی تکلیف کا خیال حضور ﷺ کو کس قدر شاق تھا۔

یہ محبت، یہ شفقت، یہ ترحم یہ بیار تو ماں باپ کو بھی اپنی سب اولاد کے ساتھ یکساں نہیں ہوتا جو حضور ﷺ کو اپنے ہزاروں ہزار اور الوف در الوف افراد امت کے ساتھ تھا۔

8) بخاری: 1948، 1944، مسلم: 2604، نسائی: 2312، بخاری: 1119، 2011، مسلم: 1783، ابوداؤد: 1373، نسائی: 2192، کنز العمال: 21542، بخاری: 1135، مسلم: 1815، ترمذی: 1418، بخاری: 1128۔

بے شک حضور ﷺ کی رحمت رب العالمین کے بعد ہر ایک رحم کرنے والے اور محبت کرنے والے سے برتر اور بڑھ کر تھی۔

خصوصیت نمبر 20

﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ [التوبہ: 128]

”تمہاری منفعت کے خواہش مند ہیں۔“

جب حرص کا استعمال علی کے صلہ سے کیا جاتا ہے تو اس کے معنی شدت طلب ہوتے ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہوا ”ہمارا نبی ﷺ تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب و شائق ہے۔“

آیت بالا سے بوضوح ثابت ہے کہ نبی ﷺ کو نبی نوع کے مفاد اور رفیع و صلاح کی آرزو بہ درجہ کمال تھی۔

سورہ یوسف میں ہے: ﴿وَمَا أَكْفَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ [یوسف: 103]

”بہت لوگ ہیں جو ایمان نہ لائیں گے اگرچہ تجھ کو ان سے ایمان لے آنے کی بڑی چاہت ہے۔“

اس آیت سے بھی یہی استفادہ ہوا کہ حضور ﷺ کا منہبائے نظر اور کمال آرزو یہی تھا کہ تمام عالم کے سر ایک ہی مالک و وحدہ لا شریک لہ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔

<http://mujahid.xtgem.com>

رب واحد کا دین واحد ہی تمام امتناقی انسانی کو متحد و متفق بنانے والا ہے۔

قریش کے سردار قتبہ نے ایک بار نبی ﷺ سے مل کر یہ عرض کیا تھا۔

① کیا تم مال و دولت چاہتے ہو؟

میرا ذمہ ہے کہ سب سے زیادہ مال و زرتیرے پاس جمع کر دوں گا۔

② کیا تم ریاست کے خواہاں ہو؟

ہم سب تجھے اپنا رئیس تسلیم کر لیتے ہیں۔

③ کیا تم تخت قائم کرنا چاہتے ہو؟

میں سارے عرب سے تیری فرماں روائی کی تصدیق کرادوں گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا، مجھے نہ زر و دولت کی ضرورت ہے اور نہ ریاست و حکومت کی آرزو ہے۔ میں تو رب العالمین کا پیغام

لے کر آیا ہوں اور اسی کا ہر ایک سننے والے کان تک پہنچا دینا میرا مقصود اعلیٰ ہے۔ ④

ایک بار ابو جہل لعین نے حضور ﷺ کو مضروب کیا۔ حذرہ عم رسول ﷺ نے یہ واقعہ سنا تو انھوں نے ابو جہل کو چاہیہا اور

پھر نبی ﷺ کو آ کر بتلایا: محمد ﷺ تم کو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا انتقام لے لیا۔

نبی ﷺ نے جواب دیا، مجھے انتقام وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

④ سیر اعلام النبلاء: 1/84، دلائل النبوة للبيهقي: 1/450، عيون الاثر: 1/106، نهاية الارب: 16/211

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات جم گئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ ①

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا دامن اغراض کے گرد و غبار سے بلند تر تھا۔ حضور ﷺ کی تعلیم اور تعلیم کے لیے بے حد سرگرمی کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہ تھی۔ انتقام اور دیگر رذائل سے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ پاک صاف تھے، یعنی حضور ﷺ کی آرزو اپنے نفس کے لیے کچھ بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ کا پیکر محبت کل تھا اور حضور ﷺ کا وجود منفعت عامہ اور وجود عامہ کی صفات سے مشکل و مجسم تھا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ذرا حضور ﷺ کی ان ادعیہ پر نظر ڈالو جو وقتاً فوقتاً حضور ﷺ نے امت کے حق میں فرمائی ہیں۔ وفات سے ایک ماہ پیشتر ایک خطبہ کے آغاز میں فرمایا:

مسلمانو! اللہ تمہیں سلامتی سے رکھے، تمہاری حفاظت فرمائے، تمہیں شر سے بچائے، تمہاری مدد کرے، تم کو بلند کرے، ہدایت اور توفیق دے۔ اپنی پناہ میں رکھے، آفتوں سے بچائے، تمہارے دین کو تمہارے لیے محفوظ بنائے۔ ②

ذرا ان الفاظ پر غور کرو، ایک کے بعد دوسری دعا اور دوسری کے بعد تیسری۔ گویا دعا و برکت دیتے تھکتے ہی نہیں۔ یہ اسی صفت حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ کا ظہور ہے۔

اور یہ خصوصیت ذات ہمایوں ہی کی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلِّ وَسَلِّمْ وَدَائِمًا تَبَدُّوا عَلٰى نَبِيِّكَ خَيْرَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ۔

<http://mujahid.xtgem.com>

خصوصیت نمبر 21

﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ رَحِيمٌ﴾

”وہ مومنوں سے بہت زیادہ پیار کرنے والا اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے“

آیت بالا میں نبی ﷺ کو رَوْف اور رَحِيم کے اسما سے یاد فرمایا گیا ہے۔

رَوْف رافت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

رَحِيمٌ رحم سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو صیغہ مبالغہ کے اوزان ③ (پر آتے ہیں، وہ معنی کثرت و فراوانی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ اور جو صیغہ صفت ④

مشبہ کے اوزان پر آتے ہیں وہ صفت لازم اور معنی ثابت کے مظہر ہوتے ہیں۔

لہذا رَوْف کے معنی کامل العطف ہیں اور رَحِيم کے معنی دائم الرحمت ہیں۔ سورہ حج اور سورہ بقرہ میں ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَوْفٌ رَحِيمٌ﴾ [العج: 65] ”اللہ تعالیٰ انسانوں پر رَوْف و رحیم ہے۔“

① حلیۃ الاولیاء، البیہق: 40/1، ابن ہشام: 185/1 ② تاریخ طبری اردو میں 399/2 ③ مبالغہ کے اوزان دس ہیں اور مندرجہ ذیل لغات ان اوزان پر ہیں: (1) نَجَارٌ (2) عَلَانَةٌ (3) صِدْقٌ (4) مَسْكِينٌ (5) مَسْعَرٌ (6) مِعْطَارٌ (7) نَصِيرٌ (8) ضُرُوبٌ (9) جِلْدٌ (10) قَارُوقٌ مبالغہ ہمیشہ فاعلیہ کے معنی دیتا ہے۔ ④ صفت مشبہ فعل لازم سے معنی قائل آتا ہے۔ مندرجہ ذیل لغات اس کے وزن ظاہر کرتے ہیں: (1) حَسَنٌ (2) كَلْبٌ (3) صَعْبٌ (4) حَيَانٌ (5) شَجَاعٌ (6) شَفِيعٌ (7) مُهَذَّبٌ (8) اَشْبَبٌ (9) عَطَشَانٌ (10) حَمْرِيْمٌ (11) وَفُورٌ (12) فَرِحٌ ہے۔ اسے مشبہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی معنی اور تصرف میں اسم قائل کے مشابہ ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کے حق میں یہ امر نہایت شرف و عزت اور غایت و کرمیم و حرمت کا موجب ہے کہ حضور ﷺ کی صفت میں وہ وہ نام بہ حالت ترکیبی تجویز فرمائے گئے جو اسی ترکیب کے ساتھ خود ذات پاک سبحانی کے لیے مستعمل ہوئے ہیں۔

ہاں! اللہ اکبر کی رافت و رحمت کو عوام الناس پر عام فرمایا گیا ہے اور حضور ﷺ کو رافت و رحمت و بالخصوص مؤمنین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ فہم معانی میں اس عموم و خصوص کا امتیاز یاد رکھتے ہوئے مؤمنین کے شکر و ابتهاج کا مقام ہے کہ ان کو المصاعف و رحمت و عطف و کرم کا مورد و مصداق بنایا گیا ہے۔

مناسب مقام سے یہ بحث بھی ایک لطیف بحث ہے کہ کیا دیگر اسماء مبارکہ میں بھی نبی ﷺ کے لیے ایسا شرف و امتیاز موجود ہے۔
حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

وَسَقَى لَدُنَّ مِنْ اسْمِهِ لُبَّجَلَهُ قَدُوا الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ

اگر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ الموبد بروح القدس کی سنت حسنة کا اقتدار کیا جائے، تب تو حضور ﷺ کے اسی (80) سے زیادہ ایسے اسماء گرامی نکلیں گے جن کا توافق و تطابق اسماء اللہ الحسنى سے ہو جاتا ہے۔

سیرت نبویہ ﷺ کے ائمہ الاعلام کا شیوہ رہا ہے کہ:

① جس مصدر یا فعل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی توصیف کتاب حمید میں فرمائی ہے۔ اس سے اسم بنا لیتے ہیں۔

② جس صفت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی توصیف الفاظ حدیث میں آئی ہے، اسے اسم شمار کر لیتے ہیں۔

③ جن اعلان کے ساتھ اشعار میں جو حضور ﷺ کے سامنے پڑھے گئے حضور ﷺ کو مخاطب یا موصوف کیا گیا ہے، ان کے اسماء کے ذیل میں شامل کر لیتے ہیں۔

ائمہ سیرت کا یہ شیوہ مستحسن ہے اور حسن ادب، نیز کمال ادب پر دال ہے۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں اسماء مبارکہ کی جو فہرست و ترتیب حروف تہجی درج کی گئی ہے وہ انہی اصول ثلاثہ پر مبنی ہے۔

مندرجہ بالا اصول کی صراحت کے بعد قابل گزارش ہے کہ حضور ﷺ کے جن اسماء کی صراحتہ تطبیق کلام ربانی سے ہوتی ہے، ان کا شمار بانوے (92) ہے۔ ان اسماء کے معانی کی بحث تو آگے چل کر آئے گی۔ اس جگہ حضور ﷺ کے وصف رافت و رحمت کے متعلق مختصراً کچھ لکھ دینا ضروری ہے۔

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَخَّرُ لَنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا. ④

”نبی کریم ﷺ ہم کو گاہ بہ گاہ وعظ سنایا کرتے، اس اندیشہ سے کہ روزانہ وعظ سننا ہم پر گراں نہ گزرے۔“

نبی ﷺ کا یہ اصول ازراہ شفقت و رافت تھا کہ سامعین جس قدر بھی سنیں نشاط طبع اور حضور قلب سے سنیں اور آئندہ کے لیے شوق تمام باقی رہے۔

عادت مبارکہ تھی کہ جب بہ حالت نماز کسی بچہ کے رونے کی آواز سن پاتے تو نماز ہلکی فرما دیتے کہ ماں بچہ کو جلد سنبھال

سکے۔ عادت مبارکہ تھی کہ سوار ہو کر کسی کو پایادہ ہمراہ چلنے کی اجازت نہ فرماتے تھے۔ اگرچہ بہت سے فدائی اس خدمت کے ترنائی رہتے، یا تو اسے سوار کر لیتے تھے یا وہاں لوٹا دیتے تھے۔ عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا تو اس کا قرض بیت المال سے نفل از تدفین ادا فرما دیتے تھے، مگر خود کسی مردہ کا مال قبول نہ فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے، کسی کی غیبت میرے سامنے مت کرو، میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے میری صاف دلی میں فرق آئے۔ بار بار ایسا ہوا کہ ساری ساری رات امت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی تھی۔ چھوٹے بچوں کو پیار کرتے، ان کو خود سلام کیا کرتے، ان کے سر پر دست شفقت رکھتے، گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کر لیتے، غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہو جاتے۔

ان سب امور کا ظہور از راہ شفقت و رافت ہوا کرتا تھا اور اس بلند ترین رافت و رحمت کا ظہور حضور ﷺ پر نور کے خصائص

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

میں سے تھا۔

خصوصیت نمبر 22

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ [28ہ]

”ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لیے بھیجا ہے۔“

<http://mujahid.xtgem.com>

کتاب خروج، باب سوم میں ہے:

موسیٰ علیہ السلام نے ایک بوٹے میں آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور دیکھا کہ وہ بوٹا جل نہیں جاتا، وہ یہ دیکھنے کو آگے بڑھے، تب اللہ

نے بوٹے کے اندر سے پکارا۔ (6)

میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں یقیناً دیکھی، جو فرج کے مصلحوں کے سبب سے ہے۔ سنی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا

ہوں۔ (7)

اور میں نازل ہوا ہوں کہ انھیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج

مارتا ہے، کنعانیوں اور حیتیوں اور اموریوں اور فریضیوں اور حویوں اور یوسویوں کی جگہ میں لاؤں۔ (8)

اب دیکھ، بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے۔ (9)

بس اب توجہ، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال۔ (10)

مندرجہ بالا فقرات (7، 8، 9، 10) موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے مقصد و مدعا کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی

اسی کی تائید میں ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل کی رہائی اور ان کو وعدہ کی زمین کی جانب لے جانے کے سوا دیگر اقوام عالم سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔

کتاب استثناء (موسیٰ کی پانچویں اور آخری کتاب) میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہم کو ایک شریعت فرمائی جو کہ یعقوب کی

جماعت کی میراث ہو۔ باب 32 درس 4

اس فقرہ نے شریعت تورات کا خاص اسرائیلیوں کے لیے ہی ہونا ظاہر کر دیا۔ اگر یہ فقرہ نہ ہوتا تو ممکن ہے کہ کوئی مدعی کہہ سکتا

کہ شریعت تورات سب دنیا کے لیے ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیاء بنی اسرائیل ہوئے وہ سب اسرائیلیوں کے لیے آتے رہے۔ اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم کو صراحتاً ظاہر کر دینا ہے کہ ان کی نبوت کن کن لوگوں کے لیے تھی۔

(الف) انجیل متی کا باب 15 پڑھنا ضروری ہے، جس میں ایک کنعانی عورت کا قصہ موجود ہے۔ یہ عورت اسرائیلی نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس اس لیے آئی ہے کہ حضور اپنی معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو چنگا کر دیں۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا: میں اسرائیل کے گھر کی کھوٹی ہوئی بھینٹوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ 24/15

”پڑھ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا: اے خداوند میری مدد کرو۔“ 25/15

مسیح علیہ السلام نے جواب دیا: مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیں۔“ 25/15

اس تمام واقعہ پر غصہ سے دل سے اور پوری سمجھ سے تامل کرنا چاہیے کہ مسیح علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ وہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کے پاس نہیں بھیجے گئے۔ انھوں نے صاف طور پر بنی اسرائیل کو فرزند سے اور دیگر اقوام کو کتوں سے تشبیہ دی اور دیگر اقوام کو اپنی برکات سے محروم ہونا اور محروم کرنا، اس دلیل سے واضح کر دیا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو نہیں دی جایا کرتی۔

انجیل متی میں ذکر ہے کہ جب مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ (12) شاگردوں کو تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا تو یوں کہا: ”غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کن شہر میں داخل نہ ہونا“ 10/5۔ اس سے ظاہر ہے کہ غیر اقوام میں تبلیغ کی قطعاً ممانعت فرمائی گئی اور اسرائیلیوں میں سے بھی سامریوں کے پاس جانے سے روکا گیا۔ یہ اسناد اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہیں کہ جناب مسیح علیہ السلام کی نبوت اور ان کے بارہ (12) شاگردوں کے فرض تبلیغ کا رقبہ صرف اسرائیلیوں کے اندر اندر محدود تھا۔

انبیاء بنو اسرائیل کے بعد دیکھو کہ دنیا میں اور کون سے مذہب میں تبلیغ شان موجود ہے

عام لوگ شاید یہ سمجھتے ہوں کہ بدھ مت میں تبلیغ عام کا وجود پایا جاتا ہے، لیکن بدھ مذہب کی صد ہا سالہ تاریخ پر عبور کر جاؤ۔ انھوں نے ہندو جاتی کے سوا کبھی اپنے عروج کے زمانہ میں بھی کسی دوسری قوم کو تبلیغ تک نہیں کی اور کسی غیر مذہب اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی، مغربی وغیرہ کے معتقد کو داخل مذہب خود نہیں کیا۔ سلسلہ نکال کی یہ زبردست شہادت بدھ ازم کو محدود رقبہ اور محدود قوم کے لیے خاص بتا رہی ہے اور اگر آریہ سماج کی تحقیقات کسی حقیقت کا انکشاف کر سکتی ہے تب تو یہ بھی ہے کہ بدھ ازم کوئی علیحدہ ازم نہ تھا، بلکہ بدھ مہاراج وید مت کو تازہ کرنے والے تھے۔ [1]

اب وید مت کو لیجیے۔ وید مت کے عروج کا زمانہ مہابھارت کی جنگ سے پیشتر کا ہے۔ وید اور چھ شاستر اور منوسرتی خاموش ہیں کہ وید مت کو کبھی تبلیغی مذہب بتایا گیا ہو، یا کسی اقوام غیر میں اس کی تبلیغ کی گئی ہو۔ منوجی مہاراج کی سرتی کو آریہ اور ستاتی صاحبان بالاتفاق قابل سند تسلیم کرتے ہیں، اس سرتی میں تمام آبادی کو چار دنوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور تحصیل علم و فضل اور قرأت وید کا کام صرف براہمن ورن کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یہ تقسیم، یہ پابندی بتلا رہی ہے کہ منوجی مہاراج اور ان کے ماتحت رشیوں نے جو سرتی مذکور

[1] سماج کی یہ تحقیقات اس لیے صحیح نہیں کہ بدھ نے سنسکرت زبان کی تعلیم اور وید کے تعلم سے لوگوں کو روک دیا تھا۔ اس امر کا اقرار خود بدھ ازم کے مصنفین کو ہے۔

کے سیکھنے کے لیے مجتمع ہوئے تھے، ویدمت کو کبھی تبلیغی مذہب نہیں قرار دیا تھا۔

دنیا کے چھوٹے چھوٹے مذاہب کا ذکر یہاں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا شاندار اقوام کا سلسلہ تعامل بھی یہی یقین دلاتا ہے۔

غور کرو کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس (Peter) کا جانشین یعنی مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔

ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی یا مہارشی بلکہ کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔

یہ عملی تجربے ثابت کر رہے ہیں کہ ان مذاہب کے بیشتر بزرگوں نے حقیقتاً اپنے اپنے مذاہب کو محدود درجہ اور محدود قوم کے لیے خاص سمجھا ہوا تھا۔

نبی ﷺ کے اس منصب کا کہ حضور ﷺ کل دنیا کے لیے مبعوث ہیں۔ آیت زیب عنوان کی دیگر آیات میں بھی اعلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ [الاعراف: 158]

”اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ میں ان کے لیے رسول ہوں۔ وہ اللہ تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔“

خصوصیت نمبر 23

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ﴾ [التح: 10]

”جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔“

مباہیت بیع سے ہے۔ لغت میں بیع مطلقاً بمعنی مبادلہ ہے۔ شرعاً اخذ ثمن اور عطائے ثمن کو جب کہ بہ تراضی جائین ہو، بیع کہتے ہیں۔

بیع بمعنی شرا اور شرا بمعنی بیع بھی مستعمل ہے۔ یہ جائین کی حالت کے لحاظ سے ہے۔ الغرض مباہیت میں جائین کو کچھ دینا اور کچھ لینا ضروری ہے۔

بیعت، اصطلاح میں اس عہد و پیمانہ کو کہتے ہیں جو اطاعت امام کے متعلق انسان اپنے نفس پر عائد کر لیتا ہے۔ وفائے عہد کا التزام بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے۔

جس بیعت کا آیت بالا میں ذکر ہے وہ بمقام حدیبیہ درخت سراء کے تحت میں ہوئی تھی۔

قرآن پاک میں ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ [التح: 18]

”اللہ ان سب مومنوں سے راضی ہو گیا جو کہ شجرہ کے نیچے رسول اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔“

اس بیعت کی ضرورت و حقیقت یہ تھی کہ نبی ﷺ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ کے لیے اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا، ان کی معیت میں دس (10) صحابہ بھی بھیجے گئے۔ ان کے پہنچ جانے سے ایک دو روز بعد حضور تک ایک اڑتی ہوئی خبر پہنچی کہ قریش نے حضور ﷺ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ کو قید اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ ایسا واقعہ تھا کہ اگر اس کی صداقت ہو جاتی تو حرمت سفارت اور احترام سفر کے لیے جنگ کرنا اخلاقاً و شرعاً ضروری تھا۔ اس وقت جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ آئے ہوئے تھے وہ صرف ادائے عمرہ و طواف کی نیت سے آئے تھے۔ ان کے علم میں اس امر کا احتمال بھی نہ تھا کہ کسی جنگ سے سابقہ پڑے گا اور مہاجرین کو خود اپنے خویش و تبار اور قرابت داروں کے منہ پر تلووار چلائی ہوگی۔

لہذا یہ بیعت کر لینی پڑی۔

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ اس وقت ان بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو (1400) کس تھی۔ [1] نبی ﷺ بدرشت کے سایہ میں نور افروز تھے، بیعت لینے کے لیے دست مبارک پھیلا یا ہوا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو حضور ﷺ کے ہاتھ کا سہارا بنا یا ہوا تھا کہ یہ مبارک کوٹکان نہ ہو۔

لوگ آتے تھے اور یکے بعد دیگر بیعت کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ سلمہ بن اکوع سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے بیعت علی الموت کی تھی۔ اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عدم فرار کی بیعت کی تھی۔ ہر دو روایات کی تطبیق سے مستنبط ہوا کہ الفاظ بیعت کو خود بیعت کنندہ کے پسند اور اختیار پر رکھا گیا تھا۔ بے شک حریت اسلام ایسی ہی حریت نفس کی معلم ہے، جس میں اجبار و اکراہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔

اس جم غفیر کے اندر صرف ایک شخص جد بن قیس سلمی ایسا تھا جو اپنے اونٹ کی اوٹ میں جا چھپا تھا اور بیعت میں شامل نہ ہوا تھا۔ حریت اسلام کی یہ دوسری دلیل ہے کہ اس پر بھی کچھ سختی نہیں کی گئی۔ البتہ حضور ﷺ نے مباحین کا شرف جاہ ظاہر کرنے کے لیے یہ ضرور فرمایا:

أَنْتُمْ خَيْرُ الْأَرْضِ "آج تم رونے زمین کے جملہ موجودہ اشخاص سے بہتر و نیک تر ہو۔" [2]

اس بیعت کا ذکر کلام اللہ کی متعدد آیات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے رضوان الہیہ کا تعلق مستحکم اور رابطہ قویم ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ [التوبہ: 111]

"اللہ نے مومنین کی جانوں کو خرید لیا ہے اس تبادلہ میں کہ جنت ان کی ہے۔"

فرمایا: ﴿فَأَسْتَبْشِرُوا بِنَيْبِكُمْ الَّذِي بَايَعَكُمْ بِهِ﴾ [التوبہ: 111]

"اپنی ایسی بچ پر تم کو پوری پوری خوشیاں منانی چاہئیں۔"

میں نے اس آیت کا ذکر خصائص النبی ﷺ میں اس لیے کیا ہے کہ اس سے ایک نہایت ہی خاص فضل محمد ﷺ کا ثبوت

حاصل ہوتا ہے۔

غور کرو کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بائعین ذات قرار دیا ہے۔

اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

آیت زبیب عنوان ﴿يَذُ اللّٰهُ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ﴾ [التح: 10] کے الفاظ ہیں۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ لفظ يَذُ ہر دو

جگہ میں یا تو بمعنی واحد مستعمل ہوا ہے یا الگ الگ معانی ہیں۔

① اگر ”يَذُ“ کے معنی ہر دو جگہ ایک ہی ہیں، تب معنی آیت یہ ہیں کہ احسان الہی تمہارے احسان سے برتر و اعلیٰ ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدَاكُمْ لِلْاَيْمَانِ﴾ [الحجرات: 17]

”بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو ایمان کی ہدایت فرمائی۔“

نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو جو نصرت و تائید منجانب اللہ حاصل ہے۔ وہ اس تائید و نصرت سے بہت برتر و اعلیٰ ہے جو حضور ﷺ کو

کو منجانب صحابہ رضی اللہ عنہم حاصل ہے۔

لفظ يَذُ بہ معنی غلبہ و نصرت و قوت زبان عرب میں بخوبی مستعمل ہے۔ محاورہ ہے کہ اَلْيَدُ لِلْفُلَانِ اب فلان شخص کا غلبہ ہے۔

② يَذُ کا استعمال الگ الگ معانی میں ہے۔ تب يَذُ اللّٰهُ کے معنی حفظ الہی ہیں اور اَيْدِيهِمْ سے مراد بائعین کے ہاتھ

(یہ جارحہ جسمانی) ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت ہمیشہ ان بائعین کے ساتھ ہوگی۔

اس کی تائید اسی سورہ مبارکہ میں تھوڑی دور آگے چل کر ان الفاظ پاک میں پائی جاتی ہے۔

﴿فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اٰتٰنَهُمْ فِتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَمَغٰنِيْمًا كَثِيْرَةً يٰۤاَخِذُوْهَا﴾

”اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں کے دلوں کی اندرونی حالت کو جان لیا۔ ان پر سکینت اتارا، ان کو فتح قریب عطا فرمائی

اور وہ بڑی فتوحات بھی ان کے لیے خاص کر دیں جن کو وہ حاصل کریں گے۔“ [التح: 18-19]

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے ماتحت عمال و گورنر و جنرل و قاعدین لشکر اور فاتحین کشور انہی بیعت کرنے والوں میں تھے۔

حضرت موت، عمان، عراق و فلسطین، شام و مصر، افریقہ و سوڈان، یونیس و الجزائر، مالٹا اور کریٹ، ایران و خراسان کی فتوحات و مغامرات انہی

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے حکم برداروں کو حاصل ہوئی تھیں۔

ہاں یہی وہ بزرگ ہیں جو مفہوم آیت اور اس بشارت عظمیٰ کے مظہر ہیں۔ انہی کے دلوں کا امتحان لیا گیا اور انہی پر نزول سکینت

ہوا، وہ سکینت جس کے نزول کا ذکر احوال موسیٰ علیہ السلام میں بھی ہے۔

انہی کے ہاتھوں میں وہ طاقت تھی کہ کل دنیا کے ہاتھ ان کے سامنے پست تھے۔ کبھی کسی سلطنت کی قواعد و ان اور ہاتھ و مسلح

افواج ان پر غالب نہ آسکیں۔ ﴿كَلَّمَ اَيْدِي النَّاسِ عَنْكُمْ﴾ [التح: 20] ”لوگوں کے ہاتھ تم سے روک لیے“ کا ایک نظارہ یہ بھی

تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضل و شرف، جاہ و احتشام، دولت و اقبال مادی اور رحمت و برکات روحی کا سبب، ذریعہ کیا تھا؟ یہی بیعت نبوی رضی اللہ عنہم

اہل حدیث لفظ يَذُ کی کوئی تاویل نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کو جسم و لوازم جسم سے پاک و برتر تسلیم کرتے ہیں اور جسم و معطلہ سے صلحہ ہیں۔ صفات میں

ان کا مسلک ہر ایک صحیح سے پاک و صاف ہے۔

یہی اتباع محمدی ﷺ، یہی صدق و اخلاص جو انھیں پیارے رسول ﷺ کی ذات اور تعلیم کے ساتھ تھا۔ لہذا وہ سب طفلی تھے۔ ان خصوصیات کا اصل تعلق نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے ہے۔ اور نبی ﷺ کا یہ شرف حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

خصوصیت نمبر 24

﴿ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴾ [الحزاب: 40]

”بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی ان کو ختم کر دینے والے ہیں)“
 خاتم اور ختم ① دونوں کے ایک معنی ہیں۔ النبین کا الف لام جنس جملہ انبیاء و رسل پر جاری ہے۔ کلام اللہ کی یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیدنا مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باوجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ یہ ایک عجیب پیش گوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود ہے۔ ایران کو دیکھو، وہاں ہزاروں سال تک متواتر سردی آسمانی کی آواز بیسیوں پاک سرشت بزرگوں کو سنائی دیتی رہی۔ ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک مہارشی ایسے ہوئے، جن پر آکاش بانی کا پرکاش ہوتا رہا۔ بنی اسرائیل کے حالات پڑھو، جہاں ایک ایک وقت دو دو، چار چار ہی موجود پائے گئے۔ مصریوں، چینیوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت و رسالت ہونے کے دعویٰ کو بلند کیا۔ لیکن جب سے کلام اللہ میں آیت زیب عنوان کا اعلان ہوا اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا ہے اس وقت سے ان سب مذاہب وادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال دیئے ہیں۔
 مجوس اب کیوں کسی شخص کو جائے اسپ و زرتشت کے اورنگ پر نہیں بٹھلاتے۔ آریہ دت اب کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی نہیں سنتا۔

بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ پیارے قارئین! یہ سب قدرت الہیہ کا روشن کارنامہ ہے، جس نے نبی ﷺ کو خاتم النبیین بتانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی یہ بات نکال دی ہے کہ خود ان کے مذہب کے اندر بھی کسی کو پیغمبر، نبی، رسول، اوتار کہا جائے۔ دنیا بھر کا یہ عملی فیصلہ یا طبعی میلان، بلکہ فطری وجدان ظاہر کرتا ہے کہ قدرت ربانی نے اس خصوصیت کو وجود اقدس نبویہ سے خاص رکھنے میں کیسی زبردست حفاظت فرمائی ہے۔

کوئی غیر مسلم یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے اپنی ذاتی توصیف کے لیے ایسا فرما دیا ہے۔
 ① اس لیے کہ دعویٰ کرنا آسان ہے، مگر زمان مستقبل پر حکومت کرنا دشوار ہے، یہاں تو چودہ صدیوں کا

① خاتم بفتح بمعنی ختم الفارس۔ منتهی الارب۔ المنجد و غیرہ۔

زمانہ اور مختلف و متعدد مذاہب کا منتقد رویہ اس کی تائید میں موجود ہے۔ جس شے کی تائید میں خود نیچر ہو وہاں تصنع کا کیا دخل رہ جاتا ہے؟
 (2) اگر نبی ﷺ کو اپنا ذاتی فخر بھی قائم کرنا مقصود ہوتا تو حضور ایسا کر سکتے تھے کہ اپنے متبعین کو نبوت کے منصب سے ممتاز بناتے اور موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اپنی اتباع کرنے والے انبیاء کی شان اور تعداد کا اظہار کرتے۔

بعض مسلمان صوفیا کی نسبت یہ بات زبان زد عوام ہے کہ انہوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اول تو ان روایات کی صحت بالکل مشکوک ہے۔ دوم اگر ثابت بھی ہو جائے کہ کسی شخص نے اَنَا الْحَقُّ بھی کہا یا مَبْحَاسِي مَا اعْظَمَ شَانِي بھی کہا تب بھی یہ نتیجہ تو صاف نکلتا ہے کہ خدا بننا تو ان کو ہل نظر آیا مگر نبی کہلانے کی جرأت وہ بھی نہ کر سکے۔ ایسے ہی لوگوں میں یہ مصرعہ بہت شہرت یافتہ ہے۔

ع باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

ذیل میں ان اسلامی روایات کا اندراج ضروری ہے، جو آیت زیب عنوان کی تفسیر میں نبی ﷺ سے باسناد صحیحہ ثابت ہیں۔

(1) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرِ أَحْسَنِ بُنْيَانَةٍ وَتُرْكُ مِنْهُ مَوْضِعٌ لِبَيْتَةٍ وَطَافَ بِهِ النَّظَّارُ يَتَعَجَّبُونَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّيْنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدُكَ مَوْضِعَ اللَّيْنَةِ حَيْمَ بِي الْبَيْتَانُ وَحَيْمَ بِي الرَّسُلُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَنَا اللَّيْنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ۔ (2)

”امام بخاری رحمہ اللہ و امام مسلم رحمہ اللہ نے بالاتفاق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میری مثال اور دیگر سب انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے، جسے خوب بنایا گیا تھا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ دیکھنے والے آتے تھے۔ مکان کی عمدگی اور اس خالی جگہ کے متعلق تعجب ظاہر کرتے تھے۔ اب میں ہوں۔ جس نے اس خالی جگہ کو بھر دیا ہے۔ میرے ذریعہ ہی سے عمارت ختم ہوئی اور میری وجہی سے رسول ختم کیے گئے اور وہ اینٹ میں ہوں اور میں سب انبیاء ﷺ کا ختم کرنے والا ہوں۔“

(2) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ أَن لِي أَسْمَاءٌ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشِرُ النَّاسَ عَلَيَّ قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ (3)

”صحیح بخاری و صحیح مسلم میں منتقد روایت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی زبان سے سنا ہے کہ حضور فرماتے تھے میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں۔ اللہ نے میرے ذریعہ سے کفر کو محو کر دیا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی اور نہ ہو۔“

(3) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فَفَضَّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتَّةِ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأَحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ وَجَعَلَتْ لِي الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَ طَهَّرَتْ لِي الْخَلْقَ كَافَّةً وَ حَيْمَ بِي النَّبِيُّونَ (4)

(1) تاریخ الاول 1347ھ کو یوم ولادت مطہرہ سے پورے چودہ سو (1400) برس ہو جاتے ہیں۔ یعنی 5ھ میں 53 سال حضور ﷺ کی عمر بوقت ہجرت کو جمع کر لینا چاہیے۔ (2) بخاری: 3534، ترمذی: 1553، ابن ماجہ: 567، مسند احمد: 412/2، (3) اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے پانچ نام فرمائے۔ محمد و احمد اور ان کے معانی نہیں فرمائے۔ ماحی، حاشر، عاقب۔ ان کے معانی نکالے، اس سے واضح ہوا کہ محمد و احمد ﷺ ذاتی نام ہیں اور ماحی، حاشر، عاقب و مئی نام ہیں۔ بخاری: 3532، مسلم: 6105، ترمذی: 2840، (4) مسلم: 1167، ترمذی: 1553، مسند احمد: 412/2، اس حدیث کی شرح ہم آگے جا کر لکھیں گے۔

”صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سب انبیاء پر چھ ہاتوں میں فضیلت ہے۔ (1) مجھے کلمات جامد عطا فرمائے گئے۔ (2) مجھے رعب سے مدد دی گئی۔ (3) مال غنیمت ہم پر حلال کیا گیا، (4) روئے زمین کو ہمارے لیے مسجد اور سب طہارت بنایا گیا اور (5) مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا۔ (6) میری ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا۔“

④ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَةِ الْوَدَاعِ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ ①

”ابن جریر و ابن عساکر نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ الوداع میں فرمایا تھا۔ لوگو! یاد رکھو، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔“

⑤ رَوَى أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالحَاكِمُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبِيَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ ②

”زرقاتی (شرح المواہب اللدنیہ) میں ہے کہ امام احمد رضی اللہ عنہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ امام حاکم رضی اللہ عنہ نے صحیح اسناد کے ساتھ انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے، لہذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔“

⑥ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَابًا كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ③

صحیح مسلم میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں تیس (30) شخص ایسے ہوں گے جو کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

⑦ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ④

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔“

سب جانتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے۔ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

⑧ جَنگِ تبوک کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ⑤

”کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میرے لیے ویسے ہی بنو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے

① المصنفی فی التکبیر: 136/8، کنز العمال: 12922، مجمع الزوائد: 263/8، تہذیب دمشق: 419/6، ② ترمذی: 2272، کنز العمال: 41407،
 ③ جمع الجوامع: 5366، مستدرک: 267/3، حاکم: 391/4، ④ مسلم: 2889/19، ابوداؤد: 4252، ترمذی: 2176، ابن حبان: 7238، مستدرک: 278/5،
 ⑤ مسلم: 3686، سدا الغابہ: 151/4، بخاری: 4416، مسلم: 6218، ترمذی: 3731، ابن ماجہ: 115

بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

موسیٰ علیہ السلام میقات ربی کے لیے طور پر چالیس (40) یوم ٹھہرے اور اپنے بعد ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غزوہ تبوک میں قریبا پچاس (50) یوم مدینہ سے باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس واقعہ میں خلافت بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ نہیں، کیوں کہ ہارون علیہ السلام کی وفات موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئی تھی۔

﴿سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ﴾ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری غسل دے رہے تھے تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے۔
 يَا بِيَّ وَ اُمِّي لَقَدْ اَنْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا يَنْقُطِعُ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النَّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَنْخَبَارِ السَّمَاوِ۔ [1]
 ”میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے وہ چیز ختم ہوگئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا ختم ہو گیا۔“

ان صحیح ترین روایات اسلامیہ کی تصدیق قاہرہ نے جملہ مذاہب کی زبان ہندی سے فرمادی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت وہ خصوصیت خاصہ ہے جو بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس کو حاصل ہے۔

اس آیت کے ساتھ آیت ﴿الْيَوْمَ اَکْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کی تفسیر بھی پڑھ لینا چاہیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا منصب اس کو شایان ہے جو کمال دین اور اتمام نعمت کی بشارت سے بھی مبشر ہو۔

الغرض آیت زینب عنوان نہایت مستحکم دلائل اور قطعی براہین کے ساتھ حضور کی خصوصیت ختم المرسلین کو واضح کر رہی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک!

اب اگر اہل اسلام کے اندر کوئی شخص ایسا ہے، جسے اپنی نبوت کا زعم ہو تو اسے مناسب ہے کہ صحیح مسلم کی روایت کو پیش نظر رکھ کر اگرچاہے تو تمیں (30) کے شمار میں داخل ہو جائے یا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے زعم باطل کو چھوڑ کر تائب و مؤمن بن جائے۔

خصوصیت نمبر 25

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ [النہا، 107]

دنیا میں ہزاروں نامور اشخاص گزرے ہیں جو آسمان شہرت پر روشن انجم ہو کر چمکے۔ ان کے خطابات سے ان کی شخصیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

کسی کا لقب مہاراجا و حیراج ہے،

کوئی شہنشاہ کہلاتا ہے،

کوئی مہادیو، کوئی مہابلی، کوئی جہتمن، کوئی رومین تن، کوئی گنو پال، کوئی فرزند نور، کوئی یودھا (بمعنی بیدار) کوئی سولہ کلاں

سپورن، کوئی چندر بنسی، کوئی سورج بنسی وغیرہ وغیرہ۔

یہ اور اس جیسے دیگر خطابات اس شخص کی اپنی ذات و اوصاف کے متعلق ایک نمایاں خصوصیت کے مظہر ہیں، لیکن ایسے خطابات سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ دنیا بھر کی مخلوقات سے اس ہستی کی کیا نسبت ہے؟

لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ ایسا خطاب ہے جو صرف اسی نسبت اور تعلق کا مظہر ہے جو ممدوح الوصف کو مخلوقات کے ساتھ ہے۔ رحمت کے معنی پیار، ترس، دویا، ہمدردی، نمکساری، محبت اور خبرگیری ہیں۔ ان الفاظ کے معانی اس لفظ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ کوئی شخص ہے، جو یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے مندرجہ بالا اخلاق کی کچھ ضرورت نہیں اور وہ ان اوصاف کے فیوض سے مستغنی رہ سکتا ہے۔ غالباً کوئی بھی ایسا شخص نہیں نکلے گا۔

عالم طیبت کی صفت سے بنا ہے، یعنی وہ ہر ایک شے جس میں نمودار ہونے، ظہور پکڑنے، اپنی ہستی کو نمایاں کرنے اور اپنے وجود کی نمود رکھنے کی قابلیت ہے۔ وہ لفظ عالم سے موسوم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس لفظ کا استعمال انواع و اقسام و اجناس کے تمیز کرنے میں اکثر کیا جاتا ہے۔ عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم علوی عالم سفلی اور جذبات و ذہنیات و کوائف کے لیے بھی استعاراً اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عالم وجد، عالم شوق، عالم شباب وغیرہ۔ الغرض لفظ عالم کا استعمال مخلوق مادی و ذہنی تک وسیع ہے۔ عالمین صیغہ جمع ہے اور جملہ عوامل پر اس کا احاطہ ہے۔

اب اندازہ کرو اس مقدس ہستی کا، جس کا سب سے پیار ہے جو سب پر ترس کھاتا ہے، جو ہر ایک کا ہمدرد و نمکسار ہے۔ جس کی محبت عام ہے جو ہر ایک مقتضیات کو اپنی تعلیم سے پورا کر سکتا ہے، جو ہر ایک و سادس کو اپنے حقائق سے ہمدرد دوست بنا سکتا ہے، جس کے فیوض سے مادیات و ذہنیات تصورات و تصدیقات کو شادابی و ورستی، صحت و صداقت حاصل ہوتی ہے۔

رب العالمین نے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ جس طرح پروردگار کی الوہیت عام ہے اور اس کی ربوبیت سے کوئی ایک چیز بھی لاپرواہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح رسول کریم ﷺ کی تعلیمات و تمہیمات سب کے لیے اور سب کے فائدہ کے لیے ہیں اور کوئی شے بھی حضور ﷺ کی رحمت سے خود کو مستغنی ثابت نہیں کر سکتی۔

شاید کسی بے فکرے کو یہ کہہ دینا آسان ہو کہ اسے سورج اور گرمی کی احتیاج نہیں، لیکن ایک عالم اور صاحب دماغ کے لیے یہ کہنا سخت دشوار ہے کہ اسے تعلیمات محمدیہ ﷺ کی مطلقاً حاجت نہیں۔ دنیا اور دنیا کی قومیں غور کریں کہ نبوت محمدیہ کے بعد کیوں کر انہوں نے حضور ﷺ کی تعلیمات کا اقتباس بالواسطہ یا بے واسطہ طریق سے کیا ہے اور کیا کیا بھیجیں بدل بدل کر اس خرم حیات سے خوش چینی کی ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت پر غور کرو اور حضور ﷺ کو رحمۃ اللعالمین ہونے کا مفہوم اس سیرت سے سمجھنے کی سعی کرو۔

① رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے 14، 15 سال کی عمر میں حرب الحجار کو دیکھا اور اس وقت سے ایک قوم کا دوسری قوم پر حملہ آور ہونا، انسان کا انسان کو شکار غضب و وحشت بنانا ناپسند فرمایا۔

② رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس کی فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ نے حلف الفضول کے عہد و پیمان کو مستحکم استوار بنایا اور ایک شریف انفس کے لیے دادخواہی مظلوماں اور دیکھیری مظلوماں، حفاظت مسافراں اور اعانت بے چارگاں کے اوصاف کا حاصل کرنا لازم ٹھہرایا۔

③ رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے دشمن کو بھی دوست بنالینے کی تدبیر سکھائی۔

﴿ادْفَعْ بِالْيَتِيهِ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ [مجموعہ: 34]

”برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کرو۔ پھر تو تمہاری عداوت والا بھی تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا۔“

④ نقل از نبوت محمدیہ مکہ مظہر میں ایک انجمن قائم کی گئی تھی، جس کے ممبر تم کھایا کرتے تھے کہ وہ مظلوموں کی امداد کیا کریں گے، عورتوں اور یتیموں پر ظلم نہ ہونے دیں گے۔ نقل و غارت گری کے روکنے کی سعی کیا کریں گے۔ اس انجمن میں فضل نام کے کئی ممبر شامل تھے۔ اس لیے اس انجمن کا نام حلف الفضول ہو گیا تھا۔

(بخاری: 3، ابن ہشام: 1/91، کنز العمال: 155/1)

④ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے عداوت کرنے والے دشمنوں، حقوق جائز سے محروم کرنے والے دشمنوں، عبادت سے روکنے والے دشمنوں کے ساتھ بھی ہر ایک انتقامی کارروائی کرنے سے اہل ایمان کو روکا، اس وقت جب کہ اہل ایمان میں انتقام لینے کی طاقت و قوت بھی موجود تھی۔

﴿وَلَا يَجْرُ مِنْكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا﴾ [المائدہ:2]
 ”اس قوم کا بغض جس نے تم کو حرمت والی مسجد سے روک دیا تھا، اس امر کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان سے خلاف انصاف کرنے لگو۔“

⑤ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے کانہوں کی ترہب کو، ہندوؤں کے جوگ اور سنیاں کو، یہودیوں کے فرقہ لاماس کو، یونانیوں کے گروہ کلیہ کو، عیسائیوں کے نرن اور منک کو اور ان سب کے افسوسناک اور عبرت خیز نتائج کو دیکھا۔ اور:

﴿وَرَهْبَانِيَّةٍ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاَهَا عَلَيْهِمْ﴾ [الحديد:27]
 ”رہبانیت تو لوگوں کی خود ساختہ گھڑت ہے، اللہ نے تو اسے انسان کے لیے کبھی مفید نہیں فرمایا۔“

کافر مان سنا یا۔ اور لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ (اسلام میں رہبانیت نہیں) کے ارشاد سے تمدن اور انسانیت کو تاج امتیاز فرمایا۔
 ⑥ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو یہودیوں کی ایک خاص نسل ہی کے افراد کو اللہ کے برگزیدہ قوم کے لقب سے مخصوص نہیں کرتا۔ جو کاتھولیکوں کی طرح آسمان کی کتھیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔ جو گنگا اور بہو یا کے برہمنوں ہی کو نرگ (دوزخ) اور سرگ (جنت) میں آدم انسانی کے دھلیل دینے کی طاقت کا ٹھیکہ دار نہیں بناتا۔ جو چین والوں کی طرح کسی خاص رقبہ میں پیدائش کی بنیاد پر ان کو فرزندمان آسانی کا خطاب عطا نہیں کرتا۔ جو زرتشتیوں اور لاماؤں کی طرح پیروان خاص کے سوا باقی سب پر رحمت و انفضال سے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

⑦ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس کی نگاہ میں رومی، یونانی، مصری و سوڈانی سب مساوی ہیں۔ جس کے دربار میں مدغم، سوڈانی، بلال حبشی، فیروز خراسانی، سلمان قاری، صہیب رومی، اٹامہ نجدی اور عدی طائی جی اللہ پہلو پہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں جندل کا بادشاہ اکیلا نہیں بلکہ عمان کا حکمران جفران آل حمیر کا مدعی الوہیت ذوالکلاع اور یمن کا بڑا اکا بن حنظلہ، غلامان بارگاہ سے بہت پیچھے صف انعال (جو توں) میں خرم و شادمان موجود ہے۔

⑧ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو یہودی جیسی مخدول و مغضوب قوم کو جسے نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ بت پرستوں نے بھی ذلیل و خوار ٹھہرایا تھا، مستقل قوم ہونے کا درجہ عطا فرماتا اور معاہدات میں ان کو مساویانہ حقوق کے عطیہ سے شاد کام فرماتا ہے۔

⑨ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو جملہ عیسائی اقوام کی اس وقت حفاظت فرماتا ہے جب کہ دوسری مذہبی کونسل پہلی مذہبی کونسل اور تیسری مذہبی کونسل کو کفر و اہانت کا تختہ پیش کرنے کے بعد اپنی مذہبی کارروائی کیا کرتی تھی۔

وہ عیسائیوں کے جان و مال کو اس وقت محفوظ فرماتا ہے، جب کہ مسیح کے جسم ایک روح یا دو روحوں کے ہونے کے مسئلے نے یروشلیم اور روما اور مصر میں خون ریزی کو عام کر رکھا تھا۔

⑩ رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے، جس کی تعلیم لوتھر (Luther) کی رہنمائی کرتی ہے، اس کے مخالف اسے خلیفہ مسلمان ہونے کا الزام

⑩ نذکرہ الموضوعات للقیس رانی: 989، کشف الحقائق للعجلونی: 528/2

بھی لگاتے ہیں مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے فیوض سے استفادہ کرنے میں نہیں جھجکتا اور بالآخر یورپ کو الوہیت سے انسانیت پر لے آتا ہے اور ظاہریت پرستی کو گر جاؤں سے دور کر دیتا ہے۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جو جملہ اقوام و ممالک عالم کو دین صحیح کی تعریف سے روشناس فرماتا ہے۔

﴿فَطَرَهُ اللَّهُ الَّذِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ [الرہم: 30]

”اللہ کی پیدا کردہ فطرت جس پر انسانی سرشت بنائی گئی ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں، اسی کو دینِ قیّم کہتے ہیں۔“

اہل رومانے اپنی اپنی مقدس کتابوں سے اور فلسفی اپنے بہتر رہنماؤں کی تعلیمات میں سے نکال کر دکھائیں کہ دین صحیح کی یہ تعریف بھی کبھی کسی اور جگہ بتلائی گئی ہے؟

دین صحیح کے متعلق ایک دوسرا اصول سکھایا گیا ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج: 78]

”دین کے متعلق ارادہ الہی یہ نہیں کہ وہ انسان کو تکلیف اور دشواری میں رکھے۔“

تیسرا اصول، جس پر شریعت مصطفویہ ﷺ کے احکام کا نفاذ ہوا۔

﴿وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُثِمَّ نِعْمَتَهُ، عَلَيْكُمْ﴾ [المائدہ: 6]

<http://mujahid.xtgem.com>

”ہاں! شریعت سے ارادہ الہی کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو پاک و صاف ٹھہرائے اور ان پر تمام نعمت بھی فرمائے۔“

تعریف بالا اور اصول بالا کو مسلم رکھتے ہوئے بھی یہ ارشاد ہے:

﴿لَا اِكْرَاةَ فِي الدِّينِ لَمَّا قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 156]

”دین کے بارے میں کسی پرزور اور زبردستی نہیں، ہدایت اور ضلالت کو کھلے طور پر واضح کر دیا ہے“

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس کی تعلیم اختلاف الوان اور تلمیل زبان اور تاجین مکی سے بہت بلند ہے۔ جس کی تعلیم میں حسب و نسب کا خالی و دعوی صداقت سے عاری ہے۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے سب سے پہلے ﴿هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کے دین واحد کی دعوت یکساں طور پر خویش و بے گانہ کو

دی۔ جس نے سب سے پہلے احمر و اسود، غربی و شرقی، مبتدین و غیر مبتدین کو قوم واحد بنایا اور ایک ہی کلمہ زبان پر، ایک ہی ولولہ

دماغ میں، ایک ہی ارادہ و لولوں میں قائم کر دیا۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے تڑب اور تجمل میں تفریق کی۔ جس نے ایک گڑبستی گڑبست میں رہ کر سنیا سی بنایا اور جس

نے مصائب دنیوی کے خوف سے قطع تعلق کرنے والے کو ناخوشنودی و رخصن کا کام مسود بتلایا جس نے قلب سلیم کی تعریف فرمائی اور

قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے امراض قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتائے۔ جس نے قلب

سلیم کی تعریف فرمائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے دیکھا کہ کہیں عورت کو اناج، غلہ، روپیہ، پیسہ کی طرح دان میں دیا جاتا ہے (ہندومت) اور

کہیں عورت کو بے روح بتایا جاتا ہے، یا کبھی عورت کو مجسم شیطان تعبیر کیا جاتا ہے (سترہویں صدی سے پہلے پہلے کی عیسائیت) کہیں اسے صرف اغراض شہوانی کا آلہ قرار دیا گیا ہے۔ (یہودیت) اور کہیں بے جان زمین کی طرح اسے سب مردوں کا لنگد کوپ ہونا تجویز کیا ہے۔ (ایران کے مژدکیہ دمانویہ) اور جملہ حالات میں اس کی شخصیت و ذہنیت اور حقوق کا ذرہ بھی پاس دلچاظ نہیں رکھا گیا۔ ان جملہ مصائب کو دور کرنے کے لیے یہ حکم سناتا ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ﴾ [البقرہ: 228]

جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں، ویسے ہی عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔
علم شو میں لام استحقاق و تخصیص و تمسک کے لیے آتا ہے۔ لہذا لہن کا لام عورتوں کو بہت کچھ حقوق عطا کرتا ہے۔

ارشاد فرمایا: ”النِّسَاءُ شَعَائِقُ الرِّجَالِ“ [1]

عورتیں مردوں ہی کی ایک جزو اور حصہ ہیں یا عورتیں مردوں کے لیے گل وریحان ہیں۔

ارشاد فرمایا: فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ عورتوں کے معاملات میں تقویٰ الہی سے کام لینا۔ [2]

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے رسوم کی زنجیروں اور اندھی تقلید کی جیڑیوں اور آبائی مراسم کی جھکنڑیوں سے انسان کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ان کارناموں کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [البقرہ: 157]

”جو بوجھ اتار دے اور زنجیر و طوق کو ان سے اتار کر دور پھینک دیا۔“

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو قوموں کو قوموں کے ساتھ مواصلات کے اصول سکھاتا ہے اور عدم مواصلات کی حدود کو بھی قائم کر دیتا ہے تاکہ مواصلات کی تعریف جامع ہو جائے اور مانع بھی۔ حضور ﷺ نے یہ فرمان سنایا:

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ م وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]

”جملہ اقسام نیکی میں اور جملہ انواع خدا ترسی میں تم سب کے ساتھ تعاون کیا کرو اور جملہ اصناف گناہ میں نیز جملہ اشکال عدوان میں تم کسی کی مدد نہ کیا کرو۔“

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس کا کام جملہ خصائل رذیلہ اور اخلاق کج و ہیبتہ (اخلاق رذیلہ) سے انسان کو پاک و صاف کر دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُزَكِّيهِمْ﴾ وہ ان کے نیل پکیل کو دور کر کے ان کو پاک و صاف بناتا ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو انسانیت کے درجہ رفیع کو نہ تو زبرد دولت کے لباس میں دیکھتا ہے اور نہ فقر و تنگی و تنگی کے وقت اس کی نفی فرماتا ہے، بلکہ انسانیت کا مدار اور این آدم کہلانے کا استحقاق وہ صرف ایمان اور علم پر مبنی کرتا ہے۔

لفظ ایمان فرانس الہیہ پر اور لفظ علم واجبات و وجود پر پوری طرح سے حاوی ہے۔ فرمان ذیل پر غور کرو۔

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ [البقرہ: 11]

”اللہ تعالیٰ درجے بلند کرتا ہے، ان کے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے۔“

گا ہیں، نیز مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے ضرور گرا دی جائیں۔“

﴿۱۲۶﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شراب کو قطعی حرام ٹھہرایا اور اسے ام الخبائث بتلایا اور اس تھوڑی سی رعایت کا بھی (جو بالآخر اجازت تک پہنچ جاتی ہے) جو پولوس (Paul) نے مرعی رکھی تھی کہ تبدیلی مزہ کے لیے پانی میں تھوڑی سی شراب ملا کر، سدباب کر دیا۔
﴿انَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدہ: ۹۰]

”شراب اور قمار کو شرک منہیہ کے برابر برابر بیان فرما کر اسے شیطانی فعل بتایا اور پھر اس سے بچنے کا حکم محکم الفاظ میں صادر کیا، تاکہ تم خلاصی پاؤ۔“

اس حکم کے ساتھ یہ تفسیر بھی شامل کر دی: ﴿كُلُّ مَا أَسْكَرَ كَثِيرًا وَ قَلِيلًا حَرَامٌ﴾ ﴿۱﴾ ”جس کی بڑی مقدار میں نشہ ہو اس کی ادنیٰ مقدار بھی حرام ہے۔“

﴿۱۲۷﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے زنا کے جملہ اقسام کو جس کے عرب اور ہندوستان اور دیگر ممالک میں عجیب عجیب نام اس کی قباحتوں کو چھپانے کے لیے رکھ لیے گئے تھے اور اس حکم کو حرام ٹھہرایا، منہر و محراب میں خوب شائع کیا۔

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوبِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ [المومنون 5-7]

”فلاح والے وہ ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بیویاں اور وہ جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہوئے اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی بابت ان پر کوئی ملامت نہیں مگر جو کوئی اس کے سوا اور عورت کی تلاش کرتا ہے تو وہ لوگ اللہ کی حدود سے بڑھ جانے والے ہیں۔“

﴿۱۲۸﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے اسیران جنگ کی جان بخشی و رحم فرمائی کے اصول واضح فرمائے، تورات میں دشمنوں کی جان تو کیا ان کے حیوانوں اور عورتوں کی جانوں کا بچانا بھی حرام اور موجب غضب الہی بتایا گیا ہے۔

﴿فَإِذَا لَقِبْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَصَرْبُ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَتَخْتَمُواهُمْ فَقَشِئُوا الرِّقَابَ لَا قَلْبًا مَّا بَعْدَ وَ إِمَّا فِدَاءً ۖ﴾
”جب کافروں سے منہ بھیر ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو اور جب ان کو چور چور کر دو، تب مضبوط طریقہ سے ان کو باندھ لو اور پھر بعد ازاں ان پر احسان کرو یا ان سے فدیہ لے لو۔“ [محمد: 4]

حملہ آور دشمن پر مغلوب اور اسیر ہونے کے بعد احسان نمائی یا فدیہ گیری کا اصول ایسا ہے کہ دنیا بھر کی تمام اقوام اس سے نا بلند رہی ہیں اور عملاً کسی نے ایسے کارنامہ کی نظیر پیش نہیں کی، لیکن نبی ﷺ نے بدر واحد، مکہ و حنین کی فتوحات سے ہر موقع پر اسیران جنگ اور دشمنان دین اور قاتلان مومنین اور محاربین رسول ﷺ کے ساتھ یہی معاملہ فرمایا۔

﴿۱۲۹﴾ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے بے پڑھی لکھی قوموں کے سامنے جو اپنے ان پڑھ ہونے پر فخر کیا کرتے اور ان پڑھ رہنے کو نوازیدہ امی بچی کی معصومی کا چہرہ سمجھا کرتے تھے علم سے روشناس کیا۔ علم کا درجہ ان کے دلوں میں قائم کیا، علم کا شائق بنایا، پھر ان

کو معلم اور مقرر کے منصب پر بلند فرمایا۔

آیات ذیل پر غور کرو:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة: 151]

”اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں اپنا عظیم الشان رسول بھیجا، جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا اور پاک بناتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ لوگ تو اس رسول سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔“

30) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے امراضِ قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتائے جس نے قلبِ سلیم کی تعریف بتائی اور قیامِ سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

31) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے گناہ گار انسان کو اسرارِ توبہ کی تعلیم دی۔ توبہ کے اجزاء بتائے۔ ہر ایک جزو کی جداگانہ خاصیت اور ترکیبی ماہیت کو تفصیل سے سمجھایا۔

32) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے تزکیہٴ نفس، تصفیہٴ باطن کو جداگانہ ابواب میں مرتب فرمایا، جس نے اخلاقِ فاضلہ اور ابوابِ احسان کو الگ الگ کر کے بتایا۔

33) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے تقویٰ اور خشیتِ من اللہ، انقطاعِ تمام اور انسِ کامل، مدارجِ رجوع، مراتبِ احسان، حقیقتِ ورع و توکل اور روحِ اخلاص و صدق اور مقاماتِ قرب و رضا کا عرفان عطا کیا۔

34) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے عبد اور معبود کے درمیان ایک حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينِ (اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی) کا نشان دیا اور چاہِ ضلالت میں گرے ہوؤں کو آسانی ہدایت پر پہنچ جانے کی تدبیر بتائی۔

35) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے رہزنیوں کو چوپانی اور بادشاہوں کو اغوانی سکھائی، جس نے غلاموں کو سلطانی دی۔ جس نے بساطِ کیانی پر اونٹ چرانے والوں کو بٹھلا دیا۔

36) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے علومِ مابعد الطبیعیہ کو آثارِ نفسی و آفاقی سے مبرہن کیا۔ جس نے اعمال اور اعمالِ کار و روح سے تعلق، جس نے میزان اور حق و باطل کا توازن بتلایا۔

37) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شمالی عرب کو روما کی غلامی سے اور جنوبی عرب کو ایران کی غلامی سے آزاد کیا، جس نے طوائفِ الملوکی کا خاتمہ کر دیا، جس نے قتل و غارت گری کو قتل و غارت کر دیا۔ جس نے خونِ انسانی کی قدر و قیمت کو سارے

جہاں کی قیمتی اشیاء سے بڑھ کر قیمتی بتایا، جس نے ایران کو فواحش سے، اور روما کو حیوانی قہیش سے نجات دی، جس نے تمام دنیا کی طرف امن کا ہاتھ پھیلا دیا۔ جس نے ایوانِ صلح کو مرتفع کیا۔ جس نے

﴿ حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ﴾ [ممد: 4] (یہاں تک کہ جنگ اپنے سلاحتوں کو رکھ دے) لیے جملہ مساعی کو ختم کر دیا۔

38) رحمۃ اللعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلامی کے نقائص دور کرنے کی تدابیر کیں، غلاموں کو برابر کا کھانا، برابر کا پہننا، ان کی

استطاعت سے بڑھ کر کام نہ لینا فرض ٹھہرایا اور اس طرح پر غلاموں کو خاندان کا ایک جزو یا ممبر بنا دیا۔

۴۳۹) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلام کو حق مکاتبہ بخشا، جس کا مطالبہ وہ عدالت میں کر سکتا ہے اور آقا مجبور ہے کہ اسے مقررہ قیمت پر آزاد کرے۔

۴۴۰) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے مکاتبہ غلام کو چندہ دینے کا حکم سب کو دیا، حتیٰ کہ وہ آقا بھی چندہ دے جس کی غلامی سے اسے آزاد ہونا ہے۔

۴۴۱) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے اسلامی سلطنت کی آمدنی صدقات میں سے 1/8 حصہ خزانہ میں غلامی کے مٹانے کے لیے مقرر فرمایا۔ وَفِي الْمِرْقَابِ - [9/التوبہ: 60]

۴۴۲) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے قانون شریعت میں آزادی غلاموں کے لیے مواقع نکالے۔ اس کی تفصیل مسائل طہارت و صوم و حج کے ابواب میں دیکھنی چاہیے۔

۴۴۳) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آقاؤں کو عناق من النار کا ذریعہ آزادی غلام بتایا۔

۴۴۴) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آزاد کو آقا کے برابر حقوق عطا فرما کر آقا کو غلام کا مولیٰ اور غلام کو آقا کا مولیٰ ٹھہرایا۔

۴۴۵) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آزادی غلام کے بعد بھی آقا و غلام میں ایک ایسی نسبت، ایک ایسا علاقہ پیدا کر دیا، جو صرف خون کے رشتہ میں ہوتا ہے۔ یعنی آقا کے لا وارث ہونے پر غلام کو اور غلام کے لا وارث ہونے پر آقا کو اس کا وارث ٹھہرایا۔

۴۴۶) رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلاموں پر حصول قرابت و صہریت اور اخذ امارت و حکومت اور نصب و امامت و ولایت اور اعداء کو عطاء صلح و امام کے حقوق سے مالا مال فرمایا۔

اسلام سے پیشتر غلامی جملہ ممالک میں اور جملہ اقوام میں اور جملہ ادیان میں موجود تھی کیا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے پیشتر کسی نے غلامی کے محور کو زائل کرنے اور غلاموں کو ایسے بلند مناصب تک پہنچانے میں بھی کوئی کارروائی کی؟ یہ ہندوستان ہے جہاں آج تک اچھوت اقوام کی تعداد برہمنوں، کھتریوں اور ویش قوموں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے اور اچھوت ہونے کی بیڑی اور طوق اس طرح ان کا لازمہ جسم و روح ہو گیا ہے کہ سینکڑوں نسلوں، ہزاروں، لاکھوں سالوں کی امتداد مدت بھی ان کو رہائی نہیں دلا سکی، اچھوت قومیں ہندو لاء کے حکم سے معاشرت تمدن، علم اور مذہب کے جملہ حقوق سے قطعاً محروم رکھی گئی ہیں۔ برہمنوں کو شودروں کے مال کا مالک بنا دیا گیا ہے اور کوئی برہمن کسی شودر مقتول کے قتل میں مستوجب قصاص نہیں سمجھا گیا۔

اسلام میں کوئی انسان بھی اچھوت نہیں، سب کی جان و مال کو یکساں حرمت و احترام کے حقوق حاصل ہیں۔ معاشرت اور تمدن میں سب برابر ہیں۔ ہر ایک ادنیٰ شخص سلطنت دنیوی یا امامت دینی تک فائز ہو سکتا ہے۔

ہمارے مضمون طویل ہو رہے ہیں اور کتاب ہذا کا موضوع یہ نہیں کہ ہر ایک مسئلہ کو پورے ربط سے تحریر کیا جائے۔ لہذا اس دلچسپ و دل رہا مضمون کو ہم اس جگہ ختم کرتے ہیں اور آپ سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی خصوصیت ہی نہیں بلکہ یہ بطور اسم اور علم بھی مستعمل ہے اور یہ نام کسی غیر کا تجویز کردہ نہیں۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نہیں۔ کسی شاعر کے تخیل کا نتیجہ نہیں، کسی فدائی کا جوش محبت میں کہا ہوا نہیں، بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کا انکشاف حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ ایک صداقت کا گنجینہ ہے اور

اس گنجینہ کا نشان خود ہادی مطلق نے دیا ہے۔ یہ ایک بشارت ہے جسے قدرت ربانی ہر ایک مخلوق کے کان تک پہنچانا چاہتی ہے۔ یہ ایک نوید ہے جو عالم عالمیان کو ہدیتِ احسانات الہیہ بتاتی ہے۔
خصوصیت نمبر 26

﴿ فَبِهَدَاهُمْ اَقْتَدِهٖ ﴾ [الانعام: 90]

”تو بھی ان سب کی ہدایت کی موافقت کر“

اقتدا کے معنی اصل لغت میں شخص ثانی کا شخص اول سے موافقت کرنا ہے۔

آیت بالا پر جو کوئی شخص بھی سرسری نظر ڈالے گا، وہ سمجھے گا کہ حضور ﷺ کو کسی دوسرے شخص کے مقتدی (پیرو) ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کا فہم اہل اسلام کے اس مسلمہ اعتقاد کے خلاف ہیں کہ حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں۔
لہذا آیت بالا شرح طلب ہے اور شرح معانی کے بعد واضح ہو جائے گا کہ آیت بالا نبی ﷺ کی فضیلت کا ثبوت ہے۔
ناظرین کو آیت ﴿ وَكَذٰلِكَ نُرِي اٰیٰتِنَا لِقَوْمٍ اَعْمٰیۡہِمۡ ﴾ [الانعام: 75] سے غور شروع کرنا چاہیے، اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ (18) انبیاء کا ذکر فرمایا اور اس ذکر ترتیب زمانی یا ترتیب مدارج کو چھوڑ کر ایک اور ترتیب بدیع اختیار کی گئی ہے۔

اول ترتیب اصول نسب

اس صنف میں نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے، کیوں کہ جملہ انبیائے عالم کے انساب انہی پر منتہی ہوتے ہیں اور اکثر اقوام کا انتساب نسلی انہی کی جانب ہے۔

دوم ترتیب ملک و قدرت

اس صنف میں داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ترتیب بلحاظ مراتب صبر و شکر

اس صنف میں ایوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ترتیب بلحاظ معجزات و ظہور آیات

اس صنف میں موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں۔

ترتیب بلحاظ زہد و اعراض عن الدنیا

اس صنف میں زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس علیہم السلام کا ذکر ہوا۔

ترتیب بلحاظ تبلیغ امم

اس صنف میں اسماعیل و یسع و یونس و لوط علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیاء مذکورہ کے مختصر حالات بھی لکھ دیے جائیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: نوح بن مالک بن متوشلح بن خنوخ بن یارو بن مہلل ایل بن قینان بن آئوش بن شیث بن آدم علیہ السلام ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر پانچ سو (500) سال کی تھی جب سام، حام اور یافث ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی عمر کے چھ سو (600) سال بعد دوسرے مہینے کی سترہویں تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس (40) دن تک پانی اوپر سے برستا اور زمین سے ابلتا رہا۔ پھر بڑھتا ہوا اور ڈیڑھ سو (150) دن میں پانی کم ہوا۔ ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ تھی کہ کشتی اراراط کے پہاڑ پر رک گئی۔ (601) میں عمر نوح کے دوسرے مہینے کی ستائیسویں تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی چھوڑ کر زمین پر قدم رکھا۔ (ایک سال 11 یوم کشتی میں رہے۔ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام 350 سال زندہ رہے۔) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش طوفان نوح علیہ السلام سے 5375 سال بعد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

ان کا نسب نامہ حضرت نوح علیہ السلام تک یہ ہے: ابراہیم بن آذر (تاریخ) بن ناحور بن سروج بن رعود بن قانج بن عابر بن شالخ بن آرفکشا دین سام بن نوح علیہ السلام۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا زمانہ 2585 سال پیشتر کا ہے۔ 75 سال کی عمر میں اپنے وطن سے ہجرت فرمائی اور کنعان کے ملک میں پہنچے۔ (کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کا ملک)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ یہ ملک تیری اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر مصر گئے، مصر سے واپس آ کر کنعان میں ٹھہرے، یہاں سے ان کے برادر زادہ لوط علیہ السلام جو ہجرت میں ان کے ساتھ تھے علیحدہ ہوئے اور دریائے پاروں کے پر لے کنارہ پر آباد ہوئے۔ یہ علاقہ شاہ صدوم کا تھا۔ شاہ صدوم پر شاہ عیلام نے مع اپنے تین اتحادیوں کے حملہ کیا اور حضرت لوط کو بھی اسیر کر کے لے گئے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑا لیا اور بہت سامان قیمت حاصل کیا۔ اسی (80) سال کی عمر تھی، جب آپ کے گھر میں اسماعیل علیہ السلام (ازبطن ہاجرہ خاتون جو بادشاہ مصر کی دختر تھیں) پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 سال کی تھی جب فتنہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ خود کیا اور اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ بھی کرایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 100 سال کی تھی جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب ظلیل الرحمن ہے اور لقب عمود عالم اور آدم ثالث، کنیت ابو محمد اور ابوالانبیاء ایک سو پچھتر (175) سال کی عمر تھی جب ”ظلیل الرحمن“ نے انتقال فرمایا۔

خانہ کعبہ اور مناسک حج حضور علیہ السلام کی نبوت کی دائمی یادگار ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو کوئی نبی ہوا، خواہ کسی ملک میں ہوا، وہ انہی ہی کے خاندانہ اور نسل کا تھا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو (100) سال کی تھی، جب ان کے ہاں اسحاق علیہ السلام اڑھن سارہ خاتون علیہم السلام پیدا ہوئے۔ سارہ خاتون علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دادا کی نسل سے ہیں اور اول الاسلام ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر چالیس (40) سال کی تھی جب ان کی شادی رابعہ خاتون سے ہوئی۔ رابعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر حقیقی نخور کی پوتی ہیں۔

رابعہ سے دو توام بچے پیدا ہوئے: عیسو و یعقوب علیہ السلام۔

حضرت اسحاق علیہ السلام نے ایک سو چالیس (140) سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

انہی کا لقب اسرائیل بھی ہے۔ ان کے گھر میں لیاہ بیگم سے چھ فرزند، راحیل خاتون سے دو فرزند، زلفہ لونڈی سے دو فرزند اور باہہ لونڈی سے دو فرزند پیدا ہوئے۔

جب یوسف علیہ السلام نے ان کو مصر میں مع افراد خاندان طلب کیا، تب ان کی عمر ایک سو تیس (130) سال تھی۔ سترہ (17) سال مصر میں قیام کے بعد انہوں نے مصر میں وفات پائی۔ یوسف علیہ السلام ان کا جنازہ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ کھان لائے اور وہ حضرت ابراہیم و اسحاق علیہم السلام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات ق۔ م 1686 سال اندازہ کی گئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

راحیل خاتون کے پہلے بیٹے ہیں، یوسف علیہ السلام کے معنی عربی میں ”مزید“ ہیں۔ ان کی پیدائش کے وقت ماں نے کہا تھا کہ اللہ مجھے اور بھی بیٹا دے گا۔

17 سال کے تھے جب چاہ میں گرائے گئے۔ تین شب چاہ میں رہے۔ چھ سال عزیز مصر کے گھر قیام فرمایا، سات (7) سال زندان میں بسر کیے۔ 30 سال کی عمر میں مصر کے حاکم مطلق باختیارات شاہی مقرر ہوئے۔ 40 سال کی عمر تھی جب یعقوب علیہ السلام سے مصر میں 23 سالہ فراق کے بعد ملاقات ہوئی۔ ہشتاد (80) سالہ فرمانروائی کے بعد 110 سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑپوتے دیکھے۔ ان کی شادی ملک مصر کے شہر ”ہون“ کے کاہن کی دختر مسماۃ آساتھ سے ہوئی تھی۔ ان کے ہر دو فرزند منسی و فراہم اسی خاتون سے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: داؤد بن یسی (یشاہ) بن عوید بن سوئجر بن سلما (سلمون) بن نجسون بن عمداپ بن ارام بن حصرون (حصروم) بن فارس بن یہوداہ بن یعقوب علیہ السلام۔ یہ اپنے باپ کے ساتویں بیٹے تھے۔ چھ بھائی ان سے بڑے تھے۔ ان کی ابتدائے شہرت کا باعث وہ جنگ ہوئی جو فلسطینی اسرائیلیوں سے کر رہے تھے، فلسطینی فوج میں ایک بہادر جویت (جالوت) تھا، جس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا وہ بیتل کی کو داؤد زہرہ اور موزے پہتا کرتا تھا۔ چالیس (40) دن تک وہ میدان جنگ میں نکل کر مبارز طلب کرتا رہا۔ اسرائیلیوں میں سے کسی کا حوصلہ نہ ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے تین بڑے بھائیوں کی (جو شامل جنگ

تھے) خبر لانے کو رزم گاہ میں گئے۔ وہاں انھوں نے سنا کہ ساؤل شاہ بنی اسرائیل نے اس شخص کے قاتل کے لیے اپنی بیٹی کا رشتہ مع دیگر انعامات دینے کا اعلان کیا ہوا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ سے اجازت لے کر جالوت کے مقابلہ کو نکلے۔ انھوں نے فلاخن سے پتھر چلایا اور وہ پتھر اس کی پیشانی کے اندر اتنا گھس گیا کہ پیشانی کے اندر جا چھپا۔ فلسطینی گر پڑا، داؤد علیہ السلام نے اسی کی تلوار اس کی کمر سے نکالی اور اس کا سر کاٹ لیا۔ بعد ازاں حضرت داؤد علیہ السلام ترقی کرتے کرتے سب سالانہ فوج ہو گئے۔ اور پھر بادشاہ کے داماد بن گئے۔ بادشاہ ان کے روز افزوں اقبال سے حسد کرنے لگا اور حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ سے جان بچاتے پھرتے۔ آخر ساؤل بادشاہ نے فلسطینیوں سے ایک مقام پر شکست کھا کر خودکشی کر لی اور اس کے ولی عہد نے بھی خودکشی کر لی۔ تب بنی اسرائیل کے اتفاق سے حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے۔ انھوں نے چالیس (40) سال تک نہایت کامرانی و اقبال کے ساتھ سلطنت کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی ازواج اور حرموں کی تعداد ننانوے (99) تھی۔ ان کے اٹھارہ (18) فرزند اور سترہ (17) لڑکیاں تھیں لیکن وراثت داؤد و صرف سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 1856 سال پہلے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر سترہ (70) سال کی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

بنت سبع دختر انعام کے بلطن سے یروشلم میں پیدا ہوئے، جب کہ داؤد علیہ السلام سلطنت حاصل کر چکے تھے۔ انھوں نے شاہ مصر کی بیٹی سے شادی کی۔

انھوں نے اپنے جلوس کے چوتھے سال کے دوسرے مہینہ میں بیت المقدس کو بنا شروع کیا۔ اصل مسجد ساٹھ (60) ہاتھ طویل ہیں (20) ہاتھ عریض اور تیس (30) ہاتھ بلند تھی اور اس کے ارد گرد بہت مکانات تھے۔ یہ عمارت سات سال میں ختم ہوئی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چالیس (40) سال سلطنت پورے عروج اور اقبال و دولت کے ساتھ کی۔ ان کا عہد بالکل امن کا عہد تھا۔ ان کی بیگمات کی تعداد سات سو اور لونڈیوں کی تعداد تین سو (300) ہے۔

ان کا انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 1546 سال ماقبل ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: ایوب بن آموس، بن رازح بن روم بن عیص (عیسو) بن اسحاق علیہ السلام۔ یہ ارض عوض (ایشیائے کوچک) میں رہتے تھے۔ ان کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

یہ سات ہزار (7000) بھیلوں، تین ہزار (3000) اونٹوں، پانچ سو (500) جوڑی بیلوں اور پانچ سو (500) خرچاچہ (گدھے) کے مالک تھے۔ نوکر چاکر بہت تھے۔ اہل مشرق میں ان جیسا کوئی مالدار نہ تھا۔

جب مصیبت آئی تو ایک دن ایسا ہوا کہ ان کے سب بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر کھانا کھا رہے تھے کہ سخت آنندھی آئی۔ اس نے مکان کی چھت کو اٹھایا اور ان پر گرا دیا۔

اسی وقت ایک دوسرے شخص نے اطلاع دی کہ بیلوں اور گدھوں کو ملک کے سب لوگ لوٹ کر لے گئے، نوکروں کو قتل کر گئے۔ صرف میں بچ رہا ہوں۔

اسی وقت ایک دوسرے نے آ کر اطلاع دی کہ آسمان سے آگ پڑی اور سب بھیڑوں کو اور نوکر و چاکروں کو جلا کر خاک کر گئی۔ اکیلا میں بچ نکلا۔

اسی وقت ایک اور شخص آیا، اس نے بتلایا کہ قوم کسدی کے لوگوں نے تین طرف سے حملہ کیا۔ اونٹوں کو لے گئے اور نوکروں کو تلوار کی دھار سے قتل کیا۔ فقط میں بچ رہا ہوں۔

ایوب علیہ السلام نے سب کچھ سنا اور پھر سجدہ میں گر پڑے۔ کہا میں اپنی ماں کے پیٹ میں سے نکلا پیدا ہوا تھا اور اس کے حضور میں نجاتی پیش ہوں گا۔

بعد ازاں ان کے جسم میں خارش ہوئی، وہ کھجالتے تو وہاں پھوڑے بن جاتے، اسی طرح سارا جسم پک گیا، لیکن اب بھی ان کی زبان سے کوئی خطا کی بات نہ نکلی۔ اس وقت ان کا بستر صرف راکھ کا ہوتا تھا۔

یہ مصیبت چند سال تک رہی۔ آخر حضرت ایوب علیہ السلام کے توبہ و استغفار پر رحمت الہی نے ان پر توجہ کی، وہ تندرست ہو گئے۔ ان کے مال و مویشی کی مقدار پہلے سے دو چند ہو گئی۔

ان کو پھر اللہ تعالیٰ نے سات (7) بیٹے اور سات (7) بیٹیاں عطا فرمائیں۔ انھوں نے اپنی اولاد کی چار (4) پشتیں دیکھیں اور مصیبت کے بعد ایک سو چالیس (140) سال تک دولت و حشمت اور آرام و فراغت میں بسر کر کے انتقال فرمایا۔ ان کا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً اکیس صدی پیشتر کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لادی بن یعقوب علیہ السلام۔ بعض نے عمران (عمرام) کو قاہث کا بیٹا بتلایا ہے۔ درمیان میں یصہر کا نام درج نہیں کیا۔ ان کے حالات قرآن پاک اور تورات میں بہت تفصیل سے ملتے ہیں۔ انھوں نے ایک سو تیس (120) برس کی عمر پائی اور وادی موآب میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔

ان کا زمانہ انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 2022 سال پیشتر کا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ ایک سال بڑے تھے۔ انھوں نے موسیٰ سے تقریباً تین (3) سال پیشتر کوہ حور پر وفات پائی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام

مجموعہ بائبل میں کتاب زکریا شامل ہے، یہ زور بائبل کے ہم عصر ہیں اور مسیح علیہ السلام سے پانچ صدی پیشتر ان کا سب زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی سورہ مریم و آل عمران میں جس زکریا کا ذکر ہے وہ یحییٰ کے والد ہیں۔ ان کے گھر میں مسیح علیہ السلام کی خالہ تھیں۔ مسیح کا اصطلاح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا۔ اس لیے وہ زکریا نہیں ہو سکتے، جن کا ذکر بائبل میں ہے۔ ہر دو بزرگواروں میں صرف

وحدت اکی پائی جاتی ہے۔

ذکر یحییٰ علیہ السلام جن کا مذکور قرآن حکیم میں ہے۔ بیت المقدس کے امام و متولی تھے اور مریم صدیقہ علیہا السلام کے کفیل و مربی ان کا اور ان کے فرزند کی پیدائش کا واقعہ انجیل لوقا کے باب اول میں مذکور ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

ان کو بائبل میں یوحنا پتیس دینے والا لکھا جاتا ہے۔ حضرت ذکر یحییٰ علیہ السلام کے بیٹے ہیں، انہی کی پیدائش کا ذکر سورہ آل عمران و سورہ مریم میں ہے۔ ان کا نام بھی منجانب اللہ رکھا گیا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد بیابان ہی میں رہے۔ جنگلی شہد اور ٹڈ کو خوراک بنا رکھا تھا۔ بیابان میں وعظ و تذکرہ کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ تو بہ لینے کے وقت تاب کو پانی میں غسل دلا یا کرتا تھے۔ پتیسہ کی رسم نہیں سے جاری ہوئی۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے مگر انھوں نے مسیح علیہ السلام سے چھ سال پیشتر تبلیغ شروع کر دی تھی۔

ان کے وقت میں جو تھائی ملک کا حاکم ہیرودیس رومی تھا اور اس کے ناجائز تعلقات اپنے بھائی فیلیوس کی بیوی سے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حاکم کے افعال پر نکلت چینی کرتے تھے۔ حاکم نے ان کو قید کر دیا تھا۔

حاکم کی بھانجی کا نام ہیرودیاں تھا۔ وہ ہمیشہ حاکم کو یوحنا کے خلاف بھڑکایا کرتی تھی مگر حاکم اس کی بات نہ سنتا تھا۔ اسے میں ہیرودیاں کی سالگرہ کا دن آیا۔ مسماہ ہیرودیاں کی لڑکی اپنے چچا کے سامنے خوب ناچی گائی اور حاکم نے قسم کھائی کہ جو کچھ وہ مانگے اسے وہی کچھ دیا جائے گا۔

لڑکی نے اپنی ماں کی سکھلاوٹ پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا۔ حاکم نے جلا دیکھ کر دیا اور اسی وقت ان کو نیل میں جا کر قتل کیا اور ان کا سر لڑکی کے حوالے کیا گیا، جسے اس نے اپنی ماں کی خدمت میں تحفہ پیش کر دیا۔

یہ واقعہ 30ء یعنی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے 541 سال پہلے کا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام عبرانی میں یسوع ہے۔ ان کے خاندان کے افراد کے نام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خانوادہ عالی کے افراد کے مطابق تھے۔ ان کا نام یسوع تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اول یوشع بن نون علیہ السلام کی یادگار میں رکھا گیا تھا۔ ان کی والدہ کا نام مریم علیہا السلام تھا جو خواہر موسیٰ علیہ السلام کا نام تھا۔ ان کے ماموں کا نام ہارون تھا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی کا نام تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نانا کا نام عمران تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے والد کا بھی یہی نام تھا۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب مریم صدیقہ علیہا السلام اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں۔ تب ان کی والدہ نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے پیٹ کے پھل کو مخر، آزاد، یا تدبیر یا بیت المقدس کی خدمت کے لیے مخصوص بنائے گی۔

لیکن جب لڑکی (مریم علیہا السلام) پیدا ہوئی تو وہ حیران رہ گئی کیوں کہ لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول نہیں کیا جاتا تھا، لیکن وہ نیک خاتون اپنی نیت اور نذر کے مطابق مریم علیہا السلام کو بیت المقدس میں لے گئی اور یروشلم کے اراکین نے فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کو خدمت کے لیے لے لیا جائے۔ حضرت ذکر یحییٰ علیہ السلام کو ان کا متکفل بنایا گیا۔

پھر جب مریم علیہا السلام جوان ہوئیں، تب فرشتہ نے ان کے سامنے آ کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بشارت سنائی کہ ان کے پیٹ میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ اگرچہ ان کو کسی مرد نے نہیں چھوا۔ بشارت کے مطابق مولود پیدا ہوا تو بشارت ہی کے موافق ان کا نام (عیسیٰ علیہ السلام) یسوع رکھا گیا۔ انھوں نے طفولیت مصر میں بسر کی اور میں (30) سال کی عمر تک یہودیوں کی حالت پر غور کرنے کے بعد انھوں نے اپنی نبوت کی تبلیغ شروع کی۔ تبلیغ میں اتنے سرگرم تھے کہ ایک رات سے زائد ایک مقام قیام نہ فرماتے تھے۔ انھوں نے فلسطین میں بنی اسرائیل کی ہر ایک بستی میں اپنی آواز کو پہنچایا۔ تین سال بعد ان کو رفع الی السماء حاصل ہوا۔ اس عرصہ میں ان کو صرف بارہ (12) شاگرد ملے جن میں سے ایک نعدار نکلا۔ کتاب الاعمال کے مصنف لوقا کا خیال ہے کہ کل 124 تعداد ایسے اشخاص کی مل جاتی ہے جو ان کے معتقد تھے۔

آج تحریر مضمون ہذا کے وقت 11 ستمبر 1929 سال عیسوی کی تاریخ ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ عیسوی ولادت مسیح علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے، لیکن اب تخصص و تحقیق سے ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام کی ولادت اسی سنہ سے چار سال پیشتر تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کے علمی مباحث ہماری کتب ”فائیت المرام“ و ”تائید اسلام“ میں ملاحظہ طلب ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت اوریس کا دوسرا نام الیاس علیہ السلام بھی ہے مگر اس آیت میں ان سے وہ مراد نہیں کیوں کہ اس آیت میں ذریت نوح کا ذکر ہے اور اوریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے: الیاس بن زبنا بن فحاص بن عمیراء بن ہارون۔ لہذا ان کا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 19 صدی پیشتر کا ہے۔ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ الیاس ابھی زندہ ہیں مگر ان کی حیات کی بابت کوئی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ لہذا یہ خیال محض بے بنیاد ہے۔

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام

سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ سیدہ ہاجرہ خاتون علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔ فلسطین ان کا مولد اور مکہ ان کا دارالہجرت اور مصر ان کا تھیالی ہے۔ حجاز و یمن و حضرموت ان کا رقبہ تبلیغ تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد بزرگوار کے کہیم کار تھے (ذبیح اللہ کے گھر کے محافظ) ان کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 2240 سال پیشتر ہے۔ مصری، ہابلی، فلاسٹینی، عربی زبان کے ماہر کامل تھے۔ ان کی ایک شادی مصر میں اور ایک شادی عرب میں ہوئی۔

اولاد عرب شہزادی سے ہوئی۔ بارہ (12) بیٹے ہوئے۔ ہر ایک اپنے اپنے قبیلہ کا سردار اور جداگانہ علاقہ کا حکمران تھا۔ ان کی دختر کی شادی حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند کھاں عیسو سے ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردار قیدار فرزند دوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ جن کا نام بائبل میں بکثرت آتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام برکات الہی میں برابر ہیں تاہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چند فضائل حاصل ہیں:

- ① یہ بیت الحرام کے بانی اور محافظ ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کسی بیت الحرام کے بانی و محافظ نہ تھے۔
- ② یہ ذبیح اللہ ہیں، گو مسلمانوں اور اہل کتاب میں یہ مسئلہ مختلف فیر ہا ہے مگر آقا و قدیر کی شہادت انہی کے حق میں ہے۔

3 یہ وہ فرزند ہیں کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے عہد باندھا۔ یہ اسی روز عہد میں شامل ہوئے۔ اخلق علیہ السلام ہنوز پیدا بھی نہ ہوئے تھے، لہذا عہد کے فرزند یہی ہیں (کتاب پیدائش 17 باب)

4 ان کا رقبہ نبوت بہت وسیع تھا اور انھوں نے اپنی تبلیغ کو عرب العرباء کے سب خاندانوں تک پہنچا دیا تھا، لیکن حضرت اخلق علیہ السلام کے رقبہ تبلیغ کے متعلق ہم کو ایسی معلومات اسرائیلی روایات یا اسلامی روایات میں کچھ نہیں دستیاب ہوئی ہیں۔ قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ ان کا رقبہ تبلیغ بہت محدود تھا۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

حضرت الیسع علیہ السلام

میں سمجھتا ہوں کہ الیسع علیہ السلام سے مراد یسعیاہ ہوں گے جن کی کتاب مجموعہ بائبل میں موجود ہے اور بہت سی پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔ ان کا زمانہ شاہان لوعز و یوتام کے برابر ہے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ 1320 سال پہلے ہوئے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام

ان کا ذکر قرآن مجید کی سورہ صافات و انعام و نساء میں بھی ہے اور ایک سورت بھی ان کے نام سے نامزد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عداس نیلوزی کے سامنے ان کو یونس بن متی فرما کر اپنا بھائی فرمایا تھا۔ انہی کو سورہ ہج میں صاحب الحوت بھی فرمایا گیا ہے۔ ان کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے، سفر و ہجرت کے رفیق۔ مصر سے واپس آنے کے بعد یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے علیحدہ ہو کر آزر و یارڈان دریا پر رہتے تھے اور یہی علاقہ ان کی تبلیغ کے لیے تھا۔ ناپاک اور نافرمان قوم نے نبی اللہ کی تحقیر کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹ دیا اور ان پر آسمان سے پتھر اڑا کیا گیا۔

ہاں آیت بالا پر غور کرو۔

اصول نسب کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف خاص حاصل ہے کہ قیامت کے دن جملہ حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتساب باقی رہے گا۔

اصول حکمت کی بنیاد پر غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عرب کو پنچاغیار سے چھڑایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عرب کو فرمان فرمائی پر پہنچایا۔ آیت بالا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم کی صفات عالیہ اپنے اندر جمع کر لینے کا حکم ہے۔ کیوں کہ موافقت اخلاقی اسی طریق سے حاصل ہو سکتی ہے۔

گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حسب و نسب میں خود صاحب عمود عالم ہونا چاہیے اور لوگوں کو نوح و ابراہیم اور اخلق و یعقوب صلی اللہ علیہم وسلم کی جانب انتساب سے مستغنی کر دینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے کہ داؤد کی طرح عرب کے قبائل متعددہ اور شعوب مختلفہ کو متحد بنا دیں تاکہ وہ سب مل کر قوم واحد بلکہ شخص واحد کی شان پیدا کر لیں۔ هُمْ يَدُّ وَاٰحَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاهُمْ اور کے مصداق بن جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلیمان علیہ السلام کی طرح امن صلح استوار سے ملک کو سرسبز و شاداب بنا دینا چاہیے۔ نیز عبادت الہی کے لیے ایک ایسا معبد تیار کر دینا چاہیے جو تقدیس میں بیت المقدس سے بڑھ کر اور اعداء کی دست برد سے بالاتر ہو۔

نبی ﷺ کو صبر ایوبی کا وہ نمونہ دکھلانا چاہیے کہ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ تَوَقَّعْ خَاصِ حَضْرٍ ﷺ کے صادر ہو جائے۔ اور غفویوسف علیہ السلام کا نمونہ بعید ترین اعداء اور سنگین ترین اشقیاء کو بھی ایسا دکھلانا چاہیے کہ ان کے کینہ اور غل کا پورا پورا درمان ہو جائے اور آئندہ کے لیے ان کے دل حضور ﷺ کی محبت اور ذوق اطاعت سے پر نور ہو جائیں۔

نبی ﷺ کا کام تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہین صادقہ اور آیات باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں کی اصلاح فرماتے اور سحر کاران ماہرین پر باب نجات کھول دیتے۔ حضور ﷺ کا کام تھا کہ ایک آفتاب سرشت کی جگہ نور آگین شریعت سے اتمام فرمادیتے۔ حضور ﷺ کی شان ہے کہ ہارون علیہ السلام کی طرح منبر کو اپنے خطاب اور محراب کو اپنی امامت سے سر بلند فرمایا۔ بے جانوں میں جان ڈالی اور سوکھی ہوئی نخلوں کو دردمحبت کا شناسا بنا دیا۔

نبی ﷺ ہی کا کام ہے کہ زکریا علیہ السلام کی طرح دنیا کو دعا کی طاقت سے باخبر فرمایا اور مزید آداب دعا و اوقات دعا و الفاظ دعا اور مراتب دعا سے اپنی امت کو حقیقت شناس بنا دیا۔

نبی ﷺ ہی ہیں کہ جنگلی شہد اور بیابانی بلخ پر گزران کرنے والے یحییٰ علیہ السلام کی طرح خشک کھجوروں اور آب مقطر کو اپنی اور اپنے اہل بیت کی مستقل غذا قرار دیا۔ اہل و عیال والے نبی ﷺ کے گھر میں بھی مہینوں تک چولہا روشن نہ ہوا۔

الیاس علیہ السلام خشک لہیوں اور بیابان نوردوں کو سیراب کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ ہی ہیں کہ سنگلاخ زمینوں پر معرفت کے چشمے بہا دیئے اور ہر ایک تشناب کے سامنے جام کوثر لے کر خود آگے بڑھتے۔

اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی عمارت کو مکمل کیا۔ حضور ﷺ نے کعبہ کو قبلہ بنا کر جن و انس و ملائکہ کا مرکز عبادت اور مسطر عبادت قرار دیا۔

یونس علیہ السلام تین (3) دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور نبی ﷺ تین شبانہ روز غار کے پیٹ میں سکون پذیر ہوئے۔ یونس علیہ السلام کی زبان پر استغفار تھا اور حضور ﷺ کی زبان معیت الہی کے عرفان سے گہر بر تھی۔

لوط علیہ السلام کے مواعظ تحریم خباث پر مشتمل تھے۔ نبی ﷺ نے بھی اس بارہ میں سعی بلیغ اور کوشش کامل فرمائی۔ مقدمات زنا کو بھی حرام ٹھہرایا اور ان اسباب و ذرائع کو بھی جو فسق و فحاشی پہنچانے والے ہیں داخل محرمات کیا۔ حتیٰ کہ امت کے سامنے تقویٰ کا وہ بلند ترین مقام رکھ دیا کہ ہر ایک بندہ رحمن امام المستقین بنتے تک اپنی ہمت و ارادہ اور عزم اور سعی کو ترقی دے سکے۔

قارئین جب دیکھیں گے کہ آیت زیر عنوان نبی ﷺ کو ان جملہ صفات عالیہ کا جامع بتلا رہی ہے تو انھیں یوشوق تام اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ مقام جامع بھی نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم

خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ

صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُورًا فَأَيْسَّرَ جَلِي مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهُ الصَّلَاةَ فَلْيَصِلْ وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يَبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيُبْعَثُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً. [1]

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ ① ابھی ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن پر میرا "رعب طاری ہو جاتا ہے۔ ② ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ③ غنیمت کا مال میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔ ④ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ ⑤ پہلے نبی اپنی قوم کے لیے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لیے نبی ہو کر آیا ہوں۔"

صحیح مسلم کی روایت میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ہے فَصَلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتِّ [2] فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث میں ① أُعْطِيتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ [3] اور ② جِيءَ لِي النَّبِيُّونَ [6] پر ہیں۔ ③ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ [3] اور ④ أُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ [4] پر ⑤ جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُورًا [5] پر اُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَمَا فَهِيَ [5]۔

صحیحین کی ایک متفق علیہ روایت عن ابی ہریرۃ میں جو امع الکلم اور نصرت بالرعب کے بعد خزائن الارض کی مفاتیح کا خواب میں حضور ﷺ کے سامنے رکھا جانا بیان ہوا ہے۔

جملہ روایات پر اجماعی غور کرنے سے آٹھ امور حاصل ہو جاتے ہیں۔

- ① نصرت بالرعب ② روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا ③ حلت غنائم ④ عطاءئے منصب شفاعت ⑤ بعثت عامہ ⑥ عطیہ جو امع الکلم ⑦ ختم نبوت ⑧ خزائن الارض کی کلید ہا کا حضور ﷺ کے سامنے خواب میں رکھا جانا۔ لہذا ہر ایک کے متعلق مختصر گزارش کیا جائے گا۔

① نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ

نبی ﷺ کے 23 سال عہد نبوت پر نظر غائر ڈالو۔ سرور عالم ﷺ تبلیغ و دعوت کے لیے شہر مکہ کے اندر اور آہادی مکہ سے باہر یکہ و تجارتات ہو یا اون تن تھا تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر کسی شخص کو حضور ﷺ پر جاں ستاں حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ منڈیوں اور میلوں میں جہاں ہزار ہا اشخاص اور پچاسوں مختلف قبائل کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ جاتے اور کلمہ توحید کا اعلان فرماتے۔ دیوتا دیوی کے ماننے والوں میں سے کوئی بھی حضور ﷺ پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔

مکہ سے دور دراز قبائل میں جو خشونت اخلاق اور خون ریزی و بے باکی میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ حضور ﷺ نے تبلیغ کے

[1] بخاری: 335، مسلم: 1163، نسائی: 735، 430 [2] مسلم: 1167، ترمذی: 1553، کنز العمال: 31932، ماہین ہجری: 567، اصح: 412/2، مجمع الزوائد: 269/8

لیے متعدد چکر لگائے۔ اس سفر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی بھی حضور ﷺ کے ہمراہ نہ ہوتا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی ان قبائل کو کچھ تعارف نہ تھا۔ حضور ﷺ ہر جگہ دعوت فرماتے، ہر ایک پر حجت الہیہ ختم کرتے اور کوئی بھی حضور ﷺ کے سامنے برسر پیکار نہ آتا۔ آغاز سفر ہجرت سے تین روز پہلے ایک ایک قبیلہ کا بہادر دشمنوں نے جمع کر لیا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا، لیکن ہر ایک کے دل پر کتنا رعب تھا کہ تختے توڑ کر اندر داخل ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ ساری رات اس انتظار میں پوری کروی کہ حضور ﷺ خود ہی باہر تشریف لائیں تو یہ حملہ کریں۔ جب حضور ﷺ تنہا باہر بھی نکلے تو شہادت الوجوہ لا یبصرون ﴿۱﴾ کے کلام سے ان کو غصہ بھی دلایا اور مٹھی بھر خاک اٹھا کر ان کے سروں پر بھی پھینک دی۔ ہاں ہمہ کسی نے سر نہ اٹھایا اور حضور ﷺ کے چہرہ تاباں کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے سکا۔

طائف کا حکمران اور تمام باشندے حضور ﷺ کے خلاف ہیں مگر ان کی سنگ باریا اور شرارت صرف اسی حد تک محدود ہے کہ حضور ﷺ کی تقریر نہ ہو سکے۔ آخر وہی اہل طائف ہیں اور وہی ان کا حکمران ابن عبد یلیل کہ خود مدینہ میں حاضر ہوتے اور داخل اسلام ہو جاتے ہیں۔

نصرت بالرب کی مثالیں اس زمانہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حالات سے بھی ہو رہی ہیں۔ یمن سلطنت ایران کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اور کسی جنگ کے بغیر مطیع اسلام ہو جاتا ہے۔ مگر یمن کی سلطنت ایران یمن کی طرف منہ بھی نہیں کرتی۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کا رعب ان کے دل و دماغ پر مستولی تھا۔ شمالی عرب سلطنت روم کے اقتدار سے نکل جاتا ہے اور روم کا شہنشاہ فراہمی افواج اور حملہ آوری کا حکم بھی جاری کر دیتا ہے اور اسی کی مدافعت کے لیے حضور ﷺ عرب کی سرحد تک تشریف لے جاتے ہیں مگر ایک مہینہ کی راہ پر (یروشلیم میں) بیٹھے ہوئے ایچہر کا دل خوف سے بھر جاتا ہے اور سابقہ احکام جنگ کو منسوخ کر کے دم بخود ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

عرب کی قدیم ترین سلطنتیں حیرہ و غسان قائم ہیں۔ انہی کے دربار کے شعراء خاص حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کعب انصاری رضی اللہ عنہ تاج پوش بادشاہوں کو چھوڑ کر بوریا نشین رسول ﷺ کے آستان پر حاضر ہو گئے ہیں مگر ان سلطنتوں میں سے کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا کہ اپنے شعراء خاص کو واپس لینے کے لیے ہی اظہار طاعت کریں اور دربار عالی کے خدام تک کوئی دھمکی سے ملا ہوا فقرہ بھی پہنچائیں۔ ذی ظلم، ذی یزین کی حکومتیں یمن کی جانب اور مکہ سے متصل قائم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حکومت کے پاس باقاعدہ فوج بھی موجود ہے اور خزانے بھی معمور ہیں۔ وہ گھر بیٹھے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگے ہیں۔ عدوان و سرکشی کا خیال تک بھی ان کے دماغ میں نہیں آتا۔

ذوالکلاع حمیری اپنے گھر میں بیٹھا چندہ ہزار (15000) غلاموں سے سجدہ کروانا اور خدا کہلاتا ہے لیکن ایسے رسول ﷺ سے وہ بھی دل ہی دل میں ڈر رہا ہے۔ جس نے کئی ایسے دعاوی فرعونیت کو غرقاب کر دیا ہے۔ عِبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ کہلانے کا رعب مسجود و معبود بننے والے کو مغلوب کیے ہوئے ہے۔

نبی ﷺ کی یہ صفت خاص نزدیک و دور ہر جگہ گستر تھی۔ امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فقرہ مَن رَاہُ بِدِيْہَةِہَا بِہٖ ﴿۲﴾

جو کوئی حضور ﷺ کے سامنے یکا یک آجاتا وہ دہشت زدہ ہو جاتا۔

یہ وہ نصرت الہیہ تھی جو رع ب بن کر حضور ﷺ کی شمت و عظمت کو دوبا لاکر رہی تھی۔

و صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و بارک وسلم۔

۱۲) روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا

یہود اپنے کنیر اور عیسائی اپنے کلیسا کے بغیر نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ مجوسی بھی پاک آگ کے آتش کدہ کے بغیر سرگرم عبادت نہ ہوا کرتے تھے۔ ہنود کا یہی حال مندروں کے متعلق تھا۔

مسلمانوں کی نماز نہ محراب عبادت کی محتاج اور نہ کسی نبی ہادی کی قبول تو بہ کی ان کو حاجت ہے۔ ان کا گرمایا ہوا دل اور روشن آنکھیں آگ کی حرارت اور ضیا سے بے نیاز ہیں۔ اس لیے روئے زمین کا ہر ایک بقعہ اور ایک ایک قطعہ ان کی سجدہ ریزی کے لیے موزوں ہے۔ ان پر ﴿يَذُكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ [آل عمران: 191] کھڑے، بیٹھے، اور لیٹے لیٹے ذکر کی حالت طاری ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو حضور ﷺ کی مسجد بنا دیا۔

زہار کہ بیرون ردم از سجدہ گم خویش

آنجا کہ خداہست مرا سجدہ رواہست

یہ شرف اسی حقائق شناس کو ملا جس کی نگاہ میں کائنات کا پتہ پتہ توحید کے ترنم میں ہے۔ جس کے سامنے ریگستان کا ذرہ ذرہ انوار قدسی کا آئینہ دار ہے۔ جسے ہر شے مظہر جمال لم یزنی اور مرآۃ جلال قدسی نظر آتی ہے۔ جس کے کانوں میں پتھروں کی تسبیح اور سبزہ کی تمغید ہر وقت گونج رہی ہے۔ جسے آسمان و زمین کی فضا، نعرہ بکبیر و زمزمہ تہلیل سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اسی لیے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی۔

طہور سے مراد وضو ہے۔ اطراف بدن کا ہدایت شرعی کے مطابق پانی سے دھونا وضو کہلاتا ہے۔ وضو نماز کے لیے شرط ہے، مگر نماز کا ترک کسی حالت میں روا نہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ شرط کے نہ ہونے سے مشروط بھی مفقود ہو جانا چاہیے اور جہاں وضو کے لیے پانی میسر نہ ہو وہاں نماز بھی معاف ہو جانی چاہیے۔

لیکن کیا نماز ان لوگوں پر معاف ہو جاتی ہے جو گھاس کے پتے پتے سے وحدہ لا شریک لہ سننے والے اور درخت کے پتے پتے کو دفتر معرفت جاننے والے ہیں۔

ضروری تھا کہ انسان حصول طہارت کے لیے کوئی دوسری تدابیر اختیار کرتا، انسان مٹی ہی سے بنا ہے، مٹی ہی اس کی اصل ہے اور مٹی ہی اس کو بن جانا ہے۔ مٹی ہی مخلوقات کا گوارہ ہے اور مٹی ہی سے کائنات ارضی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے۔ اس لیے اس مٹی ہی کو طہور بھی بنا دیا گیا۔

ہندوؤں میں سندھیا کے لیے ہون ضروری ہے اور ہون کے لیے 30 چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں سے ایک گھی بھی ہے۔ گھی کے سولہ (16) تہچے آگ میں ڈالنے ضروری ہیں۔ ہر ایک چھچھ 6 ماش کا ضرور ہو۔ (ستیا رتھ پرکاش)

سندھیا کے لیے ہون کی شرط نے ہون کے لیے چھبیس (26) چیزوں کی موجودگی کی شرط نے ہندو قوم کے افراد کو سندھیا سے

محروم کر دیا ہے۔

مٹی کہاں نہیں مل سکتی؟ جہاں پانی نہ ہوگا، وہاں پر مٹی تو ضرور مل جائے گی۔ خاک آلود ہاتھوں کا چہرے پر پھر لینا اس عجز و تفرر کو ہی ظاہر کرتا ہے، جس نے طہور تراب پر ایماندار کو مجبور کیا۔

الغرض یہ خصوصیت نبی ﷺ ہی کی ہے کہ حضور ﷺ نے تراب روئے زمین کو ہمارے لیے طہور بنا دیا اور حضوری بارگاہ ربانی سے کسی حالت میں بھی دور و مجبور نہ ہونے دیا۔

﴿حلت مغانم﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی فتوحات میں جس قدر مغانم حاصل ہوتے تھے ان کو نذر آتش کر دیا جاتا تھا تو رات میں جانوروں تک کو جلادینے اور بستیوں میں آگ لگا دینے کا ذکر ملتا ہے۔

نبی ﷺ کے غزوات میں سب سے پہلے غزوہ بدر میں غنیمت حاصل ہوئی۔ مال غنیمت جمع بھی ہوا اور تقسیم بھی کیا گیا۔ لیکن پھر بھی لشکر میں ایسے لوگ موجود تھے جو شریعت موسوی کی نظیر پر مال غنیمت کا لینا خطرناک امر سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہی کے اطمینان کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿لَوْ لَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا وَلَا ظَلَمًا﴾

”اگر اللہ کی طرف سے پہلے کتاب میں ایسا نہ ہوتا جب جو کچھ تم نے وصول کیا ہے اس کے لیے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ اب

تم غنیمت کو حلال طیب سمجھو اور کھاؤ۔“ [النساء: 68-69]

دوسری جگہ ہے:-

﴿وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً

لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ [الفتح: 20-21]

”اللہ نے تم سے مغانم کثیرہ کا وعدہ کیا جن کو تم حاصل کرو گے لہذا یہ تو تم کو جلد ہی دے دی (خیر) اور دشمنوں کے

ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تاکہ مؤمنین کے لیے یہ ایک نشان ہو اور تم کو اللہ صراط مستقیم پر چلائے گا اور بھی مغانم بہت

ہیں تم کو ان پر قدرت نہیں مگر اللہ نے ان پر احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہر شے پر قدرت والا ہے۔“

یہ مغانم کثیرہ ہی ہیں جو سلطنت ہائے ایران اور روم پر فتوحات حاصل کرنے پر مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔ چونکہ یہ وعدہ مؤمنین کو مخاطب فرما کر کیا گیا تھا اس لیے اس وعدہ کا ایسا بھی خلافت راشدہ کے وقت میں ہوا۔ جب کہ سرور کائنات ﷺ عالم بقا کو سدھار گئے تھے۔

واضح ہو کہ یہ ایک وعدہ نہ تھا بلکہ مؤمنین سے تین وعدے کیے گئے تھے۔ دوسرا وعدہ یہ تھا کہ دشمن کے ہاتھ تم سے کوتاہ رہیں

گے۔ اس وعدہ کے مطابق خلافت راشدہ کے وقت میں کوئی دشمن اسلامی فوجوں پر غالب نہیں آ سکا تھا۔

﴿يَا شَاهِدَةُ سوره نساء کی آیت﴾ ﴿لَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ﴾ [النساء: 94] کی طرف ہے۔

تیسرا وعدہ برائیت صراط مستقیم کا تھا اور وہ بھی اپنی ظاہری و باطنی برکات کے ساتھ اسی طرح پورا ہوا جس طرح پہلے دو وعدے۔ اس آیت سے مجاہدین عہد خلافت راشدہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

﴿عطاءئے منصب شفاعت﴾

﴿۱﴾ شفاعت شفع سے ہے۔ شفع کے معنی ہیں ایک شے کو دوسری شے کے برابر جو اس کی جنس سے ہو، شامل کر دینا۔ اکثر اوقات کسی اعلیٰ مرتبت شخص کو کسی ادنیٰ کے ساتھ مل کر کوئی کام سرانجام دینے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ مسئلہ شفاعت کفار عرب میں بھی مسلم تھا اور یہود و عیسائیوں میں بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔ کفار اور عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ شفع اپنی عزت و وقار اور ذاتی اقتدار و اختیار سے جسے چاہے اسے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ شفع ان سب کو جو اسی کے ہو کر رہیں، نعمائے اخروی و دنیوی عطا فرما سکتا ہے۔ ان عقیدہ والوں کو اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت کا انکار نہ تھا، لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ الہی اقتدار ان اشخاص کو بھی حاصل ہے جو ان کے شفع ہیں۔ لہذا شفع کی عبادت کرنا اللہ کی عبادت سے مستغنی کر دیتا ہے۔ شفع کی رضامندی اللہ کی رضامندی سے مقدم تر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر غضب ناک بھی ہو اور اس کا شفع راضی ہو تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچالے گا۔ لیکن اگر شفع غضب ناک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شفع کو بندہ پر مہربان نہ کر سکے گا۔ اسی عقیدہ کو کسی بے دین و مشرک پنجابی شاعر نے اپنے شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

ہر روٹھے تپ تھوڑ ہے، گورو روٹھے نہیں تھوڑ
ہر روٹھے گورو میل سی، گورو روٹھے ہر ناہ

خدا روٹھ جائے تب پناہ کی جگہ باقی رہتی ہے مگر مرشد کے روٹھ جانے سے کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی۔ خدا روٹھ جائے گا تب مرشد ملاوے گا، لیکن اگر مرشد روٹھ جائے تب خدا نہیں ملا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸]

”یہ لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ فائدہ کر سکتے ہیں یہ لوگ کہا کرتے ہیں

کہ یہ تو ہماری شفاعت کرنے والے ہیں، اللہ کے پاس۔“

انہی لوگوں کے حق میں دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ [الزمر: ۳]

”جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ

ہم کو اللہ کے قرب میں لے جائیں گے۔“

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا شفع بناتے ہیں اور پھر اسی کو اپنا خداوند (مثل) خدا کہتے ہیں۔ اسی کو دعا اور مناجاتوں میں

پکارتے، اسی سے مرادیں مانگتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر اس کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے، جو کوئی اسے پکارتا ہے اس

سے مدد مانگتا ہے، اسے اپنا کارساز جانتا ہے، اس کو سچ خود ہی اپنے باپ خدا سے بچا لیتا ہے اور بخشوا لیتا ہے۔

قرآن مجید نے اول تو کافروں اور عیسائیوں وغیرہ کے اس عقیدہ کا بطلان فرمایا ہے اور اس کے رد و بطلان کے لیے مختلف اسلوب کے ساتھ کلام الہی نازل ہوا اور پھر شفاعت کبریٰ کا اثبات فرمایا اور اس اثبات کو دو اصول پر منحصر رکھا۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرہ: 255]

”کون ہے وہ ایسا جو اللہ کے پاس اس کے اذن کے بغیر شفاعت کر سکے؟“

نیز فرمایا:

﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ﴾ [التباہ: 38]

”اس دن سب فرشتے اور جبریل صاف باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا مگر وہی ایک جس کو اذن ملے گا۔“
اصول اولین سے ثابت ہوا کہ اذن الہی کا قبل از شفاعت حاصل ہونا ضروری ہے۔

﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾ [التباہ: 38] وہ شفیع ٹھیک ٹھیک بات کہے گا۔

یہ اصول دوم ہے کہ شفیع نہایت صادق، راست باز، پوری پوری بات کہنے والا ہوگا۔
آیت مَنْ أَذِنَ لَهُ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شفیع صرف ایک ہوگا۔

ہمارا ایمان ہے اور یہ ایمان قرآن وحدیث کے اخبار پر مبنی ہے کہ وہ شفیع سیدنا مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ [بنی اسرائیل: 79]

”تیرا رب تجھے مقام محمود پر ضرور کھڑا کرے گا۔“

مقام محمود ہی وہ مقام شفاعت ہے کہ جب نبی ﷺ اس مقام پر ایستادہ ہوں گے تو جملہ اولین و آخرین حضور ﷺ کی تعریف کریں گے (تفسیر خازن) اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث صحیح موجود ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تفسیر میں بروایت انس رضی اللہ عنہ درج فرمایا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا، تب ان کے دل میں یہ بات ڈالی جائے گی کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی کو شفاعت کے لیے پیش کریں (تو خوب ہے) تا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس جگہ سے نجات دے۔ تب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ پھر جنت میں ٹھہرایا، پھر فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء کی تعلیم آپ کو دی۔ لہذا آپ ہماری شفاعت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں سے نجات (راحت) دے۔ وہ کہیں گے: نہیں، میں نہیں کر سکتا۔ پھر وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کر کے کہیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں۔ تب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ نوح علیہ السلام کہیں گے: نہیں، میں نہیں۔ وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کریں گے اور فرمائیں گے، تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ وہ کہیں گے: نہیں، میں نہیں۔ وہ بھی اپنی خطا کو یاد کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کریں گے۔ کہیں گے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی کی اور انھیں تورات بھی دی۔ وہ کہیں گے: نہیں، میں نہیں۔ وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور حیا کا۔ پھر کہیں گے کہ عیسیٰ روح

اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے: میں نہیں۔ تم محمد علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اگلا پچھلا سب کچھ معاف کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ میرے پاس آئیں گے اور تب میں اپنے رب سے اذن حاصل کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائے گا۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھائے گا وہ جو کچھ چاہے گا میری زبان سے کہلائے گا۔

تَبِ اللَّهُ تَعَالَى فَرَمَائے گا: يَا مُحَمَّدُ اِرْذُقْ رَأْسَكَ - قُلْ نُسَمِعُ ، سَلْ تُعْطَ ، اِشْفَعْ تُشْفَعُ۔

”اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ۔ بولو، تمہاری سنی جائے گی۔ مانگو تم کو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔“
رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سر اٹھاؤں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔ وہ تمہیں مجھے اللہ تعالیٰ ہی سکھلا دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ پھر میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں اتنے لوگوں کو آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔^[1]

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں کہہ دوں گا: اے رب اب تو آگ میں وہی رہ گیا ہے جس کو قرآن نے روک رکھا ہے۔ یعنی وہی جس پر غلوط واجب ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے پھر یہ آیت ﴿عَسَىٰ اَنْ يَّتَعَلَّكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ [بنی اسرائیل: 79] پڑھی اور فرمایا کہ مقام محمود جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی سے کیا ہے، وہ یہی مقام ہے۔^[2]

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ منصب شفاعت بالخصوص نبی ﷺ ہی کو عطا ہوا آدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ ﷺ بھی شفاعت کی جرات نہ کریں گے اور بالآخر سب کے نزدیک حضور ﷺ ہی اس منصب علیا اور شفاعت کبریٰ کے اہل ثابت ہوں گے۔
لوگوں کا حضور ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء اولوالعزم ﷺ کی خدمت میں جانے سے یہ نکتہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی شخص کو یہ شبہ باقی نہ رہے کہ اگر ہم سرور عالم ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے پاس جاتے تو ممکن تھا کہ وہ بھی شفاعت کر ہی دیتے۔ اب جب ہر جگہ صاف جواب مل جائے گا تو سب کو یہ یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ منصب شفاعت میں کوئی نبی، کوئی مرسل، کوئی اولوالعزم بھی حضور ﷺ کا ہمیم و شریک نہیں اور یہی امر حضور ﷺ کی خصوصیت خاصہ کا مظہر ہے۔

⑤ بعثت عامہ

اس کے متعلق قبل ازیں خصوصیت ﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ [28: ۲۸] کے تحت میں لکھا جا چکا ہے۔
قارئین اس کتاب میں اسے ملاحظہ فرمائیں۔

⑥ جوامع الکلم کا عطیہ

بعض اہل قلم نے ”جوامع الکلم“ سے مراد قرآن مجید کو سمجھا ہے۔ کون ہے جو قرآن مجید کے جامع ہونے سے انکار کر سکے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ وہ کلام قدسی نظام مراد ہے، جسے ”حدیث نبوی“ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہا جاتا ہے۔

اب اس مضمون خصوصاً النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس عنوان کا شامل ہونا ضروری تھا۔ الحمد للہ کہ اس جگہ تیسرے طرز بدیع میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تاریخین یاد رکھیں کہ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان خصوصیات میں سے ہے جس میں اور کوئی نبی در رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہم نہیں۔ لفظ معراج کا مادہ ”عروج“ ہے۔ چونکہ احادیث میں الفاظ عروج یعنی استعمال فرمائے گئے ہیں، لہذا اس واقعہ مبارک کے لیے لفظ معراج خاص ہو گیا۔

لفظ معراج کے معنی زینہ بھی ہیں، چونکہ عروج و ارتقاء منزل بہ منزل ہوا تھا۔ لہذا اس واقعہ باطنی کے لیے یہ تشبیہ ظاہری بھی خوب ہے۔

تعدد معراج

علماء میں سے بعض تعدد کے قائل ہوئے ہیں اور لفظ ”ہسری“ و لفظ معراج کے معانی کا فرق بتلایا ہے اور اسی لیے انہوں نے ان واقعات کے لیے مختلف سالوں اور مہینوں کا ذکر کیا ہے مگر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو بڑے محقق ہیں اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے کہ تعدد معراج کا قول مطلقاً بے سند ہے اور احادیث صحیحہ کے مفہوم کے بھی مخالف ہے۔

تعیین زمانہ <http://mujahid.xtgem.com>

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تین سال قبل از ہجرت تھی۔ دوسری روایت ہے طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات فرضیت نماز پنجگانہ سے پیشتر تھی۔ (بخاری عن عائشہ) نتیجہ یہ ہوا کہ واقعہ معراج کے بعد از وفات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا اور اس واقعہ کو ہجرت سے تین سال زیادہ کا تاخر نہیں دے سکتے۔

ذکر ہجرت کا آغاز عقبہ کی اس اولین ملاقات سے جس میں انصار کے صرف چھ (6) اشخاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے، شروع ہو جاتا ہے لہذا واقعہ معراج کو ہجرت سے قریب ترین تعلق ہے۔ امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ معراج کو دیباچہ الاستیعاب میں 52 ولادت نبوی کا بتلایا ہے۔ نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی تفصیلی بحث انہوں نے کتاب ”التمہید“ میں کی ہے۔ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی (سبع اللہ الفنی) نے معراج کے لیے ماہ رجب کا تعین کیا ہے۔

حافظ عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور المقدسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 13 ربيع الآخر 600ھ) نے ستائیسویں (27) رجب کو جملہ اقوال پر ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ ہمیشہ سے عملاً اسی تاریخ پر اتفاق کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا اقوال کا نتیجہ ہے یہ ہوا کہ معراج ستائیسویں (27) رجب 52 ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا۔

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے متعلق 23 سالہ جنتری خود تیار کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہ رجب 52 کا پہلا دن جمعہ تھا۔ لہذا ستائیسویں (27) رجب کی شب کے بعد طالع ہونے والا دن چہار شنبہ (بدھ) تھا اور اسلامی طریق سے شب معراج

[1] امام محمد والد بن ابوالفضل امام حاکم بن محمد بن کثیر قرطبی، دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 774ھ) بہت بڑے عالم دین اور مصنف کتب کثیرہ تھے۔ الہدایہ والنہایہ اور تفسیر ابن کثیر انہیں کے مشہور علمی شاہکار ہیں۔

بھی چہار شنبہ (بدھ) تھی۔

راویان احادیث معراج مع حوالہ کتب احادیث

ذیل میں دکھلایا جاتا ہے کہ احادیث معراج کن کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کن کن دوادین حدیث میں مروی ہے۔

① حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری وابن جریر	بطریق شریک بن عبداللہ عن انس رضی اللہ عنہ	①
صحیح مسلم	بطریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ	②
نسائی وابن ماجہ	بطریق یزید بن مالک عن انس رضی اللہ عنہ	③
ابن ابی حاتم	بطریق دیگر از یزید بن مالک	④
ابن جریر وابن مردویہ	بطریق عبدالرحمن بن ہاشم عن انس رضی اللہ عنہ	⑤
احمد و ترمذی، بیہقی، عبد بن حمید، ابن جریر وابن مردویہ، ابویوسف	بطریق قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ	⑥
ابوداؤد و احمد	بطریق عبدالرحمن بن حبیب عن انس رضی اللہ عنہ	⑦
ابن مردویہ	بطریق قتادہ و سلیمان التیمی و علی بن زید عن انس رضی اللہ عنہ	⑧
ابن سعد، سعد بن منصور، بزار، بیہقی، ابن عساکر	عن ابی عمران الجونی عن انس رضی اللہ عنہ	⑨

② حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: صحابی بن صحابی

صحیح بخاری و صحیح مسلم	عن جابر رضی اللہ عنہ	①
------------------------	----------------------	---

③ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

صحیحین	من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ	①
صحیح مسلم	ایضاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہ	②
احمد و ابویوسف، ابن مردویہ، سند صحیح	من طریق قابوس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ	③
احمد، ابویعلیٰ، ابویوسف، ابن مردویہ	من طریق عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ	④
احمد، نسائی۔ بزار، طبرانی، بیہقی، ابن مردویہ	من طریق شہر بن حوشب عن ابن عباس رضی اللہ عنہ	⑤

④ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری	من طریق علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ	①
------------	---	---

②	صحیح مسلم	من طریق مرة الهمدانی عن ابن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>
③	صحیح مسلم و بیہقی و ابو نعیم	من طریق زر عن ابن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>
④	احمد، ابن ماجہ، سعید بن منصور و حاکم صحیحہ	من طریق موثر بن غفار عن ابن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>
⑤	ترمذی، وحسنہ و ابن مردویہ	من طریق عبدالرحمن عن ابن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>
⑥	بزار - ابو یعلیٰ، حارث بن ابی اسامہ، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر	من طریق عاتمہ عن ابن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>

⑤ حدیث مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ ①

⑥ حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ

①	صحیحین	من طریق الزہری عن انس قال کان ابو ذر یحدث بسندہ عن ابی ذر <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	--------	---

⑦ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

①	صحیح مسلم و احمد و ابن مردویہ	من طریق ابی سلمہ
②	احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ	من طریق ابی الصلت
③	ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابو یعلیٰ بیہقی	من طریق ابن العالیہ عن ابی ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
④	ابن مردویہ	من طریق سلیمان بن یحییٰ
⑤	سعید بن منصور، ابن سعد	عن ابی وہب مولیٰ ابی ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
⑥	صحیح بخاری و مسلم و احمد مالک حدیث	من طریق قتادہ عن انس <small>رضی اللہ عنہ</small>

⑧ حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

①	احمد بن ابی شیبہ - ترمذی، حاکم صحیحہ و نسائی و ابن جریر و ابن مردویہ، بیہقی	عن حذیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	---	--------------------------------------

① نہایت قلیل الرواے ہیں۔ یہی ایک حدیث ان سے بطریق صحیح مخلوط ہے جو نہایت اتفاق سے مروی ہے۔

9) حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

1	ابن مردویہ	عن سمرہ بن جندب <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	------------	---

10) حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

1	ابن عساکر	عن سہل بن سعد <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	-----------	---

11) حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

1	ابن ابی حاتم، بیہقی، وصیحه، بزار، طبرانی، ابن مردویہ	عن شداد بن اوس <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	--	--

12) حدیث صہیب رضی اللہ عنہ

1	طبرانی، ابن مردویہ	عن صہیب بن سنان <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	--------------------	---

13) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما

1	ابوداؤد، طبرانی (اوسط)، بیہقی	عن ابی عمر <small>رضی اللہ عنہما</small>
---	-------------------------------	--

14) حدیث ابن عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما

1	ابن مردویہ	عن عمرو بن شعیب عن ابيه عن جدہ
---	------------	--------------------------------

15) حدیث عبداللہ بن سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما: صحابی بن صحابی

1	بزار، ابن قانع، ابن عدی، لغوی، ابن عساکر	عن عبداللہ بن سعد بن زرارہ <small>رضی اللہ عنہما</small>
---	--	--

16) حدیث ابوالیوب رضی اللہ عنہ

1	ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ	عن ابی الیوب <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	--------------------------	--

17) حدیث ابی حبیہ رضی اللہ عنہ

1	طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ	عن ابی حبیہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	------------------------------	---

18) حدیث ابی العراء رضی اللہ عنہ

1	طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ	عن ابی العراء <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	------------------------------	---

19) حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

1	ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، ابن عساکر۔	ابن ہارون العبدي
---	---	------------------

②	ابن مردويه	من طريق ابى نصره عن ابى سعيد
③	ابن مردويه من وجه آخر	عن ابى نصره
④	ابن مردويه من وجه آخر	من طريق حمزه عن ابى سعيد

⑳ حديث ابى يعلى بن مينا

①	طبرانى (اوسط) ابن مردويه	من طريق محمد بن عبد الرحمن
---	--------------------------	----------------------------

㉑ حديث عائشه صديقه رضى الله عنها

①	ابن مردويه، حاكم وصحبه، يهنتى	من طريق زهرى عن عروه
---	-------------------------------	----------------------

㉒ حديث اسماء بنت الصديق رضى الله عنها

㉓ حديث ام هانى بنت ابى طالب رضى الله عنها

①	ابن اسحاق، ابن جرير	عن ابي عبيد بن اسحاق عن ام هانى رضى الله عنها
---	---------------------	---

㉔ حديث عمر فاروق رضى الله عنه

①	احمد	عن عبيد بن آدم عن امير المؤمنين عمر رضى الله عنه
②	ابن مردويه	من طريق مغيره بن عبد الرحمن

㉕ حديث ابى سفيان اموى رضى الله عنه

①	ابو نعيم عن محمد بن كعب القرظى	عن سفيان بطريق ايما (موقوف)
---	--------------------------------	-----------------------------

㉖ حديث امير المؤمنين على رضى الله عنه

①	طبرانى	من طريق الحسين بن ابيه
②	ابو نعيم	من طريق محمد بن الحنفية رضى الله عنه
③	ابن مردويه	من طريق زيد بن علي بن ابيه عن علي

㉗ حديث عبد الرحمن بن قرط الشمالى رضى الله عنه

①	سعيد بن منصور، طبرانى، ابن مردويه، ابو نعيم (فى المعروف)	عن عبد الرحمن بن قرط
---	--	----------------------

㉘ حديث بریده رضى الله عنه

①	ترمذى، حاكم، صحبه و ابو نعيم، ابن مردويه، بزار	عن بریده رضى الله عنه
---	--	-----------------------

صحابہ رضوان اللہ علیہم جس قدر روایان حدیث ہیں، ان میں کئی مہاجر بھی ہیں اور عدنی انصار بھی۔ واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا لیکن یہ خیال غلط ہے کہ انصار اصحاب رضی اللہ عنہم نے بعد میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ مہاجرین سے سنا ہوا تھا۔

اولیٰ تو راوی نے صحابہ کی خود صراحت کہ انہوں نے حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ اس بارے میں کافی دلیل ہے۔

دوم یہ قدرتی امر ہے کہ جب انصار کہار نے معراج کے متعلق اپنے مہاجر بھائیوں سے کچھ سنا تو ان کے شوق و ذوق کا تقاضا یہی ہونا چاہیے تھا کہ وہ خود سوا عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سننے کی درخواست کرتے، جیسا کہ محدثین میں ہمیشہ علو اسناد کے حاصل کرنے کا شوق پایا گیا ہے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ بعض روایات میں صراحتاً اس کی بابت الفاظ موجود ہیں۔ حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ میں ہے۔

فَلَمَّا يَأْتِ سُرَّوْنَ اللَّهُ كَيْفَ أَسْرَى بِكَ ① لَفْظاً فَلَمَّا فَرَّغَ رُكُوعاً جَاءَهُ مَجْمَعُ صَحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنْ كُلِّ طَرَفٍ مِنْ تَحْتِهِ۔ صحیحین کی روایت مالک بن صعصعہ میں ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ ② ”خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حدیث بیان فرمائی۔“

لہذا معراج کی احادیث مرفوعہ خواہ ان کے راوی مہاجرین ہیں یا انصار سب کی سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہیں۔ بعض صحابہ مثلاً ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت براہ راست بھی کی ہے اور بالواسطہ کسی دوسرے صحابی سے بھی۔ ان کی طرف سے ہر دو گونہ روایات ہیں۔ اس تیز روایت رکھنا بھی عجیب کرتا ہے کہ انہوں نے مرسل کو مرفوع کہنے کی جرأت کبھی نہیں کی۔ یہ امر اور بھی موجب اطمینان ہے کہ صحیحین کی احادیث واقعہ معراج کے متعلق زیادہ مکمل اور زیادہ مفصل ہیں۔

اب واقعات معراج کو بیان کیا جاتا ہے

① صحیح مسلم کی حدیث میں طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے: ”میں سواری پر سوار ہوا اور بیت المقدس پہنچا۔ سواری کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ مسجد میں جا کر میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور وہاں سے آسمان کی طرف عروج ہوا۔“ ③

② ابن ابی حاتم کی ایک روایت عن یزید بن ابی مالک عن انس میں نماز بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ:

”میرے پہنچ جانے کے بعد وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی۔ صفیں درست ہوئیں۔ میں انتظار میں تھا کہ نماز کون پڑھائے گا۔ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کھڑا کر دیا۔ بعد از نماز جبریل علیہ السلام نے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ سب انبیاء ہیں جو منجانب اللہ مبعوث ہو چکے۔“ ④

③ امام احمد کی روایت عن عبید بن آدم میں بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ

”جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچے، تب کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے نماز کہاں پڑھنی چاہیے، اس نے کہا صحرہ کے

بیچے۔ امیر المؤمنین نے کہا، نہیں۔ میں وہاں پڑھوں گا جہاں نبی ﷺ نے پڑھی تھی۔“ [1]

مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث من طریق انس رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔

مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نہایت قلیل الروایت ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر محدثین کا خیال ہے کہ اس ایک حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث مروی نہیں ہے، ایسے بزرگوار نے حدیث کو نہایت ہی اتقان کے ساتھ یاد رکھا اور روایت کیا ہوگا، کیوں کہ ان کی ساری عمر کی کمائی یہی ہے اور غالباً یہی پختہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے خود مرفوعاً روایت کرنے کے بعد بھی بزرگوار ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا اپنے لیے موجب فخر و سرت سمجھا۔ اب مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہی کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں حطیم میں لینا ہوا تھا (قنادہ نے لفظ ”حطیم“ کی جگہ کہیں لفظ ”حجر“ بھی استعمال کیا ہے۔ دونوں نام ایک ہی مقام کے ہیں۔ یعنی خانہ کعبہ کے اندر کی وہ زمین جسے قریش نے باہر چھوڑ دیا تھا۔ جب آنے والا (جبریل علیہ السلام) میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے ساتھی (میکائیل علیہ السلام) سے کہا کہ ان تین میں سے درمیان والے نبی ﷺ ہیں۔ پھر وہ میرے پاس آیا، سینہ سے لے کر زمرنات تک میرا جسم شق کیا۔ پھر سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان و حکمت سے برتا۔ میرے قلب کو دھویا اور ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ پھر زخم درست کر دیا۔ پھر میرے لیے سواری لائی گئی جس کا قد نجر سے کم اور حمار (گدھا) سے اونچا تھا۔ اس کا قدم اس کی حد بصر تک پڑتا تھا۔ مجھے سوار کیا گیا۔ جبریل علیہ السلام میرے ساتھ چلا۔ آسمان دنیا تک مجھے لے کر پہنچایا گیا۔ دروازہ کھلوا یا، اندر سے پوچھا کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلام۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ انھوں نے کہا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور کہا خوب تشریف لائے۔ دروازہ کھلا۔ میں اندر گیا تو وہاں آدم تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ تمہارے ابا آدم علیہ السلام ہیں، سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح فرما کر مرحبا بھی کہا۔

پھر جبریل علیہ السلام دوسرے آسمان تک پہنچا۔ دروازہ کھلوا یا (وہی گفتگو پہلے آسمان والی ہوئی) میں اندر گیا تو وہاں یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام تھے۔ یہ دونوں خالہ زاو ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا بھی کہا۔

پھر تیسرے آسمان پر گئے۔ (وہی گفتگو ہوئی، دروازہ کھلا) وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ سلام و جواب کے بعد انھوں نے بھی ابن صالح و نبی صالح کے الفاظ میں مرحبا کہا۔

پھر جبریل علیہ السلام چوتھے آسمان تک بلند ہوا۔ دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا کون؟ کہا جبریل علیہ السلام۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا بلوائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور میرے آنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ اندر گئے تو وہاں اور ایس علیہ السلام تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

اسی طرح پانچویں آسمان والے فرشتوں کی بات جبریل علیہ السلام سے ہوئی۔ میں اندر گیا۔ وہاں ہارون علیہ السلام ملے۔ سلام کا جواب دے کر مجھے ابن صالح و نبی صالح کے ساتھ مرحبا کہا۔

اسی طرح چھٹے آسمان پر جبریل علیہ السلام اور فرشتوں کی گفتگو ہوئی۔ میں اندر گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

میں ان سے آگے کو چلا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے، پوچھا گیا کہ تم کیوں روئے؟ کہا یہ تو جوان میرے بعد نبی ہوا اور اس کی امت

کے لوگ میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں داخل جنت ہوں گے۔

پھر ساتویں آسمان پر جبریل علیہ السلام پہنچا۔ فرشتوں سے گفتگو ہوئی اور وہاں میں نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح کہہ کر مر جہا کہا۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک اٹھایا گیا۔ اس کا پھل بڑی چائوں جیسا اور اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے بڑے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ سدرۃ المنتہیٰ یہی ہے۔ وہاں چار نہریں دیکھیں، دو اندر بہتی تھیں، دو کھلم کھلی۔ جبریل نے بتایا کہ اندر اندر چلنے والے دریا تو بہشت کے دریا ہیں اور کھلے چلنے والے نیل و فرات۔

پھر سامنے "بیت المعمور" نمودار ہوا۔ (قنادہ جو راوی حدیث ہیں انھوں نے کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے ہم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المعمور میں ستر ہزار (70000) فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ اس قدر ایزدی کے بعد قنادہ رضی اللہ عنہ نے پھر حدیث انس کی طرف رجوع کیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر میرے سامنے شراب اور دودھ اور شہد کے برتن پیش کیے گئے، میں نے دودھ لے لیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر بیچاس (50) نمازیں فرض کی گئیں۔ روزانہ بیچاس (50) نمازیں۔ پھر میں نیچے آیا اور موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انھوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا بیچاس (50) نمازیں روزانہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت میں اس کی استطاعت نہ ہوگی اور میں قبل ازیں لوگوں کا امتحان کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی تدبیر کرتا رہا ہوں۔ آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اور امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا، دس (10) نمازیں کم کر دیں گئیں۔ میں لوٹ کر یہی موسیٰ علیہ السلام کو بتایا وہ بولے کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا، اور دس (10) نمازوں کی تخفیف کر دی گئی۔ میں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو یہی آکر بتلایا۔ انھوں نے کہا کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا۔ تب دس نمازوں کی اور تخفیف کر دی گئی۔ انھوں نے پھر کہا کہ واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں اسی طرح جاتا رہا۔ حتیٰ کہ پانچ نمازوں کا حکم ہو گیا اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا۔ انھوں نے کہا کہ آپ کی امت میں استطاعت بھی نہ ہوگی۔ مجھے لوگوں کا خوب تجربہ ہے اور میں نے بنی اسرائیل کے لیے بڑی بڑی تدبیریں کی ہیں لہذا واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا کرتا شرمسار ہو گیا ہوں۔ اب تو میں اس کو خوشی سے مانوں گا اور تسلیم کروں گا۔ اس وقت پکارنے والے کی ایک آواز آئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔ [۱]

[۱] شیخین کی حدیث عن انس میں مزید یہ ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کیا کرتے تھے کہ:

آدم علیہ السلام جب دائیں جانب دیکھتے تب ہستے اور جب بائیں جانب دیکھتے تب روتے۔ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر بتلایا کہ دائیں بائیں اولاد آدم کی ارواح ہیں۔ دائیں جانب اہل جنت ہیں اور بائیں اہل نار، دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنس

[۱] بخاری: 3207، 3209، 3393، 3430، 3878، مسلم: 416، ترمذی: 3346، نسائی: 447، مسند احمد: 208/4 یعنی نمازیں پانچ اور ثواب بیچاس کا۔

پڑتے ہیں اور بائیں جانب کود کھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔^[1]

[6] زہری کہتے ہیں کہ ابن حزم نے مجھے بتلایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو جریہ الانصاری یہ بھی کہا کرتے تھے کہ:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے بلندی پر لے جایا گیا اور میرے سامنے مستوی آ گیا، میں صریف الاقلام سنتا تھا۔

پانچ نمازوں کی تعیین کے بعد موسیٰ علیہ السلام بھی میرے ساتھ چلے۔ میں سدرۃ المنتہیٰ پر واپس آیا۔ اس پر ایسے رنگا رنگ الوان پڑ رہے تھے کہ جن کی صفت بیان سے باہر تھی۔ پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا، جس کی کنگریاں آبدار موتی ہیں اور جس کی زمین مشک خالص کی ہے۔^[2]

ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء کی ملاقات کا راز

مختلف آسمانوں پر الگ الگ انبیاء علیہم السلام کی ملاقات بہت سی نصاب دینی پر مشتمل ہے:-

[1] پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح شاہان عالم معزز مہمان کے اکرام کے لیے اپنی سرحد خاص سے لے کر دربار خاص تک درجہ بدرجہ امرائے عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں۔ اس طرح ان انبیاء کرام علیہم السلام کا تعیین بھی آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کیا گیا۔

[2] آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اول الانبیاء ہیں۔ اس لیے ان کا تعلق آسمان اول سے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ آدم علیہ السلام ہیں جن کو ترک جنت کا الم اٹھانا پڑا۔ مگر جب زمین پر آئے اور خلافت الارض کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور ان کی اولاد اور نفا سے زمین آباد ہو گئی تب ان کا وہ الم تبدیل بہ سرور ہوا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی أَحَبُّ الْبَلَادِ عِنْدَ اللَّهِ [3] کو ترک کرنے والے تھے، لیکن اقامت مدینہ طیبہ اشاعت اسلام اور نشر علوم کا سبب تھی۔ یہیں سے نصرت و فتح کے اعلام بلند ہوئے اور یہی بلدہ طیبہ حضور کے خلفاء کا بھی مستقر ثابت ہوا۔

[3] یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام میں قربت بھی ہے۔ مسیح نے اصطباغ بھی یحییٰ علیہ السلام سے پایا تھا۔ احوال زہد و محنت میں بھی دونوں متحد الاحوال ہیں۔ اس لیے وہ دونوں ایک ہی مقام پر جمع تھے اور دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و توکل اور اعراض عن الخلق و مستقبل کا دکھانا بھی مقصود تھا۔ یحییٰ علیہ السلام نے اپنا کام عیسیٰ مسیح علیہ السلام پر چھوڑا تھا اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اکمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے پورا ہونا بتلایا تھا۔ لہذا ضروری تھا کہ دونوں بزرگوار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔

[4] یوسف علیہ السلام کے احوال مبارک کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت کلی ہے۔ دونوں صاحب الجمال و الکمال ہیں۔ دونوں کو امتحانات ساتھ دینے پڑے۔ دونوں میں غم و کرم کا دور ہے۔ دونوں نے اخوان جنفا پیشہ کو لَا تَشْرِبْ عَلَیْکُمْ الْیَوْمَ کے مژدہ سے جان بخشی فرمائی ہے۔ دونوں صاحب امر و حکومت ہیں اور دنیا سے پوری کامرانی و حکمرانی اور جاہ و جلال کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں۔

[5] چوتھے فلک پر اور یس علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ کثرت درس اور توکل تعلیم اور شغف تدریس میں اور یس علیہ السلام کا خاص درجہ ہے اور یہی کیفیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی ﴿بَوَّئِیْهِمْ وَیَعْلَمُہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ﴾ [1: بقرہ: 2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے انقب گرامی میں داخل ہے۔

[6] پانچویں پر ہارون علیہ السلام ملے۔ ہارون علیہ السلام اپنی قوم و امت میں ہر دل عزیز اور محبوب قلوب تھے۔ ہارون مسجد کے امام تھے۔ ہارون علیہ السلام تفرقہ بازی کو سب سے برا سمجھتے تھے اور یہ وہ صفات عالیہ ہیں جن کے انوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں واضح و آشکار ہیں۔

[7] چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب شریعت بھی ہیں اور صاحب کتاب بھی ہیں۔ غازی و مجاہد ہیں، مہاجر و

[1] بخاری: 3342، مسلم: 163/263، [2] بخاری: 34، 1636، 3342، مسلم: 163، تفسیر ابن کثیر: 3/192

[3] مسلم: 1528، ابن خزیمہ: 1293، کنز العمال: 20719

مناظر بھی۔ نبی ﷺ کے ساتھ ان محاسن میں مشابہتیں ہیں۔ ان کا رتبہ ان مجموعی محاسن کی وجہ سے پانچوں آسمانوں والے انبیاء سے بڑھ کر خاص امتیاز رکھتا ہے۔

﴿سا توں آسمان پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ یہی بانی کعبہ مقدسہ ہیں اور یہی کعبہ آسمانی (بیت المعمور) کے مہتمم ہیں۔ یہی امام خلق ہیں، خلیل الرحمن ہیں۔ نبی ﷺ نے کعبہ کو ارجاس اوٹان سے پاک کیا۔ نبی ﷺ کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے کعبہ کو قبلہ نماز بنایا۔ نبی ﷺ ہی نے ملت حنیفیہ کو زندہ کیا۔ نبی ﷺ ہی نے مناسک حج کو سنت ابراہیمیہ کے مطابق محکم فرمایا۔ نبی ﷺ ہی نے درود پاک میں اپنے نام کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پاک کے نام کو شامل فرمایا۔ نبی ﷺ حلیہ کے لحاظ سے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مماثل تھے۔﴾

رفعت، حضور ﷺ کو مقام ابراہیم (بیت المعمور) سے اوپر حاصل ہوئی۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ ہی مقام محمود والے ہیں اور حضور ﷺ ہی اذم و من ذونہ، تحت لوائی فرمانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ ﴿

قرآن کریم اور معراج شریف

قرآن کریم نے واقعہ معراج کو دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے:

﴿سورہ بنی اسرائیل جس کے آغاز ہی میں یہ آیات ہیں:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [بنی اسرائیل: 1]

کلمہ سبحان تنزیہ کے لیے آتا ہے اور شروع کلام میں اس لیے لایا جاتا ہے کہ جن واقعات کا ذکر آئندہ کیا جائے گا اللہ کی قدرت اور طاقت اس کو ظہور میں لانے سے عاجز و در ماندہ نہیں۔ لیلۃ کی تینوں رات کی مقدار قلیل کو ظاہر کرتی ہے۔ ﴿بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ اسی مقام کے قرب و جوار میں اشجار شمرہ اور انہار جاریہ اور شجرہ مبارکہ زیتون کی کثرت ہے۔ اسی کا حوالی انبیائے کثیر کا مہبط وحی اور معجزات باہرات کا مصدر رہا ہے۔

﴿مِنْ آيَاتِنَا﴾ سے مراد وہ نشانات ارضی بھی ہیں جو بنی اسرائیل کے اقبال واد بار اور شرف و ذلت کی زندہ زبان ہیں۔ اور وہ نشانات عظمیٰ بھی اسی لفظ میں شامل ہیں جو حضور ﷺ نے مسجد اقصیٰ سے عروج کے بعد ﴿مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ملاحظہ فرمائے۔

﴿سورہ نجم میں ذکر ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر تہ تبرکرو۔﴾

﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ [النجم: 18] ”اس نے اپنے رب کی ان آیات کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ”کبریٰ“ بزرگ ترین ہونے کی صفت سے موصوف ہیں۔“

اس کے تحت میں جبریل علیہ السلام کا بصورت اصلی یا سدرۃ المنتہیٰ اور اس پر چھا جانے والے انوار قدسیہ کا بصورت تجلی یا جنت و نار کا یہ ہیئت موجود یا عجائبات ملکوت کا تفصیل سے معائنہ کچھ بھی لکھ دیا جائے لیکن یہ سب کے سب اپنی مجموعی شان میں بھی لفظ کبریٰ کے

سامنے کم ہی ہوں گے۔ اس لیے ان کا حصہ تعقل و شعور ہے۔

[2] ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى﴾ [انجم: 17] اس آیت میں نبی ﷺ کے شوق و دید کا بھی بیان ہے اور مراعات حسن ادب کا ذکر ہے اور نبی ﷺ کے ثبات و وقار اور تحمل و استعداد رویت کا بھی تذکرہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے حال میں فرمایا گیا ہے ﴿فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا﴾ {7، الاعراف: 143} 'جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی، تب پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے'

سیدنا حضرت محمد ﷺ خوب آنکھیں بھر کر ان انوار کو دیکھ رہے ہیں۔ مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے نہ ادھر ادھر تکتی ہے۔ قوتِ ربانیہ متوجہ نمائش ہے اور بصارتِ محمدیہ کمال قوت و نظارہ کے ساتھ وقف دید۔

[3] ﴿مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى﴾ [انجم: 11] "جو کچھ آنکھوں نے دیکھا، دل نے اسے نہیں جھٹلایا"

بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ روشن صاف آنکھیں ایک شے کو دیکھتی ہیں اور دل آنکھ کی دیکھی ہوئی حالت کو جھٹلاتا ہے۔ مثلاً ہم صبح کو دیکھتے ہیں کہ سورج ایک زیریں طشت کی صورت میں مشرق سے نمودار ہوتا ہے۔ اس کا قد و قامت اس وقت اتنا چھوٹا نظر آتا ہے کہ کرہ ارض سے کروڑوں حصے کم ہو گیا، لیکن دل کہہ دیتا ہے کہ ایسا سمجھنا آنکھ کی غلطی ہے۔ یہ تو زمین سے کروڑوں حصے بڑا ہے اور یقیناً بڑا ہے۔

ہم پانی کے اندر گری ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو وہ ابھری ہوئی نظر آتی ہیں حالانکہ آنکھ کا اسے ایسا دیکھنا غلط ہوتا ہے۔

ہم سورج کی روشنی کو دیکھ کر اسے صرف ایک صاف، سفید روشنی سمجھتے ہیں حالانکہ دل بتلاتا ہے کہ اس روشنی میں سات (7) رنگوں کا اجتماع ہے۔

جب دیدہ و دل میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہے تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقتِ اصلیہ کو دیکھ رہی ہے، غلط ہوتا ہے، لیکن حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین، وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جائے تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی مقصود ہے کہ نبی ﷺ کے نظارہ پاک کو جملہ ظنون و شکوک سے برتر اور جملہ صداتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہیے۔

[4] ﴿فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِ عَبْدُهُ مَا أَوْحَى﴾ [انجم: 10] "پھر اپنے بندہ پر جو وحی بھی بھیجی تھی وہ بھیجی۔"

آیات بالا میں دیدہ و دل کی کیفیات کا ذکر تھا۔ اس آیت میں گوش و دل کے حقائق کا ذکر ہے۔ مَا أَوْحَى کا لفظ اجمال کے لیے نہیں بلکہ تضمین کے لیے ہے۔ اس سے تضمین وحی بھی مقصود ہے اور يُوحَى إِلَيْهِ کی تعظیم بھی اور ان کی عظمتِ اصلیہ تو لفظ عبد میں پنہاں ہے۔ پنہاں بھی ہے اور عیاں بھی۔

کچھ شک نہیں کہ واقعہ معراج نبی ﷺ کے مقاماتِ اعلیٰ سے ایک برتر مقام ہے اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں بھی اور سورہ انجم میں بھی لفظ عبدی کا استعمال فرمایا ہے تاکہ مخلوق الہی خوب سمجھ لیں اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اس مقدس ہستی کے لیے بھی جس کی شان "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" سے آشکار ہے۔ سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے اور ہم سب کو اس مقام عبودیت میں ارتقا (بقدر قابلیت و استعداد) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ ﴿فَاعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [الزمر: 2] "اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی کے لیے دین کو خالص کرو" چنانکہ الصلوٰۃ معراج المومنین کے معانی بھی اس نکتہ سے حل ہوتے ہیں کیوں کہ ظہار عبودیت و بیانِ عجز و افتقار اور تشکلِ بندگی و اجتنال کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی صورت متحقق نہیں۔

بیداری و خواب کی بحث

بعض علماء کو آیت سے ﴿ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي اَرْتَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ﴾ [بنی اسرائیل: 60] اور ہم نے آپ کو جو خواب دکھایا وہ لوگوں کے لیے ماسوائے فتنہ کے کچھ نہیں“ سے یہ خیال ہوا ہے کہ اس آیت کا اشارہ معراج کی طرف ہے اور چونکہ اسے رؤیا سے تعبیر کی گیا ہے لہذا معراج کے واقعات خواب میں نظر آئے تھے۔ اس اشکال کو امام لغت ابن وجیہہ رحمہ اللہ نے حل کر دیا ہے کہ رویت و رؤیا کا استعمال بمعنی واحد ہوتا ہے۔ لغت کا قول ہے: رأیت رؤیة و رؤیا قربة و قربة اب یہ وہم اٹھ گیا رؤیا صرف خواب ہی کے لیے مستعمل ہے۔

زحتری رحمہ اللہ نے جو ائمہ لغت و معانی و بیان میں سے ہیں، اپنی تفسیر میں پر آیت بالا کے تحت میں لکھا ہے کہ اس رؤیا کا تعلق بدر سے ہے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کافر کے کرنے کا نشان و مقام بھی بتلا دیا تھا اور کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو استہزاء ہی بتاتے رہے۔ بعد ازاں لفظ قبل کے ساتھ اس نے یہ بیان کیا ہے:

اِنَّمَا سَمَّاهَا رُؤْيَا عَلَى قَوْلِ الْمُكَلِّبِينَ حَيْثُ قَالُوا لَهُ، لَعَلَّهَا رُؤْيَاءٌ رَأَيْتَهَا وَحَيَالٌ حَيْلَ اِلَيْكَ۔ [1] لفظ رؤیا کا استعمال مکذبین کے استعمال کے موافق ہے۔ وہ معراج کا حال سن سن کر کہتے تھے کہ شاید یہ ایک خواب ہے یا پھر خیال جو اس کے دماغ میں آیا۔

اس کی مثال ان آیات میں ہے: ﴿ قَرَأْ اِلَى الْيَتِيمِ ﴾ [الصافات: 90] ”یعنی آپ (ابراہیم علیہ السلام) چپ چاپ ان کے معبودوں کے پاس چلے گئے“ ﴿ اَيْنَ شَرَّ كَانِي ﴾ [التقصص: 62] ”کہاں ہیں میری ہمسری کے دعویٰ دار“ ﴿ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ [الدرخان: 49] ”چکھ (عذاب) بلاریب تو تو بڑا رعب اور عزت والا بننا تھا۔“ اب محدثین کی سننے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں آیت ﴿ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي اَرْتَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ﴾ [2] کے تحت میں بروایت حکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ تحریر کیے ہیں۔

هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ لَيْلَةَ اُسْرِيْ بِهٖ يَدٌ كَلَّمَكَ النَّارُ وَ تَمَّاجُوْنِي صلی اللہ علیہ وسلم کو شب اسری دکھلایا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بہتر امت محمدیہ اور بہ دعائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہترین مفسر قرآن ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لغت و ادب کے بھی ائمہ عظام میں سے ہیں۔ ان کا قول:

”میرا ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا“ یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہل سنت محدثین و فقہائے تابعین و صحابہ کا ہے جو لوگ واضح ثبوت کے بعد بھی معراج کو خواب ہی سمجھا کریں وہ حدیث ذیل پر ذرا غور کریں۔

عَنِ الشَّيْخَيْنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا كَلَّمَتْنِي قُرَيْشٌ حِيْنَ اُسْرِيَ بِيْ اِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قُمْتُ فِي الْحَجْرِ فَجَلَّتْ اِلَيْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اِيَاتِهِ وَاَنَّا

[1] کشف جلد دوم: 191

[2] میرے سامنے جو صحیح بخاری موجود ہے وہ ہر مقام پہنچ 1268ھ میں لکھی گئی اور 1270ھ میں چھاپی گئی، اس میں لفظ رؤیہ (بالاء) ہے۔ آیت میں بھی اور تفسیر ابن عباس کے الفاظ میں بھی۔ اس لیے میں نے اس جگہ بال نقل کیا ہے مگر میرے پاس ایک پرانی گلی صحیح بخاری ہے اس میں وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا كورس الخط قرآنی کے مطابق لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ بخاری: 3888، ترمذی: 3134، ابن حبان: 56، احمد: 374/1، سیر اعلام النبلاء: 130/1

اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔

”صحیح بخاری و مسلم میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کفار نے میرے بیت المقدس تک جانے کو جھٹلایا (اور نشانات پوچھنے لگے) تب میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور جو نشان وہ پوچھتے تھے، میں ان کو بتاتا جاتا تھا۔“

یہ ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار بیت المقدس کے نشان پتے دریافت کرنے کا کیا حق رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو حضور کے سامنے ظاہر و جلوہ گر کر دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔ خواب کے لیے تو اتنا ہی جواب کافی تھا کہ میں تو اپنا خواب بیان کر رہا ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو اپنی آیات کبریٰ دکھلائیں اور وراء الوراہ کی سیر کرائی۔

طے کنم ایں نامہ را گر کلنم چه کنم !
حوصلہ خامہ نیست تاب رقم داشتن

<http://mujahid.xtgem.com>



معجزات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لفظ ”معجزہ“ معجز سے بنایا گیا ہے۔ معجز کا استعمال لفظ قدرت کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے۔ دراصل معجز سے یہ مفہوم لیا گیا ہے۔ معجز انسان کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں: ﴿تَكَانَتْهَا أَعْجَازٌ تَخْلِي مَنَقِعَهُ﴾ [القر: 20] میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔ پھر اس معجز سے کسی کام میں مؤخر رہنے کا مفہوم اور پھر اس سے در ماندگی کا مفہوم لیا جاتا ہے۔

”عجز“ اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جو پیرانہ سالی کی وجہ سے بہت سے امور کرنے سے در ماندہ و عاجز رہ جائے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب قاتیل کے سامنے ایک کوزے نے دوسرے کوزے پر مٹی ڈال کر اسے زیر خاک کیا۔ جب قاتیل بولا: ﴿يَا وَيْلَتَىٰ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغَوَّابِ﴾ [المائدہ: 31] ”(افسوس میں تو اس کوزے جیسا بھی نہ ہوا) کوزے جیسا بننے میں عاجز رہ گیا۔“ اللہ تعالیٰ نے سرکش کفار سے فرمایا ہے:

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّهُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ﴾ [التوبہ: 2] ”یاد رکھو کہ تم لوگ اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔“

اس لغوی معنی کے بعد لفظ معجزہ کا استعمال عام طور پر انبیاء اللہ کے ان افعال نبوت پر لیا جانے لگا ہے جو ان کی شان نبوت کے مظہر ہوتے ہیں۔

بروئے تواریخ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ لفظ معجزہ کا استعمال اس خاص معنی میں کس زمانہ سے ہونے لگا اور وہ پہلا کون شخص ہے جس نے اس مفہوم میں اس کا استعمال کیا۔ مگر اس امر کا مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یا کسی دوسرے نبی کے کلام میں اس لفظ کا اس معنی میں استعمال کہیں بھی نہیں ہوا۔

اب لفظ معجزہ کی تعریف کی طرف آئیے۔

”معجزہ“ کو معنی معینہ بالا میں معجزہ کہنے والے کہتے ہیں کہ معجزہ وہ ہے جو خارق عادت ہو۔

اس تعریف کے بعد ہی وہ اس بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ کیا خرق عادت ممکن بھی ہے یا نہیں؟

عادت کے معنی کیے جاتے ہیں: ”استمرار تو انین فطرت“

اور خرق کے معنی کیے جاتے ہیں: ”بطلان استمرار مذکورہ“

بحث کے اس مقام پر پہنچ کر اہل قلم چند اصناف پر منقسم ہو جاتے ہیں۔

① وہ جو فطرت کے لیے کسی مقررہ قانون کا ہونا بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں پر بازار معقولات میں خوب خوب آوازے کے جاتے ہیں۔

② وہ جو قانون فطرت کو تسلیم کرتے ہیں اور ایسے قانون کی تنسیخ (یعنی خرق) جائز نہیں سمجھتے۔ یہ قسم بھی دو اصناف پر مشتمل ہے۔

① جو خرق عادت کو نہ مانتے ہوئے کسی ثابت شدہ واقعہ کا وجود یا امکان بھی نہیں مانتے۔

② وہ جو کسی ثابت شدہ واقعہ کی ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے خرق عادت کا ہونا صحیح سمجھا جائے۔

③ وہ ہیں جو قانون فطرت میں مستثنیات کا اندراج بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس لیے ہر ایک ثابت شدہ واقعہ کو خود قانون فطرت

ہی مان لیتے ہیں اس لیے کہ استثنائے قانون کا وجود بھی پہلے سے اس قانون کے اندر موجود تھا۔

معجزات کے منکرین مؤولین یا قائلین کا شمار انھیں اقسام ثلاثہ میں آجاتا ہے۔

ان اقسام ثلاثہ کا تعلق متعلقین لفظ خرق عادت سے تھا، لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو لفظ معجزہ کی تعریف خرق عادت سے نہیں

کرتے اور لفظ خرق عادت کا استعمال ہی نہیں کرتے۔

وہ صرف یہ کہا کرتے ہیں کہ ”معجزہ نبی اللہ کے اس فعل کو کہتے ہیں جو اس وقت دوسروں کو ویسا فعل کرنے سے عاجز بنا دے۔“

ان تمام لفظی پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے علمائے محققین نے یہ راہ اختیار کی کہ جب صحف سماویہ میں لفظ ”معجزہ“ اور لفظ ”خرق

عادت“ آتے ہی نہیں تو اس خازر میں دامن الجھانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

قرآن مجید تو لفظ ”آیت“ کا استعمال کرتا ہے اور انجیل و تورات میں بھی لفظ شان ہی کا استعمال ہے۔ اس لیے ہم بھی لفظ

”آیت“ ہی کا استعمال کریں گے۔

استعمال خدا میں چند فوائد اور بھی ہیں:

① لفظ ”آیت“ نہایت وسیع المعنی ہے۔

② اس کا استعمال مادیات پر بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح کو آیت بتلایا۔

﴿فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ [احکمت: 15]

”پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو سب کے لیے ایک نشان بنایا۔“

اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو آیت بتلایا:

﴿وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ﴾ [بقرہ: 37] ”ان کے لیے رات ایک نشانی ہے۔“

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ﴾ [فصلت: 37] ”دن اور رات اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔“

انسانوں کا مٹی سے بنایا جانا بھی آیت بتلایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ﴾ [الروم: 20] ”اللہ کی نشانیوں میں سے کہ تم کو مٹی سے بنایا۔“

بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک کو بھی آیت بتلایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبُرُوقَ﴾ [الروم: 24] ”اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے“

آسمان و زمین کی موجودہ بناوٹ و استقامت کو بھی آیت بتلایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾ [الروم: 25]

”اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

اسن عامہ کشائش و آسودگی ترفداور سرسبزی کو بھی آیت بتلایا

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسَاكِينِهِمْ آيَةٌ﴾ [سبا: 15] ”سبا والوں کو اپنے وطن میں نشانی تھی۔“

فرعون کی مردہ لاش کو بھی جو عبرت بخش عالم ہے۔ آیت بتلایا:

﴿لَتَكُونَنَّ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً﴾ [یونس: 92]

”تا کہ تو پچھلے آنے والوں کی نشانی بنے۔ اس لیے تیرا لاشہ باہر پھینکا جائے گا“

سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو بھی آیت بتلایا:

﴿هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ﴾ [الاعراف: 73] ”یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے۔“

یہی لفظ اللہ تعالیٰ نے عصائے موسیٰ علیہ السلام اور ید موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی جب کہ ان کا شعبان اور بیضاء ہو جانے کا امتحان کرادیا

گیا، فرمایا:

مادہ پرست پہلی آیت کون کران اشیاء مادی کا آیت یا نشان ہونا قابل توجہ بھی نہ خیال کریں گے، لیکن اگر ان واقعات کے

مقابلہ میں کوئی ایسا واقعہ جس میں ذرا سی ندرت ہو، بیان کیا جائے تو جھٹ اس کا انکار کر بیٹھیں گے اور اسے خرق عادت قرار دیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ ہر ایک وہ واقعہ جسے بزبان عوام معجزہ کہا جاتا ہے فی الواقع آیت ہے جیسا کہ یہ واقعات بھی آیات ہیں جن کو

فہم کی نارسائی یا عدم تدبر سے آیت نہیں سمجھا گیا۔

ذرا غور کرو کیا کشتی نوح آیت الہی نہیں۔ غور سے معلوم ہوگا کہ وہ ضرور آیت ہے۔ ایک ایسے طوفان میں جس نے طوفان

زدہ رقبہ کے پہاڑوں کو بھی چھپالیا ہوا ایک معمولی کشتی کا بچ رہنا اس کی ساریوں کا جانبر ہونا جیسا کہ قتل ازس ان کو یقین دلایا گیا تھا

حقیقت آیت ہے۔

کیا شب و روز کا وجود آیت نہیں؟ رات، اس کی تاریکی، اس کی دہشت، اس کا سکون، رات کو چرند و پرند انسان و حیوان کا طبعاً

استراحت پذیر ہو جانا کیا قدرت کا بڑا نشان نہیں؟ دن اس کی روشنی، اس کی چمکی، اس کے اشغال، زندگی کی ہنگامہ آرائیاں، ہر جاندار شے

کا اپنے اپنے مساکن سے لگنا، طلب روزی وغیرہ کا انہماک کیا قدرت کا نشان نہیں؟

کیا انسان کا مٹی سے مخلوق ہونا آیت قدرت نہیں، انسان اپنے لیے ہر ایک چیز مٹی سے بناتا ہے یا ہر ایک چیز مٹی سے پاتا

ہے۔ معدنیات، فلزات، جوہرات، اینٹ، پتھر، سیم، وزر، گھاس پات، رزق و فواکہ، مکان و ایوان سب کچھ مٹی ہی کے ہیں۔ اگر انسان خود مٹی

کا نہ ہوتا تو مٹی میں اس کے اتنے حقوق بھی نہ ہوتے۔

کیا بجلی کی چمک آیت نہیں؟ دن صاف نکھر اہوا ہے، ہوا اکی ہوئی ہے، اتنے ہی میں کون ہی طاقت ہے جو چلتی ہوئی ہوا کو بند کر

دیتی ہے؟ سمت مقابل سے دوسری ہوا آتی ہے۔ وہ بادل کو ساتھ ساتھ لاتی ہے۔ بادل سورج کو چھپا لیتے ہیں۔ آبادی پر چھا جاتے ہیں

کھراتے ہیں، غراتے ہیں، گویا میویوں شیریں جو جنگل میں منگل بنا رہے ہیں۔ انسان کے بچے سہم رہے ہیں، دہل گئے ہیں، لوگ کاروبار

کو مختصر کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ بجلی بھی کو منڈنے لگتی ہے، وہ چمکتی ہے تو سینکڑوں کوس تک روشنی پھیل

جاتی ہے۔ مسافر ڈرتا ہے اور زمین دار بے اختیار خوشی سے ہنس رہا ہے کہ اب خوب برسے گا۔ غلہ آئے گا، قحط ٹوٹے گا، قرض ادا ہوگا، بیٹے

بہی کا فرض بھی اتنا رسکوں گا۔

ایک ہی چیز ہے جس نے خوف و طمع کے مختلف تاثرات پیدا کر دیے۔ اب وہی بجلی ہے جو ٹیلی گراف (Telegraph) میں کام کرتی ہے جو لاسکی اخبار کے لیے تجربہ میں آ چکی ہے۔ وہی بجلی ہے جس نے روٹن بن کر گوشت کے نیچے چھپے ہوئے اعصاب اور استخوان کو آنکھ کے سامنے کر دیا ہے۔ ابھی معلوم نہیں کہ یہ کیا کیا نشان دکھائے گی اور کن کن علوم میں "آیت" بن کر درخشاں ہوگی۔

کیا اس زمین کا قیام آیت نہیں؟ اگر زمین کی حقیقت یہی ہے کہ وہ سورج میں سے ٹوٹا ہوا ایک ٹکڑا ہے تو اس کا بہ عہد ماضی سورج ہی کا جزو اور جزو ہو کر گرم و درخشاں ہونا ضرور ایک نشان تھا اور پھر اس گرمی سے درخشندگی سے قطعی جدا ہو کر ایک اور صورت میں جلوہ گرہو جانا ضرور دوسرا نشان ہے۔ کیا یہ نشان لاشی سے سانپ اور سانپ سے لاشی کے نشان سے کم ہے۔

کیا عالم بالا کا وجود اور اس وجود کا قیام آیت نہیں۔ ہزاروں ہزار، ثوابت و سیار کا مقررہ دور، مقررہ انضباط کے ساتھ چلنا پھرنا، موسموں کا تغیر اور ٹیل و نہار کا انقلاب ظہور میں آنا کیا آیت نہیں؟

ہاں! قدرت الہیہ کی ہر شے آیت ہے اور جب عوام کے اذبان اقبام اسے آیت سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو انبیائے کرام کے بیان سے ان کا آیت ہونا مسلم ہو جاتا ہے۔

مجھے ان سب معجزات کے تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں، جن کا ثبوت قطعی ہوا اگرچہ کسی سائنس دان کا فہم اس کی علت و اسباب کے سمجھنے میں عاجز بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات (غیر مادی) میں جس قدر خواص پیدا کیے ہیں۔ ان سب کا احاطہ نہ انسان سے ہو سکتا ہے اور نہ کبھی کسی انسان نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں پر اسرار کائنات کا انکشاف کر دیتا ہے، وہ کیسی اوی تدبیر جو قلت کو کثرت سے بدل دے یا ہوا کو پانی بنا دے، ان کے علم و تجربہ میں ہوتی ہیں۔ نیز ان کا علم، تجربہ اور تدبیر اہل دنیا کی طرح آلات یا تدبیریں معلومات کا منت پذیر نہیں ہوتا۔

ہم یہ سب باتیں معجزات انبیاء کو قریب بہ فہم کے لیے کہہ رہے ہیں لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ کُنْ قَبْلُ كُنْ ارشاد کرنے والے کی طاقت اور قدرت انبیاء اللہ کی تائید و نصرت میں ہوتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی مقدس ہستی کا برگزیدہ بارگاہ ربانی کا ہونا عوام پر ثابت کر دے تب اسی طاقت و قدرت کو انبیاء اللہ کے توسط سے ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اسی کو آیات الہی کہتے ہیں اور اسی کو معجزات۔ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے جو معجزات بروایات صحیحہ ثابت ہیں ان کا شمار بہت زیادہ ہے اور ہر ایک نبی کے معجزات سے ان کی تعداد بھی افزوں ہے اور قدرت میں بھی ان کا شان اعلیٰ ہے۔

ذیل میں چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کی ترقی ایمان کا موجب ہو اور نبی کریم ﷺ کی عظمت اور عظمت کے ساتھ محبت بھی زیادہ دل نشین ہو جائے۔

میرا ارادہ معجزات پر ایک جداگانہ کتاب لکھنے کا ہے۔ اس وقت مختلف عنوانات کے تحت مختصر واقعات لکھ دینا کافی ہیں۔

نَبْعُ الْمَاءِ..... پانی کا معجزہ

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ نَبْعًا﴾
 ”جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی سیرابی کے لیے دعا کی تو ہم نے کہا کہ پتھر کو اپنا عصا مارو۔ تب پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔“ [البقرہ: 60]

سورہ اعراف رکوع 20 میں بھی یہی مذکور ہے۔ فرق یہ ہے کہ سورہ اعراف میں ﴿فَاسْفَجَتْ﴾ ہے اور بقرہ میں ﴿فَانْفَجَرَتْ﴾ ہے۔ لفظ انفجاس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانی پہلے تھوڑا تھوڑا نکلنے لگا تھا اور لفظ انفجاس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پھر پانی خوب بہ نکلا تھا۔

آیات بالا سے یہ مستفیض ہے کہ جب پانی کا فقدان ہو اور ساتھ کی تمام جماعت پانی نہ ملنے کی وجہ سے زندگی اور آرام سے ماپوس ہو جائے، تب لوگ نبی اللہ کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اس وقت نبی اللہ کی دعا اور برکت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پانی مل جایا کرتا ہے۔

توراة کی کتاب الخروج کے ملاحظہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ بیابان سوری میں تین دن تک سفر کرنے کے بعد رونما ہوا تھا۔ 15/21 خروج۔ کتاب مذکور میں 12 چشموں کا عصا سے موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے برآمد ہونا نہیں بتلایا گیا بلکہ ظاہر کیا ہے کہ مقام ایلیم میں ان کو وہ جگہ مل گئی جہاں پانی کے بارہ (12) چشمے اور سبز درخت کھجور کے تھے۔ خروج۔

اہل اسلام میں جو لوگ معجزات کی تاویلات کرنے میں مشاق ہیں انھوں نے معجزہ موسوی میں تاویل اس طرح کر دی کہ پہاڑ میں سے پانی کارسنا، بہنا ایک معمولی امر ہے۔ کسی چشمہ کا اور سوت کا بیرونی رکاوٹوں سے بند ہو جانا بھی ایک معمولی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھریلی زمین میں دبے ہوئے چشموں کا نشان بتلادیا۔ چشموں کو عصا سے پھر نکال لیا گیا اور چشمے بہنے لگے۔

یہ تاویل خواہ الفاظ قرآنی سے کتنی ہی بعید کیوں نہ ہو مگر نفی معجزہ پھر بھی نہیں ہوتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم سے ہدایت ماننا اور موسیٰ علیہ السلام کے فعل سے برکت کا ظاہر ہونا پھر بھی مسلمہ رہتا ہے۔

اب عہد سرور کائنات ﷺ کی فضیلت بھی آشکار ہو جائے، پتھریلی زمین کی جگہ اب گوشت پوست میں سے پانی کے نکلنے کا عجیب ترین معجزہ ظہور میں آتا ہے

واضح ہو کہ فوران ماء و فیضان آب کے واقعے نبی ﷺ کی ذات اقدس سے بار بار اور مختلف اسلوب سے ظہور میں آئے ہیں۔ احادیث کے تتبع سے واقعات کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

محرم 7ھ

① جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں بصر احوال مذکور ہے کہ ہم غزوہ ذات الرقاع اور وادی افسح میں تھے کہ نبی ﷺ نے وضو کے لیے پانی

طلب فرمایا۔ جابر ڈھونڈ آئے۔ لشکر میں ایک قطرہ پانی نہ ملا۔ پھر حضور ﷺ کے حکم سے جابر رضی اللہ عنہ اس انصاری کے پاس پہنچے جو حضور ﷺ کے پینے کا پانی رکھا کرتے تھے۔ وہاں بھی دیکھا تو ایک پرانی مشک (حجب) کے وہانہ پر ایک قطرہ آب نظر آیا اور پس حکم دیا وہی لے آؤ۔ پھر کاسٹھ کا کٹہرہ منگا یا گیا۔ نبی ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ انگلیاں پھیلا کر رکھ دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے حکم کے مطابق بسم اللہ کہہ کر وہ قطرہ آب اس بحر سخا کے دست مبارک پر ڈال دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی یعنی شہادت ہے کہ سب انگلیوں میں سے پانی فوارہ وار نکلا۔ پانی نے لکڑی کے کٹہرے کو بھی چکروے دیا۔ سب کو بلایا گیا اور سب نے سیرابی حاصل کی۔ جب حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا لیا تب بھی وہ کٹہرہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ ①

رحمۃ للعالمین جلد دوم کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا کہ اس غزوہ میں چار سو غازی ہمرکاب مصطفوی ﷺ تھے۔

ذی قعدہ 6ھ

② صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ الشہید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی ﷺ نے وضو کیا۔ پانی ایک رکوہ (کوزہ) میں تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ نبی ﷺ نے پوچھا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ پانی نہ وضو کے لیے ہے نہ پینے کے لیے۔ بس یہی کوزہ آب ہے جو حضور ﷺ کے سامنے رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے اسی کوزہ میں ہاتھ رکھ دیا۔ تب پانی حضور ﷺ کی انگلیوں میں سے پھوٹ پڑا اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔ سب نے وضو بھی کر لیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے سالم ابن ابی جعد کے سوال پر بتلایا کہ اس وقت ہم پندرہ سو (1500) تھے۔ یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ (100000) بھی ہوتے تب بھی وہ پانی سب کو کفایت کر جاتا۔ ③

③ مقام حدیبیہ ہی کا دوسرا واقعہ بھی جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے جو صحیح بخاری میں موجود ہے۔ چونکہ حدیبیہ میں نبی ﷺ کا قیام ایک ہفتہ تک رہا تھا اس لیے جمع بین الاحادیث کے قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ اول پہلے روز کا ہے۔ اس کے بعد پانی کی پھر ضرورت لاحق ہوئی۔ تب نبی ﷺ اس چاہ پر تشریف لے گئے جس کا نام حدیبیہ تھا اور یہ مقام اسی چاہ کے نام سے معروف تھا۔ چاہ کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ بخاری کی روایت بالا میں ہے: فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَفِيرِ الْبُئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبُئْرِ فَمَكَّنَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ اسْتَقْبَلْنَا۔ یعنی نبی ﷺ چاہ کی منڈیر پر آ بیٹھے پانی منگایا، گلی کی اور چاہ میں ڈال دی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم چاہ سے پانی لینے لگے اور سیراب ہوئے۔ ④

ڈیڑھ ہزار (1500) کے لشکر کے لیے یہ مستقل انتظام تھا۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو براہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ثُمَّ إِنَّهَا أَصَدَرْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا ⑤
امام احمد رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ چاہ کا پانی اہل اہل پڑا۔ ہم سے آخری شخص چادر لے کر بھاگا کہ کہیں ڈوب نہ جائے اور پھر یہ پانی بہ نکلا۔ ⑥



① مسلم 1203/74؛ بخاری 169,3575؛ بخاری 4151,4150,3577؛ بخاری 4151,4150,3577

② مسند احمد 18148,18111؛ نزو اکملہ 3508؛ صحیح الزوائد 14105

4) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے (معارج السنۃ میں اسے سفر جو کہ بتایا گیا ہے) صبح کی نماز دن چڑھے پڑھی گئی کیوں کہ سب سوتے رہ گئے تھے۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے آگے چلنے کا حکم دیا ہم کو سخت پیاس لگی۔ راہ چلتے ہوئے ہم کو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی کے دو مشکیزے تھے اس سے معلوم ہوا کہ پانی اس گاؤں سے ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے۔ صحابہ اس عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ وہاں عورت نے یہ بھی کہا کہ وہ قیموں کی ماں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مشکیزوں کو ہاتھ سے چھو دیا۔ فمسح عنزلابن پانی بہ نکلا۔ چالیس (40) صحابہ نے جو سخت پیاس تھے سیر ہو کر پانی پی لیا اور مشکیزے جتنے ساتھ تھے وہ بھی بھر لیے۔ اونٹوں کو وہ پانی نہیں پلایا۔ عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے دیکھے جاتے تھے گویا اب پھوٹ پڑیں گے۔ وَ هِيَ تَكَاذُ تَنْقُضُ مِنَ الْمَاءِ۔

اس عورت نے گھر جا کر لوگوں سے کہا کہ میں سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی ہوں یا اسے نبی کہنا چاہیے، جیسا کہ اس کے ساتھیوں کا یقین ہے۔

اس عورت کی اس اطلاع پر یہ دو رافنادہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور وہ بھی اسلام لے آئے۔

عجب معجزہ ہے کہ دیکھنے والی اس وقت غیر مسلم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سبحان اللہ کے لفظ کے ساتھ کرتی ہے مگر سننے والی قوم فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتی ہے کہ حرمیں یہ طاقت کہاں کہ پیاس سے سیر بھی ہو جائیں اور مشک مشکیزے بھی پر کر لیں۔

سحر تو صرف نظر بندی کا نام ہے۔ ساحر قوت مسریم (Mysmerism) سے ناظرین کی قوت مخلیہ پر اور نظر پر اثر ڈالتا ہے اور ایسا معمول کسی شے کو اس کی حقیقت کے خلاف کچھ اور شے سمجھنے اور دیکھنے لگ جاتا ہے۔ یہ تغیر صرف دیکھنے والے معمول کی نگاہ اور تخیل پر ہوتا ہے ورنہ وہ شے جوں کی توں اپنی اصلیت پر موجود ہوتی ہے۔ سحر کی قریب تر مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص ایک رسی کو اندھیرے میں سانپ سمجھ لیتا ہے اور اپنی سمجھ کی وجہ سے اس پر آخار خوف و ہراس وغیرہ ویسے ہی طاری ہو جاتے ہیں جیسے اصل سانپ کی موجودگی سے ہوتے۔ حالانکہ وہ رسی ہی ہوتی ہے اور اس ڈر پوک پر وہ بذات خود کسی طرح متاثر نہیں ہوتی۔

انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم کے معجزات میں حقیقت اصلیہ ہوتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو نبی کو ساحر سے بلند و ارفع و اعلیٰ اور پاک و برتر ثابت کرتی ہے۔

قرآن مجید میں ساحران موسیٰ کا قصہ موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے فن میں کمال رکھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَاءُوا بِسِحْرِ عَظِيمٍ﴾ [الاعراف: 116] اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سحر عظیم کیا تھا؟

﴿فَإِذَا جَاءَهُمْ وَ عَصَبَهُمْ يَخِيلُ آلِيَهُ مِنْ سِحْرِ هُمْ أَنَّهُ تَسْعَى﴾ [غز: 66]

”ان کی رسیاں اور ان کی لائیمیاں ان کے سحر کی وجہ سے دوڑتی ہوئی خیال کی جاتی تھیں۔“

ساحروں کی اس نمائش کا نتیجہ کیا ہوا ﴿وَاسْتَرْهَبُوهُمْ﴾ [الاعراف: 116] ”لوگوں کو ڈرا دیا۔“ بس ساحروں کی سب سے

بڑی کائنات یہی تھی کہ لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر ڈرا دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے وہ اپنا عصا پھینک دیتے ہیں۔ وہ اڑدہا بن جاتا ہے اور جادو گروں کی سب لاشیاں اور رسیوں کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ اگر مجروحہ موسوی کی حقیقت صرف اتنی ہی ہوتی کہ وہ عصا صرف ساحروں کی نگاہ میں اڑدہا نظر آنے لگ جاتا ہے تو ساحروں کے دلوں پر بھی اتنا ہی اثر ہوتا ہے جتنا فرعون کے دل پر ہوا تھا یعنی: اِنَّهُ لَكَجِبْرٌ مُّكْمٌ (یہ تمہارا بڑا اگر وہ ہے) مگر ساحر تو فوراً سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام ان رسیوں اور لاشیوں کو ہڑپ کر جانے کا نظارہ صرف تخیل ہی نہ تھا بلکہ حقیقتاً تھا اور بہترین صداقت رکھتا تھا۔ اسی اصلیت پر فائز ہو جانے کے بعد وہ ساحر لوگ جھٹ سحر سے تائب ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا۔ وہ انکشاف حقیقت کے بعد فرعون کی پھانسی سے ڈرے اور نہ دست و پا کی قطع و برید کا عذاب ان کو اسلام سے مرتد کر سکا۔ رحمت الہیہ کو دیکھیے کہ یہ ساحر میدان مقابلہ میں آئے تھے۔ اس وقت بارگاہ روحانیت کے مقہور و مخذول تھے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد آستان رحمانیت کے منظور و مقبول بن گئے تھے۔

یہی حال اس عورت اور اس کے قبیلہ کا ہوا جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے۔ حدیث بالا کو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں نے روایت کیا ہے ہم نے بخاری کے الفاظ کو یہاں لیا ہے۔

تنبہ کی روایت میں اس قدر اور متزاہد ہے کہ راویان حدیث کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ اس طرف کو جاؤ۔ تمہیں ایک ایسی عورت ملے گی۔ اندریں صورت یہ روایت نہ صرف ایک مجروحہ پر بلکہ ایک اور پیش گوئی پر بھی (جو اقسام مجروحہ سے ہے) مشتمل ہے۔

⑤ صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نماز کا وقت آ گیا۔ جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ گھروں میں جا کر وضو کر آئے، جو باقی رہ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر کے پیالہ میں پانی لایا گیا، وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا ہاتھ نہ پھیل سکتا تھا۔ اسی پانی سے 80 سے زیادہ لوگوں نے وضو کیا۔ ⑤

⑥ تنبیہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالہ میں اپنی چار انگلیاں ڈالی تھیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ انگلیوں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ یہ واقعہ مقام قبا کا ہے۔ ⑥

⑦ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت مقام زوراء کی بابت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں ہاتھ رکھ دیا اور سچہ مبارک سے پانی بہ نکلا۔ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں کی تعداد تین سو (300) کس تھی۔ ⑦

⑧ صحیح بخاری میں ایک روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی ایسی ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں ہاتھ رکھ دیا اور پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے پھوٹ نکلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے فرمایا: حَسَىٰ عَالِي الطُّهُورِ الْمُبَارِكِ وَالْبُرُحَةِ مِنَ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ كَيْتَبُتْ هِيَ كَمَا سَپَانِي سَبَّي نِي وَضُوكِرِيَا تَمَا۔ ⑧

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو طہور و مبارک فرمایا ہے۔ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ برکت و عزت میں آب زمزم سے بڑھ کر وہ پانی تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے نکلا تھا۔ ایسے ہی واقعات اور بھی ہیں اور روایات کی خصوصیتوں پر غور کرنے سے واضح

ہو جاتا ہے کہ انگلستان مبارک سے پانی پھوٹ پڑنے کے واقعات بار بار ہوئے، بہ کثرت ہوئے۔ بے شک عرب جیسے گرم اور خشک ملک میں اور غزوات کے سفر ہائے طول و طویل میں اگر یہ معجزہ نہ ہوتا تو اس بے سروسامانی کی حالت میں جو بعد نبوی ﷺ اسلامی لشکروں میں پائی جاتی تھی ضرورت تھا کہ مجاہدین ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس معجزہ کی مثال عہد موسوی میں نزول من اور حصول سلوی کی صورت میں پائی جاتی ہے، لیکن پھر بھی معجزہ نبوی ﷺ کا درجہ عہد موسوی کے معجزات سے اسی قدر زیادہ بڑھا ہوا ہے جس قدر بقائے حیات میں پانی درجہ طعام پر فائق ہے۔

میں یہ بھی عرض کروں گا کہ نبی ﷺ کے اس معجزہ اور اس خصوصیت لامعانی کی خبر پر بھی انبیائے پیشین کے مبارک کلام میں دے دی گئی تھی۔

یسعیاہ میں ہے:

”خداوند خشک بیابانوں میں پانی کے چشمے بہائے گا۔“

ہم کو ان الفاظ کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع ان خشک میدانوں میں جہاں پینے کو پانی نہ ملتا تھا تَبَعُ الْمَاءِ کے معجزات متواترہ نے چشمے جاری کر کے دکھلا دیے تھے، وَاَلَمْ نَجْعَلِ

دودھ کی برکت <http://mujahid.xtgem.com>

پانی کے بعد جس شے کا درجہ ہے وہ دودھ ہے۔ شب معراج کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے دودھ اور شراب کے پیالے آسمان پر پیش کیے گئے اور حضور ﷺ نے ان میں سے دودھ کو پسند فرمایا اور جبریل امین علیہ السلام نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا: اِخْتَسَرْتُ الْفِطْرَةَ حضور ﷺ نے فطرت کو پسند کیا۔ اسی لیے اسلام کو بھی دودھ کے ساتھ تشبیہ دی جایا کرتی ہے۔ [1] انسان کا ہر ایک بچہ دودھ سے پلا ہے، مگر ایک بچہ بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کی رضاعت شراب سے ہو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دودھ فطرت انسانی کا راز دار ہے۔

داعی ایمان و ہادی اسلام ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم پاک کے دودھ سے بھی پرورش کیا اور ان کے لب و کام کو معجزانہ دودھ سے بھی ذوق آشنا بنایا۔ ایسے واقعات بہت ہیں۔

[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب باندھا ہے کہ نبی ﷺ اور حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی گزران کا کیا حال تھا؟ اس باب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے۔ جو معجزات نبوی ﷺ کی بھی مظہر ہے اور یہ حقیقت بھی ظاہر کرتی ہے کہ سرور کائنات و نضر موجودات ﷺ کی حیات طیبہ اس دنیا میں کیسی زاہد تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کے مارے کبھی ایسا ہوتا کہ جگر کو تمام کر زمین پر گر جاتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں سرراہ آ بیٹھا جہاں سے لوگ آ یا جایا کرتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور میں نے ان سے قرآن پاک کی ایک آیت کی بابت دریافت کیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا بھی دیں گے۔ وہ یونہی چلے گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا غرض وہی تھی کہ کچھ کھانے کو دیں گے۔ وہ بھی یونہی چلے گئے۔ اتنے میں ابوالقاسم رضی اللہ عنہ تشریف

لانے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میرے جی کی بات سمجھ گئے۔ میرے چہرہ کو تازہ لیا، ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ میں پیچھے پیچھے ہولیا۔ حضور ﷺ گھر میں گئے۔ وہاں حضور ﷺ نے پیالہ میں دودھ دیکھا۔ گھر والوں نے حضور ﷺ کو اس شخص کا نام بتلایا جس نے دودھ کا یہ ہدیہ بھیجا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جاؤ، اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ وہ لوگ ہوتے تھے جن کا کوئی گھربار نہ ہوتا تھا۔ جن کو کسی شخص کا کوئی سہارا نہ ہوتا یہ اَصْفَاءُ الْاِسْلَام (اسلام کے مہمان) ہوتے۔ نبی ﷺ کی سیرت پاک یہ تھی کہ کوئی صدقہ آتا تو سب کا سب ان کو دے دیتے تھے اور ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرمالتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے سمجھا اہل صفہ میں اس دودھ کی حقیقت کیا ہوگی۔ اگر مجھے ہی مل جاتا مجھ میں کچھ سکت آ جاتی۔ اب دیکھیے اس میں کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہی حالات تھے اور اطاعت اللہ اور رسول کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ میں سب کو بلا لایا۔ آ کر بیٹھ گئے۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما یہ پیالہ لؤ اور سب کو بلاؤ۔ میں نے پیالہ لے لیا۔ ہر ایک کو دیتا جاتا تھا۔ جب ایک شخص پی پی کر سیراب ہو جاتا تب دوسرے کو وہی پیالہ دیتا تھا۔ اسی طرح سب سیر ہو گئے، تو میں نے آخر میں نبی ﷺ کے سامنے پیالہ پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے لے کر اسے دست مبارک پر رکھ لیا۔ مجھے دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اب تو میں رہ گیا یا تو رہ گیا۔ میں نے کہا حضور ﷺ سچ ہے۔ فرمایا اچھا اب تو پی لے۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پی لیا فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیل پھر حضور ﷺ یہی فرماتے رہے: پیو، پیو۔ آخر میں نے عرض کیا: قسم سے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب تو گنجائش بالکل نہیں رہی۔ فرمایا لاؤ۔ پیالہ میں سے پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے اللہ کا شکر کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور پیالہ ختم کر دیا۔

یہ حدیث تو ایک ہے لیکن آیات و علامات نبوت کی اتنی جامع ہے کہ دودھ کی نہریں بہ رہی ہیں۔

1 سرور عالم و عالمیان ﷺ کا گھر ہے اور اس میں جسمانی غذا نام و نشان کو بھی نہیں۔

2 کسی نے ہدیہ کچھ بھیجا بھی ہے تو دودھ کا ایک پیالہ۔

پیالہ کتنا بڑا تھا؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے کہ صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔

3 نبی ﷺ اتنی سی خوراک پر ان سب کو بلا لیتے تھے جو گھربار کو توج کر جو اہل و عیال کو چھوڑ کر جو مال و منال سے منہ موڑ کر دیستان نبوت میں پہنچ گئے تھے۔

یہ حالات و اخلاق محمدی ﷺ کے مظہر ہیں۔

4 اب آیات نبوت ملاحظہ ہوں کہ ایک شخص نے سیر ہو کر دودھ پیا اور پیالہ بھرا کا بھرا رہ گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے تو یہاں تک پیا کہ حلف کرنا پڑا کہ اب گنجائش ہی نہیں رہی۔

5 کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ لاکھ (100000) ہوتے تو کیا اور دس لاکھ (1000000) ہوتے تو کیا۔ سب ہی اس سے سیراب ہو سکتے تھے۔ اس پیالہ کو ختم کرنے کی طاقت بھی اسی میں تھی جس کی برکت دہکن سے وہ چیز سب کے لیے کفایت کر گئی تھی۔

6 حدیث پر مکرر غور کرو کہ پیالہ ہاتھ میں لے کر اللہ کی حمد کی۔ یہی وہ چیز ہے جو تعلیم نبوت ﷺ کی روح رواں ہے۔

◇ ممکن ہے کہ کوئی غیر نبی ایسے ٹھوہ کو دیکھ کر اپنی بڑائی کا خیال کر بیٹھے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اسے ذاتی کمالات میں شمار کرنے لگے مگر اللہ کا نبی ہر وقت اپنے مالک و قادر کو یاد کیا کرتا اور جملہ عطیات کو اسی کی جانب سے قرار دیا کرتا تھا جس کی ربوبیت اس شکل میں جلوہ گر ہوتی تھی۔

2 سفر ہجرت میں نبی ﷺ کا گزر ام مہد عاتکہ بنت خالد بن خلید خزاعیہ کے خیمہ پر ہوا۔ یہ عورت عمر رسیدہ تھی اور خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتی۔ آئے گئے کو پانی پلاتی۔ کھجوریں وغیرہ فروخت کر لیا کرتی تھی۔ اس وقت نبی ﷺ کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے جو حضور ﷺ کے ساتھ پھیل نشست پر سوار تھے۔ دوسری سواری پر عامر بن مہیرہ رضی اللہ عنہ تھے 1 یا ابن اریطہ رضی اللہ عنہ تھا۔ جو اس راہ کا واقف تھا اور اسے اجرت پر ساتھ لے لیا گیا تھا۔ یہ مبارک قافلہ اس خیمہ پرستانے، آرام لینے کے لیے ٹھہر گیا۔ بڑھیا سے پوچھا گیا کہ اس کے پاس کچھ کھانے پینے کو بھی ہے۔ وہ بولی نہیں۔ اگر کچھ ہوتا تو میں خود پیش کر دیتی۔ (ان ایام میں قحط بھی سخت پڑا ہوا تھا)

ام مہد کے بھائی حبیش بن خالد (قتیل اہلحما) 2 کا بیان ہے کہ خیمہ میں ایک دہلی کمزور بکری کھڑی تھی۔ نبی ﷺ نے اس بکری کی بابت پوچھا۔ ام مہد نے جواب دیا کہ یہ کمزور بہت ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اس لیے یہاں رہ گئی۔ نبی ﷺ نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم اسے دھولیں۔ وہ بولی اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو دھو لیجئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ایک بڑا برتن لاؤ۔ پھر بسم اللہ کہہ کر بکری سے دودھ نکالنا شروع کیا۔ برتن بھر گیا تو سب کو پلایا۔ دوبارہ دودھ نکالا، برتن بھر گیا تو دوبارہ پھر سب کو پلایا گیا۔ آخر نبی ﷺ نے یہاں سے دوبارہ دودھ نکالا اور گھروالوں کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ 3

آیت نبوت نے دودھ پلایا اور خلق محمدی ﷺ نے بھی اپنا معجزہ دکھلایا کہ رفتائے راہ کو حضور ﷺ پہلے سیراب فرماتے ہیں اور خود سب کے بعد نوش جان فرماتے ہیں اور اہل خانہ کے لیے کافی ذخیرہ چھوڑتے ہیں۔

تکثیر طعام

تکثیر طعام سے مراد وہ معجزہ ہے کہ تھوڑا سا طعام بہت کے لیے کافی ہو جائے۔ انجیل کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معجزہ کا ظہور مسیح علیہ السلام سے بھی ہوا۔ انھوں نے چار (4) روٹیوں اور تین (3) مچھلیوں سے بہت بڑی جماعت کو سیر کیا۔

نبی ﷺ کی آیات نبوت میں بھی ایسے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں بکثرت ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعہ خندق کے ایام میں میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے پیٹ کو باندھ رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے بھوک کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اسی حالت میں حضور ﷺ اہل صف کو سورہ نساء کی تعلیم دے رہے تھے۔

1 انس رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (شوہر والدہ) کو بتلایا۔ انھوں نے کچھ مزدوری کی اور جو حاصل کیے۔ ان کی والدہ نے ادھ سیر جو میں لیے۔

1 پیلام تھے۔ اسلام نے آئے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید اور آزاد کر دیا تھا۔ 4ھ کو واقعہ بدر معونہ میں شہید ہوئے ان کی لاش نہیں ملی۔

2 حج مکہ کے دن یہ حبش اور کریمین جاہل قہری شہید ہوئے تھے۔ اس لیے ان دونوں کو قتیل اہلحما کہتے تھے۔ 3 سیر اعلام النبلاء، 168/1، السیرۃ لابن کثیر، 258/2، مستدرک، 112/3، دلائل النبوة للبیہقی، 237/228/1، الاستیعاب، 498/495/4، الخصائص الکبریٰ للسیوطی، 188/1، السیرۃ لابن ہشام، 225/2، طبقات ابن سعد، 330/1، النسب الاشراف، 262/1، و صحیحہ البیہقی و ابن عبدالبر و ابن شاہین و ابن السکن و الطبرانی وغیرہم (زرقاتی جلد 1 ص 340)

روٹی پکانی کہ نبی ﷺ اکیلے تشریف لے آئیں تو بخوبی سیر ہو سکتے ہیں۔ ایک آدھ کوئی ساتھ آ گیا تب بھی کفایت سے کام چل جائے گا۔ انس رضی اللہ عنہ کو ماں باپ نے بھیجا۔ اچھی طرح سمجھا دیا کہ لوگوں کے سامنے کچھ نہ کہنا۔ جب حضور ﷺ اٹھ کر اندر گھر میں جانے لگیں تب عرض کر دینا کہ ہمارے ہاں تشریف لے چلے۔

انس رضی اللہ عنہ پہنچے تو نبی ﷺ انبوه کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا تجھے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے۔ عرض کی ہاں۔ فرمایا کھانے کے لیے۔ عرض کی ہاں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! چلو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے لپک کر باپ کو اطلاع دی۔ اس نے بیوی سے کہا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تو پوری جماعت کے ساتھ آ رہے ہیں۔

یہ خاتون بلند پایا سمجھی گئی کہ کیا ہوگا۔ بولی: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔ نبی ﷺ کو ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر بتلا بھی دیا کہ ایک نکلیا موجود ہے۔ حضور ﷺ نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ (علہ) گھی کی کچی لے آؤ۔ کچی سے چند قطرے گھی کے نکلے۔ نبی ﷺ نے انگشت مبارک سے روٹی چڑ دی۔ روٹی پھولنے لگی۔ برتن سے اونچی ہو گئی۔ نبی ﷺ نے مردانہ مکان کھلوایا۔ روٹی رکھ دی اور زبان سے فرمایا: بِسْمِ اللَّهِ الْكَلْبُ أَكْبَرُ فِيهَا الْبُرُكَةُ دَسْ دَسْ آدی روٹی پر بیٹھتے جاتے اور سیر ہو ہو کر اٹھتے جاتے تھے۔ اسی طرح اسی (80) شخصوں نے اس روز کھانا کھایا۔ ①

② جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد عزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور بھاری قرض چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجور کی فصل آئی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ چلیں تاکہ قرض خواہ حضور ﷺ کو دیکھ کر مجھ سے رعایت کریں۔ فرمایا تم چلو۔ ہر قسم کی کھجوروں کی ڈھیریاں الگ الگ لگا دو۔ میں نے قلیل کر دی۔ اتنے میں سرور عالم ﷺ آ گئے۔ حضور ﷺ نے بڑے ڈھیر کو تین بار پھر کر دیکھا اور بعد ازاں وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا قرض خواہوں کو بلاؤ۔ وہ آ گئے تو ہر ایک کو ناپ ناپ کر حضور ﷺ نے کھجوریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ سب قرض وار پٹ گئے اور وہ ڈھیر مجھے جوں کا توں نظر آتا تھا۔ گویا ایک دانہ بھی اس میں سے کم نہیں ہوا۔ میں تو اتنے ہی پر خوش تھا کہ ساری پیداوار قرض خواہ لے لیں اور مجھے گھر لے جانے کو ایک کھجور بھی نہ ملے۔ ②

③ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب قرض داروں کو چکا دینے کے بعد پھر ایک یہودی بھی آ گیا۔ اس کا قرض 30 ذوق کھجور کا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو ڈھیریاں باقی ہیں انھیں یہودی لے لے۔ یہودی نے انکار کر دیا۔ نبی ﷺ ایک بار ان ڈھیروں میں سے گزر گئے پھر حکم دیا کہ یہودی کو ناپ کر دو۔ چنانچہ اس کے 30 ذوق پورے ہو گئے اور 17 ذوق ابھی اور بھی باقی رہ گئے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ ڈھیروں میں سے ہو کر نکلے تھے میں تب ہی سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں برکت ڈال دے گا۔ ③

④ صحیح مسلم میں ہے کہ ام مالک کے گھر ایک کچی گھی کی تھی۔ وہ اس میں سے نبی ﷺ کے لیے گھی نکال نکال کر بھیجا کرتی تھی۔ اس کے بچے جب سائیں مانگتے اور سائیں نہ ہوتا تو اس کچی میں سے گھی نکال کر ان کو دیا کرتی۔ تو یہی طریقہ جاری رہا۔ ایک روز ام مالک نے اس کچی کو نچوڑ لیا۔ بعد ازاں اس میں سے گھی نہ نکلا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَوْ تَرَوْنَهَا مَا زَالَ قَائِمًا۔ ④

ٹانیا: ”اگر تم نچوڑ لیتیں تو اس میں سے ہمیشہ گھی پایا جاتا۔“

(5) ابن ابی شیبہ اور احمد اور طبرانی اور ابن سعد نے خواب ﷺ کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ ان کا والد جہاد پر چلا گیا۔ نبی ﷺ ان کے گھر آتے اور بکری کا دودھ دھو جاتے۔ گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب خواب ﷺ واپس آ گئے انھوں نے دودھ نکالا تو اتنا ہی نکلا جتنا پہلے اس بکری کا ہوا کرتا تھا۔ (1)

(6) صحیح بخاری میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک سفر میں 30 افراد نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب منزل پر اترے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کسی کے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے۔ ایک صحابی کے پاس قریباً دو سیر آنا تھا۔ وہ گوئد لیا گیا۔ پھر ایک شخص ریوڑ لیے ہوئے وہاں پہنچا۔ اس سے ایک بکری خرید لی گئی۔ بکری کی کھجی آگ پر بھون لی گئی اور سب حاضرین کو تقسیم کر دی گئی۔ بعد ازاں وہی کھجی دو برتنوں میں ڈالی گئی۔ سب نے اسے سیر ہو کر کھایا۔ پھر بھی وہ ختم نہ ہوئی تو اسے ہم نے اونٹ پر رکھ دیا۔ (2)

نباتات پر اثر

حنین جذع

حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں کہ جو فراق محبوب میں اس کے منہ سے نکلے۔ جذع کھجور کے کٹے ہوئے تن کا کہتے ہیں۔ ہم اس جگہ جس روایت کا اندراج کرنے والے ہیں اسے دو اوین حدیث میں سے صحیح بخاری صحیح مسلم صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان اور مسند شافعی و مسند احمد و سنن نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و مستدرک حاکم و بیہقی و طبرانی اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام میں اس روایت و روایت یحییٰ کے بیان کرنے والے: سید القراء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (المتوفی 19ھ) و جابر بن عبداللہ الشہید رضی اللہ عنہما (المتوفی 72ھ) و خادم الرسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ (المتوفی 92ھ) و عاشق السنہ عبداللہ بن عمر الفاروق (المتوفی 73ھ) و ابن عم النبی عبداللہ بن عباس (المتوفی 88ھ) و سہل بن سعد الساعدی (المتوفی 91ھ) و ابوسعید سعد بن مالک الحدادی (المتوفی 78ھ) و بریدہ بن الخطاب السلمی (63ھ) و ام المؤمنین ام سلمہ (المتوفیہ 59ھ) اور مطلب بن ابیورادہ القرظی رضی اللہ عنہم میں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔ (3) نبی ﷺ خطبہ کے وقت کھجور کے خشک ٹنڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد تمیم داری رضی اللہ عنہ (4) نے نبی ﷺ کی اجازت سے کرباقوم نجار سے جو ایک انصاریہ کے غلام تھے منبر تیار کر لیا۔ وہ تین زینہ کا تھا۔ یعنی دو زینے اور تیسری نشست کی جگہ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نبی ﷺ نے منبر پر خطبہ شروع فرمایا اور کھجور کا ٹنڈ حضور ﷺ کے ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا۔ تب اس سے آواز گریہ آئی شروع ہوئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ صَاحِبَةُ النَّخْلَةِ صَاحِبَةُ الصَّبِيِّ (یعنی وہ بچوں کی طرح چلایا) اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: سَمِعْنَا لِذَلِكَ الْجَذَعِ صَوْتًا مَخْضُوتٍ الْعَسَارِ (دس ماہہ حاملہ اونٹنی کی آواز ہم نے اس کی سنی) نبی ﷺ منبر سے اترے اس پر دست شفقت دکھا تو وہ چپ کر گیا۔ (5)

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ پھر نبی ﷺ نے اسے منبر کے متصل دفن کر دیا (زیادہ تفصیل راقم کے سفر نامہ حجاز میں درج ہے)

(1) ابن کثیر: 112/2، دلائل النبوة للہیثمی: 136/6 (2) بخاری: 5382، 2216 (3) منبر: آواز بلند کرنا، منبر آواز بلند کرنے کی جگہ۔ (4) تمیم بن اوس بن خارجہ۔ از ایک قبیلہ بن تمیم کا قبیلہ ہے۔ محل از اسلام یہ عیسائی عالم تھے۔ (5) بخاری: 3585، 3584، 2095، 918

ابن ابی حاتم نے کتاب مناقب الشافعی [1] میں درج کیا ہے کہ امام شافعی نے ایک دفع فرمایا ہمارے نبی ﷺ نے جو عطیات عطا فرمائے تھے وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی شخص نے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احوالے موقی [2] کے بالمقابل حضور ﷺ کو کیا عطا ہوا تھا؟ امام نے فرمایا کہ حسین جذع کا واقعہ موجود ہے جس کا تھوڑا سا (روایت نسائی) اور روٹنا چلانا (بروایت صحیحین وغیرہم) سے ثابت ہے۔

[1] محمد بن ابراہیم الفرہی المصنفی کے ازادہ ابن، ولادت 150ھ وفات 202ھ۔ مصر میں مدفون ہیں۔ ازروئے نسب جملہ ائمہ دین کے اندر نبی ﷺ سے یہی قریب تر ہیں۔ [2] ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس معجزہ وراثی کی طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ باذن اللہ کسی مردہ کا احیا فرما سکیں۔ ان کی اس خصوصیت کا ذکر قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ہے: ﴿و احی السوتی باذن اللہ﴾ اب یہ بات رو جاتی ہے کہ کبھی محلاً اس کا ظہور بھی ہوا۔ معالم التنزیل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا تھا۔

① عازر ریح کا دوست تھے تین دن کے بعد قبر سے نکلا۔ ② ایک بڑھیا کا بیٹا جس کا جنازہ لے جا رہے تھے اور لوگوں کے کندھوں سے اتر کر گھر آ گیا۔ ③ ایک چوٹی کے حصول لینے والے کی بیٹی، ایک دن کی مری ہوئی گھر میں پڑی تھی۔ ④ ام بن نوح۔ واضح ہو کہ صاحب معالم التنزیل نے اس روایت کو بلا سند روایت کیا ہے۔ لہذا محدثین کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مصنفین اناجیل اربعہ نے بھی ایسا کوئی واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درج کیا ہے یا نہیں۔

(الف) اللہ رکازہ کر صرف اناجیل یوحنا میں ہے۔ وہ اس عورت کا بھائی ہے جس نے مسیح علیہ السلام کے قدموں پر قدرتی عطرا مل دیا تھا۔ یوحنا کہتا ہے کہ یہ واقعہ یروہلم سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہوا تھا اور اسی وقت مشہور ہو گیا تھا۔ تعجب ہے کہ مصنفین اناجیل دیگر سے یہ واقعہ کیوں کر پوشیدہ رہا۔ (ب) بڑھیا کے بیٹے کا ذکر اناجیل میں مطلق نہیں۔

(ج) ابن عباس کی روایت میں جسے بنت العاشر کہا ہے اس کا ذکر لوقا قمر نے کیا ہے اور اسے عبادت خانہ کے سردار کی بیٹی بتلایا ہے۔ اناجیل نگار لکھتے ہیں کہ سردار کے گھر سے اطلاع آئی کہ لڑکی مری ہوئی اور مسیح علیہ السلام نے کہا کہ وہ نہیں مری۔ مسیح علیہ السلام ان کے گھر گیا۔ لوگ اور بھی تھے۔ مسیح علیہ السلام نے لڑکی کو اٹھ کر کہا کہ وہ نہیں مری۔ لڑکی کو فرمایا کہ وہ اٹھ بیٹھے۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ ہم مسلمان مسیح علیہ السلام کے منہ کے لفظ کو صحیح سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ وہ لڑکی نہ مری تھی بلکہ اس پر سکھ یا ضعف طاری ہو گیا تھا اور مسیح علیہ السلام کی برکت سے اس نے شفا پائی۔

(د) سام بن نوح کے زندہ کرنے کا قصہ بھی اناجیل میں نہیں۔ میرا مقصود اناجیل کے ان حوالہ جات کا اس مقام پر ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی قوت احمیائے موقی پر اناجیل خاموش ہیں اور ادھر شہادت اور روایت اور تو اتر میں بڑھا ہوا واقعہ حسین جذع ہے۔

ہاں اناجیل کی صحت سے زیادہ صحت اور نبوت والی روایت ہمارے دہاوین میں بھی موجود ہے۔ جسے طبرانی اور ابو نعیم وابن مندہ اور ابن ابی الدنیا نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے اس روایت کو امام ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب میں اور قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں اور قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں درج کیا ہے کہ زید بن حادج کا بعد خلافت عثمان ذوالنورین راہ چلتے ہوئے گر کر انتقال ہو گیا تھا۔ عمر کے وقت ان کے کوچہ میں سے مردہ اٹھایا گیا اور گھر پہنچایا گیا۔ مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ ان کی لاش پر رکھی ہوئی تھی۔ کپڑا ہڑا ہوا تھا۔ گھری عورتیں جمع تھیں کہ اَلصَّخْرَۃُ اَلصَّخْرَۃُ آواز آئی سب چوکے ہو گئے کہ یہ آواز کدھر سے آئی۔ دیکھا تو کپڑے کے نیچے سے آواز آ رہی ہے۔ مرد و عورت جمع ہو گئے۔ زید کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا گیا تو انھوں نے مندرجہ ذیل کام کیا:

محمد [3] رسول اللہ النبی الامی و خاتم النبیین کان ذلک فی الکتاب الاول صدق صدق۔ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ و برکاتہ یا احمد یا احمد فی الکتاب الاول۔ ابویکر ن لصدیق الضعیف فی نفسہ القوی فی امر اللہ فی الکتاب الاول صدق صدق عمر بن الخطاب القوی الامین فی الکتاب الاول صدق صدق عثمان غنی منہاجہ مضت الاربع و بقی سنان انت الفتن و کل المشدید الضعیف و قامت الساعۃ و سباتیکم خبر بیورایس و ما بیورایس۔ [3]

”اللہ کے رسول محمد (ﷺ) ہیں وہ نبی الہامی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دینے والے ہیں۔ حج حج لوح محفوظ میں اسی طرح ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر اللہ کا صلوة و سلام اور برکتیں ہوں۔ میں اللہ کی حمد کتاب اول میں کرتا ہوں، ابو یکر صدیق رضی اللہ عنہ جسم میں کمزور مگر اللہ کے علم میں بہت مضبوط۔ کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ حج حج عمر بن الخطاب قوی، مضبوط اور امین ہے۔ کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ حج حج عثمان لہیک راستہ پر تھے۔ چار سال لکل گئے دورہ گئے تھے اور مضبوط کمزور لکل گنا آ پہنچا۔ قیامت قائم ہوگی۔ تم کو چاہا اریس کی خبر ملے گی۔ خبر بھی کسی کو۔“

واضح ہو کہ اس روایت کی صحت اندازہ جات اناجیل سے ضرور بڑھ کر ہے۔ زید بن حادج، باپ بیٹا دونوں صحابی رضی اللہ عنہما اور سرداران انصار میں سے ہیں۔ فقط۔

[3] ان الفاظ کو شرح شفا، معتمد ملاطی قاری اور کتاب الاستیعاب سے نقل کیا گیا ہے۔

[2] اس واقعہ میں بھی ایک پیش گوئی موجود ہے جسے چاہا اریس کا واقعہ بتلایا ہے۔ نبی ﷺ کی آگشت پاک کی خاتم مبارک حضور ﷺ کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ذوالنورین رضی اللہ عنہ (وجہ بدرجہ) انتقال خلافت کے بعد پہنچا کرتے تھے۔ آخرا یام خلافت میں ذوالنورین رضی اللہ عنہ چاہا اریس پر بیٹھے ہوئے تھے وہ خاتم اس میں گر گئی اور تلاش کرنے سے پھر نئی۔ اسی دن سے اختلاف خلافت کا آغاز ہوا۔ اسد الغابہ: 345/2

راقم عرض کرتا ہے کہ احیائے موتی سے مراد جسم موتی میں اس وقت حیات کا اعادہ ہے۔ جو شخص میت میں پہلے کبھی حاصل تھی۔ مگر گر یہ نخل تو اس سے بھی عجیب تر ہے۔ یعنی ایک نباتی جسم کے اندر ایک ایسی صفت کا پیدا ہو جانا جو خاص انسانی صفت ہے۔ یہ انسانی صفت نہ صرف تھر تھرا نا، کپکپانا اور رونا ہے بلکہ فراق محبوب کا احساس اور فقدان شرف کا علم بھی اس کے اندر حاصل ہے۔ بلکہ یہ تو ایک عاشقانہ رنگ ہے جو ایک کجگور کے ٹڈ میں نظر آیا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تو کہا کرتے تھے، اے دعویٰ داران بشر! حطرق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ٹڈ کا یہ حال تھا تو اب اپنی حالتوں کا بھی اس سے مقابلہ کرو۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس واقعہ کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ و دیگر محدثین کرام نے مشہور و متواتر تسلیم کیا ہے۔ میرا فہم ناقص یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نخلہ کو دفن کر دینا غالباً اسی لیے تھا کہ وہ صفات انسانی کا مظہر بن گیا تھا۔ اس نکتہ کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل میں اور زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

حیوانات پر اثر

① مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گیا تھا۔ میرا اونٹ پیچھے رہ گیا تھا اور چل نہ سکتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راہ میں مل گئے۔ پوچھا اونٹ کو کیا ہے؟ میں نے کہا: بیمار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو ڈانٹا اور دعا بھی فرمائی، وہ سب سے آگے چلنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ سے پوچھا تو میں نے عرض کر دیا کہ اب وہ اچھا ہے اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کا حاصل کیا ہے۔ ②

② مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلایا اس نے حاضر ہو کر کہا کہ میری اونٹنی ایسی ہو گئی ہے کہ مجھے حاضر ہونے میں دیر لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کے ایک ایزد لگائی وہ سب سے آگے نکلے گی۔ ③

③ مسند احمد میں خباب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے روایت ہے کہ خباب رضی اللہ عنہ جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبر گیری فرماتے اور ہماری بکریاں دھو جاتے اور گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ کا بھر جاتا۔ جب خباب رضی اللہ عنہ واپس آ گئے تو بکریوں کا دودھ بھی اتاروا گیا۔ جتنا پہلے ہوا کرتا تھا۔ ④

④ بیہقی نے جمیل سے روایت کی ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میرے پاس ایک کمزور بلی سی گھوڑی تھی اور میں سب سے پیچھے رہا کرتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آٹے۔ فرمایا گھوڑی والے چلو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو بلی بھی ہے اور کمزور بھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چابک اسے لگا یا اور یہ الفاظ بھی زبان سے فرمائے: اَللّٰهُمَّ بَدِّدْ لَهَا فَيْهَاتَا۔ پھر تو وہ ایسی تیز ہو گئی کہ مجھے اس کی لگام سنبھالنا اور سب سے آگے نکل جانے سے روکنا مشکل ہو گیا تھا۔ بعد ازاں میں نے اس کے حکم کے دس چھڑے بھی فروخت کیے۔ ⑤

⑤ ابن سعد ابویعلیٰ برادر ابن مندہ، بیہقی و ابو نعیم اور حاکم نے (مع الصحیح) سفینۃ رضی اللہ عنہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے روایت کی ہے کہ انھوں نے بحری سفر کیا۔ کشتی ٹوٹ گئی اور ایک تختہ پر بستے ہوئے ایک ساحل پر پہنچ گئے۔ جس کے ساتھ جنگل تھا۔ اس میں شیر تھے۔ ایک شیر میری طرف آیا، میں نے کہا! او شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، شیر دم ہلانے لگا اور میرے برابر برابر چلنا ہوا مجھے رستہ پر ڈال گیا۔ جب میں اس سے الگ ہوا تو وہ دھاڑتا تھا گویا مجھے رخصت کر رہا تھا۔ ⑥

① امام حسن بصری ابو سعید، ابواسمن بیمار نام ولادت 21ھ و وفات کیم رجب 110ھ۔ ② بخاری: 2097، مسلم: 1089، ابن حبان: 7143، نسائی: 299/7۔ ③ بخاری: 2969، 2867، مسلم: 2307/48۔ ④ ابن کثیر: 102/2، دلائل النبوة للحموی: 138/6۔ ⑤ کنز العمال: 35384، الطبرانی: 315/2۔ ⑥ الطبرانی: 46/6، مسند رک حاکم: 606/3۔

افلاک پر اثر اور معجزہء شق قمر

نبی ﷺ کے اشہر معجزات میں سے شق قمر کا معجزہ ہے۔ کفار نے علمائے یہود سے دریافت کیا تھا کہ ہم کو محمد ﷺ سے اس کی صداقت کا کیا نشان طلب کرنا چاہیے انھوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے۔ تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاوے۔ امید ہے کہ محمد ﷺ کچھ نہ دکھلا سکے گا۔ انھیں کی سکھلاوٹ سے کفار نے شق قمر کا سوال کیا تھا۔ [1]

احادیث شق القمر کے راوی عبد اللہ بن مسعود، امیر المؤمنین علی المرتضیٰ، جبیر بن مطعم، نوفلی، انس بن مالک، عبد اللہ بن عباس، اور عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم ہیں۔ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

إِنْشَقَّ الْقَمَرَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِشْهَدُوا۔ [2]

”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس سے نیچے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو، گواہ رہنا۔“

اس روایت میں لفظ اِشْهَدُوا اس لیے ہے کہ شق قمر کا وقوع طلب کفار کے بعد بطور معجزہ رسول اخیار واقع ہوا تھا۔ ورنہ تاکید شہادت کے کیا معنی؟

<http://mujahid.xtgem.com>

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیحین میں ہے:

إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الْإِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ شِقَّتَيْنِ حَتَّى رَأَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا۔ [3]

اہل مکہ (کفار) نے نبی ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی بڑا نشان دکھایا جائے نبی ﷺ نے انھیں چاند کا پھٹنا دکھلایا، اس کے دو ٹکڑے تھے۔ گوہ حرا ان دونوں کے درمیان تھا۔

صحیحین کی ایک روایت عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں یہ بھی صراحت ہے کہ یعنی اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب چاند پھٹا ہے تو اس وقت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی مع دیگر صحابہ کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ [4]

علی خذ ابنتہی اور ابو نعیم نے جو روایت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اس میں بھی یہ صراحت ہے کہ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَ نَحْنُ بِمَكَّةَ ہم مکہ میں تھے جب شق قمر کا واقعہ ہوا۔ [5]

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تین بزرگوں سیدنا علی و عبد اللہ بن مسعود و جبیر بن مطعم نوفلی رضی اللہ عنہم کی شہادت چشم دید ہے اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت مرسل صحابی ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ہر دو احتمال ہو سکتے ہیں اور غالب ظن یہ ہے کہ

[1] مسلم: 2802، احمد: 163/3، ترمذی: 3286 مجھے خیال گزرتا ہے کہ یہود نے موسیٰ علیہ السلام کے سب سے بڑے معجزے لفق بحر سے شق قمر کا ٹھیل پیدا کیا تھا۔ وہ ٹھیکا جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا معجزہ دکھلائی دوسرے کے لیے محال ہے۔ چہ جائیکہ ایسا معجزہ جو پہلے معجزہ کے مقابلہ میں زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہو۔ [2] بخاری: 3636، 3869 مسلم: 7072، [3] بخاری: 3868، 3637، مسلم: 7077، 7076، [4] بخاری: 3869، مسلم: 7072، 7074، ترمذی: 3285، [5] ترمذی: 3289

وہ بھی چشم دید راوی ہیں۔ کیوں کہ ان کے آخری لفظ یہ ہیں: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللَّهُمَّ اشْهَدْ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ گواہ رہنا (کہ میں نے کفار کو یہ نشان دکھلا دیا ہے۔) (1)

اس معجزہ کی توثیق

قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشَقُ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ [القمر: 1-2]

”وقت آ گیا اور چاند پھٹ گیا اور کفار جب کوئی بڑا نشان دیکھتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو جا دو ہے جو ہوتا رہا ہے۔“

علماء جانتے ہیں کہ قرب کی بجائے اِقْتَرَبَ کا استعمال وقوع کی تاکید کے لیے ہے السَّاعَةُ سے مراد خواہ قیامت ہے اور شق قمر جیسے واقعات اس تغیر عظیم کے قریب ہونے کی خبر دینے والے ہیں جیسا کہ شمس و قمر اور نجوم و کواکب اور جبال و ارض سب کے سب ہی تلف ہو جائیں گے۔

خواہ اَلسَّاعَةُ سے مراد وقت مقررہ ہے جو علم الہی ہی واقعہ شق قمر کے لیے تھا۔ اس معنی کا اطلاق قرآن مجید میں مندرجہ ذیل

آیات سے ثابت ہے۔

﴿لَمْ يَلْبَسُوا اِلَّا سَاعَةً﴾ [س: 45] ﴿مَا لِيُبْرَأَ اِلَّا سَاعَةً﴾ [احقاف: 35] لیکن ان مقامات پر معرف بالام نہیں۔

شہ کرنے والے بیان شبہ سے نہیں چوکا کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ دراصل قمر میں اشفاق نہ ہوا تھا بلکہ روایت انس رضی اللہ عنہ میں لفظ اَرَاهُمْ واقع ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کفار کی آنکھوں کو چاند کا دو ٹکڑوں میں ہو جانا دکھلایا گیا تھا۔

کاش یہ لوگ اسی روایت میں اور اسی لفظ اَرَاهُمْ سے پہلے کے الفاظ مَسَالُوا اَنْ يُّرِيَهُمْ آيَةً کو دیکھ لیتے! کیا کفار کا سوال بھی یہی تھا کہ ”چاند خواہ شق ہو یا نہ ہو، مگر ہم کو شق شدہ نظر آ جائے۔ یقیناً ان کا یہ سوال نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ لہذا اَرَاهُمْ تو اس یُرِيَهُمْ کے وقوع کی اطلاع ہے۔

دوسروں کا شبہ یہ ہے کہ یہ تو زمان مستقبل کے متعلق اطلاع ہے کہ چاند پھٹ جائے گا لیکن اِقْتَرَبَتْ اور اِنشَقَّ دونوں لفظ صیغہ ماضی کے ہیں۔

اور مزید برآں خود کفار نے اسے دیکھ کر سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہا ہے۔ اگر اس کا تعلق مستقبل سے ہوتا تو وہ اس واقعہ کو سحر مستمر سے کیوں تعبیر کرتے۔

الغرض شک و شبہ کے شبہات پیدا کرنے کے بعد بھی واقعہ ہذا کمال صحت ثابت ہے۔

پرانے زمانے کے متشکک جو قیاسی ہیئت سے روشنی گیر تھے۔ خرق و التیام، اجرام سماوی کے امکان و عدم امکان پر بھی بحث کیا کرتے تھے۔ لیکن اب نہ تو ان کی وہ زمین باقی ہے اور نہ آسمان اس لیے وہ اعتراضات بھی پاور ہوا ہو گئے۔

کاش ان لوگوں کو زلزلہ ارضی سے سبق ملتا کہ کس طرح زلزلہ کے جھٹکے سے ہموار زمین میں غار پڑ جاتے ہیں اور کیوں کروہی غار

(1) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے 73ھ میں ہجر 86 سال انتقال کیا۔ یعنی ان کی عمر ابتدائے ہجرت کے وقت 13 سال کی تھی۔ ان کا اسلام اپنے والد کے ساتھ 6 نبوت میں تھا اور واقعہ شق قمر 9 نبوت کا ہے۔ ہذا شہادت چشم دید ہے۔

دوسرے جھکے میں پھر ہموار شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ہم کو اپنے زمانہ میں جو اعتراض سننا پڑتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر چاند پھٹ گیا ہوتا تو کیا ہندوؤں اور عیسائیوں کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور نہ ہوتا۔

ہندوؤں کا اعتراض تو صحیح ہوتا ہے ان کے ہاں تواریخ کی کتابیں بھی پائی جاتیں جس ملک میں سرے سے کوئی تاریخ ہی موجود نہ ہو جہاں واقعات ملک و قوم کی کوئی یادداشت موجود نہ ہو، ان کو دوسرے ملک کی بابت کہنا کہ ہماری کتابوں میں اس کا ذکر نہیں کہاں تک زیبا ہو سکتا ہے۔

مصریوں کو دیکھو یہ بھی تہذیب قدیم کے بلند عداوی میں ہندوؤں سے بڑھے ہوئے ہیں مگر ان کی کتابوں میں واقعات موسیٰ علیہ السلام کا کہیں نشان نہیں ملتا جس ملک کی تاریخ ایسے ایسے واقعات ارضی سے خالی ہو۔ ان سے یہ توقع کہ ان کے ہاں جملہ واقعات سماوی بھی ضروری درج ہونے چاہئیں کیوں کر درست ہو سکتی ہے۔

ہاں یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھیے کہ وہ کتاب یسوع 12/10 کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔

”یسوع نے کہا اے آفتاب جیون پر ٹھہرا رہ اور اے ماہتاب تو وادی ایلوں کے مقابل 13/10 تب آفتاب نے درنگ کیا اور ماہتاب کھڑا رہا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔“
13/10 قریب دن بھر کے سورج چچتم کی طرف مائل نہ ہوا۔“

کیوں جناب سورج اور چاند کا 12 گھنٹے کے لیے اپنی رفتار سے رک جانا کس قدر عجیب ہے۔ شق القمر کا واقعہ تورات کا تھا۔ ہزاروں مقامات پر لوگ سو رہے ہوں گے۔ ہزاروں انسان گھروں کے اندر ہوں گے۔ لیکن سورج کا 12 گھنٹے رک جانا تو سارے جہاں میں تہلکہ ڈال دینے والی بات تھی۔ مگر اس کا ذکر یسوع کی معاصر کتابوں میں کہیں بھی نہیں ملتا اور بائبل ہم آپ اس واقعہ کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اب ہم آپ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ اگر مکہ معظمہ میں یہ واقعات کے 9 بجے وقوع پذیر ہو تو اس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے اوقات کیا تھے؟^[1]

نام ملک	گھنٹے	منٹ	نام ملک	گھنٹے	منٹ
ہندوستان	12	50-شب	انگلستان آئرلینڈ فرانس	6	دن
ماریشس	12	20-شب	بلجیم، سپین، پرتگال	6	دن
رومانیہ، بلغاریا، ترکی، یونان	8	20-دن	جبل الطارق، البیریا	6	دن

[1] یہ نقش اوقات سینڈ رڈ نام کے حساب سے ہے۔

جرمنی (1300) آگ، ڈنمارک	8	20- دن	پیر و تہامہ، جمیکا، بھاسن	1	20 نیم شب
سوئڈن	8	20- دن	امریکہ	1	// // //
آئیس لینڈ - ٹڈیریا	5	20 دن	سوا	6	20 دن
مشرقی برازیل	2	20 بعد نیم شب	نیوزی لینڈ	6	50- دن
متوسط برازیل و چلی	2	20 // //	تسمانیہ، وکٹوریہ نیوساؤتھ	5	22 صبح
برٹش کولمبیا	10	20 قبل دوپہر	جنوبی آسٹریلیا	4	50 صبح
کولون	9	24 // //	جاپان - کوریا	4	20 بعد دوپہر
برہما	1	50 بعد نیم شب	مغربی آسٹریلیا، شمالی بورینو	3	20 // //
سہل لینڈ مدعا سکر	10	20 شب	جزائر فلپائن، ہانگ کانگ	3	20 // //
ریاستہائے ملایا	2	20 // //	چین	3	20 // //
جزائر سنڈوک	7	50- دن			

معجزات کی قسم دوم

<http://mujahid.xtgem.com>

یعنی اطلاع اخبار مستقبلہ و واقعات آئندہ

عہد مستقبل کا علم کسی انسان کو حاصل نہیں ﴿ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ﴾ [الجمان: 34] "کسی شخص کو بھی یہ پتا نہیں کہ آنے والے نکل کو وہ کیا کیا کرے گا۔"

علم غیب کا مالک صرف رب العالمین ہے ﴿ لَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ [التہ: 26]
رب العالمین ہی اپنے گزیدہ انبیاء و رسل پر علم غیب کا اس قدر حصہ ظاہر فرماتا رہا ہے جس کی ان کو ضرورت ہوئی یا جس کی ضرورت ان کی صداقت و رسالت کا یقین دلانے کے لیے پائی گئی۔

﴿ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ﴾ [الجن: 26-27]

"وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول سے وہ خوش ہو۔"

معجزات مادی کا انکار کرنے والے اور شکوک و اوہام کے دام میں گرفتار تو بہت پائے جاتے ہیں مگر اخبار مستقبلہ کی اطلاع صحیح کی تاویل ایسے لوگ بھی نہیں کر سکتے لہذا یہ بھی معجزات میں داخل و شامل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کے نزدیک اظہار اخبار غیب کا درجہ بڑا ہے۔

صدیقہ بنت صدیق ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی ہے کہ نزول وحی سے پیشتر حضور ﷺ پر رویائے صادقہ کا باب کھولا گیا تھا۔ حضور ﷺ پر نور جو کچھ خواب میں دیکھ لیتے، بیداری میں وہ واقعہ اسی طرح ظہور پذیر ہوتا۔ ﴿

انبیاء علیہم السلام کے رویا کو دیگر اکابر صالحین کے رویا پر یہی فوقیت ہے کہ انہوں نے خواب تمشیلی رنگ میں بھی ہوتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کا

روایا میں جلوہ حقیقت ہوتا ہے۔ ذبح پسر کے متعلق امام الخلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حضور اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں: ﴿يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾ [الصافات: 102] ”پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تم غور کرو کہ اس میں تمہاری رائے کیا ہے؟“

غلیل الرحمن علیہ السلام کا فرزند ذبح اللہ علیہ السلام کا منصب پانے والے کا آرزو مند نبی بن نبی جواب دیتا ہے
﴿يَا بَيْتِ افْعَلْ مَا تَأْمُرُ﴾ ”بزرگ باپ جو حکم آپ کو ملا اس پر عمل کیجیے۔“

غور کرو کہ صورت مرئی منام کا نام انہوں نے امر الہی رکھا ہے۔ چنانچہ اس کی تعمیل ٹھیک اسی صورت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک خواب کا ذکر سورہ الفتح میں فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسِكُمْ
وَمُقَصِّرِينَ﴾ [الفتح: 27]

”اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کو پوری حقانیت کے ساتھ پورا کر دیا کہ تم ان شاء اللہ کعبہ میں داخل ہو گے۔ اس وقت بعض مسلمانوں نے سر منڈائے ہوئے ہوں گے اور بعض نے بال کٹوائے ہوئے۔“

یہاں بھی سجدہ احرام اور صلیق و قصر اپنے اصلی معنی میں تھے۔

خواب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مشاہدات اور علامات ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر دنیا کو مطلع فرمایا ہے۔ عنوان بالا کے تحت ہم ایسے ہی واقعات کا ذکر بالا اختصار کرتے ہیں۔

اطلاع اخبار مستقبلہ

① حدیث بخاری سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بات جو قیامت تک ہونے والی تھی بیان فرمادی۔ جسے یاد ہے اسے یاد ہے، جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ میرے سامنے بھی جب وہ ایسا واقعہ آجاتا ہے جو میں بھول چکا تھا تو اسے دیکھتے ہیں کبھی جانتا ہوں۔ جیسے ہم کسی شخص کو بھول جایا کرتے ہیں اور پھر اس کا منہ دیکھ کر اسے پہچان لیا کرتے ہیں ② صحیح مسلم بروایت ابو ذر رضی اللہ عنہما روایت بالا کے متعلق یہ مزید صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد نماز ظہر تک خطبہ فرمایا۔ نماز پڑھ کر پھر خطبہ شروع کر دیا۔ غروب شمس تک یہی ہوتا رہا۔ اس خطبہ میں واقعات تاقیامت کا ذکر فرمایا تھا جسے وہ خطبہ زیادہ محفوظ رہ گیا ہے وہ ہم میں سے زیادہ عالم ہے۔ ③

جہاز بحری کی اطلاع

④ انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرمایا۔ جب بیدار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے جب پوچھی فرمایا: مجھے میری امت کے وہ عازمی دکھلائے گئے جو سمندر میں جہاد کے لیے سفر کریں گے۔ وہ اپنے جہازوں پر ایسے بیٹھے ہوں گے جیسے ملوک اپنے اپنے تخت پر نشست کرتے ہیں۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کی میرے لیے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کر دی اور پھر لیٹ گئے۔ پھر بختے ہوئے بیدار ہوئے

فرمایا: مجھے میری امت کے دوسرے غازی جہازوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے والے دکھلائے گئے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ فرمایا نہیں، تو پہلے لوگوں میں سے ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب عباد بن صامت رضی اللہ عنہ بحری جہاد کو گئے تو یہ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کیساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی کے وقت ام حرام رضی اللہ عنہا کے لیے سواری لائی گئی، وہ سوار ہونے لگیں تو جانور نے لات ماری اور ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔ ﴿۱﴾

پیش گوئی

﴿۳﴾ صحیح بخاری میں عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے حضور میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فاتحہ کی شکایت کی، دوسرا آیا اس نے ذکیتوں کی شکایت کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کہ اے عدی رضی اللہ عنہ! اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھ لو گے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے اکیلی چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی، وہ اللہ کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتی ہوگی۔“ (میں نے اپنے دل میں کہا کہ طے کے ذکیت کدھر چلے جائیں گے، جنھوں نے تمام بستیوں کو اجاڑ رکھا ہے۔ پھر فرمایا: ”اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو چاکھولو گے۔“ میں نے پوچھا کیا کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا: ”ہاں کسریٰ بن ہرمز۔“ پھر فرمایا: ”اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تو دیکھ لے گا کہ ایک شخص زکوٰۃ کا سونا اور چاندی لیے ہوئے پھرے گا اور اسے کوئی نہ ملے گا جو زکوٰۃ کا پیسہ لینے والا ہو۔“

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے ایسی بڑھیا کو بھی حج کرنے دیکھا جو کوفہ سے اکیلی حج کو آئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ تھا اور خزانہ کسریٰ کی فتح میں تو میں بھی شامل تھا۔ تیسری بات بھی تم اے لوگو! دیکھ لو گے۔ ﴿۲﴾

امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی سلطنت میں تیسری بات بھی پوری ہو گئی کہ زکوٰۃ دینے والے کو تلاش سے بھی کوئی فقیر نہ ملتا تھا اور وہ اپنا مال گھر واپس لے جایا کرتا تھا۔

پیش گوئی متعلق فتوحات ممالک

﴿۴﴾ تنقیح السنن ابو نعیم رحمہ اللہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بہت بڑا اور بہت سخت پتھر نکل آیا جس پر کدال کا اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے نبی ﷺ سے یہ حال عرض کیا حضور ﷺ نے پتھر کو دیکھا کدال کو ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی۔ ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: اللَّهُ أَكْبَرُ إِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْمَنَارِسِ وَاللَّهُ لَا بُصْرَ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْأَبْيَضِ (مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں)۔ پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر پھر ٹوٹ گیا پھر فرمایا: اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ (مجھے ملک شام کے خزانے اور کنجیاں عطا کی گئیں)۔ بعد ازاں میں نے وہاں کے سرخ سرخ محلات کو ابھی دیکھ لیا ہے۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر چمکتا چور کر دیا اور فرمایا: اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْيَمَنِ وَاللَّهُ إِنِّي لَا بُصْرَ أَبْوَابِ صُنْعَاءَ مِنْ مَكَّانِي السَّاعَةِ (مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ واللہ! میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں)۔ ﴿۳﴾ یہ پیش گوئی اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ پر کفار کے عساکر

﴿۱﴾ بخاری: 2788، احمد: 423/6، اسد الغابہ: 305/7، بخاری: 3595-1413، شرح السنن: 31/5، سنن ابی یوسف: 3176، ابی داؤد: 4302،

دلائل النبوة والصحیح: 421/3، سنن الکبریٰ للبخاری: 65/2، ابن ماجہ: 173/3

حملہ آور ہو رہے تھے اور ان سے بچاؤ کے لیے شہر کے گرداگرد خندق کھودی جا رہی تھی ایسے ضعف کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی ہی کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرف بہ حرف پورا فرمایا۔

فتح مصر کی پیش گوئی

⑤ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَقْتَحُونَ أَرْضًا يُدْكَرُ فِيهَا الْقِبْرَاطُ فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا فَإِذَا رَأَيْتَهُمْ رَجَلَيْنِ يُقَاتِلَانِ عَلَى مَوْضِعٍ لَيْتَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا۔ ⑥

”تم عقریب اس ملک کو فتح کر لو گے جہاں سکہ قبراط ہے۔ تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا کیوں کہ ان کو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں (پھر ابوذر سے فرمایا) جب تم دیکھو گے کہ دو شخص ایک اینٹ برابر کی زمین پر جھگڑ رہے ہیں تب وہاں سے چلے آنا۔“

ابوذر رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کو بھی دیکھا اور وہاں بودو پاش بھی اختیار کی اور یہ بھی دیکھا کہ (ربیعہ اور عبدالرحمن بن شریحیل) اینٹ برابر زمین کے لیے جھگڑ رہے ہیں تب یہ وہاں سے چلے بھی آئے۔ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ لَهُمْ ذِمَّةٌ وَرَحِمًا کی تفسیر بیہقی و ابونعیم کی حدیث عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما میں موجود ہے کہ باجرہ ام اسامیل رضی اللہ عنہما اور مارہ قبطیہ رضی اللہ عنہما ام ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ مصریہ ہیں۔ حدیث بیہقی و ابونعیم میں ملک مصر کا نام صراحہ ہے۔

ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی

⑥ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْعَتِ الْعِرَاقِ دِرْهَمَهَا وَ قَفِيْرَهَا وَ مَنْعَتِ الشَّامِ مَدَّهَا وَ دِينَارَهَا وَ مَنْعَتِ الْمِصْرَ أَوْدَبَهَا وَ دِينَارَهَا وَ عُدَّتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ۔ ⑦

”عراق نے اپنے درہم و قفیز کو شام نے اپنے مدود دینار کو اور (مصر نے) اپنے اودب و دینار کو روک لیا اور تم ویسے کے ویسے رہ گئے جیسے شروع میں تھے۔“ □

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں سیغہ ماضی کا استعمال فرمایا۔ حالانکہ اس کا تعلق عہد مستقبل سے تھا اس لیے کہ حکم الہی میں ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا۔

حدیث بالا اس زمانہ کے متعلق پیش گوئی ہے، جب مدینہ منورہ میں خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا اور دمشق میں سلطنت امویہ کا قیام ہو گیا تھا کہ پھر حجاز میں ان ممالک سے مالیہ نہ بہ شکل سکہ اور نہ بہ شکل جنس کبھی حجاز کو حاصل نہ ہوا۔ یہ پیش گوئی اب تک بارہ صدیوں سے اسی طرح چلی آتی ہے۔

① مسلم: 6493، 6494، کنز العمال: 31767، رولائل السنوۃ: 321/2، سنن ابی نعیم: 206/9، ② مسلم: 7277، ابوداؤد: 3035، احمد: 262/2،

□ تفسیر، مداور اودب اناج کے پانے ہیں۔ تفسیر، مکوک کا مداور 1/13 رطل یا تقویر بعض 2 رطل کا اور اودب 24 صاع کا ہوتا ہے، مجمع البحار۔

پیش گوئی کہ شہنشاہ ایران کے نکلن سراقہ اعرابی کو پہنائے جائیں گے

(۱) نبی ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

كَيْفَ بَلَكَ إِذَا لَبَسْتَ سَوَارِي كَسْرِي-

”تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسری کے نکلن پہنائے جائیں گے۔“

بیہقی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فتح ایران کے مال غنیمت میں کسری کے نکلن پہنچے تو انھوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے وہ نکلن پہنائے جو سراقہ کے بازوؤں کے اوپر تک پہنچے۔

فاروق رضی اللہ عنہ نے نکلن پہننا کر زبان سے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے کسری بن ہرمل سے جو اپنے آپ کو رب الناس کہلاتا تھا یہ نکلن چھین لیے اور آج سراقہ رضی اللہ عنہ بن مالک اعرابی مد لہی کو پہنائے۔ (۱)

امام شافعی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ یہ نکلن سراقہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی پیش گوئی کی تعمیل میں پہنائے گئے تھے۔

حدیث بالا کے مختصر فقرہ پر غور کرو جو تین پیش گوئیوں پر مشتمل ہے:

① خلافت فاروق رضی اللہ عنہ کی صداقت پر جس نے نبی اللہ کے ارشاد کو پورا کیا۔

② فتح ایران کو۔

③ فتح ایران تک سراقہ کے زندہ رہنے پر۔ کتاب الاستیعاب سے واضح ہے کہ سراقہ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ یعنی فتح ایران سے صرف چند سال بعد وہ زندہ رہے۔

معجزات قسم سوم

اب ایسی پیش گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا اندراج کتب احادیث میں پہلے سے ہو چکا تھا اور ان کتب کو عالم اسلام میں تداول بین الناس اور اشاعت تام کا درجہ حاصل تھا، پھر ان پیش گوئیوں کا ظہور دنیا کے سامنے بعد میں ہوا۔

اس سے ثابت ہوگا کہ ایسی پیش گوئیوں کی نسبت تصنع یا ساخت کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا نیز ان سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ قرب قیامت کی علامات و شرائط جن احادیث میں بیان فرمائی گئی ہیں اور جن کا ظہور آج 1348ھ تک نہیں ہوا۔ ان کا ظہور بھی یقیناً اپنے اپنے اوقات پر (جو علم الہی میں مقرر ہے) اپنے ظاہری الفاظ اور کمال تطابق کے ساتھ بصیرت افزائے مومنین ہوگا۔

393 سال پیشتر کی پیش گوئی

سنن نسائی و بیہقی میں غزوہ ہند کی پیش گوئی ہاں الفاظ درج ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَعَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ. (۲)

”رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ مسلمان ہندوستان میں غزوہ کریں گے۔“

(۱) ساری تفصیل درج ذیل کتب میں دیکھیں: المشافعات: 1/674، الاستیعاب رقم: 721، الاصابہ رقم: 3122، اسد الغابہ: 2/414

(۲) نسائی: 3175، مصدرک: 3/514، وائل المصنف: 67/336، بیہقی: 9/176

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث امام نسائی نے اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ امام نسائی 215ھ کو پیدا ہوئے اور 303ھ کو وفات پائی۔ نسائی طابہر 215 بزدوز جہاں فیروز 303 رفت ہند پر سب سے پہلے سلطان محمود نے 393ھ کو حملہ کیا تھا۔ یعنی اشاعت کتب سنن نسائی سے قریباً ایک صدی بعد، جب کہ سن ہجرت 393 تھا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اہل اسلام کی کتابوں میں ہندو یائے انک کا نام ہے اور اسی مناسبت سے انہوں نے ماورائے انک کے رہنے والی قوم کا نام ”ہندو“ رکھا تھا (انگریزی میں ہندوستان کا نام انڈیا بھی اسی مناسبت سے ہے) لہذا حدیث بالا کا مصداق واوی غزوہ ہو سکتا ہے، جسے انک سے عبور کیا گیا۔

654 سال پہلے کی پیش گوئی

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنَ الْجَبَّازِ تُضِيءُ اَعْنَاقَ الْاِہْلِ بِبُصْرَى۔ ①

”قیامت نہیں آئے گی جب تک تجاز میں ایسی آگ نمایاں نہ ہو جو بصری کے اونٹوں پر اپنی روشنی نہ ڈالے گی۔“

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ 256ھ کو امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ نے 261ھ کو انتقال فرمایا تھا اور ان ائمہ کبار کی ہر دو کتب و صحیحین ان کی زندگی ہی میں حملہ ممالک اسلام میں داخل و سرس و قدریں ہو چکی تھیں اور روز افزوں اشاعت کی وجہ سے یہ کتابیں ہر ایک اسلامی علاقہ میں کثرت کے ساتھ پائی جاتی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ الفاظ کا ظہور جمادی الثانی 654ھ کو ہوا یعنی تحسین الحدیث کی وفات سے بھی چار صدیوں کے بعد۔ گواہان یعنی نے اس آگ کے متعلق جس کی ابتداء پہاڑ کی آتش فشاں سے ہوئی۔ جداگانہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ مدرس مدرسہ بصری کی شہادت موجود ہے کہ جس روز اس آگ کا ظہور تجاز میں ہوا اسی شب بصری کے بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اپنے اونٹوں کو دیکھا اور شناخت کیا۔

یہ آگ حکیم جمادی الثانی کو پہاڑ سے پھوٹ پڑی تھی۔ دوسری تاریخ کو زلزلہ کی رفتار تیز محسوس ہوتی تھی۔ تیسری کو زلزلہ کی شدت اور بڑھ گئی۔ چوتھی کو زلزلہ کے ساتھ گرج کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ گویا عد فلک زور زور سے کڑک رہا ہے۔ پانچویں کو دھومیں نے زمین و آسمان اور آفاق کو چھپا لیا۔ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے پتھر کھٹکنے لگے۔ ایسا نظر آتا تھا کہ پہاڑ پر سے نہر احمر کی آبشار گر رہی ہے۔ روز بروز آگ کا رخ جانب شہر مدینہ تھا۔ باشندگان مدینہ نے جمعہ کی شب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہ کر بسر کی اور تمام شب تضرع و زاری کرتے رہے۔ صبح کو دیکھا کہ آگ کا رخ پلٹ گیا ہے۔

توجہ خیر امر یہ تھا کہ اس شدت نار کے وقت بھی مدینہ میں جو ہوا آتی تھی وہ ٹھنڈی نسیم ہوتی تھی۔

656 سال پہلے کی پیش گوئی

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقَابِلُوا التُّرُكَ صِغَارَ الْأَعْيُنِ حُمْرُ الْوُجُوهِ زُلْفَتِ الْأَنْوَابِ كَأَنَّ وُجُوهُهُمْ الْمَجَانِ الْمَطْرَقَةُ۔ ②

”قیامت قائم نہ ہوگی (کئی باتوں کے بعد فرمایا) جب تک تم ان ترکوں سے جنگ نہ کرو گے جو چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہرے والے، پست ناک والے ہوں گے۔ ان کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہوں گے۔“
یہ فتنہ تاریکیِ خبر ہے۔ ہلاکو خاں کے لشکروں نے خراسان و عراق کو تباہ کیا، بعد کو لوٹا تھا اور بالآخر ان کو بھی ایشیائے کوچک میں شکست عظیم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ 656ھ کا ہے۔ اور صحیحین میں پانچ صدی پیشتر سے درج چلا آتا تھا۔

700 برس پہلے کی پیش گوئی

طبرانی و ابوی نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اَتْرَكُوا التَّرِكَ مَا تَرَكَوْكُمْ بِانَّ اَوَّلَ مَنْ يُسَلِبُ اُمَّتِي مُلْكَهُمْ۔ [1]
ترکوں کو نہ چھیڑنا جب تک وہ تم کو نہ چھیڑیں کیوں کہ یہی وہ قوم ہے جو سب سے پہلے میری امت سے ملک چھین لے گی۔

855 سال پیشتر کی پیش گوئی

مسند امام احمد میں اور صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سنن ابی داؤد میں بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فتح قسطنطنیہ کا ذکر موجود ہے۔ [2]
امام ہمام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا انتقال 241 میں ہوا۔ مہموں کی کتاب مستدرک تاریخ تدوین سے ہمیشہ علمائے امت اور ائمہ محدثین کے پیش نظر رہی۔

محمد فاتح سلطان بیت المقدس نے قسطنطنیہ کو 855ھ (1353ء) میں فتح کیا۔ یعنی کتاب مسند سے چھ صدیوں اور سال ہجرت سے ساڑھے آٹھ صدیوں کے بعد دنیا نے نعم الامیر اور نعم الحیث کا نظارہ دیکھ لیا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

1348 سال کی پیش گوئی

فتح مکہ کے دن (پنج شنبہ 20 رمضان 8ھ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کی کلید عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

خُذْهَا خَالِدَةً تَابِدَةً لَا يَنْزِعُ عَنْهَا يَا اَبِي طَلْحَةَ مِنْكُمْ اِلَّا طَالِمٌ۔ [3]
لو یہ کئی سنبھال لو، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ تم سے یہ کلید کوئی نہ چھینے گا مگر وہی جو ظالم ہوگا۔

ان مختصر الفاظ میں تین پیش گوئیاں مندرج ہیں:

[1] خاندان ابوطلحہ کا دنیا میں برابر باقی رہنا، نسل قائم رہنا۔

[2] کلید بیت اللہ کی حفاظت و خدمت کا انہی کے متعلق رہنا۔

[1] ابوداؤد: 4302، کنز العمال: 10934، مجمع الزوائد: 304/5، مشکوٰۃ: 176/9

[2] مسلم: 7278، ابوداؤد: 4295، 4294، مسند امام احمد: 576، 535/2

[3] قرطبی: 256/5، اتحاف الساعیة: 128/3

ان کے ہاتھوں سے کلید چھیننے والے کا نام ظالم ہوتا۔

نمبر 2، 1 کی بابت اب تک کل دنیا کو معلوم ہے کہ یہ کلید بنو شیبہ میں آج تک موجود ہے اور یہ نسل اب تک جاری ہے۔
نمبر 3 کی بابت مؤرخین کا بیان ہے کہ یزید پلید نے ان سے یہ کلید چھین لی تھی۔ اس کے بعد پھر یہ 1333 سال کا زمانہ شاہد
صدق ہے کہ کسی اور شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے ظالم کہلانے کی جرأت نہیں کی۔

پیش گوئی جس کی تصدیق زمانہ حال ہمارے سامنے بھی کر رہا ہے

صحیح مسلم میں ابو مستور قرشی رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ انھوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کے سامنے یہ بیان کیا کہ
آخری زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا دنیا میں زور ہو جائے گا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے روکا اور کہا کہ دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟ انھوں نے
کہا میں تو وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔ عمرو بولے تب تو درست ہے۔

قارئین غور کریں کہ یہ روایت صحابی رسول ﷺ نے اس وقت بیان کی جب عسا کر اسلام جملہ اطراف عالم میں مظفر و منصور
تھے۔ جب ان کو عراق و شام و مصر خراسان و ایران و سوڈان کی فتوحات میں کہیں ایک جگہ بھی ٹھکست نہ ہوئی تھی۔ عیسائی مسلمانوں کے
سامنے جملہ مالک میں پیچھے ہٹ رہے تھے اور عقل و وہم و قیاس کے نزدیک یورپین اقوام کی کثرت و غلبہ کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آ سکتی تھی۔
دنیا نے اسلام کی یہی حالت امام مسلم (توفی 261ھ) کی زندگی تک موجود تھی مگر صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتا ہے اور امام الحدیث
اسے اپنی کتاب میں ایمان و ایقان صحت کے ساتھ درج بھی کر دیتا ہے۔ آج دنیا دیکھ لے کہ امریکن (جو اپنی اصلی زاد و نہاد کے اعتبار
سے یورپین ہیں) برطانیہ، اطالیہ، پرتگال، سویڈن، ناروے، سوئٹزر لینڈ، چین، جرمنی وغیرہ کی حالت کیا ہے؟

پیش گوئی جس کی صداقت کی شہادت موجودہ زمانہ ادا کر رہا ہے

تہنقی و حاکم نے ابو ہریرہ و معاویہ رضی اللہ عنہما اور طبرانی نے عوف بن مالک اشجعی سے نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ (لمبی روایت میں)
بیان کیے ہیں:

تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثَةِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً "میری امت میں تہتر فرقے بن جائیں گے۔"

زول قرآن پاک کے وقت امت محمدیہ کے جملہ افراد کا منفرد و مجتمعاً ایک ہی نام تھا یعنی مسلم جیسا کہ قرآن پاک میں ﴿هُوَ
سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الحج: 78] "تمہارے باب ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔" امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی
خلافت کے آغاز تک یہی واحد اور جامع نام سب کا معرفہ رہا۔ لیکن خروج خوارج کے بعد نئے نئے فرقے اور ان فرقوں کے نئے نئے نام
نکلنے شروع ہو گئے۔ ہر ایک فرقہ کو اپنے مختص نام پر ناز ہے۔

یہ پیش گوئی ایسی ہدایت اور صداقت کے ساتھ پوری ہوئی اور ہو رہی ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کے متدعو یہ دعاوی اس کی
تصدیق میں موجود ہیں۔

جامع کتاب کا مقصد صرف سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات (اخبار عن الغیب) کی شکل میں بیان کرنا ہے۔ الحمد

قتل سے مصون رہنے کی دعا

② طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ ضمیر بن ثعلبہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے اور درخواست کی کہ میرے شہید ہونے کی دعا فرمائی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُحْرِمُ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَةَ عَلٰى الْمَشْرِىْمَيْنِ "الہی میں مشرکین پر ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہما کا خون حرام کرتا ہوں۔" ①
یہ بزرگ جہاد میں دشمن پر بے دھڑک حملے کیا کرتے اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے اور پھر صحیح سلامت واپس آ جاتے۔

دعائے عفت

③ امام احمد رحمہ اللہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا۔ عرض کیا 'یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے زنا کی اجازت مل جائے۔ لوگ سنتے ہی اسے دیکھنے اور جھڑکنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ وہ جوان قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اپنی ماں کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی شخص بھی اپنی ماں کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی شخص بھی اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی بھی اپنی بہن کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی انسان بھی اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتا۔

پھر پوچھا: تم اپنی خالہ کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟ وہ بولا: قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں، کوئی بشر بھی اپنی خالہ کے لیے اسے پسند نہیں کرتا۔

بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس پر رکھا اور یہ الفاظ زبان سے کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ، وَطَهِّرْ قَلْبَهُ، وَاحْصِنْ قَرْبَهُ،

"الہی اس کا گناہ دور کر دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کا ستر محفوظ کر دے۔" ②

اس دعا کے بعد یہ جوان کبھی ایسی بات کا خیال بھی نہ کیا کرتا تھا۔

صحیح ترجمہ: اے اللہ! تو ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو ہم کو دیکھنے والی ہو، خوشگوار ہو، آسانی والی ہو، مسلسل اور موسلا دھار ہو، جلدی آئے، نہ کہ دیر سے۔ فائدہ بخش ہو، نہ ضرر والی۔ جس سے (دودھ والے جانور کے) دودھ بھر جائیں اور کھیتیں اگ آئیں اور زمین کو خنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کر دے۔

① طبرانی 368/8

② شعب الایمان للبیہقی 5415، 257/5، تفسیر ابن کثیر 70/5، کنز العمال 4661، جامع الہکم 9876

قبل از دعائی مَلِئُوْهُمُ اسے استدلالاً سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر زنا کی اجازت دی جائے تو زانیہ بہر حال کسی نہ کسی کی بیٹی، یا بہن، یا ماں یا خالہ یا پھوپھی وغیرہ ہوگی اور یہ رشتے ایسے ہیں کہ خود سائل اور جملہ دیگر اشخاص بھی فطرتاً اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی ایسی قرابت میں زنا کا وجود پایا جائے۔ لہذا جواز زنا کی درخواست جیسا کہ ایک فیور انسان کی فطرت کے خلاف ہے، اسی طرح وہ جملہ نوع بشری کی غیرت و حمیت کے خلاف ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی انسان زنا کو پسند نہیں کر سکتا۔ یہ نکتہ سمجھانے کے بعد پھر حضور مَلِئُوْهُمُ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

④ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسری (خسر و پرویز) نے نبی مَلِئُوْهُمُ کے فرمان دعوت کو پڑھ کر چاک کر ڈالا تھا۔

نبی مَلِئُوْهُمُ نے اس کے حق میں فرمایا: مَزَقُوْا كُمْلَ مَمَزَقَی "وہ خود پارہ پارہ ہو گئے۔" ④
 قوم پارسی کو دیکھو اور وطن سے ان کی جدائی کا خیال کرو اور دیکھو کہ اب وہ کیسی تفریق اور پراگندگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔
 تیسری نے بروایت عبدالرحمن بن عبدالباری بیان کیا ہے کہ نبی مَلِئُوْهُمُ نے فرمایا تھا: مَمَزَقَی كَمَسْرَی مُلْغَہ کسری نے اپنی سلطنت کو چاک کر ڈالا۔ ④ صفحہ امان پر تلاش کرو کہ جب سے آخری کسری خلیفہ ارشد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ہلاک کیا گیا اس کے بعد کوئی کسری بھی ہوا؟ پارسی قوم میں حکومت یا سلطنت کا نام و نشان بھی کہیں پایا جاتا ہے؟ خسر و کا انجام بہت ہی حسرت ناک ہوا۔ اس کا بیٹا اپنی سوتلی ماں "شیریں" پر عاشق ہو گیا۔ باپ کو رشک رقابت میں خنجر سے ہلاک کر دیا۔
 چاک فرمان نبی کی ہے سر چاک شکم دیکھ اے خسر و پرویز یہ بیداد نہیں

⑤ تیسری نے بروایت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ بصر بن بصر بن بصر نے جو قوم طے سے تھا، واقعہ دومۃ الجندل کے متعلق اپنا شعر رسول اللہ مَلِئُوْهُمُ کو سنایا۔ حضور مَلِئُوْهُمُ نے خوش ہو کر فرمایا: تو نوے (90) برس کی عمر تک پہنچے۔ لَا يَفْضُضُ اللهُ قَلْبَكَ اِنْ كُنْتَ سَابِغًا وَارْتَمَيْتَ بِرَأْسِكَ فِي الْوَدْيِ ④

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

⑥ صحیح بخاری میں جعد بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سائب بن یزید 94 سال کے ہو کر فوت ہوئے اور بایں ہمہ مضبوط و متعادل تھے انھوں نے کہا کہ یہ نبی مَلِئُوْهُمُ کی دعا کا ثمرہ ہے کہ میری بینائی و شنوائی اب تک درست ہے۔ ④

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ أَحَدُ الْعَشْرَةِ مَبَشِّرَةِ كَلِمَةِ الْوَعْدِ کے لیے دعا

⑦ صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مَلِئُوْهُمُ نے عبدالرحمن کو بَسَّارَكَ اللهُ لَكَ فرمایا تھا۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ اس کی برکت سے اب تک یہ ہے کہ اگر میں پتھر اٹھاتا ہوں تو تو قلع ہوتی ہے کہ یہاں سے مجھے سونایا چاندی دستیاب ہوگی۔ ④

① بخاری: 4424، 64، ② دلائل النبوة للبيهقي: 388/4

③ کنز العمال: 30276، دلائل النبوة للبيهقي: 251/5، ابن کثیر: 17/5، ابن ہشام: 139/4، شعر یہ ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بَارِكْ سَائِقِ الْبَقَرَاتِ اِنْسِي

فَمَنْ يَكُ عَابِدًا مِنْ ذِي تَبَوُّكِ

وَاِنَّكَ اللهُ يَهْدِي كُلَّ مَهَادٍ

فَاِنَّا قَدْ اٰمَرْنَا بِاَلْحَمْدِ

④ بخاری: 5670، 3540، مسلم: 6087، ترمذی: 3643، بخاری: 5167، 2049، مسلم: 2540، 1967، احمد: 11/3، دلائل النبوة: 218/6، مسند العطاء: 478/3

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

⑧ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے ان الفاظ میں وعادی تھی: اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَاكْثِرْ مَوْلَاهُ وَبَارِكْ لَهٗ مَا رَزَقْتَهُ ”اے نبی! اس کے مال اس کی اولاد کو بڑھا اور جو کچھ تو اسے عطا فرمائے اس میں برکت دے۔“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بخدا! میرے پاس مال کثیر ہے اور میرے بیٹوں اور پوتوں کا شمار ایک سو (100) کے قریب تک ہے۔ ⑨

ترمذی اور بیہقی میں ابو العالیہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک باغ تھا جس کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیا کرتے۔ اس باغ کا ایک ایسا پھول تھا جس کی خوشبو کستوری جیسی تھی۔ ⑩

مالک بن ربیعہ سلولی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

⑪ ابن عساکر اور ابن مندہ نے یزید بن ابومریم سے روایت کی ہے کہ میرے والد مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا تھا کہ نبی ﷺ نے میرے لیے کثرت اولاد کی دعا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی (80) فرزند ان فریضہ عطا فرمائے۔ ⑫

تکبر کی سزا

⑬ صحیح مسلم میں سلم بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بائین ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”وائس ہاتھ سے کھاؤ“ وہ بولا، میں نہیں کھا سکتا۔ یہ جواب اس نے صرف غرور میں آ کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تو نہ کھا سکے“۔ بعد ازاں اس کا داہنا ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکتا تھا۔ ⑭

⑮ شکستہ استخوان کی درستگی کا معجزہ

صحیح بخاری میں براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ قتل ابورافع کے بعد زینہ سے اترے تو گر پڑے اور ان کی پنڈلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ انھوں نے نبی ﷺ سے ذکر کیا۔ فرمایا: پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دیا۔ حضور ﷺ نے اس جگہ دست مبارک رکھ دیا۔ فوراً میں ایسا تندرست ہو گیا گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ ⑯



① بخاری: 1982، مسلم: 6372، ترمذی: 3829، مسند احمد: 188، 108/3، ترمذی: 3833، دلائل النبوة: 4، بیہقی: 195/6

② الاصابہ: 345/3، مسلم: 5268

③ بخاری: 4039، مصنف عبدالرزاق: 5383، مطلب العالیہ لائبریری: 4350، مجمع الزوائد: 201/6، مستدرک: 434/6، بیہقی: 256/3

اسماء الرسول ﷺ

ہمارے سیدنا و آقا خویہ ہر دوسرا کا مقدس نام محمد ﷺ ہے۔ یہ نام قدرت الہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے کہ اس کا مسمی ضرور امام الانبیاء اور سرتاج کائنات و مافیہا ہے۔ اس کی شرح آیت محمد رسول اللہ ﷺ کے تحت میں موجود ہے۔

ہاں! حضور ﷺ کے چند بزرگوں کے اسماء پر غور دلانا ضروری ہے۔ ان اسماء کو ”ارہاس نبوت“ قرار دینا صحیح ہوگا۔ حضور ﷺ کے والد بزرگوار کا نام عبد اللہ ہے والدہ مکرمہ و معظمہ کا نام آمنہ ہے۔ حضور ﷺ کی دایہ (ثنا) کا نام حلیمہ ہے۔ یعنی حضور ﷺ ہی ایسے مقدس ہیں، جن کا بیکر اطہر عبودیت کے خون سے بنا۔ جنہوں نے امن کے لظن میں مراتب وجود کو مکمل فرمایا، جن کی تربیت حلیم، بردباری کے شیر سے ہوئی۔

کیا ایسے اسماء کا اجتماع محض اتفاق ہے؟ نہیں بلکہ قدرت اس مولود مسعود کی شان رفیع کی آئینہ داری فرماری ہے اور ہتلااری ہے کہ جس بچے کے نیکر عنصری میں ایسے فضائل کی جامعیت نمودار ہو ضرور ہے کہ وہ بچہ حقیقتاً محمد ﷺ ہو۔

اب غور کرو کہ لغوی معنی کے تحت میں ایک پیش گوئی بھی شامل ہے اور عالم الغیب و الشہادۃ کی جانب سے جملہ عوامل و اہل عالم پر یہ راز آشکار کیا گیا ہے کہ اس اسم کے مسمی کی مدح و ثنا دنیا میں سب سے بڑھ کر، سب سے زیادہ تو الٰہی و تو اتر کے ساتھ کی جائے گی۔

وہ کون ہے؟ جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبان پر جاری اور قلوب پر ساری ہے، وہ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شاہانہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے۔

وہ کون ہے؟ جس کی سیرت پاک انسانی زندگی کے ہر لمحہ و ہر ساعت میں اور ہر درجہ اور ہر مقام پر رہنما ہے۔

وہ کون ہے؟ جو اپنے افعال میں محمود ہے اور اپنی تعلیم میں مسود ہے۔

وہ کون ہے؟ جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے۔

وہ کون ہے؟ جس کی تعلیم کی وسعت برد بحر پر چھائی ہوئی ہے۔

بے شک وہ ”محمد ﷺ“ ہے۔ اسم بھی محمد ﷺ اور مسمی بھی محمد ﷺ ہے اور حمد کو اس کی ذات ہمایوں سے نسبت خاص ہے۔

﴿۱﴾ اس کے مقام شفاعت کا نام ”مقام محمود“ ہے اور اسی کی امت ”حمادون“ کے لقب سے روشناس ہے۔ اس کی لائے ہوئی

کتاب کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے افتتاح ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ ہاں اسی کا نام ”احمد ﷺ“ ہے۔ یہ بھی اسی سرچشمہ ”حمد“ سے نکلا ہے۔ دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد

تام رکھتے ہیں اور اشتراک کلیہ کے ساتھ ساتھ انوار و برکات خاص سے مختص بھی ہیں۔

وہ ”محمد ﷺ“ ہے اور اسی لیے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا ثنا سترو مدح خواں ہے۔

وہ ”احمد ﷺ“ ہے اور اسی لیے اس نے بارش کے قطرات سے اور ریگ کے ذرات سے بڑھ کر اپنے مالک اپنے خالق

اپنے رازق، اپنے بادی اپنے معطی کی حمد و ثنا پھیلائی ہے۔

ہاں اوہ ”محمد ﷺ“ ہے اور کل دنیا اس کی مداح ہے۔

وہ ”احمد ﷺ“ ہے اور وہ کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کا حامد ہے۔

ترا محمد و احمد زمین خواند و زمان حمید باشد و محمود ذات ربانی
فزون تر از تو کسے را نہ مدح گفت زماں نہ بر تراز کے گفت حمد سبحانی

احمد

محمد

ہاں وہ پیارا ہے، اسی نے دشمن و دوست سب سے پیار کیا ہے۔

وہ حبیب ہے اور اس نے محبت کا تاج اکمال سے مزین فرمایا ہے۔

① وہ محبوب ہے مگر مجنوں سے بے نیاز ہے۔

② وہ مطلوب ہے مگر طالبین سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔

③ وہ متبوع ہے اور اس کی جمعیت دوسرے کو مطاع بنا دیتی ہے۔

④ وہ نبی ﷺ ہے اور اس کی نبوت نے ہزاران ہزار حجاب چشم بصیرت ہٹا دیے ہیں

⑤ وہ رسول ﷺ ہے اور اس کی رسالت نے نوح بشر کو تمام نعمت اور اکمال وین اور رضوان رحمن کے انعامات سے ممتاز فرما دیا ہے۔

⑥ وہ عہد ﷺ ہے اور اسی عبودیت نے عبودیت کو اور تک خلافت پر متمکن کر دیا ہے۔

⑦ وہ معلم ﷺ ہے اور اس کی تعلیم نے مسیح علیہ السلام کے اس قول اور امید کو پورا کر دیا ہے کہ وہ صداقت کی ساری تعلیم دے گا۔

اس نے اپنی درس گاہ قدس کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ اس نے اپنی تعلیم پر کوئی فیس مقرر نہیں کی۔ وہ مرموزات و

تمثیلات میں تعلیم نہیں دیتا ہے۔ اس نے اپنے اور ارشد ملامدہ کے درمیان اشارات خاص نہیں تجویز کیے ہیں۔ اس کے اوبستان پر

﴿يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151] کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس دروس کا آغاز انسان کے جانے پہچانے نے

علوم و معارف کے انجام سے ہوتا ہے۔

⑧ وہ امین ﷺ ہے، اس کا یہی نام یوحنا رسول کے مکاشفات میں بتایا گیا ہے ⑨ اور اس کا یہی نام قریش کی زبان پر جاری ہوا۔ ⑩

اسی نام سے حضور ﷺ کا احتشام و وقار نمایاں ہے اور اسی نام سے حضور ﷺ کا وحی آسمانی کا امانت دار ہونا واضح ہے۔ اس معنی کی

طرف حدیث مسلم عن ابی سعید رضی اللہ عنہ میں صراحت کی گئی ہے۔ ⑪ حضرت کعب بن لؤی کا شعر ہے۔

أَمِينٌ مُّحِبٌّ لِّلْعِبَادِ مُسَوِّمٌ بِحَاتِمِ رَبِّ قَاهِرٍ لِّلْغَوَائِمِ

⑫ وہ امی ﷺ ہے اور ام القرئی کی عزت و وقعت اسی نسبت قدسیہ سے ہے۔

وہ امی ﷺ ہے اور ولید سعید کی طرح جملہ افعال و اقوال سے معصوم ہے۔

وہ امی ﷺ ہے اور اسکی تعلیم حروف کتابی یا نقوش مرئیہ کی احتیاج مند نہیں ہے۔

﴿وہ برہان ہے قرآن مجید میں﴾ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ ﴿ [النساء: 174] ”اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل روشن آچکی ہے۔“ فرمایا گیا ہے اور امام سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر میں برہان آنحضور ﷺ ہی کو فرمایا ہے۔ ﴿

ہاں اوہ برہان ہے اور حجت اللہ ہے۔ وہ برہان ہے اور حضور ﷺ کی ذات ہمایوں بذات خود ایک روشن دلیل ہے۔ ﴿وہ بشر ہے اور﴾ (النَّمَا أَنَا بَشَرٌ) ”بے شک میں بشر ہوں۔“ [الکہف: 110] کے تاج سے متوج ہے۔ آدم علیہ السلام کے لیے ابوالبشر ہونا اس لیے صد گونہ افتخار کا موجب ہے کہ حضور ﷺ بشر ہیں۔

ہاں وہ بشر ہے اور حضور ﷺ کے حسن ظاہر و جمال اطہر اہل لغت کو اس معنی لغوی کی تعلیم دیتا ہے۔ ﴿وہ بشر ہے اور﴾ (إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا) ”بے شک ہم نے تجھے بھیجا ہے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا۔“ کے خطاب سے مخاطب ہوا۔

وہ بشر بھی ہے اور مسیح علیہ السلام کی نبوت کا مقصد حضور ﷺ ہی کی بشارت کا پہنچا دینا ہے۔ ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [الکف: 6] ”اور میں (یعنی مسیح علیہ السلام) اپنے بعد ایسے رسول کی تمہیں خوشخبری دے رہا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔“ وہ بشارت رساں بھی ہے اور اہل ایمان و ایقان کے لیے ہزار ہزار بشارت کا اعلان فرمانے والا ہے۔ ﴿وہ بینہ ہے۔ وہ خود آیات باہرہ اور علامات واضحی اور دلائل محکمہ کا مجموعہ ہے۔ اس کا وجود سراپا صداقت ہے اور اس کا پیکر سراپا حقانیت ہے۔ یہی بینا اہل کتاب اور مشرکین کی ظلمات کو دور کرنے والا ہے۔ تاریکیوں کو اٹھا دینے والا۔ عالم تیرہ و تار میں اجالا پھیلانے والا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مثال حضور ﷺ ہی پر صادق آتی ہے۔

﴿وہ حبیب اللہ ﷺ ہے اور اس تقرب کا مالک ہے، جس کا ذکر حدیث صحیح میں بندہ عابد و ساجد کے لیے ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

فَإِذَا أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ - ﴿

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ گفتگو کرتا ہے۔“

﴿وہ حلیم ہے، حلیم، حلم بالضم سے بھی ہے اور یہ لفظ وفور دانش اور کمال عقل پر دال ہے۔ حلیم حلم بالکسر سے بھی ہے۔ وہ مصائب کا برداشت کرنے والا، دشمنوں کے ہاتھوں سے پتھر کھانے والا، وہ جو اہر لٹانے والا، گالیاں سننے والا اور دعائیں کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ کا یہ اسم گرامی قبل از نبوت مشہور عالم تھا۔ سردار ابوطالب فرماتے ہیں

حَلِيمٌ رَّشِيدٌ عَاقِلٌ غَيْرٌ كَانِئٍ
يُؤَالِي إِلَهًا لَيْسَ عَنْهُ بِعَاقِلٍ

”وہ (محمد ﷺ) بردبار، نہایت زیرک، عدل کرنے والا نہ کہ زیادتی پسند ہے۔ اس کا دوست اس کا اللہ ہے جو کسی دم بھی اس سے غافل نہیں۔“

﴿وہ خازن ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کی روایت ہے: أَنَا الْخَازِنُ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ ﴿ ہاں وہ خزینہ دار ربانی ہے وہ مجبور رحمانی ہے

عطاءے سبحانی کی تقسیم اسی گھر سے ہوتی ہے۔ گہریاشی اسی یہ مبارک کا خاصہ ہے۔

۱۱) وہ خلیل الرحمن ہے۔ اہل عرب کے نزدیک محبت کے دس مراتب ہیں۔ ۱) علاقہ دل کا ذرا سا انکاد۔ ۲) ارادہ وہ میلان جو علاقہ کے بعد نمودار ہو۔ ۳) صبا، صبا، صبا، پانی کا نشیبی زمین پر بہہ نکلنا ہے اور اسی جگہ بے اختیاری شوق کا نام ہے۔ ۴) غرام غرام قرض یا تاوان کو کہتے ہیں اور یہاں اس محبت لازم کا نام ہے، جو قرض ہو کر چٹ جاتی ہے اور کسی وقت بھی علیحدہ نہیں ہوتی۔ ۵) وداو۔ خلوص محبت اور مغز محبت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام بھی وداو بتلایا ہے۔ ۶) شغف۔ شفاف پر وہ دل اور شغف و محبت جو قعر دل تک جا پہنچے۔ ۷) عشق، یہ عشق سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک تیل ہوتی ہے، زرد رنگ کی جس درخت سے لپٹ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے اور عشق کی تاثیر بھی عاشق کے حق میں یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی حالت سے استفادہ فرمایا کرتے۔ ۸) التیمم انکسار اور عجز تمام کو کہتے ہیں۔ تیمم کا نام بھی تیمم اسی لیے ہوا ہے کہ وہ انکسار اور عجز تمام کا مورد ہوتا ہے۔ ۹) التعب، جب کہ محبت جملہ دعاوی تملیک نفس و عزت سے دستبردار ہو کر سارے دل و جان سے دوسرے کا غلام بن جائے۔ ۱۰) خلت: جب کہ دل و سوسہ غیر سے اور عقل تعقل غیر سے اور نیت و عزم و تعبد و شوق غیر سے کلیہ خالی ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کی تکمیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمائی ہے۔

مشہور عوام یہ ہے کہ درجہ خلت ابراہیم کے لیے وہ خلیل الرحمن ہیں اور درجہ محبت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور وہ حبیب اللہ ہیں، لیکن دو حدیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل الرحمن ہونا بھی ظاہر فرمایا گیا ہے: ۱) **إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا** ۲) **لَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ خَلِيلًا لَأَتَّخَذْتُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَ لَكِنْ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ**۔ ۱

” بلاریب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا دوست بنایا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا تھا اور اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو دوست بنانا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو دوست بنانا، لیکن تمہارے دوست کا خود اللہ تعالیٰ دوست ہے۔“

۱۱) وہ خطیب الانبیاء ہے، حدیث الشفاعت میں ہے: **كُنْتُ إِمَامُ الْأَنْبِيَاءِ وَ خَطِيبُهُمْ**۔ ۱

۱) خطیب، خطب سے ہے۔ خطب کے معنی فصاحت زبان ہیں اور خطیب وہ ہے جو صاحب فصاحت و بلاغت ہو۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی صفت فصاحت کا ذکر فرمایا ہے: ﴿هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا﴾ ”وہ مجھ سے زیادہ زبان آور ہے۔“ اور حدیث ہالا میں ہے کہ جملہ انبیاء کے مقدس ترین گروہ میں یہ شرف حضور علیہ السلام ہی کے لیے خاص ہے۔ صحیح مسلم حدیث میں ہے: **أَوْ تَبِيتُ جَسَ أَمِعَ الْكَلِيمِ** ۱) سادہ صاف الفاظ شستہ ترکیب، مختصر عبارت میں ایسے معانی عالیہ کو بھر دنیا جو عمیق بھی ہوں اور دقیق بھی، داخل کمال فصاحت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب الانبیاء ہونا اسی اعتبار سے ہے۔

۲) خطیب، خطابت سے ہے اور اس سے مراد امر و نواہی اور مواظبہ و امثال کا بیان کرنے والا ہے۔

۱) بخاری: 3904، 466، مسلم: 6172، 6170، ترمذی: 355، 360، 363، ابن ماجہ: 4314، مسند احمد: 137/5، 169، تفسیر ابن کثیر سورہ الاسراء

۲) مسلم: 1167، ترمذی: 1553، کنز العمال: 31932، ابن ماجہ: 567، مجمع الرواہ: 269/8، احمد: 412/2

خطیب کے معنی وہ شے بھی ہے جس میں الوان پوکموں شامل ہوں اور خطیب وہ ہے جو جملہ انواع کلام اور اسالیب خطاب کا ماہر و قادر ہو۔

119) وہ خافض ہے، یہ نام قرآن مجید کی آیت ذیل سے مستنبط ہے:

﴿وَإِخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الحجر: 88] ”آپ اپنے بازوؤں کو مومنوں کے لیے جھکائے رکھیں۔“

ظہور کو دکھو، وہ اپنے اظہاروں یا اپنے بچوں کی تربیت کیسے محبت، کیسے پیار کیسے ہوشیاری اور کیسے نگہداشت سے اپنے شہروں کے نیچے رکھ کر کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کی محبت و پیار اور نگہداشت و حفاظت کا سلوک اسی مثال سے بڑھ کر تھا۔

120) وہ خیرۃ اللہ ہے۔ خیرۃ کو علمائے لغت نے بکسر خاء اور فتح خاء ہر دو صورت روایت کیا ہے۔ اس اسم کے معنی یہ ہیں کہ حضور خیر الناس ہیں، خیر البریہ افعال خیر میں افضل و اکثر ہیں۔

121) وہ داعی الی اللہ ہے، کسی شخص کی طرف سے کسی کا دعوت دینے کا حق اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ اذن یافتہ بھی ہو۔ دنیا میں دیکھو، اگر کسی کا ملازم کسی کو دعوت طعام دے آئے، مہمان صاحب خانہ کے ہاں پہنچیں اور تب میزبان کو اور مہمان کو پتا لگے کہ نہ کسی نے بلایا اور نہ کوئی بلایا گیا۔ تب طرفین کو کس قدر ندامت اور رنج کا احساس ہوگا اور وہ دعوت دینے والا کس قدر ذلیل و حقیر اور جاہلین کی طرف سے ہدف ملامت سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا اسم مبارک داعی الی اللہ تجویز کیا ہے۔ تو کلام پاک میں اس کے ساتھ ساتھ پاؤں بھی شامل فرمایا اور اہل عالم پر ظاہر کر دیا کہ محمد ﷺ کو اختیار کلی دیا گیا ہے کہ سب کو اللہ کے گھر کا مہمان بنا لیں اور تقرب و رضوان کی دعوت دیں۔ یہ اسم حضور ﷺ کے اسمائے خاصہ میں سے ہے۔

122) وہ رحمت ہے اور آیت قرآنیہ میں حضور ﷺ کو رحمة للعالمین فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود کو ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الاعراف: 54] فرمایا اور قرآن حکیم کو ﴿ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ [یسف: 104] خانہ کعبہ کو ﴿مَبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: 96] کشتی نوح اور مریم و سح کو ﴿آيَةٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ بتایا، مگر ﴿رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ صرف حضور ﷺ ہی کو فرمایا ہے ﴿رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ کے ارشاد کو پیش نظر رکھو اور دیکھو کہ رحمة للعالمین کے خطاب میں کتنی وسعت، کتنی برکت اور کتنا فیض موجود ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت کا فیضان اہل ایمان کو بھی پہنچا، جو دنیا میں حکمران بنے اور آخرت میں مغفرت و رضوان کے مستحق ٹھہرے۔ منکرین اور اہل خسران کو بھی پہنچا جو بے برکت دعائے مصطفوی ﷺ عذاب و بیوی و غرق و خرق اور ہلاکت و تباہی سے مامون کیے گئے۔

عورتوں، بچوں، یتیموں، رانڈوں، مسافروں، اسیروں، غلاموں، لونڈیوں، رعایا و برابرا طبقہ امراء و گروہ حکم فرما کو بھی پہنچا۔ جن کی راحت و آسائش اور حقوق و مفاد کے متعلق حضور ﷺ نے مستحکم آئین شرح متین ضابطہ بین، دستور اساسی اور اصول مدنی و سیاسی وضع فرمائے اور ان سب پر اپنی حیات طیبہ میں خود بھی عمل فرما رہے اور تمام امت کو بھی پابند عمل فرمایا۔

حضور ﷺ کی رحمت کا فیض ظہور و وحوش اور مراکب و مویشی کو بھی پہنچا، جن کے ذبح و شکار کے قواعد اور تقضیہ یہ و تربیت کے متعلق احکام نافذ فرمائے گئے۔

حضور ﷺ کا فیض شوارع اور طوارق اور مشارب و موارد کو بھی پہنچا جن کو پر امن اور مصفا و پاکیزہ رکھنے، نیز انجاس وار جاس و قاذرات سے پاک رکھنے کے قواعد مرتب فرمائے گئے۔ الغرض اس رحمت سے نہ کوئی کشتنی و گردن زدنی عدو محروم رہا اور نہ کوئی ذبح شدنی ان سے بھور کیا گیا۔

لہذا حضور ﷺ کا سراپا رحمت ہونا اور بہ ہمد و جوہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہونا مسلم و ثابت ہے۔

﴿23﴾ وہ روح الحق ہے اس خطاب کا استعمال سب سے پہلے مسیح علیہ السلام نے اپنی اس آخری تقریر میں فرمایا جو انھوں نے دنیا چھوڑنے سے پیشتر اپنے خلفاء کے سامنے فرمائی تھی۔ (دیکھو 16 باب از 11 تا 16 درس)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اناجیل اربعہ میں عام طور پر اسم روح القدس کا استعمال ہوا ہے اور اس سے وہ ملکوتی قوت و شخصیت مراد ہے جسے اہل اسلام جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں اور جسے مسیحی صاحب ان اقاہیم ثلاثہ میں سے ایک اقوم ارکان تثلیث میں سے ایک رکن بتاتے ہیں اور بایں ہمہ اس کی ہستی کے متعلق وہ ذرا بھی عرفان نہیں رکھتے۔

ہاں صرف یہی ایک مقام ہے جس میں اسم روح الحق کا استعمال ہوا۔ اس کے کام اور اس کی شان اور اس کی علامات کا اعلام کیا گیا ہے۔ وہ روح الحق ہے اور ساری صداقت کی تعلیم دینا اس کا خاصہ ہے۔ وہ روح الحق ہے اور طالبان خاک نشین کو ہستی سے اٹھا کر زندگی کے بلند ترین کنگرہ پر پہنچا دینا اس کا کام ہے۔ وہ روح الحق ہے اور زندگی بخش کلام اس کے منہ میں ہے۔ وہ روح الحق ہے اور قلوب مردہ کو حیات روحانی کا عطا کرنا اس کے فرائض میں سے ہے۔ اس کی تعلیم ظاہر کو پاک اور باطن کو طابہر و باغ کوروشن اور قلب کو منور کرنے والی ہے۔

﴿24﴾ وہ سید ہے اور سیادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اے کے برتخت سیادت زائل جاواری
آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تجہا داری

وہ سید کہلانے سے بے نیاز ہے وہ سید ہے اور اپنے سید (اللہ تعالیٰ) کا عید کہلانے پر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ وہ سید ہے اور اسباط رسول الْاَحْسَنُ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ﴿1﴾ کے خطابات صحیحہ سے معزز ہیں۔ وہ سید ہے اور اس کے وزراء بھی اسی اعزاز سے مشرف ہیں:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَابِي بَكْرٍ وَعُمَرُ هَذَا سَيِّدُ
اَكْهُولِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ - ﴿2﴾

”انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر یہ دونوں اہل جنت کے گزرے ہوئے اور آنے والے تمام بزرگوں کے سردار ہیں، سوائے انبیاء و مرسلین کے۔“

وہ سید ہے اور اس کے حلقہ نشین بھی اسی علم گرامی سے روشناس ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سواری دیکھ کر حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: قَوْمُوا اِلَى سَيِّدِكُمْ۔ ﴿3﴾

﴿1﴾ ترمذی: 3768، ابن حبان: 6959، 6960، مسند احمد: 3/3، 62

﴿2﴾ ترمذی: 3764، ابن ماجہ: 100

﴿3﴾ بخاری: 3043، 3804، مسلم: 1768، ابوداؤد: 5215، ابن حبان: 7026، 7028، احمد: 22/3

وہ سید ولد آدم ہے۔ ولد جمع ہے ولد کی۔ اس خطاب سے حضور ﷺ کا سید اولاد آدم ہونا آشکار ہے۔ ظاہر ہے کہ ولد آدم کے دائرہ میں ہر ایک بشر، ہر ایک انسان ہر ایک آدم زاد داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اسی جملہ میں شامل ہیں۔ کیا کوئی وجہ التباس موجود ہے کہ خود آدم علیہ السلام بھی اسی میں داخل ہیں یا نہیں۔ شک کی ضرورت نہیں۔ دوسری صحیح حدیث میں اَدَمُ وَذُرِّيَّتُهُ تَحْتَ لَوَائِي ﴿۱۸﴾ موجود ہے اور ہر دو احادیث بصر افروز و بصیرت افزا ہیں۔

﴿۱۹﴾ وہ شارع ہے۔ شریعت بیان کرنا آسان بات نہیں موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت ہیں اور ان کے بعد بنی اسرائیل میں دو ہزار (2000) سال تک کوئی بھی صاحب شریعت نہ نکلا۔

”بزرگو! مسیح علیہ السلام نے بھی فرمایا: یہ مت سمجھ کہ میں تورات منسوخ کرنے کو آیا ہوں بلکہ اسے مضبوط کرنے آیا ہوں۔“ ﴿۲۰﴾
ہندو میں منوجی مہاراج ہوئے ہیں جنہوں نے سمرتی پیش کی ہے۔ میں دنیا کی تمام قانون ساز کونسلوں اور ضوابط و قواعد مرتب کرنے والی حکومتوں سے درخواست کروں گا کہ وہ ان ہر شریعتوں کو دیکھیں اور رپورٹ کریں کہ ان میں سے کون سی شریعت زیادہ مکمل، زیادہ مفصل، جزئیات پر حاوی، کلیات پر مشتمل، ضروریات انسانی پر محتوی اور تمدن کی حامی ہے۔ رع
بس ایک بات پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

جب شراکع موجودہ عالم کی جانچ پڑتال ان اصولوں پر کی جائے گی تو شریعت محمدیہ ﷺ کی فوقیت اور حضور ﷺ پر فسادہ اٰیہی و اٰیہی کا تفوق خود بخود آشکارا واضح ہو جائے گا۔

﴿۲۱﴾ وہ شافع ہے، شفاعت کے معنی لوگوں نے کیا سمجھے؟ کسی نے کہا کہ شفع وہ ہے جو اپنے اختیار و اقتدار سے غفران ذنوب فرماتا ہے۔ اس عقیدہ کے موجد عیسائی ہیں۔ یہ لوگ شفع بہ معنی غفور استعمال کرتے ہیں۔ لیکن خود لفظ شفع اس معنی کا تحمل نہیں۔ کسی نے شفاعت کو بے جا دبا دیا اور اس کے وجود کا انکار ہی کیا۔ اسلامی شفاعت دو اصول پر مبنی ہے ﴿۱﴾ مَنْ اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ ”جسے اللہ اذن دے۔“ ﴿۲﴾ وَكَلَّمَ صَوَابًا ”جو ٹھیک ٹھیک بات بیان کرے۔“ ہر دو اصول بالا شفاعت اسلامی کو ہر دو فریق کے افراط و تفریط سے الگ کر دینے والے شفاعت کو معقول اور قابل التسلیم بنا دینے والے ہیں۔ ہاں! حضور ہی صاحب مقام محمود ہیں اور حضور ﷺ ہی شفاعت کبریٰ کی خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

﴿۲۲﴾ وہ شاہد ہے اور اچھا شاہد اور سچا گواہ وہ ہے جس کی شہادت واقعات صحیحہ کو کتمان سے بروز میں لے آئے، جس کی شہادت بے خبروں کو باخبر اور بے علموں کو باعلم اور غائبین کو مثل حاضر بنا دے۔ نبی ﷺ شاہد ہیں اور اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت جملہ عالم کے سامنے حضور ہی نے ادا فرمائی ہے اور اپنی شہادت سے رب العالمین کے لیے استحقاق الوہیت و معبودیت ثابت کیا ہے۔ عبادات و استعانت بغیر اللہ کے مسئلہ میں سینکڑوں مذاہب سرگرداں و حیران و پریشان تھے۔ حضور ﷺ ہی کی شہادت نے ان حقائق خفیہ کو آشکار کیا۔ حضور ﷺ ہی نے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت ادا کی۔ رسالت و نبوت کے خصائص و جی ربانی کی حقیقت و اعمال کا روح سے تعلق، جزا و سزا کا اعمال پر ترتیب، شریعت کی ضرورت اور شرائع الہیہ و نواہیس حکمیہ کا استحکام۔ یہ سب حضور ﷺ ہی

کی شہادت سے ہوا۔ اللہ اکبر! شاہد کیسی زبردست شہادت اور اعلیٰ صداقت کے ساتھ کھڑا ہوا ہے کہ داوری گاہ علم میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور اپنی واپسی سے پیشتر ہزار ہزار بندگان الہی کو اس شہادت پر قائم بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے سامنے ان کو بھی شاہد بنا گیا اور تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَي النَّاسِ کی سند عطا فرما گیا۔

128 وہ صاحب ہے، صاحب کے معنی ساتھ رہنے والا ہے۔ مسیح علیہ السلام نے حضور ﷺ کا نشان ان ہی الفاظ میں دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس سے حضور ﷺ کی نبوت کا ابدی ہونا ثابت ہو گیا۔ یہ ثابت ہے وہ نوع انسان کے ساتھ ساتھ اس وقت تک رہے گی، جب تک کہ خود یہ نوع باقی رہے۔ منکرین مکہ بھی حضور ﷺ کو صاحب قریش کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ لفظ خواہ کیسی ہی نیت سے وضع کیا تھا لیکن قدرت الہی نے اسے پاک ترین معنی میں استعمال کیا۔ اور ﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ﴾ [التورہ: 22] فرمادیا۔ انبیاء علیہم السلام میں ایسے بزرگوار بھی ہوئے ہیں جنہوں نے امت عاصی کے مفسدات اور قابل نفرت افعال کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور ان کو چھوڑ کر خود ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے استقامت و صبر کی طبع و ثنا فرماتا ہوا ظاہر کرتا ہے کہ اس نبی کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ یہ نافرمانوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوتا ان کو اپنے دربار سے دور نہیں کرتا۔ خود ان سے علیحدگی کو پسند نہیں فرماتا۔ وہ صابر ہے اور اس کا صبر صرف اللہ ہی کی نصرت و معیت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج تم اسے اپنا صاحب کہتے ہو کل کو تمہیں خود اس کا صحابی بننا موجب شرف و عزت بن جائے گا۔

129 وہ صادق ہے صدق بیان و اشکاف کو کہتے ہیں۔ امر الہی کو صاف صاف بیان کرنا دنیا کی مخالفت و مخالفت کی پروا نہ کرنا دباؤ اور دھمکی کو وقعت نہ دینا۔ اعداء کی تداہیر فاسدہ اور مرکاہد کا سدھ سے مرعوب نہ ہونا حضور ﷺ کا خاصہ ہے۔

وہ صادق ہے۔ اس نے عرب جیسے خونخوار، وحشی، خور بڑبت پرستوں کو صاف صاف سنا دیا ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ [الانبیاء: 98] ”تم بھی اور تمہارے معبود بھی جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے۔“ وہ صادق ہے جس نے یہودی قوم کو تجارت کے مالک واحد ہونے کی وجہ سے تمام عرب پر چھائے ہوئے تھے اور جن کے سود اور قرضے کی زنجیریں ہر ایک امیر و غریب کی گردن میں پڑی ہوئی تھیں۔ نیز مسیحیوں کو جن کی حکومتیں شام، مصر، یمن اور ایشیائے کوچک و یورپ میں پھیلی ہوئی تھیں۔ صاف صاف لفظوں میں یہ سنا دیا تھا ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَ الْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [المائدہ: 86] ”اے یہودیو! اے عیسائیو! تم تو سچائی کے کسی درجہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم 1 تورات اور 2 انجیل اور 3 اللہ کے اس کلام پر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، قائم نہ ہو جاؤ۔“

ہاں صادق وہ ہے جو اپنے کلمہ پڑھنے والوں کو بھی فرمادیتا ہے۔ ﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ ”اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں تمہارے نقصان یا بہبودی کا مالک نہیں۔“ ﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ [الن: 21] ”کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ سے اور کوئی بھی پناہ نہ دے سکے گا اور میں تو اس کے سوا اور کسی کو اپنا سہارا بھی نہیں پاتا۔“

ہاں صادق وہ ہے جو اپنے عزیز و اقارب کی نسبت بھی یہ پیغام سنانا ہے: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [اشعراء: 214] اپنے خاندان کے قریب ترین اشخاص کو بھی ڈرادے۔

130 وہ صادق ہے۔ منازل روحانی میں صدق کا درجہ نہایت اعلیٰ ہے۔ صدق ہی روح اعمال ہے اور صدق ہی معیار احوال صدق ہی

وہ دروازہ ہے جو دروازہ الجلال تک پہنچاتا ہے۔ صدق ہی بنیاد دین ہے اور صدق ہی کی چوب پر یقین کا خمیر کھڑا کیا جاتا ہے۔ صدق ہی ہے جس کا سوال خلیل رب العالمین نے فرمایا تھا:

﴿وَأَجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ﴾ [الشعراء: 214] ”میرا ذکر خیر آنے والے لوگوں میں بھی قائم رکھو۔“
صدق ہی ہے جس کی مجلس دربار شاہی کے قریب منعقد ہوئی۔ ﴿فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ [القمر: 55] ”پاکیزہ اور راسخی والی بیٹھک میں اپنے عزت والے بادشاہ کے پاس“ نبی ﷺ ہی صادق ہیں اور حضور ﷺ کا یہ نام یوحنا کو مکاشفات میں بتایا گیا ہے۔ حضور ﷺ ہی صادق ہیں، اپنی قوم میں اور اپنے وطن میں اطراف و اکناف میں حضور ﷺ اسی نام سے قبل از نبوت روشناس ہوئے۔ ﴿الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ﴾ [الزمر: 330] ”وہ جو صدق کو لے کر آیا“ حضور ﷺ ہی ہیں جس کے تعین صدیقیت و محمدیت کے مراتب پر فائز ہوئے۔

وہ صدوق ہے، اس کے صدق پر زمین و آسمان گواہ ہیں۔ اس کے صدق کی شہادت میں بروجرتر زبان ہیں۔ عیسائیوں کے رہبان اور احبار یہودیوں کے ائمہ اور ربیوں اس کی صداقت کے کلمہ خواں ہیں۔ لات منات و عزری کے پجاری اپنے اپنے کذب و بطلان اور حضور ﷺ کے صدق و حقانیت کے معترف ہیں۔ زبور اور امثال ذی الکفل اور دانیال، یسعیاہ، حزقیل و حزقائل، جچی و ملاکی، زکریا و یحییٰ کے صحیفے اس کے صدق و حقانیت کے بیان سے مملو ہیں۔ عباس بن مروان جو عیسائیوں کے مشہور بشارت تھے اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں۔

فَأَمْنْتُ بِاللَّهِ الَّذِي أَنَا عَبْدُهُ
وَوَجَّهْتُ وَجْهِي نَحْوَ مَكَّةَ قَاصِدًا
نَبِيٌّ أَنَا بَعْدَ عِيسَى بِنَاطِقِي
مِنْ الْحَقِّ فِيهِ الْقَضَلُ كَذَّالِغَا
وَخَالَفْتُ مَنْ أَمْسَى يُزِيدُ الْمَهَالِغَا
وَبَايَعْتُ بَيْنَ الْأَخْشِيِّنَ الْمُبَارِغَا

① میں ایمان لایا اس اللہ تعالیٰ پر جس کا میں بندہ ہوں۔ گزشتہ کل ہی اس کی مخالفت کر کے ہلاکت و بربادی کا موجب ٹھہرا۔
② مکہ کا ارادہ کر کے میں نے اپنے چہرہ کو اس کی طرف متوجہ کیا اور میں نے اس کی بیعت دو کھردرے کناروں کے درمیان کی۔
③ وہ ایسا نبی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا ہے، اپنے رب کی مرضی سے بولتا ہے اور یہی اس کی فضیلت و توقیر ہے۔
④ وہ طہ ہے۔ وہ زہرۃ الحیوۃ الدنیا سے دور ہے۔ وہ نعمت ہائے باقیہ سے پرورش یافتہ ہے۔ وہ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا کی سند ہاتھ میں لے کر آیا۔ اس کی راحت، اس کی آسائش اس کی خوشنودی، اس کی رضا کارب العالمین خود گمان ہے۔

⑤ وہ طیب ہے۔ اس کی اصل، اس کی نسل اس کی ازواج، اس کی ذریت، اس کا پیکر اس عنصر ارجاس و انجاس و عیوب و نقائص قبائح اور ذائل سے پاک ہے۔ وہ زکی ہے، وہ طاہر ہے طیبون اس کے شاگرد ہیں اور قدوسی اس پر درود خواں، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

صَلَّى الْإِلَهِ وَ مَنْ يَحْفُ بِعَرْسِهِ
وَ الطَّيِّبُونَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدِ

اللہ رب العزت اور اس کے عرش کو گھیرنے والے فرشتے اور نیک لوگ احمد مجتبیٰ ﷺ کی بابرکت ہستی پر درود بھیجتے ہیں۔
وہ طاہر ہے، وہ حسب و نسب میں عالی ہے، آہائے اولین جو اسی کے نور کے حامل تھے۔ سفاح سے پاک رہے اور عمود نسب سے جملہ

بزرگان محترمین میں اغیار کی غلامی سے آزاد۔

وہ ظاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ اس نے طہارت کی تعلیم دی اور اسی نے طہارت ظاہری و باطنی سے اپنے قبیحین کو پاک ٹھہرایا۔ اس کی تعلیم نے ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِطُّوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ﴾ [البقرہ: 108] کی جماعت کو قائم فرمایا اور اسی کے احکام و افعال کی غایت ﴿تَطَهَّرُوهُمْ وَ قَوِّضُوهُمْ﴾ [البقرہ: 103] کو ٹھہرایا ہے۔

۱۹۹) وہ عبد اللہ ہے۔ عبودیت ہی کمال انسانیت ہے اور عبودیت کی تکمیل منازل نبوت ہی میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس جگہ کسی نبی اللہ کا ذکر پیا اور محبت اور قبولیت کے لہجہ میں فرماتا ہے تو اس جگہ لفظ عبد کا اضافہ فرماتا ہے۔

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ﴾ [ص: 17] ”ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کو یاد کرو جو بڑی قوت والے تھے۔“

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ﴾ [ص: 41] ”اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو۔“

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا﴾ [مریم: 2]

”یہ تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر کی تھی۔“

نبی ﷺ کی عبودیت وہ شجرہ طیبہ ہے جس کے پھل نہایت شیریں ہیں۔

۱ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ﴾ [الفرقان: 1] نزل قرآن کا سبب عبودیت کاملہ ہے۔

۲ ﴿الَّذِي كَفَّاهُ الْبِغَافَ عَبْدَهُ﴾ [الزمر: 36] کفایت البیہ کا سبب عبودیت ہے۔

۳ ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا﴾ [بنی اسرائیل: 1] معراج عبودیت کا ثمرہ ہے۔

۴ ﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ [النجم: 10] خطابات عالیہ کا شرف عبودیت پر عطا ہوا۔

یہ سچ ہے کہ مسیح (علیہ السلام) نے بھی صدیقہ مریم (علیہا السلام) کی گود میں اپنی عبودیت کہا تھا۔

اور حضور ﷺ کو بھی آیت ﴿وَإِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ﴾ [البقرہ: 19] میں عبد اللہ فرمایا گیا ہے لیکن ہر دو مقامات پر تفاوت

درجات کا نور اپنی اپنی ضیا میں روشن ہے۔ اسی عبد اللہ حضرت مسیح کا اپنا قول ہے۔ ہنوز فعل اس کی معیت میں نہیں۔ نبی ﷺ کو

خود رب العالمین نے عبد اللہ فرمایا اور حضور ﷺ کی قیام بر عبادت اور قیام بردعوت کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ساتھ موجود ہے۔

ہاں وہ عبد اللہ ہے اور اس کی عبودیت کا شاہد خود موجود و موجود ہے۔

وہ عبد اللہ ہے اور دعوت عبودیت میں وہ سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ وہ عبد اللہ ہے اور اس نے کلمہ توحید میں اپنے مبارک

و موجود اسم کے ساتھ عبودیت، وَرَسُولُهُ، کو جزو لاینک بنا دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص کلمہ شہادت پڑھنا چاہے اور وہ اسم اللہ کے ساتھ

وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، اور اسم محمد کے ساتھ عبودیت، وَرَسُولُهُ، نہ پڑھے۔

اے مالک میں بھی اس مقام پر کلمہ شہادت کو ہر اتنا ہوں اور تیرے خزانہ رحمت میں بطور امانت سپرد کرتا ہوں:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَرَسُولُهُ، رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَ

بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا. ③

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وحدہ لا شریک ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کو اپنا رب، اسلام کو دین اور محمد کو آخری نبی اور قرآن کریم کو اپنا امام ماننے پر راضی ہوں۔“

وہ غنو ہے۔ غنوا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے اور نبی ﷺ کی صفات عالیہ میں سے بھی جملہ صفات نبوی ﷺ اللہ تعالیٰ ہی کی صفات الہی کے ظلال ہیں اور حضور ﷺ کے جملہ محاسن عطیات ربانی ہی کے مظاہر ہیں۔

① کوہ معیم کے اسی (80) اعدائے دین کو جنہوں نے حضور ﷺ کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مصروف نماز دیکھ کر قاتلانہ حملہ کر دیا تھا، معاف کر دینے والا وہی ہے۔ ②

② زینب بنت الحارث بن اسلام خیری کو جو مسموم گوشت کا ہدیہ لے کر آئی اقبال جرم کے بعد معاف کر دینے والا وہی ہے۔ ③

③ سرداران قریش نے 13 سال تک اشاعت اسلام کو روکا اور اسلام میں داخل ہونے والوں کو مشق ستم اور ہدف تیر و نیزہ بنایا۔ مغلوب کر لیے جانے کے بعد معاف کر دینے والا وہی ہے۔ ④

④ ابن سلول رئیس المنافقین اور اس کی جماعت اہل بیثرب کو بار بار معاف کرنے والا اور ان کی چوگانہ حرکات سے درگزر کرنے والا وہی ہے۔

⑤ جنگ حنین کے چھ ہزار (6000) قیدیوں کو ایک زبانی درخواست پر آزاد کرنے والا وہی ہے۔ حسان بن علیؓ فرماتے ہیں:-

عَفُوٌّ عَنِ السَّرَّاتِ يَفْقُلُ عُنْدَهُمْ
فَإِنْ أَحْسَنُوا فَاللَّهُ بِالْخَيْرِ أَجْوَدُ

”وہ نبی غنوا (معاف کرنے والا) دشمنوں کے عذر کو قبول کر کے ان کو معافی دینے والا ہے۔ اگر وہ نیکی کریں تو اللہ تعالیٰ

بھلائی میں بہت بخشنے والا ہے۔“

دنیا کی تاریخ ایسے غنوو درگزر کے نظائر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

① وہ فاتح ہے اگر فتح کے معنی کشور کشائی و ملک گیری ہیں تو یقیناً حضور ﷺ کی سیرت پاک میں اس کے نمونے بہت کم ملیں گے۔ حضور ﷺ کے مشہور غزوات جن میں لڑائی بھی ہوئی۔ بدر و احد احزاب و خیبر اور حنین ہیں۔ ان پانچ میں سے فاتحانہ قبضہ صرف خیبر پر کیا گیا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ وہاں کی ارضیات پر انہی دشمنوں کا قبضہ قائم رکھا گیا اور ان سے صرف حق مالکانہ کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ باقی چار مقامات کی بابت سنو کہ احد اور احزاب کی جنگ خود مسلمانوں کی اپنی زمین پر ہوئی اور بدر و حنین میں فتح کے بعد بھی کوئی علاقہ شامل خالصہ نہ ہوا تھا۔

یہ وجوہات بالاضوری ہے کہ اسم فاتح کے معنی پر غور کیا جائے۔ قرآن مجید میں سورہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ مَا تَشَاءُ موجود ہے اور اسی میں حضور ﷺ کی فتح مبین اور نصرت عزیز کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ وہ فتح صرف اسی ایک استحقاق حاصل کرنے کا نام ہے کہ آئندہ تبلیغ اسلام میں قریش مداخلت نہ کریں گے۔

① مسلم: 4679، ابوداؤد: 2688، ترمذی: 3264، احمد: 290، 124/3، ② بخاری: 5777، 2617

③ سنن الکبریٰ، بیہقی: 118/9، سیرت ابن ہشام: 412/4، تاریخ طبری: 61/3

ہاں حضور ﷺ فاتح ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی تعلیم سے نادانوں کے سینے کھول دیئے۔ اسرار روحانی واضح کر دیئے، صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے سامنے جو موانع موجود تھے ان کو دور فرمایا، حریت عطا فرمائی اور آزادی دین کے حقوق سے سب کو بہرہ مند فرمایا۔ عمان کا حکمران اکیدر کا بادشاہ، حبشہ کا تاج وزین کا فرمان روا، شام کا حاکم مختار اپنے اپنے مقامات پر مقیم اور اپنے اپنے ممالک پر متصرف اور اورنگ نشین ہیں۔ لیکن ان کے دل و دماغ کو اس حبیب اللہ ﷺ نے فتح کر لیا ہے اور اب ان کو قدوسی باخلاص کہلانے میں وہ مزہ ملتا ہے جو شاہ گردوں، قہاب کہلانے میں نصیب نہ تھا۔

وہ دلوں کا فاتح ہے، وہ قلوب پر قبضہ کرنے والا ہے، وہ روح ورواں ہے اور تاب و تواں کی جان ہے۔

﴿وہ قاسم ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: "أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ مُعْطِيٌ"﴾ "دینے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔"

حضور ﷺ نے کن کن فیوض و برکات کو عام کیا اور کن کن تجلیات و تدلیات کو بصیرت افروز بنایا، کن کن آلاء و نعم سے دنیا کو متنوع کیا اور کن کن عطایا سے اہل دین کو ممتاز بنایا۔ یہ ایک وسیع بیان ہے۔

اس عرب کو جو گونہ علوم اور تشنہ حقائق تھا۔ حضور ﷺ ہی کی تقسیم نے سیر اور سیراب بنایا، جن نعمتوں کے گنجینہ دار اہل زرتشت تھے اور جن آلاء کے خازن اسرائیل تھے اور جس پر شاد کے بھنداری لگنا جتنا پر قبضہ کرنے والے تھے، ان جملہ خزانوں و دقائے کو حضور ﷺ نے نکالا اور عرب پر تقسیم کر دیا۔ وہ عرب تک رگت بیا بان اور سنگلاخ وادی کے ہوا اور کسی شے کے مالک نہ تھے انہی لوگوں نے اپنی عطیات کا حصہ دار ہر ایک انسان کو بنایا۔ انہی نے ہر ایک صادر و وارد کو اپنے دسترخوان پر بٹھلایا، انہی نے مساکین و یتیموں کو سبیل کے لیے مشرق و مغرب تک لنگر جاری کیے۔ پیاؤ بٹھلایے، برابر کا بٹھلایا، برابر کا پلایا، غیروں کو اپنا کیا اور دشمنوں کو چھاتی سے لگایا اور اسی طرح پر آج تمام دنیا زلہ خوار کرم مصطفیٰ ﷺ ہے اور جملہ اہل عالم تک خوار احمد مجتبیٰ ﷺ ہے ورنہ یہ حقائق، یہ معارف دنیا کو کہا نصیب تھے؟

﴿وہ مصطفیٰ ہے۔ نبی ﷺ کے خاص اسمائے مبارکہ میں سے ہے۔ حتیٰ کہ اسم مصطفیٰ اب حضور ﷺ کے لیے بطور علم مستعمل ہے اور دوسرے کے لیے نہیں آیات قرآنیہ سے واضح ہے کہ آدم اور نوح اور ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام خصوصیت سے وہ بزرگوار ہیں، جن کے لیے فضل مصطفیٰ کا اطلاق ہوا ہے اور مصطفیٰ کا سبب یا ذریعہ کلام الہی اور وحی ربانی کا نزول تھا۔ یہ وجود امتیاز بدرجہ اتم و اکمل وجود نبی ﷺ میں موجود ہیں۔ کتاب استثناء کے باب 18 میں نبی ﷺ کی خاص بھد شاخت یہی فرمائی گئی ہے کہ اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہوگا۔ وحی کا نزول اور اس کا تسلسل تنزیل اور تکمیل کی کیفیت جو کچھ قرآن مجید میں پائی جاتی ہے وہ اور کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ لہذا محمد ﷺ ہی وہ برگزیدہ و چیدہ ہستی ٹھہرے جن کا نام مصطفیٰ ہوا اور جن کا مصطفیٰ ہر ایک مقدس کے مصطفیٰ سے برتر و اعلیٰ ہے۔

قرآن مجید میں ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَ آلَ إِبْرَاهِيمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

"اللہ تعالیٰ نے آدم و نوح و آل ابراہیم اور آل عمران کو دنیا جہاں پر فضیلت بخشی۔" [آل عمران: 33]

فرمایا گیا ہے۔ آل ابراہیم میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام خود اور حضور ﷺ کی آل ہر دو شامل ہیں اور اس اسلوب کلام کے اختیار کرنے کی وجہ یہی کہ آل ابراہیم کا مصطفیٰ حضور ﷺ ہی کی شمولیت پر مبنی ہے۔

440 وہ مطاع ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی ذات سبحانی ہے جس کی اطاعت مقصود بالذات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت کرنے والوں کی شناخت کے لیے یہ معیار مقرر کر دیتا ہے کہ انبیاء الہی کی اطاعت کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے سمجھے جائیں گے اور اطاعت انبیاء سے گریز کرنے والے ہی اطاعت ربانی سے گریز کرنے والے قرار دیے جائیں گے۔ اس رسول کو اللہ تعالیٰ نے بطور قانون حکم ظاہر فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [النساء: 46] ”نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اطاعت کی گئی۔“

اصولی حکم کے بعد ذات مبارک نبوی ﷺ کی نسبت خصوصیت سے فرمایا۔ ﴿وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: 80] اس رسول کی جس نے اطاعت کی تو اس نے بالضرور اللہ ہی کی اطاعت کی۔ بعد ازاں فرمایا:

﴿إِنْ تَطِيعُوا تَهْتَدُوا﴾ [البقرہ: 54] ”اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یاب بن جاؤ گے۔“

قرآن مجید میں ﴿مُطَاعٌ ثُمَّ أَمِينٌ﴾ [التہوم: 21] حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے اور سورہ تحریم میں ﴿وَجِبْرَائِيلَ وَصَالِحَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةَ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرًا﴾ [التحریم: 14] نازل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ مطاع آسمانی اور امین وحی ربانی بھی حضور ﷺ کے مددگاروں میں اسی طرح داخل ہیں جیسے دیگر ملائکہ اور جملہ مؤمنین۔ ہر دو آیات نے نبی ﷺ کا سب سے بڑھ کر مطاع ہونا واضح فرمایا ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

لہذا اب کوئی نبی یا مرسل، کوئی ملک یا حاکم وحی کوئی پیر و مرشد، کوئی امام کوئی شہید، یعنی مخلوق الہی میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو سیدنا مولا نامحمد ﷺ کے سامنے مطاع کہلانے کی جرات کر سکتا ہو یا جس کی اطاعت محمد ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ کر باعث ہدایت و قرب ربانی بن سکتی ہو۔ حدیث پاک و ﴿لَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا لَمَّا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعٌ﴾ [1] اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اطاعت کے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔“ اسی راز کی کاشف ہے۔ ہاں ہر ایک کلمہ خواں اسلام کا دین و ایمان یہی ہے کہ قرب الہی اور رضوان سبحانی اور مغفرت و نجات کا ذریعہ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف ایک ہے اور وہ اطاعت محمدی ﷺ ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اگر آج کوئی شخص سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کا مدعی بن کر حضور ﷺ کی اطاعت سے اظہار استغفار کرے تو وہ مغفرت و نجات سے دور ہے اور قرب و رضوان کے منازل عالیہ سے محجور۔

نبی ﷺ ہی مطاع ہیں اور حضور ﷺ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔ ائمہ دین اور اصحاب کرام کے مدارج و مناسب اس لیے دیگر مخلوق سے برتر و عالی ہیں کہ یہ بزرگوار حضور ﷺ کی اطاعت میں مستحکم اور کامل ترین۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست
کے کہ خاک درش نیست خاک بر سر دست
پندار سعدی کہ راہ صفا
تو اس یافت جز درپے مصطفیٰ

[1] وہ ماجی ہے۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث پاک عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَبِي خَمْسَةَ أَسْمَاءَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِجِيُّ الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي

يُحْشِرُ النَّاسَ عَلَى قَدَمِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ - [1]

حضور ﷺ ماجی ہیں، کفر و ضلالت کو کھج کرنے والے، شرک اور ماسوا پرستی کو مٹا دینے والے۔ حجاب رسم و نفس کو اٹھا دینے والے، کفران و خذلان کے غاروں کو بھر دینے والے، طغیان و عصیان کی بلند چوٹیوں کو پیوست کر دینے والے حضور ہی ہیں جنہوں نے عرب کے تین سوساٹھ بتوں کو ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [بنی اسرائیل: 81] کا حکم بنا کر اوندھے منہ گرایا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جن کے ارشادات کے بعد نصاریٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو والدہ خدا کہنے سے اجتناب کیا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جن کی تعلیم نے مانی مشرک کی ناپاک تعلیم سے ایران کو نجات دی۔ حضور ﷺ ہی ہیں جن کی ہدایت نے دام مارگیوں، چتر رنگد یوں جیسے نقش پسند فرقوں کا بیڑہ غرقاب کیا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے معصوم بچیوں کو پوند خاک ہونے سے اور ناکردہ گناہ واپسوں کو زندہ نند آتش بنائے جانے سے بچایا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے خمر و قمار کو جس و نجس بتایا۔ حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے ایک نیشلی چیز کو جو برحمت انسانی کا دشمن ظاہر کیا۔ الغرض مفاسد در ذائل کو مٹانا، سکارہ و ماتم کو کھو کرنا حضور ﷺ ہی کی پاک اور طیب تعلیمات کا خاصہ ہے۔ لہذا حضور ﷺ کا ماجی ہونا مسلم ہے۔

[2] وہ حاشر ہے، قیامت کے دن مرقد پاک اور آرام گاہ خاص سے سب سے پہلے سرائٹھانے والے احبائے موتی کی کیفیت کو ملاحظہ کرنے والے، مناد رب العباد کی ندا پر سب سے پہلے لبیک پکارنے والے، عذر خواہی امت کی سب سے پہلے چارہ گری فرمانے والے حضور ﷺ ہی ہیں۔

[3] وہ عاقب ہے۔ سب سے پیچھے آنے والا۔ جملہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کو جمع کرنے والا عدیم الخیر، عدیم المثال آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا تمام۔

[4] وہ نور ہے اسی کے دین پر چلنے والا ﴿فَهُوَ عَلِي نُورٌ مِنْ رَبِّهِ﴾ [الزمر: 22] کے نورانی خلعت سے ممتاز ہے۔ اس کی لائی ہوئی کتاب کو نور بتایا گیا ہے۔ ﴿وَ اتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي اُنزِلَ مَعَهُ﴾ [الاعراف: 157] اس نور کا اتباع کیا جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔

اسی کا مبارک نام سورہ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ﴾ [المائدہ: 15] خازن و معالم میں نور کو نبی ﷺ ہی کی ذات بتایا ہے۔ حضور ہی وضوع امر اور تین نبوت میں نور ہیں اور حضور ﷺ ہی کی تعلیم تو پر قلوب کے لیے نور ہے۔

حبیب اللہ ﷺ کی دعائے ذیل پر غور کرو اور دیکھو کہ مجیب الدعوات سے روزانہ کس شے کا سوال ہے؟ کیا ذات سبحانی کسی کا سوال رد بھی فرماتی ہے؟

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَ فِي بَصِيرِي نُورًا وَ فِي سَمْعِي نُورًا وَ عَن يَمِينِي نُورًا وَ يَسَارِي نُورًا وَ فَوْقِي نُورًا وَ تَحْتِي نُورًا وَ أَمَامِي نُورًا وَ خَلْفِي نُورًا وَ اجْعَلْ لِي نُورًا وَ فِي لِسَانِي نُورًا وَ فِي دَمِي نُورًا وَ فِي عَصَبِي نُورًا وَ فِي شَعْرِي نُورًا وَ فِي بَشْرِي نُورًا اللَّهُمَّ اعْطِنِي نُورًا اللَّهُمَّ اعْظِمْ لِي نُورًا - اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي نُورًا - [5]

”الہی امیرے قلب میں نور ہو، میری آنکھوں میں نور، میرے کانوں میں نور، میرے داہنے نور، میرے بائیں نور، میرے اوپر نور، میرے نیچے نور، میرے آگے نور، میرے پیچھے نور، نور کو میرا بنا دے، میری زبان میں نور ہو، میرے خون میں نور ہو، میرے پٹھوں میں نور ہو، میرے بالوں میں نور ہو، یا اللہ مجھے نور عطا فرما۔ یا اللہ میرے نور کو بڑھایا یا اللہ مجھے نور ہی بنا۔“

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ ”بانت سعد“ میں کہتے ہیں:

ع إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَهْتَبُ

(45) وہ مدثر ہے۔ تدثر کے معنی ہیں طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کر لینا، کاشانہ عالم حضور کے علو مراتب کے مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آشیانہ کو درست و محکم بنا دینا اہل عالم کی ضروریات مادی و اخلاقی و روحانی کو مکمل فرما دینا ہے۔ یہ تکمیل انذار اور تکبیر و تہلیل ربانی اور تطہیر خلائق از علق مادی و قلبی کی تدابیر سے فرمائی گئی ہے۔ رجز و رجز کو دور فرما کر طہارت ظاہری و باطنی سے اہل عالم کو مطہر بنانا اسی مدثر کا کام ہے۔

(46) وہ منزل ہے: اس کی آنکھیں دنیائے تیرہ و تاریک کے بدنما چہرہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کے کان زور کے کذب و بہتان کو نہیں سن سکتے۔ وہ گھبرا کر خفا و حرج کے غلوت کدو میں چلا جاتا ہے اس کی پاک و طہارت کے مطابق تخلیقات قدسہ کو اس کے سامنے کھول دیا جاتا ہے۔ ملکوت اعلیٰ کے مظاہر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ کلام یزنی سامع نواز بن جاتا ہے۔ اس وقت ترہب و تجمل کا راز آشکار کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ ظلمت کدو آفرینش سے بیزار ہوئے اکثر انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ دانش مند بدھ مرتاض دیو جانس رشی ویدیا س وغیرہ ہم نے جو آسمان تاریخ کے روشن کواکب ہیں اسی روش کو پسند فرمایا ہزاروں نن اور منک نے ٹیک نیچی سے رہبانیت ہی کو اس دنیائے غدار سے چھوٹنے کی اعلیٰ تدبیر سمجھا۔ ہزاروں جینی درویش اسی ریاضت میں اپنی جان پر کھیل گئے۔

قدرت رہانیہ نے تجمل کا نسخہ اس منزل کو بتایا۔ وہ فوراً کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کا سارا دن مخلوق کی رہنمائی اور عقدہ کشائی میں پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری رات اپنے مالک کے سامنے معروضات کے پیش کرنے میں گزر جاتی ہے۔ اس کی انذار و بشارت بعض کے سامنے فرعونوں کے انجام کو قریب کر دیتی ہے اور بعض کو ہلاکت و تباہی کے بحر احمر سے بچھرو سلامت گزر جانے کے لیے دلیل راہ بن جاتی ہے۔ ہاں وہ منزل ہے، وہ فرعونوں کے لیے موسیٰ علیہ السلام جیسا شگہوہ اور ایمانوں کے لیے عیسیٰ علیہ السلام جیسا یقین اور مذموم عاقبت والوں کے لیے ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آیا ہے۔

(47) وہ مشہود ہے، امام قرظی کا بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام شاہد ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہیں۔ قرظی کا فرمودہ درست ہے۔ سیدنا یعقوب، موسیٰ داؤد، سلیمان، و شعیباہ، ودانی اہل درمیاہ و حقوق و یوحنا و مسیح علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ادا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر مقدم کی اطلاع دی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ولادت و جرت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام اللہ کا نزول، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور راست بازی کا ملہ کے دروس پاک کا ذکر فرمایا ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی زبان پر با تحقیق مشہود ہیں۔

کارلائل، سر مور و اسٹنٹن، جان ڈیون، ایڈورڈ گمن جیسے بے باک آزاد خیال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن ضمیری خیر خواہی

خلاق، بے لوث زندگی، پاک ترین حیات، پاک ترین مقصود کے لیے پاک ترین تدابیر کے عمل میں لانے کے مدحت طراز اور توصیف نگار ہیں۔
ہاں! وہ زمین و آسمان جس میں روزانہ اس کی عبودیت و رسالت کی شاہانہ نوبت اوقات خمسہ میں بلند آوازہ ہے۔ حضور کا مشہور ہونا تسلیم کر رہے ہیں۔

﴿48﴾ وہ رؤف اور رحیم ہے۔ ہر دو اسماء یقیناً اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں حضور کو ﴿بِسْمِ الْمُؤْمِنِينَ رُؤْفٌ رَّحِيمٌ﴾ [النوبہ: 128] ہونا مسلم ہے۔ اختصار نگار کے لیے یہی سند کافی ہے۔

﴿49﴾ وہ مذکر ہے۔ رات کی تاریکی میں جب کہ قافلہ بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکتا ہو وہ آگے بڑھتا ہے۔ خشک پتھروں کی اونٹ اور ریت کے بستر پر لیٹنے والوں کی تذکیر فرماتا ہے اور وہی مبارک نام جس کی تذکیر فرمائی گئی، سننے والوں کے دل و زبان پر بطور ذکر و دوام جاری ہو جاتا ہے۔

وہ مخالفین کی محفلوں، سالانہ مندلیوں پر رونق ملیوں، ٹھیلوں میں جاتا ہے اور یٰٰ أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا ”اے لوگو! کلمہ حق کی گواہی دے دو فلاح پا جاؤ گے۔“ ﴿1﴾ کی تذکیر فرماتا ہے۔

وہ پہاڑ پر جاتا ہے، پتھر کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پاک نام غافلوں کی جماعت تک پہنچاتا ہے۔ وہ میدان جنگ میں نرغہ اعداء میں گھرا ہوا ہے، اس کا بازو اس کا سر، اس کے دو ٹانگے ٹنگاری سے محروم ہیں لیکن وہ اس حالت میں بھی تذکیر فرما رہا ہے، وہ بستر پر پڑا ہوا ہے۔ دو دن سے شدید تپ ایک منٹ کے لیے بدن سے الگ نہیں ہوئی۔ دروسر بھی ہے، ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہے، لیکن وہ تذکیر میں مشغول ہے۔ وہ وصایا و نصائح سے امت کے مستقبل کی فکر فرما رہا ہے اور اللہ پاک کا نام تلقین کر رہا ہے۔ وہی مذکر ہے اور تذکیر اسی پر ختم ہے۔

﴿50﴾ وہ مبارک نام ہے۔ لفظ برکت، بَرَكَ الْبَعِيرُ سے ماخوذ ہے۔ اونٹ کا جم کر بیٹھ جانا۔ اس لفظ کا مفہوم تقویٰ ہے۔ برکت میں استقرار اور دوام کے معنی داخل و شامل ہیں۔ وہ مبارک ہے۔ اس کا دین ہمیشہ تک رہنے والا ہے۔ اس کی شریعت نسخ سے مبرا ہے۔ وہی تاقیام قیامت سب کا ہادی ہے۔ اسلام جہاں پہنچ گیا، جم گیا۔ سب ملک اسی کے ہیں، وہ ہر جگہ کو اپنا وطن سمجھتا ہے۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم کا استعمال کیا ہے۔

صَلَّى الْإِلَهَ وَمَنْ يَحْفُ بِعَرْشِهِ
وَ الطَّيُّونَ عَلَى الْمُبَارِكِ أَحْمَدُ

”درود بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے عرش عظیم کے ارد گرد فرشتے اور نیک و پاکیزہ لوگ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات گرامی پر۔“

سیدنا عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے جو راہب نصرانی تھے اپنے نعتیہ قصیدہ میں کہا ہے:

وَجَهَّتْ وَجْهِي نَحْوَ مَكَّةَ قَاصِدًا
وَبَسَّعْتُ بَيْنَ الْأَحْمَسِيِّنِ الْمُبَارِكِ

﴿51﴾ وہ مہاجر ہے۔ قرآن مجید مہاجرین و انصار کے فضائل و مدائح سے مملو ہے۔ مہاجرین کو انصار پر مزیت خاص و امتیاز خاص ہے۔

مہاجرین وہی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی اقامت کو پورا کیا، گھربار، خویش و تبار وطن و دیار کو ترک کر دیا، مگر حضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مہاجرین کی ہجرت حضور ﷺ ہی کی ہجرت سے مقبول رہانی ہوئی۔ حضور ﷺ مہاجر ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم و لوط و اسماعیل و موسیٰ و ہارون علیہم السلام بھی مہاجر تھے۔

﴿وہ ہادی ہے۔ ہدایت کے معنی و مفہوم دو ہیں۔ ① کسی کے دل میں ایمان ڈال دینا۔ آیت ذیل میں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔﴾
 ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ [التقصص: ۵۶]

”تو ہدایت نہیں دے سکتا اسے جسے تو پسند کرتا ہے، لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کسی کو بھی وہ چاہے۔“

② کسی کو ایمان و یقین کی طرف بلا نا اور اپنی دعوت کی حقانیت کو دلائل و براہین روحانی یا عقلی سے اور اپنے افعال حمیدہ و اقوال حکیمہ سے مستحکم کرنا بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طبع خالصہ خیر خواہی و نیک سگالی کے فرائض ادا کرنا اس مفہوم کی تکمیل نبی کریم ﷺ کی ذات پر ہوتی ہے اور آیت ذیل میں اس معنی کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَ إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [الشوریٰ: 52]

”تو بالضرور سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔“

نبی ﷺ نے ہدایت اور دعوت الی الحق کے جملہ بہترین طریقوں کو جمع فرما دیا تھا۔ کشادہ روئی، نرم خوئی، خلق عظیم ایسی صفات تھیں کہ دشمن بھی حضور ﷺ کو دیکھ کر اپنی دشمنی بھول جاتا تھا۔ شیریں کلامی واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ زبان مبارک سے نکلتا، سامع کے قلب میں اتر جاتا تھا۔

دلائل و براہین کے وارد کرنے میں حضور ﷺ نے منطقیوں اور فلسفیوں کی ژولیدہ تقریروں اور مغلط الفاظ اور الزام محصم و غیرہ کے جملہ مسلک ترک کر دیے تھے۔ حضور ﷺ کے دلائل نفسی اور آفاقی ہوتے تھے۔ انسان کے سامنے خود اسی کی فطرت کو پیش کر دینا یا انسان کے ماحول کو انسان کے لیے دلیل راہ بنادینا حضور ﷺ کا مبارک شیوہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر ان قوانین فطرت کو کھول دیا تھا جن پر مخلوق کی آفرینش ہوئی ہے۔ لہذا حضور ﷺ کے دلائل بھی براہ راست سرشت انسانی اور خلقت بشری کو متوجہ و بیدار اور مخاطب کرنے والے ہوتے تھے۔

مع ہذا حضور ﷺ نوع انسانی کے لیے ایسا مکمل نمونہ تھے کہ حضور ﷺ کے افعال، حضور ﷺ کے اقوال کے مصداق ہوتے تھے اور حضور ﷺ کے اقوال حضور ﷺ کے افعال کا معیار تھے۔ اس ظاہر باطن کے توافق اور افعال و اقوال کے اتفاق نے حضور ﷺ کو نوع بشر کا سچا ہادی بنا دیا تھا۔ ضرار بن الخطاب الغمری رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

يَا نَبِيَّ اللَّهِ الْهُدَى إِلَيْكَ لِحَاجَتِي فُرَيْشٌ وَلِدَتْ حِينَ لَجَاءِ

”اے اللہ تعالیٰ کے نبی آپ میری پناہ گاہ ہیں اور قریش اب آپ ہی سے پناہ طلب کر رہے ہیں۔“

نا بعد جعدی کا شعر ہے:

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ بِالْهُدَى وَيَسْأَلُوا كِتَابًا كَالْمَجْرَّةِ نَيْرًا

”میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب وہ ہدایت کے ساتھ آئے اور کتاب (قرآن کریم) پڑھ رہے ہیں جو روشن

اور چمکتی ہوئی کہکشاں کی مانند ہے۔“

﴿53﴾ وہ سید ہے۔ وہ سید ہے، وہ سید الناس ہے، وہ سید البشر ہے۔ اس کا صدق، اس کی دیانت اس کی راسخی سب پر ثابت ہو چکی، اب خواہ اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔ قرونِ ماضیہ میں بعض اقوام کے پاس یکے بعد دیگرے تین تین نبی بھیجے گئے اور وہ صرف ایک نسمہ طیبہ کو جنت تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ یہ سید وہ ہے جو کیلا آیا، سینکڑوں اور ہزاروں کو ظلمات سے نکالنے اور نور میں پہنچانے کا سبب ٹھہرا۔ وہ کبھی عرب سے باہر نہیں گیا۔ مگر اس کی تبلیغ نے دنیا کے ہر ایک براعظم پر قبضہ کیا۔ وہی اندھوں کے لیے بینائی ہے اور وہی بیناؤں کے لیے روشنی دلوں پر گرے ہوئے پردوں کو اٹھا دینے والا، بہرے کا نور تک صدائے حق پہنچا دینے والا اسرائیلیوں اور اسماعیلیوں کی منافرت کو دور کرنے والا عرب اور عجم کو ایک کر دینے والا، وہ احرار کا سید اور غلاموں کا مولیٰ ہے۔ امویہ، عباسیہ، فاطمیہ، زہیدیہ یہ مغلوں اور ترک افریقی و مراکشی الجزائر و حجازی اگرچہ اپنی اپنی فرماں دہی و حکمرانی میں اپنے آپ کو لاثانی سمجھتے ہیں۔ ایک سلطنت دوسری سلطنت کی ابہت شوکت سے انکاری ہے لیکن حضور ﷺ کی کفش برداری کو ہر ایک تاجدار اپنا افتخار سمجھتا ہے۔ حضور ﷺ کے دربار میں خاک پر جگہ مل جانے کو تخت و اورنگ کی نشست سے بہتر جانتا ہے۔ درحقیقت حضور ﷺ ہی سید ہیں اور حضور ﷺ ہی سرور عالم ہیں۔

﴿54﴾ وہ خاتم النبیین ﷺ ہے۔ آیت قرآنیہ میں ﴿وَلَسِيْنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ﴾ [احزاب: 40] فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں کسی برقی طاقت موجود ہے۔ طبائع انسان پر اس کو اتنی قدرت حاصل ہے۔

اس آیت سے پیشتر ہی بنی اسرائیل میں سینکڑوں اور ہزاروں کو نبی تسلیم کیا گیا۔ ہندوؤں میں کروڑوں اشخاص کو یوتا مانا گیا، چین و ایران میں بھی سرورِ یزدانی کا نزول اور ملکوتی جلال کی تدلیات ہزاروں پر اترتی رہیں، مگر اس آیت کا اثر تھا کہ تمام مذاہب اور جملہ ممالک اور جمیع اقوام کے علم و خیال اور دل و دماغ سے وجود نبوت اور اس کے دعویٰ کے اظہار کا تصور و خیال ہی اٹھ گیا۔ سب نے اپنے اپنے گھروں میں بھی نبوت کے دروازوں پر قفل ڈال دیے اور ہر ایک مذہب نے اپنے طریق عمل سے صحت مضمون آیت پر صادر کر دیا۔

دیکھیے اسے کہتے ہیں نصرت ربانی اور اسے کہتے ہیں کلام ربانی، جس کے نزول کے بعد منکرین نے بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور مخالفین نے بھی اس مسئلہ پر اپنا عملی اتفاق پیش کر دیا۔ نظامی تجوی فرماتے ہیں۔ عباس بن مرداس اسلمی فرماتے ہیں: ﴿

يَا خَاتَمَ النَّبِيَّاتِ اِنَّكَ مُرْسَلٌ بِاَلْحَقِّ كُنْتَ هُدًى السَّبِيْلِ هَذَا كَمَا

”اے خاتم الانبیاء بلاشبہ آپ کو حق کے ساتھ بھیجا گیا، ہر رشد و ہدایت کا راستہ آپ ہی کی طرف سے ہے۔“

اب میں اس مضمون کو جو اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے، اسم مبارک احمد ﷺ کے اعداد (54) پر ختم کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ پھر کبھی اسم مبارک محمد ﷺ کے اعداد (92) تک وسعت دی جائے گی اور معانی و لطائف بھی ذرا وسعت و فصاحت سے کام لیا جائے گا اور پھر بھی یہی ہوگا کہ اس اعتراف کو کفر، سرگرد ہر اتار ہوں گا۔

دامان نگہ و گل حسن تو بسیار
گلچیں تو ز تنگی داماں گلہ دارو

دامن اپنا ہی نگہ ہے مگر نہ گل اور پھول حسن تو بہت ہیں۔ گل و بہار کی زیادتی کے سامنے دامن اپنی تنگی پر رشوہ کتنا ہے۔

سنت مصطفویہ و طریقہ محمدیہ ﷺ

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”الشفاء فی بیان حقوق المصطفیٰ“ میں حدیث ذیل پر روایت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کا وضوح بخوبی ہوتا ہے۔

مصنف کا جو درجہ حدیث میں ہے، وہ ان کی کتاب اكمال شرح صحیح مسلم اور ”مشارق الانوار“ سے بخوبی نمودار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شیم و خصائل کے بیان صحیح میں جو ان کو شغف قلبی ہے وہ ان کی کتاب ”الشفاء فی بیان حقوق المصطفیٰ“ سے خوب واضح ہے، مصنف کی ثقاہت اور امانت فی الدین توثیق حدیث کے لیے ملتی ہے۔ مع ہذا جملہ کلمات واردہ کی تطبیق دیگر روایات متعددہ سے ہو جاتی ہے۔

شرح حدیث کے وقت خوش قسمتی سے علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزری الدمشقی الفقیہ الحسینی المفسر الحنفی الاصولی المتکلم المشہر بابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مدارج السالکین بھی مل گئی۔ یہ کتاب شیخ الاسلام البروی عبد اللہ بن محمد بن علی الصوفی القدوة الحیظ الامام کی ساترین کی شرح ہے، اس شرح میں ہر دو کتاب سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ جزاہما اللہ عنہما خیر الجزاء حدیث یہ ہے:

عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِهِ فَقَالَ مَعْرِفَةُ رَأْسِ مَالِي وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي وَالْحُبُّ أَمَامِي وَالشُّوقُ مَرْكَبِي وَذِكْرُ اللَّهِ أُنَيْسِي وَالْفَقْرُ كَنْزِي وَالْحُزْنُ رَفِيقِي وَالْعِلْمُ سَلَاحِي وَالصَّبْرُ رَدَائِي وَالرِّضَا عَيْنِي وَالْعِزُّ فَخْرِي وَالزُّهْدُ حِرْقَتِي وَالْيَقِينُ قَوْلِي وَالصِّدْقُ شَفِيعِي وَالطَّاعَةُ حَسْبِي وَالْجِهَادُ خَلْقِي وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ۔ [1]

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ (سنت) کیا ہے؟ فرمایا: معرفت میرا اس المال ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الہی میرا انیس ہے، اعتماد میرا ترانہ ہے، حزن میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، رضا میری غنیمت ہے۔ عجز میرا فخر ہے، زہد میرا حرف ہے۔ یقین میری خوراک ہے، صدق میرا ساتھی ہے، اطاعت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

[1] الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي

معرفت میری اصل پونجی ہے۔

رأس المال اس رقم کو کہتے ہیں جس کے بغیر تجارت کا آغاز ہی نہیں ہو سکتا، جس سے تاجر اپنی تجارت کو شروع کیا کرتا ہے۔

حدیث بالا میں معرفت کو رأس المال فرمایا گیا ہے۔

معرفت لغت میں شناخت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح عرفاء میں اس کا استعمال ہدایت پر بھی ہوتا ہے اور نہایت پر بھی۔ واضح ہو کہ معرفت کی ابتداء خود نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے۔ سعید وہ ہے جس کے شعور کا آغاز خود اپنے عیوب کی شناخت سے ہو۔

بائبل اور قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام کی بابت ہے کہ تمیز کے بعد سب سے پہلے انھوں نے یہ شناخت کیا کہ وہ برہنہ ہیں، پھر اسی وقت انھوں نے درختوں کے پتے جمع کیے اور ان کو ٹانگ ٹانگ کر اپنی برہنگی کا پردہ بنایا۔ پھر اعظم کا اپنی اولاد کو یہ پہلا سبق ہے کہ جب انسان کو اپنا کوئی نقص یا عیب نظر آئے تو فوراً اس کے ازالہ کی تدبیر کرنا چاہیے۔ لغت اور شرع میں معرفت اور علم کے دو الفاظ ہیں جو شناخت کے لیے آتے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک لفظ علم کا درجہ لفظ معرفت سے برتر ہے، گو متصفین کی اصطلاح میں اب لفظ معرفت کا درجہ لفظ علم سے برتر سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَوَلَّى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ﴾ [المائدہ: 83]

”جب انھوں نے وہ کلام سنا جو رسول پر اتارا گیا، تب ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ انھوں نے حق کی شناخت کر لی۔“

﴿ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ﴾ [پس: 45]

”جس دن ہم ان کو اٹھائیں گے (اور وہ سمجھیں گے) گویا دن کی ایک گھڑی کے برابر ہی وہ قبروں میں رہے ہیں تب وہ آپس میں ایک دوسرے کی شناخت کر لیں گے۔“

﴿ وَجَاءَ إِخْوَةَ يُوسُفَ فَمَا عَلِمُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ ﴾ [یوسف: 58]

”جب یوسف کے بھائی مصر آئے اور یوسف کے سامنے گئے تو یوسف نے ان کو شناخت کر لیا۔“

﴿ الَّذِينَ اتَّبَعَتْهُمْ إِكْتَبَ يُعَرِّفُونَهُ، كَمَا يُعَرِّفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ﴾ [البقرہ: 146]

”جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کی شناخت رکھتے ہیں جیسی شناخت ان کو اپنے فرزندوں کی ہے۔“

ہر چہ آ آیات بالا میں معرفت کا لفظ مستعمل ہوا ہے اور اس فعل کے فاعل انسان ہیں۔ اب لفظ علم کو مندرجہ ذیل آیات میں دیکھو۔

﴿ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ ﴾ [زمر: 41]

”جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔“

﴿ أَنْزَلَهُ، بِعِلْمِهِ ﴾ [انعام: 166]

”اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے نازل فرمایا ہے۔“

﴿ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [طہ: 116]

”اے نبی! یہ دعا کیجیے کہ اے رب مجھے علم میں بڑھائیو۔“

ان آیات میں علم کو ذات رب العالمین سے نسبت ہے۔ بلحاظ معنی معرفت و علم میں فرق یہ ہے کہ معرفت کسی شے کی ذاتی شناخت کو کہتے ہیں اور علم کا اطلاق اس شے کے اندرونی احوال پر آتا ہے۔

لہذا معرفت کو تصور اور علم کو تصدیق کہا جاسکتا ہے۔

حدیث بالا میں معرفت کو اس المال فرمانے سے اسی ابتدائی سلوک کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جب کہ انسان کو اپنے بندہ ہونے کی اور رب العالمین کے مالک ہونے کی شناخت کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی شناخت یہی احساس بندہ کے لیے ہادی راہ بن جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اہل تصوف نے امارت اور شواہد معرفت پر تفصیلی گفتگو کی ہے شبلیؒ فرماتے ہیں:

”عارف کو تعلقات سے کیا علاقہ، محبت کو شگوفہ سے کیا نسبت، بندہ کو دعویٰ سے کیا تعلق۔ [1] جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا عارف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا پانی کا رنگ طرف کے رنگ کا سا نظر آیا کرتا ہے۔“ [2]

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ بندہ پر الوان عبودیت کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ کبھی ابتلائے ربانی کے سامنے صابر ہوتا ہے اور کبھی نعمائے ربانی کے سامنے شاکر۔ کبھی وعدہ ہائے صدق کی بشارت سے اس کا قلب خلد بہار ہوتا ہے اور کبھی مواعید الہی سے وہ سراپا عجز و انکسار۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ عارف کی تین نشانیاں ہیں:

① نور معرفت پر نور و روح غالب ہو۔

② اعتقاد باطن حالت ظاہر سے متناقض نہ ہو۔

③ نعم الہیہ کی فراوانی سے محارم الہیہ میں شکر پرے۔ [3]

حقیقت یہ ہے کہ معرفت سے ہیبت پیدا ہوتی ہے اور اس ہیبت ہی کے اندر انس و انشراح ہوتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے: اَنَا اَعْرَفُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّكُمْ لَهٗ خَشْيَةً [4]

”میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے سامنے خشیت والا ہوں۔

گو معنی بالا کو الفاظ بالا میں ظاہر فرما دیا گیا ہے۔“

یاد رکھنا چاہیے کہ معرفت وہ نور ہے جو مومن کے سینہ میں رکھ دیا جاتا ہے کہ وہ صفات کو سمجھ سکے اور شواہد و براہین کا استعمال کر سکے۔

عارف صفات پر ایمان رکھتا ہے اور ان کو تشبیہ سے بالاتر سمجھتا، وہ تشبیہ کی لٹی کرتا ہے اور تعطیل سے پرہیز کرتا ہے۔ آگے بڑھ کر

وہ صفات و ذات کی تفریق سے اجتناب کرتا ہے اور آگے بڑھ کر وہ جملہ وسائل و مسائل، براہین و شواہد سے منہ موڑ کر اپنے قلب و روح کو

اپنے مالک کے انعام پر چھوڑ دیتا ہے۔ تب اسے معرفت کا حصہ بقدر ظرف حاصل ہو جاتا ہے۔

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ [التا: 7] کا اشارہ اسی راز کی طرف ہے۔

② الْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِيْ

میرے دین کی جڑ عقل ہے۔

یسا نیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں۔ وہ عقیدہ مثلیث کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد فہم انسانی

سے بالاتر ہے۔

وہ شاگرد کو تثلیث کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ اس لقمہ کو حلق سے نیچے نگل جاؤ، خواہ تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے۔
مگر اسلام ایسے احکام نہیں دیتا، عقل اور عاقلین کی فضیلت آیات قرآنیہ سے بخوبی ہویدا ہے۔

﴿ كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾ [الرہم: 28]

”ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کے لیے بیان کیا کرتے ہیں۔“

﴿ وَ لَقَدْ تَرَكْنَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾ [العنکبوت: 35]

”ہم نے اس کے روشن نشان چھوڑے ہیں عقل والوں کے لیے۔“

قرآن پاک میں خارج از عقل لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

﴿ وَ يَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴾ [یونس: 100]

”رجس انہی پر ہے جو عقل نہیں رکھتے۔“

بتلایا گیا ہے کہ علم و عقل لازم و ملزوم ہیں اور ان ہی دونوں کی آمیزش سے نتائج صحیح پیدا ہوتے ہیں۔

﴿ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴾ [العنکبوت: 43]

ان باتوں کی عقل اور علم ہی کو ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

بے شک جو شخص احکام شریعت کو پڑھے گا اور ان احکام پر بھی غور کرے گا جن کی وجہ سے ان احکام کا نفاذ ہوا تو اسے بالیقین

معلوم ہو جائے گا کہ عقل کے ساتھ احکام شریعیہ کا تعلق بطریق مستحکم ہے۔

نماز کے لیے یہ حکم پڑھو:

﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ﴾ [العنکبوت: 45]

”نماز بدکاریوں اور برے کاموں سے روکنے والی ہے اور تحقیق اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔“

روزے کے لیے یہ حکم پڑھو۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [البقرہ: 183]

”تم پر روزے لکھ دیے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر لکھے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔“

ادائے زکوٰۃ کے متعلق یہ حکمت معلوم کرو۔

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ [براہیم: 7]

”اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو بڑھاؤں گا۔“

حج کی بابت جو حکم ہے اس کے فوائد پر غور کرو۔

﴿ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾ [الحج: 28]

”تاکہ تم اپنے نفع کو دیکھ لو۔“

تصاص کا اثر مجرم کے لیے:

﴿ لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ﴾ [النساء: 95]

”تاکہ اپنے برے کام کا وبال دیکھے۔“

تصاص کا فائدہ ملک کے لیے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ﴾ [البقرة: 179] "تمہاری زندگی قصاص ہی کے جاری کرنے میں ہے۔" ہاں عقل ہی کو دوسرے مقام پر فطرت انسانی بتلایا گیا ہے۔ عقل ہی برہان کی برتری کو تسلیم کرتی ہے اور اس لیے مخالفین کو فرمایا گیا ہے:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [البقرة: 256]

"کہہ دیجیے کہ تم اپنی برہان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔"

عقل جبر و اکراہ کے مخالف ہے اور اسی لیے کتاب حمید میں ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ [البقرة: 256] "دین کے معاملہ میں کچھ جبر نہیں"

ان جملہ شواہد سے ثابت ہے کہ اسلام کا شجر پاک سرزمین عقل میں لگایا گیا ہے اور علم کے پانی سے اسے پالا گیا ہے۔

نبی الامی ﷺ کا یہ فرمانا کہ **الْعَقْلُ اَصْلُ دِينِي** اس دین کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل حتمی ہے۔

﴿وَمَا يَدْعُكَ إِلَّا اُولُو الْاَلْبَابِ﴾ [البقرة: 269] "نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند لوگ"

مسلمان نوجوانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ عقل سے مراد خود اپنی عقل و فہم سمجھا کرتے تھے۔ یہ نادانستگی کی پہلی دلیل ہے۔

جو لوگ قانون سلطنت کے فہم سے بھی عاری ہیں، جو لوگ خود انسانیوں کی بنائی ہوئی ایجادات کے عقل اتارنے سے عاجز

ہیں۔ ان کا کیا حق ہے اپنی عقل سے برتر عقل کا کوئی درجہ ہی تسلیم نہ کریں اور اپنے فہم کو صاحب شریعت کے فہم سے بالاتر سمجھنے لگیں۔

{3} وَالْحُبُّ اَسَاسِيٌّ

محبت میری بنیاد ہے۔

واضح ہو کہ تغزل و ادبیات میں لفظ عشق کا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے مگر فرقان حمید اور حدیث پاک میں لفظ عشق اور اس کے

مشققات کا استعمال نہیں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایک دلیل لفظ ہے اور اصل لغت کے لحاظ سے معنی حب سے عاری ہے۔ قاموس میں

ہے: **الْجُنُونُ فُنُونٌ وَالْعُشْقُ مِنْ قِبِهِ** جنون کی بہت اقسام ہیں، عشق بھی کیے ازاں جملہ ہے۔

لہذا لفظ حب کی تحقیق پر زیادہ توجہ کرنا چاہیے۔ زبان عرب میں اس لفظ سے پانچ محاورات پائے جاتے ہیں:

① **حَبَبُ الْاَسْنَانِ** برانت روشن اور صاف ہیں۔

② **حَبَبُ الْمَاءِ**: پانی ٹھہرا ہوا پاکیزہ ہے۔ انہی معنی کے لحاظ سے بلبلے کو حباب کہتے ہیں جس میں غلو اور صفائی پائی جاتی ہے۔

③ **حَبُّ الْبَعِيرِ** اونٹ نے گھٹنے ٹیک دیے۔ اس محاورہ میں حب کو لزوم و ثبات کے معنی میں لیا گیا ہے۔

④ **حَبٌّ**: دانہ و تخم یا اصل شے۔ اس لیے سویدائے دل کو **حَبَّةُ الْقَلْبِ** کہتے ہیں، اسی لیے دانہ کو حب (جس کی جمع حبوب ہے)

بولتے ہیں۔

⑤ **حَبُّ الْمَاءِ**: وہ جو ہر جس میں پانی ٹھہر جاتا ہے یہاں حفاظت و نگہداشت کے مفہوم کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اصل مادہ کے ان معانی کو دیکھو اور پھر یہ بھی خیال کرو کہ لفظ حب کو جب کہ وہ بطور اسم مستعمل ہوتا ہے۔ حرکت ضمہ وی گئی، جو جملہ

حرکات میں قوی تر ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ حب میں اوصاف صفا و بہا اور علو و ارتقاء اور لزوم و ثبات کا ہونا پایا جائے۔ حب ہی کو جملہ فضائل کا اصل الاصول قرار دیا جائے اور حب ہی کے حفظ و تمسک کو سرمایہ حیات انسانی ثابت کیا جائے۔

بے شک محبت ان جملہ اوصاف پر حاوی و مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اثبات محبت کے متعلق کلام پاک میں فرمایا ہے:

﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرہ: 156]

”یہ لوگ غیروں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے مگر جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت زیادہ محکم ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا بندوں کو ہونا اور بندوں کی محبت کا اللہ عز و جل سے ہونا (ہر دو امور کا) ثابت فرمایا ہے۔

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ [المائدہ: 54]

”اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو اسلام میں لائے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہوں گے۔“

احادیث پاک میں بھی اس امر کو وضوح کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

① إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ ثُمَّ الْجِهَادُ۔ ①

”اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ایمان ہے، پھر جہاد۔“

② أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ مَا دَوَّامَ عَلَيْهِ صَاحِبِهِ۔ ②

”سب سے پیارا عمل اللہ کے ہاں وہ ہے، جس پر عمل والا مداومت کرے۔“

③ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُؤَخَذَ بِرِجْلَيْهِ۔ ③

”اللہ کو پسند ہے کہ اس کی رخصت پر عمل کیا جائے۔“

④ أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ الصَّلَاةُ عَلَى أَوَّلِ وَقْتِهَا۔ ④

”سب اعمال سے زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو وہ نماز ہے جو اول وقت پر پڑھی جائے۔“

احادیث بالا میں تو اللہ تعالیٰ کی اس محبت کا ذکر تھا جو اسے اپنے بندوں کے اعمال سے ہے۔ اب بندوں کی محبت کا ذکر نات پاک

کے ساتھ ہونا آیت ذیل میں بصراحت ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى

يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ﴾ [التوبة: 24]

”کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بہن بھائی، بیویاں اور خولیش قبیلہ اور مال جسے تم سمیٹتے ہو اور تجارت

① بخاری: 2518، مسلم: 83، 84، ترمذی: 1658، ابن حبان: 152، 153، مسند احمد: 268، 150/5، بخاری: 730، 5861، مسلم: 1827،

ابوداؤد: 1338، نسائی: 761، ابن ماجہ: 942، مشکوٰۃ: 315، مصنف عبدالرزاق: 20569، کنز العمال: 5341، مجمع الزوائد: 163/3، الکامل فی الصفحۃ لابن

عدی: 621/2، ارواء الغلیل: 12/3، احمد: 108/2، ابن حبان: 914، 545، ابن خزیمہ: 2027، بخاری: 2782، مسلم: 85/140، ابن حبان: 1475، 1479

جس کے گھٹنے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد

کرنے سے زیادہ پیارے ہیں، تب انتظار مہلت کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم جاری فرمائے۔“

اس آیت میں انسان کی اس محبت کا جو اسے مادر و پدر، دختر و پسر، برادر و خواہر، خویش و قبیلہ، تجارت و منفعت، قصر و باغ اور مال و زر سے ہوتی ہے، اثبات فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان سب اشیاء کی محبت کا انسان کو ہونا ایک فطری امر ہے۔

اس کے بعد محبت کا مسئلہ شروع فرمایا کہ اگر مذکورہ بالا محبت مغلوب ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان جملہ انواع محبت پر غالب تر ہے تب تو سب کچھ ٹھیک، لیکن اگر خدا نخواستہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت سے ان اشیاء کی یا ان اشخاص کی محبت بڑھ گئی تب معاملہ سخت مشکل ہے اور اس بارہ میں جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی حکم جاری فرمائے گا۔

حکم بالا میں قرآن کریم نے تمدن و تہذیب کا راز منکشف کر دیا اور توحش و ترہب کو چھوڑ کر افرط و تفریط کے وسط میں شاہراہ عدل قائم فرمادی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی حقیقت اگر معلوم کرنی ہو تو اس کے لیے ایک ہی لفظ بیان کر دینا کافی ہے، وہ عبودیت ہے، یہی محبت یا عبودیت جملہ محاسن اعمال کی سرچشمہ ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

محبت ہی سے انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی خوف ورجا کا معدن ہے۔

محبت ہی ہے جو انسان کو کبھی مقام رضا پر اور کبھی مقام شکر پر متمکن کر دیتی ہے۔

صبر بھی وہی صبر ہے جس کی بنا محبت پر ہو ورنہ اس کا نام بے چارگی ہوگا۔

زہد بھی وہی زہد ہے جس کا منشا محبت ہو ورنہ اس کا نام عدم دسترس ہوگا۔

حیا بھی وہی حیا ہے جس کی ولادت محبت ہو، جو ادب و تعظیم کی ہوا میں پٹی ہو ورنہ اس کا نام انفعال طبع ہوگا۔

فقر بھی وہی فقر ہے جو محبت کو بجانب محبوب ہوا اور دل اپنی تمام تر قوت کے ساتھ محبوب کے جو دونوں کی جانب منحذب ہو جائے

ورنہ اس کا نام تنگ دستی ہوگا۔

الغرض محبت ہی قُوَّةُ الْقُلُوبِ ہے۔

اور محبت ہی عِدَّةُ الْأَرْوَاحِ ہے۔

محبت ہی قُرَّةُ الْعُيُونِ ہے۔

محبت ہی حیات الابدان ہے۔

محبت ہی دل کی زندگی ہے۔

محبت ہی زندگی کی کامیابی ہے۔

محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی ہے۔

محبت ہی بقا کو تخت ارتقاء پر بٹھلاتی ہے۔

اب ہم مدارج محبت کا ذکر کرتے ہیں۔

① محبت کی ابتدا، علاقہ سے ہوتی ہے، یعنی دل کا تعلق جو کسی جانب پیدا ہو جائے۔

② اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے۔

③ اب کشش پیدا ہوتی ہے اور جس طرح پانی نشیب میں خود بخود جاتا ہے اسی طرح محبت کو محبوب کی طرف وہ کشش لیے جاتی ہے۔

④ اب سوزش پیدا ہوتی ہے اور دل میں ہر وقت جلن رہنے لگتی ہے۔

⑤ اب پیار نمودار ہوتا ہے اور صفت و داد سے دل آشنا ہو جاتا ہے۔

⑥ اس پر ترقی و افزونی ہوتی تو شغف کا تسلط ہو جاتا ہے اور محبت کا اثر قعر قلب (دل کا گہرا) تک پہنچ جاتا ہے۔ مصائب کے برداشت اور موافعات کی بجلی نظر آنے لگتی ہے۔ تدابیر قرب اور موافعات وصل کی درستی میں شب و روز گزرنے لگتے ہیں۔

محبوب کے سوا باقی دیگر تفکرات منقطع ہو جاتے ہیں۔ محبوب ہی کا تصور جسم پر اور محبوب ہی کی محبت دل پر حکمران بن جاتی ہے۔

⑦ اس سے اگلی حالت کا نام عشق ہے یہ لفظ اسم عطف سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک بیل زرد پھولوں والی ہوتی ہے جس درخت پر چڑھ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے۔ اور یہی حال اس مرض کے مریض کا بھی ہوتا ہے۔

⑧ اس سے آگے درجہ یتیم کا ہے۔ ”یتیم“ کے معنی ”غلامی“ ہیں۔ اس وقت انسان خود اپنے ہی خیالات کا غلام بن جاتا ہے اور ان سے رہائی پانا اس کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔

⑨ اعلیٰ ترین درجہ کا نام عبودیت ہے۔ جب کہ محبت ہر ایک دعویٰ سے دست بردار ہو جاتا ہے جب کہ دنیا میں کوئی شے اس کی نہیں رہ جاتی ہے، جب کہ اس کا جسم، اس کا دل، اس کی روح، اس کی تمنا اس کی مراد خود اپنے لیے نہیں رہ جاتی اور وہ ان سب کو خوشی خوشی چھوڑ کر معبود کے معبود ہونے پر بس کر جاتا ہے اور اس امر پر قانع بلکہ شاکر ہوتا ہے کہ وہ اپنے معبود کا عبد کہلایا کرے۔

⑩ اس سے بھی بالا تر درجہ خلعت کا ہے۔ اب تو جسم کا ایک ایک بال اور نبض کی ایک ایک حرکت اور سیدہ کا ایک ایک سانس متفق المراد بن جاتے ہیں۔ جذبات اور تمنیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دل و دماغ، طبع و روح میں پوری طاقت اور کامل وحدت کے ساتھ ایک ہی محبوب کا خالص رضوان مقصود و مطلوب بن جاتا ہے وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ محبت کا مقصود نہیں بلکہ محبوب کا مقصود محبت کا مطلوب نہیں بلکہ محبوب کا مطلوب۔

عام طور پر فہم انسانی اس کیفیت کے تعلق سے نارسا ہے اور اس درجہ کی تکمیل صرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اور سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ الفاظ درود پاک میں یہی دونام ایک دوسرے کے مشبہ و مشبہ بہ کی طرح واقع ہوئے ہیں۔ ایک کو تقدیم کی اولیت حاصل ہے اور دوسرے کو اتمام کی افضلیت۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَّ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَّ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختتام سے پیشتر ان اسباب کا ذکر کر دیا جائے جو جالب محبت اور جاذب محبت ہیں تاکہ کوئی سعادت مندان سے تمتع حاصل کر سکے۔

اسباب بقا اور تقائے محبت الہیہ میں درج ذیل ہیں۔

- ① قراءت فرقان حمید: قراءت کے تحت میں تاویر معانی اور فہم مراد و بانی (ہر دو) شامل ہیں۔
- ② نماز فرائض کے علاوہ نوافل کی مواعظت و کثرت۔
- ③ دوام ذکر۔ اس لفظ کے اندر ذکر لسانی و قلبی دونوں شامل ہیں۔ ذکر بالحال اور ذکر بالمعمل بھی اسی مفہوم کے اندر ہیں۔
- ④ اسماء و صفات الہی کا مطالعہ و مشاہدہ بذریعہ قلب۔
- ⑤ اللہ عزوجل کی نعمت ہائے ظاہری و باطنی اور احسانات مادی و روحانی کا تذکار۔
- ⑥ مقامات عبادت میں کمال ادب اور حضور تام کے ساتھ وقوف قلبی۔
- ⑦ ذوق حضور میں قلب کا انکسار گلی۔
- ⑧ اپنی خواہشات کا احکام ربانی پر ایثار۔
- ⑨ خمین صادقین کی مجالست۔
- ⑩ ان اسباب سے منافرت جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور بندہ ناچیز کے درمیان دوری کا موجب ہیں۔

ان امور کی مواعظت سے امید ہے کہ وہ ہر چشمہ محبت جو انسان کی سر زمین قلب و دلالت ہے اور جسے خش و خاشاک علاقے نے بند کر رکھا ہے۔ پھر فوارہ سا جوش زن ہو اور پوری رفتار سے چلتا ہوا کشت زار ترسنا کی سیرانی کا ذریعہ بنے۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَقْرُبُنِي إِلَيْ حُبِّكَ ① "اے اللہ اپنی محبت عطا فرما اور ایسے محبوب اعمال جو مجھے تیری محبت تک پہنچادیں۔"

قاری کتاب کو حضور ﷺ کے الفاظ الْحُبُّ أَسَاسِيٌّ پر ایک بار تہہ بر کر لینا چاہیے کہ جس ایوان عظمت نشان کی بنیاد محبت ہو وہ عمارت کیا ہوگی اور اس مکان کا کئین کس شان کا ہوگا۔

یہی سبق ہے جو سیرت محمدیہ ﷺ کے پڑھنے والے کو یاد رکھنا چاہیے۔

④ وَالشُّوقُ مَرَكَبِيٌّ

شوق میری سواری ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں لفظ "شوق" وارد نہیں ہوا اور بجائے اس کے لفظ "لقاء" کا استعمال ہوا ہے۔

اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ علمائے فن کے نزدیک فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ حصول و دیدار کے بعد بھی شوق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ بعض کی رائے یہ ہے کہ "شوق" تو اس سفر کا نام ہے جو محبت کو بجانب محبوب لے جاتا ہے لہذا جب منزل مقصود پر پہنچ گئے تو سفر کا خود بخود خاتمہ ہو گیا۔

مگر حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ حدیث زیر شرح میں بھی اور ایک دوسری صحیح حدیث میں بھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

أَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَيَّ وَجْهِيكَ وَالشُّوقَ إِلَيَّ لِقَائِكَ ②

"تیرے چہرہ پر نگاہ ڈالنے کی لذت اور تیرے لقاء کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔"

حدیث زیر شرح میں شوق کو مرکب بنایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شوق آثار محبت میں سے ایک اثر کا نام ہے اور اس کا درجہ اصل محبت سے کم تر ہے۔ کیوں کہ شوق محبت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

ہاں شوق! وہ چنگاری ہے جو دل کو گرمائے رکھتی ہے، وہ لپٹ ہے جو شمع قلب سے اشقی ہے۔
 شوق ہی اعضاء و جوارح کو منقاد اعمال بناتا ہے اور شوق ہی اعمال میں مداومت پیدا کرتا ہے۔
 شوق ہی ہے جو آلائے اخروی کو نعم دنیوی سے بھی قریب تر دکھاتا ہے اور شوق ہی ہے جو ہر ایک شکستہ پر کومائل پرواز کرتا ہے۔
 شوق ہی ہے جو عافروں کی گہرائی کو ناپتا اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو کند کوب بناتا ہے۔
 یہ شوق ہی ہے جو محبت صادق کی راہ میں مشعل افروزی کرتا ہے اور یہ شوق ہی ہے جو کسی درمیانی منزل پر محبت آبلہ پا کو آرام نہیں لینے دیتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مقدار شوق مقدار محبت پر مبنی ہے۔ یہ محال ہے کہ فروانی محبت میں شوق قاصر پایا جائے یا کمی محبت کی صورت میں شوق کثیر الوجدان ہو۔

سچ ہے کہ سالک کے لیے شوق سے بڑھ کر کوئی اور سواری نہیں۔
 یہ وہی مرکب ہے جو گھائیوں کو بھانڈتا ہے اور امتحان کے خطرناک پل سے صاف گزرتا ہوا جنت اللقا تک پہنچاتا ہے۔
 قَطُوبِي لِلْمُشْتَاةِيْنَ وَ حُلُوْبِي لِلْمُجِيْبِيْنَ

﴿5﴾ ذِكْرُ اللَّهِ أَيْسَىٰ

اللہ کا ذکر میرا مونس ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿1﴾

ذکر ہی اہل ایمان کا زور راہ ہے جسے لے کر وہ سفر کیا کرتے ہیں۔
 ذکر ہی وہ منشور (پاسپورٹ) ہے جسے دکھا کر وہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔
 ذکر ہی دلوں کی زندگی ہے جس کے بغیر اجساد بمنزلہ گوررہ جاتے ہیں۔
 ذکر ہی وہ ہتھیار ہے جس سے رہزنیوں اور دشمنوں کو ہٹایا جاتا ہے۔
 ذکر ہی وہ پانی ہے جس سے دل کی آگ بجھائی جاتی ہے۔
 ذکر ہی وہ دوا ہے جس سے باطن کا روگ دور کیا جاتا ہے۔

فَاِذَا مَرَضْنَا تَدَاوُنَا بِذِكْرِكَ
 فَتَرْكُ الذِّكْرِ اَحْيَاكَ فَتَنْتَبِهْ

جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو تیرے ذکر کو اپنی دوا بنا لیتے ہیں، جب کبھی ذکر چھوٹ جائے تو ہم منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔
 قرآن مجید میں ذکر کو دس طریقے سے بیان فرمایا گیا ہے۔

① ذکر کا حکم دیا گیا ہے۔

◇ حکم مطلق بھی:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴾ [الاحزاب: 41]

”اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کیا کرو بہت ذکر کرنا۔“

◇ حکم مقید بھی:

﴿ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً ﴾ [الاعراف: 205]

”اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے۔“

﴿ وَسَبِّحْهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ [الاحزاب: 42]

”اللہ کی تسبیح کیا کر صبح و شام۔“

② غفلت و نسیان ذکر سے نہیں فرمائی گئی۔

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ﴾ [الحشر: 19]

”مت ہو تم ویسے جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو سنان میں چھوڑا۔“

③ فلاح و نجات کو کثرت ذکر پر معلق فرمایا ہے۔

﴿ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [الانفال: 45]

”اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو کہ تم فلاح پاؤ۔“

④ اہل ذکر کی مدح و ثنا فرمائی ہے:

﴿ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾ [الاحزاب: 35]

”مرد اور عورتیں اللہ کا بہت بہت ذکر کرنے والے ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم رکھا ہے۔“

⑤ قائلین ذکر کے خسران کا اعلان فرمایا گیا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ جَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ

الْخٰسِرُونَ ﴾ [النفاقون: 9]

”اے ایمان والو! تمہارا زر و مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے قائل نہ کر دیں۔ جس نے ایسا کیا وہ نقصان

اٹھانے والا ہے۔“

⑥ ذکر کو جملہ اعمال سے افضل و اعلیٰ بتلایا ہے:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ﴾ [المکذوب: 45]

”نماز تو بدکاریوں اور برے کاموں سے ہٹا دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو بہت بڑھ کر ہے۔“

(7) قرآن مجید پر تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اعمال صالحہ کا اختتام بیان ذکر پر ہوتا ہے۔

① حکم نماز پر غور کرو۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ﴾ [النساء: 103]

”جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے۔“

② اختتام حکم نماز جمعہ کو پڑھو۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ

تفْلِحُونَ﴾ [البقرہ: 10]

”جب نماز ہو چکے، تب اپنی اپنی جگہ پھیل جاؤ اللہ کے فضل کو تلاش کرو اور اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“

③ اختتام حکم صیام پر تدبر کرو۔

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ﴾ [البقرہ: 185]

”تا کہ تم اللہ کی بزرگی کرو، اس لیے کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے۔“

④ اختتام حج کو دیکھو:

﴿فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ﴾ [البقرہ: 200]

”جب تم مناسک پورے کر چکے تو اللہ کا ذکر کرو۔“

⑤ اختتام حیات بھی اگر ذکر پر ہو تو اس کے لیے حدیث پاک میں داخلہ جنت کا وعدہ ہے۔ اَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ۔^①

⑥ ذاکرین کو یہی صاحبان عقل و ہوش فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاٰخِثٰلِفِ اللَّيْلِ وَالنَّهٰرِ لَآٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ

اللَّهُ قِیَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ [آل عمران: 190-191]

”آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کے الٹ پلٹ کر آنے میں بے شک نشانیاں ہیں عقل و مغز والوں کے

لیے جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں پر یاد کیا کرتے ہیں۔“

⑦ ذکر الہی جملہ اعمال کے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر ہی روح الاعمال ہے۔ نماز کے متعلق ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ [طہ: 14] ”نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے۔“

حدیث شریف میں چند اعمال کا ذکر کر کے ان کا ذکر الہی کے لیے ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے۔

إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوٰفُ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِأَقَامَةِ ذِكْرِ اللَّهِ۔^②

”خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور کنکریوں کا چلانا ذکر الہی کی اقامت کے لیے مقرر ہوا ہے۔“

صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم میں اہل ذکر کو مفردون فرمایا گیا ہے۔ یعنی اہل تفرید و توحید۔^③

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعُهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرَ لَكُمْ مِنْ انْفَاقِ
الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَأَنْ تَلْقُوا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُونَ أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا وَمَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔^[1]

”کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں کہ تمہارے اعمال میں بہتر کیا ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے ستر کیا ہے اور تمہارے درجات میں سب سے بلند تر کیا ہے اور جو زور و سیم کے خرچ سے بھی بہتر ہے جو اس سے بھی بہتر ہے کہ دشمنوں کو ملو اور ان کی گردنیں کاٹو یا وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کا ذکر۔“

صحیح مسلم میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَفْعَدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا أَحْفَتَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَعَشِيَتَهُمُ الرَّحْمَةُ وَفَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ
اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ۔^[2]

”جو لوگ اللہ کا ذکر نہ کرے گا تو بیٹھے ہیں۔ فرشتے ان کے گرد آگردد آجاتے ہیں رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔“

صحیح مسلم میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیوں بیٹھے ہو؟ عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہے ہیں۔ اس امر پر کہ ہمیں اسلام کی راہ دکھلائی اور ہم پر احسان فرمایا۔ فرمایا: کیا قسمیہ کہتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں قسمیہ عرض کرتے ہیں: فرمایا:

أَمَّا إِنِّي لَمُ أَسْتَحْلِفُكُمْ نَهْمَةً لَكُمْ وَلَكِنْ أَنَا بِنِي جَبْرِئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبِرُنِي إِنَّ اللَّهَ يَسَاهِي بِكُمْ
السَّكِينَةَ۔^[3]

سنو میں نے تم سے حلف نہیں لیا ہے سبب جھوٹ تہمت کے، لیکن میرے پاس تو جبریل علیہ السلام ابھی آئے تھے انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔

ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا:

أَنْ تَقَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔^[4]

”جب تو دنیا چھوڑے تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ ہو۔“

ایک اور شخص نے عرض کی کہ مجھے احکام اسلام تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں مجھے صرف ایک چیز بتلا دیجیے۔ فرمایا:

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِمَّنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔^[5] ”تیری زبان برابر ذرا لگی میں جاری رہتی چاہیے۔“

[1] ترمذی: 3377، ابن ماجہ: 3790، الطحاوی: 111/6، مسند احمد: 195/5، [2] مسلم: 2700، ابوداؤد: 1435، ترمذی: 2945، ابن ماجہ: 3791، ابن حبان: 855،

تذقی فی الامار: 337/1، ماجہ: 447/2، 92/3، [3] مسلم: 2701، ترمذی: 3379، مسند احمد: 92/4، ابن حبان: 813، [4] ابن حبان: 818

[5] ترمذی: 3375، ابن ماجہ: 3793، مسند احمد: 190/4، ابن حبان: 814

مسند وغیرہ میں جاہر علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:
 أَيُّهَا النَّاسُ ارْتَعُوا فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ. "اے لوگو! چمن ہائے بہشت کی سیر کرو۔"
 لوگوں نے عرض کیا کہ چمن ہائے بہشت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا:
 مَجَالِسُ الذِّكْرِ ذِكْرِي مَجْلِسِينَ۔

أَعْدُوا وَرَوْحُوا وَادْكُرُوا مَنْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَعْلَمَ مَنْزِلَةَ عِنْدَ اللَّهِ فَلْيَنْتَظِرْ كَيْفَ مَنْزِلَةَ اللَّهِ عِنْدَهُ، فَإِنَّ
 اللَّهَ يَنْزِلُ الْعَذَابَ مِنْهُ حَيْثُ أَنْزَلَهُ مِنْ نَفْسِهِ۔ [1]
 ”صبح وشام ذکر الہی برابر کیا کرو، تم میں سے جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ اپنا درجہ اللہ کے ہاں دریافت کرے اسے لازم ہے کہ
 اس امر پر غور کرے کہ اللہ کا درجہ خود اس کے دل میں کیا ہے؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو ویسا ہی درجہ عطا فرماتا ہے جو اس
 کے نزدیک اللہ کا درجہ ہوتا ہے۔“

صحیح ترمذی و مسند وغیرہ میں ہے نبی ﷺ نے اپنے پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام سے روایت کیا ہے:
 اقْرَأْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ التُّرْبَةَ الْجَنَّةِ طَيِّبَةُ التَّوْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَ أَنَّهَا فَيْعَانٌ وَ أَنَّ عُرَاسَهَا
 سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ [2]
 اپنی امت سے میرا سلام کہہ دیجیے اور بتائیے کہ جنت پاکیزہ زمین، نیشے پانی والی ہے وہ سفید جگہ ہے اور وہاں کے گل
 بوئے 'سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ' ہیں۔

صحیحین میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا
 مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔ [3]
 ”جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ جیسی ہے اور جو شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا، اس کی مثال مردہ جیسی ہے۔“
 روایت صحیح ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٌ مِنْهُمْ۔ [4]
 ”جو کوئی شخص میرا ذکر چپکے چپکے کرتا ہے، میں بھی اس کا ذکر اپنی ذات سے کرتا ہوں جو کوئی میرا ذکر کسی گروہ کے اندر کرتا
 ہے میں بھی اس کا ذکر ایسے گروہ سے کرتا ہوں جو ان کے گروہ سے بہتر ہے۔“
 یاد رکھو کہ ذکر کے تین طریقے ہیں:

- ① صرف زبان ذکر کر رہی ہو، یہ ادنیٰ درجہ ہے۔
- ② صرف دل ذکر کر رہا ہو، یہ متوسط درجہ ہے۔
- ③ دل اور زبان دونوں ذکر کر رہے ہوں، یہ درجہ اعلیٰ ہے۔

[1] صحیح الباری: 294/11 [2] ترمذی: 3462، ابن حبان: 821، مسند احمد: 5/418

[3] بخاری: 6407، مسلم: 779، ابن حبان: 854

[4] بخاری: 7405، مسلم: 2675، ترمذی: 3603، ابن ماجہ: 3822، ابن حبان: 810، 811، 812

یہ بھی یاد رکھو، اقسام ذکر بھی تین (3) ہیں:

① اسماء و صفات اور ان کے معانی کا ذکر، شانے ربانی اور توحید الہی۔

② امر و نہی..... حلال و حرام کا ذکر

③ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، احسان اور عطیات کا بیان۔

یاد رکھو کہ مراتب ذکر بھی تین (3) ہیں:

① وہ ذکر جو غفلت و نسیان کو اڑا دیتا ہے۔

② وہ ذکر جو قیود سے چھڑا کر بقائے شہود تک پہنچا دیتا ہے۔

③ وہ ذکر جو انسان کو اپنی یاد سے فراموش کر کے ذکر حقانی ہی کے ساتھ وابستہ و زندہ کر دیتا ہے۔

مبارک ہے وہ انسان، جس نے ذکر ربانی کو اپنا فریضہ بنا لیا ہے۔

مبارک ہے وہ صاحب ایمان، جس نے فنائے عالم کا سبق بقائے رب العالم سے سیکھ لیا ہے۔

⑥ اَلثَّقَّةُ كُنُزِي

<http://mujahid.xtgem.com>

اعتماد الہی میرا خزانہ ہے۔

اصل اس بارہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاِذَا خِيفَتْ عَلَيْهِ فَلَقِيْهِ فِي الْبَيْتِ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ﴾ [التقص: 7]

”جب تجھے موسیٰ کی جان کا ڈر ہو، تب اسے دریا میں ڈال دینا اور ایسا کرتی ہوئی نہ خوف کھانا نہ غم کھانا۔“

یہ ظاہر ہے کہ اس خاتون بلند پایہ کو اگر اللہ عز و جل کے فرمودہ پر اعتماد قوی نہ ہوتا تو وہ کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنے بچہ کو دریا میں نہ

ڈال دیتی۔

لہذا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اعتماد ہی چشم توکل کی پتی ہے۔

اور اعتماد ہی دائرہ تقویٰ کا مرکز ہے۔

اور اعتماد ہی قلب سلیم کا سوراخ ہے۔

یہ اعتماد بوقت یاس بھی ہوتا ہے اور انسان مصائب کی حالت میں اپنے رب پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے خلاف نہ زبان پر کوئی

حرف لاتا ہے اور نہ دل میں کوئی دوسوہ۔

یہ اعتماد بوقت امید بھی ہوتا ہے اور انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی سابقہ ربوبیت اور اپنے عدم استحقاق کی حقیقت بخوبی منکشف ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ ایسا اعتماد نام نظام عالم پر چشم بصیرت کے کھولنے سے حاصل ہوتا ہے جب کہ انسان کو نظر آ جاتا ہے کہ جمادات کا

ذره ذرہ، نباتات کا پتہ پتہ، ارضیات و سماویات کا ریزہ ریزہ ہر ایک عرض کا جو ہر اور ہر ایک جو ہر کا وجود اسی کے انعام سے فیض یاب اور

اسی کے احسان کی دولت سے مالا مال ہے۔

۱۷) وَالْحُزْنَ رَفِيقِي

اندوہ دل میرا رفیق ہے۔

خوف و خشیت بھی ایسے دو لفظ ہیں جو اردو میں حزن کے مترادف سمجھے جاتے ہیں، لیکن زبان عرب میں ہر ایک لفظ کا مفہوم الگ الگ ہے۔

خوف کا اطلاق زیادہ تر حسی اشیاء پر ہوتا ہے۔

خشیت کا اطلاق غیر حسی اشیاء پر بکثرت ہوتا ہے۔

حزن اس اندوہ قلب کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی بہتری و بہبودی کے متعلق دل ہی دل میں جوش زن ہوتا ہے۔ گولب خاموش ہوتے ہیں، کتاب اللہ میں لفظ حزن کا استعمال انبیاء و اصفیاء کے لیے بکثرت ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بابت فرمایا:

﴿وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ﴾ [یس: 76]

”ان کی باتوں سے اے نبی آپ کو حزن نہ ہونا چاہیے۔“

چونکہ نبی ﷺ کی شفقت و رافت نوع انسانی کے ساتھ بہت بڑھی ہوئی تھی اور حضور ﷺ ان نافرمانوں کے عواقب امور کا خیال کرتے ہوئے اکثر اندوہ گیس رہتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حزن نہ کرنے کا حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حدیث نبوی کی بھی روایت کی ہے جو نبی کریم صلی ﷺ نے عارثور میں رفیق صادق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی۔ یعنی لَا تَحْزَنْ۔

صدیق رضی اللہ عنہ کا فدائی دل نبی ﷺ کے رنج و آزار کو دیکھ کر پاش پاش ہو رہا تھا تب نبی ﷺ نے ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ فرما کر باب حزن سے قصر انس تک پہنچایا۔

اس ارشاد میں نقطہ لطیف یہ تھا کہ اس معیت ربانی کا درجہ جس میں نبی ﷺ و صدیق رضی اللہ عنہ داخل و شامل تھے اس حزن سے برتر و اعلیٰ ثابت کیا جائے جسے عشق نے سلامتی یار کے متعلق بھیا تک بنا دیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسم اعظم ”اللہ“ کے ظلال میں جو معیت شامل ہے وہ جملہ اسماء حسنیٰ کے ظلال سے بدرجہ علیا ہے اور کمالات عارف کی تکمیل اسی اسم ذات ”اللہ“ کی سیر میں ہوتی ہے اور جب معیت الہی کا ظہور إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا کے نور میں ہوتا ہے تو جملہ اسماء کی عظمت و رفعت بھی اسی کے تحت میں داخل ہوتی ہے اور کائنات کے جملہ اسباب و علل ساقط و مضمحل ہو جاتے ہیں۔

مادر موسیٰ رضی اللہ عنہما کو جو وحی ربانی ہوئی، وہ یہ تھی۔

﴿لَا تَخَافِي وَلَا تَحْزِنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ [اقصص: 7]

”تو نہ خوف کیجیے اور نہ حزن کیجیے۔ ہم اسے تیرے پاس واپس کریں گے۔ ہم اسے مرسلین سے بنا دیں گے۔“

ذرا غور کرو کہ خوف حسی کے مقابلہ میں بھی ایک بشارت موجود ہے اور حزن غیر حسی کے ساتھ بھی ایک بشارت شامل ہے۔

خوف کے مقابلہ میں یہ کہ بچہ جسے تو دریا میں ڈال دے گی، اللہ تعالیٰ اسے تیرے ہی پاس واپس کر دے گا۔
 حزن غیر حسی کے مقابلہ میں یہ کہ اسے نبوت کی وہ نعمت ملے گی، جس کا ادراک حواس نہیں کر سکتے۔
 ان آیات پر تہذیب اور تتبع کے بعد حدیث زیر عنوان کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حزن جو ہر وقت پیرا بہن دل پاک رکھتا تھا،
 وہ یا تو امتِ آسمانہ کی بخشش کا تھا یا امتِ عاصیہ کی ہدایت کا۔

دلِ قدسی منزل میں خلقِ خدا کی محبت بھری تھی اور عامۃ الناس کی ہمدردی و غم گساری حضور ﷺ کے رگ و پے میں ساری
 تھی۔ ایک ایک جان کی نجات کا خیال حضور ﷺ کو اسی طرح رہتا جیسے گڈ ریا کو اپنی ایک ایک بکری کا۔ اس کی سو (100) بکریوں
 میں سے اگر ایک بھی علیحدہ ہو جاتی اور جھاڑیوں میں رہ جاتی ہے تو گڈ ریا سمجھتا ہے کہ اگر اسے ساتھ نہ لیا گیا تو وہ بھڑیے کا شکار ہونے
 والی ہے۔ وہ اس ایک کے پیچھے جاتا ہے اور اسے ہلاکت کے منہ سے نکال لاتا ہے۔

نبی ﷺ کا یہ حزن کبھی قلبِ پاک سے الگ نہ ہوا۔ بسا اوقات تہجد کا سارا سارا وقت امت کے لیے دعا کرنے میں وقف
 فرما دیتے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ صرف اسی ایک آیت کے دہرانے میں پوری فرمادی۔ ﴿

﴿ اِنْ تَعْلَبْهُمْ فَاَنْتُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [المائدہ: 118]

”اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے گا تو غالب حکمت والا ہے۔“

﴿ وَالْعِلْمُ سَلَاحٌ ﴾

میرا ہتھیار علم ہے۔

واضح ہو کہ متصوفین متاخرین نے علم کا درجہ حال سے کم قرار دیا ہے، حالانکہ معاملہ بالعکس ہے۔

علم حاکم ہے، حالِ محکوم ہے۔

علم ہادی ہے، حالِ تابع ہے۔

علم امام ہے، حالِ ماموم ہے۔

دائرہ علم دنیا و آخرت پر وسیع ہے۔ دائرہ حال صرف صاحبِ حال تک ہے۔

حال ایک تیغِ برائے ہے اگر علم کی حفاظت نہیں تو یہ تلواریں کی کاٹ کرتی ہے جس کے ہاتھ میں ہو۔

حال ایک آگ ہے جس پر کسی کی نگرانی نہ ہو۔

حال ایک منہ زور گھوڑا ہے، اگر اس کے منہ میں علم کا لگام نہیں تو وہ اپنے سوار کا اور پھر خود اپنی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔

لیکن علم ہی ہے جو حیاتِ القلوب ہے، نور البصائر ہے، شفاء الصدور ہے، ریاض العقول ہے۔ علم ہی لذت الارواح ہے اور علم

ہی مولس متوشین ہے۔

علم ہی وہ میزان ہے جس میں اقوال و احوال و اعمال و وزن کیے جاتے ہیں۔

علم ہی وہ حاکم ہے جو شک و یقین اور ضلالت و ارشاد میں فیصلہ دیتا ہے۔

علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے۔

اور علم ہی سے رب العالمین کی تمجید و تمجید و توحید نصیب ہوتی ہے۔

علم ہی حلال و حرام میں فرق بتلاتا ہے۔

علم ہی موارث و ارحام کے مدارج ظاہر کرتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کی ضرورت اکل و شرب سے بھی قوی تر ہے۔ آب و خورش کی ضرورت تو شبانہ روز میں

دو بار پڑتی ہے مگر علم کی ضرورت ہر ایک سانس پر۔ [1]

علم ہی ہے جس کی تلاش میں کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام نے سفر طویل اختیار کیا تھا اور اس سفر میں تین مسائل کو شکر سفر قرار دیا تھا۔

علم ہی ہے جس کی طلب و درخواست کرنے کا حکم اللہ عز و جل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔

﴿قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طہ: 114] ”پڑھا کر، اے اللہ! مجھے علم میں بڑھایا کر۔“

ذرا یہ تو خیال کر لو کہ وہ کتنا بابرہمے شکر پڑھا لیا گیا اور شکر پڑگانا گیا ہو، جسے عرب میں معلم کہتے ہیں، وہ تھوڑا سا علم سیکھنے

سے کس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کا پکڑا ہوا شکر حلال ہوتا ہے اور اس جنس کے دوسرے حیوان غیر معلم کا پکڑا ہوا شکر حرام۔

یہ معلم جارح انسانی کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے، جب کہ اسکے اہلئے جنس نجس العین ہی رہتے ہیں۔ یہ درجہ اس کو کیوں ملا؟

اس کا سبب صرف علم ہے، صرف علم۔

اب یہ بھی یاد رکھو کہ علم وہ ہے، جس کی ابتدائی علامت اقامت دلیل ہے اور جس کی آخری شناخت رفع جہل ہے۔

اہل علم کے تین مدارج ہیں:

درجہ اول: (یا ابتدائی) وہ علم ہے جو قوت باصرہ کے واسطے حاصل ہوتا ہے۔

وہ جو استفا صحیح سے قوت سامعہ کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ جو ایک بڑی تعداد انسانی کے تجربہ متواتر کا نتیجہ ہوتا ہے۔

درجہ دوم: وہ علم ہے جو اجساد زکیہ و باطن طاہرہ میں پیدا ہوتا ہے۔

وہ جو اہل ہمت عالیہ کے انفاس صادقہ کو عطا ہوتا ہے ایسی حالت میں جب کہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔

درجہ سوم: وہ علم ہے جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ علم عبودیت کا ثمرہ اور متابعت احکام حقہ کا پھل ہوتا ہے۔ جب

کمال انقیاد کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے تب جواد مطلق کی جانب سے وہ

معارف ایمانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیئے جاتے ہیں جس تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا۔ ایسا علم خود اپنے لیے دلیل بھی

ہے اور دوسرے کے لیے مدلول بھی۔

اس مقام پر ان مخالفین و معترضین کو بھی توجہ دلانا ضروری ہے جو کہا کرتے ہیں کہ ”اسلام بزرگ شمشیر پھیلا یا گیا ہے۔“

غور کرو کہ نبی ﷺ تو علم کو اپنی تلوار بتلا رہے ہیں اور ان فتوحات عظیمہ کو جو حاصل ہوئیں ثمراتِ علم قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت نبی اللہ ﷺ کا فخر اینٹ، چونڈ پتھری دیواروں، خندقوں پر قابض ہو جانے میں نہیں، سکندر و تیموز ہلا کوخاں، یونا پارٹ نے ایسے تماشے دنیا میں بہت کھیلے، نبی اللہ ﷺ کا امتیاز تو دلوں کے قلعوں اور قلوب کے حصون کو فتح کر لینے میں ہے۔ یہ نظارہ خمیر میں نظر آیا کہ جن دنوں اسلامی لشکر نے ان یہودیوں کے (جو ہمیشہ اہل ایمان کے خلاف ملک بھر میں آتش جنگ و جدال کو بھڑکائے رکھتے تھے) چند قلعے فتح کر لیے تو انہی ایام میں نبی ﷺ کے حضور میں حبش کے نو مسلم سرداران دربار میں حاضر ہوئے اور اسی اثنا میں ملک یمن سے بھی کئی سو مسلمانوں کا قافلہ باریاب سعادت ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ یہودیوں کو کھلی آنکھ سے دکھلایا جائے کہ وہ اللہ کے اس کے رسول کے مقابلہ میں اینٹ پتھری دیواروں کے بھروسہ پر اڑے بیٹھے ہیں، جس کا علم سمندر پار حبش کو فتح کر رہا ہے۔ جس کا علم یمن کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنا علم صداقت نصب کر رہا ہے۔ یہ وہ ملک ہیں جو کبھی حجاز کے زیرِ تلکین نہ ہوئے تھے۔

یہ حبش وہی ملک ہے جس کے جنرل اوٹرم (Genral Otrem) نے یمن کو فتح کر کے ساٹھ ہزار (60000) فوج کا لشکر جرا مکہ مکرمہ کے فتح کرنے اور کعبہ اللہ کے گرانے کے لیے مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر لا ڈالا تھا۔ یہ واقعہ (جسے قرآن پاک نے واقعہ اصحاب الفیل کے نام سے بیان فرمایا ہے) نبی ﷺ کی ولادت اقدس سے صرف پچاس (50) دن پہلے کا ہے۔

ان حملہ آوروں کو کیا معلوم تھا کہ خود ان کا بادشاہ رسولِ حجازی ﷺ کی کفش برداری کی تمنا کرے گا اور سارا ملک اسی کعبہ کی سمت اللہ تعالیٰ کے سامنے سر عبودیت کو جھکائے گا۔

معتز مسلمین! کسی ملک، کسی قوم کو یزور شمشیر فتح یا مغلوب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حملہ آور کے پاس شمشیر زن بھی موجود ہوں، جن کی دھاگ ایسی بندھی ہوئی ہو کہ لوگ ان کی تلوار سے ڈر ڈر کر اپنا پہلا پیارا مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ ایسے بہادر ایسے تلوار پیے ضرار بن الازدی، شریحیل بن حسن، عدی بن حاتم، عکرمہ بن ابی جہل، مقداد بن الاسود، الکندی، مقدام بن معدی کرب، خالد بن الولید، زبیر بن العوام اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم جیسے کیوں کر اس شخص کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔

ان کی تلواروں پر نہتے، غریب و مسکین، بکریاں چرانے والے یتیم نے کیوں کر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے جری ایسے بطل تو خوف شمشیر سے مطیع نہ ہوئے ہوں گے اور انھوں نے تو صرف خوف جان سے اپنے اپنے قدیم پیارے مذہب کو نہ چھوڑ دیا ہوگا۔

جب یہ امر مسلم ہو جائے تو قابلِ غور یہ رہ جائے گا کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی ایسی شے، کوئی ایسی قوت، کوئی ایسی کشش موجود ہے جو شیروں کا شکار کرتی اور ہزیران نبرد کو خادم بنا سکتی ہے تو پھر ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ بھیڑوں اور لومڑیوں کے لیے تلوار کا استعمال کریں۔

غور جتنا گہرا ہوتا جائے گا اسی قدر جلد یہ واضح ہو جائے گا کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان وَالْعِلْمُ سَلَاحٌ ایسی حقیقت کا مظہر ہے، جس کا کوئی بطلان نہیں ہو سکتا۔

جو کامیابی نبی ﷺ کو حاصل ہوئی اس کا ذریعہ وہی علم صحیح تھا جو اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو ازانی فرمایا تھا۔

وہ علم، جو ظلمات کو دور کر دیتا ہے اور چلنے والوں کو نور میں لے آتا ہے۔
وہ علم جو آنکھوں کو روشن، دل کو بیٹا بنا دیتا ہے۔
وہ علم ہے لِهَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ کی صفت اسی پر صادق آتی ہے۔

﴿ وَالصَّبْرُ رِذَائِي ﴾

صبر میرا شاندار لباس ہے۔

قرآن مجید میں 90 مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کتاب حمید نے ۱۶ طریقوں سے صبر کی توصیف فرمائی ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ ان طریقوں کا ذکر کریں گے۔

① اللہ تعالیٰ نے صبر کا امر فرمایا:

① ﴿ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ﴾ [الاعراف: 128]

”موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔“

② ﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ﴾ [البقرہ: 45] ”صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔“

③ ﴿ اصْبِرُوا وَصَابِرُوا ﴾ [آل عمران: 200] ”صبر رکھو اور آپس میں صبر کی تلقین کرو۔“

④ ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ﴾ [الحل: 127] ”صبر کرنا صرف اللہ کے لیے ہے۔“

② عدم صبر سے نبی فرمائی گئی ہے۔

① ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعُرْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ﴾ [احقاف: 35]

”صبر کیجیے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کیجیے۔“

② ﴿ وَلَا تُولُوهُمُ الْآذِنَارَ ﴾ [الانفال: 15] ”دشمنوں کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔“

③ ﴿ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ﴾ [آل عمران: 139] ”اپنا دل تھوڑا نہ کرو اور غمگین نہ بنو۔“

③ اہل صبر کی ثا فرمائی گئی ہے:

﴿ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾

[2] البقرة: 77

”جو تکلیف اور تنگی میں اور لڑائی میں صبر کرتے ہیں وہی ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی لوگ متقی بھی ہیں۔“

④ اہل صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا ذکر فرمایا:

﴿ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴾ [آل عمران: 146] ”اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔“

⑤ اہل صبر سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾ [البقرہ: 153] بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک معیت عامہ ہے جو بذریعہ علم و احاطہ ہوتی ہے اور ایک معیت خاصہ جس کا نتیجہ حفاظت و نصرت و تائید الہی ہوتا ہے۔ آیت بالا میں معیت خاصہ ہی کا ذکر ہے۔

⑥ صبر کو اہل صبر کے لیے بہتر بتلایا:

① ﴿ وَكَلِمَاتُ الصَّابِرِينَ ﴾ [المحل: 126]

”مگر تم صبر کرو تو ایسا کرنا صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔“

② ﴿ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ [النساء: 25] ”اور صبر کرو یہ تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔“

⑦ اعلان فرمایا کہ اہل صبر کو جزا بطریق احسن عطا ہوتی۔

﴿ وَلَنَجْزِيَنَّهُنَّ الْآيَاتِنَ صَبْرًا وَأَجْرَهُنَّ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [المحل: 196]

”ہم صبر کرنے والوں کو ان کے عمل کی جزا بہترین طریق سے دیں گے۔“

⑧ خبر دی کہ اہل صبر کو عطیہ بلا حساب ملے گا:

﴿ إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر: 10]

”صبر والوں کو ان کا اجر پورا پورا بلا حساب دیا جائے گا۔“

⑨ اہل صبر کو بشارت دی گئی:

﴿ وَنَبِّئِ الصَّابِرِينَ ﴾ [البقرہ: 155] ”صبر کرنے والوں کو بشارت پہنچا دیجیے۔“

⑩ اہل صبر کی نصرت و امداد کی ضمانت فرمائی:

﴿ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فُورِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴾ [آل عمران: 125]

”ہاں! اگر صبر و تقویٰ رکھو اور دشمن تم پر فوراً آجائے تو تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار (5000) ملائکہ سے جو نشان

والے ہوں گے فرمائے گا۔“

حدیث شریف میں ہے: وَاعْلَمُوا أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ [1]

⑪ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اہل صبر ہی اہل عزم ہوتے ہیں:

﴿ وَكَلِمَاتُ صَبْرٍ وَغَفْرًا إِنَّ ذَلِكَ لَمَنْ عَزِمَ الْأُمُورِ ﴾ [الشوری: 43]

جس نے صبر کیا اور معافی دی، تو یہ کام بڑی ہمت کے ہیں۔

⑫ فرمایا کہ اعمال صالحہ اور حظوظ عظیمہ والے اہل صبر ہی ہوتے ہیں۔

① ﴿ وَيُلْكَمُ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقِهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴾ [التقصم: 80]

”تصمیم خرابی ہو، اللہ کا عطیہ ایمان اور نیک عمل والے کے لیے بہتر ہے اور اس کو صرف صبر والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔“

﴿ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۗ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴾ [مہمہ: 35]

”اس کو صبر والے ہی حاصل کر سکتے ہیں اور اسے وہی پاسکتے ہیں جو بڑی قسمت والے ہیں۔“

﴿ تِلْكَ آيَاتُ الَّذِينَ هَارَوْا وَعُبِدُوا مِنَ الشُّرُكِ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا هَلْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴾ [مہمہ: 35]

﴿ ۱ ﴾ ﴿ أَنْ أَخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴾ [ابراہیم: 5]

”ہم نے موسیٰ کو کہا اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر نور میں لاؤ اور ان کو تاریخ الہیہ کا سبق دے کیوں کہ اسی میں ہر صابر و شاکر کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔“

﴿ ۲ ﴾ ﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ إِنَّ يَسَاءَ لِمَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَالَمِينَ أَنْ يَأْتِيَهُمُ الْغَمُّ مِنْ غَيْرِ حِسَابٍ ۚ وَاللَّهُ يَخْتَارُ لِمَنْ يَشَاءُ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴾ [الشوریٰ: 32-33]

اللہ کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں اور علم کی طرح بلند ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو ہوا رک جائے اور یہ سب جہاز سمندر کے اوپر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر کرنے اور شکر کرنے والے کے لیے۔

﴿ ۳ ﴾ ﴿ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد: ۲۳-۲۴]

”فرشتے ہر طرف ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے کہ اپنے صبر کے بدلے آج تم سلامتی میں ہو اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔“

اہل صبر و جہاد امت پر فائز ہو جاتے ہیں:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰیٰمَةً يَهْتَدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ ﴾ [سجده: 24]

”ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔“

﴿ ۴ ﴾ اللہ تعالیٰ نے صبر کا ذکر فرقان حمید میں اسلام و ایمان اور یقین و تقویٰ اور توکل و تشکر کے ساتھ ساتھ فرمایا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے ہاں صبر کا کیا درجہ ہے۔

یہاں تک سولہ (16) اقسام کا ذکر ختم ہو گیا۔ اب یاد رکھیے کہ صبر ایمان کے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ سر بدن کے لیے ہے۔ بدن پر سرنہ ہو تو زندگی کہاں؟ ایمان کے ساتھ صبر نہیں تو ایمان کہاں؟

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا قول ہے: خَيْرٌ عَيْشٍ اَدْرَحْنَاهُ بِالصَّبْرِ ”زندگی کی حقیقت ہم پر صبر سے آشکار ہوئی۔“ ﴿ ۵ ﴾ صحیح حدیث میں ہے:

عَبَّجَابًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهُ كَلِّهِ لَهٗ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذَلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِمُؤْمِنٍ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ ﴿ ۶ ﴾

”مومن کی حالت بھی عجیب سی ہے یعنی اس کی حالت سراپا خیر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی شے خوش کرنے والی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی شے ضرور سزا پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور ایسا کرنا ہی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔“
واضح ہو کہ صبر کے لغوی معنی جس (روک) ہیں۔ محاورہ ہے: قَبِلَ فُلَانٌ صَبْرًا فُلَانٌ فَخَضَّ كُوبًا مَدَّه كَمَا رَأَى۔ آیت ذیل میں بھی یہی معنی ہیں:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ [الکہف: 28]

”اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھیے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارا کرتے ہیں اور صرف اسی ذات کے خواستگار ہوتے ہیں۔“

اصطلاح میں صبر کو اس لیے صبر کہتے ہیں کہ اس میں بھی دل کو گریہ و زاری سے اور زبان کو شکوہ سے اور جوارج کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے۔ معنی بالاکو ذہن میں رکھتے ہوئے یاد رکھو کہ صبر کی تین اصناف ہیں:

- صنف اول: طاعت الہی پر صبر۔
- صنف دوم: معصیت الہی سے صبر۔
- صنف سوم: امتحان الہی پر صبر۔

صنف اول و دوم میں انسان کے کسب کا بھی دخل ہے مگر صنف سوم میں کسب انسانی کو کوئی دخل نہیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے حالات پر غور کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ باپ کی جدائی پر صبر اور چاہ میں گرا دیئے جانے پر صبر بھی مقامات صبر میں سے ہیں مگر امراة العزیز کی بات پر انکار کرنا صبر کی اعلیٰ قسم تھا۔ خصوصاً جب امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے۔

- ① جوانی ② خالی مکان ③ بگردی ④ نفس کے مطابق خواہش کا ہونا ⑤ بے وطنی جہاں خویش و اقارب کا نہ دباؤ تھا، نہ ہوتا ہے، نہ ان کی طرف سے حیا ہوتی ہے۔ ⑥ محکومی ⑦ حسین عورت کی ذاتی خواہش ⑧ اس درخواست کے ساتھ ساتھ ہر قسم کا مکرو فریب ⑨ لالچ اور خوشامد ⑩ دھمکی۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کی موجودگی میں صدیق کے منصب کو نہایت بلند کر دینے والی ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صبر بر طاعات کا درجہ صبر از پرہیز محارم سے اکمل و افضل ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فعل طاعت، ترک معصیت سے زیادہ محبوب ہے اور عدم طاعت کا نقصان وجود معصیت کے نقصان سے زیادہ سنگین ہے۔ ⑪

اب یہ بھی یاد رکھو کہ صبر کی تین حالتیں ہیں:

- ① صبر باللہ ② صبر للہ ③ صبر مع اللہ۔

① صبر باللہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر اپنے نفس کے لیے نہ ہو، بلکہ اللہ کے لیے ہو جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [النحل: 127]

”صبر کیجیے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کے لیے ہے۔“

② صبر لئد: کے معنی یہ ہیں کہ صبر کا باعث محبت الہی اور ارادہ تقرب الہی ہو نہ قوت نفس کا اظہار ہو اور نہ اللہ کی مخلوق میں تعریف کرنے کا شوق ہو۔

③ صبر مع اللہ: کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو اوامر الہی اور محارم الہی کا مطیع بنادے جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے جہاں رک جانے کا حکم ہو رک جائے۔

یہ صبر صدیقین کا ہے اور یہی سخت قسم صبر کی ہے۔

خوارجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے صبر کی بابت پوچھا گیا:

فرمایا صبر تو کڑوی سے کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔ ④

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زاہدین کے صبر سے حسین کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے۔ یعنی یار سے صبر ہونا بہت زیادہ تعجب کا

موجب ہے۔

الْكَبْرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا إِلَّا عَلَيْكَ فَإِنَّهُ لَا يُحْمَدُ ⑤

جملہ مقامات پر صبر کرنا اچھا ہے مگر تجھ سے صبر کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

امام الحدیث بخاری نے کتاب الآداب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایمان

کیا ہے۔ فرمایا:

الْكَبْرُ وَالسَّمَاخَةُ ⑥ صبر اور سیر چشمی۔

اب یہ مسئلہ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حالت کا عرض کرنا بے صبری میں داخل نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بِنَفْسِي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾ [یوسف: 82]

”میں اپنی پریشانی اور اندوہ قلبی کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں۔“

ایوب علیہ السلام کی جناب احدیت میں دعا ہے۔

﴿رَبِّ إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ [الانبیاء: 83]

اے رب! مجھے نقصان اور ضرر آ لگا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے:

وَإِذَا عَسْرَتِكَ بَسِيلَةٌ فَاصْبِرْ بِهَا

وَإِذَا شَكَّوْتَ إِلَى ابْنِ آدَمَ إِنَّمَا

صَبَرَ الْكَرِيمِ فَإِنَّهُ بِكَ أَغْلَمُ

تَشْكُوا الرَّحِيمِ إِلَى مَنْ لَا يَسْرَحُمُ

”جب تجھ پر بلا نازل ہو تو اچھا صبر کر، کیوں کہ رب کو تیرا علم ہے لیکن اگر تو اس کا شکوہ ابن آدم سے کرے گا تب رحیم کا شکر یہ اس سے کرتا ہے جو رحم نہیں کرتا۔“

① مدارج السالکین: 157/2 ② مدارج السالکین: 158/2 ③ ساحت، جو امر وی، نرمی، آسانی پیدا کرنا، سرکشی و نفرت کو چھوڑ دینا، سیدھا رویہ۔

کنز العمال: 1393، 1392، مستدام: 385/4، مجمع الزوائد: 59/1، مطالب العالیہ لابن حجر: 3122

نبی ﷺ کی سیرت پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احکام الہی کی تبلیغ، اہل ایمان کی تعلیم، اہل خسران کے انداز، اہل عالم کی تدبیر اور اخلائے کلمۃ الحق کی تدبیر کس قدر مصائب و فوائب اور ہجوم و غنوم کی برداشت فرمائی تھی۔

کبھی حضور ﷺ کے آستان فیض پر غلاظت گرائی جاتی، جس سے تشمت طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو، کبھی حضور ﷺ کی راہ پر گڑھا کھود کر اسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا۔ گڑھے میں کانٹے بھر دیئے جاتے کہ حضور ﷺ جب نماز تہجد کے لیے نکلیں تو زمین سمجھ کر اس پر پاؤں رکھیں اور گڑھے میں جا گریں۔

کبھی حضور ﷺ کو سجدہ میں محو نام دیکھ کر حضور ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر چادر کو پھانسی کا رسا بنایا جاتا، گردن کو افشار سے بھینچا جاتا۔ کبھی حضور ﷺ کی پشت مبارک پر (بحالت سجدہ) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور اسے کفار کی تفریح طبع کا سامان سمجھا جاتا۔

کبھی حضور ﷺ پر پتھر برسائے جاتے اور قراءت قرآن پاک سے آپ کو روکا جاتا۔

کئی سال کا ایسا زمانہ بھی حضور ﷺ پر گزرا ہے۔ جب حضور ﷺ کو ایک گھائی میں محصور رکھا گیا اور دانہ و خورش کا داخلہ بند کیا گیا۔ یہ حضور ﷺ ہی کا حوصا تھا، حضور ﷺ ہی کا دل تھا کہ صبر کیا اور وہ صبر کیا کہ مالک نے بھی ﴿وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ (احل: 127) کے تمغا سے حضور ﷺ کو شرف فرمایا۔

سچ ہے کہ ایسے ہی مقدس رسول ﷺ کے لب مبارک سے یہ زیبا تھا۔ اَلصَّبْرُ رِذَائِيٌّ فرماتے اور صبر کو تحمل و شان اور شوکت و وقار کا خلعت قرار دیتے۔

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ بِقَدْرِ صَبْرِهِ عَلَى بَلَاءِهِ وَ شُكْرِهِ عَلَى آيَاتِهِ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

﴿10﴾ وَالرِّضَا غَنِيمَتِي

رضا الہی میری غنیمت ہے

واضح ہو کہ رضا کے متعلق ائمہ تصوف کے تین (3) اقوال ہیں:

﴿1﴾ اہل خراسان کہتے ہیں کہ رضا بھی مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے اور انتہائے توکل یہی ہے اور اس مقام کو بندہ اکتساب سے حاصل کر سکتا ہے۔

﴿2﴾ اہل عراق کہتے ہیں کہ رضا تو مجملہ احوال ہے، یہ مکاسب میں سے نہیں بلکہ مواہب میں سے ہے۔

﴿3﴾ تیسرے گروہ نے ہر دو اقوال کو جمع کر دینا چاہا۔ وہ کہتے ہیں کہ رضا ابتدائی درجہ میں اکتسابی ہے اور سن جملہ مقامات ہے اور انتہائی درجہ میں محض عطیہ ربانی ہے۔ لہذا مجملہ احوال ہے۔

گروہ اول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رضا کی مدح و ثنا فرمائی ہے اور اس صفت کے لیے شوق دلایا ہے۔ اگر یہ مقام اکتسابی نہ ہوتا اور مقدور بشری سے باہر ہوتا تو ایسا نہ کیا جاتا۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

ذَاقِ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا ﴿١﴾

”ایمان کا ذائقہ اس شخص نے چکھا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔“

نیز فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ الفاظ پڑھتا ہے۔ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا ﴿٢﴾ اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

یہ دونوں احادیث اس شان کی ہیں کہ مقامات دین کا انہی پر مدار ہے۔ غور کرو کہ ان سے چار امور کا ثبوت ملتا ہے:

① اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت پر رضامندی۔

② نبی ﷺ کی رسالت اور حضور ﷺ کی اطاعت پر رضامندی۔

③ دین الہی پر رضامندی۔

④ دین الہی کے سامنے تسلیم و انقیاد کا اقرار۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص میں یہ چہار امور جمع ہو جائیں تو وہ صدیق ہے۔

ہاں! دعویٰ زبان آسمان ہے مگر کامیابی امتحان دشوار ہے۔ خصوصاً جب کہ معاملہ یہ ہو کہ نفس کی مراد خواہش اس کے خلاف ہو۔

یاد رکھو کہ الوہیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ محبت و انابت اور تہل الی اللہ میں توحید خالص ہو، خوف ہو تو اسی کا ہو امید ہو تو

اسی سے ہو۔ جملہ توکی کا انجذاب اسی کی جانب ہو، اور عبادت کا مقصود توحید فی الاخلاص ہو۔

ربوبیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ تدبیر الہی کی توحید حاصل ہو تو کل واعتماد اور استعانت میں توحید ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہر

ایک فعل کا خیر مقدم خوشنودی کے ساتھ کرے۔

رسالت محمد یہ ﷺ پر خوشنودی کے معنی یہ ہیں کہ احکام نبویہ ﷺ کے مقابلہ میں اطاعت کلی اور تسلیم کلی شیوہ بن جائے

اور حضور ﷺ کی محبت بھری تعظیم اپنی جان سے بڑھ کر ہو۔

ہدایت اور حکم اور فیصلہ نبی ﷺ کے آستانہ پاک سے ہی حاصل کرے اور کسی دوسرے کی حکومت کا روادار نہ ہو۔ خصوصاً

علوم الہیات کے متعلق جہاں کسی دوسرے کا قول چل ہی نہیں سکتا۔

اسلام پر خوشنودی کے معنی یہ ہیں کہ جب اسلام کا کوئی حکم از قسم امر یا نہی ملے تو اسے پورے انشراح خاطر سے قبول کرے اور

اس کے خلاف اگرچہ وہ کتنے ہی معروف عالم کی طرف منسوب ہو، ہرگز قبول نہ کرے۔

اس مقام پر پہنچ کر بہت سے نام کے عالم یا صوفی و درویش یا شیخ تم کو مخالفت کرتے ہوئے نظر آئیں گے مگر رضا بالا اسلام تو

یہی ہے کہ جو حکم اسلام کا نہیں، اس پر ہرگز ہرگز اہل ایمان کو یقین یا اطمینان نہیں کرنا چاہیے۔

اب یہ یاد رکھو کہ رضا کا مقام توکل و تقویٰ اور تسلیم کے بعد آتا ہے اور چونکہ اس کے حصول میں صعوبت تھی اس لیے اللہ تعالیٰ

نے اس کی فریخت کا حکم نازل نہیں فرمایا۔ البتہ اس کا شوق ضرور دلا یا ہے۔

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ مسلم مقام رضا کیوں کر حاصل کر سکتا ہے؟
 کہا: جب وہ چار (4) باتوں میں پختہ ہو جائے:

- ① عطا کو قبول کرے ② عطیہ میں راضی رہے ③ انقباض میں عبادت کرے ④ انشراح میں حاضر درگاہ ہے۔ [1]
- سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے ذکر کیا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں کہ ان کو فقر غنی سے اور مرض صحت سے زیادہ محبوب ہے۔
 امام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو ذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، میرا قول یہ ہے کہ جس شخص کا اعتماد اللہ تعالیٰ کے بہترین انتخاب پر وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کے سوا اور کسی شے کی تمنا ہی نہ کرے گا۔ [2]
- فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے بشر حافی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

رضا کا درجہ ہد سے برتر ہے کیوں کہ جو راضی ہے وہ اس حالت سے دوسری حالت کا آرزو مند ہی نہیں۔ [3]

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا تھا:

الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الرِّضَا فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَرْضَىٰ وَالْأَفْضَلُ
 ”رضا میں تو سراپا خیر ہے اگر تم میں استطاعت ہے تو اس درجہ میں رہو ورنہ صبر کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے

﴿بِأَيِّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ أَرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّاتِي﴾

”اے اطمینان والے نفس! اپنے رب کی طرف رجوع کر دو آں حال کہ تو رضا والا ہے اور رضا حاصل کرنا میرے

بندوں میں شامل ہو جا، میری جنت میں داخل ہو جا۔“ [الفجر: 27-30]

یہ وہ قول ہے جو دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی بندہ سے کہا جائے گا اور میدان قیامت میں بھی اسی کلمہ سے مومن کو مسرور الوقت کیا جائے گا۔ اللہ پاک کے پسندیدہ عباد کی جماعت میں داخل ہوا اور جنت میں پہنچا۔ ہر دو انعام رضا و مرضی ہونے کی صفت پر ہے۔

⑪ وَالْعِجْزُ فَخْرِي

عاجزی میرا فخر ہے

عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں: وَالْفَقْرُ فَخْرِي لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ وَالْفَقْرُ فَخْرِي کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

صاحب مجمع البحار نے بھی وَالْعِجْزُ فَخْرِي کے الفاظ کو بیان کیا ہے جیسا کہ حدیث زیر شرح میں موجود ہیں۔ [4]

عجز کے معنی در ماندگی کے ہیں اور کسی مفوضہ کام کو نہ کر سکتا اس کے مفہوم میں داخل ہے۔ مفوضہ کام نہ کر سکنے کی کوئی مناسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تو سراپا سعی مکمل جہد اور کامل عمل کا نمونہ رہی ہے۔

لہذا عجز سے مراد عجز بہ درگاہ احدیت ہے اور یہ معنی رب العالمین کے جاہ و جلال اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و احوال پر

[1] مدارج السالکین 174/2 [2] مدارج السالکین 177/2 [3] مدارج السالکین 174/2 [4] مجمع البحار 351/2

صادق آتے ہیں۔

اہل ثروت کے حال پر نگاہ ڈالو کہ دنیا میں تھوڑی سی کامیابی کے بعد ان کے غرور پنداری کی کیا حالت ہوتی ہے؟ اور رسول اعظم ﷺ کی سیرت کو بھی غور سے دیکھو۔

وہ رسول ﷺ جس کی نصرت و تائید زمین کے ہر ذرہ اور آسمان کے ہر ستارہ سے ہوتی ہو جس کا حکم نفوس پر فرماں روا ہو، جس کی عظمت سے مابین السماء والارض پر آوازہ ہو، وہ لحد بہ لحد، لخط بہ لخط، عجز و اختقار اور تضرع و انکسار ہی کے تجلیات و طلیعات درگاہ احدیت اور آستان صمدیت پر پیش کر رہا ہے اور اختقار کو افتخار سمجھ رہا ہے۔

نبی ﷺ کی سکھائی ہوئی دعاؤں کے کلمات زاکیات کو دیکھو جن سے غفلت قلب کا فوراً اور حجاب روح دور ہو جاتا ہے کہ غافل سے غافل شخص کا دل بھی جاگ اٹھتا ہے اور بے اختیار سطوت الہی اور احتشام لم یزل کے سامنے جھک پڑتا ہے۔

نمونہ کے طور پر ایک دعا کا اندراج کیا جاتا ہے۔ قارئین اس کے اسلوب بیان پر غور کریں، علوم کانی کا اندازہ کریں اور دیکھیں کہ جس دل زبان سے یہ الفاظ نکلے، وہ خود بھی اظہارِ عجز اور نیاز کو اپنے لیے کس قدر مایہ ناز و فخر و امتیاز سمجھتا ہے اور قہقہے کو بھی کس نمونہ پر تیار کرنا چاہتا ہے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ عَرَأَى مَكَايِبِي وَتَسْمَعُ كَلَامِي وَتَعْلَمُ سِرِّي وَغَلَابَتِي وَلَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِي وَ
أَنَا الرَّجُلُ الْمُشْفِقُ وَ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِي وَ أَنَا الْمُسْتَعِيثُ الْمُسْتَجِيرُ - أَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُسْكِينِ
وَ أَسْأَلُكَ الْبَيْتَ الْإِسْهَالَ الْمَذْنِبِ الدَّلِيلِ وَ أَدْعُوكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيرِ وَ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهُ
وَ فَاصَتْ لَكَ عَيْرَتُهُ وَ ذَلَّ لَكَ جِسْمُهُ وَ رَعِمَ لَكَ أَنْفُهُ أَنْ لَا تَجْعَلَنِي بِدُعَائِكَ شَقِيحًا وَ كُنْ لِي رَوْفًا
رَحِيمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُولِينَ يَا خَيْرَ الْمُعْطِينَ - [1]

”یا اللہ! تو مجھے میری جگہ پر دیکھ رہا ہے اور میرا کلام سن رہا ہے، میری پید او پنہاں کو خوب جانتا ہے۔ میری کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں تو کاٹنے والا، ڈرنے والا ہوں، میں اپنی کمزوری کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں، میں تو فریادی اور پناہ کا خواہاں ہوں۔ تجھ سے مسکین بن کر سوال کرتا ہوں، گنہگار و ذلیل کی طرح تیرے سامنے چلا رہا ہوں۔ تاجینا خوفزدہ کی طرح مدد کی پکار کرتا ہوں، میری پکار اس شخص کی سی ہے، جس کی گردن نیچی ہو، جس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں، جسم جھک گیا ہو اور ناک زمین پر گر رہا ہو، اے معبود مجھے محروم نہ رکھنا، میرے ساتھ رافت اور رحم کا برتاؤ کرنا۔ اے مالک تو سب سے بڑھ کر فریاد رس ہے تو سب سے بڑھ کر جو وجود عطا کرنے والا ہے۔“

اللہ اکبر! یہ معرفت کا وہ سبق ہے کہ اگر کوئی اہل ایمان دل اور زبان کے اس عجز و بیان کے ساتھ بارگاہِ منان میں حاضر ہو تو ضرور ہے کہ رحمت اس کی دیکھیری فرمائے، محبت اس کی شمع راہ بنے، اخلاص و صداقت اسے خاک سے اٹھا کر کرسی قبول و عزت پر بٹھائے۔ فطوبیٰ لہم۔

[1] کنز العمال: 3614، الدر المنثور للسیوطی: 229/1، المعجم الكبير: 164/11، المعجم الصغير: 136/6، العلل المنصاحہ: 360/2، اتحاف السعادة

﴿12﴾ وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي

زہد میرا پیشہ ہے

حرفت: اس صنعت یا وجہ کسب کو کہتے ہیں جسے انسان اپنے گزارہ کا ذریعہ بنائے۔

زہد: اصل لغت میں عدم رغبت کو کہتے ہیں۔ سورہ یوسف میں ہے:

﴿وَسَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ﴾ [یوسف: 20]

”قاقلہ والوں کو یوسف کو پاس رکھنے میں رغبت نہ تھی۔“

شَيْءٌ زَاهِدٌ جِزَانُكَ (تھوڑی سی) جو قابل التفات نہ ہو۔

اصطلاح شرعیہ میں دنیا اور مال و متاع دنیا سے رغبت نہ رکھنے کو زہد کہتے ہیں۔

بعض نے کہا، زہد یہ ہے کہ نہ موجود پر اعتماد ہو اور نہ مفقود پر تاسف ہو۔ ﴿1﴾

امام الحدیث احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، زہد کی تین (3) اقسام ہیں:

﴿1﴾ ترک حرام، عوام کا زہد ہے۔

﴿2﴾ حلال میں سے زائد شے کا چھوڑ دینا یا خواہش کا زہد ہے۔

﴿3﴾ ہر ایک ایسی شے کا ترک کر دینا جو توجہ الی اللہ سے روکنے والی ہو، یہ عارفین کا زہد ہے۔ ﴿2﴾

تاریخین احادیث کے ہر دو الفاظ پر غور کیجیے۔

حرفت تو اس طریقہ کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی معاش کے لیے لازم ٹھہرائے اور یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ”زہد“ ہی کو اپنا حرف بتلایا

تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ اپنی توجہ ان سب اشیاء، جملہ اسباب اور وسائل سے جو ماسوی اللہ کی طرف لے جانے والے ہیں ہٹا کر پورے

اہتمام اور پوری ہمت سے اللہ ہی کی طرف توجہ کرنی جائے، وسائل اور وسائل کو بیچ پوچھ سمجھ لیا جائے۔

وہ اعتماد جو پروردگار پر ہے، سامان حاضرہ کو موجب طمانیت نہیں بنا سکتا اور اسی سامان کا فقدان قلب میں کوئی آشوبش نہیں پیدا کر سکتا۔

یہ زہد کی بلند ترین صورت ہے اور اس زہد پر یہ اعتراض بھی مائل نہیں ہو سکتا کہ زہد تو آکتابی ذرائع کا مانع ہے یا زہد تو اصول

تمدن کی مخالفت کا نام ہے۔

﴿13﴾ وَالْيَقِينُ قَوْتِي

یقین میری روزی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب حید میں یقین اور اہل یقین کا بیان آیات متعددہ میں ہوا ہے۔

﴿1﴾ ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾ أُولَئِكَ عَلَى

هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [البقرة: 4-5]

”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تجھ پر اتارا گیا، نیز اس پر جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین

رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت ربانی پر ہیں اور یہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔“

آیات بالا پر غور کرو کہ ہدایت اور فلاح کو یقین ہی کا ثمرہ بتلایا گیا ہے۔

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَ كَانُوا بآيَاتِنَا يوقنون ﴾ [اسجد: 24]

”ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے کیوں کہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہماری

آیات پر یقین رکھتے تھے۔“

آیت بالا میں امامت فی الدین کے منصب کو صبر اور یقین کے اتحاد کا نتیجہ فرمایا گیا ہے۔

﴿ وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ ﴾ [الذاریات: 20-21]

”یقین والوں کے لیے زمین میں اور خود ان کے نفس کے اندر نشانیاں موجود ہیں۔“

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ آیات ربانی کا مشاہدہ اور علامات سبحانی کا معائنہ اور پھر اس مشاہدہ و معائنہ سے نفع کا حاصل کرنا

اہل یقین ہی کا حاصل ہے۔ <http://mujahid.xtgem.com>

الغرض جو درجہ روح کا جسم انسانی میں ہے وہی درجہ یقین کا پیکر ایمانی میں ہے۔

یقین ہی اعمال قلب کی روح ہے۔

یقین ہی حقیقت صدیقیت ہے۔

علماء میں اختلاف ہے کہ یقین کسی ہے یا وہی ہے۔ ہمارے نزدیک بلحاظ اسباب تو کسی ہے اور بلحاظ اصلیت وہی ہے۔

کہل تہسری پہنچے فرماتے ہیں کہ مکاشفہ سے ابتدا ہوتی ہے اور پھر انسان معائنہ و مشاہدہ کے مدارج کو طے کرتا یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ یقین کی علامات تین (3) ہیں۔

① لوگوں سے میل جول کم ہو۔ ② کسی کے عطیہ پر مدح نہ کرے۔ ③ کسی کے نہ دینے پر اس کی مذمت نہ کرے۔

انہی کا ارشاد یہ بھی ہے، یقین کی حقیقت یہ ہے کہ ہر شے میں نظر الی اللہ ہو، ہر معاملہ میں رجوع الی اللہ ہو ہر حالت میں

استعانت باللہ ہو۔ ④

واضح ہو کہ اگر مراتب یقین کی تفصیل کی جائے تو وہ تین (3) ہیں۔

مرتبہ اولیٰ میں اوامر و نواہی، علم معاد، علم الاسماء والصفات داخل ہیں اور جب بندہ کو ان علوم کی حقانیت و صدق پر وثوق کلی

ہو جاتا ہے تو اس مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

مرتبہ ثانیہ میں استدلال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دلیل فضول سمجھی جاتی ہے اور سماعت کا مقام رویت حاصل کر لیتی ہے اس کو

عین الیقین کہتے ہیں۔

مرتبہ ثالثہ میں خود آفتاب حقیقت نور بیز ہوتا ہے کلفت یقین جاتی رہتی ہے۔ حقانیت اپنے کمال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے،

اس کو حق یقین کہتے ہیں اور یہ درجہ صرف انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ انہی کی چشم ظاہرین کے سامنے جملہ اسرار و خفایا منکشف ہوتے ہیں اور انہی پر علوم معاد کا ظہور ایسا ہوتا ہے کہ جیسے دوسروں کے لیے مادی اشیاء کا شہود۔
اب یہ غور کرو کہ حدیث زیر شرح میں نبی ﷺ نے یقین کو اپنی غذا فرمایا ہے، یہ ظاہر ہے کہ غذا ہی پر جسم کا نشوونما ہے اور غذا ہی سے جسم کی پرورش ہوتی ہے۔

یقین کو غذا بتانا ظاہر کر رہا ہے کہ حضور ﷺ اسباب مادیات سے کس قدر دور تھے۔ حضور ﷺ کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرو۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ جنگ احد میں خوش انگور ہاتھ میں لیے ہوئے انگور کھا رہے تھے کہ انگور کھا کر اور طاقت جسمانی بڑھا کر شریک معرکہ ہوں گے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ شہادت کا شکر جنت علیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے انگوروں کی طرف دیکھا، پھر کہا کہ ان کے ختم کرنے میں تو دیر لگے گی۔ میں جنگ کے لیے اتنی دیر کیوں کروں۔ یہ کہہ کر انگور پھینک دیئے اور رزم گاہ میں پہنچے اور جو ہر شجاعت دکھلاتے ہوئے بزم گاہ رضوان کو جاسد حارے۔ [1]

نقیب محمدی عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا حال بھی انہی سے ملتا ہوا ہے۔ دشمن پر حملہ پر حملہ کر رہے تھے کہ ان کا چچرا بھائی یحییٰ لے آیا کہا یہ تھوڑی سی پی لو۔ طاقت پا کر زیادہ لڑ سکو گے۔ پیالہ ہاتھ میں لیا۔ دو تین گھونٹ لے کر برتن پھینک دیا کہ مجھے اپنے احباب سے جلد تر ملاقات کرنا ہے۔ [2]

سچ ہے کہ یقین شگ واد ہام کے حجاب کو چاک کر دیتا ہے۔ اس وقت چہرہ حقیقت بے نقاب ہو جاتا ہے۔ رویت ایمانی کا درجہ بصارت یعنی سے بالاتر پہنچ جاتا ہے اور ایسا دیدہ و درخشاں معنیات کو مشاہدات سمجھتا ہوا حقائقِ اصلیہ اور معارف روحانیہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

[14] وَالصَّدَقُ شَفِيعِي

صدق (سچائی) میرا ساتھی ہے۔

جب ایک شخص کے ساتھ اس کو اغراض و مقاصد میں متفق و متحد ہو کر دوسرا شخص شامل ہو جاتا ہے تو وہ پہلے شخص کا شفیع کہلاتا ہے۔ لغت میں شفیع بمعنی جنت آتا ہے کتاب حمید میں ہے: ﴿وَالشَّفِيعُ وَالْوَكِيلُ﴾ [انجیل: 3]
صدق، ہر شے کی اصلیت اور کمال قوت کو کہتے ہیں۔ الفاظ ذیل پر غور کرو۔

- ① عزم صادق، اسی ارادہ کو کہیں گے جو تام و قوی ہو۔
- ② محبت صادق، اسی محبت کو کہیں گے جو کامل و اصلی ہو۔
- ③ خبر صادق، وہی اطلاع جس میں اصلیت کے سب اجزاء کامل و قوی ہوں۔

قرآن مجید میں صدق کے کئی مقامات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

① نبی ﷺ کو یہ دعائیں فرمائی گئی ہے:

﴿ رَبِّ ادْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴾
 ”اے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچاؤ اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجو جس کے ساتھ نصرت ہو۔“ [نہی اسرائیل: 80]

اس دعا میں مُدْخَلَ صِدْقٍ اور مُخْرَجَ صِدْقٍ کا سوال سکھلایا گیا ہے۔
 مُدْخَلَ صِدْقٍ سے مراد بندہ کی وہ توجہ ہے جو اللہ کے لیے، اللہ کی جانب اور احکام الہی کی جانب بندہ کیا کرتا ہے۔ اس توجہ میں شائبہ ریب و شک نہیں ہوتا۔ اس کی ترقیات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ نبی ﷺ کا داخلہ مدینہ منورہ بھی اسی مُدْخَلَ صِدْقٍ میں داخل ہے جس کی برکات و انوار لامتناہی ہیں۔

مُخْرَجَ صِدْقٍ سے مراد بندہ کی وہ عزیمت ہے جو ہوا و ہوس اور اقتضائے طبع و نفس سے منہ موڑ کر اور امور خاکی سے دامان دل کو جھاڑ چھوڑ کر سب سے الگ ہو جاتا ہے، اور کوئی حجاب، کوئی رسم، کوئی امید منفعت، کوئی خوف ضرر، بندہ کو اس خروج صدق سے روک نہیں سکتا۔

نبی ﷺ کا مکہ چھوڑ دینا، وطن سے دوری، تعلق داروں سے بے تعلقی، راہ ہجرت کی ہادہ پیمانی اسی مُخْرَجَ صِدْقٍ میں داخل ہے۔
 ﴿ وَبَشِّرِ الصّٰلِحِيْنَ اَتٰۤىٰ لَهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ [پاس: 2]
 ”اور جو ایمان لے آئے ان کو بشارت سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔“
 آیت بالا میں قَدَمٌ صِدْقٍ کے وجود کی اطلاع اور بشارت دی گئی ہے۔

قدم صدق سے مراد وہ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ ہیں، جو فرمان پذیر بندہ نے اپنی حیات فانی میں ادا کیے اور قبر میں جانے سے پیشتر بارگاہ رب العزت میں بھیج دیے گئے۔

تقدیم اعمال تو مومن و کافر، مطیع و فاسق سب ہی کی طرف سے ہوتی ہے مگر قَدَمٌ صِدْقٍ کا اطلاق سب مومن ہی کے اعمال پر ہوتا ہے۔

﴿ وَّاجْعَلْ لِّيْ لِسٰنَ صِدْقٍ لِّى الْاٰخِرِيْنَ ﴾ [اشعرار: 84]
 ”اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ۔“

یہاں لسان صدق کی دعا فرمائی ہے۔ لسان صدق سے مراد ثناء حسنہ ہے۔ یہ اس بندہ کے لیے بطور جزائے حسن عطا ہوتی ہے جس کے افعال و اعمال اور اقوال اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں معیار صدق پر پورے اترتے ہیں۔

﴿ ۱۵ ﴾ وَالطَّاعَةُ حَسْبِيْ

طاعت کرنا میری عزت ہے۔

طوع (جس سے طاعت بنا ہے) کے معنی انقیاد و امر اور اتباع حکم ہیں؛ جب کہ مطیع اس حکم کی تعمیل پورے پورے انشراح صدر اور نشاط قلب سے کر رہا ہو۔ حسب، وہ بزرگی جو مال یا دین یا صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ یا سخا و جود کی وجہ سے حاصل ہو۔

حدیث بالا میں صنعت تضاد موجود ہے۔ یعنی عام طور پر لوگ ان اشیاء کو باعث بزرگی و برتری سمجھا کرتے ہیں جس میں اوروں پر تفوق پایا جاتا ہو۔

لیکن نبی ﷺ نے ہندگی و فرماں برداری کو اپنے لیے باعث برتری و تفوق قرار دیا ہے۔ بے شک یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ انبیاء ﷺ کے گوہر گرامی میں عموماً اور امام الانبیاء سرور عالم ﷺ کے عنصر پاک میں خصوصاً اس کا ظہور اور نور نظر آتا ہے۔ صلح حدیبیہ میں کفار نے ایک شرط یہ رکھی تھی کہ جو شخص قریش میں سے مسلمان ہو کر مسلمانوں سے جا ملے گا اسے قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا مگر جو شخص مسلمانوں میں سے نکل کر کفار میں جا ملے گا وہ مسلمانوں کو واپس نہ دیا جائے گا۔

شرط مذکور اپنے ظاہری الفاظ میں ذلت آمیز نظر آتی ہے۔ لہذا عمر فاروق، اسید بن حنیف، سعد بن عبادہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم جیسے غیرت مندان اسلام نے جو شانہ روز اعز الاسلام والمسلمین کا ورد کرتے تھے اس شرط کو حمیت مسلمین اور عزت اسلام کے منافی سمجھا۔

جب انھوں نے اس بارہ میں حضور ﷺ سے اپنی رائے کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے ان کے دلائل کی تردید کی اور ندان کے اقوال کی تضعیف، بلکہ زبان عالی سے یہ فرمایا:

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَ لَسْتُ أَعْصِيهِ وَ هُوَ نَاصِرِي ﴿١﴾
 ”میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا، وہی میرا مددگار بھی ہے“

اس سے صاف روشن ہو گیا کہ نبی ﷺ کس قدر زیادہ طاعت و انقیاد الہی کے پابند تھے کہ حمیت و حمایت ظاہری اور وقار عزت یعنی نو مسلموں کی جنبہ داری یا مرتدین کی تعزیر کے مسلمہ اصول بھی حضور ﷺ کے ذوق اطاعت اور کمال انقیاد سے الگ نہ کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اس حسن عمل کا بدل اس جنس عمل کی صورت میں حضور ﷺ کو ارزانی فرمایا اور حضور ﷺ کی اطاعت کو جملہ عالم و عالمان پر فرض عین ٹھہرایا۔ فرمایا:

﴿١﴾ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴿١﴾ [النساء: 80]

”جس نے محمد رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی بھی اطاعت کی۔“

﴿٢﴾ إِنْ تَطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ﴿٢﴾ [البقرہ: 54]

”اے لوگو! اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پالو گے۔“

﴿١٦﴾ وَالْجِهَادُ خُلُقِي

جہاد میری خصلت ہے۔

جہاد پوری کوشش سے کام کرنا، محنت، طاقت اور توجہ کو کسی کام میں لگا دینا، خلق طبیعت، جبلت، پیدائشی خصلت۔

جہاد شریعی دو اقسام ہیں: جہاد بالمال اور جہاد بالنفس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ﴾ [النصف: 11]
 ”اللہ کی راہ میں مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“

مال کی قربانی بھی سخت دشوار ہے اور ایثار جانی بھی سخت مشکل۔ بہت لوگ جان کے بچاؤ میں مال کی پروا نہیں کرتے اور اکثر ایسے ہیں جو مال کے لیے جان کو بھی ہلاکت میں ڈال دینا آسان سمجھتے ہیں۔ جہاں مال اور جان دونوں کے نثار کرنے کا سوال ہو وہاں پورا ترنا اللہ تعالیٰ کے غلصہ بندوں ہی کا کام ہے۔ بسا اوقات یہی مال و جان انسان کو اس کے فرائض ذاتی و قومی اور واجبات اخلاقی و دینی کے ادا کرنے میں سخت حائل ہو جایا کرتے ہیں، لیکن اللہ کی راہ کے فدائی ہر شے کو اپنے مولیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں قرآن مجید کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَتَّىٰ جِهَادِهِ﴾ [التوبة: 78]

”اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔“

اس جہاد سے مراد علم الہی کی تحصیل، رضائے ربانی کا حصول، تقرب سبحانی کا شوق، مدارج روحی کا ارتقاء مراد ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس جہاد میں صرف طاقت اور اخلاص توحید یعنی لغوی اور ایمان و عمل صالح یعنی شرعی بہمہ وجود درکار ہیں۔ جہاد کے معنی اعدائے دین کو تخت میں لانا، اعدائے کلمۃ اللہ کے لیے وسائل مالی و جانی کو جمع کر دینا بھی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک پر نگاہ ڈالو کہ جہاد کی ان جملہ اقسام میں حضور ﷺ جملہ افراد امت سے کس قدر بڑھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کا عزم و ارادہ اور نیت و تمنا، حضور ﷺ کا آرام و قیام اسی جہاد فی اللہ کے لیے تھا۔ وہ آسودگی و آرمیدگی جو خاصہ اہل حکومت ہے۔ وہ دہن و ضعف جو لاحق احوال امراء ہے۔

وہ کسل و جمود جو محبوب مترقبین ہے، ان میں سے کسی کا بھی کوئی اثر ذات گرامی پر نہ تھا۔

جد و جہد، سعی و طلب، ارتقاء و ارتقاء، سوز و گداز، جزن و شوق حضور ﷺ کے خدام دربار تھے اور اسی اسوہ عالیہ کا فیضان تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خویش و بتار سے، زن و اولاد سے جدا، ضیاع و زرع سے دور، آرام و آسائش سے نفور ہو کر ہمہ تن، ہمہ دل جہاد فی اللہ میں مشغول تھے۔ اسی صفت عالیہ کے تحت میں انہوں نے وطن کو خیر باد کہا اور زیست دنیوی کو حیات دنی قرار دیا۔ وطن سے نکلنے اور تمام دنیا کو ہمت بلند، عزم راسخ، طلب صادق، سعی موفور کی ایسی تعلیم دے گئے کہ مشرق سے مغرب تک ﴿كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا﴾ [التوبة: 40] ”اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند رہنے والا ہے۔“

اسی نمونہ کا نتیجہ تھا کہ لوگوں نے دنیا کا دار العمل ہونا سمجھ لیا، انفاس کا پاس ہونے لگا، حیات ارضی کے بعد حیات روحی کا نظارہ آنکھ کے سامنے ہو گیا۔

اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ مدت قلیل میں فوائد کثیرہ، فتوحات عظیمہ، غنائم و افراتمانج عالیہ حاصل ہو گئے۔

کاش! مسلمان اسی علم و عمل کو مال زندگی سمجھیں اور سعی و طلب کو اپنی جبلت و فطرت بنالیں اور وہ بھی دنیا کی زندہ اقوام میں

زندہ کہلانے کا لقب حاصل کر سکیں۔

نہیں، نہیں، دنیا میں آج زندہ اقوام کہلانے والی قوموں کا مطمح نظر بہت پست ہے۔ اہل ایمان کو اپنی نیت و فعل اور عزم و عمل کے لحاظ سے اپنی ہمت کو بہت بلند رکھنا ضروری ہے تاکہ انہیں انبیاء و صدیقین اور شہداء کی معیت حاصل ہو جائے اور سعادت و آرزو کا تاج جسے تاج خلافت بھی کہا جاتا ہے ان کے سر پر رکھا جائے۔

﴿17﴾ وَقُرْآنٌ غَيْبِي فِي الصَّلَاةِ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

جج عمر میں ایک دفعہ ہے ادائے زکوٰۃ کے لیے سال میں ایک دن کا مقرر کر لینا کافی ہے، صوم رمضان گیارہ ماہ کے بعد آتے ہیں۔ مگر نماز ایک دن میں پانچ (5) دفعہ پڑھنا فرض ہے۔ سات (7) برس کے بچے کو نماز پڑگانے اور دس (10) برس کے بچے کو ترک نماز پر تادیب کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا مرض، مغلطی ہو یا امیری، اسیری ہو یا آزادی، نوکری ہو یا گھر پر فرض نماز کسی وقت اور کسی جگہ ساقط نہیں ہوتی، جب تک ہوش حواس درست ہیں، نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے۔ اعمال میں نماز سب سے پہلے فرض ہوتی ہے اور سب سے اخیر تک فرض رہتی ہے۔ نماز ہی کی بابت سب سے پہلے سوال پر درمختصر ہوگا۔

عماد دین نماز ہے، شجاعت اسلام نماز ہے، اسلام کا خمیر اسی چوب پر استادہ ہوتا ہے، مسجدوں کی تعمیر، اذانوں کا اعلان، خطیب اور پیش نمازوں کا تقرر، سب کچھ نماز کے لیے ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت، محراب مسجد سے آشکار ہوتی ہے اور علمائے دین کی فضیلت منبر مسجد سے نمودار ہوتی ہے۔

نماز ہی اجتماع و تنظیم کا سبق آموز ہے اور نماز ہی پابندی اوقات کا خوگر بنانے والی ہے۔ نماز ہی مختلف المزاج افراد کو مرکز واحد پر لاتی ہے اور نماز ہی قوم کو پسند کردہ امیر کی اطاعت کا عملی سبق پڑھاتی ہے۔

نماز ہی بندہ کو بدن، لباس اور مقام کو پاک و پاکیزہ اور صاف بخلی رکھنے کا ذریعہ ہے۔ نماز ہی سحر خیزی سکھلاتی ہے اور نماز ہی بیہودہ تھیڑوں، تماشاؤں میں انسان کی صحت اور روپیہ اور وقت کی حفاظت کرتی ہے۔ نماز ہی دل میں ایک ایسی کشش پیدا کر دیتی ہے جس سے دل کا تعلق رب العالمین کی حضوری سے ہو جاتا ہے۔

نماز ہی ہر انسان کو دربار الہی میں حاضر ہو سکنے کا اعزاز عطا کرتی ہے اور نماز ہی انسان اور رب میں سرگوشی و ہم کلامی کا راز کھول دیتی ہے۔ نماز ہی کمال عبودیت ہے اور نماز ہی تکمیل انسانیت، نماز ہی اخلاق حسنة کی باوی ہے اور نماز ہی عادات سنیہ کی سپر ہے۔ نماز ہی مغفرت و رحمت ہے اور نماز ہی نور و برہان ہے۔ نماز ہی سے رب العالمین کے عالمگیر علم و قدرت کا یقین مستحکم ہوتا ہے اور نماز ہی سے فرزند ان اسلام کی عالمگیر اخوت کا سلسلہ پاکدار بنتا ہے۔ نماز ہی سے احسانیات کے مراتب طے ہوتے ہیں اور نماز ہی سے تجلیات حضور ﷺ کی اشاعت نور ہوتی ہے۔ جس دین میں نماز نہیں وہ دین ہی نہیں۔ مومنین کے لیے نماز کو معراج فرمایا گیا ہے اور حالت سجدہ کو بندہ کا بارگاہ سبحانی سے قریب تر ہونا بتلایا گیا ہے۔

بزرگان دین سمجھتے تھے کہ چنچل من صرف نماز ہی سے سکینہ یاب ہوتا ہے اور ہر وقت سوچنے والا دماغ صرف نماز ہی میں اتنا بت الی اللہ کا مزہ پاتا ہے۔ نماز ہی ہے جس کا اثر انسان کے جسم اور دل اور دماغ اور نفس و روح اور سر اور اعضاء پر یکساں پڑتا ہے اور نماز ہی ہے جو

یہ حالت ارتعاب انسان کو ملکوئی صفات بنا دیتی ہے۔

جملہ ادویان پر جو فضیلت اسلام کو ہے ازاں جملہ یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ اسلام ہی بندہ کو پانچ وقت اللہ کے حضور ﷺ میں لے جاتا اور بے واسطہ دیگر براہ راست عرض و معروض کا موقع عطا کرتا ہے۔ جب نماز کی یہ برکات عامۃ المسلمین کے لیے ہیں تو کچھ شک نہیں رہ جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی نماز اپنی نورانیت میں سارے جہاں کی نمازوں سے اعلیٰ و برتر تھی۔

ایک مذنب ذلیل، خائب و خاسر کی عبادت کو ایک مصطفیٰ و مجتبیٰ، سید الوری، حبیب رب العالی ﷺ کی نماز کے ساتھ کیا مناسبت و مشابہت ہو سکتی ہے؟

البتہ حدیث پاک سے اس قدر مستنبط ہوا کہ نبی ﷺ کے کلمہ خوانوں کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی کو بنانا چاہیے، جیسا کہ حضور ﷺ رسالت مآب نے نماز کو قرۃ العین فرمایا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم

<http://mujahid.xtgem.com>

خصائص القرآن

قرآن کریم وہ پاک کتاب ہے، جسے نبی ﷺ نے کلام اللہ بنا کر اپنی زبان مبارک سے حرفاً حرفاً سنایا۔ لہذا سیرت نگار نبوی ﷺ کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے متعلق بھی ضروری مباحث کو سیرت نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ پیش کرے۔ کتاب ہذا کی جلد اول میں بھی اس بحث پر چند اوراق پیش کیے جا چکے ہیں۔ اب اس اختصار سے کچھ آگے بڑھ کر چند بحث ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

قرآن پاک کے نام بھی اسماء الحسنیٰ کی طرح 99 تک پہنچ گئے ہیں، لیکن سب سے زیادہ خاص اس کا نام مبارک ”کلام اللہ“ ہے اور سب سے بڑھ کر مشہور اس کا نام ”القرآن“ ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”المشوق الی علوم القرآن“ میں تحریر فرمایا ہے کہ لفظ قرآن محاروۃ قرأت الحوٰض سے ماخوذ ہے، جو حوض پانی سے لبا لب لبریز ہوتا ہے، اسے قرأت الحوٰض کہا کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن پاک جملہ علوم پر محتمی اور عرفان تام کا ظرف اور حقائق اصلیہ سے پر ہے اس لیے اس کا نام قرآن ہوا۔ [۱] اب ذیل میں متعدد عنوانات کے ساتھ چند مباحث پیش کیے جاتے ہیں۔

فصل اول 1

<http://mujahid.xtgem.com>

ضرورت قرآن

قرآن مجید کی ضرورت معلوم کرنی ہو تو سب صاحبان کو اس زمانہ کی تاریخ اور صفحہ عالم کی حالت پر غور کرنا چاہیے۔ ایران کے مجوس کا سراپا شرک کی نجاست میں فرق ہونا اور احاطہ انسانیت سے نکل کر ان کی ماں بیٹی، بہن سے ازدواج کو جائز و مباح سمجھ لینا۔

روما چرچ کے عیسائیوں کا صریح بت پرستی میں مبتلا ہو کر اس مشرکانہ عقیدہ کی ترویج میں لاکھوں ہندوگان الٰہی کا خون پانی کی طرح بہانا۔

چین کا قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو ہو جانا اور پھر خود کو آسمانی فرزند کہلانے کا مستحق قرار دینا۔ اس کا فسق و فجور میں پڑ کر شراب کو بہترین افعال انسانی قرار دینا، مرد عورت کی برہنگی کے اعضاء کی مثالوں کو سب شود و اولوں میں قائم کرنا، دختر کشی اور قمار بازی کو شرافت کا نشان قرار دینا۔

عرب کا بعض صفات بالا میں اکثر ممالک سے بڑھ جانا۔ الغرض معمورہ عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان ضلالتوں کے دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں، نا کافی ثابت ہو چکی تھیں۔

ان کا تمام عالم کے بگڑے ہوئے آوے پر تو کیا اثر ہوتا کہ خود اس قوم (جس میں اس کتاب کا نزول ہوا) دائرہ اطاعت میں نہ رہی تھی۔ اس لیے ضرورت تھی ایک ایسی تمکین کتاب کی جس میں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت ہو اور تمام کتابوں کو اپنے اندر جمع کر لینے

کی قابلیت اور بلحاظ اپنی مجموعی شان کے دیگر اوراق پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی کر دیتی۔

ہاں! جس طرح سخت گرمی اور جس کے بعد بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، جس طرح رات کی سخت تاریکی کے بعد خورشید عالمِ افروز طلوع فرماتا ہے، اسی طرح تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ظلمتِ مظلمہ ہی نے قرآن مجید کے نورِ مبین کی ضرورت کو افرادِ عالم کے دل و دماغ میں ثابت و محسوس کرا دیا تھا۔

لہذا اسی رحمتِ ربانیہ نے جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے اور نطفہ سے انسانِ کامل بنانے میں کار فرما ہے، ہماری روحانی ضرورت کے لیے اس نور و ہدایت کو نازل فرمایا۔

بدبختی سے ہند میں ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو رب کریم کو ارحم الراحمین تو مانتا ہے مگر پھر بھی اس کلامِ الہی کے دنیا میں نازل ہونے کی ضرورت سے انکار ہے۔

یہ کورسوا تسلیم کرتے ہیں کہ اس ﴿نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [انور: 35] نے اگر آکھ کو بینائی دی ہے تو دیکھنے کے لیے ان گنت رنگتیں بھی بنائی ہیں۔

اگر کان کو شنوائی ملی ہے تو سننے کے لیے بھانت بھانت کی آوازیں بھی پیدا کی ہیں۔ پاؤں چل سکتا ہے تو اس کی جولانی کے لیے فرشِ زمین میں ہموار و ناہموار راہیں بھی نکال دی ہیں۔ منہ کھا سکتا ہے، تو ذائقہ کے واسطے پیٹھے، سلو، نہ کھٹے، پھیکے کھانے بھی مہیا کیے ہیں۔ یعنی جس قدر حواسِ ظاہری اور قوائے باطنی جسمِ انسان میں پائے جاتے ہیں اس کے متعلق ایک ایک جداگانہ عالم بھی پیدا کیا گیا ہے۔

مگر ان کو اب بھی سخت انکار ہے کہ روحِ انسانی کے لیے (جو فطرتِ انسانی کی خزانہ دار اور اس کی مملکت کی حکمران ہے) کوئی جداگانہ عالم موجود ہو، اگر یہ لوگ روح کا انکار کر دیتے تو ان کی حالت پر اتنا افسوس نہ ہوتا لیکن روح کا اقرار اور رحمتِ الہیہ کی جانب سے اس کے لیے عالمِ خاص کا انکار قطعاً اسرافِ فطرت سے عدم آگاہی پر مبنی ہے، خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

ضرورتِ قرآنِ حمید کے ثبوت میں ہم دنیا کے سامنے دنیا کی تاریخ رکھ دیتے ہیں۔

نیز ان تمام ترقیات کو دنیا کے ہر ایک مذہب نے نزولِ قرآن مجید اور اشاعتِ کتابِ حمید کے بعد اپنے عقائد اور اصول میں کی ہے اور ان تمام اصطلاحات کو بھی اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں جو غیر مسلم اقوام نے اس 1352 سال کی مدت رسالتِ محمدیہ ﷺ میں تعلیمِ قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے مذہب اور مسلک میں داخل کر لی ہیں۔

ان ترقیات و اصطلاحات کے ازمندہ ارتقاء کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد امید قوی ہے کہ ہر ایک مصنف کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فی الواقع معمولہ عالم کو قرآن مجید کے نزول کی سخت ضرورت و احتیاج تھی۔

فصاحت و بلاغتِ قرآن

اگر کسی کو فصاحت و بلاغتِ قرآنی کا اندازہ کرنا ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کام کے لیے زبانِ دانیِ کامل کی ضرورت ہے۔

اور علمِ معانی و بیان و بدیع میں اعلیٰ درجہ کی مہارت کا ہونا لازمی ہے۔

اور پھر فہمِ سلیم و طبعِ ہموار کی شرطِ لا بدی ہے۔

اگر یہ آکھیں، یہ عینک، یہ دوربین کسی کو مل جائے تو وہ بے اختیار بول اٹھے گا کہ قرآنِ عظیم کی فصاحت و بلاغت طاقتِ بشری سے بالاتر ہے۔

جہاں عرب شیدائی زبان اور فدائی حسن بیان تھے اور اسی وجہ سے وہ اسالیب غریب و قصائد عجیب کے مالک، رجز فاخرہ و اسجاع موزنہ اور خطب بلیغ کے انشا پر قادر تھے۔

صرف اسی قابلیت کے وجود نے بڑے بڑے زبان آوروں، خطیبوں اور شاعروں سے منوایا تھا کہ قرآن کلام بشر نہیں۔ ذرا غور کرو، دنیا کے کسی ملک میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص نے کوئی ایسا دعویٰ کیا ہو جو دنیا بھر سے نرالا اور فائق تر ہو، جیسے خاتم النبیین، رسول کافہ للناس، رحمۃ للعالمین، مطاع عالم من اللہ اور ان کے اعلام سے نمایاں ہے اور نبوت دعویٰ میں ایک تصنیف کو پیش کر دیا ہو اور اسی کو اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا ہو اور اس دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو ضلالت و عمایت (اندھا پن) اور خلوت و ناروغیہ کی ذلتوں کے مواعید سے جوش بھی دلایا ہو۔

پھر ایسی حالت میں بھی اسی ملک کے رہنے والے، اسی کی زبان کے بولنے والے، اسی زبان کے قادر الکلام اور سحر البیان لوگ اس کے سامنے ساکت و خاموش اور متحیر و مدہوش رہ گئے ہوں۔

① ہم تو سمجھتے ہیں کہ تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، قرآن مجید کے پیش کرنے والے (فدا واپی و امی) نے معارضہ کی چھ (6) قسمیں بتلائی ہیں اور ہر ایک قسم کے مقابلہ میں سب کو عاجز و در ماندہ ثابت کر کے اپنی صداقت کو آفتاب روشن کی طرح آشکارا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کو عربی زبان میں ہے، مگر اس کی فصاحت و بلاغت کا جو درجہ ہے وہ تمام عالم کی کتب سے بالاتر ہے۔

② اب یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ فردوسی، ہومر (Homer)، سعدی و شکسپیر (Shakespeare) و والیمک (Walmake) و ملٹن (Milton)، گوئٹے و ہیکل (Beacon) ناہذ و سسر و، امراء القیس و خسرو وغیرہ جن کی فصاحت و بلاغت کی بری بڑی تعریفیں مختلف السنہ کے متعلق مختلف اقوام نے کی ہیں ان سب کا جوش و خروش ایسی کتابوں میں نکلا ہے، جن کی بنیاد تجلیات و تصورات پر رکھی گئی ہے، جن میں ہر قسم کی تشبیہات و استعارات کے استعمال کی مصنف کو آزادی حاصل تھی، جن میں ترک غلو یا پابندی صداقت کی کوئی بندش نہ تھی۔

اگر انہی زبان آوران پر کلام کو کوئی قانون، کوئی ضابطہ لکھنا پڑتا، اگر حقائق الہیات اور رموز فطرت یا اسرار آفرینش پر ان کو چند سطور بھی تحریر کرنی ہوتیں تو دنیا دیکھ لیتی کہ عبارت کتنی چھلکی، بندش کتنی ست اور الفاظ کیسے کھٹیل، طرز ادا کتنا متبدل ہوتا۔

یہ قرآن حکیم ہی کا حصہ ہے کہ وہ احکام شریعت اور مواعظ و امثال، اخبار و انذار میں زبان ماضی کی سرگزشت اور عہد مستقبل کی حالت پر آیات کا القاف مارا ہے اور بایں ہمہ کلام میں کسی جگہ بھی نہ صداقت و روحانیت کے درجہ سے گرا اور نہ فصاحت و بلاغت کے مرکز سے متزلزل ہوا ہے۔

③ انداز فصاحت و بلاغت کے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ساری دنیا کے مسلمہ و معتدرفصحاء کے میدان کلام اور وادی سخن بھی خاص خاص ہوتے ہیں۔ سعدی کی فصاحت قعر قلب میں جگہ پالیتی ہے لیکن بزم و نشاط کی بساط کا بچھانا اور ناز و اختلاط کے گوارا کھول دینا اس کی طاقت سے باہر ہے۔

فردوسی کے بیان جنگ کو پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کوئی سینما دیکھ رہا ہے، لیکن مواعظ و اخلاق کی سڑک پر اس کا خشک قلم لنگڑاتا ہوا ہی نظر آتا ہے۔

عرب کے امراء القیس و عمرہ، ابونواس و ابوالعتاہ یہ کابھی یہی حال ہے۔ جرمنی و فرانس، اٹلی و انگلستان کے اہل قلم (شاعروں، ناول نویسوں، اڈیٹروں، یا زبان آوروں، پروفیسروں، لیکچراروں) میں بھی یہی تفاوت درجات موجود ہے۔ ریٹالڈ (Renald) کبھی گکین (Gibben) نہیں بن سکتا، اور کارلائل (Carlyle) کبھی شیکسپیر (Shakespeare) کا روپ نہیں دھا ر سکتا، ہربرٹ (Herbert)، سپنر (Spinner) اور تارتھ برڈک (North Brook) کی زبان کبھی ایک نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم پڑھو، اسے موجود و مابیات و کیفیات کے متعلق کس قدر دلائل ساطعہ و براہین میندہ سے کام لینا پڑا۔ اسے اقوام ماضیہ کے عروج و زوال اور اس کے لوازم و اسباب پر کیا کچھ بیان کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس نے مذاہب و ادیان و عقائد و مسلمات انسان پر کتنی تیز روشنی ڈالی۔

اس نے روح و مادہ اور اعمال کی بابت کس قدر اسرار آشکار کیے۔

اس نے تدبیر منزل و سیاست مدن، حقوق افراد و وجوب قوم کی نسبت کتنے قوانین و ضوابط ایجاد کیے۔

اور ان سب کی تمہین و وضوح کے سلسلہ میں اسے کس قدر اقسام سخن اور اسالیب کلام پر تکلم کی ضرورت ہوئی لیکن ہر جگہ کلام کی شان، الفاظ کی شوکت، معانی کا حسن اسی خصوصیت کے ساتھ جلوہ گستر و نور افزا ہے، جیسا کہ اثبات تو حید و ورشرک و ابطال باطل و احقاق حق کی فضا میں عطر پیڑ و درج پرور تھا۔ یہ وہ وقائع کلام ہیں جن کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی لمبی لمبی عمروں کو اسی شوق فہم و ذوق وجدان میں پورا کر دیا ہے۔

4 فصاحت و بلاغت کا تعلق جزالت الفاظ سے بھی ہے اور اشاعت معنی سے بھی۔ ہم اس جگہ چند آیات کا اقتباس پیش کرتے ہیں، ان کے ہمہ گیر معانی پر غور کرو اور خوب غور سے دیکھو کہ تہذیب اخلاق، تہذیب نفس، تدبیر منزل، حصانت قوم اور سیاست مدن کا کون سا ضروری مسئلہ ہے جو ان چند آیات سے باہر ہو گیا ہے۔ اسی سے قرآن مجید کی 6666 آیات شریفہ کا اندازہ کرو اور ان علوم و معارف کا تخمینہ لگاؤ جو ان آیات میں محفوظ کیے گئے ہیں۔

ان آیات کے پیش کرنے سے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ہم صرف اتنی ہی آیات کو پیش کر سکتے تھے یا یہی چند آیات نمونہ بنائے جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لا واللہ!

اس وقت ہماری مثال اس گل چیں کی سی ہے جو ایک گلستان تازہ بہار کی سیر کو نکلتا اور واپسی کے وقت وہاں سے چند گل شاداب کو زیب سر و سینہ بنا لیتا ہے، کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس گل چیں کے بعد باغ میں پھول باقی ہی نہیں رہے، یا جو باقی ہیں وہ سب آب و رنگ میں یا زہت و نزاکت میں گلہائے چیدہ سے کم ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یقیناً منفی ہوگا۔

1) اصول عبادت

﴿وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [نہ: 22]

”کیا وجہ ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف ہم تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔“

2) شرافت انسانیت

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ

﴿مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: 70]

”ہم نے فرزند ان آدم کو عزت دی اور بحر و بر میں ان کے لیے سواریاں عطا کیں اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو برترین فضیلت عطا کی۔“

③ اوامر یعنی کرنے کے کام

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ [انحل: 90]

”اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ عدل و احسان کرو اور قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔“

④ نواہی یعنی نہ کرنے کے کام

﴿وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ [انحل: 90]

”اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں سے اور بغاوت سے اور ناپسندیدہ امور سے تم کو منع کرتا ہے۔“

⑤ محرمات

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف: 33]

”میرے پروردگار نے مندرجہ ذیل باتوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔“

① بے حیائی کی سب صورتیں کھلی ہوں یا چھپی ہوئی۔

② گناہ ③ بغاوت ناحق۔

④ اللہ کے ساتھ شرک، جس کے جواز کی بابت کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی بے علمی سے باتیں بنانا۔

⑥ تعاون

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ: 2]

”نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔“

⑦ عدم تعاون

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]

”گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں کسی کی کچھ مدد نہ کرو۔“

⑧ جملہ اعضاءِ انسانی اپنے اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ أَدْ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

﴿يَمَنَّ خَلْقَنَا تَفْضِيلاً﴾ [بنی اسرائیل: 70]

”ہم نے فرزند ان آدم کو عزت دی اور بحر و بر میں ان کے لیے سواریاں عطا کیں اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو برترین فضیلت عطا کی۔“

③ اوامر یعنی کرنے کے کام

﴿إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرٍ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِبْتِئَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ [نحل: 90]

”اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ عدل و احسان کرو اور قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔“

④ نواہی یعنی نہ کرنے کے کام

﴿وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ [نحل: 90]

”اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں سے اور بغاوت سے اور ناپسندیدہ امور سے تم کو منع کرتا ہے۔“

⑤ محرمات

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَإِذَا بُعِثَ الْبَغِيُّ يُبْعَثُ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ

مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف: 33]

”میرے پروردگار نے مندرجہ ذیل باتوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔“

① بے حیائی کی سب صورتیں کھلی ہوں یا چھپی ہوئی۔

② گناہ

③ بغاوت نافرمانی۔

④ اللہ کے ساتھ شریک، جس کے جواز کی بابت کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی بے علمی سے باتیں بنانا۔

⑥ تعاون

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ: 2]

”نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔“

⑦ عدم تعاون

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِنْتِمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]

”گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں کسی کی کچھ مدد نہ کرو۔“

⑧ جملہ اعضاءِ انسانی اپنے اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ أَدْ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولاً﴾

”جب قول ہوا اور فعل اس کے ساتھ نہ ہو تو خدا کے ہاں یہ بہت بیزاری کی بات ہے۔“

16) اپنے افعال کی پوری پوری ذمہ داری

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴾ [الانعام: 164]

”کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

17) برائی کی اشاعت بھی بری ہے

﴿ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوِّ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ﴾ [النساء: 148]

”برائی کا کھلا ذکر اللہ کو پسند نہیں، ہاں مظلوم اس سے مستثنیٰ ہے۔“

18) حلم و تواضع کی تعلیم

﴿ وَ عِبَادَ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ﴾

”رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور جاہلوں کے ساتھ بات چیت کے وقت وہ جاہلوں کو

سلام کہتے ہیں۔“ [الفرقان: 63]

19) ناپسندیدہ عادتیں

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾ [المن: 18]

”مکار اور جھوٹے فخر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔“

20) چغلی سے نفرت دلانے والی مثال

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اِيْحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا ﴾ [الحجرات: 12]

”تم میں سے کوئی بھی دوسرے کی چغلی نہ کرے، کیا تم مردہ بھائی کی لاش کا گوشت کھانا پسند کر سکتے ہو (چغلی کی یہی

مثال ہے۔“

21) نفع رسانی کی ضرورت و فضیلت

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ [آل عمران: 92]

”تم اصل نیکی کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے، جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے۔“

22) اخوت عامہ کی تعلیم

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات: 10]

”سب ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، یہی سچی بات ہے۔“

﴿23﴾ عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرہ: 228]

”دستور کے مطابق حقوق عورتوں پر مردوں کے ہیں، ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔“

﴿24﴾ زن و شوہر کا اتحاد

﴿هُنَّ لِبَاسٍ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٍ لَّهُنَّ﴾ [البقرہ: 187]

”عورتیں مردوں کے لیے لباس ہیں اور مرد عورتوں کے لیے لباس ہیں۔“

﴿25﴾ عورت کو جدانہ کرنے کی نصیحت

﴿وَأَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ﴾ [الاحزاب: 37] ”اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر۔“

﴿26﴾ شکر کا حکم اور فائدہ

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ [ابراہیم: 7] اگر تم شکر کرو گے تو تم کو بڑھاتا رہوں گا۔

﴿27﴾ امتحان الہی کی چیزیں

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ [التغابن: 15] ”مال و دولت اور اولاد میں بندوں کا امتحان ہے۔“

﴿28﴾ کسر نفسی کی تعلیم

﴿وَمَا أُبْرِئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ﴾ [یوسف: 53]

”میں نفس کو بری نہیں ٹھہراتا، نفس تو برائی کی طرف اکسایا کرتا ہے۔“

﴿29﴾ جنگ سے بچنے کی تدبیر

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ [الانفال: 60]

”تم دشمنوں کے لیے اپنی پوری قوت سے تیار رہو اور سرحدات پر پوری فوجی تیاری رکھو، اس تدبیر سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو روکے رکھو گے۔“

﴿30﴾ جملہ محامد عالیہ کا مالک ہمارا پروردگار ہی ہے

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [التاح: 1]

”اللہ، جو تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے، وہی سب خوبیوں کا مالک ہے۔“

﴿31﴾ دین الہی کی تعریف

﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ﴾ [الروم: 30]

”وہ سرشت الہی جس پر سب انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں۔ یہی تو محکم و استوار دین ہے۔“

32) دین صحیحہ کا مقصد کیا ہے اور کیا نہیں

﴿ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَ لَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُعِمَّ نِعْمَتَهُ، عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ [المائدہ: 6]

”وہ اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر کوئی دشواری ڈالے، اس کا تو ارادہ یہ ہے کہ تم کو پاک و مطہر بنائے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے کہ تم شکر گزار بنو“

33) رب برتر کا تعلق اہل ایمان کے ساتھ رحمت و محبت کا ہے

1 ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ [الانعام: 12]

”تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ رکھا ہے (جمع کر رکھا ہے)۔“

2 ﴿ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴾ [البرہن: 14]

”وہ تو بہت بخشنے والا محبت کرنے والا ہے۔“

3 ﴿ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ﴾ [البقرہ: 257]

”اللہ تو ایمان والوں سے محبت کرنے والا ہے اور ان کا کارساز ہے اور ان سب کو تاریکیوں سے نکالتا ہے اور نور میں لاتا ہے۔“

34) انسان واحد کی جان کی قیمت

﴿ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَ مَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ [المائدہ: 32]

”اگر کسی نے ایک انسان کو مارا (قصاص یا بلوہ کی سزا مستثنیٰ سمجھو) تو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو قتل کر ڈالا اور جس کسی نے ایک انسان کو بھی ہلاکت سے بچالیا گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی کو بچالیا“

35) امن شکنی کی ممانعت

﴿ فَادْكُرُوا الْآءَ اللَّهِ وَ لَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴾ [الاعراف: 74]

”اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور ملک میں فساد پھیلانے سے باز آ جاؤ۔“

36) اصول مصارف

﴿ وَ الَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَ لَمْ يَقْتُرُوا وَ كَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ﴾ [القرآن: 67]

”رحمن کے بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں، تب نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان حالتوں کی درمیانی حالت پر چلا کرتے ہیں“

﴿۳۷﴾ مال و منال دنیا سے آرام و آسائش بھی اٹھاؤ اور آخرت بھی کماؤ

﴿وَاتَّبِعْ فِي مَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ [التقصیر: 77]
 ”جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کی بھی طلب کرو اور اپنا دنیاوی حصہ بھی مت بھول جا اور بھلائی کیا کر، جیسا کہ اللہ نے تجھ سے بھلائی کی ہے“

﴿۳۸﴾ امداد غریب و مساکین

﴿فَإِنَّ ذِي الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الروم: 38]
 ”قربت والے اور مسکین اور مسافر کا حق ادا کیا کر، یہ باتیں ان لوگوں کے لیے بہتر ہیں جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے“

﴿۳۹﴾ سوگند (قسم) کھانے والا انسان بے اعتماد بن جاتا ہے

﴿وَلَا تَطْعَمْ كُلَّ حَلَاظٍ مَّهِينٍ﴾ [العنکبوت: 10]

”جو کوئی شخص بہت سوگندیں کھاتا اور ذلیل بنتا ہے اس کا اعتبار نہ کرو“

﴿۴۰﴾ اللہ عز و جل سے دعا مانگا کرو

﴿وَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [تافہر: 14]

”اللہ ہی سے دعا مانگا کرو، خالص اسی کے ہو کر اور اسی کے فرمانبردار بن کر رہو“

﴿۴۱﴾ حمد خالق و مدح مخلوق

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ﴾ [النمل: 59]

”حمد کا مالک اللہ ہے اور اللہ کے بندوں کے لیے سلام (سلامتی) ہے“

اس مختصر سے جملہ پر اور تقسیم مدارج پر جتنا زیادہ غور کیا جائے گا، اسی قدر زیادہ حقائق معلوم ہوں گے۔ اسی میں توحید ہے، اسی میں رد شرک، اسی میں برگزیدہ بندگان الہ کے مدارج علیا کا بیان۔

﴿۴۲﴾ نظم عالم اور تناسب اجزاء عالم کا بیان

﴿مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفٰوُتٍ ۗ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۗ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُوْرٍ﴾ [الملک: 3]

”تو رحمن کی پیدا کردہ اشیاء میں کچھ فرق نہ دیکھے گا، ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ کیا تجھے کوئی شخص بھی نظر آیا۔“

﴿۴۳﴾ قرآن مجید اور بیت العنکبوت کی مثال

﴿إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبُيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ [العنکبوت: 41]

”سب گھروں میں کمزور عنکبوت کا گھر ہوتا ہے، اگر لوگوں کو علم ہو۔“

علم کو بیت العنکبوت سے متعلق فرمایا، اس لیے کہ عنکبوت کے گھر میں اہل علم کے لیے بڑے بڑے عجائب ہیں۔ جرمن پروفیسروں کا قول ہے کہ مکڑی کے جانے کا ہر ایک تار چار تاروں سے ملا ہوا ہوتا ہے اور ان چار تاروں میں ہر ایک تار ایک ہزار تار سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی ایک تار میں چار ہزار تارے ہوتے ہیں۔ اہل علم غور کریں کہ اس ”اوہن البیوت“ بنانے والی مکڑی کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر فہم و فراست اور باریک سنج و خیاطت کی صنعت عطا فرمائی ہے۔

﴿قرآن مجید اور نخل (شہد کی مکھی) کی مثال﴾

﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ ﴿۱﴾﴾ [عنکبوت: 41] ”تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی“

شہد کے بچھنے کے اندر نظام قومی کا مستحکم آئین، فوج اور اہل صنعت کی جداگانہ تقسیم، جداگانہ خاندانوں کے علیحدہ علیحدہ محلے، بچہ دینے والی رانی کی حکومت، بچوں کی پرورش اور تربیت کی خدمات کو سرانجام دینے والا عملہ، شہد کے ذخیرے، ذخیروں کی حفاظت کے طریقے، شہد بنانے کے لیے ہزار ہا اقسام کے پھولوں میں چاشنی کا نکال کر لانا، چھتے کے سب گھروں کا مسدس اور یکساں رقبہ ہونا، یہ جملہ امور اس نتیجہ کے موید ہیں کہ جب وحی ربانی کسی ذی روح کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوتی ہے تو اسے کیا بنا دیتی ہے۔

اور جب قرآن جیسی وحی انسان جیسے ذی عقل و فہم اور ذی نطق و تدبر کے ارتکائے بدنی و روحی کی طرف التفات فرمائے تو اسے کن کن منازل تک بلند فرما دے گی۔

<http://mujahid.xtgem.com>

﴿قرآن مجید اور نمل (چیونٹی) کی مثال﴾

﴿قَالَتْ نَمَلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ وَلَا يَحْطَمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

”چیونٹیوں کی رانی نے کہا: چیونٹیو! تم اپنی آرام گاہوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں تم کو سلیمان اور اس کے لشکر بڑہ ریزہ نہ کر دیں اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔“ [النمل: 18]

اللہ، اللہ! چیونٹیوں کے پاس ایسے مسکن موجود ہیں کہ جب وہ ان میں داخل ہو جائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر بھی ان کو نہ بگاڑ سکے۔ یہ آیت ہر ایک ضعیف قوم کو قوی تر قوم کے سامنے زندہ رہنے اور اپنی ہستی قائم رکھنے کے وسائل کی تعلیم دیتی ہے، جن میں پہلا سبق: وہ اتحاد و اتفاق ہے کہ اپنے سردار کی رائے پر جملہ افراد قائم و عامل ہوں۔

دوسرا سبق: ذاتی حفاظت کا سامان ہر وقت مکمل رکھنا ہے۔

تیسرا سبق: کسی بالائے طاقت کے ساتھ مقابلہ آرائی کا نہ کرنا ہے۔

چوتھا سبق: نقصان رسیدہ ہو جانے کی حالت میں بھی اس شخص کو الزام نہ دینا ہے جس کی نیت اور علم میں نقصان رسانی شامل نہ تھی۔

پانچواں سبق: جب مسلمانوں کی اجتماعی حالت چیونٹیوں کی ہی ہو جائے تو ان کو قرآن پاک کی حفاظت میں داخل ہو جانا چاہیے۔

چھٹا سبق: آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا میر قوم کا فرض ہے۔

ساتواں سبق: چیونٹی کی مانند ضعیف ترین جنس بھی زندہ رہ سکتی ہے اگر وہ بقائے حیات کا عزم رکھتی ہے۔ اس لیے کسی قوم کا ضعف اس کے فنا کی دلیل نہیں۔

﴿قرآن مجید اور ارض و سماء کی اشیاء پر نظر اعتبار کا حکم﴾

﴿قُلْ انظُرُوا مَا ذَا بِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [یونس: 101]

”آسمانوں اور زمین کے اندر کی سب چیزوں کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں؟“

یہی آیت ہے جو جملہ انکشافات کی جڑ ہے۔ قدرت کی پیدا کردہ ہر شے کو نظر اعتبار سے دیکھنا، اس کے خواص اور ماہیت کا معلوم کرنا انسان کو بلند ترین ارتقاء پر پہنچانے والا ہے۔ افسوس ہم لوگ ایسے احکام کی تعمیل سے کس قدر لاپرواہ، قاصر اور غافل ہیں۔

﴿قرآن مجید اور فوائد بحر﴾

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا كُلُّوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيْمًا وَ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حَبِيْبًا تَلْبَسُوْنَهَا وَ تَرَى الْفُلْكَ

مَوٰجِحُوْا فِيْهِ وَ لِيَتَّبِعُوْا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [البحر: 14]

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے فائدے کے لیے مسخر کر دیا، وہ فوائد یہ ہیں:

① تازہ بتازہ گوشت، سمندر کی تجارت، مائی گیری کا حال اگر کوئی پڑھے تو اسے معلوم ہو جائے کہ آج دنیا میں کروڑوں پونڈ اسی

تجارت سے اقوام عالم کما رہی ہیں اور مسلمان جو آیت کریمہ کے مخاطب خاص تھے اس سے قطعاً محروم اور بے خبر ہیں۔

② دروگوہر: جو انسان کی زینت اور لباس کی چیز ہے، اس کی تجارت بھی کروڑوں پونڈ کی ہے۔ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین

کے زمانہ میں بحرین ① پر اسلامی قبضہ تھا جسے ہم کھویٹھے ہیں۔

③ جہاز رانی: دنیا پر شہنشاہی کے لیے اولین شرط ہے۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیڑا قائم کیا اور بحری جزائر

کریٹ، مالٹا، طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔

موسیٰ بن نصیر رضی اللہ عنہ اور جنرل طارق رضی اللہ عنہ نے چین کو فتح کیا، خیر الدین باربروسا رضی اللہ عنہ نے ترکی کی سلطنت کا اقتدار سارے یورپ

سے منوایا۔ بالآخر اس کو مسلمانوں نے فتح سمجھا اور دنیا کی شہنشاہیت سے محروم کر دیے گئے۔

④ بحری تجارت: جس میں بے شمار نفع ہے۔

⑤ مذکورہ بالا تمامول اور افراط دولت اور قوت حکومت کے بعد دینی فائدہ یعنی شکر نعمت الہی میں مصروفیت اشاعت اسلام، دور دراز ممالک

میں تبلیغ اسی پر منحصر ہے۔ عبدالملک اموی کے عہد میں عرب سو داگروں ہی نے اسلام کو ہندوستان کے جنوبی سواحل پر پہنچایا۔ انھوں نے

آسام، برما اور مشرقی بنگال کو مسلمان بنایا، جب کہ شمال مغربی سرحد سے حملہ آور (ہمودو غیرہ) ہندوستان سے بالکل لاپرواہ تھے۔



معانی عالیہ و مضامین نادرہ

مضامین میں ہمیشہ دو اعتبار ملحوظ ہوتے ہیں۔

(1) وسعت

وسعت کی بابت قرآن مجید کا خود دعویٰ ہے ﴿لَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِى كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ [الانعام: 59]
 ”کوئی تر اور کوئی خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں لکھی نہ ہو۔“

اسی دعویٰ کے اعتماد پر ایک ذی علم مسلمان کل دنیا کو مخاطب بنا کر یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق تہذیب نفس، تزکیہ روح، صفائی قلب اور حصول نجات سے ہو، خواہ اس کی بنیاد اعلیٰ فلسفہ پر ہو یا قدیم و جدیدہ اکتشافات و تجربہ پر ہو، خواہ وہ اشراقیین کی الہیات سے لیا گیا ہو، یا انہیین کے شوارقات کوئی شخص ہمارے روبرو پیش کرے۔

ان شاء اللہ اسی مسئلہ کو وضوح تمام اور صحت کاملہ کے ساتھ قرآن مجید میں بیان شدہ دکھلایا جائے گا:

﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا﴾ [الفرقان: 33]

”یہ آپ کے پاس جو مثالیں لائیں گے ہم آپ کو انہیں کا عمدہ جواب بتادیں گے“
 یاد رکھو کہ کوئی علمی صداقت قرآن مجید پر مبادرت نہیں کر سکتی۔

(2) عمودگی

دنیا میں ہستی باری تعالیٰ کا یقین رکھنے والی جس قدر اقوام ہیں وہ علمی طور پر مسئلہ توحید کی ضرورت قائل ہیں۔

ایک بت پرست و تثلیث پرست کو بھی اس امر میں مسامحہ دیکھا جائے گا کہ کثرت میں وحدت کو ثابت کرے۔

اب دیکھو، کہ یہ مسئلہ (جس کی خوبی پر تمام عالم متفق ہے اور جس کو اپنی اپنی کتابوں کے اندر ثابت کرنے کی ہر مذہب سعی کر رہا ہے) قرآن مجید سے بڑھ کر اور کسی جگہ نہ ملے گا۔

دیگر بیانات کو بیان قرآن کے سامنے وہی نسبت ہوگی جو مٹی میں طے ہوئے پانی کو آب زلال کے ساتھ ہوتی ہے۔

اگر کسی کے دل میں اس واقعہ صحیح کے متعلق کچھ شک ہو تو وہ اپنی کتاب کو پیش کرے، جہاں سے ہم چاہیں۔ اس کی کتاب کو اور

جہاں سے وہ چاہے قرآن مجید کو کھول لے، اس مقام سے آگے ایک ایک جزو کا ترجمہ کیا جائے اور وہ تر جھے تیسرے مذہب والے کے پاس پہنچ دیے جائیں۔ فیصلہ طلب امر یہ ہوگا کہ توحید کا کامل تر اور واضح تر بیان کس کتاب میں ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ﴿لَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ﴾ [الاسراء: 88] ”قرآن جیسا کلام نہیں بنا سکتے“ کے مفہوم میں اگر چہ اس کی طرز

پہنچ اور الفاظ عالی اور بے مثل ترتیب اور لائٹانی اسلوب اور فصاحت و بلاغت کی وہ معجز اور اجتماعی شان بھی شامل و داخل ہے جو اس کی

عبارت میں نمایاں و درخشاں ہے، لیکن ان سے بھی بڑھ کر قرآن پاک کے وہ معانی پاک ہیں جو گراں الفاظ کی تہہ میں ایسے ہی موجود ہیں، جیسے حلہ زریں میں لولوئے شاہوار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم جن مضامین عالیہ پر مضمون ہے اور جو اس کی خصوصیت خاصہ ہیں، یہ وہ بصائر ہیں، جو دیدہ کوتاہ بین کے حجاب اٹھا

دینی اور آنکھوں کو روشن بنا دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے فرمایا:

﴿ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۖ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۖ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۖ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴾ [الانشاء: 17-20]

”کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے وہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے وہ کیسے گاڑے گئے اور زمین کی طرف غور نہیں کرتے وہ کیسے بچائی گئی۔“

قرآن کریم یہاں اونٹ، آسمان، پہاڑ، زمین کے نام لیتا ہے۔ کیا یہ وہی چیزیں نہیں جن کو ہر ایک بادیہ نشین بدوی ہر وقت دیکھا کرتا تھا، جو ہر ایک اعرابی کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں، لیکن ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے والوں کی نظر خلقت و رفعت اور ملکیت و فحش کی کیفیت دریافت کرنے کی جانب کبھی نہیں اٹھتی تھی۔ قرآن مجید نے آنکھیں کھول دیں تو اب ان معانی کی کیفیت بھی معلوم ہونے لگی اور ہر ایک چیز سے خلاق مطلق کی قدرت و خالقیت اور رفیع الدرجات ذوالعرش کی فوقیت، سکون و حرکت کی آفرینش میں عزیز الحکیم کا غلبہ اور حکمت، لطیبت (نراکت) و صلابت اجسام میں گونا گوں فوائد کی فراوانی و کثرت بھی نظر آنے لگی۔

عرب کے وہ بھیا تک صحراء و وادی جن کو آنکھ بھر کر دیکھنا ناگوار تھا، اب محض فطرت کے طالبان علم کے لیے ورق دانش بن گئے۔ ہاں! قرآن پاک اپنے مضامین کے لحاظ سے علم ہے۔ ﴿ أَنْزَلْنَا هَذَا بِعِلْمِهِ ﴾ [النساء: 126] وہ شہنائی و بیٹائی اور دانش کے لیے تجنیذ خرد ہے اور تو اسے مدد کر اور جو اس جارح کار بہرے۔

وہ حیات قلب ہے اور نور روح، وہ راحت عاقلین ہے اور ہدایت طالبین۔

اقبال و دولت، ملکیت فی الارض اور حکومت اس کی خدام ہیں، آرام دل اور انس جان قرۃ العین اور ضیائے بصیرت اس کی توابع ہیں۔

علم و حقیقت اور ہدایت و صداقت اس کے علم بردار ہیں۔ قرب و انشراح، رفاہ و صلاح اس کے حاشیہ بوس ہیں۔ نجات اخروی، فوز و جوی، رضوان الہی وہ خلعت ہائے شرف ہیں جو اسی بارگاہ علیا سے عطا ہوتی ہیں۔

کاش! آنکھوں والے آنکھیں کھولیں اور سننے والے اس کی آواز پر کان لگائیں۔ صاحب دل دلوں کے خلاف اتارا تار کر اور بصیرت سے قفل کھول کھول کر کام لیں کہ حسن قرآن کی عالم افروزی و ملکوت نوازی ان پر روش و مبرہن ہو جائے۔

فصل سوم 3

تاثیر قرآن

□ عمر بن الخطابؓ جیسا شخص جسے آج بھی یورپ جنرل عمر بن الخطابؓ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کام تمام کر دے، لیکن قرآن کی چند آیات سن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اپنی ہمیشہ فاطمہؓ ہی کے گھر سے ذلیل و منکسر ہو کر سرور کائنات ﷺ کے حضور حاضر ہو جاتا ہے اور ”فاروق“ؓ کے خطاب سے عزت پاتا ہے۔ [1]

[1] دلائل النبوة للبيهقي: 219/2، ابن ہشام: 222/1

- اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ مدینہ کا مشہور سردار گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ اسلام کے مبلغ اول مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آبادی شہر سے باہر نکال دے۔ وہ چند آیات سن پاتا ہے اور مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر کے اٹھتا ہے۔^[1]
- ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص اور مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی جگہ قابل نفرت نہ تھی۔ اسے صرف دو یوم تک قرآن پاک کے استماع کا موقع ملتا ہے، رشد و ہدایت کی آواز کان سے ہو کر دل تک پہنچی جاتی ہے۔ جب اسے بلا شرط آزادی مل جاتی ہے تو خود بخود حاضر ہوتا ہے، اسلام لاتا ہے اور دل و جان کو محقر ہدیہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیتا ہے۔^[2]
- خالد بن عقبہ رضی اللہ عنہ قرآن مبین سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے اور جب اس حالت درر بودگی سے سنبھالا لیتا ہے تو بول اٹھتا ہے: ^[3]

وَاللّٰهُ اِنَّ لَكَ لَحَلٰوَةً
وَ اِنَّ عَلَيَّ لَظَرَاوَةً
وَ اِنَّ اَنْفَلَ لَمُفِدِقٌ
وَ اِنَّ اَعْلَاهُ لَمُنْمِرٌ
وَ مَا يَقُولُ هَذَا لَبَشْرٌ
بِخدا! اس میں عجیب شیرینی ہے
اس میں عجب تر دنازگی ہے
اس کی جڑیں سیراب ہیں
اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں
بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا

- ولید بن مغیرہ قریش کا بوڑھا خراث تھا، اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔ قرآن مجید کے متعلق اس کی رائے یہ ہے کہ اس کلام میں عجیب رس ہے، یہ تو نورس حلاوت ہے۔^[4]
- ذوالجنادین رضی اللہ عنہ چرواہا تھا، آتے جاتے مسلمان مسافروں سے آیات قرآنی یاد کر لیا کرتا، آخر گھر بار خویش و بہار، مال و مویشی، عم و مادر کو چھوڑ کر خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔^[5]

قرآن مجید کا اثر معلوم کرنا ہو تو ان لوگوں کے واقعات پر زیادہ نگاہ ڈالو، جو قرآن پاک کو سمجھ سکتے تھے۔ جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو معمولی کھیل سمجھتے تھے، وہی دینِ حق کی محبت میں گھر بار سے قطع تعلق کرنے لگے تھے۔ جو لوگ مدتِ العمر تین سو ساٹھ (360) بتوں کے پجاری رہے تھے، وہ خود تو حید کے واعظ بن گئے تھے۔ جن کا کام لاوارث بچوں کا مال اڑانا، رائٹوں کو بھل دینا تھا، وہی اعانتِ یتامی اور ہمدردی ایامی کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ وہ خود سرقابل جنسوں نے کبھی کسی قانون یا شخص کی اطاعت نہ کی تھی، وہ اب ایسے مطیع و منقاد اور پابندِ شرع الہیہ ہو گئے تھے کہ مقدماتِ زنا میں رجم اور مقدماتِ سرقہ میں قطع ید، مقدماتِ خمر میں اجزائے حد و شرعیہ کے لیے خود اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے کیا ایسے نظائر کسی متمدن ملک میں موجود ہیں اور کسی جگہ کے مجرم قانون کا اتنا احترام کرنے والے دیکھے گئے ہیں۔

قرأت و تلاوت کلام اللہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ زبان آوروں کی گرمی بازارِ شہندی ہو گئی تھی۔ عکاظ کا بازار مندا پڑ گیا تھا اور یہ عالم ہو گیا کہ اگر نسا طبع منظور ہے تو اس نور مبین کا ورد ہے اور اگر حصولِ برکت و بھین مقصود ہے تب کتابِ عزیز کا سماع ہے۔

الغرض قرآن مجید کا اثر انسان کے دل و زبان، طبع و دماغ اور جملہ خواص و قوی پر نہایت مستحکم ہے اور جو اثر اس کا ایک شخص پر ہے وہی تمام ملک پر بھی ہے۔

نمونہ تعلیم

قرآن مجید کی تعلیم و تاسیر کا نمونہ جو شخص انسانی ہستیوں پر دیکھنا چاہے، وہ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے حالات پر غور کرے۔ ان کے مصائب پر صبر، تحمل برنوائب اور ادائے شکر و احسان کے واقعات کو معلوم کرے۔ کاذابل اسلام کی تواضع، خشیت من اللہ، ہمدردی عامہ، اخوت، نفع رسانی خلائق پاکیزگی والا ہمتی، مہمان نوازی کو دیکھیے۔

مسلمانوں کے اصول منزل و اصول تمدن و اصول حکومت کا مطالعہ کرے۔ یہ سب نمونے قرآن مجید کے تیار کردہ ہیں۔ ایرک ٹیلر نے جو کپٹن کا درجہ رکھتا تھا، اپنی 12 مئی 1887ء والی تقریر میں جو دہلیورجپٹن میں چرچ کا ٹکرس کے سامنے دی تھی، صاف طور پر کہا تھا:

کہ افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا، وہاں سے زنا، قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل و عارت گری وہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لیے جاتی رہیں۔

مگر جب اس ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو ان لوگوں کو ذاکل بالا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔

<http://mujahid.xtgem.com>

قرآن مجید اپنے نمونہ کی بابت خود فرماتا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ [آل عمران: 110]

”اے ایمان والو! تم بہترین گروہ ہو جو انسانوں کی نفع رسانی کے لیے بنائے گئے ہو۔“

صیب رضی اللہ عنہ کا حال پڑھو جو آبن گرتھے۔ قریش نے انھیں ہجرت مدینہ سے روک دیا، وہ اپنا تمام اندوختہ ان ظالموں کو دے کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ تلاً کہ یہ ایسا ران کو کس نے سکھایا؟

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر غور کرو، یہ شوہر سے جدا کی گئیں اور گود کا بچان سے چھین لیا گیا، مگر وہ یکہ و تنہا اللہ کی راہ میں تین سو (300) میل کا لمبا سفر اختیار کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی طرف اکیلی چل دیں۔ یہ جرأت، یہ قربانی، یہ جذبہ ان میں کہاں سے پیدا ہوا؟

خطاب کا بیٹا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت خوئی سے سہا رہتا تھا، اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربع (2200000) میل پر حکومت کرتا تھا، اس کی معدلت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دین داری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لیے موجب غبطہ رہا۔

غور کرو کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے براعظم اس کے زیر نگیں تھے۔ اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ موتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد دان اور آئینی فوج تھی اپنے

[1] خمس از ہارینت بیچس گزت لندن مطبوعہ 8 اکتوبر 1887ء [2] طبقات ابن سعد: 248/3، الاستیعاب: 728/2

[3] الہدایہ والتبایہ: 69/3، تنہام: 112/2، [4] طبقات ابن سعد: 266/3

رضا کاروں کی معیت و معاونت سے شکست دے دی تھی۔ سوچو کہ ان لوگوں میں یہ عزیمت، یہ ہمت، یہ استقلال، یہ ثبات، یہ پامردی، یہ شجاعت، یہ قربانی، یہ جان بازی کیوں کر پیدا ہو گئی تھی؟ ﴿۱﴾
 اگر فکر صحیح تلاش صادق سے تجسس کیا جائے تو ان سب ترقیات کا سبب اولیٰ قرآن کریم ہی نکلے گا۔
 جو رسول کریم ﷺ کے طفیل ان شہدائیانِ ایمان کو حاصل ہوا تھا۔

قبولیت قرآن

قبولیت میں تداول بین الناس اور کثرت اشاعت بھی شامل ہے۔
 ذرا غور کرو کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسی کتاب نہیں، جسے دن میں پانچ (5) مرتبہ کروڑوں ﴿۲﴾ بنی آدم پڑھ لیتے اور سن لیتے ہوں۔
 یہ درست ہے کہ یورپ کے متحول نے مطبوعہ انجیلوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھادی ہے، لیکن صرف اسی امر کو تداول و اشاعت نہیں کہا جاسکتا۔

تداول کے معنی ہیں کہ جس مقصد کے لیے تیار کی گئی ہو، اسی میں اس کا استعمال بھی ہوا ہو، اور یہ صفت قرآن مجید ہی پر صادق آتی ہے۔

قبولیت کے معنی میں وہ عظمت و احترام بھی شامل ہے جو کتاب کی نسبت دلوں میں مستحکم ہو گیا ہو۔
 احمد نجاشی ابھی عیسائی تھا کہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے سورہ مریم سنائی۔ احمد اس وقت دربار میں بالائے تخت جلوس فرما تھا، لیکن وہ بے اختیار رو رہا تھا اور آنسو بہا بہا کر اپنے گلزارِ جنت کی آبیاری کر رہا تھا۔ ﴿۳﴾
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ مسجد کو آتے آتے بیمار ہو گئے اور ایسے نڈھال ہو گئے کہ راہ ہی میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور پھر گھر پہنچائے گئے۔ لوگ عیادت کرنے آئے تھے۔ دریافت سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ آیت عذاب سن کر حالت اتنی متغیر ہو گئی۔ ﴿۴﴾

لبید عامری رضی اللہ عنہ وہ زبردست شاعر تھا، جس کے اشعار کی نسبت یہ ضرب المثل جاری و ساری تھی: اُكْتَبُوْهَا عَلٰى الْحَنَاجِرِ وَ لَوْ بِالْحَنَاجِرِ "ان شعروں کو اپنی گردنوں پر لکھ لو خواہ خنجروں کی نوک ہی سے لکھنا پڑے۔"
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے وہ ایک بار ملنے کو آئے تو خلیفہ نے مہمان کی دل جوئی کے طور پر فرمایا کچھ اپنے اشعار سناؤ تو انھوں نے کہا: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن عطا فرمایا ہے تب سے مجھے اشعار میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر ان کے وظیفہ میں پانسو (500) روپیہ سالانہ کی نیشی کر دی۔ ﴿۵﴾

ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت سنی: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران: 92]
 نیکی کا اصل درجہ نہیں مل سکتا جب تک کہ اللہ کی راہ میں وہ شے صرف نہ کر دو جو تمہیں بہت پیاری ہے۔ ان کے پاس ایک باغ تھا۔ پچاس ہزار (50000) سالانہ کی آمدنی کا۔ اسی وقت ہارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کر دیا کہ یہ باغ اللہ کی راہ میں

﴿۱﴾ بتاری: 1246, 4262 ﴿۲﴾ آج اس عظیم اور مبارک کتاب (قرآن) کی تلاوت کرنے والوں کی تعداد دو ارب (1250000000) انسانوں سے زیادہ ہے۔
 ﴿۳﴾ زاد المعاد: 205/3، ابن ہشام: 360/1 ﴿۴﴾ حلیۃ الاولیاء: 51/1 ﴿۵﴾ تہذیب الاسماء للعلوی: 71/2، اصحاب: 207/3، الاستیعاب: 1377/3

جمع کرنے سے ایسے صد ہا (سینکڑوں) نظائر (مثالیں) مل سکتے ہیں۔
 بڑے بڑے بادشاہوں محمود، صلاح الدین، یوسف، عبدالرحمن الداخل اور منصور عباسی جیسے باجروت تاج وروں کو ان کی ختم
 گیس حالت یا انتہائی صورت سے اگر کوئی چیز روکنے والی ہوتی تھی تو قرآن کی ایک آیت جسے اہل دربار میں سے کوئی ایک شخص کسی گوشہ سے
 پڑھ دیتا تھا اور بادشاہ کی حالت یہ ہو جاتی تھی کہ گویا آگ کی چنگاری پر منوں پانی آ پڑا۔ یہی وہ واقعات ہیں جو قبولیت کا ثبوت دیتے ہیں۔
 یہی وہ واقعات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب مجید کی عظمت اور فرقان حمید کی عزت دلوں پر کتنی فرماں روا رہی ہے۔

خصوصیات قرآن مجید

ایسی خصوصیات جو اس امام مبین کو صحف سابقہ سے متمیز و بالاتر ثابت کرتی ہیں بہت ہیں، اس جگہ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔
 ① تعلیم قرآن پاک کا کل عالم کے لیے وسیع اور عام ہونا
 یہ ایسی خصوصیت ہے جو قرآن مجید ہی کو بالخصوص حاصل ہے۔
 جو کوئی شخص تورات میں سینکڑوں مقامات پر الفاظ ”بنی اسرائیل کا خدا“ پڑھے گا اور قرآن مجید میں الفاظ ”رب العالمین“ دیکھے
 گا اس پر تورات کے مقابلہ میں قرآن پاک کی فضیلت بخوبی آشکارا ہو جائے گی۔
 اپنی اس خصوصیت کو قرآن پاک خود ظاہر فرماتا ہے:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۝ لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا﴾ [یس: 69-70]

”یہ کتاب تو ذکر ہے، اور قرآن مبین ہے تاکہ ہر ایک اس شخص کو جو زندہ ہے اس کے برے انجام سے باخبر کر دے۔“
 عربی میں مَن ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس لیے مَن نے ہر ایک انسانی فرد کو اپنے اندر گھیر لیا ہے، اس کے ساتھ مَن کا
 حیا کی صفت لگی ہوئی ہے۔ آیت کی عمومیت اور وسعت کا خود ہی اندازہ ہر وہ شخص جو ذوی العقول کی فہرست میں آ سکتا ہے، ہر وہ شخص جو
 زندہ کہلاتا ہے یا کہلا سکتا ہے قرآن مجید اسے یاد الہی دلانے، قرب سبحانی تک پہنچانے، اس کے عواقب امور سے آگاہ کرنے کا کفیل
 ہے۔ کیا ان الفاظ میں کسی اور کتاب نے بھی دعویٰ کیا ہے۔

بقول مہدی مسیح علیہ السلام نے اپنی بشارت و انجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتلایا اور یوں فرمایا ہے۔ مناسب
 نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیوں۔ (متی 15 باب 21 تا 32 درس)
 ② قرآن مبین کی تعلیم کا جامع ہونا۔

میں نے تورات و زبور و انجیل نیز دیگر انبیاء کی کتب کو جو مجموعہ بائبل میں داخل ہیں پڑھا ہے، وید کا کچھ (ترجمہ بحر و سام)
 دیکھا ہے، اس کی تاریخ تزییب و تالیف کو معلوم کیا ہے۔ کنفیوشس مقتدرائے چین اور بدھا بانی بدھ مت کے اصول و تعلیم کو مختلف
 کتابوں سے اخذ کیا ہے۔ زرتشت و جاماسب کے احکام کو دیکھا ہے، یہ سب کے سب اپنے اپنے رنگ میں یک فنی ہیں۔
 آسانی کے لیے صرف بائبل پر نظر ڈالو اور دیکھ لو تورات میں اخبار و احکام، زبور مجموعہ مناجات ہے، انجیل میں امثال و مواظب ہیں۔

اب قرآن میں کو پڑھو۔

کہ مواعظ و احکام، اخبار و امثال، انذار و بشارت کا مجموعہ ہے۔ اس میں صفات الہیہ کا بیان ذات ربانی کا ثبوت، حصول تقرب کا طریق، توحید، توکل و تفویض کا مذکور، ایام اللہ کی تفصیل، حیات و ممات انسان اور عدم و وجود عالم کا بیان، فطرت انسانی کی ساخت و شناخت افعال رحمانی کے اسرار، قدرت ربانی کے نمونے، سطوت قہاری کے نتیجے، نصرت الہیہ کے کارنامے ایسے اسلوب سے بیان ہوئے ہیں کہ نفس فرومایہ کو رذائل بشریہ سے پاک و صاف اور حیات مادی کے تاثرات سے مبرا رکھنے، مالک و خالق کے سامنے خاضع و خاشع بنانے، نور یقین کے حصول اور تجرید علائق دنیوی اور کھپہ صفات ملکی کے لیے اس سے بہتر وبالاً تر کچھ متصور نہیں ہو سکتا۔

﴿۳﴾ آسمانی کتابوں میں سے یہ خصوصیت قرآن مجید ہی کی خاص ہے کہ علوم اخروی و علوم عقلی کے دو دریائے ذخار پہلو پہلو جوش مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مع ہدایہ معانی عالیہ ایسے اسلوب بدیع کے ساتھ بیان کیے گئے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس سے برابر متنوع ہوتا ہے۔ وہی ایک آیت جو اخلق حسین جیسے یہودی فلسفی کو غرق حیرت بنا دیتی ہے اور وہی آیت افریقہ کے وحشی کی جیب دل کو گوہر مقصود سے بھر دیتی ہے۔ جس ایک آیت کی تفسیر کرتے کرتے رازیؒ وغیرہ نے اعتراف عجز و قصور فہم کیا ہے۔

اس سے تمام کا بد و اپنی مشکلات کی کشاکش کی راہ پار ہے۔

الحق قرآن حکیم سمندر کی طرح عمیق، گہر پر نفع رساں ہے اور غل و خاشاک شہادت کو اپنی لہروں سے ساحل پر پھینک دینے والا ہے۔ اس کے باوقار الفاظ زبان کو اس کے پر اسرار معانی ان کو اپنا کئے بغیر نہیں رہنے دیتے۔

کیا کبھی کسی اور نثر کتاب کی بھی یہ صفت سنی ہے؟ جو اول سے آخر تک پڑھنے والے کے ورد زبان اور نقش دل ہو اور شہار و زری تلاوت پر بھی پڑھنے والے کی طبیعت سیر ہونے میں اور اسرار کتاب ختم ہونے میں نہ آئے۔ لا واللہ۔

﴿۴﴾ خصوصیات قرآن کریم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح مشرق سے مغرب تک کے لیے ہدایت نامہ دین و دیانت ہے، اسی طرح وہ شمال سے جنوب تک کے لیے ملکی قانون بھی ہے۔

اس کی تعلیم کسی قوم اور ملک کی زبان کے لیے محدود نہیں۔

اس کے ارشادات انسانی فطرت صحیحہ کے مخالف نہیں۔

وہ یہودیت کی طرح جنت کو نسل واحد کی جائز نہیں بناتا۔

وہ تقرب الی اللہ کے لیے کل دنیا کو واحد خاندان کا دست نگر نہیں ٹھہراتا۔

وہ عیسائیت کی طرح انسان کو فوق از جبلت احکام کی تعلیم نہیں دیتا۔

وہ ناقابل تعمیل احکام کا خود کو مجموعہ نہیں بناتا۔

وہ دولت مندوں کو آسمانی بادشاہت سے خارج نہیں کرتا۔

وہ پرستار ان مالک کے لیے تروتق و تامل کو قابل نفرت و مذموم نہیں بناتا۔

اگر کسی کتاب نے روئے زمین کے شاداب حصوں پر بطور آئین سلطنت کبھی کامیاب حکومت کی ہو اور اگر کسی کتاب نے جمیع

نبی آدم کو رنگت اور قومیت نسل اور ملک کے امتیازات سے بالاتر رکھ کر سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنایا ہو، جیسا کہ اس کتاب قیم نے کیا، تو اس کا نام لینا چاہیے۔

﴿قرآن ذی الذکر کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر ایک پاک مذہب اور اس کے مقدس ہادیان و داعیان مذہب اور ان کی تعلیمات صحیح کی ستائش کرتا ہے۔

وہ کسی صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔

اس خصوصیت عجیبہ میں کسی سلامت روی، امن پسندی، معدلت گسٹری، صداقت پروری آشکار ہے۔

قرآن تو اپنا نام ﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [البقرہ: 97] رکھتا ہے اور راست بازوں کی تصدیق کرنا ہی اپنا مقصد اولین بتلاتا ہے۔

﴿خاصائص قرآنیہ میں سے ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ ﴿قَوْلٌ فَصْلٌ﴾ [الطارق: 13] ہے اور ان تمام پیچیدہ مسائل میں جن کو افکار انسانی حل نہ کر سکتے تھے یا جن کو کتب سماویہ نے ملٹوی چھوڑ دیا تھا، اپنا قطعی فیصلہ سناتا ہے۔

ایسے مسائل بہت ہیں، مثلاً:

مسئلہ وجود و شہود	مسئلہ صفات ربانی
ماہیت نجات، کیفیت رضوان	مسئلہ بتائے روح و ارتقائے روح
فرق رازق و مرزوق	امتیاز خالق و مخلوق
مسئلہ سزا و جزا	مسئلہ شفاعت و اعمال
منازل توکل و تفویض	مدارج صبر و شکر
روحانیت انس و محبت	ماہیت عبادت و استعانت
مسئلہ گناہ و حقیقت توبہ	حقیقت نصرت الہیہ و معیت ربانیہ
رہبانیت و تامل	مراتب دعا و قبولیت
حقوق اولاد۔ حقوق جار	طلاق و وراثت
حقوق جسم، حقوق انسانیت	حقوق والدین۔ حقوق زوجین
محارم شفعہ	حقوق عمران۔ فرائض
شورئی و امارت	حقوق قوم۔ حکومت شخصی و جمہوری
مکت ارضی اور حکمن دینی	ماہیت فساد و فیوض امن
راعی درعیت	حد و عدل و فسحت رحم
	آئین و استبداد و غیرہ وغیرہ

قرآن پاک نے ان مسائل میں یا ان کے اشابہ و امثال میں جو فیصلے دیے ہیں، ان کا لطف اس وقت آتا ہے اور ان کی اعلیٰ شان اس وقت نظر آتی ہے جب فیصلے سے پیشتر متخاصمین کے بیانات کو بھی سن لیا جائے۔

اللہ اکبر! کیسی، کیسی افراط میں لگی ہوئی، اور کیسی کیسی تفریط پر گری ہوئی حالتوں کو جاہد اعتدال پر لایا گیا ہے اور کیسی کیسی سنگلاخ وادیوں، کج و پرہیز گھنائیوں میں سے صراطِ مستقیم کی شاہراہ تیار کر دی ہے۔

بے شک یہ اسی قادر مطلق و حکیم برحق کا کام ہے، جس کا علم ماضی و حال و استقبال پر حاوی ہے اور جس کو انسان کی فطرت کا علم کامل اور تربیت پر کئی اقتدار حاصل ہے۔

﴿لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ کی ممتاز خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا پیش کرنے والا شخص واحد ہے۔

وید کو دیکھو، اس کی ہر ایک شرتی کے ساتھ تین نام ضرور لکھے ہوتے ہیں، آریوں کی حالیہ تحقیقات یہ ہیں کہ ان میں سے ایک مذکر نام اس رشی کا ہوتا ہے جسے یہ شرتی کا اس سے ملی۔ اسلامی الفاظ میں یہ مطلب ہوا کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس پر کلام اترا۔

اگر ان ناموں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وید کو پیش کرنے والے سینکڑوں رشی ہیں جن میں بلحاظ زمانہ بھی صد ہا سال کا تفاوت ہے۔

ہائل کو دیکھو کہ یہ 1 مویٰ 2 یثوع 3 مصنف قاضیون 4 سموایل 5 مصنف سلاطین 6 مصنف تواریخ 7 عزرا 8 نحمیا 9 مصنف کتاب روت 10 مصنف کتاب آستر 11 ایوب 12 داؤد صاحب زبور 13 سلیمان صاحب امثال و غزل الغزلات 14 واعظ 15 یسعیاہ 16 یسعیاہ 17 حزقی ایل 18 دانی ایل 19 ہوشع 20 یوایل 21 عاموس 22 عبدیا 23 یونا 24 میکہ 25 نحوم 26 حقوق 27 صغیاہ 28 حتی 29 زکریا 30 ملاکی کے الہامات یا تفسیفات کا مجموعہ ہے۔ علی ہذا انجیلوں کو دیکھو کہ متی، مرقس، لوقا معہ اعمال یوحنا، پولوس، یعقوب، پطرس، یوحنا، شاگردان مسیح علیہ السلام کے علمی کارنامے ہیں۔

مگر قرآن مجید کا مبلغ اول اور معلم نخستین صرف ایک ہے۔ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اٰتٰنَا الْحِکْمَ﴾ اس صحیفہ کا خود اس کے ذریعہ آغاز اور اسی کے ذریعہ اختتام ہو جاتا ہے اور بایں ہمہ یہ صحیفہ مقدس اپنے مضامین میں مکمل اپنی تبلیغ میں کامل، دعوت الی اللہ میں یگانہ، رشد و ہدایت اور نور و رحمت میں وحید و یکتا ہے اور اپنے موضوع و مفہوم کے اتمام میں دوسری کتاب کا احتیاج مند نہیں حالانکہ رگ وید، بجر وید، سام وید کا اور اتھرو ویدان تینوں کا محتاج ہے۔

نئے عہد نامہ کی تکمیل پرانے عہد نامہ کے بغیر نہیں ہوتی اور کتاب الاعمال کے بغیر اناجیل اربعہ کے مضامین ناقص رہ جاتے ہیں۔ حواریوں کے خطوط اتنے ہی ضروری ہیں جیسا کہ خود اناجیل اس سے قرآن پاک کی برتری و فوقیت اور جامعیت و کاملیت کا اندازہ فہم میں آسکتا ہے۔ اگرچہ صحیح اندازہ کے لیے ضروری ہے کہ مضامین پر عبور تام بھی ہو۔

﴿8﴾ خصوصیات قرآن مبارک میں یہ بھی ہے کہ اس کا اسلوب کلام نہایت شستہ و مہذب ہے۔ وہ کبھی کوئی نفس لفظ یا حیا سوز فقرہ کا استعمال ہی نہیں کرتا۔

کتاب حزقی ایل کو پڑھو، جس میں خدا نے بندوں کو اپنی دو جو روؤں، اہولا اور اہولیا کا قصہ سنایا ہے۔ امید ہے کہ عیسائی فاضل بھی اس قصہ کو ایک تمثیلی بیان ہی خیال کرتے ہوں گے مگر غور کرو کہ یہ تمثیلی بیان کسی مرد کو اس کی عورت کی طرف سے حسن ظن باقی رہنے

دیتا ہے۔ کیا انسانی کنبہ اس نورانی جوڑے سے بڑھ کر کسی اور نمونہ کی تمنا کر سکتا ہے۔

ہاں اذرا لفظوں کو دیکھو، کتنے گرے ہوئے ہیں۔

- ① غزل الغزلات میں ایک نوجوان چھو کری اپنے محبوب پر اور کوئی نوجوان لڑکا اپنی محبوبہ پر اظہار محبت کرتا ہے۔
- ② عیسائیوں نے اچھا کیا کہ محبوبہ برو علم کو بتلا دیا اور محبوب مسیح کو اگرچہ اس کے کسی لفظ میں اس تاویل کا اشارہ تک نہ تھا۔ اس بیان میں مرد اپنی محبوبہ کو "اے میری بہن! اے میری زوجہ، کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ (غزل الغزلات ۴، باب 10، 9)
- ③ کیا اس اسلوب کلام کو زمانہ حال پسند کرتا ہے یا زمانہ گزشتہ میں یہود میں باہمی خطاب کا یہ طریق جاری تھا؟ بائبل کی تمام کتابوں میں یہودیوں کی بدکاری کو برو ظلم کی بدکاری بتلا یا گیا ہے۔ پھر برو ظلم کو عورت فرض کر کے اس کی برہنگی کے متعلق ایسے سخت و درشت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ جن کی بابت مجھے امید ہے کہ وہ کسی گرجا کی محراب میں لیڈیز جنٹلمین کے سامنے بطور وعظ کبھی بھی نہیں پڑھے گئے ہوں گے۔
- ④ حزقی ایل 23 باب کا 20 درس پڑھو۔ بہن، بھائی، ماں، باپ، بیٹی کا ذکر نہیں بلکہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی شریف میڈم اپنے شوہر کے سامنے اور کوئی نوبل مین اپنی لیڈی کے سامنے ان الفاظ کو پڑھ سکتا ہے اور لفظوں کا مطلب بتا سکتا ہے۔

□ بیکریڈ میں اودھیا 19- منتر 76

□ اودھیا منتر 19- منتر 88

□ اودھیا منتر 20- منتر 9

□ اودھیا منتر 25- منتر 7

کیا کوئی گورو اپنی شاگرد لڑکی کو پاپا بندی شرم و حیا پڑھا سکتا ہے اور ان کا مطلب بتا سکتا ہے۔

قرآن مجید تو الفاظ کا استعمال ایسی اعلیٰ لطافت سے فرماتا ہے کہ یہ اسی کا حصہ ہے۔ حاجت ضروری سے فارغ ہونے کا ذکر کرنا تھا تو فرماتا ہے: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾ (النساء، 43) غائط ایسی نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں رفع حاجت کے لیے انسان اوجھل ہوا کرتا ہے۔

الغرض قرآن مجید کا اس بارہ میں درجہ بہت بلند اور بہت روشن ہے۔

فصل پنجم 5

قرآن مجید کا مصنف

ایک مثل مشہور ہے: "دخن شاہاں بادشاہِ سخن" عربی میں ہے: "كَلَامُ الْمَلُوكِ مَلُوكُ الْكَلَامِ" قرآن مجید اس شہنشاہِ حقیقی اور ملک المملکت عالم کا کلام ہے۔ جس نے کلام کو پیدا کیا اور گوشت کے ٹکڑے کو بولنا، ہڈی کو آواز کا سننا اور عصبات کو ان کا سمجھنا سکھلایا وہ جس کے حکم سے ایک ماں باپ کی اولاد میں اس قدر اختلاف السنہ اور تباہین لغات پیدا ہوا۔ بعض عیسائی مصنف جو تحقیق کے پردہ میں تعصب کو چھپائے رکھتے ہیں، قرآن مجید کی بہت سی خوبیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد

قرآن پاک کو کلام محمد ﷺ بتایا کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ:

① کیا قرآن جیسی کتاب کا مصنف کہلانا، بجائے خود ایک اعلیٰ عزت نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ کہ نبی ﷺ نے ایسی اعلیٰ تصنیف کے مصنف ہونے کی عزت سے خود کو محروم رکھا؟

② کیا قرآن پاک جیسی تصنیف کا مصنف جھوٹ جیسی رذیل صفت سے آلودہ ہو سکتا ہے؟ کیا وہ کتاب جس نے لاکھوں کو صداقت سکھلائی اور جس نے گنتی کے سالوں میں عرب کی کاپی پلٹ دی۔

اور وہ کتاب جس نے زندہ، لگی، القیوم اللہ کی ہستی کا اعتقاد دلوں میں قائم کر کے کروڑوں بنی آدم کو حیات جاوید سے بہرہ اندوز کر دیا۔

کیا ایسے دل، ایسی زبان سے نکل سکتی ہے جو خود صادق نہ ہو۔

ان دونوں امور پر غور کرو تمام دنیا کے مصنفین کا رویہ ہماری تائید میں ہے اور فلسفہ فطرت انسانہ اس کی صداقت کا مصدق ہے۔ اب ہم خود عیسائیوں کی دی ہوئی بائبل پر توجہ کرتے ہیں۔

بائبل سے اس حقیقت کا انکشاف ہو چکا ہے کہ دنیا میں کلام اللہ بھیجے جانے کی خبر ہزاروں سال پیشتر دی گئی تھی۔

① موسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس احکام عشرہ کی الواح لاتے ہیں، قوم ان الواح پر شک کرتی ہے۔

② قوم کا مطالبہ ہے کہ اسرائیل کا الٰہ خود ان کی موجودگی میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائے۔

③ موسیٰ علیہ السلام پر گزیدگان قوم کو طور پر لے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے، بادل سب کو گھیر لیتے ہیں، ہوائیں تندی و تیزی سے چلنے لگتی ہیں، بجلیاں کوندتی ہیں، گرج پر گرج کی صداکیں دلوں کو ہلا دیتی ہیں۔ بھونچال آتا ہے اور پہاڑ کا تپ رہا ہے۔

④ ان حالات کو دیکھ کر بنی اسرائیل چلا اٹھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں:

”اے موسیٰ علیہ السلام تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں، لیکن خدا ہم سے نہ بولے، کہیں ہم مر نہ جائیں۔ (الخروج 20-19، استثناء 18-16)

یہ درخواست منظور کرنی گئی اور سب لوگ طور سے اپنی اپنی جان بچا کر خیمہ گاہ میں پہنچ گئے۔

⑤ بنی اسرائیل کی اس کے بعد یہ درخواست ہوتی ہے کہ خدا اپنا کلام موسیٰ علیہ السلام کے منہ میں رکھ دے اور ہم کو سنا دیا کرے۔

⑥ اس درخواست کو اللہ تعالیٰ نامنظور فرماتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ خدا کا کلام ایک اور نبی کے منہ میں رکھا جائے گا، وہ نبی اللہ اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ وہ نبی جو کچھ خدا سے سنے گا وہ سب لوگوں سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ نبی میرا نام لے کے کہے گا، نہ سنے گا تو اس کا حساب خدا لے گا۔ (استثناء باب 18، 19 درس)

اب براہ مہربانی یہودی و عیسائی ان واقعات بالا کو خیال میں رکھیں اور پھر ہم کو بتائیں۔

سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا اور کون سا نبی ہے جس کے منہ میں خدا کا کلام رکھا گیا۔ وہ کون سا نبی ہے جس نے یہ

بتلایا ہو کہ ”اس کے منہ میں خدا کا کلام ہے۔“

ہم ان دونوں سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز کسی ایسے نبی کا نام نہیں بتلا سکیں گے جس نے زبان سے اتنا فقرہ استعمال کیا ہو کہ
 ”اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہے۔“

کلام اللہ کا سنانا تو امر دیگر ہے۔

یہی بات وہ ہے جو حق پوش اہل کتاب پر رب العالمین کی سب سے بڑی حجت ہوگی اور جس پر یوم الدین کو اللہ کی عدالت قائم ہوگی۔
 جواب دینے سے پیشتر یہ سچا یہ کا فقرہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ ”دیکھو امی کو کتاب دی گئی“

یہودیوں، عیسائیوں کو بتلانا ہوگا کہ ”امی صاحب کتاب“ اور کون ہے؟

اے یہودیو! اے نصرانیو! وہ امی تو محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں، جن کا علم ہمیشہ نبی الامی رہا۔ دنیا میں اور کسی نبی کا لقب یا علم
 نبی الامی کبھی نہیں ہوا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الْأُمِّيِّ وَاللَّهُ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ -

فصل ششم 6

قرآن ذی الذکر کی پیش گوئیاں

جو لوگ قرآن پاک تصنیف محمد ﷺ بتلایا کرتے ہیں، یہ حضور ﷺ کا نبی صادق ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

کیا ایسے اشخاص اس امر کی کوئی توجیہ پیش کر سکتے ہیں کہ ان کی حالت مزعومہ کے ہوتے ہوئے قرآن مجید کیوں کر آنے والی
 معجزات کو بیان کرتا اور زمان پیشین (مستقبل) کے متعلق پیش گوئیوں کا اعلان فرماتا ہے۔

اقمام حجت منکرین اور اشراح صدر مومنین کے لیے ان پیش گوئیوں کا ذکر بطور تذکرہ کیا جاتا ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہیں
 اور چودہ صدیوں کا عہد طویل شہادت دے گا کہ نزول قرآن پاک کے بعد سے آج تک ان میں سے کس طرح وہ پیش گوئیاں تمام دنیا
 کے سامنے حرف بحرف اور ہو بہو پوری ہوتی رہی ہیں۔

فصل ہفتم 7

قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی: قرآن کریم کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا

﴿ قُلْ لَنْ يَجْمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ
 لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ [بنی اسرائیل: 88]

”اے رسول ﷺ سب سے کہہ دیجیے کہ اگر سب انسان اور تمام جن بھی مجتمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد و
 اعانت بھی کریں اور پھر وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنا چاہیں تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے“
 الفاظ دعویٰ کی شوکت اور قوت پر غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

عہد نبوت

قرآن پاک کو کلام محمد ﷺ کہنے والے ذرا غور کریں کہ زہیر و نابھذا اور امراء القیس و عنترہ جیسے لوگوں کے لیے یہ دعویٰ کتنا ذلیل کن ہے؟

وہ جو اپنے اپنے کلام کو ہرن کی جھلپوں پر آب زر سے لکھواتے اور با پیام حج عام دیوار کعبہ پر آویزاں کیا کرتے تھے۔ کیوں اس دعویٰ کے بطلان پر آمادہ نہ ہوئے۔ وہ ابولہب، ابو جہل، کعب بن اشرف، سلام، مشکم جیسے قریشی و یہودی جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنے کی دھن میں زرد مال اور نفوس و اولاد کو قربان کر دیا تھا کیوں ایسی آسان تدبیر کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔

کبھی عجیب بات ہے کہ ایک شخص جوان ہی میں پلا اور بڑھا اور جو وہی زبان بولتا ہے جو ان سب کی ہے اور پھر وہ ان سب کے پیارے مدب اور مرغوب رسوم اور پسند کردہ عادات اور ان کے برگزیدہ معبودوں کے خلاف جوش دلانے والے الفاظ کا استعمال کر رہا ہے۔ اور اپنی صداقت کی تائید میں ایک کلام جو اس کے منہ سے نکلی ہے بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اس جیسی زبان نہیں بول سکتا اور کوئی شخص بالمثل کلام پیش کر کے تحدی کو باطل نہیں ٹھہرا سکتا۔

عہد حاضرہ

اچھا اس وقت کا ذکر چھوڑو، اب زمان حاضرہ پر نگاہ ڈالو۔ شام، بیروت، دمشق و مصر اور فلسطین میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں، جن کی مادری زبان عربی ہے۔ جو عربی زبان میں نشر لکھنے پر قادر ہیں، جن کی ادارت میں اخبار و جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں۔ وہ آج کیوں اس دعویٰ قرآن کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو جاتے؟ ان میں تو ایسے ایسے ادیب و ماہر زبان بھی موجود ہیں جنہوں نے لغات عربیہ پر قطر الحیظ، المنجد، اقرب، الموارد اور الحیظ جیسی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ وہ کیوں قرآن جیسی کتاب لکھنے کی سعی نہیں کرتے؟ وہ کیوں دس (10) سورتوں کے برابر نہیں لکھتے۔ وہ کیوں ایک (1) ہی سورت کے برابر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر اور ادب میں یدِ طولی رکھنے والا ہے، اس پر اتنا ہی زیادہ رعب کلام قرآنی کا غالب آ جاتا ہے۔

آج عیسائیت کی اشاعت میں کروڑوں، اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن جس شخص کو قرآن حکیم نے تحدی بنایا، اس پر کوئی بھی قلم اٹھانے کا حوصلہ نہیں کرتا۔

معرض عہد نبوی ﷺ کے متعلق شاید یہ کہہ سکتا تھا کہ محمد ﷺ نے اپنے وقت کے مشہور مشہور زبان آوروں کی قابلیت کا اندازہ کرنے کے بعد ایسا دعویٰ کر دیا ہوگا۔

دوسری پیش گوئی

قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: 9]

”ہاں! ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور ضرور رکھیں گے“

اس وعدہ کی وقعت اور حفاظت قرآنی کی عظمت:

اس وقت سمجھ میں آتی ہے، جب صحف سابقہ کا تھوڑا سا حال معلوم ہو جائے۔

﴿1﴾ تورات موسیٰ علیہ السلام کا خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں جو موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر لکھی لکھائی دی گئی تھیں۔ ہر دو الواح اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں جب موسیٰ علیہ السلام نے میدان میں آ کر لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تھا۔ کلیم اللہ علیہ السلام غیرت ایمانیہ سے بے تاب ہو گئے۔ لوہیں پھینک دیں اور بھائی کو جا پکڑا۔

اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشرہ اور دیگر احکام شریعت موسیٰ علیہ السلام ہی کی حیات میں لکھے گئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے (استثناء باب 25) یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع کی جاسکتی ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد تک خیمہ عبادت میں بحفاظت موجود رہا ہو، لیکن سلاطین اول باب 8 سے واضح ہے کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ نہ تھا۔

اب ہم کو بلا کسی سند کے فرض کر لینا چاہیے کہ سلیمان نے کس طرح تورات کی شریعت کو جمع کر لیا ہوگا اور پھر عہد کے صندوق میں اسے رکھوا دیا ہوگا، لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا، اسے بھی بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ حادثہ بالکلہ 586 ق۔ م میں واقع ہوا۔

دارالشاہ ایران کے عہد میں زرو بابل وغیرہ سرداران اسرائیل نے ہیکل کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ کتاب کی بھی تلاش ہوئی مگر نہ ملی۔ (دیکھئے کتاب عزیر) تب حضرت عزیر نے اپنی یادداشت اور قہی دز کر گیا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا جسے یہودی تورات کہتے ہیں (اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن تو کسی کے حکم سے ہوا) یہ واقعہ 300 ق۔ م کا ہے۔ پھر ابن تو کسی چہارم کے وقت میں جب یہ بادشاہ مصر پر حملہ آور ہوا تھا اس کے سپہ سالار نے اس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو سوخت (جلا) کر دیا گیا اور یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا۔ یہ واقعہ 166 ق۔ م کا ہے۔ ایک بوڑھا کاہن اپنے تین فرزندوں کے ساتھ جان بچا کر اپنے وطن شہر مودن کو بھاگ گیا تھا۔ اس کے فرزند متائیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی، جو اسی کے نام سے مشہور ہے اور یہود کے چند فرقے اس کو اسلامی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

واقعات بالا پر پورا پورا غور کرو، اصل کتاب کے الفاظ رہنے کی کوئی بھی اصلیت نظر آتی ہے؟

﴿2﴾ اب انجیل کی سرگزشت سنو! انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں: (1) انجیل متی، (2) انجیل مرقس، (3) انجیل لوقا، (4) انجیل یوحنا۔

﴿1﴾ متی کی انجیل کی سرگزشت یہ ہے کہ سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہوذا (شام) میں لکھی، لیکن اس عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے ناپید ہے۔ اس کا ایک ترجمہ یونان کی زبان میں ملتا ہے، لیکن کوئی عیسائی پادری نہیں بتا سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس شخص نے کیا؟

موجودہ کتاب کا یہ حال ہے کہ اس کے باب اول و دوم کو شارح انجیل نورٹن صاحب نے بمقابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا، بلکہ اقرار کیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے لکھے ہوئے ہیں۔ (کتاب اللغات ص 531 نسخہ مطبوعہ 1837ء)

② لوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے۔ اس نے مسیح علیہ السلام کو نہیں دیکھا اور اس کے استاد نے بھی مسیح علیہ السلام کی زندگی میں اس کی مخالفت ہی کی۔ لوقا نے اپنی انجیل انطاکیہ شہر میں بربان یونانی لکھی تھی۔ لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کیا کرتا ہے۔ بزرگوار لوقا کے اس اعلان کے بعد یہ امید کرنا بالکل درست تھا کہ واقعات مندرجہ انجیل لوقا ضرور ہی صحیح ہوں لیکن انجیل کا وہی شارح فاضل نورٹن لکھتا ہے:

”جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روایتیں بھی شامل ہو گئی ہیں اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے۔ اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ (کتاب الانام 61)

قابل غور بات یہ ہے کہ جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہے۔
③ مرقس شمعون پطرس کا شاگرد ہے۔ اس نے بھی انطاکیہ ہی میں اپنی کتاب کو یونانی زبان میں لکھا۔ مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔

④ یوحنا بن سدرانی کی انجیل غالباً بلیطازن تصنیف سب سے آخری ہے۔ اس نے بھی اپنی کتاب کو یونانی زبان ہی میں لکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کا شاگرد تھا لیکن اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔ تمام عیسائیوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انجیل اربعہ (4) میں سے کوئی انجیل بھی مسیح علیہ السلام پر منسوب اللہ نازل شدہ نہیں، بلکہ یہ کتابیں ان ہی مصنفین کی تصنیف ہیں، جن کے نام سے یہ منسوب ہیں۔ اب ان کتابوں کا تقدس اس طرح قائم کیا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے ان کتابوں کو روح القدس کی مدد اور یاوری سے لکھا تھا۔ اگر یہ امر صحیح ہے تو ان چاروں کے مضامین میں تناقض اور تضاد نہیں ہونا چاہیے لیکن ان میں اتنا تناقض موجود ہے کہ تطبیق دینا سخت دشوار ہے۔ آدم کلا راک، نورٹن اور ہارون صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں، تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت موجود نہیں۔

پادری فریچ کو اقرار ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے۔ نیز وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار (30000) غلطیاں موجود ہیں۔ چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو (100) صفحے سے زیادہ نہیں۔ ایک سو (100) صفحے کی تحریر میں جب تیس ہزار (30000) غلطیاں موجود ہوں تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا خیال کرنا بھی عقل سے دور ہے۔ اور اس سے زیادہ نتیجہ اخذ کرنا ہمارے اس مضمون کے موضوع سے زائد ہے۔

③ اب پارسیوں کی کتاب کا حال سنو۔ ایرانی قوم بڑی قدیم قوم ہے۔ ان کی کتابیں کبھی موجود ہوں گی، لیکن کتاب ژند [1] تو زرتشت کے عہد سے پہلے نادر الوجود ہو چکی تھی۔

کہتے ہیں ژند کے پچیس (25) باب تھے اور اب صرف انیسواں ’وندیدار‘ پایا جاتا ہے۔ ژند کے بعد اس کا درجہ پانزدہ نے حاصل کر لیا ہے، لیکن سکندر ماکڈونی کی فتح ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہو گئی۔ سکندر کے بعد تین سو (300) سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا۔ تب ژند و باژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اسی کو آسمانی

[1] ژند کے معنی دو سنگ چتراق ہیں جس سے آگ نکلتی ہے۔ کتاب کا نام اس لیے ژند ہوا کہ اس کے اندر بھی روشنی موجود ہے۔ اس کی شرح کا نام پاژند ہوا۔ پاژند نلو ہے کہ وہ سچ ہے، جو چتراق پر آگ نکالنے کے لیے ماری جاتی ہے۔ اس کی شرح کا نام اوستا ہوا [خمن دان پارسی 20]

کتاب کا درجہ دے دیا گیا، لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلا یا تب دساتیر کو بھی ختم کر دیا گیا۔ مانی کے بعد مژدک نے اپنا مذہب ایجاد کیا اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ اور نابود کر دیا۔ یہ سب واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں۔

دساتیر کے متعلق اہل تحقیق کا بیان ہے کہ وہ صرف دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ صبح و شام کو پڑھی جانے والی دعائیں اس میں درج ہیں۔ دساتیر کی بابت یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نزول قرآن کے بعد لکھی گئی اور اسی کتب کے شروع میں، بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ ثبت کر دیا گیا۔ ”بنام ایزد بخشا کندہ و بخشائش گر“ مہربان داروگر، اسی فقرہ کا ترجمہ قدیم وری زبان میں کر دیا گیا تاکہ اس کی قدامت بہت قدیم ہو جائے ”خرشید شمتائے ہر شندہ، ہر ششگر زمر بان فرو بیدار“

مندرجہ بالا حالات سے پتا لگ جاتا ہے کہ سکندر کی غارت گری کے بعد اس قوم کے پاس کوئی ایسا صحیفہ موجود نہ تھا جو آسمانی کہلانے کا مستحق ہو۔

14) ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب ”وید“ لکھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ اور سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

اس اجمالی اقرار عظمت کے بعد آریہ اور سناتن دھرمیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

آریہ کہتے ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے۔

سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے۔ اور برہمن بھاگ اپنے حجم کے اعتبار سے منتر بھاگ سے دو چند زیادہ ہیں۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو 213 حصہ وید کو اصل سے خارج کر رہی ہیں یا 213 حصہ حجم کو وید اصلی میں داخل کر رہی ہیں اور ہر دو صورت کتاب مذکور کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

زمانہ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں کہ وید چار ہیں مگر منوجی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں 1 رگ، 2 یجر،

3 سام کا نام آیا ہے۔ چوتھے وید اتھرو کا نام نہیں آیا۔

سلکرت کی اور بھی قدیم ترین کتابیں ایسی ہیں جن میں یہی تین نام پائے جاتے ہیں، لیکن بعض پرانی کتابیں ایسی بھی ہیں، جن میں قریباً تیس (32) کتابوں پر اسم وید کا استعمال کیا گیا ہے۔

سب ہندو وید کو خدا ساز بتاتے ہیں مگر نیلے روشن کا مصنف گوتم وید کو کلام انسان بتاتا ہے۔ گوتم اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کا شاستر چھ (6) شاستروں میں سے ایک ہے اور ان ہر شش کو شاستر بہ طور مسلمہ آریہ اور سناتنی سب تسلیم کرتے ہیں۔

ہندوستان کے مذاہب قدیم میں سے جین مت بھی ہے، جینی لوگ وید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں سمجھتے اور وید کا آکاس بانی ہونا بھی قطعاً تسلیم نہیں کرتے۔ یہ لوگ بھی اپنی قدامت کو ویدوں کے زمانہ سے ماقبل کے بتاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو وید سے قدیم تر ظاہر کرتے ہیں۔

ہمارے ان مختصر مختصر فقرات سے قارئین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حفاظت الہیہ نے مندرجہ بالا کتب میں کسی کا ساتھ نہیں دیا اور اسی لیے ہر ایک کتاب کے وجود یا اجزائے وجود پر خود اسی مذہب کے اشخاص نے شک و گمان اور ظنون و اوهام کے غلاف چڑھا رکھے ہیں۔

قدرت الہیہ نے نہ صرف یہی کیا کہ کتابوں کی حفاظت نہیں کی، بلکہ اس زبان اور لغت کی حفاظت بھی چھوڑ دی، جن میں یہ کتابیں لکھی گئی یا نازل کی گئی تھیں۔

ذرا غور کرو، عبرانی جو تورات کی زبان تھی اور خالیدی جو مسیح علیہ السلام کی زبان تھی اور وری جو ژند و پاژند کی زبان تھی اور سنسکرت قدیم جو وید کی زبان تھی، اب دنیا کے کسی پروردہ پر کسی براعظم یا کسی ملک یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بطور زبان مستعمل ہیں؟ قدرت نے ان السنہ (زبانوں) کو ناپید کرنے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے۔ کہ اب انسان کو ان کتابوں کی بھی ضرورت نہیں رہی جو ان زبانوں میں مروج کی گئی تھیں۔

دوم۔۔ اس حفاظت الہیہ کا اندازہ کرو جو قرآن مجید کے متعلق ہے کہ اس کا زیر و زبر اور حرف بہ حرف توالی و تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے۔ ملک چین میں ایک ایک حرف پورے یقین کے ساتھ اسی طرح پایا جاتا ہے جیسا کہ مراکو (مراکش) میں موجود ہے۔ اگر حفاظت الہی خود کار فرمانہ ہوتی تو ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہو جانا صرف ممکن بلکہ ضروری تھا جس کا پیش کرنے والا ﴿وَلَا تَحْطُبُوهُ بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ﴾ [احکاب 48] سے مخاطب ہو۔ (آپ تو اپنے داہنے ہاتھ سے خط کھینچتا بھی نہیں جانتے تھے) برہان بالاحفاظت الہی کے متعلق قطعی ہے۔

مناسب مقام سے ہم قرآن مجید کے حروف کے متعلق ایک یادداشت پیش کرتے ہیں حروف کا اندراج اس لیے کیا جاتا ہے کہ تعداد سور رکوعات و آیات وغیرہ کے متعلق اعداد و شمار عموماً ہر ایک محقق پر درج ہوتے ہیں۔

نقشہ شمار حروف تہجی

جتنی بار ہر ایک حرف قرآن مجید میں آیا ہے

حرف	تعداد	حرف	تعداد
ا	48992	ط	1307
ب	12228	ظ	782
ت	2404	ع	9274
ث	3105	غ	9211
ج	4232	ف	4418
ح	4120	ق	6612
خ	2105	ك	10628
د	5972	ل	33520
ذ	4739	م	26515
ر	12640	ن	44190

25589	و	3580	ز
16070	ہ	5976	س
25909	ی	2115	ش
	①	20083	ص
	②	682	ض

امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ اور حفاظت رسم الخط قرآن

اس برہان خاتمہ پر تکمیل مدعا کی غرض سے یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے۔ امیر المؤمنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی حفاظت قراءت و کتابت قرآنی میں بہت بڑی خدمت کو انجام دیا۔ انھوں نے نبی ﷺ کے کاتب وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں سات (7) قرآن مجید لکھوائے اور ان کو سات (7) نابان سلطنت کے پاس اپنے دستخط اور مہر رسالت سے مزین کر کے بھجوایا، اس سے بھی حفاظت قرآن پاک ہی مدعا تھا تا کہ رسم الخط میں آئندہ کوئی تفاوت پیدا نہ ہو سکے۔ کاتب وحی کے قلم اور خلیفہ راشد کے دستخط اور مہر رسالت رضی اللہ عنہ سے مزین شدہ قرآن آئندہ زمانہ کے کاتبین کے واسطے صحت و نقل و مقابلہ کے لیے بے بہا گوہر تھا۔

نقل اور طریق و جاہ

آج کل تو جاہ وہی پر نقول کا اعتبار چلتا ہے۔ یعنی کسی کتاب کی صحت کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ وہ اس نسخہ کے مطابق ہو جس سے نقل کی گئی ہے، لیکن یہ امر کہ منقول عن کی صحت کا ثبوت کیا ہے، مفقود ہے۔ خلیفہ راشد نے نقل و صحت میں شک و اختلاف مٹانے کے لیے اصل شے قائم کر دی تا کہ بحالت ضرورت اسی جانب رجوع کیا جائے۔

اعتراض اور اس کی اصلیت

معرضین اسلام نے چاہا کہ اس واقعہ کی صورت بگاڑ کر کچھ فائدہ اٹھائیں۔ جھٹ کہہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تصرف کیا تھا، ان کو تاہ فہم لوگوں کو نہ اس عہد کے اسلامی ممالک کی حالت معلوم ہے اور نہ قرآنی ترویج کی خبر۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ممالک اسلام کے باہمی تعلقات کا بھی ان کو علم نہیں۔ اگر ان سب باتوں کا علم ہوتا تو وہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔

نماز اور قرأت

سب جانتے ہیں کہ اسلام میں پانچ نمازیں فرض ہیں، جن میں سے تین میں قرآن مجید بآواز بلند پڑھا جاتا ہے اور چونکہ ہر شخص مجاز ہے کہ جہاں سے وہ چاہے، جتنا چاہے قراءت کرے۔ اس لیے دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں انسان صد ہا مقامات پر مختلف اجزاء و سُوَر سے قرآن مجید کی قراءت روزانہ کیا کرتے ہیں، ایک پڑھتا ہے اور بیسیوں، سینکڑوں مقتدی سنا کرتے ہیں۔ اقتداء

① منقول از دستور العلماء جلد دوم مصنف قاضی الفاضل عبدالغنی احمد گمری ② نقشہ میں کل حروف کا مجموعہ نہیں دیا گیا تھا جو کہ جمع کرنے سے 346998 بنتا ہے۔

کرنے والوں میں بھی بہت تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کو خود بھی وہ آیات جو امام نماز میں پڑھ رہا ہے یاد ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ عہد نبوی ﷺ سے جاری تھا اور ہر شہر، ہر قصبہ، ہر قریہ میں برابر اسی پر عمل درآء رہا۔

نسخہ جات قرآنی کی اشاعت

خلافت عثمانی سے پیشتر قرآن پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی تھی اور اس کے نسخے الوف در الوف بستوں میں موجود تھے۔ اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ کے حیطة اقتدار سے باہر تھا کہ وہ سب کی زبانوں، سب کے دماغوں اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے ایک بھی لفظ کی کمی بیشی کر سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان سے مسائل فقہیہ میں اختلاف جمہور

ہاں ہم کو وہ مسائل فقہیہ بھی معلوم ہیں، جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تھا۔ مثلاً منیٰ میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا اور محرم کا کسی غیر محرم کے شکار کو استعمال کر سنا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا خلاف کیا اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد فقہی پر محکم رہا تو پھر کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے متعلق کوئی خود ساز تبدیلی کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر خاموش رہ جاتے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اہل مصر کی بغاوت

اس سے بھی بڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض افعال پر نکتہ چینی کی۔ ان کو بیت المال کا اسراف سے خرچ کرنے والا اپنی قوم کو بہت زیادہ عہدہ و مناصب دینے والا بتلایا ہے اور انہی امور پر اہل مصر نے ایسی بغاوت کی کہ اس کا اختتام امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ہوا۔ لیکن ہم کسی مصری اور اس عہد کے کسی اور شدید البغض انسان کو بھی قرآن مجید کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک حرف کہتا ہوا بھی نہیں سنتے۔

خلافت مرتضوی رضی اللہ عنہ اور مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ

مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے بعد خلیفہ ہوتے ہیں اور اپنی تمام خلافت کے زمانہ میں قرآن کی ترتیب عثمانی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے اور نہ اس ترتیب کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالتے ہیں، بلکہ ہمیشہ نمازوں اور وعظوں میں اسی قرآن کا ورد کرتے ہیں۔

صفین میں رفع مصحف کا واقعہ

امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جنگ صفین ہوتی ہے۔ اہل شام قرآن مجید کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن مجید حکم ہوگا۔ اس وقت حزب مرتضوی رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ اہل شام نے قرآن پر اعتماد کیا ہے؟ حالانکہ فریق برسر جنگ کو اگر ذرا بھی گنجائش ایسے لفظ کہنے کی مل جاتی تو وہ محارب کی اس تدبیر کو کالعدم کر سکتا تھا، لیکن شامیوں کے پیش کیے ہوئے قرآن ہی کو قرآن ماننا پڑا اور عارضی صلح منعقد ہو گئی۔

ان واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حفاظت قرآن کے متعلق ایسی خدمت ادا کی، جس پر تمام عالم

اسلام کا اتفاق تھا۔ جاہل و عالم، دانا و نادان، دوست و دشمن، ان کے اس فعل حمیدہ میں ذرا بھی شک نہ رکھتے تھے اور یہ اتفاق کامل صرف قرآن مجیدی کے متعلق حاصل ہے اور یہ بھی ایک زبردست خصوصیت حفاظت کتاب حمید کی ہے۔

تیسری پیش گوئی: جمع قرأت کی بابت

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾

”قرآن مجید کا جمع کرنا اور قرأت کا درست رکھنا بھی ہمارا ذمہ ہے۔ اے رسول! جس

قرأت سے قرآن پڑھا جائے، آپ اس پر کار بند رہیں۔“

قرآن مجید کے احکام و قوانین نازل ہوتے تھے، اس لیے اس کتاب کی ترتیب اور تدوین مشکل کام تھا، لیکن اس کام کو بھی رب العالمین نے اپنے ہی ذمہ لیا، جیسا کہ دنیا میں بھی ہر ایک مصنف کتاب اپنی تصنیف کی ترتیب و تدوین کا کام خود سزا انجام دیا کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعد میں کسی ایک آیت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی۔ مشرق سے لے کر مغرب تک تمام دنیا ایک ہی ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی قرأت کر رہی ہے۔ اس پیش گوئی سے واضح ہو گیا کہ جمع و ترتیب کی جو صورت موجودہ دنیا میں پائی جاتی ہے وہ ٹھیک اسی ترتیب اور قرأت کے موافق ہے جو علم الہی اور قرأت ساوی ہے۔

یہ وہم کہ افراد امت میں سے کسی ایک کا خیال اس میں کوئی تصرف کر سکا ہے، بالکل غلط اور باطل بن جاتا ہے۔

چوتھی پیش گوئی

قرآن مجید حفظ (یاد) رکھا جائے گا

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ [المکذوب: 49]

”یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں جو علم والوں کے سینہ میں رہتی ہیں۔“

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک اچھوتا خیال تھا، کیوں کہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہ کی گئی تھی۔ اس لیے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر دلیل ہے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ہر ملک، ہر صوبہ، ہر ضلع، ہر شہر میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے، جو اس صحت اور اتفاق اور یقین و ائق کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں کہ ان کی قرأت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے، مگر ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہ پڑے گا تو وہ اس کی صحت دوسرے حفاظ ہی سے جا کر کرے گا۔

یہ ایسی زبردست پیش گوئی ہے کہ تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لامعنی ہے اور محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

پانچویں پیش گوئی

کہ قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾ [الزمر: 17]

”ہم نے قرآن کو یاد کے لیے آسان بنا دیا ہے۔“

پیش گوئی چہارم کے تحت میں تحریر کیا گیا ہے کہ ساری کتاب کو حفظ کرنے کا خیال ہی بالکل اچھوتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو ازبر سنانا شروع کیا، تب دوسروں کو بھی انگ آتی چاہیے تھی کہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہیے تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتے۔ کیوں کہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی۔

مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا، نہ یہودی، نہ عیسائی، نہ پارسی، نہ ہندو اور نہ اور، جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کر لیا ہو۔ اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلا دی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔

غور کرو رب العالمین نے اور کسی کلام کے اندر (خواہ کسی زمانے میں وہ کلام آسمان ہی سے زمین پر اتارا گیا تھا) یہ خصوصیت، یہ خاصیت، یہ ماہر امتیاز رکھا ہی نہیں، اس لیے کوئی دوسری کتاب کسی اور مذہب والے کو ازبر یاد کرنا کیوں کر ہو سکتی تھی؟ اور کیوں کر کوئی شخص حفاظت قرآن کی طرح ایسی صحت، ایسی تيقن کے ساتھ اپنی کتاب کو حافظہ سے سنانے کی جرات کر سکتا تھا۔

یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہ ہے فطرت انسانی کے اصل منشا کاراز جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی اور کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت ترقی پر رہے گی

﴿وَكِتَابٍ مُّسْتَوْرٍ ۝ فِيهِ رَقِیُّ مُنَشُورٍ﴾ [طورہ: 2-3] ”قسم ہے کتاب کی جو لکھی گئی ہے اور پاک صاف صحیفہ اشاعت پائی ہے۔“

رقی، اس باریک جھلی کو کہتے ہیں جو کتابت کے لیے خاص طور پر بنائی جاتی ہے اور باریک سفید، پاکیزہ صحیفہ (بیاض) کو بھی جو لکھنے کے لیے تیار کی جائے۔ (المعجد)

اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب بھی فرمایا اور مسطور بھی اور پھر اسی کو منشور بھی بتایا۔ کون نہیں جانتا کہ نشر کے معنی میں بسط اور امتداد شامل ہیں اور اسی کو آج ہم لفظ اشاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ساتویں پیش گوئی

کہ باطل یا بطلان قرآن کے نزول میں یا آئندہ کسی عہد میں اس کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا۔

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [حمید: 42]

”باطل اس کے آگے یا پیچھے نہ آئے گا۔ یہ تو رب حمید و حکیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔“

فلسفہ، قدیم (باطل بین دیدیہ) اور فلسفہ جدید (باطل من خلفہ) نے بہت زور مارا مگر قرآن حکیم کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور اس کے کسی مضمون اور کسی ایک اصول کا مقابلہ نہ کر سکا۔ نہ فلسفہ قدیم نے اس میں سے کچھ گھٹایا نہ فلسفہ جدید نے کچھ بڑھایا۔ یہ ایسی مکمل کتاب ہے کہ اس میں اب کسی کے دخل کی گنجائش ہی نہیں۔

<http://mujahid.xtgem.com>

اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی

منکروں کی نفرت و کراہت کے ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ہدایت و حقانیت غالب ہوتی رہے گی۔
 ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾
 ”اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرک لوگ کیسا ہی برامانتے رہیں۔“ [الفہم: 9]

جنوبی عرب اور عیسائیت

بعثت نبوی ﷺ کے وقت عرب کی پولیٹیکل (Political) حالت یہ تھی کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبشہ کی حکومت تھی اور شمالی اقطاع پر روم کی سلطنت کا قبضہ تھا۔ یہ دونوں عیسائی سلطنتیں تھیں۔ عیسائیت اگرچہ عرب میں 330ء کو داخل ہو گئی تھی اور بنو غسان عیسائی بن گئے تھے مگر رفتہ رفتہ عراق، عرب، بحرین، صحرائے فاران اور رومۃ الجندل پر بھی یہی مذہب حکمران ہو گیا تھا۔ پروفیسر سید پولکھتا ہے کہ 395ء سے 513ء تک عرب میں اشاعت عیسویت پر بہت ہی زور لگایا گیا تھا۔ لیکن اسلام نے چند ہی سال میں اس پر غلبہ حاصل کر لیا اور یہ جملہ ممالک دین حق میں داخل ہو گئے۔

عرب اور یہودیت

یہودی عرب میں اس وقت آئے جب یونانیوں اور سریانیوں نے ان کو اپنے ملک سے نکال دیا تھا، ان کا مذہب حجاز اور نواحی خیبر اور مدینہ میں پھیل گیا تھا اور اس نے استحکام بھی حاصل کر لیا تھا۔ اسلام کے آتے ہی ان کا بھی چار صد (400) سالہ قبضہ عرب سے بالکل اٹھ گیا۔

مشرقی عرب اور مجوسیت

عرب کے مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اثر تھا اور اس حصہ کا گورنر شاہ ایران کی منظوری و انتخاب سے مقرر ہوا کرتا تھا۔ مشرقی حصہ میں آتش پرستی کی رسوم اور طریقے خوب رواج پائے گئے تھے۔ تاریخوں میں ان عربوں کے نام بھی لکھے ہیں جنہوں نے مجوسیت کے اثر میں آ کر بیٹی اور بہن کو گھر میں ڈال لیا تھا۔ اسلام کی پاک تعلیم کے سامنے یہ مذہب بھی نہ ٹھہر سکا۔

عرب وسطیٰ اور بت پرستی

حجاز (یا وسط عرب) میں ابن لاجی شام سے بت لے آیا تھا اور اسلام سے تین صدی قبل مشہور مشہور قبائل بت پرست بن گئے تھے۔ عرب اور مذاہب متعدده: صابئی، وہریہ، منکرین قیامت، مادہ پرست اور خود پرست و خوش باش وغیرہ کے نام سے اور بھی چھوٹے بڑے مذاہب تھے، جن کے مقلدین کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔

﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ [الغف: 9]

اسلام کی حقانیت نے ان سب لوگوں کو بھی بظان سے چھڑایا، یہی معنی ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ کے ہیں، جس کا ظہور حضور پر نور نبی ﷺ کے عہد اقدس ہی میں ہو گیا تھا۔

دوسری پیش گوئی

اسلام کے متعلق دوسری پیش گوئی کہ وہ تکمیل و اتمام کو پہنچے گا۔

﴿وَاللَّهُ مِتِّمُ نُورِهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [الصف: 8]

”اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا، اگرچہ کافر برامانتے رہیں۔“

وعدہ کی زمین پر موسیٰ علیہ السلام داخل نہ ہوئے

موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پاک پر غور کرو، اگرچہ ان کے ہاتھ سے ایسی ایسی آیات باہرات کا ظہور ہوا، جو اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں۔ فرعون مصر کو اللہ تعالیٰ نے غارت کیا اور بنی اسرائیل کو سمندر چیر کر اس کی خشک زمین پر سے راستہ دیا، من و سلوی اتارا، دن میں خاک کے گولے سے ان کی راہمائی کی اور رات کو اسی گولہ کو ستون بنا کر چھپ کر روشن کیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر مقصد اصلی جو وعدہ کی زمین میں بنی اسرائیل کو پہنچا دینا تھا وہ ان کی حیات میں عمل نہ ہوا۔

داؤد علیہ السلام اللہ کا گھر نہ بنا سکے

داؤد علیہ السلام کی سیرت پاک کو دیکھو، ان کو بنی اسرائیل کے دوازدہ اسباط (12 قبیلے) پر حکومت بھی ملی۔ انھوں نے جالوت کو بھی خاک و خون میں سلایا۔ انھوں نے سمویل کو بھی نچا دکھایا، شہر یار بنایا، قلعے تیار کیے، لیکن اللہ کا گھر بنانے کی ان کو اجازت نہ ملی۔

مسیح علیہ السلام کی سرگرمی اور تعلیم کا نامکمل رہ جانا

مسیح علیہ السلام کی سرگزشت کو پڑھو، تبلیغ و اشاعت کی غرض سے وہ شبانہ روز سفر میں رہے۔ اپنے سہ سالہ ایام تبلیغ میں انھوں نے دو شب کسی ایک مقام پر مشکل سے قیام فرمایا ہوگا، لیکن پھر بھی یوحنا 16 باب میں ان کا اعلان یہی تھا کہ وہ مکمل تعلیم نہیں دے سکے اور ساری صداقت اور سچائی نہیں سکھلا سکے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں قرآن مجید کا اعلان اور اعلام عام یہ ہے کہ اسلام بالضرور تکمیل و اتمام کے مدارج پر پہنچے گا اور نور اسلام اپنے مقاصد میں یقیناً ہی فائز المرام ہوگا۔

اس آیت کا نزول تو اس وقت ہوا تھا جب مہاجرین و انصار کو اطمینان کے ساتھ روٹی کھانی نہیں ملتی تھی اور نماز بھی دشمن کے حملہ سے بے خطر ہو کر نہیں پڑھی جاتی تھی، آہستہ آہستہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور اس مبارک دن کا سورج نکلا۔ جس روز اللہ کے نبی نے عرفات کے میدان میں وہاں کی بلند پہاڑی (کوہ رمت) پر چڑھ کر سب سے بڑے مرکب (ناقہ قصویٰ) پر سوار ہو کر یعنی مادی دنیا کی اقصیٰ بلندی کے سر پر پاؤں رکھ کر عالم عالمیان کو اس نوید فرخ سے زندہ جاوید فرمایا:

﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۗ ﴾ [المائدہ: 3]

”آج تمہارا دین تمہارے فائدے کے لیے کامل کر دیا۔ آج میں نے تم سب پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا۔ آج میں بتلاتا ہوں کہ میری خوشنودی یہ ہے کہ اسلام ہی تمہارا دین ہے۔“
قارئین آپ نے پیش گوئی کو بھی دیکھا اور اس کا اتمام بھی دیکھ لیا۔

تیسری پیش گوئی

تیسری پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ استحکام میں بڑھتا جائے گا اور اس کا پھیلاؤ روز بہ روز زیادہ ہوتا جائے گا۔

﴿ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ﴾
”کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت جیسی ہے جس کی جڑ مضبوط ہوتی جاتی ہے اور جس کی شاخیں آسمان پر پھیلتی جاتی ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے ہر وقت، ہر زمانہ میں پھل دیا کرتا ہے۔“ [ابراہیم: 24-25]

ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل میں استمرار ہوتا ہے۔ سماء سمو سے بنایا گیا ہے، رفعت و شوکت بلندی و عزت کے معانی اس لفظ میں شامل ہیں۔

وہ درخت جس کی جڑیں پائوں کی طرف بڑھتی جائیں جس سے درخت مضبوط بھی زیادہ ہوتا ہے اور خوراک بھی اسے زیادہ ملتی رہے۔

وہ درخت جس کی نشوونما جاری رہے، جس کی طراوت و تازگی قائم رہے، اس کی شاخیں پھیلا کرتی ہیں۔ فضا میں لہلہایا کرتی ہیں، آسمان کو چایا کرتی ہیں، وہ آسمانی برکتوں، اوس اور مینہ سے بھی غذا لیتا ہے، وہ زمینی برکتوں نہر اور چشموں سے بھی پلتا ہے۔ جمعیت کے اعتبار سے اس کا تا ایک ہوتا ہے اور پھیلاؤٹ کے لحاظ سے اس کی شاخیں کئی ہیں۔

یہی مثال اسلام کے کلمہ طیبہ کی ہے، جہاں اس کا بیج بویا گیا تھا، وہاں اس طرح قائم و دائم ہے اور اس کی شاخیں چین و افریقہ، انگلینڈ و امریکہ تک پھیل گئی ہیں۔

ہندو قوم کی بابت کوئی کہتا ہے کہ وسط ایشیا سے آئی اور کوئی کہتا ہے کہ تبت سے نیچے اتری۔ تبت اور ترکستان و ماوراء النہر میں جا کر دیکھو اور پوچھو کوئی اس دعویٰ کا مصدق بھی موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہو جاتا ہے کہ جڑ قائم نہیں۔ یہی حال دنیا کی اکثر اقوام کا ہے۔ بنی اسرائیل کو فلسطین کی زمین وعدہ کے ساتھ دی گئی تھی کہ اگر وہ شریعت کے پیرو رہے تو ابداً آباد کے لیے یہ مملکت اور اس کی حکومت انہی کو حاصل رہے گی، لیکن کیا اب اس کی جڑ اس وعدہ کی سرزمین میں قائم بھی ہے؟

جنگ عظیم 1914 تا 1918ء میں ان بے چاروں نے اربوں روپیہ بڑی بڑی سلطنتوں کو قرض دیا کہ وعدہ کی زمین، قومی گھر، بنا دیا جائے، لیکن وہاں کے باشندے اب تک ان کے قدم وہاں جسنے نہیں دیتے۔

اگر انگلستان کی کوشش بار آور بھی ہوتی [1]، جب بھی یہ مملکت اور سلطنت تونہ ہوتی جس کا وعدہ ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد و سلیمان علیہم السلام کے ساتھ تھا، بلکہ یہ تو وہی غلامانہ اطاعت ہوتی جس کے بدلے میں بخت نصر اور گشتاسب وغیرہ نے بھی یہودیوں کو اس

[1] آج انگلستان کی مسلمانوں سے بے وفائی، دھوکا دہی اور یہودی مالی معاونت اور کفار عالم کے توسط سے ’اسرائیل‘ جیسی یہودی مملکت معرض وجود میں آ چکی ہے۔

سرزمین پر بسنے کی اجازت دے دی تھی، جب کہ وہ بہ عہد مسیح رومیوں کی ماتحتی میں رہتے تھے۔

پارسی قوم کا قومی گھر ایران ہے، لیکن اب تو وہاں ان کا کوئی پرسان حال بھی نہیں۔ کیا ان حالات میں یہ اقوام ﴿أَصْلُهَا نَابِتٌ﴾ [ابراہیم: 24] کے الفاظ اپنے اوپر چسپاں کر سکتی ہیں۔ یہودیوں، ہندوؤں، پارسیوں وغیرہ کی قوم جس پر جمود پڑی ہوئی ہے یا جس ملکی احاطہ میں محدود ہے، وہ ان حالات میں کیسے ﴿فَرُعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ [ابراہیم: 24] کا مصداق ہونے کا دعویٰ بھی کر سکتے ہیں؟

ہاں اسلام وہ ہے جو نہ کسی حویلی کا پتیل ہے، نہ کسی صحن خانہ کا نیم ہے، نہ کسی باغیچے کا بیڑوہ آسمان کے تمام خلا کو اپنا سمجھتا ہے اور اس میں پھیل رہا ہے۔

ہاں آیت پر مکرر غور کرو کہ اس میں اسلام کی پانچ خوبیوں کا بیان کیا گیا ہے۔

① ﴿لَسَجَوْرَةٌ طَيِّبَةٌ﴾ واضح ہو کہ اسلام کی وحدت تعلیم اور مساوات حقوق بھی منفرد ہے، اس لیے اسلام کی بہترین تشبیہ درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنہا پر بے شمار شاخیں ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور وہ سب غذا و نمو میں اسی تنہا سے یکساں مستفید ہوتے ہیں۔

② اسے طیب کہا گیا ہے، جس میں صورت کی خوش نمائی بھی شامل ہے اور جس کا سایہ اور ثمر بھی ہوتا ہے۔ اسلام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنی موافق شکل و صورت سے باہر بارا ہے اور پاکیزہ تعلیمات سے طیب مانا گیا ہے۔

③ ﴿أَصْلُهَا نَابِتٌ﴾

④ ﴿فَرُعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ کی بابت ہم دلیل اول میں لکھ چکے ہیں۔

⑤ ﴿تُنْزِيْ اُكْلَهَا كُلَّ حَبِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ ہر ایک درخت کے پھل لانے کا وقت مقرر ہوتا ہے، کوئی گرما، کوئی سرما، کوئی بہار میں، کوئی خزاں میں پھل لایا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسا درخت بتلایا جو ہر وقت پھل لانے والا ہے۔

قیام مکہ کے ایام میں اشاعت

اسلام کے اس ابتدائی زمانہ کو دیکھو، جب نبی ﷺ ابھی مکہ میں قیام فرماتے اور مسلمان اپنی اپنی جانوں اور ایمانوں کے بچاؤ کے لیے مختلف ممالک میں بھاگے پھرتے تھے کہ جش و یمن میں اسلام نے اس وقت سایہ ڈالا تھا۔

قیام مدینہ میں اشاعت

اس دور ثانی کو دیکھو، جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں اقامت گزیرے ہوئے کہ بحرین و عمان اور دومتہ الجندل اور سرحد شام تک کے لوگ اسی وقت اسلام کے اثمار شیریں ثابت ہوئے تھے۔

پھر دور ثالث کو دیکھو، جب آفتاب نبوت ظل احجاب میں آچکا تھا، مخلصین دل شکستہ تھے، منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔

دور صدیقیت میں اشاعت

معاہدین نے معاہدات کی شکست کا اعلان کر دیا تھا، متخاصمین سرحد عراق و ایران پر فوجیں جمع کرنے لگ گئے تھے۔ خلیفہ

الرسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اعراب آگے بڑھے اور یہ سچے دل کے لوگ نورِ صداقت سے مستمیر ہو کر شمشیریں بن گئے۔

خلافت راشدہ میں اشاعت

دور چہارم میں فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ شامل ہے جب کہ مشرق ساہیبا سے لے کر مغربی ٹیونس تک اسلام پہنچ گیا تھا۔ اموی زمانہ میں اسلام نے جبل الطارق کو پھاندا اور سمندر پر سے اچھلا اور چین کو زیرِ نگین کیا۔

مغلوں کا اسلام

چھ سات صدیوں کی اقبال مندی کے بعد مسلمانوں کی دولت و حکومت کو زوال آیا اور دار السلطنت بغداد تباہ ہوا، لیکن انہی دنوں میں وہی مغول تاجراجو اس درخت کو کاٹنے کے لیے تیشو تیر لے کر بڑھے تھے، اس کی شاخوں سے پیوند ہو گئے اور شمشیریں ثابت ہوئے۔

یونانی فلسفہ اور ہندووانی توہمات

الغرض اسلام اپنی مظلومی کے عہد میں بھی بڑھا اور ترقی و آسائش کے ایام میں بھی اس نے ترقی وازدیا کی طرف قدم بڑھایا۔ اسلام پر یونانی فلسفہ اور ہندووانی توہمات، ایرانی قہیش اور بربری توحش کے بھی حملے ہوئے مگر وہ پھر بھی ترقی پذیر رہا۔ ہمارے عہد میں فلسفہ جدید اپنی تعلیمات سے اسلام پر گولہ باری کر رہا ہے اور یورپین طاقتوں نے اوہم بچا رکھا ہے۔

<http://mujahid.xtgem.com> یورپین پالیسی اور فلسفہ جدید

مسلمانوں کی سلطنتیں برباد ہو رہی ہیں۔ ترکی دولتِ عظمیٰ سے گھٹ کر ایک معمولی سلطنت رہ گئی ہے مراکو اول درجہ کی سلطنت سے باجگذا رہ گیا ہے۔ عرب اور عراق کی حکومتیں اغیار کی دست نگر ہیں۔ تنظیم قوم کا سلسلہ پراگندہ ہے، تاہم اسلام انگلستان اور جرمنی اور امریکہ پر اپنا سایہ ڈال رہا ہے۔ بڑے بڑے کرنٹ اور کونٹس لاڈ ز اور پرنسز اسلام کا پھل ثابت ہو رہے ہیں۔

حالیہ عہد میں اسلامی ترقی

چین اور افریقہ میں دس سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دو چند ہو گئی ہے۔ ان تمام حالتوں پر نگاہِ عبرت سے غور کرو اور ﴿تَوْبَتِي اُكَلِّهَا مَحَلًّا حَيْثُ﴾ کی پیش گوئی کی صداقت کا اندازہ لگاؤ، جب مسلمانوں کی اور اسلام کی ترقی کو ایک وقت واحد میں دیکھا جاتا ہے تو باذن اللہ تعالیٰ حکمِ عالی کی طاقت بخوبی ہویدا ہو جاتی ہے۔

چوتھی پیش گوئی

چوتھی پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ اپنے دلائلِ حقانیت سے ترقی کرے گا اور دلائلِ انفسی و آفاقی ان لوگوں کو اسلام تک لانے میں دلیل رہے گی۔ ﴿سَتُرِيهِمْ اِيَاتِنَا فِي الْاَلْفَاقِ وَ فِي اَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهٗ الْحَقُّ﴾ [احمد: 53]

”ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر

ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے۔“

یہ ہے وہ چیز جو عرب کو اسلام تک پہنچانے کا موجب بنی۔

غور کرو جب نشانات قدرت کی اندرونی و بیرونی شہادت کسی معاملہ کی راست بازی و صداقت پر جمع ہو جائے تو کیا اس وقت کوئی صحیح دماغ ایسی شہادت کا انکار کر سکتا ہے؟

جب چشم و گوش اور عقل و ہوش کے سامنے ایسی براہین ساطعہ موجود ہوں جو اس ظاہری و باطنی کو بامقصدیق پر پہنچا دیتی ہیں، تو پھر ان کا ابطال کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے مخاطبین کے سامنے وہ نشانات و علامات بھی دکھلائے جن کی شہادت خود ان کے ضمیر نے ادا کی اور وہ علامات و دلائل بھی قائم کیے جن کی تائید زمین و آسمان کے ہر انقلاب و گردش سے ہوئی، تب ان کی حقانیت اسلام کے اقرار میں کوئی چارہ نہ رہا اور وہ پروانہ و دار اس شمع تجلی پر ٹوٹ کر گرے اور جان و مال کو اس منبع انوار پر نثار کر دیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آیات تسعہ کا تعلق زیادہ تر آفاق سے تھا۔ فرعونوں پر رحمت الہی تو ختم ہوئی مگر وہ ہدایت سے دور دوری رہے۔ آیات قرآنی کا اثر فی الانفس بھی ہے اور فی الافاق بھی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کے مخاطبین نور حق سے قریب قریب ہوتے گئے اور مستفیر ہوتے ہوتے خود سراپا نور بن گئے۔ اصحابی کمالہم کمالہم کی یہی تاویل ہے۔

پیش گوئی

کہ لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کو غلبہ رہے گا

<http://mujahid.xtgem.com>

جب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ ملی اور نہ مدافعت حربی کا حکم ہوا، اس وقت تک وہ برابر گونا گوں جو رستم کا امانج بنے رہے، لیکن جب ان کی مظلومانہ حالت اور مجروحانہ بے بسی پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان کو جنگ کی اجازت دے دی اور مسلمانوں کی جمعیت فوجی تنظیم سے منظم ہو گئی، حتیٰ کہ اس لفظ چند کا اطلاق صحیح ہو گیا۔ اس وقت سے پھر مسلمانوں کو کسی جگہ شکست نہیں ملی، وہ فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ نصرت و ظفر ان کے علم بردار رہے۔ عراق و فلسطین، شام و ایران، خراسان و ترکستان، مصر و سوڈان کے واقعات کو پڑھ لو کہ مسلمانوں کو ایک دفع بھی شکست نہ ہوئی اور ہر جگہ انہی کو غلبہ حاصل رہا۔ ایسی زبردست پیش گوئی کا اعلان وہی مالک فرما سکتا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں اقوام کی ذلت و عزت کا ترازو ہے۔ ہاں وہی مالک جس کا علم عہد مستقبل پر بھی اتنا حاوی ہے کہ انسان کا علم عہد ماضی پر بھی اسی قدر حاوی نہیں ہو سکتا۔

آیت میں مزید غور طلب لفظ جُنْدَنَا ہے یعنی الٰہی لشکر۔ یہ ظاہر ہے کہ الٰہی لشکر صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور جس کا مدعا فتح کنوز یا ملکیت خزانوں والوں سے بالاتر ہو کیوں کہ جب مقصد بدل جائے گا تب وہ لشکر چندنا کہلانے کا مستحق نہ ہوگا اور جب وہ چندنا کی صفت سے عاری ہو گیا تو اس کا بہت سے مقامات پر مغلوب ہو جانا اقوام غیر کے سامنے مقہور ہو جانا بھی داخل تعجب نہ رہے گا۔

ان جھپٹی صدیوں میں اگر مسلمان غلبہ تام سے محروم ہو گئے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ صفت ”چندنا“ (الٰہی لشکر) سے دور ہو گئے۔ لہذا آیات بالا دو پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

1) مسلمان کو کبھی شکست نہ ہوگی جب تک ان کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہوگا۔

(2) مسلمانوں سے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا قائم نہ رہے گا جب کہ ان کا یہ مقصد نہ رہے گا۔

پیش گوئی

کہ اہل اسلام کو روئے زمین پر حکومتیں حاصل ہوں گی

﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ [نمل: 62] ”تم کو زمین پر حکومتیں دے گا۔“

یہ آیت عام مسلمانوں کی طرف خطاب فرماتے ہوئے نازل کی گئی ہے۔

اس پیش گوئی کا ظہور کہ بنو امیہ نے دمشق میں ایک ہزار (1000) مہینے تک حکومت کی اور بعد ازاں غرناطہ وغیرہ میں حکومت حاصل کی اور ہسپانیہ پر صدیوں تک حکمران رہے۔ اسی پیش گوئی کا ظہور ہے کہ عہد فاروقی سے لے کر آج تک مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہے اور مختلف خانوادے کے بعد دیگرے سریر آرائے سلطنت ہوئے اس پیش گوئی کا ظہور تھا کہ دمشق میں انقراض دولت امویہ کے بعد عباسیہ نے بغدادی میں پورے جاہ و جلال کے ساتھ چھ صدیوں تک حکومت کی۔

اس پیش گوئی کا ظہور تھا کہ عباسیہ کے غلاموں، ترکوں نے ترکستان و خراسان وغیرہ کی حکومت حاصل کی، پھر انہی کی ایک شاخ نے قسطنطنیہ فتح کر کے یورپ میں حکومت حاصل کی اور انہی کی شاخ نے ہندوستان پر صدیوں تک سلطنت کی۔

الغرض فرعون مصر، اکاسرہ ایران اور قباصرہ روم کے ممالک پر اموی، عباسی ترک و کرد اور غلامان و افغانان اور دیگر اقوام کی مسلمان حکومتیں اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی پیش گوئی صرف اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتا ہے جو عالم الغیب ہے۔

پیش گوئی

کہ اہل ایمان کی حالت دنیوی بھی اچھی ہو جائے گی

﴿الَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَكَانُوا لِآخِرَةِ حَيْرٍ وَ لِنِعْمِ ذَارُ الْمُتَّقِينَ﴾ [نمل: 30]

”جنہوں نے یہاں نیک کام کیے ہیں، ان کے لیے دنیا میں بھی خوبیاں ہیں اور آخرت کا گھر تو بالکل اچھا ہے اور متقیوں کا خوب گھر ہے۔“

یہ آیات سورہ نمل کی ہیں جو کہی ہے۔ مکہ معظمہ میں اہل ایمان دنیوی حیثیت سے جس ضیق و تنگی اور حسرت و افلاس میں بسر کیا کرتے تھے۔ اس کا حال سب کو بخوبی معلوم ہے۔ کسی کے پاس تہ بند ہے تو کرتہ نہیں، کرتہ ہے تو سر بند نہیں۔ کسی کو ایمان لانے کے جرم میں قید کیا جاتا تھا، کسی کو گرم پتھر پر لٹا کر اس کی چھاتی پر دوسرا پتھر رکھا جاتا، کسی کے منہ میں لگام ڈالی جاتی ہے اور ہنٹروں سے مار مار کر اسے گھوڑے کی طرح پھرایا جاتا، کسی کو دیکھتے ہوئے لوگوں پر تنگی پینہ لٹا دیا جاتا۔ کفار سمجھتے تھے کہ یہی حالت ان کی ہمیشہ رہے گی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام نے بتا دیا کہ یہ حالت بدلنے والی ہے اور مسلمانوں کی دنیوی حیثیت بھی شاندار ہونے والی ہے۔ فتوحات کے بعد کل دنیا نے دیکھ لیا کہ قرآن اوتی کے مسلمان کیسے ستم و ترذ اور عزت و شان پر پہنچ گئے تھے، جسے دیکھ دیکھ کر صداقت قرآنی کا اقرار اہل کفار و مشرکوں کو بھی کرنا پڑتا تھا۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کے کنبد سے پوچھا کہ تمہارے ہاں قالین بھی ہیں۔ وہ بولے کہ ہم اور

قالین۔ فرمایا تم کو ملیں گے۔ پھر ایک وقت آیا، جب ان کے گھر میں سارا فرش قالین کا تھا۔ ﴿

مہاجرین رضی اللہ عنہم کے متعلق تین پیش گوئیاں

﴿ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاعِمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ﴾ [النساء: 100]

”جو کوئی شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، اسے ملک میں جائے پناہ بھی بہت ملے گی اور کشاکش بھی حاصل ہوگی۔“

﴿ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقَاتَلُوا لَا يَكْفُرَنَ عَنْهُمْ سَبَابُهُمْ وَلَا ذَخِيلَتُهُمْ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنُ الثَّوَابِ ﴾ [آل عمران: 195]

”پھر جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور انھوں نے جنگ کی اور مارے گئے، ہم ان کی برائیوں کو بدل دیں گے اور انھیں ان کے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔“

یہ اجر ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تو بہتر ثواب دینے والا ہے۔“

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُسْتَبْرَهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نِعِيمٌ مُقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴾ [البقرہ: 20-22]

”جو لوگ ایمان لائے، جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں

بڑے درجے والے ہیں اور یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہیں، پروردگار ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت سناتا ہے۔“

ان کے لیے جنت ہے اور وہاں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے۔“

یہ سہ آیات بالا خاصہ مہاجرین پاک کے متعلق ہیں۔

پہلی آیت کا وعدہ دنیا کے متعلق ہے اور دوسری، تیسری آیت کا وعدہ دنیا و عقبیٰ ہردو کے متعلق ہے۔

مہاجرین گھریا، خویش و تبار، املاک و اموال کو چھوڑ کر صرف اللہ اور رسول کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے تھے۔ اللہ تعالیٰ

نے پہلی آیت کے مطابق ان کو بڑی بڑی جائیداد کا مالک بنایا، لاکھوں، کروڑوں کی تجارت ان کے قبضہ میں آئی۔

جنگات اور نعیم و نعیم کی قسط اول دنیا ہی میں پوری کی گئی۔ غور کرو کہ عراق و شام، ایران و مصر و خراسان و سوڈان کے فاتح سب کے

سب مہاجرین ہیں۔ خالد بن ولید سیف اللہ اور ابو عبیدہ بن الجراح امین الامت، سعد بن وقاص اور عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہم

وہ بڑے بڑے جرنیل ہیں، جنھوں نے ان ممالک میں نور اسلام پہنچایا اور وہاں کے نعیم و نعیم کو اہل ایمان کے لیے عام کر دیا تھا۔

پیش گوئی

کہ تنگ دستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے

﴿ وَإِنْ حِفْظُهُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴾ [البقرہ: 28]

”اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ عہد مستقبل میں تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔“

سَوْفَ: مضارع پر جب آتا ہے تو مضارع کو معنی حال سے نکال کر مستقبل بعید کے معنی میں منتقل کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ پیش گوئی

انقرض عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری ہوئی۔ صحابہ کی دولت مندی اور غنا کا یہ حال تھا کہ ان کو اپنی دولت کا خود بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ ہوتا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قرشی الزہری کا جب انتقال ہوا تو ایک ہزار (1000) اونٹ، تین ہزار (3000) بکریاں اور ایک سو (100) گھوڑے ان کے ہاں موجود تھے۔ نقد و اسباب اس کے علاوہ تھا۔ ان کی ایک عورت کو 3/8 کے حساب سے تراہی ہزار (83000) روپیہ نقد دیا گیا تھا۔^[1]

ابو محمد طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لنگر میں ایک ہزار (1000) درقی کا روزانہ مصارف تھا۔ درقی ایک سکہ ہے جو ہم وزن دینار ہے۔^[2] زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار (1000) غلام تھے جو کما کر لایا کرتے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کی کمائی کو خیرات کر دیا کرتے اور ایک حد بھی اپنے پاس نہ رہنے دیتے۔^[3]

پیش گوئی

کہ عرب کے تمام بت ناپید ہو جائیں گے اور بت پرستی معدوم ہو جائے گی

﴿يَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَبُحِقُّ الْحَقُّ بِكَلِمَاتِهِ﴾ [الشوری: 24]

”اللہ اپنے کلام سے باطل کو مٹا دے گا اور حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا۔“
باطل سے بت مراد ہیں۔ یہ معنی خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو صحن کعبہ میں بت استادہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں چھڑی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھڑی کے ساتھ بت کی طرف اشارہ کرتے تھے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے تھے۔

﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [بنی اسرائیل: 81]

”کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نکل گیا اور باطل نکلنے ہی کی چیز ہے۔“^[4]

اس پیش گوئی کا چودہویں صدی تک یہ اثر ہے کہ سارا ملک عرب بتوں کے وجود سے خالی اور بت پرستی سے کلیہ پاک ہے۔ آیت میں لفظ بِكَلِمَاتِهِ مکرر غور طلب کہ باطل کو جو کرنے اور حق کو ثابت کرنے کا کام کلمات الہیہ کا ہے۔ کلام اللہ کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔

چین، ہند، آسام وغیرہ بت پرست ممالک ہیں۔ ہزار ہا بندگان الہی کا بت پرستی سے اہل عرب کی طرح بیزار ہو جانا، اسی اصول پر تھا کہ جہاں قرآن مجید کی اشاعت ہوئی وہاں وہاں بت پرستی معدوم ہو گئی۔ عیسائیوں میں مذہب پرائسٹنٹ (Protestant) ^[5] کا ظہور و قیام بھی قرآن مجید ہی کی تاثیر کا نتیجہ ہے۔

پرائسٹنٹ والے اب تصویر پرستی نہیں کرتے، نہ اپنے گرجاؤں میں مسیح اور مریم اور یوحنا علیہم السلام کی تمثالیں کو رکھتے ہیں اور نہ ان کے سامنے کوڑنش و رکوع کرتے ہیں۔

[1] کتاب السنن، لؤی، الاثناء: 427/1، اسد الغابہ: 478/3، 480، الاستیعاب: 847/2، [2] اسد الغابہ: 87/3

[3] اسد الغابہ: 309/2، الاستیعاب: 563/1، [4] بتاری: 4287

[5] ایک معروف سبکی فرقہ ہے۔

پیش گوئی

کہ مظلوم مہاجرین کو دنیا میں اچھے ٹھکانے اور آخر میں اجر کبیر ملے گا ﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَكْبَرَ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾
 ”جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کے لیے ظلم اٹھانے کے بعد، ہم ان کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش! دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔“ [انحل: 41]

کون کون مقدس لوگ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ صدق کے موافق مورد الطاف ربانی ہوئے۔؟ یہ دیکھنے کے لیے مہاجرین کے اسمائے مبارکہ پر نظر ڈالو۔ ان کی حالت پڑھو، ان کی دنیوی کامیابی سے ان کے اخروی اجر کبیر کا اندازہ لگاؤ۔ ایک مختصر آیت نے کس طرح سینکڑوں بزرگوں کے انجام کا اعلام فرما دیا ہے۔ یہی ایک آیت قرآن مجید کے کلام ربانی ہونے اور مہاجرین کی دنیا و دین میں کامیابی پر دلیل روشن ہے۔

دنیوی و اخروی سعادات کا بیان حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں بھی ہے:

﴿قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَصُرَ بِهَا أَنَّهَا لَأَبْضَعُ الْحَرَمَ الْمُحْسِنِينَ﴾
 ”کہا: ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا۔ ہاں جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ احسان (نیکی) کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔“ [ہسف: 90]

آیت بالا سے ظاہر ہے کہ مہاجرین کے لیے اللہ تعالیٰ نے سعادت دارین کو اسی طرح جمع فرما دیا جس طرح یوسف صدیق علیہ السلام کے لیے جمع فرمایا تھا۔

پیش گوئی

کہ اصحاب رسول ﷺ اور تبعین رسول ﷺ کی ترقی آہستہ آہستہ اور تدریجی ہوگی پھر کمال پر پہنچے گی۔ ﴿كَذُرُوعٍ أُخْرِجَ شَطَاةٌ فَازْرَأَةٌ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ [التح: 29]
 ”ان کی مثال کھیتی کی سی ہے، جس نے سوئی نکالی، پھر سوئی کو مضبوط کیا، پھر اسے موٹا بنایا، پھر وہ اپنی نال پر کھڑی ہو گئی۔ وہ کسان کو خوش کرتی ہے اور کفار انھیں دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آ رہے ہیں۔“

آیت بالا میں چھ (6) واقعات اور منازل و مدارج کا ذکر ہے۔

① کھیتی کی سوئی کا زمین سے سر نکالنا۔

② سوئی کا مضبوط ہونا۔

③ سوئی کا موٹا ہونا۔

اپنی نالی پر کھڑے ہو جانا۔

یہ ہر دو مراتب مدینہ منورہ میں جا کر پورے ہوئے۔

ہر چہار (4) مدارج ترقی کے بعد دوسری تہذیب کا ذکر فرمایا۔

کسان کا اس کھیتی کود کھیتی کو خوش ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا رضوان ہے، جس کا اعلان آیت مجمل میں ہے۔

کفار کا انہیں دیکھ کر حسد اور غصہ سے جل مرنا۔ یہ ان سب اشخاص اور اقوام کے متعلق ہے جو مہاجرین کا اعلیٰ منصب پر فائز

ہونا نہیں دیکھ سکتے۔

یہ آیت دراصل چھ (6) پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

ہاں اس پیش گوئی کو اس پیش گوئی کے ساتھ بھی ملا کر دیکھو، جس میں اسلام کو شجرہ طییبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے

پیش گوئی

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے عکاظ منڈی سے خدمت الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے لیے خرید کیا تھا۔ جب طاہرہ خدمت رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد ہوا، تب زید رضی اللہ عنہ کو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے مامور کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت پہنایا گیا تو زید رضی اللہ عنہ بھی اسی پہلے دن ایمان لائے، جس دن خدمت الکبریٰ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ لہذا یہ اولین سابقین میں سے ہیں۔ ﴿اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا:

﴿ اِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ [الحزاب: 37]

”جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا۔“

آیت بالا سے ظاہر ہوا کہ وہ انعام یافتہ الہی ہیں۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ انعام یافتہ الہی کون کون لوگ ہوتے ہیں:

﴿ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ﴾ [تسار: 69]

”اللہ ورسول کی اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء صدیق اور شہداء

وصالحین ہیں۔“

نتیجہ یہ ہوا کہ جو شہید ہے وہ انعام یافتہ الہی ہے اور جو انعام یافتہ الہی ہے وہ اگر نبی یا صدیق نہیں، تو ضروری ہے کہ وہ شہید ہو یا

صالح ہو۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے آیت بالا ان کی شہادت کی خبر دینے والی تھی۔ چنانچہ 8ھ میں غزوہ موتہ کی سپہ سالاری کرتے ہوئے

شہید ہوئے اور پیش گوئی پوری ہوئی۔

پیش گوئی

غیر اقوام کا مسلمان ہونا اور اسلام کی خدمت میں شاندار کام کرنا

﴿ وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ غَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا تُمْ لَّا يَكُونُوا أَمْثَالِكُمْ ﴾ [محمد: 38]

اگر تم منہ پھیرو گے تب اللہ تمہارے سوا دوسری قوم کو بدل دے گا اور وہ منہ پھیرنے والی قوم نہ ہوگی۔“
آیت کا خطاب (جیسا کہ قرآن مجید ہی کی عبارت سے واضح ہے، ان لوگوں کی طرف ہے جو جہاد سے منہ موڑنے والے تھے، اب دیکھو کہ سوڈان، بربر، افریقہ، اندلس، خراسان، سندھ، ہندوستان میں جہاد کرنے والی قومیں وہ ہیں جن کا ان منافقین کے ساتھ کوئی حسی رشتہ نہیں۔

کرد ترک، مغول، غلطی، ہوری، غوری اقوام نے اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے جو خدمات انجام دیں وہ سب اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں۔

اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی

خلافت راشدہ کے متعلق، جس میں خلافت راشدہ کے متعلق علامات بھی واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں اور یہ ایک پیش گوئی دراصل چھ پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے۔

آیت کریمہ جو چھ پیشین گوئیوں اور ایک وعید پر مشتمل ہے، یہ ہے:

﴿ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴾ [النور: 55]

”وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے اور ایمان والوں کے ساتھ جنہوں نے عمل بھی اچھے کیے۔“

﴿ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ﴾ [النور: 55]

”کہ اللہ ان کو ضرور الارض کا خلیفہ بنائے گا“

﴿ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [النور: 55]

”جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا“

﴿ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ ﴾ [النور: 55]

”اور ان کے دین کو ان کے لیے مکتب، قوت بخشنے گا وہ دین جس کو ان کے لیے اللہ نے پسند کیا ہے“

﴿ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ﴾ [النور: 55]

”اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔“

﴿ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ﴾ [النور: 55]

”وہ میری ہی عبادت کریں گے ذرا بھی شرک نہ کریں گے۔“

﴿ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ [النور: 55]

”اور جو کوئی اس حالت کے بعد بھی کفر کرے گا وہی فاسق ہوگا“

یہ وعدہ ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو تعلیم نبوت کے ترجمان اور عمل صالح کی صفت سے متصف تھے۔ وعدہ میں مندرجہ

ذیل چھ پیشین گوئیاں شامل ہیں:

اول: الارض کی خلافت

□ خلاف کے لفظ پر غور کرو، اللہ تعالیٰ نے قیام خلافت کے اعزاز کو ہمیشہ اپنے ہی اقتدار و اختیار و انتخاب میں رکھا ہے۔ خلافت آدم علیہ السلام کا ذکر تھا، تب بھی یہی فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا جَاعِلُ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ [البقرة: 30] ”زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔“

سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہوا تب بھی یہی فرمایا:

﴿يٰٓاِذَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ﴾ [ص: 26]

”اے داؤد! ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنایا۔“

اب مومنین صالحین امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ ہوا تو بھی یہی فرمایا: لَيْسَتْ خَلِيْفَتُهُمْ يَعْنِي اللّٰهُ اِنْ كُوْخَلِيْفَهٗ بِنَايَ كَا۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہو گیا کہ خلفائے راشدین کا نام قرآن مجید میں رکھا گیا ہے۔

دوم: یہ کہ ان کا تقرر و انتخاب منجانب اللہ تھا

□ آیت کا نزول 5 ہجری نبوت میں ہوا ہے کیوں کہ اسی سورہ نور میں واقعہ فک بھی درج ہے جو با اتفاق علمائے سیر 5 ہجری کا واقعہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو 5 ہجری سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے، اس لیے اَمْسُوْا اور عَمِلُوْا ماضی کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں اس وعدہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کا اسلام یا ولادت نزول آیت ہذا کے بعد ہوئی اور وہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الہی سے ہوتا ہے، کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا۔

□ الارض کے معنی عام بھی ہیں اور خاص بھی۔ جب اس کے معنی وعدہ کی زمین ہیں، تب تو اس سے وہی معنی لیے جائیں گے اور جب اسکے معنی مطلق لیے جائیں، تب معنی میں بھی عمومیت ہوگی۔ قرآن مجید میں اس کا اطلاق ہر طرح سے آیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ [البقرة: 255] الارض سے مراد تمام کرہ زمین ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کا یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمانا ﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا يُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ﴾ [يوسف: 21]

میں الارض سے مراد ملک مصر ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے: ﴿يٰٓاَقْرَبُ اَدْخُلُوْا فِي الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ [المائدہ: 21]

”اے قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو تمہارے لیے لکھی گئی ہے۔“

اس میں الارض سے مراد وعدہ کی وہ زمین ہوگی جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرار دے دیا ہے

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ [الانبیاء: 105]

”بلاشبہ ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کو ہی زمین کا وارث بنائے گا۔“

اب قرآن کی پیش گوئی میں ہی الارض کی تعیین میں وعدہ کی زمین بھی مراد ہے اور بتایا گیا ہے۔ فلسطین کی وہ زمین موعودہ جو

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو دی تھی جو ہزاروں سال سے اس خانوادہ عالی شان کی ایک شاخ بنو اسرائیل میں چلی آتی تھی۔ اس کا قبضہ اب خلفائے امت محمدیہ ﷺ کو دلا یا جائے گا۔ ان معنی کے لحاظ سے بھی آیت میں صریح پیش گوئی موجود ہے۔ کیوں کہ نزول قرآن بلکہ حیات نبوی ﷺ تک کوئی ایسے آثار و قرائن نمودار نہ تھے کہ مسلمان عرب سے آگے بڑھ کر ارض مقدسہ کے بھی مالک ہو جائیں گے۔

دشمن (خصوصاً سلطنت روم و جوارض مقدسہ کی قابض تھی) یہ تیاریاں کیے ہوئے تھا کہ سرور کائنات ﷺ کے وصال کے بعد فوراً یکبارگی عرب پر حملہ کر دیا جائے۔

مصر اور حبش کے باج گزار بادشاہ بھی اپنے اپنے ممالک سے حملہ آور ہوں اور خود قیصر بھی شام کی طرف سے آگے بڑھے اور اس تدبیر سے تمام عرب پر وقت واحد میں ہی تسلط تام بھی کر لیا جائے اور اس نوخیز مذہب جس نے عیسائیت پر عرب میں غلبہ حاصل کر لیا تھا اور جس نے اپنے عملی دلائل سے تثلیث کی بنیادوں کو سارے عالم کی نگاہ میں متزلزل کر دیا تھا، کا کام یک نخت ختم و تمام کر دیا جائے۔ دشمنوں کی ان تیاریوں پر قرآن پاک فرما رہا ہے کہ زمین موعودہ برگزیدہ مومنوں کو ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ ﴿كَمَا اسْتَخَلَفْتُمْ﴾ کی تشبیہ کامل طور پر پوری ہو گئی۔

”الارض“ سے مراد عام ممالک بھی اس پیشین گوئی کے مفہوم میں داخل ہیں اور اسی لیے عراق، فلسطین، شام اور ایشیائے کوچک، مصر و ایران، بحرین و خراسان، مراکو، ٹیونس، سوڈان وغیرہ الفرض وہ سب ممالک جو حملہ کرنے والے دشمنوں کی سلطنتوں میں داخل تھے۔ سب کے سب خلفاء کے قبضہ میں آ گئے۔

﴿آیت استخلاف میں صرف فتوحات کئی ہی کا ذکر ہوتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا، جس خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے وہ صرف برکات دنیوی پر مشتمل تھی۔ مگر غور سے پڑھو کہ آیت تو ممکنت دین، عزت اسلام، شوکت مذہب کا بھی وعدہ کرتی تھی۔

مکن ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ دیتا کہ ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ [الکافرون: 6] ”تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔“ میں مذہب غیر از اسلام کو بھی لفظ دین سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ ﴿الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ [انور: 55] کے پاک الفاظ بھی نازل کر دیے گئے۔ اگر ہم قرآن مجید ہی سے ارتضیٰ لہم کا مشارا لہ معلوم کرنا چاہیں تو آیت تکمیل میں یہ الفاظ ملیں گے ﴿رَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [آل عمران: 19]

اور پھر اسلام کے متعلق ایک اور آیت ملے گی۔ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران: 19] ”بے شک پسندیدہ دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔“

یہ سب آیات اس امر کو استحکام کے ساتھ واضح کر دیتی ہیں کہ خلفاء کا دین ہی اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ دین ہے۔

﴿وَلِكَيْلَسْتَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ [انور: 55]

”اللہ تعالیٰ ان کو ضرور بعد از خوف امن دے گا۔“

اس آیت میں امن بسبب اور آسائش تام اور رفاہیت کامل کا اظہار ہے جو خلافت خلفائے راشدین میں حاصل ہوا تھا۔ سرور عالم ﷺ کی اس پیشین گوئی کا ظہور بھی جو حضور ﷺ نے سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی کہ وہ اپنی عمر میں دیکھ

لے گا کہ ایک عورت صنعا سے تنہا چل کر حج کرے گی اور راد میں اسے خوف الہی کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اس کا ظہور بھی زمانہ خلافت ہی میں ہوا تھا۔

پس یہ الفاظ پاک اندرونی نظم و نسق پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ الفاظ ماسبق کشور کشائی و گیتی ستائی کے مظہر ہیں۔ دنیا کے کسی فاتح کے زمانہ میں ان دو اوصاف کا جمع ہونا بہت دشوار ہوا ہے۔ سکندر مقدونیہ سے لے کر ایران کو تباہ کرنا، مصر کو خاک میں ملانا، بابل کا خاتمہ کرنا ہوا کا دور یا پرے سے گزرتا ہوا ایشیائے کوچک تک جا پہنچتا ہے۔

تیور کو دیکھو کہ تاتار سے امنڈتا، ترکستان پر قبضہ جمانا، تخت کا بل پر جلوہ آرا ہو کر ہندوستان میں نقارہ شاہی بجاتا، بغداد کو زیر و زبر کر کے سلطان یلدرم کو انگورہ میں اسیر کرتا۔ پھر روس کو مسخر کرتا ہوا تاتار میں جا پہنچتا ہے۔ چین اسی کے عزم سے لرزہ براندام ہے اور منگولیا و کوریا کی سلطنتیں اس کے سامنے خراج پیش کر رہی ہیں۔

لیکن ان دونوں کے ملکی نظم و نسق کو دیکھو تو بالکل بیچ بصر کے برابر۔

قرآن پاک کی پیش گوئی بتلا رہی ہے کہ خلافت ان ہر دو اوصاف عالیہ کی جامع ہوگی اور وہ حکومت کا ایک ایسا نمونہ دنیا میں چھوڑے گی جس کی تقلید کرنے سے آج تک فرانس و امریکہ کی جمہوریت بھی در ماندہ عاجز ہے۔

﴿تَعْبُدُونَنِي﴾ کے لفظ نے خلفاء کے خلوص طلب اور صدق ارادت اور استقامت علم و عمل پر مہر لگا دی۔ مالک کی جانب سے کسی بندہ کی قبولیت کا اظہار وہ انتہائی عزت و فخر ہے جو قرآن مجید میں انبیائے کرام ہی کے لیے خاص تھا۔ یہاں اس شرف میں خلفائے راشدین کو بھی شامل کر دیا گیا۔

﴿لَا يُشْرِكُونَ﴾ بھی فرمانے سے وصف کی تکمیل ہوگئی۔ اوصاف عالیہ کی تقسیم اثبات و سلب پر کی جاتی ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ وصف مثبت ہے ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ﴾ [الاخلاص 1-4] صفت سلبی ہے۔ یہاں بھی نفی شرک نے توحید کا کمال، اعتقاد کا رسوخ، ایمان کی سلامتی، دوام عمل کو بخوبی واضح کر دیا۔

﴿شَيْئًا﴾ فرمادینے سے شرک جلی کے ساتھ شرک خفی کی بھی نفی ہوگئی۔ ریا و سمعہ کا شائبہ بھی جاتا رہا اور نور صدق و صفا کا کامل ظہور ہو گیا۔

ان علامات کے بعد یہ بھی بتلا دیا کہ خلفاء کی برکتوں کا انکار یا اس پیشین گوئی کا اشتباہ بہت برے انجام تک پہنچا دیتا ہے اور بارگاہ الہی سے اسے لعنتی کا خطاب مل جاتا ہے۔

قارئین غور کریں کہ جس خلافت کی خبر دی گئی اور جس کی فتح مندی، نصرت و امن اور دینداری و صداقت گسٹری کی بابت پیشین گوئی فرمائی گئی۔ خلافت راشدہ ٹھیک اسی طرح ہر ایک بات پر پوری اتری جس کی شہادت نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ، بلکہ اعداء کی تحریروں اور مالک غیر کی تواریخ سے بخوبی حاصل ہوتی ہے۔

ہم کو آیت پر مکرر غور کرنا ہے۔ کیا اس سے موجودہ خلافت کے خلفاء کی تعداد بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں۔ لَيْسَتْ خَلِيفَتِهِمْ ۚ وَارْتَضَىٰ لَهُمْ ۚ وغیرہ الفاظ میں سب جگہ جمع کے صیغے اور جمع کی ضمائر استعمال کیے گئے ہیں اور زبان عرب میں جمع کے لیے کم از کم تین کا ہونا ضروری ہے۔ تین سے زائد تعداد تو اس میں آ سکتی ہے مگر تین سے کم تعداد کے لیے حثنیہ کا صیغہ استعمال ہوگا، جمع کا

نہیں۔ لہذا مسلمانوں کا یہ مذہب کہ خلافت راشدہ کے والی ابو بکر، عمر، عثمان، وعلی رضی اللہ عنہم چار مقدس ہستیاں ہیں یا پھر شمولیت امام حسن رضی اللہ عنہ پانچ ہیں۔ بالکل صحیح ثابت ہے۔ بلاغت قرآنی کو دیکھو کہ ان چاروں یا ان پانچوں پر نزول آیت کے وقت ﴿آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [النور: 55] کی علامت کامل طور پر منطبق شدہ ہے۔

ہماری تمام تر بحث کا مقصد قرآن مجید کی ان پیشین گوئیوں کا ذکر کرنا تھا جو خلافت راشدہ کے متعلق ہیں۔ خلافت کا آغاز بعد از ارتحال نبوی ﷺ ہوا جب کہ نزول وحی کا باب مسدود ہو چکا تھا۔ اب انہی علامات و امارات و بشارات کے مطابق خلافت کا قیام و استحکام اس مالک الانام کا کام ہے جس نے خود اپنا کلام رسول پاک ﷺ پر اتارا۔ اور جس نے خود اپنے رسول ﷺ کی امت میں سے خلافت کے لیے چند نفوس مزکی کا انتخاب فرمایا جن کا ہر ایک قول و فعل کتاب اللہ کا مصداق اور کتاب اللہ ان کی مصدق تھی۔

ساتویں پیشین گوئی کہ قرآن کریم کے مخاطبین اولیٰ میں ایک فتنہ عام برپا ہوگا

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ [الانفال: 25]

”بچو اس فتنہ سے جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا۔“

اس آیت میں ایسے فتنہ عام کی خبر دی گئی کہ ظالم و غیر ظالم سب ہی اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ بے شک قومیت کے فقدان اور نظم ملی کے احتمال کی آیات میں سے ایک یہ بھی آیت ہے کہ اس مصیبت کا اثر سب پر پڑتا ہے۔

شہادت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، واقعہ جمل، واقعہ صفین، شہادت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، واقعہ بکد کر بلا ایسے واقعات ہیں جو اس پیش گوئی کی صحت میں وجود پذیر ہو چکے۔ واقعات بالا میں بڑی تعداد مخاطبین اول قرآن مجید کی تھی اور اس لیے ضمیر منکم میں کاف خطاب سے استعمال میں لایا گیا اس فتنہ کے وقوع کا امکان اسی خلافت راشدہ کے بعد جو برکات دنیوی اور انوار دینی کی جامع تھی عام وہم و گمان سے بالاتر تھا، لیکن رب العالمین کا علم صحیح آنے والے واقعات پر حاوی ہے اور اس کا کلام ایسے واقعات کا ذخیرہ ہے۔ لہذا ایسے الفاظ میں خبر دی گئی کہ ظالم و غیر ظالم سب پر اس فتنہ کا استعمال ہوگا۔ یہ نہیں بتلایا کہ لوگ اس فتنہ میں حصہ لیں، بلکہ فرمایا کہ احتراز و اجتناب اور تقویٰ اختیار کریں۔ صحیح بخاری کی حدیث عن ابی ہریرہ میں بھی اس فتنہ کی اطلاع دی گئی ہے۔

سَتَكُونُ الْفِتْنَةُ الْقَاعِدَةُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَاضِي وَالْمَاضِي خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي ﴿١﴾

”ایسے ایسے فتنے ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑے سے اور کھڑا اچلنے والے سے اور چلنے والا ساعی سے بہتر ہوگا۔“

ہمارا مقصود ان دل شکن روح فرسا واقعات کی تفصیل لکھنا نہیں، بلکہ قرآن پاک کی پیش گوئی کا اندراج کرنا ہے کیوں کہ کلام الہی میں ان واقعات پر اشارہ موجود تھا اور یہی امر ہے جو اس کے کلام الہی ہونے پر دال ہے۔

مستہزئین (مذاق اڑانے والے) مکہ کے خلاف پیش گوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَأَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾

”جو حکم تجھے دیا گیا ہے وہ صاف صاف بیان کرتا رہ، ان مشرکین سے رخ بدل لے۔ استہزا کرنے والوں سے ہم تجھے

کفایت کریں گے۔“ [الحجر: 94-95]

ہم نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد اول میں جماعت مستہزئین کا ذکر کیا ہے۔ اس کمیٹی کے مقاصد یہ تھے کہ نبی ﷺ کی ہنسی اڑائیں۔ نقلیں اتاریں، آوازے کسیں، حضور ﷺ کے وعظ میں شور و شغب سے کھنڈت ڈالیں، منہ چرائیں، بے حرمتی کریں۔ اس ناپاک کمیٹی کے گندے افعال پر غور کرو۔ کیا ان موانع کی موجودگی میں کوئی شخص تبلیغ و اشاعت کا مہتمم بالشان کام سرانجام دے سکتا ہے؟

لیکن آیت بالا میں نبی ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنا کام جاری رکھیں، وعظ و نصیح اور بلاغ و انذار کا سلسلہ ٹوٹنے نہ دیں۔ رہا مستہزئین کا رویہ اور طریق، اس کی بابت پیش گوئی کی جاتی ہے کہ ہم ان کو خود سمجھ لیں گے۔ اس پیش گوئی کے تحت میں مستہزئین کے نام اور ہر ایک کا انجام پیش کر دیا جاتا ہے:

1	امیہ بن خلف	سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم و ستم توڑنے والا یہی شخص تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں نے اس راہ الکلفر کو خاک و خون میں سلایا اور درالہوار کو پانچ پایا
2	عاص بن وائل	گدھے پر سوار تھا۔ ایک غار کے برابر پہنچا، گدھے نے ٹھوکر کھائی اور سر کے بل گڑھے میں اوندھا جا پڑا۔ وہاں ایک سخت زہر بلا عقرب موجود تھا اس نے کاٹا، سو جن ہو گئی سر ڈس کر مرا۔
3	نضر بن حارث	مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا جو اس جماعت میں پیش پیش تھا۔
4	عتیب	جو اسود بن المطلب کا پوتا تھا۔
5	حارث بن زموہ	جو عتیب کا چچیرا بھائی تھا
6	طیعمہ بن عدی	جو سخت بد زبان تھا۔
7	اسود بن مطلب	جو نقلیں اتارا کرتا تھا۔ ایک درخت کے نیچے سویا۔ اٹھا تو سخت بے چین تھا۔ کہتا تھا کہ میری آنکھوں میں کانٹے چبھوئے جاتے ہیں۔
8	عاص بن منبہ	پہلے گدھے پر سوار تھا۔ طائف کی راہ میں کانٹا لگا۔ اسی کے زہر سے ہلاک ہوا۔
9	منبہ بن حجاج	اندھا ہوا۔ پھر ترپتا ہوا مر گیا۔
10	ابوقیس بن ناکہ	جو نبی ﷺ کی ایذا دہی کو اپنی راحت سمجھتا تھا
11	امیہ بن خلف	مشہور بد زبان تھا۔
12	ابوجہل	جو اس الا شرار تھا۔
13	عقبہ بن ابی معیط	جس نے حضور ﷺ کی گردن میں سجدہ کرتے وقت پسند اڑا۔

14	حارث بن قیس سہمی	پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا تھا جو اس کے منہ سے نکلا کرتا، اسی ذلت سے ہلاک ہوا۔
15	ولید بن مغیرہ	ایک خزاعی سوار کا نیزہ اٹھل میں لگا۔ رگ جان کٹ گئی۔
16	ابوہب	عسکر و طاعون میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوا۔ دوستوں، عزیزوں نے بھی لاش کو ہاتھ نہ لگایا۔ کونٹھے پر چڑھ کر اس کے اقارب نے لاش پر اتنے پتھر پھینکے کہ لاش ان میں چھپ گیا اور یہی ڈھیر اس کی قبر بنا۔
17	اسود بن یغوث	بادِ مسموم سے چہرہ چھلسا گیا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے اسے شناخت نہ کیا۔ گھر سے باہر تڑپ تڑپ کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ زبان پیاس کے مارے دانتوں سے باہر نکلی ہوئی تھی۔
18	زبیر بن ابی امیہ	وہا کا قلمہ ہوا۔
19	مالک بن اطلالہ	لبو، راوہ کی قے آئی اور فوراً مر گیا۔
20	رکاز بن عبد یزید	بے کسی و نامرادی میں جان دے دی۔

غور کرو کہ پیش گوئی کتنے اشخاص کی ہلاکت پر مشتمل تھی اور پھر ہر ایک کا انجام کیسے عبرت بخش حالات کے ساتھ پورا ہوا واضح ہو کہ ذاتِ ہمایوں نبی ﷺ کے متعلق یہ خبر آیتوں و مضمونِ حسانہیں انبی ﷺ میں درج کیا گیا ہے۔

قریش کے دشمن سردارانِ دوست بن جانے کی پیش گوئی

﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً﴾ [الممتحنة: 7]

”عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان دوستی قائم کر دے گا۔“

اس کے تحت میں بھی چند مثالوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عملی کا استعمال امر محبوب کی ترغیب میں ہوتا ہے۔

① عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ نبی ﷺ کا چھو پھیرا بھائی تھا مگر اسلام کا اتنا سخت مخالف کہ حضور ﷺ سے اس نے علانیہ کہہ دیا تھا کہ اے محمد ﷺ اگر تو زینہ لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جائے اور میری آنکھوں کے سامنے سے اترے، تیرے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں اور وہ تیری نبوت و صداقت کی شہادت بھی دیں تب بھی میں ایمان نہ لاؤں گا۔ ①

یہی عبد اللہ بن مغیرہ نے ضرورہ کو دیکھا جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھنے اترنے اور فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر تھا۔ ②

③ ثمامہ بن اجال نجد کا فرماں روا تھا۔ نبی کریم ﷺ کا شہر، حضور ﷺ کا لایا ہوا دین، حضور ﷺ کا وجود باوجود اس کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ نفرت تھے۔ وہ مدینہ میں صرف تین دن محبوس رہا۔ جس روز آزاد ہوا، اسی روز بصدول و جان حضور ﷺ کا فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ قید کیا ہوا کہ محبت کا صید بن گیا۔ ③

④ عمرو بن العاص اسلام کی مخالفت میں اتنا چالاک تھا کہ قریش نے دربارِ نجاشی میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تا کہ مہاجرین پناہ گزینِ حبش کو

اکسٹراڈیشن (Extradition) ملزموں کی طرح حاصل کر کے واپس لائے۔ وہی چند سال کے بعد گردن جھکائے، حیات سے آنکھوں کو قدموں پر ہمائے حاضر ہوتا ہے اور بعد ازاں مبلغ اسلام بن کر جاتا ہے اور ملک عمان کے داخل اسلام ہو جانے کی بشارت لے کر حضور نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے۔ ملک مصر کا فاتح اول بنتا ہے۔^[1]

[4] ابوسفیان صحرا بن حرب نے احد غزوہ سو قی، احزاب وغیرہ میں مسلمانوں پر حملے کیے۔ بھاری فوجیں لایا۔ مکروہی اسلام میں داخل ہو کر فتنہ و ارتداد میں ثابت قدم رہ کر فتوحات شام وغیرہ میں نہایت کارگر ثابت ہوا۔^[2]

[5] ابوسفیان بن حارث نبی ﷺ کا چچیرا بھائی، شاعر، زبان آور شروع شروع میں اسلام اور مسلمین کی بھج میں شعر کہا کرتا۔ پھر یہ ہدایت ربانی حاضر ہونا اور ابوسفیان سید قتیان اہل الجیزہ کے خطاب سے مشرف ہوتا ہے۔^[3]

[6] سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ میں بھی کفار کی طرف سے کسٹرز معاہدہ تھا۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو ان ہی کے خطبہ نے بعد از وفات نبوی ﷺ اہل مکہ کو استقامت و استقلال بخشا اور بالآخر شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔^[4]

[7] عکرمہ بن ابوجہل شروع میں اسلام کی مخالفت اور کفر کی محافظت میں باپ سے بھی آگے آگے تھا، لیکن جب سے نبی ﷺ کے حضور میں آنے کا موقع ملا کہ جان نثار اور عاشق زار بن گئے۔ فتوحات میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے یہی دست و بازو ہوتے اور دہزار کفار پر اکیلے بھاری سمجھے جاتے۔^[5]

[8] حکیم بن حزام قرشی اسدی ساٹھ (60) سال کفر میں پورے کیے، بدر میں مسلمانوں کے خلاف بہت بڑا حصہ لیا۔ پھر اسلام لائے اور ساٹھ (60) سال اسلام کی خدمت میں پورے کیے۔ ایک حج کے موقع پر ایک سو (100) اونٹ اور ایک ہزار (1000) بکرے قربانی کیے اور ایک سو (100) غلام آزاد کیے۔^[6]

[9] عبدیاسیل ثقفی جب نبی ﷺ کوہ طائف پر تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لے گئے تو اس نے لڑکوں، غلاموں، اوباشوں کو حضور ﷺ پر پتھر، کچھڑ، بھینٹے کے لیے مقرر کیا تھا۔ لیکن چند سال کے بعد یہ خود معین سرداران قریش مدینہ میں حاضر ہونا، ایمان لانا اور اپنی قوم میں مبلغ بن کر جاتا ہے اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو جاتا ہے۔^[7]

[10] بریدہ بن الحبب اسلمی کفار قریش کے انعام صد (100) شتر کی خبر پاتا اور ستر (70) سوار ساتھ لے کر نبی ﷺ کو زندہ پکڑ لانے یا ہلاک کرنے کا عزم کر کے گھر سے روانہ ہو جاتا ہے مگر جب آپ کی آنکھ حضور ﷺ کے چہرہ پر نور پر پڑتی ہے اور کان میں آواز دلنواز آتی ہے تو اپنی چلائی کو اپنے نیزہ پر باندھ کر حضور ﷺ کا نشان بردار بن جاتا ہے اور غلامانہ ہمرکاب ہو کر آگے آگے چلتا ہے۔^[8]

ایسی مثالیں سینکڑوں کی تعداد میں پیش کی جاسکتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت بالا اپنی پیش گوئی میں کتنی وسیع اور کس قدر سچی ہے۔ سینکڑوں کے جذبات قلب اور ان کے انجام کی اطلاع دینا رب العزت ہی کے کلام کا کام ہے۔

[1] تاریخ انصاری: 303/6، تاریخ الاسلام للذہبی: 235/3، اسد الغابہ: 232/4، [2] مسلم: 4622، 4624، ابن حبان: 4760، ابوداؤد: 3022، مسند احمد: 538/2، دلائل النبوة للشیخ: 56/5، اسد الغابہ: 144/6، [3] سیر اعلام النبلاء: 88/3، اسد الغابہ: 142/6، مجمع الزوائد: 146/6، [4] اسد الغابہ: 585/2، تاریخ الاسلام: 26/2، شذرات الذهب: 30/1، [5] موطا: 46، تاریخ الطبری: 63/3، اسد الغابہ: 67/4، طبقات: 329/5، [6] تاریخ انصاری: 411/3، عمدة السانپ العرب: 121، تاریخ اسلام: 277/2، اسد الغابہ: 58/2، [7] تاریخ الطبری: 345/2، ابن ہشام: 68/2، ابوداؤد: 3026، سیر اعلام النبلاء: 145/1، دلائل النبوة لابن تیمیہ: 103/1، [8] سیر اعلام النبلاء: 168/1

پیش گوئی کہ کفار مکہ جو مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں
خود ان کو استحقاقاً داخل کعبہ ہونے کا حق نہ رہے گا

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ﴾ [البقرة: 114]

”جو لوگ اللہ کی مسجدوں میں ذکر الہی کیے جانے سے روکتے ہیں اور مسجدوں کی بے رونقی میں سعی کرتے ہیں، ان سے
بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا۔ ان کو حق نہیں کہ وہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر ڈرتے ڈرتے۔“

مشرک کو کعبہ میں داخل ہونے کی ممانعت کا اعلان سید الحاج ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 9ھ میں کیا اور آج تک یہی حکم برابر جاری
ہے۔ جو لوگ اسلامی لباس سے ملبس ہو کر وہاں جاتے بھی ہیں ان کی جان ہر وقت خوف و خطر میں رہتی ہے۔

جملہ کفار عرب کے لیے پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے اور خود رسوا ہوں گے

﴿ وَاعْلَمُوا أَنكُمْ خَيْرٌ مِّمَّنْجَبِي اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ مُحْضِي السُّلُوفِ ﴾ [النبأ: 2]

”یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہرا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرے گا۔“

یہ آیت اس وقت کی ہے جب تمام معاہدہ شکن کفار کے نام چار (4) مہینے کا الٹی میٹم دے دیا گیا تھا۔ خیال ہو سکتا تھا کہ اکیلے
مسلمان اس قدر قبائل و اقوام کے نام بیک پارٹی الٹی میٹم دے رہے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے بطور پیش گوئی دو امور
کا انکشاف فرمایا:

﴿1﴾ کفار باوجود اپنی قوت و طاقت اور افزونی تعداد وغیرہ کے بھی مسلمانوں کو شکست نہ دے سکیں گے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی
بارکوائی ہار بتایا۔ کیوں کہ کفار کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ دین الہی اور الہی بغض کی وجہ سے تھی۔

﴿2﴾ کفار کو ایسی شکستیں ہوں گی کہ وہ اس روز ذلیل ہو جائیں گے۔ آج تک وہ عرب میں بڑے بہادر، بڑے جنگجو اور انتقام گیر سمجھے جاتے
تھے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے آتے ہی ان کی شجاعت و بہادری کا پول کھل جائے گا اور وہ سارے ملک میں رسوا و ذلیل ہو جائیں گے۔

قبائل بنو اسد و بنو غسان و بنو غطفان وغیرہ کی حملہ آوریوں کا حال مع ان کے انجام کے پڑھو۔ دونوں پیش گوئیوں کا ظہور بخوبی
واضح ہو جائے گا۔

دوسری پیش گوئی

مشرکین عرب کے مرعوب کیے جانے اور مسلمانوں پر ان کے حملہ آور نہ ہونے کی پیش گوئی

﴿ مَسَلِقُنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا ﴾ [آل عمران 151]

”ہم کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیوں کہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے رہے ہیں اور شرک وہ چیز ہے جس کی

تائید میں کوئی دلیل موجود نہیں۔“

مسلمانوں کے ساتھ عہد نبوی ﷺ میں جو مختصر لڑائی جھگڑے ہوئے وہ صرف قریش یا قریش کی معاہدات و اقوام کی طرف سے تھے، جن میں دشمنوں کو ناکامی ہوئی۔ مندرجہ بالا قبائل ایک ایک، دو دو بار مقابل ہوئے اور جو قبیلہ مقابلہ میں آیا اسے پھر نبرد آزمانی کی جرأت نہ پڑی۔ حتیٰ کہ سات (7) سال کے عہد قبیل میں تمام ملک میں امن و امان ہو گیا۔

وہ قبائل جو گھوڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے بدکا دینے پر پچاس پچاس برس تک لڑائی جاری رکھتے تھے اور لڑائی کو معمولی مشغلہ سے بڑھ کر کچھ نہ سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے سامنے ایسے مرحوب ہو گئے تھے کہ کبھی ان کے خلاف نہ اٹھے۔

بلکہ جنگ آور قبائل سے عہد نامے توڑ توڑ کر مسلمانوں کی مخالفت سے دست بردار ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس پیش گوئی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا تھا، بے شک ایسے ملک میں جس کے خمیر ہی میں خون ریزی اور غارت گری تھی، یہ علیحدگی، یہ خاموشی صرف قدرت ربانی ہی کا نمونہ تھی۔

اہل مکہ کے خلاف دو (2) پیش گوئیاں

1] ان کے مصارف ان کے لیے سرمایہ حسرت بنیں گے۔

2] اور وہ سب مغلوب ہوں گے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾ [النفال: 36]

”کافراں کے لیے زر و مال صرف کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں، ہاں وہ کچھ عرصہ تک اس طرح خرچ کیا کریں گے۔ پھر یہ مصارف ان کے لیے موجب حسرت ہوں گے، پھر وہ مغلوب کیے جائیں گے۔“

کفار کے انفاق زر کا اندازہ ایک غزوہ احد کے مصارف سے ہو سکتا ہے، جس میں پچاس ہزار (50000) مشقال طلا اور ایک ہزار (1000) اونٹ چندہ میں جمع کیا گیا تھا۔

مزید برآں فوج کو ایک ایک دن کی دعوت ایک ایک سردار کی طرف سے دی جاتی تھی ان تمام کوششوں کا انجام حسرت و ناکامی اور اندوہ و حرمان ہی پر ہوا تھا کیوں کہ نہ وہ اسلام کی ترقی کو روک سکے اور نہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مرتد کر سکے، بلکہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے رسوم آبائی اور ضلالت قدیم کو تباہ شدہ اور ہلاکت زدہ دیکھ لیا تھا۔

ابولہب کے متعلق پیش گوئی

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ، وَ مَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ [المب-1-3]

”ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو گیا۔ اس کا مال اور اس کی اولاد اس کے کچھ کام نہ آئی۔ وہ مستقبل

قریب میں شعلہ والی آگ کا ایندھن بنے گا۔“

ابولہب نبی ﷺ کے دادا عبدالطلب کا بیٹا تھا۔ وہ حضور ﷺ کے سب سے پہلے کوہ صفا والے واعظ میں حاضر ہوا تھا۔ جب اس نے سنا کہ نبی ﷺ حیات بعد الموت کے اعتقاد کی تلقین کرتے اور اعمال پر آئندہ نتائج مرتب ہونے کی خبر دیتے ہیں تب اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے نبی ﷺ کی طرف اشارہ فرمیں کر کے کہا تھا: **لَكَ مَسَائِرُ الْيَوْمِ الْهَذَا دَعَوْنَا** ﴿۱﴾ تجھے دن بھر تباہی رہے، تو نے ہم کو انہی ہاتھوں کے سنانے کے لیے بلایا تھا؟ نبی ﷺ تو سراپا عفو اور ہمدنِ خلیب تھے۔ حضور ﷺ نے تو اس فقرہ کا کچھ جواب نہ دیا۔ مگر غیرت الہیہ اپنے حبیب ﷺ کے خلاف ایسے الفاظ کی برداشت کیوں کر کر سکتی تھی؟ لہذا جواب میں خود اسی کے الفاظ اس پر لوٹا دیے گئے اور اس کے حسرتناک انجام کا اعلان بھی بطور پیش گوئی فرما دیا گیا۔ پیش گوئی تین امور پر مشتمل تھی:

- ① اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف اس کی جملہ تدابیر تباہ ہوں گی۔
- ② اس کی اولاد اور اس کا مال اسے کچھ نفع نہ دے گا۔
- ③ وہ خود آگ کا ایندھن بنے گا۔

ابولہب کے چار (4) بیٹے تھے۔ دو بھات کفر باپ کے سامنے مرے، باپ کو ان سے کوئی فائدہ تو کیا پہنچتا، دونوں کا داغ، دل و جگر کو کباب بنا گیا۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی مشرف بہ اسلام ہوئے اور باپ کی امیدوں کے خلاف نکلے۔ ابولہب خود طاعون میں ہلاک ہوا۔ اہل عرب طاعون سے سخت خائف تھے۔ اس کی لاش کو گھر سے نہ اٹھایا گیا بلکہ چھت کھول کر ہی اوپر ہی سے اس قدر مٹی اور پتھر اس کے ناپاک چہرے پر پھینکے گئے کہ وہی اس کی گور بن گئی۔ یہ پیش گوئی جملہ کفار کی آنکھوں کے سامنے پندرہ (15) برس بعد از نزول آیت پوری ہوئی۔

پیش گوئی کہ ابولہب کی عورت بھی ذلیل موت سے مرے گی

﴿وَأَمْرًا أَنَّهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۖ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ﴾ [الہب: 4-5]

”اس کی عورت بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے، ہلاک ہوئی، اس کی گردن میں موج کی رسی ہوگی۔“

اس عورت کو نبی ﷺ سے عداوت شدید تھی۔ خود جنگل میں جاتی، کانٹے اکٹھے کرتی۔ رات کو نبی کریم ﷺ کی راہ میں بچھا دیتی تھی۔ تفسیر خازن میں ہے کہ اس کی موت اسی طرح واقع ہوئی جس طرح کلام الہی میں ظاہر کی گئی تھی۔ سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا۔ راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پتھر سے ٹکا کر خود سستانے لگی۔ جب پھر چلنے کا ارادہ کیا تو اسی رسی کا جس سے لکڑیاں بندھی تھیں پھندا گردن میں پڑ گیا اور لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ کی طرف جا لٹکا۔ جس کے بوجھ کی وجہ سے وہ پھندا پھانسی بن گیا اور ہلاک ہو گئی، اس بدترین موت کی اطلاع کلام الہی میں پہلے سے دے دی گئی تھی۔ ﴿۲﴾

منافقین کے متعلق پیش گوئیاں

﴿وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [البقرہ: 74]

”تمام دنیا میں ان کا کوئی بھی کام بنانے والا یا ان کو مدد دینے والا نہ ہوگا۔“

اسلام سے پیشتر عرب قبائل کو باہمی جنگوں میں سلطنت فارس یا سلطنت روما کی امداد مل جایا کرتی تھی لیکن جب منافقین کی نسبت اخراج مدینہ کی پیش گوئی فرمادی گئی تو یہ بھی بتا دیا گیا کہ اب کوئی سلطنت ان کی ذرا مدد نہ کر سکے گی۔

راہب فائق نے جنگ احد میں شکست کھا کر سلطنت روما سے مسلمانوں کے خلاف امداد حاصل کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ روما کے پادریوں سے بھی امداد حاصل کی، لیکن اسے کوئی بھی مدد مل سکی۔

جلد بن الاہم غسانی نے مرتد (باردگرد عیسائی) بن جانے کے بعد دربار ہرقل کی برسوں حاضر باشی کی مگر مسلمانوں کے خلاف سلطنت سے کوئی امداد نہ لے سکا۔

یہی حال اکثر منافقین اسلام کا ہوا اور پیش گوئی اپنے الفاظ میں صحیح ثابت ہوئی۔

پیش گوئی: منافقوں کو دگنی مار پڑے گی

﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ [التوبہ: 101]

”ہم ان کو یکے بعد دیگرے (دہرا) عذاب دیں گے اور بعد ازاں وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

یہ آیت ان منافقین کے متعلق ہے جو جہاد سے بلاوجہ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے لیے عذاب اول یہ تھا کہ ان کو جھوٹے عذرات پیش کرنے کے لیے بہت سے جھوٹ بنانے پڑے اور وہ قوم و ملک کی نگاہ میں جھوٹے اور نڈر ثابت ہوئے اور سب کی نظروں سے گر گئے۔ یہ اخلاقی عذاب سخت ہوتا ہے، کیوں کہ ضمیر انسانی ہر وقت اس کو ستا تا رہتا ہے۔ عذاب دوم اس مال و اولاد سے محرومی ہے جن کی محبت میں مبتلا ہو کر وہ تارک جہاد بنے تھے۔

دونوں عذاب انہوں نے اپنی زندگی ہی میں چکھ لیے تھے۔ عذاب الیم جو تیسرا عذاب ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے۔

پیش گوئی کہ منافقین خسران میں رہیں گے

﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [البقرہ: 19]

”یہ شیطانوں کے لشکر والے ہیں اور شیطان کا لشکر ہی خسران زدہ ہوگا۔“

سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ پیش گوئی ان منافقین کی بابت ہے جو یہود کو پسند کرتے اور ان کے معاہدہ دوست بنے ہوئے تھے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ دشمنان الہی کے ساتھ تو دود و اتحاد شیطانی کام ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ ضرور نقصان اٹھائیں گے۔ جنگ احزاب کے بعد منافقین جب نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے، تب یہ پیش گوئی ان پر صادق آئی۔

پیش گوئی ان منافقین کے متعلق جو اہل اسلام میں رل مل گئے تھے

اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ بتلایا کہ منافق کون لوگ ہیں، اور کہاں آباد ہیں:

﴿وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلٰى الْبِغَاقِ﴾ [التوبہ: 101]

”اہل مدینہ میں سے ایسے بھی ہیں جو بفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔“

اس اخبار غیب میں مصلحت یہ تھی کہ ازمنہ مستقبلہ میں کوئی شخص محض اپنی ہی رائے یا ظنون یا خیال یا تعصب سے اصحاب

کرام جن کو تہمت نہ دے سکے۔ پہلی شرط جو کسی کو منافق کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ باشندہ مدینہ ہو، کسی یمنی، تہامی، مکی، حضرمی وغیرہ ممالک کے صحابہ میں سے کسی پر بھی نفاق کا شبہ یا شائبہ یا سایہ نہیں پڑ سکتا۔ اس میں علامت کے بعد یہ فرمایا۔

پیش گوئی

﴿ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ﴾ [احکاب: 3]

”اللہ تعالیٰ صادقوں کو اور کاذبوں کو الگ الگ کر دکھائے گا۔“

اس پیش گوئی کی تفسیر پھر ایک اور آیت میں فرمائی۔

﴿ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالدِّیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالمَرْجُفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِنَّ نَمٌ لَّا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْمًا نُّقِفُوْا اُحْذَرُوْا وَ قَتِلُوْا نَقِیْلًا ﴾ [احزاب: 61]

”اگر منافق لوگ اور دل کے روگی اور جھوٹی افواہوں کے پھیلانے والے مدینہ میں باز نہ آئیں گے تو ہم رسول کو ان کے خلاف کھڑا کریں گے اور پھر وہ مدینہ میں تھوڑے عرصہ کے سوار رسول کے پاس نہ رہ سکیں گے۔ جتنا عرصہ رہیں گے،

لعنت زدہ رہیں گے پھر جہاں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح سے قتل کیے جائیں گے۔“

اس پیش گوئی میں منافقین کا انجام یہ بھی بتلایا گیا اور ان کے انجام کی مدت و ایام کا بھی تعین کیا گیا۔ یہ آیت سورہ احزاب کی ہے۔ واقعہ احزاب 5ھ میں ہوا جس میں ابی بن سلول کی پارٹی کے تین سو (300) سے زیادہ منافق زندہ تھے۔ آیت میں بتلایا کہ ان سب کا حیات پاک مصطفوی ﷺ کے اندر خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ مدینہ سے نکال دیے جائیں گے اور یہاں سے جانے کے بعد ذلت و خواری کے ساتھ قتل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قتل ازیں نبی اکرم ﷺ گرامی ترین ولد آدم چشم ظاہرین کو نظارہ عالم سے بند فرمائیں۔ حضور ﷺ نے دیکھ لیا کہ مدینہ ایسے اثرار سے بالکل پاک ہے۔ یہی راز تھا کہ 9ھ میں جب کہ حضور ﷺ نے حمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سر منبر روایت فرمایا تھا۔ مدینہ کا نام ”طیبہ“ رکھ دیا تھا۔

پیش گوئی کی دوسری آیت مندرجہ ذیل پیش گوئیوں پر مشتمل ہے:

① ﴿ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِنَّ ﴾ [احزاب: 60] یعنی اللہ کا رسول ﷺ ان کے خلاف کارروائی کرے گا۔

② ﴿ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ [احزاب: 61] شہر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کا زمانہ ان کو بہت کم ملے گا۔

③ ﴿ مَّلْعُوْنِیْنَ ﴾ [احزاب: 61] ”وہ لعنت زدہ ہوں گے۔ ہر طرف سے ان پر پھٹکار پڑے گی۔“

④ ﴿ اَیْمًا نُّقِفُوْا اُحْذَرُوْا ﴾ [احزاب: 61] ”مدینہ سے نکلنے کے بعد جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائیں گے۔“

⑤ ﴿ قَتِلُوْا نَقِیْلًا ﴾ [احزاب: 61] ”بدترین طریقہ سے قتل کیے جائیں گے۔“

تاریخ اسلام کے ماہر و واقف جانتے ہیں کہ منافقین مدینہ انہی پانچ (5) پیش گوئیوں کو پورا کرتے ہوئے برے انجام کے ساتھ ختم ہوئے تھے۔



مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں

﴿قَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَكُونُوا كَثِيرًا ۝ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ﴾ [التوبة: 81-83]

”پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ کے ساتھ نہ جانے پر خوش ہو رہے ہیں۔ انہوں نے برا سمجھا کہ اللہ کی راہ میں مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور یہ بات کہی کہ گرمی میں لڑائی کے لیے نہ جاؤ۔ اے رسول ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ سخت تر گرم ہے۔ اگر تم میں سمجھ ہے۔ ان کو چاہیے کہ تھوڑا نہیں اور بہت روکیں۔ یہ ان کے فعلوں کی جزا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے ایک گروہ کی طرف واپس لائے گا اور وہ آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ تم میری معیت میں کبھی بھی نہیں نکلو گے اور میری معیت میں کبھی بھی دشمن کے ساتھ جنگ نہ کر سکو گے۔ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے پر خوش تھے۔ اس لیے اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو“

<http://mujahid.xtgem.com>

اس آیت میں ایسی قوم کا ذکر کیا، جنہوں نے موسم گرما میں نبی ﷺ کے ساتھ جہاد میں جانا ترک کر دیا تھا۔ پھر پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی واپسی پر ان میں سے ایک گروہ بارگاہ محمدی ﷺ میں حاضر ہوگا اور آئندہ شریک جہاد ہونے کی اجازت کا خواستگار ہوگا۔

اس کے ساتھ قطعی پیش گوئی کے الفاظ میں بتلادیا کہ اب ان لوگوں کو جہاد ہر کام نبوی ﷺ کا شرف نہ دیا جائے گا۔ اس واقعہ کو سورہ الفتح میں بھی بیان فرمایا ہے:

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لِتَأْخُذُواهَا دَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۝ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ﴾ [الفتح: 15]

”جب تم مغامم کے حاصل کرنے کو چلو گے، تب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہم کو بھی ساتھ چلنے دیجیے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں، ان سے کہہ دیجیے، تم ہمارے ساتھ تو ہرگز نہیں جا سکتے۔ یہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی فرمادی ہے۔“

ہر دو آیات سے زمانہ نزول آیات کا بخوبی تعین ہو جاتا ہے۔ سورہ الفتح کا نزول غزوہ حدیبیہ میں ہوا اور مغامم کثیرہ کا حصول خیبر سے شروع ہوا۔ لہذا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر ساتھ جانے سے انکار کیا تھا اور بعد ازاں خیبر وغیرہ میں وہی بزرگ گئے جو حدیبیہ میں تھے اور یہ مخلفین کبھی ہر کام نبوی جہاد کرنے کا شرف نہ حاصل کر سکے۔ نبی ﷺ کی حیات طیبہ کا زمانہ ان آیات سے قریباً پانچ سال بعد کا ہے۔ متعدد اقوام کے ہزاروں اشخاص کی نسبت ایسی پیش گوئی کا تعلق آئندہ کے سالہا سال سے ہو۔ رب العالمین ہی کے کلام میں ہو سکتی ہے۔

دوسری پیش گوئی

﴿قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ مَسَدَعُونَ إِلَى قَوْمِ بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [التَّحْتِ 116]

”ان بادیہ نشینوں کو جو پیچھے رہنے والے ہیں کہہ دیجیے کہ تم کو آئندہ قریبی زمانہ میں ایک سخت جنگ جو قوم کے لیے بلا یا جائے گا۔ تم ان سے قتال کرو گے یا وہ فرمانبردار بن جائیں گے۔“

اگر تم نے (اس وقت) اطاعت کی تب تم کو اچھا اجر دیا جائے گا اور اگر تم نے اس وقت بھی حکم سے منہ پھیرا، جیسے پہلے کر چکے ہو، تب تم کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

اس آیت کو ہر دو آیات مندرجہ بالا کے ساتھ ملا کر پھر تہہ بر کرو۔

① تخلیفین کو معیت رسول ﷺ سے قطعاً محروم کر دیا گیا۔

② تخلیفین کو بعد از رسول کریم ﷺ قریبی زمانہ میں دعوت جہاد دیے جانے کی پیش گوئی فرمائی گئی۔

③ بطور پیش گوئی مقابلہ کے دشمن کی صفات جنگ جوئی وغیرہ بھی بتلا دی گئی۔

④ اس جنگ کا انجام قتال یا دشمن کی فرمانبرداری بھی بتلا دیا گیا۔

⑤ اس دعوت کی اطاعت پر اجر حسنة کا وعدہ۔

⑥ دعوت کی عدم تعمیل پر عذاب دردناک کی وعید۔

اب آپ عہد صدیقی رضی اللہ عنہما پر نگاہ ڈالیں، ان کی اس دعوت عام کے فرمان کو جسے واقعہ صدیقی نے لفظاً لفظاً نقل کیا ہے۔ پڑھیے اور پھر ان عسا کر کے نام معلوم کر لیجیے۔ جو خدمت صدیقی میں آئے تھے۔ قبائل اور شعوب کے نام پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ اقوام تو وہی ہیں جن کو معیت رسول کریم ﷺ میں جہاد کا کبھی موقع نہ ملا تھا۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ ان کو روما جیسی سلطنت (امپائر) کے مقابلہ میں روانہ کیا جاتا ہے جو نصف دنیا پر حکمران تھی، جو اپنی جنگ جوئی اور حرب وانی کا ثبوت ایران جیسی سلطنت کو جو نصف شرقی دنیا کی امپائر (دولت بزرگ) تھی، شکست دے چکی تھی۔ جس کی فوجیں باقاعدہ اور منظم تھیں۔ جن کا نظام جنگ سب سے اعلیٰ تھا۔ جنہوں نے اپنی ہی ملکیت کے اندر رہ کر صرف مدافعت کرنی تھی اور ان بادیہ نشینوں نے اپنے ملک سے سینکڑوں میل آگے بڑھ کر جہاں رسد اور ذخائر جنگ کے وسائل بھی کھمل نہ تھے، حملہ کرنا تھا۔

نتیجہ وہی ہوا کہ قتال نے دشمن کا خاتمہ کر دیا اور رعایا نے مصالحت سے فائدہ حاصل کیا اور ہزاروں ہزار داخل اسلام بھی ہوئے۔ یہ آیت عرب اور شام میں ہونے والے انقلاب اور فتوحات اعراب اور روما کی آئندہ معاشرت و انجام کے متعلق نہایت صاف ہے۔

یہ آیت دعوت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی اطاعت الہی بتلاتی ہے اور عدم اطاعت پر وعید عذاب بتلاتی ہے۔ اجر حسنة کا لفظ نہ صرف آخرت کے لیے ہے بلکہ دنیا بھی اس میں شامل ہے اور یہ لفظ ایک مستقل پیش گوئی ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہما و فاروق رضی اللہ عنہما کے لشکروں میں شامل ہونے والے تمدن کے بلند ترین ارتقا پر پہنچی جائیں گے اور بائیں ہمدان کی امارت بھی خوبیوں والی ہوگی۔

ایسی پیش گوئی کے تمام اجزاء کا اس طرح پورا ہونا جس کی تصدیق ملکوں اور قوموں کی تاریخ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہو۔
قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی قطعی دلیل ہے۔

غزوات نبوی ﷺ میں سے خاص خاص غزوات کے متعلق تین پیش گوئیاں

غزوہ بدر کے متعلق

﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَهِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكُلِّ مِائَةٍ وَيَقْطَعَ ذَابِرَ الْكَافِرِينَ﴾ [الأنفال: 7]

”اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک تم کو ملے گا اور تم لوگ یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تم کو ملے اور اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ حق کو اپنے حکم سے حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔“

غزوہ بدر میں ایسے مسلمان شامل تھے جو اچھی طرح سامان جنگ نہ بنا سکتے تھے لہذا ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کی مدد بھیڑ ایسے ہی دشمن کے ساتھ ہو جو غیر مسلح ہوتا کہ مقابلہ برابر کا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو سامنے لا ڈالا جو آلات حرب سے پورے طرح مسلح تھے۔ لڑائی کے لیے تیار ہو کر آٹھ منزل آگے بڑھ آئے تھے اور انہوں نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ ان کا مقصد مدینہ پر یورش کرنا ہے۔ یہ تعداد میں بھی مسلمانوں سے سہ چند زیادہ تھے۔ بظاہر مقابلہ کسی طرح نہ ہو سکتا تھا، لیکن رب الافواج کا کلام پورا ہوا۔ اہل حق کی فتح ہوئی اور کافروں کو ایسی رسوائی اور ذلت کی ٹھکست ملی کی کفر کی جڑ کاٹ گئی۔ غزوہ بدر کے متعلق آیت ذیل میں بھی پیش گوئی ہے۔

﴿سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ﴾ [القر: 45] ”جماعت ٹھکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی۔“

صحیح بخاری میں عکرمہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کفار کو بدر میں ٹھکست فاش ہوئی تب سمجھ گئے کہ اسی جماعت کی ٹھکست کا اعلان آیت بالا میں فرمایا گیا تھا۔ [1] جس میں مباحین بیعت الرضوان کی بھی ایک پیش گوئی شامل ہے۔

غزوہ خیبر کی پیش گوئی

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح: 18]

”اللہ سب مومنوں سے خوشنود ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں کو جانچ لیا اور ان پر سکینہ و وقار نازل فرمایا اور فتح قریب کو ان کا انعام بنایا۔“

یہ آیت صلح حدیبیہ کی ہے۔ حدیبیہ میں مسلمانوں نے دیکھا کہ جو حق عبادت چار ہزار (4000) سال سے تمام دنیا کو بلا روک ٹوک حاصل تھا، یعنی بیت اللہ میں پہنچ کر عمرہ ادا کرنا اس سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے۔ جہاں کسی دشمن سے دشمن کو بھی گزند نہ پہنچایا جاتا تھا، جہاں باپ اور بیٹے کے قاتل کو بھی کوئی گرفتار نہ کرتا تھا، وہاں غلیل الرحمن علیہ السلام کے بچوں کو جانے سے اور سنت ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق عبادت کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ لات و منات، عزی و ذوالحویصہ کے ماننے والے پتھروں، درختوں، مور تیلوں، استخوانوں پر ناک رگڑنے

والے ستارہ پرست، تثلیث پرست، دہریے، نفس پرست، خود پرست لوگ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے حرم کی سر زمین پر آتے جاتے ہیں لیکن ان اللہ کے بندوں کو جو احرام باندھے ہوئے ہدی، و بدن (قربانی کے جانور) ساتھ لائے ہوئے ہیں۔ ایک قدم آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ یہی مصائب کچھ کم نہ تھے کہ اتنے میں ابو جندل آ جاتا ہے، پاؤں میں زنجیر لگی ہوئی ہے، جو گھسٹی آتی ہے۔ سانس پھولی ہوئی ہے، معلوم ہوا کہ مکہ میں ان کو اس جرم میں قید کیا گیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ اب ان کو بھاگنے کا موقع ملا۔ لشکر اسلام میں پہنچ گئے ہیں۔ اس مظلوم کو حاصل کرنے کے لیے کفار نے کہا کہ وہ باہمی عارضی صلح کرنے پر رضامند ہیں بشرطیکہ ان کا یہ قیدی واپس کر دیا جائے۔

قومی فائدہ پر ایک شخص کی آزادی کو قربان کرنا پڑا۔ نبی ﷺ کے دیدار اور حضور ﷺ کی بشارت سے ابو جندل بھی اتنا شاد کام تھا کہ اسے پھر قید میں جانا کچھ گراں معلوم نہ ہوتا تھا۔ الغرض یہاں مسلمانوں کو اس قدر ضبط و صبر اور سکون و وقار و حلم کا نمونہ بنا پڑا کہ نزدل سیکندر ربانی کے بغیر کوئی شخص ایسی دل شکن و روح فرسا حالتوں کو برداشت نہ کر سکتا۔ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ اس میں کامیابی کے بعد اور مدینہ پہنچنے کے دو ہفتہ چھپے حکم ہوا کہ یہی لوگ اور صرف یہی لوگ یہودان خیبر کے مقابلہ کو جائیں، وہ جنہوں نے گیا ۱۱ قلعے مستحکم کر رکھے ہیں جو غنیمت و غیرہ آلات کا استعمال کرتے ہیں جس سے عرب بالکل ناواقف تھے۔ جنگ خیبر میں انہی مسلمانوں نے جلالت و بسالت، جواں مردی و شجاعت، فنون حرب سے واقفیت، مدافعت و پیش قدمی کے ایسے ایسے جوہر دکھائے۔ کھلے میدانوں کو اور چوڑی چوڑی شہنشاہوں سے محصور قلعہ جات کو ٹھیک دیا اور انہیں مضبوط حصاروں کو انہوں نے اس طرح جیت لیا کہ ان کے سامنے کوئی شے بھی نہ ٹھہر سکی۔

پیش گوئی بالا میں مسلمانوں کی دونوں صفات کا ذکر بتایا گیا ہے اور دنیا کو دکھلایا ہے کہ مسلمانوں نے جو ظلم و آلام اسلام میں برداشت کیے، ان میں لا چاری و معذوری کا اتنا دخل نہ تھا جتنا مسلمانوں کی اس قوت ارادی کا تھا کہ دین حقہ کے مقابلہ میں ہر ایک مصیبت کو شرح خاطر اور کشادہ روئی سے سہہ جانا ہی اشاعت دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ ورنہ بڑی سے بڑی قوم، حرب آزما قوم، زرو مال کی قوم قلعوں والی قوم (یہودی) کی ہستی بھی ان کے سامنے پھینچتی۔

جس وقت نبی کریم ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے تھے اور ڈھائی سو (250) میل سفر کرنے اور مکہ کی سرحد پر پہنچ جانے کے بعد صرف پانچ میل دور سے واپس آ گئے تھے تو کفار نے اور سارے عرب نے مسلمانوں پر کیا رائے قائم کی ہوگی۔ یہی رائے ہو سکتی ہے کہ قریش کے سامنے یہ ننگے بھوکے بے سر و سامان کر ہی کیا سکتے تھے، لیکن جب انہی لوگوں نے مدینہ سے آٹھ منزل دور جا کر خود سر، امن، شکر، مایہ فساد، دشمن امن عامہ، مکاران یہود کو فتح کر لیا تھا تب کس حقیقت کا انکشاف ہوا ہوگا۔

یہی کہ ان لوگوں کا خضوع و خشوع صرف ازراہ تقویٰ ہے۔ ان لوگوں کا عجز و مسکنت صرف بہ تعمیل احکام دین حقہ ہے۔ یہ وہ شیر ہیں کہ جب تک ان کو نہ چھیڑا جائے تب تک کسی پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ غرض یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور اہل ایمان کے دو مختلف و متضاد صفات کمال کو دکھلا کر پوری ہوئی۔

آیت بالا میں لفظ ﴿أَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْنَا﴾ [فتح: 18] مزید مدد طلب ہے۔ سیکنا الہی کا فیضان یہ ہے کہ قلب کی حالت کبھی آئندہ بھی متزلزل نہ ہو۔ لہذا یہاں ایک پیش گوئی ہے کہ بیعت رضوان والے ہی وہ با ایمان بزرگ ہیں جن کے ایمان میں کبھی متزلزل واقع نہ ہوگا۔

غزوہ احزاب کی پیش گوئی

مسلمانوں پر یہ بڑے زور کا حملہ تھا۔ یہودی، قرشی، نجدی، کنانی وغیرہ سب ہی قبائل اس حملہ میں شامل ہو گئے تھے اور غضب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی کے اندر رہنے والے یہودی ان حملہ آوروں سے ملے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی اطلاع اور ان تدابیر کی خبر لہجہ پہ لہجہ دشمنوں کو پہنچا رہے تھے۔ مسلمانوں کے کلیجے منکوا رہے تھے اور کفار کی شوکت و قوت کو دیکھ کر گہری سوچ میں پڑ گئے تھے۔ اعداء کی فوج مختلف لشکروں کا مجموعہ تھی۔ ہر ایک لشکر حزب کہلاتا تھا اور مجموعہ کو چند کہتے تھے۔ کفار کو اپنے باہمی اتفاق اور مکمل ساز و سامان پر بڑے بڑے مغرور تھے۔ اب کلام اللہ سنو۔

ایک فوج ہے جو بہت سے لشکروں پر مشتمل ہے، اسے اسی جگہ ہزیمت ہوگی۔ فرمایا:

﴿ اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ ۗ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴾ [النح: 44-45]

کیا دشمن یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سب متفق ہو گئے اور سب چڑھ آئے ہیں، اس لیے فتح و نصرت ہماری ہوگی۔ مگر تم عنقریب دیکھ لو گے کہ تمام جمعیت ہزیمت کھائے گی اور سب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

اس پیش گوئی کے مطابق یہ ہوا کہ نزول آیات سے پچیس (25) دن بعد محاصرہ رکھنے والے قبائل کی فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی اور دو راتوں رات سب جمعیت (منتشر) ہو گئے اور اس واقعہ کے بعد پھر کسی غیر قوم کو مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہودیوں اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَاقَفُوْا يُقُوْلُوْنَ لَا خَوْفُ عَلَيْنَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَتُخْرِجَنَّ

مَعَكُمْ وَلَا يُطِيعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَاِنْ قُوْتَلْتُمْ لَتَنْصُرَنَّكُمْ ﴾ [المشر: 11]

”آپ نے منافقین کی حالت پر غور کیا جو اپنے بھائیوں کا فرائل کتاب سے کہہ رہے ہیں۔“

① اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل چلیں گے۔

② ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بات نہیں مانیں گے۔

③ اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم تم کو ضرور مدد دیں گے۔

اس معاہدہ پر پیش گوئی

﴿ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّهُمْ لَكَٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَاَلَيْسَ قُوْتُلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ﴾

”اللہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، اگر یہودی نکالے گئے، تب یہ منافق ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر یہود سے

جنگ ہوئی تو منافق یہودیوں کو مدد نہیں دیں گے۔“ [المشر: 12]

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بنو نضیر نکالے گئے اور منافقین نے نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ ان کو مدد دی۔

قرآن مجید نے یہ بھی بتلادیا تھا ﴿ وَاَلَيْسَ لَنْصُرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَنْصُرُوْنَ ﴾ [المشر: 12]

”کہ اگر منافقین ان یہودیوں کی مدد بھی کریں گے تب بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر یہودیوں کو بھی مدد ملے گی۔“

غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر منافقین نے یہودی مدد بھی کی تھی، لیکن پھر بھی ہزبر ان اسلام کے سامنے سے بھاگنا ہی پڑا اور بلا آخر یہودیوں کے ساتھ منافقین کی طاقت و قوت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور پیش گوئی کا یہ آخری حصہ بھی پورا ہو گیا۔

یہودیوں کے کفر کی خبر اور ایسی قوم کے اسلام کی خبر (پیش گوئی) جو کبھی کفر نہ کرے گی

﴿ اُولَئِكَ الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴾ [الانعام: 89]

”یہ وہ لوگ ہیں جن کی قوم کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی تھی۔ اگر یہ لوگ اسلام سے انکار کریں گے تو ہم نے ایسی قوم کو تیار کر رکھا ہے جو کبھی انکار و کفر نہ کرے گی۔“

یہ آیت سورہ انعام کی ہے اور سورہ مذکورہ مکہ ہے جب کہ اسلام نے ابھی مکہ سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ پیشگوئی میں بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ سو دشمن یہودی ایمان نہ لائیں گے تو کیا ہوا دیکھو وہ بڑے بڑے خود سر قبائل جو حکمران و مطلق العنانی میں صدیوں سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے وہ آیا دو قضا اور ربیعہ، مضر سب کے سب تیرے منقاد و مطیع ہونے والے ہیں۔ وہ:

- شہر بن بازام ملک صنعاء
- منذر بن ساوی ملک البحرین
- جیفر و عباد و اقر زندان جاندی، فرمانرواں عمان
- تیری اطاعت میں آنے والے ہیں۔
- احمہ نجاشی ملک حبشہ
- اکیدر شاہ دومۃ الجندل
- تیرے زیر فرمان ہونے والے ہیں۔

وہ ذی الکلاع حمیری جسے اس کی رعایا سجدہ کیا کرتی تھی اور جس کے جلو میں اس کے ایک ہزار (1000) غلام چلا کرتے تھے۔ وہ ذی ظلم، ذی زود، ذی مران، ذی عمرو، جو شاہان تاجدار تھے اور جن کے خاندانوں میں پٹھانوں سے تخت و تاج چلا آتا تھا۔ تیری خدمت میں کمر بستہ حاضر ہونے والے ہیں۔

ان شاہان تاجدار کے حالات کو پڑھو، جن کا علاقہ حجاز سے بڑا، جن کی فوج آنحضرت ﷺ کے حاضر باشاندگان بارگاہ سے بہت زیادہ تھی، جو نہ کسی کے رعب میں آنے والے تھے اور جن کو کوئی طمع و حرص مال و منال کی نہ تھی، جن کے علاقہ جات میں مبلغین اسلام کے سوا کبھی ایک مجاہد و غازی بھی نہ گیا تھا، کیوں کر خود بخود انشراح خاطر اور طوع کلی و رغبت طبعی سے مسلمان ہو گئے تھے۔

یہ سب کچھ رب العالمین ہی کی قدرت کے کام تھے کہ ایک تیم، بیوہ کا بچہ، کی ہیبت اس قدر چھا جاتی ہے کہ بادشاہ لرزہ بر اندام ہیں اور ایک خاک نشین سنگ بر شکم بستہ کی محبت دلوں میں اتنا قیام پکڑ لیتی ہے کہ سب کے سب جان و مال کو فرس راہ پاک کیسے ہونے ہیں۔ ﴿سَلِّطْنَا قَوْمًا﴾

آیت میں لفظ و سگلتنا پر غور کرو، دہری پیش گوئی ہے۔ ادھر ان لوگوں کے دلوں کو منقاد کر دینے کی اور ادھر حضورِ خدا و امی ﷺ کو یہ نظارہ دکھلا دینے کی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ملک جو طنج فارس، بحر احمر، بحر روم اور کوہستان شام کے درمیان واقع ہے۔ سر تا سر ایک ہی کلمہ کا گویا۔ ایک ہی ملت کا شیدا۔ ایک ہی ذات قدسی صفات پر خدا اور ایک ہی دین فقیہ پر عمل پیرا ہو گیا تھا۔

دیکھو پیش گوئی میں کتنی وسعت تھی اور کس صداقت کے ساتھ نزول آیات سے دس بارہ سال کے اندر اندر ہی نور گستر ہوئی۔

ارتداد اور مسلمانوں کی تعداد میں بیشی و افزونی کی پیش گوئی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ [المائدة: ۵۴]

”اے ایمان والو! تم میں اگر کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسی قوم کو لائے گا، جسے وہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ ایمان والوں کے لیے متواضع اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔“

آیت میں بطور پیش گوئی بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی مرتد بھی ہو جایا کرے گا۔ پھر بطور پیش گوئی بتلایا کہ ایسے انفرادی نقصان کے وقت اللہ تعالیٰ بڑی بڑی قوموں کو گرویدہ اسلام فرما دے گا۔ اللہ کے ساتھ ان کے معاملات محبت و خلوص کے ہوں گے۔ اہل ایمان سے ان کے تعلقات تواضع و انکسار کے ہوں گے۔

دشمنان دین کے ساتھ وہ غلبہ و فتح و عزت و نصرت کا کرشمہ دکھلائیں گے۔ وہ دنیا کی جھوٹی تعریف یا جھوٹی ہجو سے بالاتر ہوں گے اور عملاً و فعلاً اللہ کی راہ میں سرفروش و جان نثار ہوں گے۔ اس آیت کا ابتدائے اسلام سے تا ایں دم ہمیشہ ظہور صدق رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔

نبی ﷺ کے انتقال کے بعد مسیلمہ کذاب اٹھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لوگ ہو گئے ان کا ارتداد بھی نہ والا تھا۔ مسیلمہ اور اس کے اتباع سب کے سب دہری زبان سے نبوت محمدیہ ﷺ کا اقرار کرتے تھے مگر مسیلمہ کے لیے بھی نبوت ثابت کرتے تھے۔ اس قوم کے اندر ثمامہ بن اثال اٹھی بنی نضیر اور ان کے اتباع میں ایسے موجود تھے جو مرتدین کے ساتھ جنگ آزما ہوئے اور انھوں نے قومیت یا قرابت کا ذرا لحاظ نہیں کیا۔

اسود بن سنی نے دعویٰ نبوت کیا اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے فیروز اور ذاذویہ کو جو قاری النسل اور صاحب فضل و کمال ہیں، کھڑا کر دیا، جنھوں نے اس کی تمام شوکت و قوت کو خاک میں ملا دیا۔

طلیحہ و سجاح نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور اسی اطراف کی اقوام و قبائل نے ان کو ایسا سیدھا بنایا کہ بالآخر ارتداد سے توبہ کر کے داخل اطاعت اسلام ہو گئے اور پھر کبھی خدمت اسلام میں کوتاہی نہ کی۔

ملوک بنی امیہ کا ظلم و جور بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اہل خراسان کو اٹھایا اور انھوں نے ان کی سلطنت کو تہ و بالا کر ڈالا جس کا نتیجہ عباسیوں کا صاحب دسکیم و اورنگ ہونا نکلا۔

عباسیوں نے جہاد میں تعاون کیا تو اللہ تعالیٰ نے سلاطین اندلس کو مغرب میں آل بویہ و آل سلجوقیوں کو مشرق میں اعلیٰ کھرتے اللہ کے لیے کھڑ کر دیا۔

تباہی بغداد میں خود مسلمانوں نے کفار کا ساتھ دیا اور ترکان خونخوار کے ہاتھوں سے اس عروس البلاد کو غارت کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس قوم ترک میں اسلام داخل کر دیا۔

وہ ترک جنہوں نے بغداد کو ایسا تباہ کیا تھا کہ شہر کی گھیاں خون سے رنگین اور دریائے دجلہ قلمی کتابوں کی روشنائی سے سیاہ تھا۔ یورپ میں جو اسلام کا جھنڈا قائم کرنے والے ثابت ہوئے۔ وہی خادم حرمین شریفین کہلانے کو سلطان بن سلطان کہلانے سے زیادہ فخر کرنے والے ٹھہرے۔

آریہ نے مکتانہ میں شدھی کا رواج دیا اور کچھ مسلمانوں کو مرتد بنایا تو خود انہی میں سے کنور عبدالوہاب خان جیسے اٹھے جنہوں نے ہندو نما لوگوں میں اسلام پہنچایا۔

شمس الاسلام محمد امین و خالد لطیف گا با جیسے ہندو پیرستروں اور تعلیم یافتہ لوگوں نے اسلام کا اعلان کیا اور خود آریہ کے مبلغین نے آگرہ وغیرہ کے علماء کے ہاتھوں پر بیعت اسلام کی۔

یورپ میں کنگ جارج (King George) کے قریبی بھائی سر جارج ہملٹن (Sir George Hamilton) نے اظہار اسلام فرمایا اور اس طرح پر اسلام تحت انگلستان کے قریب تر پہنچ گیا۔

لارڈ ہیڈلے (Lord Headly) محمد پیکتھال (Muhammad Pickthall) خالد شیلڈر (Khalid Shielder) جیسے صاحبان علم و فضل حاشیہ برداران اسلام بنے۔

نئی دہلی کے رقبہ میں اگر کوئی پرانی مسجد شہید ہوگئی تو دارالسلطنت فرانس کے شہر پیرس کے وسط میں مسجد جامع تیار بھی ہوگئی اور جرمنی شہر میں آٹھ ہزار (800) نمازیوں پر سایہ کرنے والی مسجد بھی رونق افزائے فضا بن گئی۔ شہر لندن میں بھی مسجد کے لیے زمین حاصل کی جا چکی ہے اور تعمیر شروع ہونے والی ہے۔

مکتانہ کے جاہل علاقہ میں چند نفوس نے اسلام چھوڑا تو چین و افریقہ کے ممالک میں کئی کروڑ مسلمانوں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ قسطنطنیہ میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد میں نمایاں ترقی ہوئی۔

یہ جملہ برکات و آثار اور ترقی تعداد افزونی شمار و کثرت انوار اسی آیت مبارکہ کی پیش گوئی کے تحت میں معدود ہیں اور یہی حالت تا انجام دنیا برابر چلی جائے گی۔ ایک شخص کے مرتد ہونے سے دس داخل اسلام ہوں گے۔

لوگوں کا یہ بھرم بھی جاتا رہے گا کہ اگر ہم لوگ بھی غیروں کو اپنے دھرم میں شامل کر لیا کرتے تو مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے۔ ﴿وَاللَّهُ مَبْتَلٌ نُّورُهُ وَكُورُهُ وَالْكَافِرُونَ﴾ [التغاب: 8]

”حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں“

یہودیوں کے متعلق 9 پیش گوئیاں

1) یہودی مسلمانوں کا معمولی اذیت و آزار کے سوا اور کوئی نقصان نہ کر سکیں گے اور اگر مسلمانوں سے لڑائی میں مقابل ہوئے تو پیچھے پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

[8] یہ سعادت مسلمانان انگلستان کو حاصل ہو چکی ہے۔ الحمد للہ اب صرف شہر لندن میں بے شمار مساجد علیہ اسلام کی نوید دے رہی ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز

﴿لَنْ يَنْصُرُوَكُمْ إِلَّا أَدَىٰ ط وَإِنْ يُقَاتِلْوْكُمْ يُوَلُّوْكُمْ الْأَدْبَارَ لَنْ يَنْصُرُوْنَ﴾

یہودی پس پردہ سازشیں کرتے رہے، قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ خود جاسوسی کرتے رہے۔ بغاوت کرنے والوں کو چپکے چپکے روپیہ پیسے سے امداد اور سلاحت سے اعانت کرتے رہے۔ اس پر بھی ان کا کیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو میدان میں نکل آئے۔ یہ لوگ فنون حرب سے زیادہ واقف تھے۔ سارے عرب میں آلات قلعہ شکن انہی کے پاس تھے۔ مخفیق کا استعمال صرف یہی لوگ جانتے تھے۔ اس لیے عرب کا ہر ایک قبیلہ ان سے دبتا تھا۔ ایسے لوگوں کی شکست فاش کی پیش گوئی ایسی تھی جس کا کفار کو ہرگز یقین نہ ہوتا تھا۔

لیکن ارباب تاریخ کے سامنے یہودان قبیعا، بنو نضیر، بنو قریظہ، خیبر، فدک، یثرب کے واقعات موجود ہیں ہر ایک کا انجام اسی پیشگوئی کے مطابق ہوا۔

آیت بالا میں تین پیش گوئیاں ہیں:

① ایذا دہی سے بڑھ کر وہ کوئی نقصان مسلمانوں کا نہ کر سکیں گے۔

② مقابلہ میں آئے تو کھلی شکست کھائیں گے۔

③ شکست کے بعد کوئی ان کی مدد کو بھی نہ کھڑا ہوگا۔

سینکڑوں میل کے بٹنے والے متحد قبائل پر ایسی زبردست پیش گوئی کا اعلان صرف وہی پروردگار عالم فرما سکتا ہے جو مشارق الارض اور مغار بہا کا مالک ہے اور جسے وہ چاہتا ہے۔ اسی کو فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔

② یہودی موت کی تمنا نہ کریں گے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا تَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ آيَاتِهِمْ﴾ [البقرہ: 6-7]

”کہہ دو کہ اے یہود اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو اگر تم سچے ہو تو (موت کی آرزو کرو اور یہ ان (اعمال) کے سبب جو کر چکے ہیں۔“

یہود کا عام دعویٰ یہ تھا کہ ہم فرزند ان خدا ہیں اور ہم برگزیدگان الہ ہیں۔ قرآن نے بتلایا کہ اگر تم کو اس دعویٰ کی صداقت پر خود یقین ہے تو اپنے لیے موت کی دعا مانگو۔

یہ مسلمہ ہے کہ اولیاء ربانی کے لیے حیات دنیوی حجاب ہے۔ یہ حجاب اٹھ جائے تو دوست دوست کے وصال سے شاد کام بن جائے۔ عربی میں مثل ہے: الْمَوْتُ جَسْرٌ يُوَصِّلُ الْعَيِّبَ إِلَى الْعَيِّبِ موت وہ پل ہے جو صیب کو صیب سے ملا دیتا ہے۔ کسی دلی کی جانب سے تمنائے موت کے معنی عرض داشت وصال کے ہیں اور ایسی عرض و معروض کا بار بار پیش کرنا اور ہر بار اس پر اصرار کرنا لوازم محبت و ولایت میں سے ہے۔

یہاں یہودیوں سے فرمایا گیا کہ ایک دفعہ ہی موت کی تمنا کا اظہار اپنی زبان سے کرو۔ اسکے بعد بطور پیش گوئی فرما دیا کہ یہودی ایسا کبھی نہ کریں گے اور اس کی وجہ بھی بتلا دی کہ اگر چہ ایسے ایسے دعاوی کی لاف و گزاف ان لوگوں کی زبان پر جاری ہے۔ مگر اندر سے

دل پکڑا ہوا ہے۔ معاصی و سینات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جما ہوا ہے۔ دل و دماغ پر افعال شیعہ کا اتنا قبضہ ہے کہ موت سے نفرت ہے۔ خدا کے حضور میں جانے سے طبیعت گریز کرتی ہے۔

یہودی اگر سچے ہوتے تو قرآن کو جھٹلانے اور اپنے دعویٰ کی صداقت جتانے کے لیے یا مسلمانوں کو سنانے ہی کو ایک دفعہ کہہ دیتے کہ ”الہی موت دے“، لیکن یہ اخبار تو منجانب اللہ ہو چکا تھا کہ ایسا نہ ہوگا۔ اس لیے اتنا لفظ کہتے ہوئے زبان پر قفل پڑ جاتا تھا۔ اور منہ پر مہر لگ جاتی تھی۔ اور ایسے موقع پر کافر و مشرک بھی یہودیوں کی ”خرد رگل ماندہ“ حالت کو دیکھ کر ہنس دیتے تھے۔

اس پیش گوئی کا مدعا یہ تھا کہ دنیا جہان کے سامنے یہودیوں کے جھوٹے ادعا (اولیاء و احباء اللہ ہونے) کی حقیقت کو ظاہر فرما دیا جائے اور بتلا دیا جائے کہ اس صاحب جبروت اور ملک الموت کے حضور میں کسی آفریدہ و مخلوق کو بڑا بول بولنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہودیوں کے متعلق تیسری پیش گوئی

﴿ حُورٌ بِنْتُ عَلَيْنَهُمُ الدَّلِيلَةُ آيِنَ مَا تُقْفُوهُ إِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ وَ حَبْلِ مِنَ النَّاسِ ﴾ [آل عمران: 112]

”اور ڈال دی گئی ہے ان پر ذلت، جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں بجز اس کے کہ اللہ کی ذمہ داری سے رہیں یا لوگوں کی ذمہ داری سے رہیں۔“

اس آیت میں بتلایا گیا ہے:

- ① کہ آئندہ کو یہود دنیا میں ایک آزاد قوم کی شان سے آباد نہ رہ سکیں گے۔
- ② بتایا گیا ہے کہ وہ ذلت و مسکنت کا نشانہ رہیں گے یعنی ان کی اپنی سلطنت کوئی نہ ہوگی۔
- ③ بتایا گیا ہے کہ یا تو ان کو مسلمانوں کے ماتحت جزیہ گزار ہو کر رہنا پڑے گا۔ اس کو بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ فرمایا کیوں کہ ذمی قوم کو خود اللہ تعالیٰ نے حقوق عطا فرمائے ہیں۔
- ④ ہاں ان کو دیگر اقوام کا ٹیکس گزارو باج دہ ہو کر رہنا پڑے گا، جسے آیت بِحَبْلِ مِنَ النَّاسِ میں فرمایا ہے۔ گویا ایک آیت کے اندر چار پیش گوئیاں ہیں۔

اس آیت کے مابعد زمانہ پر نظر ڈالو، کیا کسی جگہ دنیا کے پردہ پر اس قوم کی آزاد حکومت قائم ہے؟ کیا ان لاکھوں کروڑوں میں ایک بھی شخص ایسا ہے جو غیر قوم کا ٹیکس گزار نہ ہو۔

ہاں! بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ کی تاثیر یہ ہے کہ وہ ترکی، ایران، مراکو، تونس میں مسلمانوں کے ماتحت بطور جزیہ گزار پائے جاتے ہیں۔ اور بِحَبْلِ مِنَ النَّاسِ کا اثر یہ ہے کہ وہ روس و امریکہ، انگلستان و فرانس وغیرہ میں دیگر اقوام کے ماتحت آباد ہیں و درجہ اقسام کے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ جنگ عظیم 1914 تا 1918ء میں یہودیوں نے کروڑوں، اربوں روپیہ (متحدین) کو اس لیے دیا کہ ان کی بھی ایک چھوٹے سے رقبہ پر آزاد سلطنت تسلیم کر لی جائے۔ ہر ایک قوم نے جو سینکڑوں من سونا ان سے لے رہی تھی سمجھ رکھا تھا کہ مفتوحہ علاقہ میں سے ان کی درخواست کو پورا کر دیا جائے گا۔

جب جنگ عظیم ختم ہوئی اور ایفائے موافق کا وقت آیا تو یہودیوں سے کہا گیا، وہ سب فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں اور وہاں کی حکم بردار نہ حکومت ان کو مل سکتی ہے۔

یہ شرط ابھی تک پورے طریق سے پوری نہیں ہوئی اور فلسطین کے سابقہ باشندوں نے ابھی تک یہودیوں کے تفوق کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ [1]

خیر تعالٰی کی صورت کو چھوڑ کر دیکھنا تو یہ ہے کہ یہودیوں کے سامنے کیا چیز پیش کی جاتی ہے؟ حکم بردارانہ حکومت! اب قرآن مجید کے الفاظ کو غور سے پڑھو کہ ﴿بِحَبْلِ مِنَ النَّاسِ﴾ کا لفظ کتنا وسیع پڑا ہوا ہے۔ ایک کتاب کسی امیر کے پاس ہوتا ہے، اسے وہاں دودھ، گوشت سب کچھ ملتا ہے۔ ہاں گلے میں زنجیر بھی ڈال دی جاتی ہے تو کیا اس کا یہ رتبہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود کو ایک تہی دست آزاد انسان سے برتر خیال کرنے لگے، صرف اس لیے کہ انسان کو ایسی غذا میسر نہیں جیسی مسٹر ڈاگ کو ملتی ہے۔

بعینہ یہی پوزیشن فلسطین میں یہودیوں کی قائم کی گئی ہے مگر بِحَبْلِ مِنَ النَّاسِ کی زنجیر ضرور گلے میں پڑی رہے گی اور یہ وہ زبردست پیش گوئی ہے جس کے سامنے تمام یورپ کے وزراء و دول کی ڈپلومیسی بھی عاجز ہے۔

یہودیوں کے باہمی فرقوں کے اندر عداوت ابدی کی پیش گوئی

﴿فَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [المائدہ: 14]

”ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض تیا مت تک ڈال دیا“

اس وقت یہودیوں میں الگ الگ دو توراتیں ہیں۔ ایک تورات یونانی ہے اور دوسری سامریہ۔ ایک کتاب کے مقلد دوسری کتاب والے کو قطعی کافر جانتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ بات کے رد اور بھی نہیں۔ (قرآنی پیش گوئی کے مطابق یہ بعض یہ عداوت ناقیامت اس طرح قائم رہے گی)۔

عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں

[1] عیسائی دنیا میں مال دنیوی سے متمتع رہیں گے

عیسائیوں کو دنیوی مال و متاع ملے گا۔ پھر آخرت میں ان کا فیصلہ ہوگا۔

﴿قَالُوا تَتَّخِذُ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَ اللَّهِ هُوَ الْعَلِيِّ ۗ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ اِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ ۙ بِهٰذَا اتَّفَقُوْنَ عَلٰى اَللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۗ قُلْ اِنَّ الْاٰلِدِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ الْكٰذِبَ لَا يُغْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِى الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ [یونس: 68-70]

”ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے، اللہ تو اس سے پاک ہے اور وہ تو بے نیاز ہے۔ اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی کی ملک ہے۔ کیا تمہارے پاس اس کی کوئی سند بھی ہے؟ یا اللہ کے خلاف بے علمی سے باتیں بناتے ہو۔ کہہ دیجیے کہ جو لوگ اللہ کے خلاف جھوٹ کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ فلاح نہ پائیں گے۔ دنیا میں ان کے لیے کچھ حصہ ہے پھر ان کی بازگشت ہماری جانب ہے۔“

[1] بدقسمتی سے مسلمانوں کی اپنی تا اٹلی اور کوتاہ بینی سے آج اسرائیل جیسا ملک جو ایٹوں اور بیگانوں کی سازشوں سے دل مسلم پر منحصر کی طرح بیوست ہے۔

آیت بالا میں صاف پانصاری کا ہے جو صحیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں اور انہی کی بابت ”متاع فی الدنیا“ فرمایا گیا ہے۔ عام لوگ جب نصاریٰ کی کثرت دولت اور فراوانی زرو مال کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اس سرتن پرست قوم اس قدر انضال و الطاف کیوں ہیں مگر آیت ربانی نے بتلا دیا کہ یہ نہ لطف ہے، نہ فضل ہے بلکہ ”متاع الدنیا“ ہے جس کے ساتھ لَا يَفْلِحُونَ لگا ہوا ہے۔ (یعنی فلاح و نجات سے محرومی) یہ تو ممکن ہے کہ کم بین، کوتاہ نظر لوگ اس دولت مندی کی تمنا کرنے لگیں اور قارون کے دیکھنے والوں کی طرح ﴿يَا لَيْسَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ﴾ [النصر: 79] ”جو قارون کو دیا گیا کاش وہ ہمیں بھی مل جائے“ کہنے لگیں، لیکن کیا کوئی شخص یہ پسند کر سکتا ہے کہ قارون کی دولت مع انجام قارون اس کے حصہ میں آئے؟ یقیناً کوئی خرد مند ایسا پسند نہ کرے گا جس کے ساتھ فلاح اور نجات کی نطفی لگی ہو۔ خیر یہ بحث تو الگ ہے، اس وقت بہ اتضائے مقام یہ لکھنا کافی ہے کہ نصاریٰ کے موجود تمول اور تعیش کی پیش گوئی قرآن پاک میں موجود ہے اور یہی امر قرآن کے کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

﴿2﴾ دوسری پیش گوئی کہ عیسائیوں کے باہمی فرقوں میں ہمیشہ عداوت رہے گی

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [المائدہ: 14]

”ان میں وہ بھی ہیں جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا، انہوں نے پورا حصہ اس کا فراموش کر دیا ہم نے ان میں عداوت اور بغض کو قیامت تک کے لیے بھڑکا دیا۔“

رومی کیتھولک (Roman Catholic) اور پروٹسٹنٹ (Protestant)، یونی ٹیرن (Unitern)، گریک (Greece) کے church) چرچ، ایشین چرچ (Asian church)، انگلش چرچ (English church)، امریکن چرچ (American church) کے اختلافات اور بغض و عداوت اور تکفیر باہمی کے حالات جس شخص کو معلوم ہیں وہ آیت بالا کی تصدیق بخوبی کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ یہ کلام یقیناً منجانب اللہ ہے۔

﴿3﴾ تیسری پیش گوئی کہ نصاریٰ دربارہٴ موڈت اہل اسلام سے

زیادہ تر قریب ہیں اور یہ ہود و مشرک زیادہ دور و بعید ہیں

﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى﴾ [المائدہ: 83]

”اہل ایمان سے محبت میں قریب تر تو ان کو پائے گا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔“

عراق و شام کے عیسائیوں، احمہ، نجاشی، اکیدر، عدی بن حاتم، ابو مریم غسانی، وغیرہ حکمرانان ملک کا مطیع اسلام ہو جانا ہی پیش گوئی کے تحت میں تھا۔ آج بھی انگلستان و جرمنی اور امریکہ میں جس قدر اشاعت اور ترقی اسلام کی ہو رہی ہے وہ اسی آیت کے تحت میں ہے۔

سلطنت روما و ایران نیز قریش و اہل ایمان کے متعلق پیش گوئی جس میں دو پیش گوئیاں شامل ہیں

﴿الْمَغْرِبِ الرَّومِ﴾ ﴿فِي أَرْضِ أَرْضِ وَأَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ سَيَعْلَبُونَ﴾ ﴿فِي بَضْعِ سِنِينَ﴾ ﴿اللَّهُ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾ ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ﴿بِئْصْرِ اللَّهِ بِنَصْرٍ مِنْ بَشَاءٍ﴾ ﴿هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ [الروم: 1-5]

”روما الارض کے قریب مغلوب ہو گیا ہے اور وہ مغلوبی کے بعد چند ہی سال میں غالب آ جائے گا۔ حکم تو اللہ ہی کا ہے۔ پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ اور اس روز مومنین بھی اللہ کی نصرت سے شاد ماں ہوں گے۔ اللہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے، وہی تو غلبہ و قدرت والا ہے اور وہی رحم کرنے والا ہے۔“

الارض سے مراد وعدہ کی زمین فلسطین ہے اور ادنی الارض سے شام و ایشیائے کوچک کا علاقہ ہے جہاں روماء والوں کو خسرو پرویز نے شکست پر شکست دی تھی اور ان کو ان ممالک سے نیز مصر سے باہر نکال دیا تھا۔ کلام الہی میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ نو سال کے اندر اندر روماء والے پھر ایران والوں پر غالب آ جائیں گے۔

یہ پیشین گوئی ان دنوں بالکل خلاف قیاس و گمان سمجھی جاتی تھی۔ اتنی بڑی شکست کے بعد ایسی فاتح قوم پر غالب آ جانا اور وہ بھی نو (9) سال کے اندر اندر اہل دنیا کو مجال معلوم ہوتا تھا۔ لہذا ابی بن خلف نے اس آیت کو قرآن مجید کے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ اگر وہ صداقت قرآن پر اعتماد رکھتے ہیں تو شرط لگائیں۔ یہ واقعہ 8 نبوت کا ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی کیوں کہ اسلام میں اس وقت تک شرط لگانے کی نہیں نہ ہوئی تھی۔ [1]

نزول آیات سے سات (7) سال بعد ایسا ہی ہوا۔ روماء میں جو خانہ جنگی اور اندرونی بد نظمی ہو رہی تھی۔ وہ جنرل ہرقل کے بادشاہ بن جانے سے جاتی رہی۔ روماء والوں نے پھر از سر نو اپنے از دست رفتہ ممالک کو واپس حاصل کر لیا اور مصر و شام، فلسطین و ایشیائے کوچک پھر سلطنت قسطنطنیہ کے ماتحت ہو گئے۔

الفاظ قرآنیہ بشارت در بشارت پر مشتمل تھے۔ یعنی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ مومنین کو بھی اس روز نصرت الہی حاصل ہوگی۔ ایسا ہی ہوا۔ ادھر اہل کتاب نے آتش پرستوں پر فتح حاصل کی اور ادھر بدر کے میدان میں اہل توحید کو اہل شرک پر غلبہ تام حاصل ہوا۔ غور کرنا چاہیے کہ ایک سطر کی عبارت میں چار (4) قوموں اور چار (4) ملکوں اور عظیم الشان سلطنتوں کے متعلق کھلے لفظوں میں پیشین گوئی کرنا اور وہ بھی پتہ نرسن وسال۔ اور پھر اس کا ٹکا ہری الفاظ میں پورا ہو جانا کیا انسانی علم یا انسانی قدرت کی حد و میں ہے۔ ان پیشین گوئیوں سے قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا، بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

فصل اول 1

قرآن مجید کا اخبار مستقبلہ کو بیان کرنا ہم نے بطور برہان پیش کیا ہے، اسی طرح قرآن پاک

کا اخبار ماضیہ کو بیان کرنا بھی ایک زبردست دلیل اس کے کلام اللہ ہونے پر ہے

قوم ہود، قوم صالح کا مذکور کسی اسرائیلی صحیفے میں نہیں مگر قرآن پاک نے اسے بیان کیا۔

عاد و ارم، عاد و اہلی کا ذکر بھی صرف قرآن مجید ہی نے سنایا، سبل عرم کا واقعہ نہایت عظیم الشان تھا۔ اس کا بیان بھی فرقان مجید ہی میں ہے۔

فرعون کے فرق ہو جانے کے بعد مصر پر کچھ عرصہ تک اسرائیلیوں کی حکومت کا پتہ ﴿وَأَوْرَثْنَاهَا بِنِي إِسْرَائِيلَ﴾ [اشعراء: 59] قرآن

پاک ہی کے بتانے سے لگا۔ ورنہ تورات اس سے خاموش ہے جیسا کہ مصر کی تاریخ مصر میں مجزوات موسیٰ علیہ السلام کے وقوع سے ساکت ہے۔

[1] تفسیر ابن جریر ص: 11، تفسیر سورہ الروم

مسح علیہ السلام اور اس کے کارناموں کا ذکر نہ روما کی ہسٹری میں ہے اور نہ یہودی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ واقعہ کہ مریم صدیقہ علیہا السلام کو بھی مدتوں تک تثلیث کا ایک اقنوم تسلیم کیا جاتا تھا، عیسائی نہیں مانتے تھے اور نہیں جانتے تھے۔ قرآن مجید کے اعلام کے بعد جب عیسائی محققین نے اس کے لیے کدو کاوش کی، تب ان کو بیان قرآن کی صداقت کا علم ہوا۔ خانہ کعبہ کی عمارت کا بطور مسجد دنیا میں سب سے پہلے تعمیر ہونا اہل تاریخ سے پوشیدہ تھا، لیکن اب یہ واقعہ بالکل مسلم ہے۔ قرآن مجید کا یہ بیان کہ ہر ایک قوم میں اللہ کے رسول بھیجے گئے اور انھوں نے خود اسی قوم کی زبان میں تبلیغ فرمائی اور حجت الہی ان پر ختم کی۔ تمام مذاہب کے لیے ایک کنز مدفون تھا۔

اور اسی لیے اسرائیلی پارسیوں کو جھٹلاتے تھے اور پارسی اسرائیلیوں کو اور پھر یہ دونوں مل کر اہل ہند کے کذب تھے اور اہل ہند ان دونوں کی تکذیب کرتے تھے۔

پھر یہ تینوں مل کر مصریوں کو جھوٹا بتاتے تھے اور مصری ان تینوں کا جھوٹا ہونا سچ سمجھتے تھے۔ پھر یہ چاروں مل کر مشرق بعید چین و جاپان کو دروغ گو کہا کرتے تھے اور چین و جاپان ان چاروں کو۔ اسی طرح کذب و دروغ اور بطلان کا سلسلہ ساری دنیا کو گھیرے ہوئے تھا۔ قرآن کریم ہی نے اس راز کا انکشاف کیا اور قوموں کو قوموں سے، ملکوں کو ملکوں سے قریب تر ہونے کا طریق بتایا۔ قرآن عظیم ہی نے اس سلسلہ کے ختم کر دیے جانے کی اطلاع دی اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرما کر اقوام عالم کو اس دعوت عامہ اور وحدت ملیہ اور اتحاد کلیہ کا سبق پڑھایا۔ قرآن کریم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمانا ہی تھا کہ یہودیوں، عیسائیوں، پارسیوں، ہندوؤں، مصریوں اور چینوں کے دل اور زبان پر حکم مہر لگ گئی اور اس اعلام کے بعد کسی نے کسی کو آکاس بانی کا سننے والا، سروش یزدانی سے گفتگو کرنے والا، وحی ربانی کا حاصل کرنے والا تسلیم نہیں کیا۔

اور یہی قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر دلائل بینہ سے قوی ترین دلیل ہے۔ اب باب خصائص القرآن کو ختم کیا جاتا ہے اور قرآن پاک کی صرف ایک آیت اہل فکر و ہوش کے غور و تدبر کے لیے لکھ دی جاتی ہے۔

﴿ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ [عم: 24]

”لوگ کیوں قرآن پڑھتے نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں؟“

اللهم صلی علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



خصائص اسلام

فصل نمبر 1: اسلام ہی دین التوحید ہے

آج دنیا پر صادق ہو گیا ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید ہے۔ اب تو مناظرہ کے وقت بت پرست بھی اپنے ٹھا کروں اور دیوتاؤں کو وساطت کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور اہل تثلیث اور اہل صومریہ بھی تثلیث و حثیہ میں توحید ثابت کرنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ ویدانت والے بھی ”ودیتا ستی“ کہنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد اور وحید دین ہے جس نے توحید کو مکمل طور پر بیان کیا ہے۔

اسلام ظاہر کرتا ہے کہ جملہ انبیاء و رسل کی دعوت صرف واحد مسئلہ توحید کی طرف تھی:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ [الأنبياء: 25]

تجھ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسے یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔

<http://mujahid.xtgem.com>

فرمایا:

﴿ وَاسْتَلِّ مِنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ أَوْجَعْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ ﴾ [الزمر: 45]

”اپنے سے پہلے رسولوں کے حالات معلوم کرو کہ کیا ہم نے کبھی بھی اور کسی کو بھی ذات پاک رحمن کے سوا معبود ٹھہرایا ہے جس

کی عبادت لوگ کیا کریں۔“

اسلام ہی کی تعلیم ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ [التساء: 36]

”اللہ ہی کی عبادت کرو اور اللہ کی عبادت میں کسی شے کی ذرا بھی ملاوٹ، آمیزش اور شرک نہ کرو۔“

توحید ہی کا بیان فرمایا گیا ہے:

﴿ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْوَلِيُّ ﴾ [الشورى: 9]

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنا لیا کہہ دو کہ کارساز صرف اللہ ہی ہے“

توحید خالقیت اور توحید قدرت کے متعلق فرمایا:

﴿ إِنَّ الدِّينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا

يَسْتَفِيدُونَ مِنْهُ ضَعْفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ ۗ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾ [الحج: 73-74]

”اللہ کے سوا جن جن کو پکارتے ہیں وہ ایک کبھی بھی تو نہیں بنا سکیں گے خواہ وہ سب مل جل کر ہی ایسی کوشش کریں اور

اگر کبھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے کچھ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ یہاں تو طالب و مطلوب دونوں رو جاتے

ہیں۔ ان لوگوں نے تو اللہ کو قدر و شان کے مطابق جانا ہی نہیں۔ بے شک قدرت والا تو صرف اللہ ہی ہے۔“

آیات بالا پر غور و تدبر اور غور تعمق سے مکرر ثانی کرنا واجب ہے کہ الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، ولایت اور قدرت کی صفات میں اللہ تعالیٰ کا واحد و وحید ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اسی ثبوت کے ساتھ ساتھ شرک جلی و خفی کی نفی فرمادی گئی ہے۔

یہ اسلام ہی کی توحید ہے، جس کا ثبوت کلام اللہ العزیز سے ملتا ہے اور جس کی تائید علم و عقل اور معنی سے ہر منزل ہر گام پر ہوتی ہے۔ یہ اسلام ہی کی توحید ہے جو فطرت صحیحہ اور عقل سلیم کے براہین سے مشید ہے اور جس کا مخاطب ہر ایک وہ قلب سلیم ہے جو روحانیت کی زندگی سے مستفیض ہے۔

اسلام کی توحید کا مسئلہ عیسائیت کی تثلیث کی طرح نہیں ہے جس کو پادری لوگ فہم سے بالاتر اور عقل سے بلند تر کہا کرتے ہیں اور جس پر بغیر سمجھنے کے ایمان لانے کو واجب بتایا کرتے ہیں۔ اسلام تو ابتداءً دعوت ہی میں ہر ایک انسان پر اپنی حجت اس طرح قائم فرماتا ہے۔

﴿ اَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا اَوْ اُذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴾ [الحج: 46]

”کیا وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان کے دل سمجھنے والے اور ان کے کان سننے والے ہو جاتے ہیں، ہاں آنکھیں بے نور نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل جو سینہ کے اندر ہیں بے نور ہو جایا کرتے ہیں۔“

آیت بالا میں قلوب اور عقل، اذان اور معنی، البصائر اور سمی کے الفاظ موجود ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ اسلام مع و بصر کو اور قلوب و بصیرت کو مخاطب ٹھہراتا اور ان ہی براہین پر اثبات توحید کے ایوان کو استوار کرتا ہے۔

اسلام ہی ہے جس نے توحید کو مکمل بیان کرنے میں توحید فی العبادۃ، توحید فی الاستعانة، توحید فی القدرة، توحید فی التصرف، توحید فی الذات، توحید فی الصفات کے الگ الگ عنوانات قائم کیے اور ہر ایک عنوان کے تحت میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور نبی ﷺ کے ارشاد سے ان مسائل کو محکم و قوی بنایا۔ آیات ذیل پر پورے غور سے تدبر کرو، تا کہ عنوانات بالا کے متعلق آپ کی معلومات میں وسعت پیدا ہو، ایمان بڑھے اور یقین ترقی پائے۔

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ [التاح: 4]

”ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم صرف تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں“

صاحب کشف نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: وَتَقْدِيْمُ الْمَفْعُولِ لِقَصْدِ الْاِحْتِصَارِ یعنی لفظ نَعْبُدُ اور لفظ نَسْتَعِينُ سے پہلے اِيَّاكَ لانے سے یہ فائدہ نکلا کہ عبودیت اور استعانت کا خاص اللہ ہی کے لیے ہونا ثابت ہو گیا۔ [1]

﴿ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ ﴾ [یوسف: 118] ”صرف اللہ ہی ہے جس سے استعانت لی جائے۔“

سورہ انبیاء میں ہے:

﴿ وَرَبِّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ ﴾ [انبیاء: 112] ”ہمارا پروردگاری کمال رحمت والا ہے، اسی سے مدد حاصل کی جاتی ہے۔“

حدیث شریف میں ہے:

﴿اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾

”اے اللہ! اپنے ذکر اور شکر کے لیے اور بہتر عبادت ادا کرنے پر میری مدد فرما۔“

توحید علم کے متعلق ملائکہ کا بیان ہے:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ [البقرہ: 32]

”اے رب تو جملہ عیوب اور نقائص اور اوناس سے پاک ہے، ہم کو علم نہیں، لیکن اتنا ہے جتنا تو نے ہم کو سکھلایا ہے۔“

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بیان میدان محشر میں جملہ خلایق کی موجودگی میں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ ہوگا:

﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ [المائدہ: 116]

”جو میرے دل میں ہے اسے تو جانتا ہے اور جو تیری ذات کے اندر ہے اسے میں نہیں جانتا تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔“

﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [الزمر: 85] ”قیامت کا علم تو اسی کے پاس ہے۔“

﴿إِنَّمَا أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ﴾ [یوسف: 14] ”یہ کلام تو اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے“

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ﴾ [الانعام: 59] ”علم غیب اسی کے پاس ہے۔“

﴿اللَّهُ تَعَالَى فِي السَّمَاوَاتِ مَلِكٌ قَدِيمٌ أَلِيمٌ﴾ [التکوین: 2] ”اللہ تعالیٰ کا اسم ”علیم“ کا استعمال کون سے دیگر اسمائے حسنیٰ کے ساتھ مقرر ہوا ہے تو

ترکیب ذیل نظر آئے گی۔

علیم قدیر، علیم خبیر، علیم حکیم، واسع علیم، علیم حلیم، الخلاق العلیم، عزیز علیم، قہار علیم، سمیع علیم، شاکر علیم کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کمال علم کے ساتھ قدرت و خبرت، حکمت و وسعت، حلم و خلق، عزت و فتح، سمع و شکر کے اوصاف کا ہونا بھی ضروری ہے اور جو علم ان صفات کے ساتھ ساتھ ہو وہ انسان و ملک کے علم سے (خواہ وہ انسان و فرشتہ کتنا ہی ذی علم کیوں نہ ہو) بسا ارفع و اعلیٰ ہے۔

توحید فی القدرت کی بابت آیات ذیل پر موصو:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [قر: 49] ”ہم نے ہر ایک شے کو ایک اندازہ پر پیدا کیا۔“

﴿وَبَارَكْ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا﴾ [مجمہد: 10]

”اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں (رہنے والوں کی غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی“

﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ﴾ [المونون: 18] ”ہم نے پانی اوپر سے حسب اندازہ نازل کیا۔“

﴿وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرہ: 284] ”اللہ کو ہر شے پر قدرت حاصل ہے۔“

﴿وَهُوَ عَلَى جَمْعِهِمْ إِذْ يَسَاءُ قَدِيرٌ﴾ [الشوری: 29]

”وہ جب چاہے گا تو اپنی قدرت سے سب مردہ جسموں کے گوشت پوست کو جمع فرمادے گا۔“

ان آیات میں دکھلایا گیا ہے کہ ہر شے کو ابتداء ہستی میں لانا پھر اس کے لیے قدر و اندازہ مقرر کرنا پھر اسے معدوم کر دینا، پھر اسے موجود کر دینا، اسی مالک کی قدرت کے اندر ہے۔ آسمان کی برکتوں اور زمین کی طاقتوں پر اس کی قدرت تسلط رکھتی ہے۔ مادہ اور روح اس کی مخلوق اور اسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ فتح و شکست قوموں کا اقبال و ادبار زمانہ کا انقلاب، موسموں کا تغیر، جمادات و نباتات، حیوانات اور انسان و ملائک کے خواص و ماییت اور کوائف و احوال سب اسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ یہ وہ قدرت کہ انسانوں کا جانا پہچانا قانون قدرت اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ قدرت ہے جسے انسانوں کے تجربات عادات محصور نہیں کر سکتے۔ اس صفت میں اسی مالک کو یکتائی وحدت حاصل ہے۔

توحید فی الذات والصفات کا بیان بھی بہت وسیع ہے۔ فرمایا:

﴿يَسْبِقُ أَتَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ [طہ: 14]

”اللہ تو میں ہی ہوں، میں ہی معبود ہوں اور کوئی معبود نہیں۔“

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَالِمَا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

”اللہ نے بتایا اور ملائکہ و اہل علم نے بھی ظاہر کیا کہ وہی اللہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی کا عدل و انصاف قائم ہے،

اسی کا معبود ہونا حق ہے۔ دوسرے کا نہیں۔ وہی عزیز و ہی حکیم ہے۔“ [آل عمران: 18]

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ

وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ وَهُدًى لِلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ [آل عمران: 2-4]

”اللہ ہے، اس کے سوا اور تو کوئی بھی الٰہ نہیں۔ اسی نے محمد ﷺ پر کتاب کو حق کے ساتھ بھیجا۔ یہی کتاب اپنے سے پہلی

تعلیم کی تصدیق کرتی ہے۔ اس نے قبل ازیں تورات و انجیل کو نازل فرمایا کہ لوگوں کی راہنمائی ہو۔ اسی نے قرآن کو اتارا۔“

﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ [آل عمران: 6]

”وہی ہے جو انسان کی صورتیں ارحام میں اپنے منشا کے موافق بناتا ہے۔“

﴿تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ﴾

”یہ کتاب اس اللہ نے اتاری جو قدرت اور علم والا ہے۔ وہ گناہوں کو بخش دینے والا ہے۔ وہ تو توبہ قبول فرماتا ہے۔ وہ سخت عذاب اور جو دعو عطا والا ہے۔“ [المومن: 2-3]

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن: 60]

”تمہارے پروردگار کا فرمودہ ہے کہ مجھے پکارو، مجھ سے مانگو، میں سنوں گا۔ میں قبول کروں گا۔“

﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾

”اللہ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے نفس کے لیے بنایا کہ تم اس میں آرام لو اور دن کو آنکھیں روشن کرنے والا بنایا۔

بے شک اللہ کے فضل و احسان انسان پر بہت ہیں۔“ [المومن: 61]

﴿ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ﴾ [المومن: 62]

”اے لوگو! یہی اللہ ہے جو تمہاری پرورش کرنے والا ہے، وہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔“
﴿ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَبَارِكْ لَهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ [المومن: 63-64]

”اللہ ہی ہے جس نے تمہارے رہنے کو زمین بنائی اور آسمان کو خیمہ بنایا، اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تم کو خوب رو بنایا، اسی نے تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ لوگو! تمہارا پروردگار یہی تو ہے۔ ہاں! اللہ بڑی برکتوں کا بخشنے والا ہے، وہی زندہ ہے، وہی سب کا معبود ہے اور کوئی معبود نہیں، لہذا تم اسی کی عبادت ساری سچائی کے ساتھ بالکل اسی کے بن کر کیا کرو، خوبی اور کمال اور وصف و جمال کی سب اقسام کا مالک وہی ہے جو تمام جہانوں کی پرورش فرماتا ہے۔“

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ﴾ [الانعام: 103]

”انسان کے حواس ظاہری و باطنی اس کا ادراک نہیں کر سکتے اور وہ جملہ قوی کا ادراک رکھتا ہے۔“

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ [الشورى: 11-12]

”اس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں، وہ سب سے پہلے اور بصیر ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملک ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور اندازہ کا دیتا ہے وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔“

﴿ فَلَا تَضُرُّوهُ الْآمَنَاتُ ﴾ [الحمل: 74]

”اللہ کے لیے کہاوتیں اور مثالیں نہ بیان کیا کرو۔“

﴿ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ [البقرہ: 255]

”اللہ ہے، وہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔ وہی زندہ و پائندہ ہے۔ اونگھ یا نیند کا اس پر اثر نہیں۔ آسمان اور زمین اور ان کی سب چیزیں اسی کی ہیں۔ کون ہے جو اس کے پاس شفاعت اذن کے بغیر کرے، وہ سب کی اگلی پچھلی حالتوں کو جانتا ہے۔ مگر مخلوق اس کے علم کا ذرا بھی احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کا علم آسمان و زمین سے فراخ تر ہے، وہ آسمان و زمین کی حفاظت میں تھک نہیں جاتا۔ وہ سب سے بالاتر ہے اور سب سے بزرگ تر ہے۔“

﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾ [الإخلاص: 1-4]

”بتا دے کہ وہ اللہ ہے، وہ اللہ ایک ہے، اللہ سب کی حاجات کو پورا کرنے والا ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اس کی کفو کا کوئی بھی نہیں۔“

قارئین! میں نے ان آیات کو جمع کر دیا ہے اگر ان کے معانی اور فوائد پر کچھ تحریر کیا جائے تو اس کے لیے کتاب ضخیم درکار ہے۔ تدبر کرنے والے کو پتا لگ جائے گا کہ جو توحید اسلام سکھلاتا ہے اور قرآن پیش کرتا ہے، وہ فلاسفوں کی توحید سے بالکل ارفع و اعلیٰ ہے، جو جو ہر و عرض اور قدیم و حادث، ہیولی اور مادہ کے متعلق الفاظ اور فرض اشکال کا مجموعہ ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات باقی ہی نہیں رہتی۔

نیز اسلامی توحید اس اعتقاد و تحسم سے بھی بالاتر ہے، جس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ایک مجسم شے بتاتے ہیں اور اس اعتقاد و تحزیبہ سے بھی اعلیٰ ہے، جس میں نفی صفات کو تقدیس کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنیہ سے عرفان صحیح حاصل ہوتا ہے اور اسی عرفان سے قلب سلیم نور یقین سے منور ہو جاتا ہے۔ بیان توحید میں اسلام کا یہ اسلوب خاص خصوصیت رکھتا ہے۔

فصل دوم 2

اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے

① مذہب کا بحیثیت مذہب نمایاں جوہر یہ ہے کہ اس میں روحانیت موجود ہو، اگر کسی مذہب میں روحانیت موجود نہیں تو اسے مذہب کہنا غلط ہے، بلکہ وہ ایک سوسائٹی (Society) جمعیت ہے۔ دنیا میں جس قدر مذاہب قدیم پائے گئے ہیں، ان میں سے کوئی مذہب ایسا نہیں، جس نے روحانیت کی موجودگی کا دعویٰ نہ کیا ہو، عام اس سے کہ وہ دعویٰ کہاں تک صحیح تھا، نیز قطع نظر اس سے کہ روحانیت کا مفہوم بھی درست سمجھا گیا یا نہیں۔

یہ مسلمہ ہے کہ انسان نام ہے روح و جسم کے مجموعہ کا۔ جسم کی ضروریات جسمانی اور مادی اشیاء میں پوری ہو جاتی ہیں، جن اشیاء پر ترقہ اور عیش، آسوگی و آرام، ناز و نفعت اور شادمانی و مسرت کے نام اہل دنیا استعمال کرتے ہیں۔ یہ جملہ اشیاء جسمانی ہوتی ہیں اور ان کے استعمال سے جو تلذذ (لذت) حاصل ہوتا ہے، وہ بھی مادیت کو لیے ہوئے ہوتا ہے۔

لہذا قابل غور یہ رہ جاتا ہے کہ روح کی شادمانی و مسرت کی اشیاء کیا ہیں اور کیوں کر حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس عنوان کے تحت میں ان لوگوں سے خطاب کی ضرورت نہیں، جو روح انسانی کے وجود سے منکر اور روحانیت سے قطعاً بے خبر ہیں، کیوں کہ ہمارا مقصد اسلام کو مذہب عالم کے سامنے پیش کرنا ہے، نہ کہ منکرین مذہب کے خیالات کی تنقید۔

② گو تم بدھ نے روحانیت کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں کیا، وہ انسان یا روح انسان کے لیے صرف یہی اعلیٰ کمال تصور کرتا ہے کہ انسان دکھ سکھ کی بندشوں سے آزاد ہو جائے، اس کی تعلیم پر گہرا غور کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سبق اخلاق انسانی کے بیان سے آگے نہیں بڑھا۔

③ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں توحید کا بیان موجود ہے۔ اسی قدر جو ابتدائی مراتب ایمان کے لیے ضروری ہے۔ ان کی تعلیم میں رد شرک موجود ہے مگر اسی قدر جو شرک اعظم کے رد کے لیے ضروری ہے۔ بعد ازیں روحانیت کا ذکر نہیں کیا گیا، جس کی وجہ افراد امت کی پست فطرتی و دنیا طلبی تھی۔

④ داؤد علیہ السلام کی زیور میں باب مناجات کھولا گیا ہے۔ بندہ کو اللہ کے حضور میں تضرع و زاری کا طریق سکھایا گیا ہے، لیکن ان

مناجاتوں میں نصرت اور فرخ اور دشمن کی ہلاکت و خسران کو سب سے بڑا مدعا بنایا گیا ہے۔ اور چند مناجاتوں کے سوا باقی سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔

﴿4﴾ سیدنا مسیح علیہ السلام نے آسمانی حکومت اور آسمانی بادشاہت کا لفظ سنایا۔ یہ الفاظ یقیناً روحانیت کا مظہر ہیں۔ حضور علیہ السلام نے سادے دل سے اپنے خالق کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ذکر کیا ہے، یہ خالص روحانیت کا سبق تھا، لیکن افسوس کہ سامعین کے عدم ذوق اور عدم وجدان اور فقدان تحمل و برداشت کی وجہ سے اس نیک استاد کو بھی یہی کہنا پڑا کہ اس مضمون کی تکمیل ”روح الحق“ فرمائے گا۔ (یوحنا 13-16:16)

﴿5﴾ حدیث پاک میں روحانیت کی تعلیم کو ”الاحسان“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس مشہور و متواتر حدیث میں جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیحین نے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم نے روایت کی ہے، اس لفظ کے معنی یہ بتلائے گئے ہیں:

الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا تَرَكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ﴿1﴾

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے، گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، پھر اس طرح کہ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اسی حدیث میں دو مقامات کا ذکر فرمایا گیا۔

ایک یہ کہ انسان خود کو ایسے مقامات پر پہنچائے کہ منظور نظر رحمت بن جائے۔

دوسرا بلند مقام یہ ہے کہ اس مقام پر متمسک ہو جائے کہ انوار عرفان کا ناظر ہو جائے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ روحانیت کا مقصود یہ ہے کہ رابطہ قلب اور نسبت روح رب العالمین کے ساتھ درست اور صحیح ہو جائے اور اس مقصود کے حصول کا ذریعہ ”بندگی“ ہے۔

اس مقصود کی شرح اور حصول مقصود کی توضیح میں اسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ اسی قدر زیادہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے بیانات سواں یا ہزارواں حصہ بھی نہیں سمجھے جاسکتے۔ لہذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ”اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے۔“

عبودیت

اسلام نے عبودیت کا بیان نہایت وضاحت سے کیا ہے، کیوں کہ روحانیت کا کل اسی بنیاد پر بلند ہوتا ہے۔

بتایا کہ عبودیت کے مظہر قلب اور زبان اور جوارح ہیں۔ اب مختصر سی تفصیل سنو:

﴿1﴾ واجبات قلب پانچ ہیں:

﴿1﴾ نیت: عادت و عبادت میں فرق کرنا نیت کا کام ہے۔

مراحب عبادت کا تفاوت قائم کرنا نیت کا کام ہے۔

﴿2﴾ اخلاص: اخلاص کا مدعا وحدت مطلوب ہے۔

﴿3﴾ صدق: اس کا مدعا وحدت طلب ہے۔

﴿4﴾ اتابیت: سستی کاٹل اور توجہ کامل کے ساتھ رجوع الی اللہ کا نام اتابیت ہے اور توجہ اسی کا پہلا زینہ ہے۔

5) محبت: حبہ القلب (داندول) کی آبیاری محبت ہی سے کی جاتی ہے اور یہی ایک دانہ پھلتا اور پھولتا ہوا سات سات ہالیاں بن جاتا ہے اور ایک ہالی میں سو سو دانے بن جاتے ہیں۔

2) واجبات زبان پانچ ہیں:

1) وحدانیت و رسالت کی شہادت۔

2) دوام ذکر۔

3) التزام دعا: کسی مدعائے خاص کے لیے دعا کرنا اور شے ہے اور فرائض عبودیت کی ادائیگی کے لیے دعا کو لازم بنا لینا اور شے ہے، یہاں یہی صورت مقصود ہے۔

4) تبلیغ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی لفظ کے اندر شامل ہیں۔

5) تعلیم: ناواقف کو بتانا، نادان کو دانا بنانا، علوم شرعیہ کا پھیلانا۔

3) واجبات جوارج کی تفصیل غور سے دیکھو:

1) واجبات سمع: کلام اللہ اور حکم رسول اللہ ﷺ پر کان لگانا۔ نصیحت اور کلمہ حق کو فور سے سننا۔

2) واجبات بصر: کائنات کو عبرت و خیریت سے دیکھنا، بصارت و بصیرت سے کام لینا۔

3) واجبات ذوق: اکل حلال و حرام اور یہی چیزوں سے پرہیز۔

4) واجبات اعضاء: خضوع و خشوع۔

5) واجبات جسم: قلب کی اطاعت کرنا، ضمیر پاک کے خلاف کسی عضو سے کام نہ لینا۔ یہ سب پندرہ (15) اقسام ہیں اور انہی کے مجموعہ کا نام عبودیت ہے۔

فنا و بقا

بیان روحانیت کے لیے ”فنا و بقا“ کی شرح بتلانا ضروری تھا۔

حدیث بالا میں جس اولین مقام ”قَسْبًا لَّهِ، يَسْرًا لَّهِ“ کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اسی کو اصطلاح صوفیہ میں مقام فنا کہتے ہیں۔ اس لفظ سے فنا لغوی مراد نہیں، بلکہ فنا سے مراد ماسوا کا زائل کرنا ہے اور انانیت سے غائب ہو کر شہود حق تک پہنچ جانا ہے۔

اسی فنا کے تحت میں توبہ، تذکرہ، ورع، زہد، اخبات، تجمل، خوف ورجا آ جاتا ہے۔

براین بالا سے واضح ہے کہ اسلام مسئلہ توحید کے اثبات میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو انسان کے مشاہدہ اور غور و فکر و تدبر کے سامنے پیش کرتا ہے۔

اسلام ذوق سلیم اور وجدان صحیح کی راہ پر علم، عقل، تجربہ اور مشاہدہ کی مصابیح کو روشن کرتا ہے، اور پھر اس راہ کے سالک کو مندرجہ ذیل منازل کی سیر کراتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادْهُمْ هُدًى وَ الَّذِينَ تَقَوُّهُمْ﴾ [محمد: 17]

”اور جو ہدایت یاب ہیں اللہ ان کی ہدایت کو بڑھاتا ہے، اور انہیں تقویٰ عطا کرتا ہے۔“

﴿ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ﴾ [مریم: 76]

”ہدایت والوں کو ہدایت میں ترقی پر ترقی دیتا ہے۔“

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَأَوْهُمْ يُبَيِّنُونَ ﴾ [التوبة: 124]

”ایمان والوں کے ایمان میں افزونی بخشتا ہے۔“

اور بعد ازاں منزل مقصود پر پہنچا کر یہ بشارت عظمیٰ پہنچاتا ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا النَّفْسَ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴾ [الغجر: 27-28]

”اے اطمینان یافتہ نفس اپنے رب کی طرف رجوع کر خوشی کے ساتھ اور بشارت کے ساتھ۔“

توحید کی ضد شرک ہے۔ رد شرک کے دلائل علیحدہ بیان فرمائے۔

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ﴾ [النجم: 22]

”اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی معبود ہوتا تو نہ زمین قائم رہتی نہ آسمان۔“

فرمایا:

﴿ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلُوبًا مَلَأُوا بِرُحُومِهِمْ ﴾ [النجم: 24]

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو اپنی الٰہ بنا لیا ہے، ان سے کہہ دو کہ اس اعتقاد کے ثبوت میں کوئی برہان تو پیش کرو۔“

اسلام ہی بتلاتا ہے کہ جملہ رسل کی اولیٰں اور آخرین دعوت یہی کلمہ مبارک رہا ہے

﴿ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ﴾ [الاعراف: 65]

”اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔“

یہی وہ کلمہ مقدس ہے جو الوہیت رب العالمین کو دل میں قائم کر دیتا ہے اور یہی وہ کلمہ توحید ہے جو دل کو شرک سے پاک و

صاف بنا دیتا ہے۔

یہی وہ کلمہ ہے جو اثبات کو بقا عطا کرتا ہے اور یہی وہ کلمہ ہے جو نفی کو فنا دکھاتا ہے۔ اسی آیت اعراف میں چار بار سورۃ النعام میں

دو بار اور سورۃ آل عمران میں دہرایا گیا ہے۔

بیان توحید کے متعلق فرمایا گیا ہے:-

﴿ قُلْ أَغْيِرَ اللَّهُ آخِذَهُ وَآيَاتِهِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ [النعام: 14]

”ان سے پوچھو کیا آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والے اللہ کے سوا کسی اور کو مددگار بنائوں۔“

اب کیا اس کے سوا اور کسی کو ولی و کار ساز بنانے کی ضرورت رہ جاتی ہے، کیا کسی اور کو بھی دل کا مالک ٹھہرانے کی کوئی وجہ ہو سکتی

ہے، کیا میں ایسا کروں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

﴿ قُلْ أَغْيِرَ اللَّهُ آيَاتِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ [النعام: 164]

”ان سے پوچھو کہ اس رب کے سوا جو ہر ایک کی پرورش کرنے والا ہے کیا میں اور کی تلاش اپنا رب بنانے کے لیے کروں۔“

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ﴾ [التقص: 88]

”وہ اللہ جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کو مت پکارو۔ دیکھو ہر ایک شے موت و ہلاکت اور فنا والی ہے، صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو موت اور فنا سے برتر ہے۔“

غیر اللہ کو پکارنے والے خواہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام اور عزیر نبی علیہ السلام اور دیگر بزرگان کے پکارنے والے ہوں یا فرضی اور خیالی دیوتاؤں کے پکارنے والے ہوں اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ ان میں اور اللہ تعالیٰ میں ماہہ الامتیاز کیا ہے۔

وہ عیسائی جو تسلیم کرتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو پکارا گیا، پھانسی پر لٹکایا گیا، قبر میں دفنایا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت ہے۔ ایسا شخص معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ مسلمان جو حسین علیہ السلام کی بابت تسلیم کرتا ہے کہ وہ کربلا کے دشت میں گرسنہ و تشنہ ذبح کیے گئے، ان کے جسم پاک کی ٹاپاک خبیثوں نے بے حرمتی کی، ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ کرشن مہاراج جس نے اپنی راج دھانی کو اپنی آنکھوں سے لٹتے اور اجڑتے دیکھا، جس نے اسی اندوہ و غم میں اپنے آپ کو ہمالہ کی برف کا لقمہ بنایا، وہ کبھی معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ سدھارتھ گوتم جو بدھ (بمعنی بیمار) کے نام سے روشناس ہوا اور جس کی لاش نیپال کی ترائی میں بمقام کسن آراء جلائی گئی اور اس لاش کی راکھ آٹھ مختلف مقامات پر تقسیم کی گئی، جا کر ہر ایک جگہ یادگار کی کنبد تیار کیے گئے۔ کبھی بھگوا (الائق عبادت) اور آرحم (ذات پاک) نہیں ہو سکتا۔ [1]

وہ سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو 28 صفر 11 ہجرت سے 12 ربیع الاول تک بیمار رہے۔ جنہوں نے 12 کی سہ پہر کو انتقال اور رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا جو 14 کو بعد مغرب لحد منور میں لٹائے گئے، جو شان علیا کے اعتبار سے امام الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ علامت تدفین و قبر کی وجہ سے کبھی معبود و معبود نہیں ہو سکتے۔ الغرض آیت بالا کے اس نشان واحد نے توحید کو نہایت مستحکم کر دیا ہے۔

رغبت تعظیم او امر و نواہی، تفسیر و تہذیب، استقامت، صبر، تقویٰ، شکر، تسلیم، اخلاص، تواضع، فقر و غنا، تاسف و حزن اغتراب، غیبت شامل ہیں۔ [2]

اور بقا کے تحت میں حیا، رضا، شکر، صدق، ایثار، فتوت، مروت، انبساط، ادب، انس، ذکر، علم، حکمت، تعظیم، سیکنہ، طمانیت، غیرت، شوق، ذوق، شہود، سرور تمکین، مکاشفہ، حیات با علم، حیات بالوجود، بسط، صحو، معرفت، یقین صدق، تحقیق شامل ہیں۔

ان مقامات کی تعریف اور احوال کی تفصیل اور نفس و قلب و روح انسانی کے ساتھ ان کے ارتباط اور نتائج ارتباط اور ثمرات نتائج بیان کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے اور باایں ہمہ علماً و عملاً ان کی ماہیات لفظی سے برتر اور احوال سے متعلق ہیں۔ اس مجمل ذکر سے قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ جس مذہب میں روحانیت کا اس قدر ذخیرہ وافر موجود ہے، اسی کو روحانی مذہب کہلانے کی شان حاصل ہے۔

[1] بدھ مذہب کا ہر ایک شخص بدھ کی مورتی کے سامنے پھول چڑھاتا ہے اور بدھ کی صفت و ثناء میں ایک متر پائی زبان کا پڑھتا ہے، جس میں قریباً 15 لفظ بدھ کے شاکے ہیں۔ بھگوا، آرحم بھی انہی الفاظ میں سے ہے۔

[2] فنا و بقا کے تحت میں جن مقامات کا ذکر فرمایا گیا ہے ان کے الفاظ سے اشتہار نہیں ہونا چاہیے کہ ان سے مراد صرف لغوی معانی ہیں بلکہ علم الاحسان (تصوف اسلامی) کے زیادہ اصطلاحات ہیں جن کے مفہوم و معانی سے اس علم کے علماء و ماہرین بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کا ثبوت اور استنباط ہوتا ہے۔

میں نے دقیق بحث چھوڑ دیے ہیں اور اس مختصر بیان ہی سے قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانیت کے بیان میں اسلام ہی کو درجہ خاص حاصل ہے۔

فصل سوم 3

اسلام ہی اخلاقِ حسنہ کا معلم ہے

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَمَحَاسِنَ الْأَعْمَالِ۔^[1]

”میں بزرگ ترین اخلاق اور نیک ترین اعمال کی تکمیل کے لیے نبی بنا یا گیا ہوں۔“

اسلام نے بتایا ہے کہ اخلاقِ رزیدہ کے منبع چار ہیں:

□ جہل □ ظلم □ شہوت □ غضب

① تاثراتِ جہل میں سے ہے کہ اچھی شے کو بری اور بری شے کو اچھی شکل میں نمایاں کرتا ہے۔ کمال کو نقص اور نقص کو کمال دکھلاتا ہے۔

یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾ [یوسف: 33]

”اگر میں غور توں کی باتوں میں پھنس گیا تو جاہل ہو جاؤں گا۔“

② تاثراتِ ظلم میں سے ہے کہ کسی شے کو اس کے غیر محل میں رکھا جائے۔

خوشنودی کے مقام پر خفگی، سخاوت کے مقام پر بخل، بخل کے مقام پر بزدلی، نرمی کے مقام پر سختی، سختی کے مقام پر نرمی، مقام

انکسار پر تکبر اور مقام وقار پر انکسار یعنی حقوق کا غلط استعمال اور غلط استعمال پر دعویٰ استحقاق۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿إِنَّ الْبَشَرَ لَلظَّالِمُ عَظِيمٌ﴾ [انسان: 13]

”حقوقِ الہی کا غضب کرنا اور ان حقوق کا استعمال دوسرے کے لیے جائز سمجھنا بزرگ ترین بہت بڑا ظلم ہے۔“

③ تاثراتِ شہوت میں سے ہے کہ حرص، بخل اور تنگ دلی کو ترقی ہوتی ہے۔ حصہ غیر پر حملہ کیا جاتا ہے۔ وقار نفس اور پارسائی کا

خاتمہ ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: أَعْطَى كُلِّي ذِي حَقِّي حَقَّهُ ② ”اللہ نے ہر ایک حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے۔“

فرمایا: ﴿لَا تَقْرَبُوا الزَّيْنَةَ إِنَّهَا كَانَتْ حَاشَةً وَسَاءَ مَسِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: 32]

”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ کھلی بے حیائی ہے اور بہت بری سڑک ہے۔“

④ تاثراتِ غضب سے تکبر، کینہ، حسد بغاوت اور سفاہت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے تین بار درخواست کی کہ

مجھے کچھ نصیحت فرمائی جائے، حضور ﷺ نے ہر دفعہ اسے یہی جواب دیا:

غِيظًا وَغَضَبًا ③

[1] موطا: 1904، الفتا: 207/1، الدرر المنتوره فی الاحادیث المشهوره للمسویطی: 58، مستدرک: 381/2۔

[2] ابوداؤد: 2007، 2870، 3565، ترمذی: 2120، 2121، نسائی: 3641، 3642، احمد: 267/5، دارمی: 244/2، ابن حبان: 5689، احمد: 34/5۔

اسلام نے بتایا کہ اخلاق محمودہ کے سرچشمے چار ہیں:
صبر، عفت، شجاعت، عدل۔

- ① صبر کے نتائج ہیں: برداشت مصائب، غصہ پی جانا، عدم ایذا دہی، بردباری، خاکساری گھبراہٹ کا نہ ہونا، جملہ نہ کرنا۔ صبر کا ذکر قرآن پاک میں تقریباً نوے (90) مقامات پر ہے اور ان مقامات میں صبر کرو۔ سولہ (16) اصناف پر بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نصف ایمان کا نام صبر ہے اور نصف ایمان کا نام شکر ہے۔ ②
- ② عفت کے نتائج: رذائل و قبائح سے اجتناب، قولاً و فعلاً پاکیزگی، عفت سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا کا اثر ہر ایک علق نیک پر ہے۔ عفت سے جھوٹ، بخل، اور بدکاری کا ستیاناس ہوتا ہے۔
- ③ شجاعت کے نتائج: آپ اپنی عزت کو ملحوظ رکھنا، برترین اخلاق کا جو یار ہنا، مال و جان سے دوسرے کی امداد کرنا، طیش و غضب سے دور رہنا، اپنے نفس کی باگ عقل کے سپرد کروینا۔

حدیث پاک ہے:

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ ④
”پہلو ان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے، پہلو ان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے۔“

- ④ عدل کے نتائج میں اعتدال اخلاق و افراط و تفریط کو چھوڑ کر وسط کو اختیار کر لینا۔
عدل بتاتا ہے کہ جو دو حوالے سے کہتے ہیں جو بخل اور اسراف کے درمیان ہو۔
عدل بتاتا ہے کہ حیا وہ ہے جو ذلت و بے شرمی کا میا نہ ہو۔
عدل بتاتا ہے کہ شجاعت اسے کہتے ہیں جو جین اور تہور کا وسط ہو۔
عدل بتاتا ہے کہ علم یہ ہے کہ تکبر و اہانت کے نتیجے ہو۔
تصریحات بالا سے ظاہر ہے کہ اسلام نے اخلاق حسنہ کے بیان میں کس قدر زیادہ حصہ لیا ہے۔
قرآن پاک میں ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴾ [الاعراف: 199]

”معافی و درگزر کو عادت بناؤ، نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔“

حدیث پاک مسلم میں نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَكْبَرُ حُسْنِ الْخُلُقِ ③ اِحْسَنُ عِلْقِ بِي كَانَامُ ”نیکی“ ہے۔ صحیحین میں ہے:
خَيْرٌ كُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا ④ نیک اور بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

①- مدارج السالکین: 152/2؛ بخاری: 6114؛ مسلم: 2609؛ ابن حبان: 717؛ احمد: 236/2؛ موسیٰ: 98/3؛ مسلم: 2553؛ ترمذی: 2389؛ ابن حبان: 397؛ بخاری: 322/2؛ احمد: 182/2؛ بخاری: 3559؛ مسلم: 2321؛ ترمذی: 1975؛ ابن حبان: 477؛ احمد: 161/2

ترمذی و ابوداؤد نے ابودرداء رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:
 مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقِي حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَيَغْضُ الْفَاحِشَ الْبِدِيءِ ①
 قیامت کے دن مومن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزن دار شے اچھا خلق ہوگا، اس سے بڑھ کر کوئی شے بھاری نہ ہوگی۔ اللہ
 تعالیٰ ہر ایک بے حیا، بد زبان سے بغض رکھتا ہے۔

ترمذی میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَ أَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ أَبْعَدَكُمْ إِلَيَّ وَ أَبْعَدَكُمْ
 مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ التَّرْتَارُونَ وَ الْمُتَشَدِّقُونَ وَ الْمُتَفِيهِقُونَ ②
 ”قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص مجھے پیارا اور میرے دربار میں مجھ سے قریب تر ہوگا جو اچھے اخلاق والا ہے مگر چپا
 چپا کرتا ہے بنانے والا، خوش کلامی جتانے والے اپنی خوش گپی سے دوسروں کو تھکا دینے والے مجھے ناپسند ہوں گے اور
 دربار میں دور تر بھی ہوں گے۔“

صحیح ترمذی کی روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:
 إِنَّ صَاحِبَ حَسَنِ الْخُلُقِ كَيْفَ كَانَ بِهِ فَذَرَجَتْهُ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ ③

”اچھے خلق والا اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے، جو نفل عبادت اور نفل روزہ رکھنے والے کا ہوتا ہے۔“

ان احادیث سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ تکمیل ایمان اور قرب رسول ﷺ اور پسندیدگی مالک کے مدارج کے دار مدار
 اخلاق حسنہ ہے۔

اخلاق حسنہ کے بیان میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا تعلق انسان کی خود اپنی ذات سے بھی ہے اور اپنائے جنس سے بھی ہے اور
 رب العالمین کے ساتھ بھی۔

خود اپنی ذات کے متعلق یہ ہے کہ آپ اپنے کو ناقص سمجھے اور سمجھ لے کہ ناقص کے افعال بھی ناقص ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ
 ہوگا کہ انسان تہذیب اخلاق میں ہمیشہ کوشاں رہے گا۔

اپنائے جنس کے متعلق یہ ہے کہ دوسروں کی ایذا دہی کو برداشت کرے، مگر خود انھیں ایذا رسانی کا ارادہ نہ کرے۔

رب العالمین کے ساتھ حسن خلق کے معنی یہ ہیں کہ جو معاملہ تیرے اور رب العالمین کے درمیان ہے اسے موجب شکر قرار دے
 اور احکام یا افعال الہی کے بارہ میں کبھی دل و زبان پر ادب اور شکر کے سوا کوئی لفظ جاری نہ ہو۔

شیخ الاولیاء سیدنا اصفیاء سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما کا قول ہے: كُنْ مَعَ الْحَقِّ بِلَا خَلْقٍ وَ مَعَ الْخَلْقِ بِلَا نَفْسٍ اللَّهُ
 کے ساتھ تیرا معاملہ یہ ہونا چاہیے کہ اس میں مخلوق کا ذرا تعلق نہ ہو اور مخلوق کے ساتھ تیرا معاملہ ایسا ہونا چاہیے کہ تیرے نفس کا اس میں
 کچھ حصہ نہ ہو۔

یہ ہیں وہ اخلاق حسنہ، جن کی تکمیل اسلام نے توواؤا وفعلا فرمائی ہے۔

① ابوداؤد: 4799، ترمذی: 2002، ابن حبان: 481، احمد: 446/6، ② ابن حبان: 482، ترمذی: 2018، احمد: 193/4

③ ابوداؤد: 4798، ابن حبان: 480، احمد: 96/6

تھوڑی سی تفصیل اور بھی سن لیجیے۔

① اسلام فقراء و مساکین کا حصہ مال زکوٰۃ میں واجب ٹھہراتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ اس صفت کی کل آمدنی کا آٹھواں حصہ ان کو ضرور مل جانا چاہیے۔

② مال غنیمت کے شمس میں سے مساکین و یتامی کا پانچواں حصہ لادبی ہے۔

③ آمدنی نے (وہ مال جو بغیر لڑے دشمنوں سے ملے) میں بھی کل کا ایک ٹمس مساکین و یتامی کا حصہ ہے۔

④ ابنائے سبیل بھی ان ہر سداہ ابواب میں حصہ یاب ہوتے ہیں اور اس انتظام سے کل عالم اسلام مسافر کے لیے اپنا گھر بن جاتا ہے۔

⑤ قرض و داروں اور قرض کے تحت میں زیر بار لوگوں کی رہائی کا انتظام سلطنت اسلامی پر ڈالا گیا ہے۔

⑥ غلاموں کی آزادی کے لیے زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ خاص طور پر علیحدہ کیا گیا ہے، اور بعد ازاں اسی صیغہ میں چندہ دہی ضروری و لادبی قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی مذہب نے فقراء و مساکین اور یتامی و ایامی اور غلامان و مقروضین کے لیے سلطنت کے بجٹ میں مستقل رقم درج کرنے کے احکام دیے ہوں تو ان کی نظیر پیش ہوتی چاہیے۔

اسلام پابندی معاہدات کو نہایت ہی زور کے ساتھ محکم فرماتا ہے اور فریق معاہدہ کی معاہدہ شکنی کے بعد بھی اگر ایٹمی میٹم کی نوبت آجائے تو دشمن کو چار ماہ تک مہلت عطا فرماتا ہے۔

اسلام اخلاقی تعلیم صرف نمائش و نمود کے طور پر نہیں دیتا ہے، بلکہ جو ارح و اعضاء کے ساتھ ساتھ وہ دل و دماغ کو بھی اسی تعلیم کا پابند بناتا ہے۔ ذرا احکام ذیل پر غور کرو۔

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ ۖ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ

مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا ۗ﴾ [الاعراف: 33]

”اے نبی کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل اشیاء کو حرام ٹھہراتا ہے (ابنائے جنس کے مقابلہ میں) فحش، بے حیائی کی

سب قسموں کو جن کا تعلق ظاہری یا باطنی حالات سے ہو اور شرک جس کی کوئی دلیل نہیں۔“

(خود اپنے مقابلہ میں) گناہ کی جملہ اقسام (سلطنت کے مقابلہ میں) بغاوت و سرکشی (اللہ کے مقابلہ میں) بے علمی کے

ساتھ باتیں بنانا۔

حکم ثانی سنو:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۗ﴾ [النحل: 90]

”اللہ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے وہ یہ ہیں: عدل اور احسان اور قرابت والوں سے فیاضانہ سلوک، اللہ جن

چیزوں کے کرنے سے قطعاً روکتا ہے وہ یہ ہیں: سب بے حیائیاں، سب ایسے کام جو قابل انکار ہوں اور بغاوت۔“

﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء: 36]

مندرجہ ذیل اشخاص کے ساتھ احسان کیا کرو:

- ① والدین
- ② یتائی
- ③ مساکین
- ④ ساتھ لگتا ہمسایہ
- ⑤ دور کا ہمسایہ
- ⑥ تمہاری رفاقت میں رہنے والا شخص
- ⑦ مسافر
- ⑧ لونڈی، غلام۔

صحیح بخاری میں ہے، جس کی فتنہ پردازی سے ہمسایہ مامون نہیں، وہ صاحب ایمان ہی نہیں۔ ①

صحیح مسلم میں ہے، جس کی فتنہ پردازی سے ہمسایہ کو چھین نہیں، وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ ②

صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ السَّاعِي عَلَى الْأَرَامِلِ وَالْمَسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ ③
”رائد عورتوں اور مسکین لوگوں کے کام کاج کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے جیسا ہے۔“

صحیح بخاری میں بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہے:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَىٰ وَقَرَّحَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ④

”جنت میں میں اور یتیم کا خیر لینے والا ایسے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (شہادت اور درمیانی انگلیوں میں ذرا سا فرق دکھلا کر سمجھایا کہ اس طرح)۔“

ابوداؤد، دیمس علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا۔

الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ اتَّقُوا اللَّهَ فِي مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ ⑤

نماز، نماز، اور لونڈی غلاموں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا تقویٰ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَأَقْصِدْ

فِي مَشْيِكَ وَأَغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴾ [الفرقان: 18-19]

① غرور میں آ کر لوگوں کی طرف سے اپنا منہ کج نہ کیا کرو۔

② زمین پر اکڑ کر نہ چل۔

③ اللہ تو ہر ایک چال باز فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

④ اپنی رفتار میں میانہ روی رکھ۔

⑤ اپنی آواز کو پست و نرم رکھ۔

⑥ دیکھا آوازوں میں سخت و درشت آواز تو گدھے کی ہے۔

① بخاری: 6016، شعب الایمان: 5525، مستدرک الطحاوی: 310، ② مسلم: 172، بیہقی: 5524، احمد: 1/387، شعب الایمان: 9535

③ بخاری: 6007، مسلم: 2982، ترمذی: 1969، ابن حبان: 4245، ابن ماجہ: 2140، ④ بخاری: 5304، ابوداؤد: 5150، ترمذی: 1918، احمد: 333/5

⑤ ابوداؤد: 5156، ابن ماجہ: 2697، ابن حبان: 6605، احمد: 117/3

قوم اور ملک کے متعلق اخلاق:

- ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾ [الجزات: 9]
- ”اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کرنے لگیں تب سب مل کر ان دونوں میں صلح کرادیں۔“
- ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخَرُوا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْكُمْ وَلَا تَنْبِرُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾ [الجزات: 11]
- ”اے ایمان والو کوئی قوم دوسری قوم سے غصھا نہ کرے، شاید وہی ان سے اچھی ہو، نہ عورتوں سے غصھا کریں، شاید وہی ان سے اچھی ہوں، تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا لقب تجویز کرو۔“
- ﴿ اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا ﴾ [الجزات: 12]
- ”بچو بہت گمانوں سے کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ کسی کا عیب تلاش نہ کرو اور نہ کسی کی چغلی کیا کرو۔“
- غیر مذاہب والوں سے سلوک:

- ﴿ لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُواكُم مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾ [المائدہ: 8]
- ”جو لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے تمہارے ساتھ نہ تو دین کے لیے جنگ کی اور نہ تم کو خارج از وطن کیا، ان سے نیکی کرنے اور صحیح صحیح انصاف کرنے میں تم کو اللہ نے کبھی بھی منع نہیں کیا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے پیار رکھتا ہے۔“
- ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴾
- ”اللہ کا حکم تمہارے لیے یہ ہے کہ جس کی امانت ہو اسی کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ کیا کرو۔“ [النساء: 58]

ایسے احکام، بیسیوں ہیں اور یہ وہ اخلاق ہیں، جن پر قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے عمل کر کے دکھلایا اور جن کی تعلیم انھوں نے علماء و عملا ہر دو طریق سے کل دنیا کو دی۔

اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی تاریخ کے اوراق کیا دکھلاتے ہیں، اہل نظر خود آکھ کھول کر دیکھ لیں۔

فصل چہارم 4

اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کر دیا

موجودہ عیسائیت کی بنیاد دو اصولوں پر ہے:

- ﴿ آدم نے گناہ کیا اور اس کی تمام نسل اسی گناہ سے آلودہ ہے۔ ﴾ ①
- ﴿ اللہ کے رحم نے چاہا کہ لوگوں کو گناہ سے پاک ٹھہرائے، لیکن اللہ کے عدل نے چاہا کہ گناہ کا خمیازہ ضرور اٹھانا ہوگا۔ ﴾ ②
- اللہ نے اس مشکل کو اس طرح حل کیا کہ اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجا، وہ لعنتی ٹھہرا، جہنم میں گیا، دکھ درد اور عذاب اپنے اوپر

برداشت کیے اور وہ گناہ گاروں کا کفارہ بنا۔ اس طرح عدل پورا ہو گیا۔ رحم الہی نے تب گنہگاروں کو معاف کر دیا۔ اسلام نے ہر دو اصول ہالہ کی صحت فرمائی۔

گناہ آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ تو بے کی وجہ سے آدم کو معافی مل گئی تھی اور آدم علیہ السلام گناہ سے پاک ٹھہرے تھے، لہذا نبی آدم کو گناہ کا ورثہ میں ملنا قطعاً غلط ہے۔

﴿فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ إِلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ [البقرہ: 37]

”آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ ان کلمات کی وجہ سے اللہ نے ان پر رجوع کیا۔ اللہ تو بہت رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

﴿ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ﴾ [طہ: 122]

”پھر رب نے آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور اس پر توجہ فرمائی اور اسے راہ دکھائی۔“

عدل و رحم کے متعلق اسلام نے بتلایا کہ بے گناہ کو گناہ گار کے بدلے سزا دینا سراسر ظلم ہے۔ اس لیے پاکہا مسیح علیہ السلام کا لعنتی ہو کر جہنم میں جانا بھی غلط ہے۔

علیٰ علیہ السلام گنہگاروں پر رحم کی غرض سے کسی بے گناہ کو عذاب دینا بھی رحم کے قطعاً خلاف ہے۔

﴿حَقُّوهُ لَعْنَةُ اللَّهِ لَوِ تَوَدَّوْا بَدَلَ مَا عَمِلْتُمْ﴾ [مائدہ: 31]

”حقو اللہ جو تو بد سے معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے متعلق مکمل رحم اور پوری رافت و شفقت سے کام لیتا ہے۔“

﴿حَقُّوهُ لَعْنَةُ اللَّهِ لَوِ تَوَدَّوْا بَدَلَ مَا عَمِلْتُمْ﴾ [مائدہ: 31]

”حقو اللہ، بندوں کے حقوق بندوں پر۔ اس میں اللہ تعالیٰ عدل سے کام لیتا ہے۔ اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُغْفَرُ كُلُّ ذَنْبٍ لِلشَّهِيدِ إِلَّا الذَّنْبَ

”شہید کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، مگر قرضہ نہیں۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق کی یہ جداگانہ تقسیم اور ہر ایک تقسیم کا رحم اور عدل کے تحت میں ہونا ایک ایسا فیصلہ ہے جو اسلام ہی نے صادر کیا ہے۔

ورنہ موجودہ عیسائیت نے یا او اگون کے چکر میں گھومنے والوں نے تو اس مسئلہ کو سخت پیچیدہ اور ناقابل حل ہی بنا دیا تھا۔

کریم اہلسا کا مسئلہ پر میشر کو رحم سے معرا ٹھہراتا تھا اور کفارہ کا مسئلہ عدل کے منافی تھا۔

اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال حقیقی کی سڑک قائم فرمادی ہے۔



اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے

موجودہ زمانہ میں علمی فضیلت کا بیان یا شرافت علمی کے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے کیوں کہ اس زمانہ میں تمام عالم کے جملہ ممالک اور اقوام نے علماء و علمائے تسلیم کر لیا ہے کہ ”علم“ کے برابر اور کسی صفت انسانی کا درجہ نہیں۔

لیکن جس زمانہ میں اسلام کا آغاز عرب و حجاز میں ہوا، اس وقت تمام دنیا فضیلت علمی کے راز سے بالکل جاہل و غافل تھی۔ عرب تو نوشت و خواند سے بھی معز و مبرا تھا اور اسے اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا، لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم کا نام و نشان نہ تھا جو تعلیم پادریوں میں پائی جاتی تھی وہ صرف بائبل کے حروف کے سیکھ لینے تک محدود تھی۔ اسکے ساتھ ترجمہ و تفسیر شامل نہ تھے، یا ان بے سرو پا داستانوں کو علم حقیقی کا درجہ دیا گیا تھا، جو یہودیوں میں کبھی بطور ناول لکھی گئی تھیں اور پھر ان کا درجہ وحی کے برابر تسلیم کر لیا گیا تھا۔

① ہندوستان پر شریک باگوت اور 18 پرانوں کی حکومت تھی۔ بہت زیادہ ترقی کی حالت میں مہا بھارت اور رامائن کے قصے منہائے علم سمجھے جاتے تھے۔

<http://mujahid.xtgem.com>

یہی حال چین اور ایران کا تھا، یورپ قطعاً جہالت کدہ تھا۔

اسلام ہی نے علم کو اپنی سرپرستی میں لیا اور اسلام ہی علماء کا مامن و پلکانا۔

② دیوتاؤں اور فرشتوں کی برتری سے ہنود اور یہودیوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور انسان کو ہمیشہ ان کے سامنے ایک پرستار اور پجاری کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔

مگر اسلام نے بتایا کہ ابوالبشر علیہ السلام تو ملائکہ اور دیوتاؤں کا بھی مجبور ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوالبشر علیہ السلام صفت عالیہ میں ان سے بڑھ گیا تھا، وہ بیان جو سورہ بقرہ میں موجود ہے، اس کا مقصود علم ہی کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔

اب آیت ﴿ مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ ﴾ [المائدہ: 4] کی تفسیر پر غور کرو کہ وہ کتاب جو جس لعین ہے، تعلیم و تعلم کے بعد شکار کرنے میں جارح انسانی کا منصب حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا شکار خود انسان کے شکار کا حکم دیتا ہے۔

جب ان دونوں مثالوں پر غور کیا جائے گا کہ اسلام نے تعلیم کی وجہ سے شکاری کتے کو درجہ جارح انسانی کے مساوی تسلیم کر لیا اور انسان کو مجبور ہونا بہ وجہ افزونی علم قرار دیا تو ہر ایک شخص سمجھ سکے گا کہ اسلام کس قدر زیادہ علم کی فضیلت کا مظہر ہے۔

ہاں قرآن پاک میں ہے:

﴿ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ﴾ [البقرہ: 11]

”اللہ درجات بلند فرماتا ہے: (1) ان کے جوتم میں سے ایمان والے ہیں (2) اور ان کے جن کو علم ملا ہے۔“

یہاں بلندی درجات میں علم کو ایمان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

یہ قرآن مجید ہی ہے جس کی وحی ابتدائی فقرات میں یہ کلمات طیبات موجود ہیں:

﴿ اِفْرَا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ [علق: 3-5]

”پڑھ اور تیرا رب تو بڑے کرم والا ہے، اس نے قلم کے ذریعہ سے علم کی تعلیم دی، اسی سے انسان کو ان علوم کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔“

غور کرو، پڑھنے کی تاکید اور قلم کو نشر علوم کا ذریعہ بتانے کا بیان، انسان کا قابل تعلیم ہونا، انسان کا نامعلوم علوم کی تعلیم سے مشرف ہوتے رہنا کیسے اسلوب پاک میں بیان فرمایا گیا، اور قراءت و تحریر کے وسائل اختیار کرنے کے بعد کس طرح انسان کو روز افزوں معلومات کے حاصل کرنے کا شوق دلایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض انبیاء کی دعائیں خاص رنگ میں تھیں۔ مثلاً دعائیں علیہ السلام ہے:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [نوح: 28]

”اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور اسے جو مومن ہو کر میرے گھر میں داخل ہو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو۔“

دعائے ابراہیم علیہ السلام ہے:

﴿ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾ [ابراہیم: 35]

”مجھے اور میرے فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے بچائیں۔“

دعائے سلیمان علیہ السلام:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ﴾ [ص: 35]

”اے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو شایاں نہ ہو۔“

دعائے زکریا علیہ السلام:

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ﴾ [آل عمران: 38]

”اے رب مجھے ایک پاکیزہ بچہ عطا فرما۔“

لیکن سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جو خلاصہ موجودات اور سرور کائنات ہیں، کی دعائیں سے الگ اور سب سے جامع رتھی۔ وہ یہ دعائیں تھی۔

﴿ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [ف: 114]

”اے رب مجھے علم میں افزونی عطا فرما۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم کا درجہ جملہ نعمائے عالیہ سے برتر ہے۔

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے خطابات اور القاب عالیہ مثلاً خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین بھی ہیں اور انہی کے پہلو پہ پہلو حضوری تو صیف ان الفاظ میں بھی فرمائی گئی ہے۔

﴿ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرہ: 151]

”وہ کتاب اور حکمت کا معلم ہے، وہ ان علوم کا معلم ہے جسے انسان نہ جانتے تھے۔“

ہر دو آیات سے علم کی فضیلت نمایاں ہے۔ بے شک اسلام ہی ہے جس نے علوم عام کی تعلیم دی ہے اور اسلام ہی ہے جس

نے سابقوں الاولون اور انصار و مہاجرین کے علوم کو تو مسلم اور نو مشرکہ ممالک میں پوری فیاضی کے ساتھ پہنچایا ہے۔ نظائر ذیل پر غور کرو۔

□ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب الصحیح ہیں، اور ان کی کتاب صحاح ستہ میں سب سے اول درجہ پر ہے۔ یہ بخارا کے باشندے ہیں۔ ان کے نسب میں مغیرہ پہلا شخص ہے جو داخل اسلام ہوا۔

□ امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اہل فارس سے ہیں اور ان کے دادا ہی داخل اسلام ہوئے تھے۔

□ سیبویہ اور یعلیٰ اور زجاج جو ائمہ لغت و نحو ہیں عربی النسل نہیں۔

□ امام المغتت اسماعیل بن محمد جو ہری اور استاد مجدد الدین ابو طاهر محمد بن یعقوب فیروز آبادی بھی عرب کے باشندے نہیں۔ [1]

□ ابو الفرج جس کی تصانیف عربی زبان میں خوب مشہور ہیں، مالک کا باشندہ ہے۔

□ ابن خلدون جو فلسفہ تاریخ کا موجد ہے، تیونس میں پیدا ہوا تھا۔ [2]

□ مؤرخ الشیر برہان الدین موصل کے ہیں۔

□ مقریزی بعلبک میں پیدا ہوا تھا، امام مسلم صاحب الصحیح اور امام ابو داؤد صاحب السنن گونسا عرب ہیں مگر وطن ان کا عرب نہ تھا۔ ان نظائر سے واضح ہے کہ یہ اسلام ہی کی علم نوازی ہے کہ اس نے بدو ظہور سے ہر ایک قوم پر ابواب علم کو کشادہ کر دیا تھا اور اندرون ہندوستان سے لے کر انتہائے سوڈان تک اور بلاخراسان سے لے کر مراکش تک دروس علمیہ کا افتتاح خیر القرون ہی میں ہو گیا تھا۔ نبیاء علیہم السلام کو جو شرف کرامت جمہ غلوں الہی پر حاصل ہے، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے وصف علم ہی سے نمایاں فرمایا ہے:

﴿ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ ﴾ [مریم: 43]

” (ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں) اے باپ مجھے علم حاصل ہو گیا ہے۔“

﴿ لَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ﴾ [زلزال: 15] ” داؤد اور سلیمان علیہم السلام کو ہم نے علم سکھایا تھا۔“

﴿ وَإِنَّهُ لَكُلُّو عِلْمٍ لَمَّا عَلَّمْنَاهُ ﴾ [یوسف: 68] ” یعقوب والا علم ہم نے اسے سکھایا تھا۔“

لوگ طلب علم کی تاکید کے ثبوت میں اُطْلُبُوا الْعِلْمَ لَوْ سَكَانَ بِالصِّينِ پڑھا کرتے ہیں۔ ان الفاظ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

بسنہ صحیح ثابت ہونا قطعاً غلط ہے، مگر قرآن مجید میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے۔ یہ اولوالعزم رسول اور صاحب کتاب نبی چند

مسائل کی تعلیم کے لیے ایک دوسرے نبی خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تھے اور ﴿ عَلَيَّ أَنْ تَعَلَّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَنِي رُشْدًا ﴾ [الکہف: 66]

کے الفاظ میں اپنی طلب کا اظہار کیا تھا کہ جو آپ کو معلوم ہے، میں اسے سیکھنے کو آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید کے ثبوت میں علماء کو بھی پیش کیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ کو اپنی شہادت اور ملائکہ کی شہادت سے مستحکم

فرمایا ہے۔

﴿ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ ﴾ [آل عمران: 18]

” اللہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں، ملائکہ اور صاحبان علم کی شہادت بھی یہی ہے۔“

[1] معروف لغت نویس، پیدائش: 1329-1415 [2] ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ معروف ماہر عمرانیات، تاریخ نویس، پیدائش: 1333-1406 [3] مصر

اللہ تعالیٰ نے نبوت محمد ﷺ کے ثبوت میں علماء اہل کتاب کی شہادت کو بھی پیش کیا ہے۔

﴿أَوَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ [اشراء: 197]

”کیا ان کے لیے یہی نشانی کافی نہیں کہ علماء بنی اسرائیل کو اس کا علم ہے۔“

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾

”کافر کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں، کہہ دے کہ اللہ مجھ میں اور تم میں شاہد ہے اور وہ شخص بھی گواہ ہے جس کے پاس تورات و انجیل کا علم ہے۔“ [الرعد: 43]

دلائل اسلام جس طرح جنی بر علم ہے اسی طرح ان کا مطالبہ بھی ادیان دیگر سے کیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے دعاوی کو بروئے علم

ثابت کریں۔

① ﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا﴾ [الانعام: 148]

”ان سے پوچھیے کہ تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے تو اسے ہمارے لیے پیش تو کرو۔“

② ﴿يَسْتَوِي بَعْلُمَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [الانعام: 143]

”اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم سے یہ بات بتاؤ۔“

کج بحثی کرنے والوں پر بھی اسلام کا یہی اعتراض ہے کہ وہ علم کے بغیر باتیں بناتے ہیں

① ﴿لِمَ تَحَاجُّونَ فِي مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ﴾ [الانعام: 66]

”جس چیز کا علم نہیں، اس میں کج بحثی کیوں کرتے ہو۔“

② ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

”اس چیز کے پیچھے نہ چل جس کا تجھ کو علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ، دل (یہ سب) اس کی بابت پوچھے جائیں گے۔“ [بنی اسرائیل: 36]

ان آیات و احکامات کی تعمیل میں علم برداران اسلام یعنی اسلاف کرام نے جو کچھ کیا آج تمام یورپ اس کا شاہد ہے۔

سلطنت عباسیہ بغداد اور سلطنت امویہ اندلس میں اور سلطنت فاطمیہ مصر میں جن دنوں قائم تھیں ان میں تافنس باہمی صرف

ترقی علم اور حمایت علماء کی بابت پایا جاتا ہے۔ یہ ایک آیت کی سعی و کوشش یہ تھی کہ اسی کی سلطنت سب سے بڑھ کر مرئی علم و علماء ثابت ہو، سرحد کی رصد گاہ اندلس کی رصد گاہ کے مقابلہ میں موجود تھی۔

بغداد نے علوم و فنون کو ہند اور چین اور تاتاریک پھیلا دیا تو اندلس نے اٹلی و فرانس اور جرمنی کو دولت علم سے مالا مال کر دیا تھا۔

سلاطین اسلام کے دربار میں یہودی، عیسائی، ہندو، مصری، چینی، یونانی، فلاسفی اسی طرح احترام کے ساتھ پرورش پا رہے تھے،

جس طرح حجازی، حضرمی، یمنی، اور فرزند ان مہاجر و انصار علوم و فنون کے ساتھ ساتھ علوم ریاضیہ، فلسفہ، ہیئت کا رواج تھا۔

مشرق و مغرب و افریقہ میں مدارس عام تھے اور ہر ایک مدرسہ کے ساتھ کتب خانے اور دارالقیام بنے ہوئے تھے۔ بغداد میں وزیر نظام الملک کا بنایا ہوا مدرسہ نظامیہ وہ تھا، جس میں چھ ہزار (6000) طالب علموں کی خوراک کا انتظام منجانب مدرسہ کیا جاتا تھا۔ اسی سے دیگر مدارس کا اندازہ لگاؤ۔

اسلام نے علوم کو جس خصوصیت سے خلائق کے سامنے روشناس کیا ہے، وہ طریق ہے جس سے اقوام ماضیہ قطعاً بے علم رہی ہیں۔

اسلام علوم کو دو اقسام پر تقسیم کرتا ہے:

الف: جلی اور اس کے حصول کے تین (3) ذرائع ہیں:

① بصر، وہ جملہ علوم جو معائنہ و اکتشافات سے تعلق رکھتے ہیں۔

② سح، وہ جملہ علوم جو استفاضہ پر مبنی ہیں۔

③ قلب، وہ جملہ علوم جو تجارب انسانی کا مجموعہ ہیں۔

ب: خفی اور اس کے حصول کے بھی تین (3) ذرائع ہیں:

① ایمان، جو جز و معلوم سے جز و غیر معلوم کو تیقن دلاتا ہے۔

② فراست صادقہ، جو عواس عشرہ کے بعد امور مخفی کے راز پر مطلع ہوتی ہے۔

③ معرفت، جس کا آغاز مادیات کے انجام سے ہوتا ہے۔

اسلام نے ایک اور علم کا ذکر کیا ہے جو اکتسابی نہیں اور خالصہ وہی ہے۔ اسے علم لدنی کہا جاتا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے۔

اس علم کا حعلم مبداء فیاض کی رحمت خاصہ سے سبق لیتا ہے اور اس کا علم جملہ علوم و براین کا سلطان ہوتا ہے، اسی علم کے سایہ میں۔

□ عبودیت

□ متابعت

□ صدق

کو کمال حاصل ہوتا ہے اور اسی کمال کا نتیجہ نئی دعویٰ ہے۔

اسی علم کا عالم اگر کوئی فعل سر انجام دیتا ہے ﴿مَا فَعَلْتُمْ عَنْ أَمْرِي﴾ [الکہف: 82] کو وجہ موجب قرار دیتا ہے اسی علم کا عالم جملہ

علوم پر نطق ہمایوں سے کلام کرتا ہے اور ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [انجم: 3-4] کا تاج اس کے سر پر رکھ

دیا جاتا ہے۔

فریفتگان مادہ اب تک نہ مادہ کی حقیقت سے واقف ہوئے اور نہ مادہ کی حرکت کی کوئی توجیہ ان کی سمجھ میں آئی۔

لیکن اس علم کا عالم روح کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے۔ ﴿الْكَوْخُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ [بنی اسرائیل: 85] (روح تو میرے رب

کا حکم ہے) بتاتا ہے، وہ عالم خلق سے بالاتر ایک عالم امر کے حقائق سے مطلع ہو جاتا ہے اور ان حقائق کی تعلیم سے چشم بصیرت کو روشن بنا

دیتا ہے اور غیر محسوس کو معلوم کے درجے پر بخشا دیتا ہے۔

اس تمام بحث پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلام ہی دین العلم ہے اور اسلام ہی حامی العلم ہے۔

تذئیل

اسلام کے حامی العلماء ہونے کا مضمون ان نظائر سے مکمل ہو جاتا ہے، جن سے ظاہر ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے جن کے وجود کے ساتھ دینی شان کا نشان بھی مشہور تھا۔ ان علماء کی بھی نگہداشت فرمائی تھی۔ جو غیر مسلم تھے۔

منصور عباسی: علوم القرآن واللہ یرث کا زبردست عالم تھا۔ اس کے دربار میں جیورجیش بن نکثشوع اور جیسی بن شہلا ثار ہر دو عیسائی یکے بعد دیگرے طیب خاص کے منصب پر مامور تھے

نوبخت اور ابوہل (ہردو پارسی) بلند ترین جاہ پر متمکن تھے۔

مہدی کے دربار میں، تیوقیل، لینائی (ندہا صابئی) بڑے افسروں میں تھا۔

بارون رشید کے دربار میں نختیشوع اور جریل (عیسائی) اعلیٰ منصب دار تھے۔

یوحنا بن مانسویہ سریانی محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر تھا۔

مامون کے دربار میں، بطریق یوحنا اور ہل بن ساہور (ہردو عیسائی) اعلیٰ مناصب پر تھے

مقتصم کا طیب خاص سلمو یہ بن بنان نصرانی تھا۔

متوکل کے دربار میں، حسنین بن اسحاق نصرانی کا منصب بالا تر تھا، وہ جتنے اوراق دوسری زبانوں سے ترجمہ کر کے پیش کرتا تھا، ان کے برابر طلحے ناب سے وزن کر دیا جاتا تھا۔ ماہانہ مشاہیرہ اور سالانہ انعامات اس سے علاوہ ہوتے تھے۔

راضی باللہ کے دربار میں طیفوری، نصرانی، متی بن یونس نطوری (گر جا کا بپ) بھی تھا

معتضد کے دربار میں، ابراہیم و شان فرزند ان ثابت بن مرہ اور ابوالحسن ہمد ثابت (ندہی صابئی) بہت معتمد علیہ تھے۔

قسط العلیکی اور یحییٰ بن عدی بن حمید (ہردو نصرانی) بھی دربار خلافت میں مسودانہ وقار رکھتے تھے۔

الغرض یہ فہرست بہت لمبی ہے۔

اب تلاش کرو کہ کسی مسیحی سلطنت یا کسی اور غیر مسلم سلطنت و حکومت میں بھی کسی مسلم عالم کی یہ قدر، یہ وقعت، یہ عزت کبھی کی گئی ہے۔

ہاں! اس کے برعکس ایسی مثالیں بہت موجود ہیں کہ ابن رشد مسلم فلاسفر کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کے جرم میں 20 مارچ 1452ء میں یہودیوں کو اسپانیا سے خارج کیا گیا اور فروری 1902ء میں ایشیلیہ اور ماحول کے مسلمانوں کو بھی نشر علوم کے جرم میں وطن موقوفہ سے جبراً نکال دیا گیا۔

نظائر بالا سے شاید کسی شخص کا گمان ادھر منتقل ہو جائے کہ یہود و مسلمین کا اخراج غالباً تعصب قومی کی بنیاد پر ہوا ہوگا اور نفس علوم کے ساتھ تعصب و عادات کا اس میں دخل نہ ہوگا۔ لہذا ہم ایشلیہ ذیل پیش کریں گے کہ خود عیسائیوں کے علماء کے ساتھ بھی علوم معقول کی اشاعت یا اکتشافات علیہ کے اعلان کے بعد یہی سلوک کیا جائے گا۔

پروفیسر برنوں (Prof. Jerunu) نے مسئلہ وحدت الوجود کو بیان کیا، اسے قید کر دیا گیا اور 1600ء میں جس طویل کے بعد زندہ جلا دیا گیا۔

کرویت ارض کے مسئلہ پر یورپ میں بہت خون ریزی ہوئی۔

پروفیسر گالیلی (Prof. Galileo) نے کہہ دیا تھا کہ حرکات نجوم بہت باقاعدہ ہیں۔ یہی مقولہ اس کی ہلاکت کا موجب ہوا۔

خاتون ماری مونت (Mary Monta) 1721ء میں قسطنطنیہ سے چمپک کا ٹیکہ سیکھ کر یورپ پہنچی تو کنیسہ نے شاہ انگلستان کے حضور میں عرضداشت پیش کی کہ بذریعہ ٹیکہ علاج کیے جانے کے قاعدہ کو حکماً بند کیا جائے۔

امریکہ میں ولادت کے وقت عورت کو مخدر کرنے کا طریقہ نکالتا کہ وہ احساس تکلیف سے مامون رہے۔ پادریوں نے اسے اللہ کے اس حکم کی مخالفت سمجھا کہ عورت دکھ سے جنے گی اور اس کے خلاف سخت شورش مچی گئی۔

پلاج (Pillage) نے کہہ دیا کہ آدم علیہ السلام سے چوہتر بھی موت (حیوانات وغیرہ کو) آتی تھی اسے قتل کیا گیا اور اس کے جملہ ہم عقیدہ لوگوں کو واجب القتل قرار دیا گیا۔

ڈی رومنس (DeRomense) نے بیان کیا کہ قوس قزح، اللہ کی حربی کمان نہیں، بلکہ پانی کے قطرات پر سورج کی شعاعوں کا عکس پڑنے کے نتیجے ہے۔ اس جرم میں وہ قید کیا گیا، قتل کیا گیا، اس کا لاشعاع اس کی تصانیف کے جلا دیا گیا۔

کتب خانہ اسکندریہ، قیصر جول کے وقت میں جلا دیا گیا۔ اس لیے کہ یہاں ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جو مذہب کے خلاف ہیں، اس کی رہی سہی کتابوں کو بطریق تیوٹیل مامورہ اسکندریہ نے نذر آتش کیا۔

کتب خانہ غرناطہ مسلمانوں کی علمی جائداد کی آٹھ ہزار (8000) قلمی کتابیں کر دینا اسکیمس نے سوخت کر دیں۔^[1]
ان جملہ واقعات و بیانات و تشریحات سے یہ نتیجہ صاف مرہن ہے کہ اسلام ہی ”حاشی العلم والعلماء“ ہے اور یہ صفت اس کے خصائص علیا میں سے ہے۔

فصل ششم

اسلام ہی دین العمل ہے

سابقہ مضمون میں تحریر ہو چکا ہے کہ اسلام ہی دین العلم ہے، لیکن اگر علم کے ساتھ عمل شامل نہ ہو تو اس کا علم ہونا نہ ہونا برابر ہے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا۔^[2] ”اے اللہ میں تجھ سے نافع علم اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔“
بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ اسلام نے توکل کی تعلیم دی ہے، یہ سمجھ لیا ہے اسلام عمل کے منافی ہے، اس غلطی میں وہ بھی مبتلا ہوئے جو دور دور سے اسلام کو دیکھنے والے ہیں اور وہ بھی اس غلطی کا شکار ہوئے جو اسلام کے اندر ہیں۔ اس غلطی کا اولین سبب یہ بھی ہوا کہ توکل کے معنی بھی نہ سمجھے گئے۔

موجودہ زمانہ سعی و کوشش کا زمانہ ہے۔ جمود بے حسی سے نفرت کی جاتی ہے، لہذا جب یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایسی بے حسی اور جمود کا طرف دار ہے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اسلام دین الہی نہیں ہو سکتا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو سمجھنا ہی نہیں گیا اور ہادی اسلام نیز علمبرداران اسلام کی سیرت کا مطالعہ ہی نہیں کیا گیا۔ مسلمانوں پر ہمسایہ اقوام کا سایہ پڑا اور انھوں نے جو گیوں، سنیا سیوں، راہیوں اور پوپوں کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ زہد کے اعلیٰ مناصب پر ترک افعال اور ترک عمل ہی سے فائز ہو سکتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی سمجھ ہے، اسلام کی تعلیم تو یہ ہے:

[1] تہذیب الاسلام للہودی۔ [2] مسند امام احمد: 6/294، اذکار للہودی: 70، عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: 108

﴿ لٰكِنَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ، جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاَوْلِيٰك لِهٖمُ الْغَيْبٰتِ وَاَوْلِيٰك هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التوبہ: 88]

”رسول اور اس کے ساتھ والے ایمان داروں نے تو مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ انہی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“

﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنْ سَعٰىهٖ، سَوْفَ يُرٰى ﴾ [النجم: 39-40]

”نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی اور بے شک وہ اپنی کوشش ضرور دیکھ لے گا۔“

﴿ فَاَلَا كُفْرٰنٌ لِّسَعِيْهِ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ﴾ [الانبیاء: 94]

”جو کوئی عمل کرتا ہے اچھے، ایمان کے ساتھ، اس کی کوشش ضائع نہ ہوگی۔“

﴿ وَّلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا ﴾ [الانعام: 132]

”ہر ایک کے لیے انکے عمل کے موافق درجہ ہیں۔“

عمل کی دو اقسام ہیں: عمل برائے دنیا، عمل برائے آخرت اور اسلام نے ہر دو کے لیے ترغیب دی ہے:

﴿ رَبَّنَا اِنَّا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذٰبَ النَّارِ ﴾ [البقرہ: 201]

”اے رب! ہم کو دنیا بھی اچھی دے اور آخرت بھی اچھی دے اور ہم کو عذابِ نار سے بچالے۔“

صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے:

اِحْرٰصٌ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاِسْتِعْنُ بِاللهِ وَلَا تَعْجِزْ۔ [1]

”جو چیز تجھے نفع دینے والی ہو اس کی رغبت اور حرص پیدا کر اور اللہ سے مدد چاہا کر اور عاجز ہو کر مت بیٹھ۔“

صحیحین میں بروایت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہے کہ سعد بیمار ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو گئے۔ سعد نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ چاہا کہ وہ اپنے مال سے کس قدر صدقہ دے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول ظاہر فرمایا:

اِنْ تَدْرُ وِرْتَكَ اَغْنِيَاَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدْعَهُمْ عٰلَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ۔ [2]

”اگر تم اپنے وارثوں کے لیے دولت چھوڑ کر مرے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو بے زر و بے پر چھوڑے اور وہ لوگوں

کے سامنے مانگتے پھریں۔“

اس حدیث کے ساتھ قرآن مجید کے احکام تواریث کو مد نظر رکھو کہ مال میت کو تقسیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے کس طرح حصص کا

تعیین فرمایا ہے۔

اصول ارث و موارث

ارث کے اصول نسب اور نکاح اور وراثت میں اور فرائض میں سہام کو چھ اوزان نصف (1/2)، ربع (1/4)، ثمن (1/8) دوثلث

(2/3)، ایک سدس (1/6) پر مقرر فرمایا گیا۔

[1] مسلم: 6774، ابن ماجہ: 79، [2] بخاری: 6733، مسلم: 1628، ترمذی: 2116، ابن ماجہ: 2708، ابن حبان: 6027

① نصف کے حق دار پانچ ہیں: شوہر، ترکہ زوجہ سے (اگر وہ بے اولاد تھی) صلیبی بیٹی جو تہا ہو (یا پوتی) اور اخت واحدہ (اب و ام سے) یا اخت واحدہ (اب سے)، جب کہ اب و ام کا فرزند نہ ہو۔

② ربیع کے حقدار دو ہیں: شوہر (مع ولد زوجہ)، زوجہ (بعد المولد)

③ شمن کے حق دار زوجہ (مع ولد)

④ دو ٹکٹ کی حقدار چار ہیں: دو بیٹیاں، یا زائد برائیاں (پوتیاں) اور بہنیں (مادر و پدر سے) یا بہن بجانب پدر۔

⑤ ایک ٹکٹ کی حق دار 3 ہیں: ماں (جب کہ میت کا ولد اور اخوۃ و اخوات نہ ہوں) ماں کی اولاد، دو یا زائد کا (جس میں ذکر و انث برابر ہوں گے) دادا و میت کے بھائیوں کے ساتھ جب کہ کوئی اور صاحب فریضہ نہ ہو۔

⑥ سدس کے حقدار 7 ہیں: باپ (جب کہ میت کا ولد موجود ہو)، ماں (جب کہ میت کا ولد یا پوتا یا بھائی بہن ہوں) دادا و میت کے ساتھ اور بہنوں کے ساتھ جب کہ کوئی صاحب فرض بھی شامل ہو۔ دادی یا وادیاں۔ ماں کی اولاد: پوتیاں (صلیبی بیٹی کے ساتھ) پھوپھیاں (سگی بہن کے ساتھ)۔

ذرا اس موٹی موٹی تقسیم پر جو علم فرائض کے متعلق ہے، غور کرو اور اندازہ لگاؤ کہ اگر اسلام کے نزدیک ماں کے لیے محنت و مشقت کرنا اور مال کمانا اور ورثاء کے لیے مال چھوڑ کر مرنا بہتر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ وارث کے متعلق اسے مکمل اور وسیع احکام کبھی صادر نہ فرماتا۔ قرآن مجید میں تو تقسیم حصص بالا کے علاوہ مال کثیر ہونے کی صورت میں ”وصیت“ کا ہونا بھی ضروری بتایا گیا ہے۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ أَنْ تُؤْتُوا مَالَكُمْ حَيْثُ أَنْ تَرَكَتُمْ خَيْرًا ۚ وَالْوَصِيَّةُ لِلذَّكَوٰنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾

”تم پر لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے مال کثیر چھوڑتا ہے تو والدین اور اقرباء کے لیے معروف طور پر وصیت کرے یہ تقویٰ والوں کے لیے ضروری ہے۔“ [البقرہ: 180]

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾ [النساء: 5]

”اپنا مال و زر بے عقلوں کے سپرد نہ کرو۔ مال و زر کو تو اللہ نے تمہارے لیے وجہ قیام بنایا ہے۔“

بیع و شرا کے احکام اور خرید و فروخت اور تجارت کے لیے جگہ جگہ تعلیم بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ اسلام دین العمل ہے۔

جملہ سیرت نگاروں کو معلوم ہے کہ مہاجرین اولین جو اہل مکہ تھے، سب تجارت پیشہ تھے اور انصار اولین سب زراعت پیشہ تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تجارت اور زراعت کی تمثیلوں ہی میں آیات ثواب و جہاد کا بیان فرمایا ہے۔ تجارت و زراعت جس قدر محتاج عمل ہیں، اسے اہل خرد خوب جانتے ہیں۔

تاجر صحابہ کی دولت کا اندازہ کرنے کے لیے دو ایک نظائر پر غور کرو:

① عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اسلام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انھوں نے مندرجہ ذیل رقوم صرف کی تھیں۔

① ایک دفعہ چار ہزار (4000) روپیہ، یہ اس وقت کے کل مال کا چہارم تھا۔

② دوسری دفعہ چالیس ہزار (40000)۔

3) تیسری دفعہ چالیس ہزار (40000) دینار۔

4) چوتھی دفعہ پانسو (500) گھوڑے۔

5) پانچویں دفعہ پانسو (500) ناقہ۔

6) نبی ﷺ کے بعد انھوں نے ایک باغ امہات المؤمنین کی نذر کیا جو چار لاکھ (4,00000) میں فروخت ہوا۔

7) فوت ہوتے ہوئے انھوں نے فی سبیل اللہ پچاس ہزار (50000) دینار کی وصیت کی۔

8) مرتے ہوئے وصیت کی کہ ہر ایک بدری صحابہ کو چار سو (400) دینار پیش کیے جائیں۔ بوقت تقسیم اصحاب بدر ایک سو (100) شمار ہوئے۔

9) علاوہ بریں انھوں نے ایک ہزار (1000) گھوڑا فی سبیل اللہ دیا۔

10) نفاذ وصیت کے بعد زطل کا مقدمہ کثیر موجود پائی گئی، جسے کاٹنے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔

11) طلا کے بعد ایک ہزار (1000) اونٹ، ایک سو (100) گھوڑا، تین ہزار (3000) بکریاں بھی شمار ہوئیں۔

12) ان کی چار (4) بیویاں تھیں، ہر ایک کو اسی ہزار (80000) نقد دے کر مصالحت کر لی گئی۔

2) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما جو نبی ﷺ کے پیغمبر بھائی تھے، انھوں نے وصیت کی تھی کہ اول میرا قرض ادا کیا جائے اور پھر ٹکٹ مال صدقہ دیا جائے اور وراثت کی تقسیم کی جائے۔

قرض شمار کیا جائے تو چودہ لاکھ (1400000) لگا۔ ان کے پاس نقدی کم تھی۔ جانکدا زرعی زمین کو بی بی بہت تھی۔ گیارہ (11)

(11) مکانات مدینہ و دو (2) مکانات بصرہ میں، ایک مکان مصر میں تھا۔ ایک اراضی زرعی کا کھلا جو اکہتر لاکھ (7100000) روپیہ میں

خرید کیا گیا تھا۔ ان سب کو فروخت کر دیا گیا تو پانچ کروڑ دو لاکھ (50200000) کی رقم حاصل ہوئی۔ قرض ادا کر دیا گیا، وصیت نافذ کی

گئی اور پھر چار پانچ سال تک یہ موسم حج منادی کی گئی کہ اگر کسی کا قرض زیر زمین پر آتا ہو تو لے لے، بعد ازاں مال تقسیم ہوا۔

ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ انھوں نے ایک ہزار غلام تجارت پر لگا رکھے تھے جو ماہوار فی نفع حاصل ہوتا اسے خیرات کر دیتے تھے۔

میرا مقصود ایسے نظائر کا بالاستیعاب بیان کرنا نہیں، مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم نے سابقوں اولوں کو کیوں کر عمل دنیا اور عمل

آخرت کا جو یاد شیدا بنا دیا تھا۔

کیا اس کے مقابلہ میں بدھ ازم کوئی شرف رکھ سکتا ہے، جس نے گداگری کو رواج دیا ہو، یا وید کی تعلیم جس نے عمر کے آخری

ربیع میں انسان کا بن باسی ہونا ضروری بنایا، یا عیسائیت کے پاس اس تعلیم کی کوئی توجیہ موجود ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ اونٹ کا سوئی

کے ناکے میں گزر جانا آسان ہے، مگر دولت مند کا آسانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل تر ہے۔

تعلیم اسلام نے جن لوگوں کو مکمل بنایا، ان کی صفت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [النور: 37]

”یہ مردان حق ہیں، جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔“

یہ خوبی ہے جو اسلام ہی میں نمایاں ہے۔ کسی شخص نے اس آیت کا حاصل اس فقرہ میں ادا کیا گیا ہے: ”دست بکار و دل پیاز۔“

یہاں تک عمل کی بحث معیشت اور تمدن کے پہلو سے کی گئی تھی، لیکن تقرب اور تدین کے اعتبار سے بھی جو اہتمام اسلام نے اعمال صالحہ کے سرانجام دینے میں فرمایا ہے اور وہ لاٹانی ہے۔ ارشادات ذیل پر تدبر کرو۔

- ① ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [البقرہ: 148] ”نیک کاموں کے سرانجام دینے میں سبقت دکھلاؤ۔“
 - ② ﴿وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا﴾ [الدہر: 28]
- ”اپنے رب کے نام کی یاد قبل از دو پہر بھی کرو اور بعد از دو پہر بھی اور رات کو بھی اس کے لیے سجدہ ہو، اس کی حمد و ثناء ہر رات کو زیادہ ہو۔“

- ③ ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ”سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔“
 - ④ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾ [الاحزاب: 41]
- ”اے ایمان والو، اللہ کو یاد کیا کرو، بہت یاد کیا کرو۔“
- ⑤ ﴿وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ [الزلزل: 8]
- ”اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے منہ موڑ کر اسی کا بن کر عبادت کیا کرو۔“
- کائنات پر غور کرو، صنعت الہی سے دل اور نظر کو روشن کرنا، خصوصیت بخراور اور تصرفات الہی وسمانی پر تدبر کرنا بھی اسلام نے عبادت کا جزو اور عبادت کرنے والوں کے لیے بلندی مدارج کا باعث قرار دیا ہے۔

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاٰخِثٰتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاٰخِیَا بِهٖ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَابَّۃٍ وَ تَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾ [البقرہ: 164]

- ① آسمانوں کی بناوٹ اور زمین کی بناوٹ میں،
- ② رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں،
- ③ ان جہازوں میں جو سمندر میں لوگوں کی نفع رسانی کے لیے چلتے ہیں،
- ④ اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے اتارتا اور زمین کو اس سے زندگی بخشتا ہے،
- ⑤ زمین پر ہر قسم کے چلنے والے، ریگنے والے جانداروں میں،
- ⑥ ہواؤں کا الگ الگ رخ بدل کر چلنے میں،
- ⑦ اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان میں حکماً باندھے ہوئے ہیں

بے شک عقل و دل والی قوم کے لیے اللہ کی شان کے بہت سے نشان ہیں۔ ان احکام سے ثابت ہو گیا کہ اسلام دین العمل ہے، وہ اہل اسلام کو، بہر دور و فہمیت دنیا کے لیے بھی عمل کرنے کا حکم دیتا ہے اور ذخرا خرت کے لیے بھی عمل کرنے کا ارشاد فرماتا ہے۔ یہ احکام اور یہ جامعیت اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔

اسلام ہی بانی اخوت ہے

ایک اخوت وہ ہے جو دو اشخاص کے درمیان خون کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ اس اخوت کے متعلق کچھ تحریر کرنا غیر ضروری ہے۔ اس اخوت میں ہر ایک بھائی کا حق قانوناً، روایاً، اخلاقاً مسلم ہوتا ہے اور ہر ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد اور معاونت کا بچپن ہی سے خوگر ہوتا ہے۔

لیکن اس اخوت کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع نہیں ہوتا، اور بایں ہمہ اس اخوت میں بھی سینکڑوں مثالیں تاریخ میں ایسی ملتی ہیں کہ بھائی بھائی کا دشمن رہا اور مدت العمر ان کے تعلقات صاف نہ ہوئے۔ بائبل اور قرآن مجید میں بائبل و قاتیل کا واقعہ موجود ہے کہ قتل انسانی کی ابتدا دو بھائیوں ہی میں پائی گئی۔

ایک اخوت وہ ہے جو اتحاد عقیدہ کی بنیاد پر پائی جاتی ہے اور ہماری مراد اسی اخوت سے ہے۔ نبی ﷺ کے فیضانِ صحبت اسلام میں داخل ہونے والوں میں جو اخوت قائم ہوئی، وہ اپنے تقدس میں ایسی برتر و اعلیٰ ہے، جس کی نظیر تاریخ عالم میں تلاش کرنا عیب ہے۔ زمین و آسمان اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

مواخات بر عمل مکہ میں بھی ہوا اور مدینہ میں بھی۔ مواخات مکہ میں مکی اصحاب کی سلسلہ بندی مقصود تھی۔ نصرت علی الحق اور مواسات مطلوب تھی اور مواخات مدینہ میں مکی و مدنی اصحاب میں وحدت اسلامی کا پیدا کرنا ملحوظ تھا۔ توسیعِ صحبت اور استحکامِ انس و مودت اس کی بنیاد پر تھی۔

مواخاتِ مکہ

محمد رسول اللہ ﷺ	سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	سیدنا زبیر بن حارثہ رضی اللہ عنہ
زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

مواخاتِ مدینہ

ہجرت سے پانچ چھ ماہ کے بعد جن دنوں مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کے ساتھ اخوت اور معاقدت سے قوی دل، قوی بازو بنایا گیا۔ پچاس جوڑو پہلے تھے جو مسجد نبوی ﷺ میں سبق اتحاد سے شرف ہوئے۔

بعد ازاں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

حَاخَلَفَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [1]

”ہمارے گھر میں نبی ﷺ نے دو تین بار مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت کو باہمی حلف کے ذریعہ قائم فرمایا۔“

ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ تَأَخَّوْا فِي اللَّهِ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ ﴾ ”اللہ کی راہ میں دو دو کس بھائی بھائی بن جاؤ۔“

معلوم ہوتا ہے کہ جو منمو نہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے قائم فرمادیا تھا اس پر برابر عمل ہوتا رہا اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا، جب تک مکہ معظمہ فتح نہ ہو گیا اور مکہ سے آنے والوں اور ہجرت کرنے والوں کے لیے گردوغبار وحشت بالکل یہ دب نہ گیا۔

ذیل میں مواخات مدینہ کا بھی ایک مختصر نقشہ پیش کیا جاتا ہے:

انصار	مہاجرین	
خارجہ بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ابوبکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small> خلیفہ رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	1
نقبان بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا عمر فاروق امیر المومنین <small>رضی اللہ عنہ</small>	2
اوس بن ثابت الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	امیر المومنین عثمان ذوالنورین بن عفان <small>رضی اللہ عنہ</small>	3
سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small> و رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	سیدنا علی مرتضیٰ امیر المومنین <small>رضی اللہ عنہ</small>	4
سعد بن الربیع <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبدالرحمن بن عوف <small>رضی اللہ عنہ</small>	5
سعد بن معاذ <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابوعبیدہ عامر بن الجراح <small>رضی اللہ عنہ</small>	6
کعب بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small> بن ابی ابوعب الانصاری الخزرجی السلمی شاعر النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	طلحہ بن عبداللہ القرظی بن عبید اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> (احد العشرة المبشرة)	7
ابی بن کعب الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	سعید بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>	8
سلمہ بن سلامہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	زبیر بن العوام <small>رضی اللہ عنہ</small>	9
اسید بن حضیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا زید بن حارثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	10
ابورویحہ الخثعمی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا بلال <small>رضی اللہ عنہ</small>	11
معاذ بن جبل <small>رضی اللہ عنہ</small>	جعفر <small>رضی اللہ عنہ</small> بن ابی طالب (مقیم حبش)	12
حذیفہ بن الیمان <small>رضی اللہ عنہ</small>	عمار بن یاسر <small>رضی اللہ عنہ</small>	13
ابویوب انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	مصعب بن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	14
سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابودرداء <small>رضی اللہ عنہ</small>	15
عمیر بن حمام بن جموع <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبید اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> بن الحارث بن عبدالمطلب	16
معن بن عدی العجلانی <small>رضی اللہ عنہ</small>	زید <small>رضی اللہ عنہ</small> بن خطاب	17
سوید بن عمرو الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	وہب بن سعد بن ابی سرح القرظی العامری <small>رضی اللہ عنہ</small>	18

19	ابومرشد غنوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبادہ بن الصامت الانصاری السالمی <small>رضی اللہ عنہ</small>
20	ذوالشمالین عمیر بن عبد عمیر بن فضلہ الزہری <small>رضی اللہ عنہ</small>	یزید بن حارث بن قیس بن مالک الانصاری البخاری <small>رضی اللہ عنہ</small>
21	عثمان بن مظعون <small>رضی اللہ عنہ</small>	عباس بن عبادہ خزاعی ذوالعقبین مہاجر و انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>
22	طلیب بن عمیر بن وہب القرشی العبدری (ابن عمہ التیمی <small>رضی اللہ عنہ</small>)	منذر بن عمرو بن خنیس الساعدی الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>
23	ابو حذیفہ بن عتبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	عباد بن بشر <small>رضی اللہ عنہ</small>
24	معاویہ بن ابوسفیان <small>رضی اللہ عنہ</small>	حباب بن یزید <small>رضی اللہ عنہ</small> [1]

مواخات کا اثر

ہر ایک انصاری اس دینی بھائی کو اپنے گھر لے جاتا، اپنا مال و زر، اسباب سامنے لاتا، اراضی سکنی و زرعی دکھاتا اور نصف و نصف باہمی تقسیم کر لیتا۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو گھر لے گئے تو اس وقت ان کے گھر میں دو بویاں تھیں۔ دونوں کو ابن عوف کے سامنے لے آئے، کہا ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجئے تاکہ میں اسے طلاق دے دوں اور وہ تمھاری بیبیہ (زوجہ) بنے۔ [2]

ان دو بھائیوں میں سے جب کوئی مر جاتا تو دوسرا بھائی اس کے ترکہ میں سے حصہ بھی لیتا۔ ترکہ سنبھالنے کا قاعدہ اس وقت ترک کرو یا گیا جب مہاجرین نے اپنے گھر خود بنا لیے اور اپنی جائداد پیدا کر لیں اور انصاری معاونت مالی سے مستغنی ہو گئے۔

قرآن مجید میں مواخات کا ذکر

قرآن مجید میں اس مواخات کا ذکر چند مقام پر ہے:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ط وَ كُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [آل عمران: 103]

”اللہ کی جو نعمت تم پر ہے اسے یاد کرو کہ تم تو تو ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمھارے دلوں میں الفت ڈالی اور تم بفضل ربی بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر اللہ نے تم کو وہاں سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی نشانی تم پر اس طرح واضح کر رہا ہے کہ تم ہدایت یاب بنو۔“

قرآن مجید نے ﴿كُنْتُمْ أَعْدَاءً﴾ کے الفاظ میں ان تمام لڑائیوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو بخوبی یاد تھیں اور جن میں وہ خود یا ان کے اقربا و اہل اہل و عیال برابر حصہ لیتے رہے تھے۔ یہی جنگ بے آب و گیاہ زمین کو انسانی خون سے سیراب کرتی تھی۔

[1] خاص مکہ شہر میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے جھگڑے،

قریش اور مضر کی خصوصیتیں،

قریش اور حرب الحجار،

کنانہ اور بنو قیس کی لڑائی۔

عبد مناف اور اس کے اتحادیوں بنو زہرہ، بنو اسد، بنو تمیم، بنو الحارث، اور بنو عبد الدار اور اس کے اتحادیوں بنو سہم، بنو جح، بنو خزوم، بنو عدی کی عداوتیں۔

مکہ سے باہر اور عرب کے اندر ملوک کندہ، ملوک غسان، ملوک حیرہ کی عداوتیں اور ان عداوتوں کی حالت میں سلطنت ایران کا عرب کے ایک حصہ پر اور سلطنت روما کا عرب کے دوسرے حصہ پر اور حبش کا عرب کے تیسرے حصہ پر قبضہ و غلبہ اور پھر ان سلطنتوں کی باہمی جنگ و جدال اور اس جنگ و جدال کا عربی قبائل پر بہ لحاظ مائحتی مخالفانہ اثر۔

یشرب کے اوس اور خزرج کی لڑائیاں۔

یہودیان، بنو نضیر و بنو قینقاع و بنو خزاعہ اور خیبر وفدک و ہیمانہ کی شرارتیں اور قبائل عرب کو ہمیشہ مصروف جنگ رکھنے کی پالیسی۔

عیسائیاں دومۃ الجندل و نجران و بحرین کی ریشہ دوانیاں،

بت پرست قبائل کا اپنے اپنے دیوتاؤں کی حمایت میں تہرہ آ زمانہ ہونا۔

زنا و قدح دہریہ کے منصوبے اور رو باہ بازیاں۔

عیسائیوں کے فرقہ ہائے تلاش کا تو لگی (کیٹھولک)، یعقوبی، اور پولوسی سے اختلاف شدید اور ان اختلافات کی ترویج میں اہل عرب کو قربانی کا بکرا بنایا جانا، یہ سب وہ امور ہیں جو آیت بالا کے لفظ کُتْمِ اَعْدَاء کے تحت میں داخل ہیں۔

بعد ازاں ان سب اختلافات کا اٹھ جانا، نزاعات کا انتزاع، جھگڑوں کا خاتمہ، لڑائیوں کا انسداد و جذبات کی نہ و انتقام کا محو ہو جانا، امن عامہ کا قائم ہو جانا اور تمام جزیرہ نمائے عرب میں ایک ہی کلمہ زبان پر، ایک ہی اعتقاد دل میں، ایک ہی ولولہ دماغ میں، ایک ہی مقصود کا منظور ہو جانا، ایک ہی مسجود و معبود کا مستحق عبادت و استعانت سمجھ لینا۔

بھیڑوں کا گلہ بان ہو جانا، رہنوں کا محافظ جان و مال کے لقب سے ملقب ہونا، دشمنان جان کا ایمانی و قلبی اخوان ہو جانا۔
ورحقیقت یہ ایسی نعمت عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بطور تذکار احسان ضرور ذکر فرمائے اور اسلام اس خصوصیت کو اپنے شرف اور برتری کی دلیل قرار دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مواخات کی تکمیل کرنے والوں میں سے ہر ایک فریق کی تعریف فرمائی ہے۔

مہاجرین کے حق میں فرمایا:

﴿الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَ رِضْوَانًا وَ يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ، أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [بُحُر: 8]

”یہ وہ ہیں جو اپنے وطن اور گھریار، زر و مال سے نکال دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے فضل اور رضوان کے جو یا ہیں اور اللہ اور رسول کی نصرت کیا کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو صادق ہیں۔“

آیات بالا میں ان کی مظلومی اور جبرِ وطن سے اخراج و چانداد سے محرومی اور بائیں ہمدان کا ثابت القلب ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل کا خواہاں اور رضوانِ الہی کا جو یا ہونا اور جملہ وسائلِ معیشت سے محروم ہونے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی نصرت میں استمرار و استحکام کے ساتھ لگے رہنا بیان فرمایا ہے، اور پھر حصر کے طور پر فرمادیا کہ یہی لوگ صادق ہیں۔

دوسرے مقام پر کل دنیاے اسلام کو حکم دیا:

﴿ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ [التوبہ: 119] ”تم کو صادق لوگوں کی معیت چاہیے۔“

صادقوں کا حصر اور تعین آیت بالا میں کر دیا گیا تھا۔

انصار کے متعلق اسی مقام پر فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّأُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَلْبِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَكُلُوا مِمَّا فِيهَا وَنُفْسٌ مِمَّا أُوتُوا لِنَفْسِهِمْ فَاقُولُوا لَهُمْ مَغْفِرُونَ ﴾ [المشر: 9]

”اور دارالہجرت (مدینہ) کے رہنے والے جو پہلے سے ایمان لائچکے ہیں وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو تھوڑا بہت ان کو دیا جاتا ہے، اس کی بابت ان کے سینہ میں خلش نہیں ہوتی، وہ بھی ایثار کرتے ہیں، خواہ وہ خود ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ ہاں جو کوئی تکِ دلی سے پچھایا گیا تو وہ فلاح والا ہے۔“

ان آیات میں دارالہجرت کا قیام اور قدامتِ ایمان اور محبتِ مہاجرین اور عطیات میں کمی بیشی سے استغنا اور تنگی و افلاس میں بھی ایثار پر عمل کرنا انصار کرام کی صفت بتائی گئی۔

ہر دو آیات پر مکرر غور کرو۔

① مہاجرین کا ایثار یہ کہ اللہ اور رسول کے لیے گھربار، خویش و تبار کو تنج دیا۔

اور انصار کا ایثار یہ کہ خود تنگی اٹھائی اور مہاجرین کی ضرورت کو پورا کیا۔

② مہاجرین کی فضیلتِ ایمانی یہ کہ ان کا مقصود رضوانِ ربانی ہے۔

انصار کی فضیلتِ ایمانی یہ ہے کہ ہجرت سے بھی پیشتر ان میں ایمان (بعد از بیعت عقبہ) پہنچ گیا تھا۔

③ مہاجرین کی فضیلت یہ کہ ان کے جملہ افعال اللہ اور رسول کی نصرت کے لیے ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ کہ انھوں نے مہاجرین کو محبوب بنا لیا اور خود ان کے محبت ہو گئے۔

④ مہاجرین کی فضیلت یہ کہ وہ صادق ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ کہ وہ سچے ہیں۔

یہ ہے وہ اخوتِ اسلامی جس کا بانی اسلام ہے۔

یہ ہے وہ محبتِ ایمانی جس کی بنیاد نہ منفعتِ مالی پر ہے اور نہ لذتِ نفسانی پر، یہی وہ اخوت ہے جو اغراض سے بالاتر اور مادیت کے اثر سے بلند ہے۔

ذرا میدان احد تک اپنی نگاہ علمی کو وسیع کرو۔

کہ بادشاہ دو جہان کی بیوی، جیتی ملکہ، موئین کی ماں طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پانی کی مٹک کندھے پر اٹھائے ہوئے ہے اور ہر ایک فرزند اسلام کو پانی پلا رہی ہے۔ زمینوں کے منہ میں قطرہ قطرہ پڑ رہی ہے۔ کیا کسی دنیوی بادشاہ کی ملکہ نے بھی کبھی ایسا کام کر دکھلایا ہے۔ [1]
 ایک صحابی کی سنو، حدیثہ العدوی رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ وہ میدان جنگ یرموک میں اپنے زخمی بھائی کی تلاش میں نکلا، پانی ساتھ لے گیا تھا۔ بھائی کے پاس پہنچ گیا، اسے پانی پلانے کو تھا کہ دوسرے زخمی کی آواز آئی ”آء“ زخمی نے بھائی کو اشارہ کیا کہ پہلے اسے پلاؤ، وہ اس کے پاس پہنچا، دیکھا کہ وہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں، انھیں پانی پلانے لگا تو تیسرے زخمی کی آواز آئی، اس نے کہا، پہلے اسے پلاؤ، اس کے پاس پہنچا تو جاں بحق ہو چکا تھا۔ واپس آیا تو ہشام رضی اللہ عنہ کو پایا کہ جنت کو سدھا رہا گیا، واپس آیا اور بھائی کو دیکھا وہ بھی جامِ طہور کے سرور حاصل کر چکا ہے۔

میدان جنگ اور زخمی اور آخری سانس اور اپنے اپنے نفس کے مقابلہ میں دوسرے بھائی کا (جو خون کا بھائی نہیں) بلکہ ایمان کا بھائی ہے یہ احترام، یہ تقدیم، اسلام کے سوا اور کہاں نظر آ سکتا ہے۔

یہ منہ سمجھو کہ یہ اثر صرف عہد نبوت ﷺ تک ہی تھا۔
 ہمیں کے خلیفہ کی لونڈی زہرا کا نام آپ نے قصر زہرا کے سلسلہ میں سنا ہوگا۔ اس لونڈی نے مرتے وقت وصیت یہ کی تھی کہ اس کا مال اس مسلمان کی رہائی میں صرف کیا جائے جو کسی غیر قوم کی قید میں محبوس ہو۔

وصیت کے مطابق تین سال تک یورپ اور افریقہ اور ایشیا میں تلاش کی گئی۔ کوئی ایسا مسلمان نہ ملا۔ آخر اس کا روپیہ اس محل کی تعمیر پر اس کی یادگار میں لگا دیا گیا۔ [2]
 کہتے ہیں کہ اس قصر کی لاگت ان دنوں پینتالیس کروڑ (450000000) تھی۔

کہتے ہیں کہ فری مین (Free Man) لاج والے لاج کے اندر ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر بلاتے ہیں، ان کی اخوت اور اسلامی اخوت کا مقابلہ کر کے دیکھو، فوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ جس اخوت کو اسلام نے پیش کیا ہے، وہ اس کی خصوصیات میں سے ہے۔

فصل ہشتم 8

اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند تر کیا

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں بائیان و ہادیان مذاہب کی شخصیت کے متعلق جو اعتقادات قبل از اسلام موجود تھے، ان پر غور کرو۔ یہودیوں کا اعتقاد، یعقوب و داؤد و عیسیٰ رضی اللہ عنہم کی نسبت کہ ان میں سے ہر ایک خدا کا بیٹا تھا یا پہلو ٹا بیٹا تھا۔ عیسائیوں کا اعتقاد مسیح کی نسبت کہ وہ خدا کا پیارا بیٹا اور قادر المطلق اور ثالث ثلاثہ (الوہیت کے تین ارکان میں سے ایک) ہے۔

ہندوؤں کا اعتقاد 32 اوتاروں کی نسبت کہ پریشور نے خود مادی جسم قبول کر کے مادی صورت میں جلوہ گری فرمائی تھی۔ مہابھارت کا بیان۔ کرشن جی مہاراج کی نسبت کہ وہ خود خالق عالم و عالمیان تھا۔ پارسیوں کا اعتقاد زرتشت کی نسبت کہ وہ جہاں تیرتا۔ یعنی عالم ملکوت سے تھا۔

بدھوں کا اعتقاد، مہاتما گوتم بدھ کی نسبت کہ وہ (ارہم) خود ذات پاک تھا۔

سناتن دھرمیوں کا دعویٰ کہ پانچوں پانڈوں کو اک نورانی کے فرزند تھے۔

تاناریوں کا دعویٰ کہ آلتھو اینگیم کے بیٹے نور کے فرزند تھے۔

پہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر کے بڑھانے میں ایک قابل تعریف کام کیا ہے۔

حالانکہ اس اعتقاد کا لزوم یہ ہے کہ انسانیت کا درجہ اتنا کمتر اور فروتر ہے کہ یعقوب و داؤد اور عیسیٰ و عزیر علیہم السلام کرشن و راجندر راوہر زرتشت و بدھ جیسے اشخاص بشریت میں پائے ہی نہیں جاسکتے، بلکہ یہ درجہ بلند ان ہستیوں کے لیے ہے جو حقیقاً انسان نہ تھے۔

ایک منصف غور سے بتلائے کہ اس نے اپنے بزرگ کی صفت کرتے ہوئے انسانیت کو کس قدر ذلیل بنا دیا ہے اور چوں کہ اس

بزرگ سے انسانیت کی نفی حقیقاً کسی طرح نہیں کی جاسکتی اس لیے دراصل اس شخص نے ان کی بزرگی کو کس قدر صدمہ پہنچایا ہے۔

یہ اسلام ہی ہے جس نے انسانیت کے درجہ کو بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کو انسان بنا کر پھر ان کا مراتب روحانیت میں

برتر اور اعلیٰ تر ہونا ثابت کیا ہے۔

اسلام اسے بالکل غلط قرار دیتا ہے کہ جب تک کسی انسانی جسم کے اندر خود الوہیت کا حلول تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک کسی

برگزیدہ انسان کو ہائے جنس کی رہبری و ہدایت کا شرف بھی حاصل نہ ہو سکے۔

اس غلط اصول کے مفاسد کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ہر ظالم و جبار نے بھی اپنے لیے وہی درجہ تجویز کیا جو دنیا میں کسی بڑے سے بڑے

بادی مذہب کے لیے ان کے مذہب والوں نے تجویز کیا تھا۔ فرعون رعایا کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

﴿أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى﴾ [انازعات: 24] ”میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔“

وہ اپنے دربار والوں سے کہا کرتا تھا:

﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأَ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اللَّهِ عَيْبٌ﴾ [انقص: 38]

”اے سرداران دربار، میرے علم میں تو میرے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔“

14 تا باب (۶۷) اشیاء کا استخراج ہوا

1) آتش اوتار، سب سے پہلا جو 9 دفعہ ظہور پذیر ہو چکا ہے اور ایک بار بھی اس نے جاسا انسانی میں آتا ہے۔ (2) چھ اوتار، چھٹی کی صورت میں ملک دکن میں نمایاں ہوا اور اس کے بعد طوفان عظیم آیا اور 17 لاکھ 28 ہزار سال تک زمین زیر آب رہی۔ (3) یکم اوتار، جس کی پشت پر کوہ ہند کی مدعانی رکھی گئی اور سمندر بلوئی گئی اور

14 تا باب (۶۷) اشیاء کا استخراج ہوا

(1) بھگن اوتار، لہن کی شکل میں عشرت عالم کا سامان جمع ہوا۔ (2) گنوت دین، نہایت قیمتی ہیرے کی شکل میں جس کی قیمت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ (3) کلب برکھ کی شکل میں، اسے پار جانک بر چھو بھی کہتے ہیں جسے خزاں نہیں آتی، جس کی خوشبو سے سارا عالم معطر رہے (4) سرر شراب (5) دھتر، طہیب کی شکل میں جس کے دانے ہاتھ جو تک اور بائیں ہاتھ میں بلبلہ بوقت پیدائش موجود تھا۔ (6) چند ماں۔ ماہتاب (7) کام دین وہ گنوجس کے ٹھن سے جوئے چاہتے ہو وہ سکتے ہو۔ (8) اپراہت، ٹیل سفید کی شکل میں جس کے چار دانت تھے (9) سنگھ، سفید رنگ کا بجزی گھونگا جس کے پاس ہوتا ہے وہی فتح پاتا ہے۔

(10) بکھن ہر بلا ش (11) امرت۔ آب حیات (12) اش۔ سات سروا لگھوڑا۔ (13) ان بھا، خوبرو (14) نیکو خو۔ عورت

کلمہ اللہ موسیٰ علیہ السلام جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید و تقدیس بیان فرماتے ہیں اور فرعون کو بتاتے ہیں کہ رب العالمین تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور خلا و فضا کا مالک ہے، تب بھی اسے یقین نہ آتا، جب بتاتے کہ رب العالمین تو وہ ہے جو تمہارے باپ دادوں کا پیدا کرنے والا تھا، تب بھی اس کی دیوانگی دور نہ ہوتی۔ جب اسے بتایا جاتا کہ رب العالمین تو وہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک تمام عالم کا خالق ہے، تب بھی اس کی عقل و درست نہ ہوتی، جملہ دلائل کو سن کر سنا کر منہ سے بلکا تو یہ کہ:

﴿لَئِنْ اتَّخَذْتُ الْهٰٓمَٰ غَيْرِيْ لَا جَعَلْتَنكَ مِنَ الْمَسْجُوْرِيْنَ﴾ [اشعراء: 29]

”خبر دارا اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو الٰہ سمجھا تو تجھے قید کر دیا جائے گا۔“

خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بھی ایک احمق جبار بادشاہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بھی حیات و موت کے اختیارات رکھتا ہے، یہ احمق سمجھتا تھا کہ کسی شخص کو بلا وجہ پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دینا موت پر قدرت رکھنا ہے اور کسی واجب القصاص کو چھوڑ دینا اسے حیات بخش دینا ہے۔ ان سب غلط فہمیوں کا سبب واحد یہی ہے کہ انسانیت کو سمجھا ہی نہیں گیا تھا۔

اسلام کا مدعا یہ ہے کہ الوہیت کی صفت علیا کا علوقا کم رہے اور انسانیت کا درجہ بھی اپنے منہائے عروج تک پہنچ جائے۔ تب یہ تعلیم دی گئی کہ جملہ مقدسین و متبوعین بھی انسان ہی ہیں۔ اللہ کی مخلوق اللہ کے بندے۔

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَجُلًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ﴾ [الانبیاء: 17]

”ہم نے تجھ سے پہلے بھی جن کو رسالت کے ساتھ مامور کیا وہ انسان ہی تھے، ہماری وحی ان کو ملتی تھی۔“

﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَا يٰۤاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ [الانبیاء: 8]

”ہم نے ان کا جسم ایسا نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور وہ ہمیشہ جیتے رہنے والے بھی نہ تھے“

﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاٰمِرٍہٗ يَعْْمَلُوْنَ﴾ [الانبیاء: 26-27]

”وہ تو باعزت بندے ہیں، بات چیت میں اللہ کی اجازت سے آگے نہیں بڑھتے اور اللہ کے حکم پر عمل کیا کرتے ہیں۔“

انسانیت کے ثبوت میں یہ بتلایا کہ وہ کھانے پینے سے مستثنیٰ نہ تھے، نیز ایک وقت پیدا ہوئے اور دوسرے وقت دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کی فضیلت کے ثبوت میں فرمایا کہ وہ صاحب وحی ہوتے تھے۔ منصب دار رسالت ہوتے تھے اور دربار الٰہی میں اعزاز و اکرام والے ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معاملات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ان کی زبان اور ان کے جوارح ادب اور حکم کے تحت میں ہوتے، حکم کے بغیر ان کی زبان پر ایک حرف تک نہ آتا اور جب حکم مل جاتا تو اس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔ ان آیات میں قوت علیہ اور قوت عملیہ کا بھی ذکر ہے اور ان کے مراتب روحانی کا بھی اظہار اور یہی وہ امور ہیں، جن سے مقدسین کا باوجود انسان ہونے کے جملہ کائنات سے برتر و ممتاز ہونا ثابت ہے۔

ان بیانات سے انسانیت کا درجہ بلند تر ہو گیا، کیوں کہ انسانیت ہی شانستہ رسالت ٹھہری۔ انسانیت ہی شرف دار خطابت ہوئی، انسانیت ہی علم الٰہی کے نزول و بروز کا سرچشمہ ٹھہری اور انسانیت ہی اعمال کی تکمیل و تعمیل کے امتحان میں کامیاب ہوئی۔ بے شک اس مسئلہ کا اظہار خصوصیات اسلام میں سے ہے اور انسانیت ان کی مرہون احسان ہے۔

اسلام ہی غیر متعصب دین ہے

اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اغیار نے بہت سے جھوٹے الزام اس پر لگائے ہیں اور بعض الزام تو وہ ہیں جو الزام دینے والوں ہی میں موجود اور ثابت تھے، مگر انھوں نے ہوشیاری اور عیاری کی یہ کہ اپنے کروتوت چھپانے کے لیے انہی باتوں کو مسلمانوں کے سر تھوپ دیا اور پھر نا اہل مسلمانوں کے افعال کو تعلیم اسلام کا نتیجہ قرار دے کر مذہب اسلام کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

- ① تعصب کے معنی یہ بھی ہیں کہ عطاءے حقوق کے وقت کسی کو حق سے زائد دیا جائے اور کسی کو حق سے کم۔
- ② اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ دوسرے لوگوں کی آزادی عقل اور حریت مذہبی پر ناچائز بندشوں کا بار ڈالا جائے۔
- ③ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی حمایت میں دیگر مذاہب کو حق حفاظت سے محروم کر دیا جائے۔
- ④ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی برکات و انوار کا مستحق خود اپنے ہی آپ کو سمجھا جائے اور دوسروں کو ان برکات و انوار سے بالکل دور رکھا جائے۔

بھرا اللہ کہ اسلام کی تعلیم ان جملہ فتنوں سے پاک ہے۔ قرآن عظیم اور رسول کریم ﷺ نے ہمیشہ تعصب کی ان جملہ اقسام کو برائتا یا اور اپنے دامن کو اس خاڑاز سے ہمیشہ بلند رکھا۔

تعصب کے ہر چہار (4) اقسام کی نفی کا یقین مندرجہ ذیل آیات قرآنی اور معاملات اسلامی سے بخوبی ہو جائے گا۔

① ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا بِالْعُقُوبِ﴾ [المائدہ: 1]

”اے ایمان والو! معاملات کو پورا کیا کرو۔“

② ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا﴾ [المائدہ: 2]

”اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا تم کو ادھر بھیج کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرنے لگو۔“

③ ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]

”نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور سرکشی میں مدد نہ کرو۔“

④ ﴿قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ الْمَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: 15]

”اے رسول کہہ دیجیے، اللہ نے جو کتاب میں اتارا، میرا اس پر ایمان ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے

درمیان عدل کیا کروں۔ ہمارا رب اور تمہارا رب اللہ ہی ہے۔ ہم کو ہمارے اعمال، تم کو تمہارے اعمال۔ ہمارے

تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہی ہم کو اکٹھا کرے گا اور اللہ ہی کی طرف بازگشت ہے۔“

④ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَى أَنْ تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا

هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المائدہ: 8]

”اے ایمان والو تم (1) اللہ کے واسطے قائم رہنے والے (2)۔ انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ (3)۔ اور کسی قوم کی عداوت تم کو بے انصافی کی طرف نہ کھینچ لے جائے (4)۔ عدل کیا کرو، عدل ہی خدا ترسی سے قریب تر ہے، اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔“

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: 64]

”اے رسول کہہ دیجیے کہ اے یہودیو اور اے عیسائیو، اے کتاب والو، آؤ ایک ایسی بات پر سمجھوتہ کریں جو ہمارے تمہارے لیے مساوی ﴿1﴾ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں ﴿2﴾ اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں ﴿3﴾ اللہ کے سوا کوئی انسان کسی انسان کو اپنا رب نہ ٹھہرائے۔ اگر یہ لوگ اس پیغام سے انکار کریں، تب ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہنا ہم تو ان حکموں کے ماننے والے (مسلمان) ہیں۔“

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 256]

”دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی دباؤ یا سختی نہیں، ہدایت اور گمراہی کو تو صاف الگ الگ واضح کر دیا گیا۔“

ان آیات کے بعد کیا کوئی دوسرا شخص بھی اپنی پاک کتاب میں ایسی بات سے اعلیٰ تعلیم کی موجودگی ثابت کر سکتا ہے۔ ہاں! ان آیات کی تعلیم میں رواداری کے جو نمونے، بے تعصبی کے جو ثبوت ہادی اسلام ﷺ نے اور حضور ﷺ کے خلفائے راشدین المہدین نے اور طوک عظام نے دنیا کے سامنے پیش کیے، وہ سب اسلامی کتب میں اب تک موجود ہیں۔

نبی ﷺ نے مدینہ پہنچ کر جو معاہدہ یہودیوں کے ساتھ کیا تھا، وہ قابل ملاحظہ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہودی وہ ہیں جن کے ساتھ نہ کبھی بائبل کی بت پرست سلطنت نے حسن سلوک کیا اور نہ مصر کی حکومت نے ان پر رحم کھایا اور نہ یہوداہ کی نسل میں پیدا ہونے والے مسیح علیہ السلام کی امت نے ان کو کبھی انسان یا آدمی سمجھ کر ان سے کبھی کوئی مراعات کی۔

نصاری کے ساتھ نبی ﷺ کا معاہدہ بھی ملاحظہ طلب ہے، ان معاہدات کو رحمتہ للعالمین جلد اول میں پڑھ لیجیے اور انصاف کیجیے کہ کیا ان سے اسلام اور داعی اسلام کی بے تعصبی، سیر چشمی اور کس قدر رواداری ظاہر ہوتی ہے۔

حکمرانان امویہ و عباسیہ و اندلس و قاطیبہ کی شان و شوکت کے زمانوں میں اقوام غیر کا پورے حقوق اور آزادی کے ساتھ صدیوں تک آباد رہنا۔

یہودیوں، عیسائیوں کا بلا امتیاز حد سے ہر ایک منصب پر فائز ہو جانا ہماری روشن دلیل ہے۔ ہندوستان پر نظر ڈالیے۔ اس وقت اونچی قوموں کے لیے لفظ آریہ نہایت موزوں سمجھا جاتا ہے۔ مگر آریہ ورت کا جو رقبہ ستیا رتھ پرکاش میں محدود کیا گیا ہے اس میں احاطہ مدراس اور احاطہ بنگال اور شمال مغربی صوبہ شامل نہیں ہو سکتے۔ صوبہ بہار کے اکثر مقامات بھی اس آریہ ورت کے رقبہ سے باہر ہیں۔ اس احاطہ بندی نے کروڑوں انسانوں کو شریف قوم یا آریہ کہلانے سے محروم کر دیا ہے۔

مسلمانوں کی فیاضی دیکھو کہ انھوں نے دریائے اٹھو (انک) کو قدرتی حد قرار دے کر اس طرف والوں کو ہندو لقب دیا۔ اس نام کے تحت میں اس ملک کے رہنے والی سب قوموں کا اجتماع ہو گیا اور ان میں جمعیت پیدا ہو گئی اور کسی کو غیر شریف کہنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔

بعد ازاں جب مسلمانوں کا یہاں کے لوگوں کے ساتھ معاملہ پڑا تو انھوں نے لالہ کا خطاب دیا، جس کے معنی بڑا بھائی ہیں اور یہ لغت اب تک سرحدی صوبہ میں اس معنی میں مسلمانوں میں مروج ہے۔ لالہ موہی ایک مشہور ہستی اور مشہور ریلوے انجینئر ہے جو ایک بزرگ مسلمان کے نام سے آباد ہوئی تھی۔

اورنگ زیب کو تعصب کہا جاتا ہے مگر اس کے دربار میں ہندو امراء کی فہرست اکبر کے دربار سے (جس کی بے نقصی مسلمہ ہے) زیادہ لمبی ہے۔

اورنگ زیب نے راجپوتانہ کی کسی ہندو ریاست کو شامل ملک محفوظ نہیں بنایا، حالانکہ دکن کی چار اسلامی سلطنتوں کو فتح کر کے جزو سلطنت بنالیا تھا۔

سٹی اور صفرنی کی شادی کے خلاف بھی کوئی مداخلت نہ کی۔ دارالسلطنت آگرہ اور دارالخلافت دہلی کے قرب و جوار میں اب تک ہندو صاحبان کی آبادی مسلمانوں سے زیادہ ہے۔

ہندو راجاؤں کو جو خطابات عطا کیے ہیں، ان کو ملاحظہ کرو۔ کیسے عظیم الشان ہیں۔ ہر ایک خطاب کے ساتھ نیا علاقہ بھی ضرور ہوتا تھا۔ ذرا اس سلوک کو بھی دیکھیے کہ ہندوؤں نے ہمیشہ مسلمانوں کو اچھوت کا درجہ دیا، مگر مسلمانوں نے کبھی ان کو اچھوت نہ بنایا۔ تجارت کو بالکل ہندوؤں کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا۔ ہندوؤں پات شالادوں کے لیے جاگیریں دیں، ایسی جگہوں کے لیے لنگر کھولے۔

اپنے سابقہ وطن سے قطع تعلق کر کے ہندوستان ہی کو چینی اور مرنے کے لیے پسند کیا، اپنی زبان کو چھوڑ کر یہاں کے باشندوں کی زبان کو اپنی زبان بنایا اور اسی کو محلات اور دربار کی زبان قرار دیا۔

غور کے بعد بتاؤ، بے نقصی کا ثبوت ان امور سے بڑھ کر کوئی معترض خود بھی اپنے فعل و قول سے پیش کر سکتا ہے؟ بیرونی تجارت عرب اور چینوں کے ہاتھ میں تھی، جب یورپین اقوام نے ہندوستان کی طرف قدم بڑھایا تو ان کو خیر مقدم کہا گیا، ان کا مال کٹھم ڈیوٹی سے آزاد کیا گیا۔

سیاست حالیہ کے ماہر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی بیرواداری اور بے نقصی ہی ان کی سلطنت اور اقتدار کے زوال کا باعث ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ ایک سیر چشم مسلمان اس اعتراض کو اپنے اوپر چسپاں کر لینے پر رضامند ہو سکتا ہے، مگر وہ یہ کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اسلام میں تعصب ہے۔

ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر شاید کوئی صاحب غزوات و سرایائے اسلام کا حوالہ دیں اور حروب عرب کو تعصب دینی کی دلیل قرار دیں، لیکن درحقیقت ایسا کرنا تاریخ اور عقل واقعات سے ناواقفیت پر مبنی ہوگا۔

ہم نے غزوات و سرایا کا مکمل مضمون اسی کتاب کی جلد دوم میں تحریر کر دیا ہے اور بطور تمبیہ دکھلایا ہے کہ نبی ﷺ کے غزوات صرف اسی قوم اور خاندان کے ساتھ ہوئے، جس میں سے خود حضور ﷺ اور سابقوں الاولون بھی تھے۔ حضور ﷺ ہی کی قوم نے اسلام کی عداوت و مخالفت میں سارا زور لگایا اور انہی سے لڑائیاں ہوئیں۔ لہذا یہ خاندانی جھگڑا کسی طرح تعصب دینی کی دلیل نہیں بن سکتا۔

میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی جنگیں نہ اپنی تعلیم کی اشاعت کے لیے تھیں اور نہ دوسرے مذاہب کے لیے موجب اکراہ تھیں۔ رب العالمین نے اسلامی حروب کے متعلق جو وجہ بیان کی ہے، وہ قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿لَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهَدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ

اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ، إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [آج: 40]

”اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا اور بعض کے ذریعہ بعض کو نہ ہٹا دیتا، صوامع، بیع، صلوات اور مساجد میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے ضرور گرا دی جاتیں اور اللہ تو اس کی مدد ضرور کرتا ہے جو اللہ (کے مقاصد) کی مدد کرتا ہے اللہ تو قوت والا اور غلبہ والا ہے۔“

صَوَامِعُ صومعہ کی جمع ہے۔ لغت میں اس عمارت کو کہتے ہیں، جو اوپر سے پتی ہوتی جائے، درویشان قوم ترسا کے خلوت خانے اسی شکل کے ہوتے تھے۔ ہندوؤں کے مندروں کی شکل بھی یہی ہے اور اس نام سے معروف ہیں۔

بِیَعٌ بیعہ کی جمع۔ عیسائیوں کا گرجا۔ صَلَوَاتٌ یہ عبرانی صلوٰۃ کا معرب ہے۔ عبادت گاہ یہودوں۔ مَسَاجِدُ معبد مومنین المسلمین۔ آیت بالا ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے دی گئی کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو قائم کر دیں، بدامنی دور کر دیں۔ پارسیوں، عیسائیوں، یہودیوں کی عبادت گاہوں کو اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص نہ گرا سکے۔

تاریخ کا ادنیٰ واقف بھی جانتا ہے کہ ایرانیوں نے یہ عہد پرہیز ایشیائے کوچک پر قابض ہونے کے بعد عیسائیوں کے گرجاؤں کو گرا دیا تھا اور دس (10) سال کے بعد عیسائیوں نے مکران، بلخ، پارس، ہندوستان کی پرستش گاہوں کو بھی گرا دیا تھا۔

یہودیوں کے عبادت خانے تو سب کے سب شاہان روم کے ظلم و تعصب کی وجہ سے زمین کے برابر کر دیے گئے تھے، حتیٰ کہ یروشلم کی زمین کو بھی جس کی عمارت 80ء میں نیروشاہ روم نے گرا دی تھی۔ قسطنطین (اولین عیسائی بادشاہ) کی والدہ کے حکم سے کوڑا کرکٹ گرانے کی جگہ بنایا گیا تھا۔ مسلمانوں کی مساجد تو بالکل ہی غیر محفوظ تھیں، کیوں کہ پارسی و ترسانی و نصرانی مسلمانوں کے خلاف بالاتفاق عداوت پر ڈٹے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اٹھایا اور انہی کے دوش پر معابد عالم کی حفاظت کا بار رکھا اور انہوں نے اس بار کو خوش گوار فرض کے طور پر اٹھایا۔

آیت بالا میں ایک پیش گوئی بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کی جنگیں اصول بالا کے لیے ہوں گی تب ان کو منجانب اللہ نصرت عطا کی جائے گی اور وہ ہر ایک اس قوم کے مقابلہ میں جو کسی دوسرے مذہب کے معابد کو تباہ کرنے والی ہے، ضرور مظفر و منصور ہوں گے۔

رب العالمین کے اسی کلام صداقت نظام کا اثر اور معجزہ تھا کہ خلافت صدیق ؓ، فاروق ؓ اور ذوالنورین ؓ میں اسلامی لشکر کو کسی ایک جگہ پر بھی ہلکت نہیں ہوئی، بلکہ ہر ایک جگہ ﴿إِنَّا جُنَدْنَا لَهُمُ الْعَالَمُونَ﴾ ”اللہ ہی کا لشکر غالب آئے گا“ کا نظارہ نظر آتا رہا اور اس کامیابی نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی جنگیں ٹھیک اسی اصول (حفاظت و احرام معابد مذاہب عالم) پر تھیں۔

کیا اب بھی کسی کے نزدیک اسلامی جنگیں قابل اعتراض ہو سکتی ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ یہ مسلمانوں ہی کا حوصلہ تھا کہ اپنی جانیں قربان اور اپنے سینوں کو آماج تیروستان بنا کر غیر مسلموں کے معابد کی حفاظت کی۔ کیا کوئی اور قوم بھی اپنی بے تعصبی کا ثبوت اس طریق سے دے سکتی ہے۔

ذرا تاریخ اٹھا کر دیکھو کہ اسلامی قبضہ سے بیشتر شام و فلسطین و عراق و مصر میں پیشوا یا ان عیسائیت اور فرمان روایان کلیسا نے عام لوگوں کو اور پھر فرقہ واری کے جنون میں خود عیسائیوں کی جان و مال کو کس قدر محفوظ رکھا تھا۔

وہ مسائل جن پر صدیوں تک عیسائی فرقوں میں خون ریزی جاری رہی، یہ تھے۔

① کیا مسیح علیہ السلام ایک جسم اور ایک روح والا تھا؟

② کیا مسیح علیہ السلام ایک جسم اور دو روح والا تھا؟

③ اگر وہ ایک جسم اور ایک روح والا ہی تھا، تب اس کے جسم میں انسانی روح تھی یا الوہیت کی روح؟

④ اگر اس کے اندر انسانی روح تھی، تب اس کی الوہیت کی ابتداء کس طرح سے اور کب سے ہوئی؟

⑤ اگر مسیح علیہ السلام ایک جسم اور دو روح (انسانی اور الہی) والا تھا، تب کون سی روح غالب تھی؟

⑥ کیا کبھی روح الوہیت روح انسانی پر اور کبھی روح انسانی روح الوہیت پر غالب بھی آ جایا کرتی تھی؟

⑦ مسیح علیہ السلام کا صلیب پر چڑھنا مع روح الوہیت تھا یا بلا روح الوہیت تھا؟

⑧ اگر مصلوبی کے وقت روح الوہیت شامل نہ تھی، تو روح انسانی کیوں کر گنہگاروں کے گناہوں کی برداشت کی متحمل ہوئی؟

⑨ اگر روح الوہیت شامل تھی تو کیا الوہیت بھی مصلوب ہوئی؟

الغرض ایسی ایسی موٹھالیوں نے مسیح کی صاف اور سچی تعلیم کو ایک عجیب گورکھ دھند ا بنا دیا تھا۔ نئی نئی بدعات کے ساتھ نئے نئے فرقے بنتے تھے اور ایک دوسرے کا گھلا کاٹنا اپنے نزدیک مسیح کی خوشنودی کا موجب سمجھتے تھے۔

اس خون ریزی کو دنیا کے بہت بڑے رقبہ پر صرف اسلامی قبضہ ہی نے بند کیا۔

ایران پر مشرک و کید اصول کی حکومت تھی اور کسی عورت کو زندہ رہنے کا حق نہ تھا، جب تک وہ اپنے آپ کو قوم کی مشرکہ جانداد نہ بنا دے۔

پوران و دخت و ایران و دخت جیسی صاحب تخت و تاج حکمرانوں نے اس اصول کی تعمیل نہ کرنی چاہی تو فوراً ان کو تخت کی جگہ تخت

موت دیکھنا پڑا۔

اسلامی قبضہ ہی نے ایران کے جان و مال کو محفوظ کیا اور اسلام ہی کی بے تعصبی ان کی زندگی کا سبب ٹھہری۔

کتاب ستیا رتھ پرکاش میں گوشائیں، ہیراگی چیرا کت (آچاری) ویشنو آدک، دام مارگی، چوپی، مارگ فرقوں کے فحش افعال

اور فحش منتروں کا ذکر موجود ہے۔ ایسے فرقوں کا وجود ہندو میں باہمی جنگ و جدال کا موجب تھا۔

ہند میں داخل ہونے والی ہندو قوموں نے یہاں کے مفتوحین کو اچھوت قرار دیا تھا۔ ہزاروں سال سے اسی پر اب تک عمل موجود ہے

اور بدھ ازم اور جین مت نے ہندوں کی نسلوں اور پشتوں کو تباہ کرنے میں اور شکر اچارج کے قائم کیے ہوئے بدھ مت نے لوگوں کو ہندوستان

سے خارج کرنے میں جو جو کارنامے اس ملک میں کیے ہیں وہ تعصب کی خونخوار داستان ہے۔ اسی تعصب اور عناد باہمی کا نتیجہ تھا کہ سارے

ہندوستان پر کسی ہندو راجہ کو شاہانہ حکومت حاصل نہ ہوئی اور یہاں کی ہر ایک چھوٹی حکومت دوسری چھوٹی حکومت سے برسہا برس پیکار رہی۔

اسلام ہی کی بے تعصبی نے ان سب فرقوں کو اور سب حکومتوں کو اور جملہ مذاہب کو اپنی اپنی حدود کے اندر رہنے کی تعلیم کو دولت

برطانیہ نے اسلامی سلطنت سے اپنے چارج میں حاصل کیا ہے۔ اور ان سینکڑوں مذاہب پر ملک ہندوستان میں حکومت کرنا نسبتاً بہت آسان ہو گیا، مگر اس کے مقابلہ میں انگلینڈ و ویلز آئر لینڈ و سکاٹ لینڈ پر حکومت کرنا زیادہ دشوار رہا، جن میں یہ لحاظ صرف دو ہی فرقے پر اسٹنٹ (Protestant) اور کاتولیک (Catholic) آباد ہیں۔
عام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں تعصب نہیں۔

فصل دہم 10

اسلام ہی دین المحبت ہے

ذرا غور کرو کہ اسلام معرفت الہی کی تعلیم کن الفاظ میں دیتا ہے۔

① وہ رب العالمین ہے، ہر ایک شے جو نمودار ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، جو نشوونما قبول کر سکتی ہے، جو کسی حرکت سے متحرک ہے، اسے وجود بخشنے والا، اس کی ہستی کو قائم رکھنے والا، اس کے خواص کی حفاظت کرنے والا۔ اس کی ماہیت و کیفیت خاص سے اسے امتیاز بخشنے والا، اس کی ضروریات حیات کو بھم پہنچانے والا وہی ہے، جو اسلام کا اللہ ہے۔

② وہ رحمن ہے۔ یہ لفظ لغوی حیثیت سے لفظ رحمت سے مبالغہ کے لیے وضع ہوا ہے اس کا ترجمہ کمال رحمت والا ہے

سلسلہ وہی کا قیام برکات سماوی کا نزول، انوار عرفان کا انعکاس اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

ارض و سما اور خلاء و فضاء کا قیام اسی رحمن کے حکم سے ہے چرند پرند کی بقا اسی رحمن کے عطیہ سے ہے۔

رحمن وہی ہے جو ہر ایک در ماندہ کی توانائی ہے۔ ہر ایک پسماندہ کی ہدایت ہے، اسی کی استعانت ہمیں اس کی رحمت تک لے جاتی ہے۔ اسی کی رحمت قعر فرش سے انتہائے عرش تک قادر و متصرف ہے۔

③ وہ ”رحیم“ ہے۔ رحم رحیم سے ہے۔ لغوی حیثیت سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس وزن کے الفاظ اپنے اپنے معانی کے لحاظ سے معنی و دوام پر حاوی ہوتے ہیں۔ لہذا اسم پاک رحیم ظاہر کرتا ہے کہ رحم ہمارے مالک کی ان صفات کاملہ میں سے ہے، جن کو ذات پاک کے ساتھ لزوم و دوام حاصل ہے۔ حدیث ترمذی ④ میں آیا ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا۔

اَلَيْسَ اللهُ اَرْحَمَ بِعِبَادِهِ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا

”کیا اللہ کا پیارا اپنے بندوں کے ساتھ اس پیار سے زیادہ نہیں، جو ماں کو اپنے بچے سے ہوتا ہے۔“

فرمایا یہ بات بالکل درست ہے۔

ایک حدیث میں ہے: اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ ⑤

خوب چھالی پانی پتی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَاَرْحَمُهُ نے اسی کا ترجمہ اپنی مقبول عام و خاص مسدس میں فرمایا ہے۔ ⑥

① ابن ماجہ: 4297 ② ترمذی: 41/9، ترمذی: 202/3، الدرر المنثور: 36/3 ③ خواجہ الطاف حسین حالی کی وفات پر اقم نے یہ قصہ تاریخ تحریر کیا تھا۔

سال وقت مظہر حق حائقی بزرگ سلمان سرور غیب بمن گفت یاد وار

چوں بیزرہ زیادہ دوم ممکنی شہر سے بار سے نوئیں ویک بار یک نگار

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يُرْحَمُ مَنْ لَا يُرْحَمُ ” جو کوئی خود رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ کے رحم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میراث ذوی الارحام (ماں کی طرف سے رشتہ داروں کو بھی حصہ دار ٹھہرایا ہے اور اس کے رحم نے اس حکم کی اشاعت اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کر دی۔

الْوَحْمُ مِنَ الْوَحْمِ رَحْمٌ تَوْحْمٌ سے نکلا ہے جو کوئی اپنے ہاں کی قرابت رحم کو نہیں جوڑتا وہ رحمن سے اپنا تعلق توڑتا ہے۔
④ وہ جبار ہے، اسمائے حسنیٰ میں جبار کے معنی وہ نہیں جو عوام نے سبھے اور جبر کو ظلم و ستم کا مترادف خیال کیا، بلکہ جبار کے معنی ہیں ”شکستہ لوگوں کی شکستگی کو دور کرنے والا“ دکھیاؤں کے درد دکھ کو توڑ دینے والا“

⑤ قَهَّار ہے، یہاں بھی قہر بمعنی غیظ و غضب نہیں، بلکہ قہر کے معنی حکومت ہیں۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وہ اپنے بندوں پر حکمران ہے۔

⑥ وہ بڑے بہترین سلوک کرنے والا، احسان فرمانے والا ہے۔

⑦ وہ مُجِيبٌ ہے، بندوں کی دعا پر ارتھنا کو قبول فرماتا ہے۔

⑧ وہ رَحِيمٌ ہے، بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

⑨ تَوَّابٌ ہے گنہگاروں کی معذرت قبول فرماتا، تازہ القاب سے ان کو خوشی بخشتا ہے۔

⑩ وہ وَهَّابٌ ہے، بے اندازہ نعمتوں کا عطا فرمانے والا۔

⑪ وہ مُقِيتٌ ہے، روزی رساں۔

⑫ وہ نُورٌ ہے، آسمانوں اور زمین کی ضوء و ضیا اسی سے ہے۔ شمس و قمر کو روشنی اسی سے ملی ہے۔ آنکھوں کی بینائی اسی نے دی ہے۔ مومن کے دل کا چراغ اسی کے نور سے روشن ہے۔

⑬ وہ فَتَّاحٌ ہے، انسان سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے، اس کی مشکلات کو حل فرماتا ہے۔

⑭ وہ رَعُوفٌ ہے، گہرا پیار کرنے والا، دل نواز، بندہ پرور۔

⑮ وہ حَيٌّ ہے، زندہ اور حیات آفرین اور حیات بخش۔

⑯ وہ قَيُّوْمٌ ہے، پابندہ اور قیام بخشنده۔

⑰ وہ وَكِيٌّ ہے، ولا و محبت اس کی ذات میں ہے۔

⑱ وہ عَفُوٌّ ہے، بار بار معاف فرماتا ہے، معاف کر دینے کو پسند کرتا ہے۔

⑲ وہ هَادِيٌّ ہے، سالکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

- 20) وہ مُعْطِيٌّ ہے، خنائشے والا، بندہ کو دوسرے بندہ کی احتیاج سے نجات دینے والا۔
- 21) وہ مُعْطِيٌّ ہے، اس کا عطا و نوال بے پایاں ہے۔
- 22) وہ کَرِيمٌ ہے، دیتا ہے اور معاوضہ کی اسے ضرورت نہیں۔
- 23) وہ رَزَّاقٌ ہے، جسم اور روح کے قیام کے لیے جیسی خوراک بحر و بر کے رہنے والوں کی ہو اور تحت الطری میں سانس لینے والوں کو ہر ایک کے مناسب غذا عطا فرماتا ہے
- 24) وہ غَفُورٌ ہے، گناہ و خطا کو چھپا دیتا ہے، دور کر دیتا ہے۔ اسلام میں اسمائے حسنیٰ کا شمار ننانوے (99) ہے۔ ہم نے اس جگہ چوبیس (24) نام ایسے پیش کر دیے، جن سے محبت کا جلوہ موجود ہے، اس سے آگے
- 25) وہ وَدُودٌ ہے۔ وُدُّ زبان عرب میں محبت کی قسم اعلیٰ کو کہتے ہیں۔ ایک آیت ہے جس میں رحمت اور ود دونوں کو جمع کر دیا ہے۔
- فرمایا:

﴿ سَيَجْعَلُ لَّهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ﴾ [مربہ: 96] ”رحمن ان کے لیے دو کو مہیا فرمائے گا۔“

ایک دوسری آیت میں غفران اور ود کو جمع فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الْغُفُورُ الْوَدُودُ ﴾ [البرہ: 14]

بعد ازاں دیکھو کہ حسب اور اس کے مشتقات کا بھی اللہ و رسول کے کلام میں بکثرت استعمال فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کے ایک ہی مختصر جملہ میں بندوں کی محبت کا اللہ کے ساتھ اور اللہ کی محبت کا بندوں کے ساتھ ہونا ثابت فرما دیا ہے۔

﴿ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ﴾ [المائدہ: 54] ”چھ بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔“

بعد ازاں صراحت کے لیے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ محبت الہی کی شانگلی کیسے بندوں کو حاصل ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾ [البقرہ: 195] ”اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾ [المائدہ: 42] ”عدل و انصاف کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴾ [التوبہ: 7] ”تقویٰ والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ ﴾ [البقرہ: 222] ”رجوع الی اللہ کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴾ [آل عمران: 146] ”صبر کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔“

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ ﴾ [التوبہ: 108] ”پاک صاف رہنے والوں، طہارت والوں سے اللہ محبت کرتا ہے“

ان آیات سے یہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں کہ اوصاف احسان اور توبہ اور عدل و قسط، تقویٰ اور صبر طہارت کا اپنے اندر جمع کر لینا اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

چند آیات مبارک میں یہ بھی ظاہر فرمایا کہ کون لوگ ہیں، جن کو محبت الہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

﴿ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوٓءِ ﴾ [النساء: 148] ”برائی کی اشاعت اللہ کو ناپسند ہے۔“

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴾ [البقرہ: 190]

حدود الہی کو توڑنے والے قانون شرعی کا احترام نہ کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ [النساء: 36] اللہ تعالیٰ حیلہ باز، اترانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾ [النحل: 58] ”خیانت کرنے والوں کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾ [الحج: 38]
 ”خیانت کرنے والے احسان کو ملیا میٹ کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ﴾ [القصص: 76] ”شخی بازار اترانے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ [القصص: 77] ”فساد اٹھانے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ﴾ [الروم: 45] ”کافر اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ [الاعراف: 31] ”اسراف کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾ [الشورى: 40] ”ظلم کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔“
 ان آیات سے کیا فوائد حاصل ہوئے۔

کہ برائی کی اشاعت کرنا آئین شکنی، حیلہ بازی، عیاری، خیانت، ناشکری، احسان فراموشی، فساد انگیزی، کفر، اسراف، ظلم وہ اخلاق ذمیرہ میں جن کے ارتکاب سے انسان محبت الہی سے محروم ہو جاتا ہے۔
 محبت کا اتنا مکمل بیان ثابت کرتا ہے کہ اسلام دینِ محبت ہے۔

اب سیدنا مولانا نبی کریم ﷺ کے ارشادات سنو:

﴿۱﴾ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تَوْمِنُوا وَلَا تَوْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا۔ [۱]

”جب تک ایمان نہیں، تب تک جنت میں داخلہ نہ ہوگا۔ جب آپس کی محبت نہیں تب تک ایمان نہیں۔“

﴿۲﴾ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَكِرَامِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عَضُوهُ لَدَعَى لَهُ،

بِالسَّهْرِ وَالْحُمَى۔ [۲]

”آپس کی محبت، آپس کے پیار و آپس کے تعلقات میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے، جو چند اعضاء سے مرکب ہوتا ہے۔ پھر اگر ایک عضو کو تکلیف ہو جاتی ہے تب سارے جسم کے سارے اعضاء بے خوابی و تپ و بے تابی میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔“
 غور کرو یہاں تواد، ترحم، اور تعاطف تین الفاظ کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ تواد بتلاتا ہے کہ خیر اندیشی و خیر طلبی کا وہ درجہ حاصل ہو جائے کہ اپنے اغراض و مقاصد کو دوست کی غرض و مقصد پر قربان کرنا آسان ہو۔
 ترحم ظاہر کرتا ہے کہ دوست کی مصیبت کا احساس تمہارے دل میں ہو۔

تعاطف یہ کہ ایک دکھ میں ہے تو اس کا درد دوسرے کو ہے۔ ایک کا کام اٹکا ہوا ہے تو دوسرا اس کی تدابیر میں لگا ہوا ہے۔

﴿۳﴾ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَأُنَاسًا مَّا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يُغِيْطُهُمُ الْآلِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

[۱] مسلم، 54، ابوداؤد، 5193، ترمذی، 2688، ابن ماجہ، 68، ابن حبان، 236

[۲] بخاری، 6011، مسلم، 2586، ابن ماجہ، 3984، ابن حبان، 297، 233، ترمذی، 2173

لَمَكَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ تُخَبِّرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَيَّ غَيْرِ أَرْحَامٍ
بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ إِنَّ وُجُوهُهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا
يَحْزَنُونَ إِذَا حَزَنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿الْأَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بندگانِ اللہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں، نہ شہید، لیکن ان کا درجہ جو اللہ کے ہاں ہے اس کی وجہ سے نبی اور شہید بھی ان کو چاہت کی نظروں سے دیکھیں گے۔ لوگوں نے پوچھا حضور و کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ محبت کرنے والے ہیں جن کی باہمی محبت صرف للہیت پر ہے۔ قرابت یا مال و زور کی داد و ستد پر نہیں۔ ان کے چہرے پر نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب سارے لوگ غم و اندوہ میں ہوں گے مگر ان کو غم نہ ہوگا، نہ حزن۔ بعد ازاں حضور ﷺ نے یہ آیت ﴿الْأَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ تلاوت فرمائی۔

اس حدیث پر غور کرو کہ ولایت ربانی کو باہمی محبت ایمانی کا ثمرہ فرمایا گیا ہے اور اس محبت کا ثمرہ وہ قرب وہ تمکین ہے جو بروز حشر ان کو حاصل ہوگی۔

﴿يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيُّنَ الْمُتَّحَابُونَ لِحَلَالِي الْيَوْمِ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا لِي﴾ [2]

”اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا کہ وہ جن کی باہمی محبت میرے لیے تھی۔ میں آج ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ جب کہ میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔“

ہر شخص جانتا ہے کہ والدین کا سایہ کیسے ناز و محم کا موجب ہوتا ہے اور کسی مہربان حکمران کا سایہ کتنے اقبال و دولت کا ضامن ہوتا ہے۔ اسی پر الہی سایہ کی وقعت و قدر و منزلت کا قیاس کر لو۔ اگرچہ ہم ان نعمتوں کا قیاس ہی نہیں کر سکتے، جن کو نہ آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ دل آج تک اس کی ماہیت کو سمجھ سکا ہے۔

﴿يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى وَجَبَتْ مُحِبَّتِي لِلْمُتَّحَابِينَ فِيَّ وَالْمُتَّجِبَالِيَّ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ﴾ [3]

(نبی ﷺ) نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان اشخاص کے لیے واجب اور ضروری ہوگی ہے (1) جن کی محبت میرے لیے ہے (2) جن کا آپس میں مل بیٹھنا میرے لیے ہے۔ (3) جو میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔ (4) جو میرے لیے بدل و صرف کرتے ہیں۔

محبت کے آثار و موجبات بھی نبی ﷺ نے بیان فرمادیے، فرمایا:

﴿الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَظْلِمُهُ وَإِنْ أَحَدُكُمْ مِرَاةٌ أَحْبَبَهُ فَإِنَّ رَأْيَ آذَى فَلْيُصِطْ عَنْهُ﴾ [4]

”مسلم، مسلم کا بھائی ہے، وہ نہ اسے رسوا کرے، نہ جھٹلائے، نہ ظلم کرے، تم ایک دوسرے کے لیے مثل آئینہ ہو، اگر اپنے بھائی میں کوئی تکلیف دہ بات دیکھو تو اسے دور کرو۔“

[1] ابوداؤد، ابن حبان، 573: [2] مسلم، 2566، موطا، 2/952، 2/312، 2/312، 2/952، ابن حبان، 574:

[3] ترمذی، 2390، ابن حبان، 575، 577، موطا، نام مالک، 953/2، مسند احمد، 233/5، 239/5، [4] ترمذی، 1927:

(2) مَنْ رَدَّ عَنْ عَرَضٍ أَحَبَّهِ رَدَّ اللَّهُ النَّارَ عَنْ وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (1)

”جس نے مسلم بھائی کی عزت کو بچایا اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو آتش دوزخ سے بچائے گا۔“

(3) مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ نَسَرَ

عَلَى مُعْسِرٍ نَسَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبِيدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَحِبِّهِ - (2)

جو کوئی شخص کسی مومن کی دنیوی تکلیف دور کرتا ہے اللہ قیامت کے دن کی تکلیف کو اس سے دور کرے گا جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ دنیا و آخرت کے معاملات آسان فرمائے گا، جس نے کسی مسلم کی عیب پوشی کی اللہ اس کے عیوب پر دنیا و آخرت میں پردہ ڈالے گا اور اللہ بندہ کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

میں اس بیان کو ختم کرنے سے پیشتر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ لفظ محبت کو عربی زبان میں معنی محبت کے لیے تجویز کرنے سے پیشتر مندرجہ ذیل محاورات کو پیش نظر رکھا ہے۔ حَبَّبَ الْمَاءُ پانی تھرا گیا، حَبَّبَ الْبَيْعُ اونٹ زانو جما کر بیٹھ گیا۔ حباب، بلندی سے ملی ہوئی پاکیزگی۔ جب وہ دانہ جو رزق انسانی بنتا ہے اور مایہ حیات بشر سمجھا جاتا ہے۔ جب حروف ح و ب کا اجتماع صفائی و پاکیزگی، بلندی و استقامت اور سبب حیات کے معنی میں مسلم ہو گیا، تب اسے اقوی الحركات یعنی ضم سے اور زیادہ قوی بنایا اور لفظ حب کو مادہ محبت قرار دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کے پاس اسلام کے سوا محبت کی ایسی تعلیم موجود ہے تو وہ بھی وضاحت سے بیان کر دے، ورنہ کم از کم الفاظ پریم یا ”لو“ (Love) کی ترکیب لغوی ہی کے انداز اتنے دقیق معانی کا ہونا جو ہم نے لفظ حب کے اندر واضح کیے ہیں ثابت کرے۔ الغرض نتیجہ صاف ہے کہ اسلام ہی دین الحبت ہے اور وہ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے محبوب قلوب اور مطلوب جمہور ہو رہا ہے۔

فصل 11

اسلام ہی مساوات کا بانی ہے

مساوات کے معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے اور ایک غدار بمقابلہ ایک وفادار کے اور ایک ناقابل و نا کارہ بمقابلہ ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

ایسا کرنا تو حقوق انسانیت اور حقوق اخلاق کو تباہ کر دینا ہے۔ ہاں مساوات کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص کو اسی ملک یا اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔

برطانیہ کے شاہی جھنڈے میں انگلینڈ، ویلز، سکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ شامل ہیں، لیکن کسی آئرش کو پرائم منسٹر ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ انگلستان کی آبادی میں بلحاظ مذہب دو بڑی قومیں ہیں۔ پرائسٹنٹ اور کیتھولک، مگر آج تک کسی کیتھولک کو پرائم منسٹری پر ممتاز نہیں کیا گیا۔

47. تک ہندوستان کے کسی گورنر پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا تھا کنگ امپیرر کے حقوق کی حفاظت کے لیے خاص مراعات تو انہیں

(1) ترمذی: 1931، مستدرجہ 450/6

(2) بخاری: 2442، مسلم: 6578، ابوداؤد: 4893، ترمذی: 1425، 1426، 2945، کزامل: 16486، مستدرجہ: 296/2

عدالت سے بالکل علیحدہ تھیں۔

انتخابات ممبران پارلیمنٹ وغیرہ میں ٹیکس دہندگان کے حقوق ان سے زائد ہیں جو ٹیکس ادا نہیں کر سکتے۔ ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو مال تجارت بھیجے جانے کے قواعد و محاصل کی شرح بالکل الگ الگ تھی۔

پھر حقوق کے اندر تفاوت، خود ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں بھی نمایاں ہے، دیسی عیسائیوں اور یورپین عیسائیوں کے گرجا اور قبرستان الگ الگ ہیں۔ علیٰ ہذا افسروں اور ماتحتوں کے کلب اور سوسائٹیاں بالکل جدا جدا ہیں۔

پوپ ہمیشہ یورپین ہی منتخب ہوا۔ بیس صدیوں میں اس ملک سے جو خداوند مسیح کا زاد بوم ہے کوئی دیسی پوپ نہیں بنایا گیا۔ لارڈ بشپ آف کنٹربری بھی ہندوستان یا کسی دوسرے علاقہ کا باشندہ نہیں مقرر ہوا۔

ہندوستان یا کالونی یا انگلستان میں کبھی کوئی کمانڈر انچیف ایشیائی اقوام سے نہیں لیا گیا۔

اسلام نے ان ہی امور پر نظر غور ڈالی ہے اور عدم مساوات کے جملہ احتمالات کا خاتمہ کر دیا ہے اور وحدت اسلامی کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص کی وہ کسی ملک اور قوم کا باشندہ ہو، جملہ حقوق میں بالکل مساوی اور برابر کا سمجھا ہے۔

① برا مکہ آتش پرست تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان ہی کا خاندان ہارون رشید کی وزارت عظمیٰ پر جنم تکمیل تام رکھتا تھا۔

② رائے دہندگی کا حق ہر ایک غلام و آزاد، زرور و بے زر کو اسلام میں حاصل ہے۔

③ یہی حق عورتوں کو حاصل ہے۔

④ عورتیں اور غلام بھی کسی دشمن کو پناہ دینے کا اختیار رکھتے ہیں جس کی پاسداری سالار پر فرض ہے۔

سلطنت بغداد، سلطنت ہندوستان، سلطنت مصر میں اہل سنت بادشاہوں کے وزراء عظم اور گورنران صوبہ جات اہل شیعہ بھی ہوتے رہے ہیں۔

⑤ تجارت میں عرب اور غیر عرب کے اموال کا کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا اور کسی کو کوئی غیر عرب کے اموال کا کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا اور کسی کو کوئی اعانت خاص بھی حاصل نہ ہوتی تھی۔

⑥ مسجدوں اور قبرستانوں میں کبھی امیر و گدا کا فرق نہیں کیا گیا۔

⑦ ثبوت مساوات میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سفر شام کا قصہ زبان زد مشہور تر ہے کہ اونٹ پر غلام اور خلیفہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے، کیوں کہ پچھلی نشست پر ان کا زاد راہ ستو، (غلام و خلیفہ کے لیے) اور کھجور کی گھٹلیاں (اونٹ کے لیے لدی ہوئی تھیں، جس وقت

آخری منزل پر اسلامی کیمپ میں خلیفہ کے داخلہ کا وقت تھا اور تمام فوج مع سپہ سالار اپنے خلیفہ کے خیر مقدم کے لیے ایستادہ تھی اور مختلف اقوام کے لوگ بھی خلیفہ کا تزک و احتشام دیکھنے کو جوق در جوق جمع ہو گئے تھے، اس وقت ان تماشاخیوں نے دیکھا کہ گدراہ سے ایک اونٹ اور

افسروں کا اس کے خیر مقدم میں آگے بڑھنا غیر مسلم تماشاخیوں کے لیے نہایت تعجب خیز تھا ان میں سے ایک نے ایک مسلم غازی سے پوچھا کہ کیا آپ کا خلیفہ یہی ہے جو اس اونٹ پر سوار ہے۔ غازی نے نہایت متانت سے جواب دیا، نہیں، وہ نہیں۔ ہمارا خلیفہ میرا مومنین رضی اللہ عنہ

تو وہ ہے جو اونٹ کی مہار پکڑے پایا دہ آ رہا ہے، سوار ان کا غلام ہے۔ ⑧

اس قصہ سے بڑھ کر زیادہ صحیح اور زیادہ شاندار یہ واقعہ ہے کہ جنگ بدر میں سواریاں کم تھیں۔ ایک ایک شتر تین تین کس کے لیے مقرر ہوا تھا، دو سوار ہو جاتے تھے ایک شخص پیدل چلتا۔ اسی طرح ہر ایک نوبت بہ نوبت پیدل چلا کرتا تھا۔ نبی ﷺ کی سواری میں علی مرتضیٰؓ اور ابوالدرداءؓ کا حصہ تھا۔ جب نبی ﷺ کے پیدل چلنے کی نوبت آتی تو حضور ﷺ پیدل چلتے اور وہ دونوں سوار ہوتے [1] والا تھا۔ پھر وہ کیوں کر گوارا کرتے تھے کہ حضور ﷺ پیدل چل رہے ہیں اور دوسرے لوگ (جن کی نوبت تھی) اونٹوں پر سوار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ اس موقع پر سب کو سبق مساوات کی تعلیم دے رہا تھا اور اَلْاَمْسُ قَلْبُ الْاَذْبِ کا نورانی نظارہ جلوہ آ رہا تھا۔ اگر حضور ﷺ ہی کی یہ تعلیم نہ ہوتی تو فاروقؓ اور غلام والی کہانی بھی اور اوراق تاریخ پر نظر نہ آتی۔

سب سے زیادہ مساوات کا سخت امتحان تزویج کی اس صورت میں ہوتا ہے جب حسب و نسب میں متعزز و معزز شخص کو اپنی بیٹی کا بیوندا ایسے مرد سے کرنا پڑے جو اوصاف بالا میں اس سے کم تر ہو، مگر اسلام میں ایسے نمونے بکثرت ہیں۔ زینب بنت جحش قریشیہؓ کی شہداء کریم ﷺ کی سگی چھو بھی کی بیٹی کا نکاح اول زید بن حارثہؓ سے ہوا تھا، جن کو اہل مکہ زر خرید غلام جانتے تھے اور جن کو بازار عکاظ سے خرید کر لانے والا حکیم بن حزامؓ ابھی موجود تھا۔ (یہ ظاہرہ خدمتہ الکبریٰؓ کے خواہر زادہ ہیں) [2]

فاطمہ بنت ولید بن عقبہ قریشیہؓ حضرت ابوحنیفہؓ کی برادرزادی ہیں اور قریش کی مشہور ترین خواتین میں شمار کی جاتی ہیں اور مجاہرات میں سے ہیں۔ ان کا نکاح ابوحنیفہؓ کے غلام سالمؓ سے ہوا تھا۔ یہ دو مثالیں تو قریشی عورتوں کی ہیں [3] اب اہل مدینہ کی بھی سنو۔ انصار بھی اپنی بیٹی دینے میں بہت سخت تھے۔ سردار ہاشم بن عبدمناف قریشی کی شان بلند کا سارے عرب کو اعتراف تھا۔ انھوں نے یشرب میں لٹلی سے نکاح کی درخواست کی تو اس مغرور قبیلہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول کی کہ لٹلی کبھی مکہ نہ جائے گی [4]، اس تکبر والے قبیلہ کا حال اسلام میں یہ تھا کہ ایک روز بلالؓ نے مسجد میں ظاہر کیا کہ لوگو! میں غلام بھی ہوں، حبشی بھی ہوں، بے زر و مال ہوں اور بائیں ہمہ نکاح کا خواستگار بھی ہوں۔ کیا کوئی شخص مجھے بیٹی دے سکتا ہے۔ اس کی اسی قدر کہنے پر بیسیوں لوگوں نے درخواست کی بلالؓ ان کے ہاں اپنا بیوندا منظور کریں۔ [5]

اسامہ بن زیدؓ اہل دنیا کی نظر میں غلام ابن غلام تھے مگر اسلام نے اس کی شان کو اس قدر بلند کر دیا کہ زینب بنت حنظلہؓ ان کی بیوی تھی۔ یہ زینب اسی بڑے خاندان کی خاتون تھی کہ شہزادہ امرا القیس اس کے جدا مسجد کا مداح شاعر تھا۔ اب اسی کی پوتی اسامہؓ کی کفش برداری پر نازاں ہے۔ [6]

امیر المؤمنین علی المرتضیٰؓ کا ایک واقعہ اس کے زمان خلافت کا ہے۔ غلام کو ساتھ لے کر بازار میں گئے۔ غلام سے فرمایا: میں نے بھی کپڑے بنوائے ہیں اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے۔ تم بزاز کی دکان پر میرے لیے اور اپنے لیے پارچا پت پسند کرو۔ غلام نے کچھ قیمتی کپڑے پسند کیے، امیر المؤمنینؓ کے لیے کچھ سستے کپڑے پسند کیے۔ سو وہ خرید کر لیے گئے۔ جب درزی کو دینے لگے تو امیر المؤمنین نے سستے کپڑوں کے متعلق فرمایا کہ یہ ہمارے لیے اور قیمتی پارچا پت کی نوبت فرمایا کہ غلام کے لیے قطع کر دو۔ غلام بولا کہ آپ آقا ہیں اور امیر المؤمنینؓ ہیں آپ کو اچھا لباس چاہیے۔ فرمایا میں بڈھا ہوں، تم جوان ہو تم کو اچھے لباس کی زیادہ ضرورت ہے۔

[1] مستدرک: 1/422 [2] تفسیر الطبری: 22/9 [3] الاستیعاب: 2/568 [4] طبقات لابن سعد: 1/79 [5] ابن سعد: 3/237 [6] ابن سعد: 3/77

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ ایک بار انھوں نے غلام سے جھگڑتے ہوئے غصہ میں کہہ دیا، اوجھن کے بچے امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بس بس کسی بیضاء (سفید پوست والی) کے فرزند کو کسی سوداء (سیاہ پوست والی) کے بچے پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت تو عمل سے ہے۔ ایک دوسرے موقع کا ذکر ہے کہ انھوں نے غلام کو مارا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موقع پر آ گئے۔ فرمایا: ابو ذر رضی اللہ عنہ جو قدرت تجھے اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر حاصل ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے۔ غلام سے فرماتے تھے کہ اپنا پاؤں جوتے سمیت میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری نخوت نکل جائے۔ [1]

جنگ بدر میں فوج کی صف بندی ہو رہی ہے، ایک صحابی صف کے برابر نہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتلی چھڑی سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی، اس کے پہلو میں چوکا دیا کہ برابر ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو اس سے ایذا ہوئی، میں تو بدلہ لوں گا۔ فرمایا میں موجود ہوں۔ وہ بولا کہ میرے بدن پر تو کرتے نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے اٹھالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتے اٹھالیا تو اس نے بڑھ کر جسد نورانی کو چوم لیا۔ عرض کیا کہ میرا مدعا اس گستاخی سے یہ تھا کہ دنیا سے رخصت ہوتا ہوا اس شرف کو حاصل کرتا جاؤں۔ [2]

اس نیک انسان کے دل میں چھپی ہوئی نیت خواہ کچھ ہی تھی، اسلامی تعلیم کا نمونہ تو یہ ہے کہ سردار کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر ایک ادنیٰ امتی کو بدلہ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور جسد مبارک کو آمادہ آزار و گزند بنانے پر بہ طیب خاطر رضامند نظر آتے ہیں۔ یہی مساوات حقیقی ہے۔ اس مساوات کی حمایت کے لیے علمبرداران اسلام ہر ایک نقصان برداشت کرنے کے لیے رضامند ہو جاتے تھے مگر مساوات میں کمی نہ آنے دیتے تھے۔

جبلہ ابن اسہم سلطنت غسان کا شہزادہ تھا، عیسائیت کو چھوڑ کر عہد فاروقی میں داخل اسلام ہوا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کی عزت فرمایا کرتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ طواف کعبہ کر رہا تھا، اس کے شاہانہ چوہہ کا دامن فرش پر گھسٹتا جاتا تھا۔ پیچھے سے ایک اور بدوی بھی طواف کرتا آ رہا تھا، اس کا پاؤں دامن چوہہ پر پڑ گیا، جب اس نے لوٹ کر دیکھا تو اسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا جو ستانہ والا بالیا نہ حالت میں مصروف طواف ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر شہزادہ کو اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ لوٹ کر ایک تھپڑ اس کے رخسار پر لگا دیا۔ بدوی نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ شہزادہ بلایا گیا اور جب طلب ہوا۔ شہزادہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا اور یہ بھی کہا کہ میں حکمران ہوں اور یہ ایک فرد مایہ شخص ہے۔ اگر میں نے ایک طمانچہ اس کے لگا بھی دیا تو کیا ہوا؟ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں سب برابر ہیں، یا تو اسے رضامند کرو، ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔

اس نے کہا: ایک دن کی مہلت دی جائے۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی، جبلہ شبشب بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ [3] اس کے نزدیک اسلام میں سب سے بڑا نقص تھا تو یہ تھا کہ شہزادہ اور گنوار کی وقعت برابر برابر ہے۔ مگر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اس وصف پر متحیر تھے کہ عدالت میں ایک ذرہ خاک راہ اور ایک کوکب حکومت کی حیثیت مساوی ہے۔

یہ ممکن ہے کہ قارئین کتاب ان واقعات صحیحہ کو ایک کہانی کے طور پر پڑھ جائیں مگر ان واقعات کی قدر و منزلت اس وقت معلوم ہوگی جب دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کی جائے گی اور طلب و تجسس بے حساب کے بعد بھی اس کی نظیر ان کو نہ مل سکے گی۔

اسلام میں ایسے نظائر بے شمار ہیں، میں صرف ایک اور واقعہ لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

فاروق رضی اللہ عنہ اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، دوستانہ سلسلہ کلام جاری تھا۔ ایک یہودی آیا۔ کہا: علی رضی اللہ عنہ پر دعویٰ کرنے آیا ہوں۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالحسن سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو۔ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے، دیکھا گیا کہ اس وقت ان کے چہرے پر ہل تھا۔ دعویٰ سنایا گیا، فیصلہ کر دیا گیا، مدعی جھوٹا تھا، وہ چلا گیا تو پھر وہی جلسہ مصداقت جم گیا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ضرور پوچھو، کہا جب آپ کو سامنے کھڑے ہونے کو کہا گیا، اس وقت آپ جیسے بہ جیوں کیوں تھے؟ کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑے ہونے کو برا سمجھا تھا؟ فرمایا: نہیں، نہیں یہ بات نہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ آپ نے مجھے ابوالحسن رضی اللہ عنہ کہہ کر کھڑے ہونے کو کہا تھا؟ کینیت سے پکارنا نشانِ عزت ہے، میرا خیال ادھر گیا کہ مبادا یہودی کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بھی وہ یہ سمجھے کہ عدالت کا مدعا علیہ کا خاص لحاظ ہے، اسی لیے مدعی کے مقابلہ میں اسے بالفاظِ عزت مخاطب کیا گیا ہے، اگر وہ ایسا کچھ لیتا تو ہماری عدالت پر دھبہ لگتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو بلند ترین طبقہ کے ہیں۔ جب اسلامی لشکر نے اسکندریہ فتح کیا تو مفتوح رعایا نے استغاثہ کیا کہ ان کے ایک بت کی آنکھ کسی مسلمان نے توڑ دی ہے۔ فوجی افسر نے کہا: اگر تم یہ ثابت کر دو کہ میری فوج کے کسی شخص کا یہ فعل قیام امن کے بعد اور دیدہ و دانستہ تھا تو میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ میری آنکھ پھوڑ ڈالو۔ یہ فیصلہ سن کر سب لوگ شانتی کے ساتھ واپس چلے گئے۔

ان واقعات کے بعد میرا حق ہے کہ میں یہ آواز بلند پکاروں اور دنیا کو بتاؤں کہ مساواتِ اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

فصل 12

اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا

انجیل متی میں مسیح علیہ السلام کا مشہور قول یہ ہے، جو چیز قیصر کو دو۔ 21:22۔

مسیح علیہ السلام نے حکومت کا یہی نمونہ سکھایا ہے اور رعایا کا کوئی حق مانگواڑی کی ادائیگی کے سوا معین نہیں فرمایا۔

بیکر وید اور سام دید کو پڑھ جائیے، اس میں راجا ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور اس کے اختیارات کی توضیح کی گئی ہے۔ یہ دونوں حوالہ جات شخصی حکومت کو مستحکم بنانے والے ہیں، نوعی یا جمہوری حکومت کا ان کتابوں میں ذرا نشان بھی نہیں ملتا۔

اسلام نے صاف طور پر حکم دیا ہے:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشوری: 38] "ان کے امور سلطنت باہمی مشورہ پر ہوں گے۔"

ہر چہار خلفائے راشدین مہدین کا جس طرح انتخاب ہوا، ہر ایک کے انتخاب کے وقت جیسی تقاریر آزادانہ ہوئیں۔ انصاریا قریش میں خلافت ہونے پر جو بحثیں ہوئیں خود قریش کے اندر راجح و مرجوح اور اس کے وجوہات کی بحثیں ہر ایک کا اپنی اپنی تائید میں دلائل یا آراء کا پیش کرنا آزادی کے ساتھ سب کچھ ہوا۔ رادس کا شمار ہوا اور بہترین اشخاص میں سے جس کی نسبت آراء کا غلبہ ہوا۔ اس کو اہتمام سیاست سپرد ہوا۔ خلیفہ کے کام کو باقاعدہ رکھنے کے لیے مہاجرین و انصار اولیٰین کی ایک کونسل اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے

دیگر مسلوں کی دوسری کونسل مقرر کی گئی۔ خلیفہ اپنی رائے سے کوئی جدید محصول نہیں لگا سکتا تھا۔ جو محصول لگایا جاتا اس پر کونسلوں میں مباحثے ہوتے تھے۔

ذمہ دار افسروں کے تقرر کے وقت کسی جنگ کے آغاز یا ختم کرنے کے متعلق مثلاً ابو بکر صدیق ؓ کا لشکر اسلام کو روانہ کرنا، عراق و شام و مصر پر اقدام خالد ؓ اور ابو عبیدہ ؓ کی سپہ سالاری ذوالنورین ؓ کے عہد میں عمرو بن عاص ؓ کی جانشینی پر عام مشورہ لیا جاتا تھا۔

خلیفہ کا بحیثیت خلیفہ کسی مفتوحہ ملک میں سفر کرنا کونسل کی منظوری کا محتاج تھا۔ مثلاً فاروق ؓ کا جنگ ایران اور جنگ روم میں خود جانے پر۔

خلیفہ کو مقررہ و وظیفہ ملتا تھا اور وظیفہ سابقہ خدمات یا قدامت اسلام پر مبنی ہوتا تھا۔ خدمات خلافت کے سرانجام دینے پر کوئی خاص معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔ فاروق ؓ صرف بدریوں کا وظیفہ لیتے تھے۔

خلیفہ کو اپنی پالیسی (اصول حکمرانی) کا اظہار کرنا پڑتا تھا۔ (صدیق ؓ اور فاروق ؓ کے پہلے خطبات) خلیفہ عامۃ المسلمین کے سامنے اپنے افعال و اعمال کا جواب دہ سمجھا جاتا تھا اور بارہا اسے جوابدہی کرنی پڑتی (فاروق ؓ و مرتضیٰ ؓ کی بابت ایسے بہت سے واقعات ہیں)

یورپ میں قدیم ترین پارلیمنٹ انگلستان کی ہے، لیکن انگلستان کی پارلیمنٹ بھی خلافت اسلامیہ سے آٹھ نو صدیوں بعد کی ہے۔ آج دنیا اس نوعی و جمہوری طرز حکومت کی خوبیوں پر متفق ہے۔ اسلام کا یہ احسان جملہ اقوام پر ہے۔

(2) شوریٰ سے کوئی مقدس ہستی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نبی کریم ؐ کے لیے ہے:

﴿وَسَاوِرُهُمْ فِي الْأُمُورِ﴾ [البقرہ: 159]

”امور سلطنت میں آپ لوگوں سے مشورہ کر لیا کیجیے۔“

وہ نبی جو متبوع کل اور سید عالم، صاحب الکتاب، صاحب الشرح ہے، جس کا کوئی حکم اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسے مشورہ کا حکم دیا گیا تاکہ کوئی شخص بھی (تقدس اور کمال کی بنیاد پر) اس حکم سے مستثنیٰ نہ سمجھا جائے۔ عہد نبوت کے چند واقعات کا حوالہ درج ذیل ہے۔

(1) حدیبیہ سے مکہ کے لیے سفر کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور مشورت پر طے ہوا۔

(2) میدان احد کو جنگ کے لیے انتخاب کرنے کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور اسی اصول پر طے ہوا۔ رئیس المنافقین ابی کو اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ اس کی رائے کے بمقابلہ کثرت آراء کوئی وقعت نہ کی گئی۔

(3) جنگ آدران احزاب کی پیش کردہ شرائط کو سرداران انصار سعد بن معاذ ؓ اور سعد بن عبادہ ؓ کے سامنے پیش کیا گیا اور انہی کی رائے پر فیصلہ ہوا۔

(4) طائف کے محاصرہ اٹھائے جانے کو سرداران فوج کے سامنے پیش کیا گیا اور تب ہی یہ محاصرہ اٹھایا گیا جب وہ اس پر متفق ہو گئے۔

(5) اسیران بدر سے سلوک کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور مشورت کے بعد ہی طے ہوا۔

⑥ عدالت اعلیٰ محکمہ (قاضی القضاة) بالکل آزاد اور خود مختار ہوتا تھا اس پر سلطنت کا رعب یا سلطنت کا ذاتی دباؤ کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ آج آئینی حکومت کے جملہ بادشاہ اور حکمران اسی اصول پر کار بند ہیں اور انہی اصول کو سلطنت و حکمرانی کا بہترین طریق تسلیم کیا جاتا ہے۔

لہذا یہ اسلام کی خصوصیت سے ہے کہ اس نے جملہ اقوام عالم کو اس اصول سے روشناس کیا اور اس اصول کی برکات سے متمتع بنایا۔

فصل 13

اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالا تر رکھی گئی ہے

عموماً دنیا میں تین چیزیں تمام مذاہب اور جملہ ممالک پر حکمران رہی ہیں کہ ان کے دائرہ حکومت سے نکلنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔

① نسل ② زبان ③ رنگت

① پہلے نسل جو حقوق برہمنوں کو ہندوستان میں (کھشتری، ویش، شودر، چندال لوگوں پر رہے ہیں) یا جو حقوق بنی اسرائیلوں میں نبی لاوی کے لیے خاص ہیں یا جو حقوق سلطنت اولاد یعقوب علیہ السلام میں بنی یہوداہ کے لیے مختص رہے ہیں۔

② عرب میں قریش کو دیگر قبائل پر جو حقوق رہا ہے وہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔ ہر ایک زبان کو اپنی حکومت کی تائید سے جو برتری دنیا میں بمقالہ السنہ دیگر رہی ہے سلطنت کا غلبہ پر اکت اور تامل وغیرہ زبانوں پر عبرانی کا غلبہ دیگر لغات پر، لیٹن کا غلبہ یورپ کی اور زبانوں پر، انگریزی کا اس وقت غلبہ ان سب زبانوں پر جو برطانوی جھنڈے کے تلے آباد ہیں۔ فارسی کا غلبہ اس وقت کا جب ہندوستان و کابل و خراسان و ترکستان میں یہی زبان حکمرانوں کی زبان تھی۔ عربی زبان کی فوقیت دنیا کی سب زبانوں پر اس وقت جب کہ عرب اپنے مقابلہ میں سب کو عجمی (گوٹکے) کہا کرتے تھے، اپنے اپنے ادوار میں رہا ہے اور اسی اتحاد و زبان یا اختلاف زبان پر حقوق انسانیت کی تقسیم ہوتی رہی ہے۔

③ سرخ رنگ یا زرد رنگ یا مسہمی یا گندمی رنگ یا سفید رنگ یا سیاہ انسانوں کے حقوق و مناصب میں ہمیشہ سے جو امتیازات رہے ہیں اور ہر ایک حکمران قوم نے اپنی رنگت کے سوا دوسری رنگت کے انسانوں کے ساتھ جو سلوک کیے ہیں، تاریخ عالم ان واقعات پر اب تک ابو کے آنسو بہا رہی ہے۔

اسلام نے جو اللہ احد کا واحد دین ہے، ان ہر امتیازات کی دیواروں کو مٹایا، پست و بلند کو ہموار سطح پر کھڑا کیا اور دنیا کے سب ملکوں اور سب قوموں کی شیرازہ بندی کے لیے صرف دین واحد کو پیش کیا۔

۱ امتیاز و نسل کے متعلق فرمایا:

﴿ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ، ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴾ [احمد: 7-8]

”انسان اولین بشر کوٹی سے پیدا کیا اور پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی سے چلایا۔“

مختصر افراد انسانی کو بتایا گیا ہے کہ نہ تو وہ خود نسلی امتیاز کا حق دار ہے اور نہ سب انسانوں کے باوا جان ہی تھے۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ﴾ [المحجرات: 13]

”سب انسانوں میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللہ کی تعظیم میں سے سب سے بڑھا ہوا ہے۔“

3,2۔ زبان اور رنگ کا فیصلہ بھی فرمایا اور فیصلہ بھی کیسا عجیب ﴿وَإِخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَأْنَ كُمْ﴾ [الروم: 23]

”بھانت بھانت کی بولیاں (زبانیں) اور جدا جدا رنگ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نشان ہیں۔“ لیجئے اب تو کسی کو بھی اپنی زبان اور رنگ کے متعلق کچھ جھگڑانہ رہے گا۔

ثابت ہو گیا کہ اسلام کی بنیادی تعلیم نہ اختلاف نسل ہے، نہ اختلاف زبان ہے، نہ اختلاف رنگ ہے، بلکہ اس کی بنیاد الہی شہاسی پر ہے اور ہر شخص کو اس بارہ میں بخوبی آزادی ہے کہ وہ قرب و رضوان الہی کے جس دروازے سے چاہے اس میں داخل ہو جائے۔ یہ خصوصیت یقیناً اسلام ہی کو حاصل ہے۔

فصل 14

اسلام ہی اپنے مہد و گہوارہ میں آج تک قائم ہے

زرتشت بزرگوار جہاں پیدا ہوئے تھے اور جہاں سے انھوں نے چند و انداز شروع کیا تھا۔ بدھ گوتم جہاں پیدا ہوئے تھے، جہاں انھوں نے سخت ریاضت برداشت کی تھی، جہاں انھوں نے اپنے اصول پر پہلی تقریر کی تھی۔ وہ وادی اور میدان جہاں رشیوں نے وید کی شریوں کے درشن پائے تھے، وہ مصر اور مصر سے فلسطین تک کی راہ اور خود فلسطین جس سے موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام کے معجزات و فتوحات کا تعلق ہے جو داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کے مستقر خلافت تھے، جہاں اسباط اثناعشر نے حکومت کی تھی۔

وہ پہاڑ اور دشت جہاں پارس ناتھ جی کی سنگتیں بیٹھیں۔

غرض مذاہب قدیمہ کے جملہ معدن و مخزن اغیار کی حکومت میں ہیں اور ان مقامات پر تو ان مذاہب کا اصلی نشان بالکل نابود اور بے نشان ہو چکا ہے اور دیگر مذاہب اور دیگر اقوام نے بھی ان مقامات میں سکونت اور حقوق تمدن میں ان کے برابر کا درجہ حاصل کیا ہوا ہے، اور اس اصلی مذاہب کو اس جگہ کوئی خاص تفوق اور امتیاز قطعاً حاصل نہیں۔

اصطخر اور بلخ، نیپال کی ترائی اور بنارس آریہ درت (پنجاب و یوپی کا حصہ کثیر) ابو، الموڑہ، جگن ناتھ جی، اور ست نرائن گنگا و جمن وغیرہ وغیرہ سب پر نظر ڈال جاؤ تا کہ ہمارے خیال کی صحت و وقعت بخوبی واضح ہو جائے۔

اس عبرت آموز سبق کو یاد رکھتے ہوئے پوری پوری واقفیت اور خبرت کے ساتھ آپ حجاز کو بھی دیکھیں کہ ہر ایک وہ مقام جس کو کوئی تاریخی یا مذہبی نسبت باہی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے آج تک مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہے اور آغا اسلام سے لے کر آج تک ملک کے اس تاریخی مقام پر کبھی کسی غیر مذہب کا قبضہ و تسلط نہیں ہوا۔

قبضہ غیر کا اثر لازمی طور پر اور نامعلوم طریق سے ہر ایک ملک کی زبان اور رسوم اور ماثر اور مذہب پر ہوا کرتا ہے۔

ہم کو معلوم ہے کہ پارسیوں کے پاس ان کے پاک نوشتے موجود نہیں رہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر سکندر مقدونی کا قبضہ ایران پر نہ

ہوا ہوتا اور طوائف الملوکی نیز خانہ جنگی نے ایران کو ایران نہ کر دیا ہوتا گوارڈیئر بابکان جیسا دانش آموز بادشاہ اپنے پاس نوشتوں کی فراہمی سے (تین صدی قبل از اسلام) مایوس نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مصر پر کلیا پیٹر کے عہد سلطنت روما کا قبضہ نہ ہوا ہوتا تو مصر قدیم کے کتب خانہ جات کبھی تباہ نہ ہوتے۔
اور اگر بت پرست سلطنت روما کے بعد عیسائی سلطنت قسطنطینیہ کا قبضہ مصر پر نہ ہو گیا ہوتا تو اسکندریہ کا مشہور کتب خانہ ہرگز ہرگز آتش تعصب سے خاکستر نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مہاتما بدھ نے زبان سنسکرت کی تعلیم پر پابندی کے متعلق تاکیدی احکام جاری نہ کیے ہوتے اور راجہ اشوک اور اس کے جانشینوں نے سختی کے ساتھ سنسکرت اپدیشوں اور کتابوں کو فنا کرنے میں طاقت صرف نہ کی ہوتی تو آج دنیا پر سے وید کی اصلی زبان مفقود نہ ہو جاتی۔

اور اگر قدیم رشیوں کے نوشتوں کو گم یا مسخ کرنے کے متعلق کوئی زبردست کارروائی اس مرتبہ اس مرنج اصولوں والوں نے نہ کی ہوتی تو آج ہندو دھرم کی کتابوں کی یہ حالت نہ ہوتی کہ مہا بھارت جیسی کتاب میں میں ہزار (20000) اشلوک غیر اصلی ہیں۔ منوسرتی جیسی کتاب میں بھی موضوعات اس طرح سے شامل ہو گئے ہیں کہ شمولیت موضوعات کے علم کے بعد بھی فاضل پنڈتوں اور رشی دیانند جیسے شائقین کو بھی یہ پتانا بالکل محال ہو گیا کہ کون کون سی عبادت وضعی وغیر اصلی ہے۔
ان نقصانات کی طرف اشارہ ہم نے ضمناً اس دلیل کے تحت میں کیا ہے کہ کسی ملک پر قبضہ اغیار کے تسلط کے اثرات کیا کیا ہوتے ہیں۔

اسلام کو دیکھیے کہ مکہ و مدینہ اور اس کے حوالی و اطراف اور وہ سب مقامات جہاں جہاں رسول پاک ﷺ کے قدم اقدس پہنچے سر تا سر مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ وہاں کی وہی زبان ہے جو پیارے نبی مدنی ﷺ کی تھی، وہاں کا وہی تمدن ہے جو مقدس رسول ﷺ کا تھا۔ وہی کتاب ہے جو نبی الہامی کی تھی۔

قرآن مجید میں اسلام کو اس شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی جز قائم ہو اور جس کی شاخیں آسمان کی فضا میں پوری بلندی اور پوری فراخی سے پھیلی ہوئی ہوں۔

ہر ایک دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ ﴿أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ [ابراہیم: 24] کی صورت و حالت آج تک اسلام ہی پر صادق و ثابت ہے اور یہ امر بھی خصائص اسلام میں سے ہے
اس آیت کی کچھ تفسیر اس کتاب کے باب خصائص قرآن مجید میں دوسری جگہ درج ہے

فصل 15

اسلام ہی دین تمدن ہے

فطرت انسانی کا راز جاننے والا، حاجات انسانی کے انجام کی راہ بتانے والا تسلیم کرے گا کہ انسان مدنی الطبع ہے۔
لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ مختلف ادیان نے کیوں کر مدنی کور و حانیت کا مد مقابل بنایا اور تمدن کور و حانیت کا دشمن ٹھہرایا ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ شہزادہ گوتم اپنی نوجوان بیوی اور نوزائیدہ بچہ کو سوتا ہوا چھوڑ کر رات کو بھاگ جاتا ہے اور جنگلوں میں رہ کر سخت سے سخت ریاضتوں کا تحمل بناتا ہے تو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں کہ اسی بیداروں نے انسان کا مدنی الطبع ہونا معلوم کر لیا تھا۔
جب ہم وید بیاس جی کو آبادی سے نفور اور مادرو پد سے دور رہتا ہوا دیکھتے ہیں تو کیا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انھوں نے واجبات تمدن کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔

ہم جب انجیل میں وہ مکالمہ پڑھتے ہیں، جس میں اللہ کی راہ میں خاصی بننے کا ذکر ہے تو کیا خیال کر سکتے ہیں کہ انھوں نے آدم و حوا علیہما السلام کے جوڑے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

جب ہم روما کے آسانی گر جا کے سایہ میں لاکھوں منک اور زن کو فرائض نسل سے بیزار دیکھتے ہیں تو کیا تصور کر سکتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے حکم ”انسان اپنی بیوی سے جوڑے گا“ کی صحیح تعبیر کی ہے۔

جب آریہ درت کے جنگلوں، پہاڑوں کے غاروں کو ہستان کی چوٹیوں پر ایسے گریستوں کو دیکھتے ہیں۔ جن کی عمر کے آخر حصہ میں منوسرتی نے گھروں سے باہر رہنے کا حکم دیا ہے اور جو اپنی خوراک حاصل کرنے کے لیے غیر معین اور غیر معلوم وسائل پر بھروسہ رکھنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں جو ضعیفی و پیری اور لاچارگی و مجبوری کی عمر میں اپنا کوئی رفیق و غم گسار قریب قریب نہیں پاتے تو کیا اقرار دے سکتے ہیں کہ اس حکم کے وقت تمدن کی حقیقت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔
جب ہم ریشیوں، جوگیوں، منیاسیوں، منیوں، پیراگیوں کے گروہوں کو بستیوں سے پرے پرے دھونئی لگائے جنس لٹکائے، آسن جمائے دیکھتے ہیں تو کیا یقین کر سکتے ہیں کہ انسانیت کا یہی اعلیٰ معیار ہے۔

جب ہم سینکڑوں لڑکیوں (دیوداسیوں) کو ایک پتھر کی مورت کے ساتھ بیاہی ہوئی دیکھتے ہیں اور قطع نسل انسانی کی تدبیر کو اس مقدس لباس میں جلوہ گر پاتے ہیں۔

تو کیا باور کر سکتے ہیں کہ ان مقننین نے آبادی عالم کا سبب بڑا گرد ریافت کر لیا تھا۔ میرے دوستو! یہ سب کرشمے ایسی تعلیم کے ہیں جس نے نہ انسان کو سمجھا اور نہ طبع انسانی کا فلسفہ معلوم کیا اور نہ اس پر عمل کرنے کو کچھ اہمیت دی۔

ایک اسلام ہے جو ان اوہام کو دور کر دیتا ہے، جملہ ظنون کو خاک نشین بنا دیتا ہے۔ تمام ناروا رسم اور جوہرہ جفا دور کر دیتا ہے، جو بدنیت اور انسانیت کو ترقی کے محل میں سوار کر دیتا ہے۔ جو بجلی کی منفی و مثبت طاقتوں کو مجتمع کر کے تمدن کا گھر صاف و سفید روشنی سے منور کر دیتا ہے۔

اسلام بتلاتا ہے کہ ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا﴾ ترک تمدن محض بدعت ہے۔

عورتوں کے حقوق

اسلام ہی عورتوں کو تمدن میں برابری جگہ دیتا ہے اور ان کے مساویانہ حقوق کو بحال کرتا ہے۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ﴾ [البقرة: 228]

”عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔“

بچوں کے حقوق

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ﴾ [بنی اسرائیل: 31]
 ”ننگ دستی کے ڈر سے اپنی اولاد کو نہ مارا کرو۔“

والدین کے حقوق

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [بنی اسرائیل: 23]
 ”ماں باپ کے ساتھ عمدہ ترین برتاؤ کرو۔“

حکومت کے حقوق

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء: 59]
 ”اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت اور اپنے امیروں کی فرمانبرداری کرو۔“

اقسام تعاون

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ [المائدہ: 2]
 ”نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔“

عدم تعاون

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: 2]
 ”گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کیا کرو۔“

ایفائے معاہدات کا حکم

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدہ: 1]
 ”اے ایمان والو! سب قراردادوں کو پورا کیا کرو۔“

عداوت قومی کے ہو جانے کی حالت میں عدل کا لزوم اور بے انصافی کی نہی

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدِلُوا إِيَّاهُمْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ [المائدہ: 8]
 ”کسی قوم سے نفرت کا ہونا تم کو اس خیال پر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم ان سے عدل نہ کرو، ہاں عدل ہی کرو، ایسا کرتا ہی خدا ترسی کے قریب تر ہے اور تم کو حکم ہے کہ خدا ترسی پر قائم رہو۔“

معاہدہ غیر مسلم اور مسلم غیر معاہدہ میں معاہدہ غیر مسلم کی رعایت اور نیوٹرل رہنے کی ہدایت

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴿۱﴾ [الانفال: 72]

① جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے انھوں نے راجح میں جہاد کیا۔

② جنھوں نے ان لوگوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی۔

یہ دونوں ایک دوسرے کی ولایت کا حق رکھتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَالِكُمْ مِنْ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا﴾ [الانفال: 72]

③ جو لوگ ایمان تو لائے ہیں مگر انھوں نے ہجرت نہیں کی، تم کو ان کی ولایت سے کچھ بھی نہیں۔ جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر آئیں۔

فساد اور بے امنی کی برائی

﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ﴾ [البقرہ: 205]

﴿وَلَا تَبِعِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ﴾ [التقصم: 7]

”اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔“

”دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ۔“

خلافت راشدہ کی علامت

﴿وَلَيَسِدْنَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ [التقصم: 7]

”خوف جاتا رہے گا اور امن اس کی جگہ سنبھال لے گا۔“

<http://mujahid.xtgem.com>

حقوق کی ادائیگی کی تاکید

﴿قَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ، وَالْمَسْكِينِ﴾ [الروم: 38]

”قرابت داروں اور مساکین کا حق ادا کیا کرو۔“

عباد الرحمن کے صفات حسنہ حقوق تمدن کے متعلق

① ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ [الفرقان: 63]

”رحمن کے بندے وہ ہیں جو دنیا میں فروتنی کے ساتھ رہتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو بیان کو سلامتی

کی دعا دیتے ہیں۔“

② ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان: 67]

”رحمن کے بندے وہ ہیں جو خرچ کرتے وقت فضول خرچی اور تنگ دلی نہیں کرتے، بلکہ درمیانی راہ پر قائم رہتے ہیں۔“

③ ﴿وَلَا يُؤْتُونَ﴾ [الفرقان: 68]

”رحمن کے بندے وہ ہیں جو زنا نہیں کرتے۔“

④ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ [الفرقان: 72]

”رحمن کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے۔“

حقی شہادت کے ادا کرنے کی فرضیت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ﴾

دارا بن دوارب جب یونانی فوج سے شکست کھا کر اور زخمی ہو کر گرا اور اس کی آخری سانس پورے ہونے سے پیشتر سکندر بن فلپ اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کا سر گود میں لے کر بیٹھ گیا، تب دارا نے سب سے ضروری اور اہم وصیت جو سکندر کو کی، وہ یہی تھی کہ روٹنگ بہت دارا کو جسے دارا خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، سکندر اپنی بیوی بنا لے۔ قابل غور بات ہے کہ جسے وہ خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، کے الفاظ دارا نے اپنی زندگی کے کیسے نازک ترین وقت میں کیسی صفائی سے ادا کیے اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم ایران میں عام تھی اور اس رسم کی عمومیت نے ہر ایک جھگ اور حجاب کو دارا کی طبع و زبان سے اٹھا دیا تھا۔

ایران میں مزدکیہ مذہب اس لیے جلد مقبول اور عام ہو گیا تھا کہ ملک میں پہلے سے محرمات ابدیہ کی حرمت و احترام کا کوئی وجود موجود نہیں رہا تھا۔ مزدکیہ مذہب کا اصول یہ ہے کہ عورت کسی خاص مرد کی طرف منسوب نہ ہونی چاہیے، ہر ایک شخص ہر ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔

پنڈت دیانند سرتی نے اپنی کتاب ستیا رتھ پرکاش میں ہندو فرقوں کا بیان کرتے ہوئے دام مارگی چترانگت وغیرہ وغیرہ نام لکھے ہیں اور بعض نام ایسے ناپاک ہیں جن کو ایک مسلم نقل نہیں کر سکتا۔ یہ تحقیقات ظاہر کر رہی ہیں کہ ہندوستان کا درجہ ایران سے بھی آگے تھا۔ کاشی جی جی پوتر جگہ میں آج تک وہ مندر جس کا نام نیپالی گھیرا مشہور ہے، موجود ہے، اور ڈیڑھ سو فٹ کی بلندی سے زائرین کو اپنی طرف بلا رہا ہے، نکتے سورج کی شعاعیں ان تصاویر کو روشن کر دیتی ہیں، جن کی تقلید سے ابھی تک بچرکس و بچو بارکک بھی پیچھے ہیں۔ برہمن اس کے پجاری ہیں۔ وہ ہر ایک تصویر کی اپنی زبان سے ایسی تصویر اتارتے ہیں اور سننے والے کی شرم و حیا کی پروا نہ کرتے ہوئے ایسے ایسے سندر شبد سناتے ہیں کہ انسانیت کے کان بہرے اور تہذیب کی آنکھ ہمیشہ کے لیے اندھی ہو جاتی ہے۔

ایک وسیع انظر مؤرخ بتلائے کہ اسلام ہی کی کشور کشائی نے ایران کو ان نعمتوں سے بلند نہیں کیا اور کیا اسلام ہی کی رہنمائی نے ہندوستان کو ایک دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان عنایت نہیں کیے۔

سلطنت روما کے ایفھی تھیمزوں کے دل ہلا دینے والے لٹکارے، سنگ دلی اور گرگ طبعی کے پورے مجسمے کیا اسلام ہی نے زیر خاک نہیں کیے۔

کیا ان سب حقیقتوں سے یہ مسلم نہیں ہو جاتا کہ اسلام نے ان اقوام کی ذہنیت کو بالاتر اٹھانے خیالات کو پاکیزہ بنانے اور تہذیب کے پھیلانے میں کس قدر فیوض باواسطہ عطا کیے ہیں۔

ہاں یہودیوں میں بنی لاوی نے بھی نذر کی قربانی، خطا کی قربانی، تقرب کی قربانی پیش کرنے میں خاص حقوق اپنے لیے ٹھہرا لیے تھے۔ پطرس اعظم کے جانشین پوپ رومانے آسمانی بادشاہت کے دروازے کسی پر کھول دینے اور کسی پر بند کر دینے کے لیے کنجیوں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا۔

برہمنوں نے سرگ و نرگ میں مردہ کی جان و تکمیل دینے کی جس شکتی کا اپنے اندر ہونا ظاہر کیا تھا۔ ان سب سے نجات دلانے کا سبب اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ سامریہ کی بنی لاوی سے علیحدگی پر ٹلسنٹ کی رومن کیتھولک سے بیزاری، آریہ کی برہمن پوپوں سے نفرت صرف تعلیم اسلام ہی کا نتیجہ ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کرنے والے ثابت کر سکتے ہیں کہ ان کی اصلاحات کا زمانہ اشاعت

دارا بن دوارب جب یونانی فوج سے شکست کھا کر اور زخمی ہو کر گرا اور اس کی آخری سانس پورے ہونے سے پیشتر سکندر بن فلپ اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کا سر گود میں لے کر بیٹھ گیا، تب دارا نے سب سے ضروری اور اہم وصیت جو سکندر کو کی، وہ یہی تھی کہ روٹنگ بہت دارا کو جسے دارا خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، سکندر اپنی بیوی بنا لے۔ قابل غور بات ہے کہ جسے وہ خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا، کے الفاظ دارا نے اپنی زندگی کے کیسے نازک ترین وقت میں کیسی صفائی سے ادا کیے اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم ایران میں عام تھی اور اس رسم کی عمومیت نے ہر ایک جھگ اور حجاب کو دارا کی طبع و زبان سے اٹھا دیا تھا۔

ایران میں مزدکیہ مذہب اس لیے جلد مقبول اور عام ہو گیا تھا کہ ملک میں پہلے سے محرمات ابدیہ کی حرمت و احترام کا کوئی وجود موجود نہیں رہا تھا۔ مزدکیہ مذہب کا اصول یہ ہے کہ عورت کسی خاص مرد کی طرف منسوب نہ ہونی چاہیے، ہر ایک شخص ہر ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔

پنڈت دیانند سرتی نے اپنی کتاب ستیا رتھ پرکاش میں ہندو فرقوں کا بیان کرتے ہوئے دام مارگی چترانگت وغیرہ وغیرہ نام لکھے ہیں اور بعض نام ایسے ناپاک ہیں جن کو ایک مسلم نقل نہیں کر سکتا۔ یہ تحقیقات ظاہر کر رہی ہیں کہ ہندوستان کا درجہ ایران سے بھی آگے تھا۔ کاشی جی جی پوتر جگہ میں آج تک وہ مندر جس کا نام نیپالی گھیرا مشہور ہے، موجود ہے، اور ڈیڑھ سو فٹ کی بلندی سے زائرین کو اپنی طرف بلا رہا ہے، نکتے سورج کی شعاعیں ان تصاویر کو روشن کر دیتی ہیں، جن کی تقلید سے ابھی تک بچرکس و بچو بارکک بھی پیچھے ہیں۔ برہمن اس کے پجاری ہیں۔ وہ ہر ایک تصویر کی اپنی زبان سے ایسی تصویر اتارتے ہیں اور سننے والے کی شرم و حیا کی پروا نہ کرتے ہوئے ایسے ایسے سندر شبد سناتے ہیں کہ انسانیت کے کان بہرے اور تہذیب کی آنکھ ہمیشہ کے لیے اندھی ہو جاتی ہے۔

ایک وسیع انظر مؤرخ بتلائے کہ اسلام ہی کی کشور کشائی نے ایران کو ان نعمتوں سے بلند نہیں کیا اور کیا اسلام ہی کی رہنمائی نے ہندوستان کو ایک دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان عنایت نہیں کیے۔

سلطنت روما کے ایفھی تھیمزوں کے دل ہلا دینے والے لٹکارے، سنگ دلی اور گرگ طبعی کے پورے مجسمے کیا اسلام ہی نے زیر خاک نہیں کیے۔

کیا ان سب حقیقتوں سے یہ مسلم نہیں ہو جاتا کہ اسلام نے ان اقوام کی ذہنیت کو بالاتر اٹھانے خیالات کو پاکیزہ بنانے اور تہذیب کے پھیلانے میں کس قدر فیوض باواسطہ عطا کیے ہیں۔

ہاں یہودیوں میں بنی لاوی نے بھی نذر کی قربانی، خطا کی قربانی، تقرب کی قربانی پیش کرنے میں خاص حقوق اپنے لیے ٹھہرا لیے تھے۔ پطرس اعظم کے جانشین پوپ رومانے آسمانی بادشاہت کے دروازے کسی پر کھول دینے اور کسی پر بند کر دینے کے لیے کنجیوں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا۔

برہمنوں نے سرگ و نرگ میں مردہ کی جان و تکمیل دینے کی جس شکتی کا اپنے اندر ہونا ظاہر کیا تھا۔ ان سب سے نجات دلانے کا سبب اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ سامریہ کی بنی لاوی سے علیحدگی پر وٹلسٹنٹ کی رومن کیتھولک سے بیزاری، آریہ کی برہمن پوپوں سے نفرت صرف تعلیم اسلام ہی کا نتیجہ ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کرنے والے ثابت کر سکتے ہیں کہ ان کی اصلاحات کا زمانہ اشاعت

اسلام سے پیشتر کا تھا۔ کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس آزادی کے حاصل سے پیشتر اسلام کو علمی اور عملی کارنامے ان کی آنکھوں اور دلوں کے سامنے نہ تھے۔

ان حقائق پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام نے یورپ اور ایشیا میں ترقی اذہان اور آزادی احساس اور تیز نفع و ضرر کے فیوض بالواسطہ سب کو پہنچائے ہیں۔

سوم (100) بیویوں والے بادشاہ کو اکلوتا کہنے والے یہودی، ایک ہزار (1000) خواتین والے بادشاہ کو اللہ جیسا دل رکھنے والا بتانے والے اسرائیل، سولہ ہزار (16000) سکھیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے والے کرشن جیو کو سولہ سنگار کہنے والے ہندو، نشانہ بازی میں جیتی ہوئی دروپدی، ایک عورت کو پانچ پانڈوؤں کی جائز بیوی بتانے والے آریہ ورتی غور کریں کہ آج تعداد ازواج کے متعلق ان کے خیالات کس قدر ہموار ہو گئے ہیں۔ کیا کوئی شخص اس کی وجہ عیسائیت کی تعلیم کو یا عیسائیوں کے عملی نمونہ کو قرار دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں، عیسائیت کی تعلیم تعداد ازواج کے بارہ میں خاموش ہے اور ان کا عملی نمونہ اس آئینی قانون کا نتیجہ ہے، جو اسلامی حکم سے بہت بعد میں نافذ کیا گیا اور شہنشاہے خون والے یورپ نژاد کے لیے صرف ایک ہی بیوی پر محدود رہنا لازم ٹھہرایا گیا۔ تاریخ میں تلاش کرو کہ اس قانون کے نفاذ سے بہت پیشتر قرآن مجید کے الفاظ **فَوَاحِشَةً** ہر ایک سمجھ والے کے دل میں ایسی قانون سازی کی تحریک پیدا کر رہے تھے۔

ان نظائر سے تہن کو اتر کر تاپ سے گا کہ اسلام نے حملہ اقوام کو بالواسطہ کس قدر برکات عطا کی ہیں۔ شراب سے بھرے ہوئے جام جم پر فخر کرنے والے اور ساغر ہوش ربا کو جام جہاں نما بتانے والے ایرانی، دیوتاؤں اور دیویوں کی جینٹ میں مدھ چڑھانے والے آریہ ورتی۔

مسیح علیہ السلام کے اولین کارنامہ پانی کے مشکوں کو خم ہائے شراب بنا دینے کا واقعہ فخر و مباہات کے ساتھ سنانے والے عیسائی۔
سادہ پانی کے استعمال سے منع کرنے والے اور پانی میں تھوڑی سی شراب کو التزما شامل کرنے والے پولوسی۔
میدان ہائے جنگ کو بادہ آتھین سے گرمانے والے اطالین اور عرب اور افریقی۔

کلو پیڑا کے ایک پیگ پر فرائض سپہ سالاری کو چھوڑ دینے والے رومی۔

کیا اسلام کے اس فیض سے انکار کر سکتے ہیں جو حرمت شراب کی صورت میں اس نے حملہ اقوام وادیان پر عام کیا، نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسلام ہی نے شراب کو "ام النجاست" کا لقب دیا۔ اسلام ہی نے اسے روحانیت کا دشمن بتایا۔ اسلام ہی نے اسے شرارت انگیز وعداوت خیز بتایا۔ اسلام ہی نے اسے شیطان ابلیس اور راکھشس (ابرممن) کا عمل بتایا۔

جنگ عظیم 1914ء تا 1918ء میں انگلستان اور روس اور امریکہ کو یکے بعد دیگرے مجبوراً اسے ترک کرنا پڑا کیا یہ سب اسلام کے بالواسطہ فیوض نہیں۔

بھارت اعظم کی اولاد میں مہاراجگی کو خاص کرنے والے اور اسی وطن میں روچھیتر کی خون آشام زمین پر سارے ہندوستان کو کاٹ کر رکھ دینے والے (آریہ ورتی)۔

کیان ایران کو شایان خسروی بنانے والے اور اسی لیے تاتار اور یونان اور بائبل کی حکومتوں کو فنا کرنے والے (پارسی)۔
خاندان "چو" کو فرزند ان آسمانی کہنے والے اور دنیا کو ایک ٹکٹ رعایا اور ان کے دیوتاؤں سے بھی اوپر ہو کر سیاہ و سفید کرنے

یورپ پر تفوق اور غلبہ کا استحقاق جتانے والے اور خاندان کو نوع انسانی پر فرماں دہی کا چارٹر رکھنے والے (فرنج)۔
 غور کریں کہ اسلام کے حکم ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [آل عمران: 159] اور
 ﴿أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشوریٰ: 38] نے دنیا کو کس آئینی حکومت کا جمال دکھایا، ان کو تحفظ نوعی و جنسی اور تعاون
 افروہی و قومی سے آگاہ بنایا۔

کہتے ہیں کہ انگلستان کی پارلیمنٹ دنیا کی سب پارلیمنٹوں سے قدیم تر ہے اور اسی لیے وہ "اماں پارلیمنٹ" کے لقب سے
 پکاری جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے، لیکن کیا اس کی قدامت قرآن مجید کے اس حکم محکم سے بھی قدیم تر ہے؟
 اور اگر نہیں اور تاریخ بتاتی ہے کہ ہرگز نہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کی تمام جمہوری اور آئینی حکومتیں اسلام ہی کے فیوض سے
 مستفیض اور اس کے خوان کرم کے نمک خوار ہیں۔

(آریہ ورتی)	برہما، ہش، مہیش کا ترشول بلند کرنے والے
(افلاطونی)	خدا، عقل کل و نفس کلی کی حکومت ماننے والے
(انگلش چرچ)	باپ خدا، بیٹا خدا، روح القدس کہنے والے
(رٹین چرچ)	باپ خدا، بیٹا خدا، جان (جیکسی) ماننے والے
(قدیم یونانی)	باپ خدا، بیٹا خدا، مریم کو اقا نیم کہنے والے
(آریہ)	پر ماتما، آتما اور پرا نو کو قدیم جاننے والے

دنیا پر موجود تھے اور اپنی اپنی تثلیث کے پھیلائے میں منہمک تھے۔ آج یہ سب لوگ مسئلہ توحید کی برتری کے اقراری ہیں اور
 عقیدہ توحید پر فخر کرتے ہیں اور اپنی اپنی تثلیث کو بھی سلوک طریق الی التوحید بتانے میں دلائل اور براہین سے کام لے رہے ہیں۔
 مسلمان اپنے ان نوعی بھائیوں کی ان ترقیات کو خوشی اور اطمینان سے دیکھ رہے ہیں اور ان کے انصاف و حق پسندی پر امید لگائے ہوئے
 ہیں کہ یہ سب لوگ ضرور ایک دن اسلام کے اس فیضان بالواسطہ کا اقرار کریں گے اور اس حقیقت تک پہنچ جانے کے بعد وہ اسلام کے
 فیوض و برکات و انوار سے بلا واسطہ مستفیض ہونے کے لیے تنگ خیالات کے کمرہ کے دروازوں کو کھول دیں گے۔ ان کے دل اپنے اندر
 کشائش اور انبساط اور ان کی روح اپنے لیے سرور و نشاط پائے گی اور وہ سب اسلام کی اس خصوصیت کا اعتراف بھی کرنے لگیں گے۔

فصل 17

اسلام ہی نے ہدایت الہیہ کو ربوبیت خالقہ کی طرح کل عالم کے لیے عام بنایا
 بنی اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ وحی ربانی کا شرف صرف سبط یعقوب علیہ السلام کے لیے خاص ہے، دنیا کی کسی دوسری قوم کو یہ شرف عطا نہیں ہوا۔
 ایران والوں کا دعویٰ ہے کہ سروش آسمانی کی آواز صرف ایرج ہی کی نژاد تک پہنچائی گئی اور زرتشت و جاماسپ ہی کے
 خانوادے اس برزگی کے تاجدار ہوئے اور سب ملک اس عزت سے دور دور ہیں۔

آریہ ورت کا دعویٰ ہے کہ آکاس بانی نے صرف گنگا و جمن کی وادیوں میں رہنے والوں کو درشن دیے اور دنیا کی سب اقوام اس سے محروم ہیں۔

چین والوں کو دعویٰ ہے کہ اسی ملک کے رہنے والے فرزند آسمانی ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں اور کسی کو اس مشرق اقصیٰ کی روشنی حاصل نہیں۔

یہ دعاوی ہر چند کہ شاندار ہیں اور کسی ایک قوم کی عظمت کو نمایاں کرنے میں بہت بڑا کام کر رہے ہیں لیکن ان دعاؤں کا نتیجہ کل دنیا کے مقابلہ میں کیا تھا۔

نتیجہ اول یہ ہوا کہ ایک قوم نے اپنے سامنے دوسری قوم کو جھٹلایا اور دوسروں کی صداقتوں کو بھی بطلان بتایا۔ جب اسرائیل نے صرف بنی اسرائیل کے لیے وحی ربانی کو خاص بتلایا ہے تو وہ دنیا کے مذاہب کو کاذب ٹھہراتا ہے۔ اور جب کوئی پارسی نژاد ایراج ہی کے اس دعویٰ کا مظہر ہے تو وہ کل عالم کو (جس میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں) دروغ گو ظاہر کرتا ہے۔ اور جب کوئی آریہ ورتی و سناتن دھرمی اپنی بات کو دہراتا ہے تو جہاں جہانیاں کو (جس میں اسرائیل و پارسی بھی شامل ہیں) ست کہتا ہے۔

اور جب کوئی چینی کانفیو شس کی تعلیم کو آسمانی کہہ کر دیگر اہلئے جنس کو اس شرف سے مجبور کرنا شروع کرتا ہے تو وہ ہر ایک ملک کو جس کے اندر (ہندوستانی، ایرانی، کلدانی و اسرائیلی بھی شامل ہیں) سیاہ و تاریک بتاتا ہے۔ لہذا کوئی مذہب ایسا باقی نہیں رہتا، جس کی دوسرے مذہب نے تصدیق بھی کی ہو اور کوئی قوم ایسی نہیں محفوظ رہتی جسے دوسری اقوام کی زبان نے صادق کہا ہو۔

اور جب ہر ایک قوم نے جملہ اقوام کو داغ لگایا تو اب اس کا بھی کیا حق رہ جاتا ہے کہ وہ خود بخج سکے۔ ان لوگوں نے ساری فضا میں کونکہ پھیلا دیا اور پھر یہ تصور کر لیا کہ اس سے اوروں ہی کے دامن آلودہ ہوں گے۔

ان مشہور مذاہب نے اپنے ان دعاوی کے بعد پھر اپنے رقبہ کو اور زیادہ تنگ تر کرنا شروع کیا۔ اسرائیلیوں نے کاہن ہونے کا منصب صرف اولاد ہارون علیہ السلام کے لیے خاص کر دیا اور سناتن دھرمیوں نے یہو یہ و ہر دو اور دکانشی کے پانڈوں کو سرگ و نرگ کا خزانچی بنایا۔ رومن کیتھولک نے سلطنت آسمانی کی کنجیاں پوپ کے ہاتھ میں دے دیں، کیوں کہ وہ اس گرجا کا صدر نشین ہے جسے پطرس نے تیار کیا تھا اور پطرس وہ ہے جسے آسمانی بادشاہت کا کلی اختیار مسیح علیہ السلام نے دے دیا تھا۔

نتیجہ دوم یہ ہوا کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے ساتھ نفرت ہوگئی اور ہر ایک نے اپنا اپنا چولہا چوکا الگ الگ کر لیا۔ محبت انسانی گم ہو گئی اور قومیں قوموں سے ہمیشہ کے لیے جدا جدا ہو گئیں۔

نتیجہ سوم یہ ہوا کہ ملکی خصوصیات اور قومی رسومات ہر ایک جگہ دینی اصول میں شامل ہو گئیں اور آہستہ آہستہ رسومات کے سامنے دینی اصول کمزور و ضعیف اور بے نشان و گم ہو گئے۔

اسلام ہی نے ان سب خرابیوں کو دور کیا، اسلام ہی نے ان جملہ اقوام کے سامنے ایک جدید علمی اکتشاف کیا کہ

”یعنی ہر ایک ہستی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا، برے افعال کے برے نتائج سمجھانے والا ہو چکا ہے۔“

اے اسرائیلیو! تم کیوں ہندوؤں کے بزرگوں کی تحقیر کرتے ہو اور اے ہندوؤ! تم کیوں اسرائیلیوں کے انبیاء کی تکذیب کرتے ہو۔ اے ایرانیو! تمہارا کیا حق ہے کہ اسرائیلیوں اور ہندوؤں کے دعاوی کا بطلان کرو۔

اے چینو! تمہارا کیا منصب ہے کہ ان تمام شاندار اقوام کے علم اور تہذیب اور تمدن سے آنکھیں موند کر سورج کی روشنی کو جھٹلاؤ۔ اب مل جاؤ اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو اور ہر ایک ملک کے پیشوا و ہادی و داعی کی تعظیم کرتے ہوئے اس ناموس قدرت کو بھی دیکھو، جس نے تمام عالم کو متحد و متفق کرنے کے لیے بحر روم کے متصل ایک مقام کا انتخاب کیا جہاں سے تمدن دنیا کی ہر جگہ میں تبلیغ باسانی کی جاسکتی تھی اور جہاں ٹھہر کر بحر و بر کے وسائل آمدورفت سے بخوبی کام لیا جاسکتا ہے۔

قدرت نے اس تحریک کی پانچ ہزار (5000) سال سے بنیاد قائم کی اور ایک ایسی قوم کو تیار کیا جس نے بے آب و گیاہ میدانوں میں رہ کر، جس نے آباد و شاداب قطععات سے الگ ہو کر، جس نے نفاس مادی میں سے صرف سدر متق پر اکتفا کر کے حفاظت معبد کو اپنا مقصود بنایا اور اسی کی در بانی کو اپنے لیے افتخار شاہی سمجھا، حتیٰ کہ وہی سید عالم ﷺ پہنچ گیا اور وہی سرور کائنات ظاہر ہو گیا جس نے اختلاف کو اختلاف سے اور نفاق و افتراق کو اتفاق سے بدل دیا، وہ کیسا زمانہ تھا اس وقت کی دو بڑی قوموں کی یہ حالت زار ربانی الفاظ میں یوں ظاہر کی گئی ہے:

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَنَسْتَبِيحَنَّكَ عَلَيَّ سَيِّءٌ ﴾ [البقرہ: 113]

”یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں۔“

﴿ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيَسَّبَنَّ الْيَهُودُ عَلَيَّ سَيِّءٌ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ﴾ [البقرہ: 113]

”نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں ہیں اور وہ کتاب بھی پڑھا کرتے ہیں۔“

آیت ﴿ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ﴾ کا تعلق نصاریٰ سے بھی ہے، جو یہودیوں کی کتاب کو عہد نامہ قدیم اور ہولی بائبل کہہ کر تسلیم کرتے ہیں اور بایں ہمہ یہودیوں کی بابت یہ مبالغہ ہے کہ ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔

نیز اس کا تعلق یہودیوں سے بھی ہے جو انجیل میں یہ دیکھ چکے ہیں کہ وہ توریت موسیٰ علیہ السلام کی مصدق ہے اور بایں ہمہ انجیل سے انکاری بھی ہیں۔

بہر حال ہر دو فریق (وفا نجران اور علمائے یشرب (یہود) نے ان فقرات کو دہرایا اور اپنی اپنی تنگ مزاجی اور لاعلمی کا ثبوت دیا اور اللہ تعالیٰ کو فیصلہ کرنا پڑا۔

الہی فیصلہ یہ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ، وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَيَّ سَيِّئٌ حَتَّىٰ تَقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مِمَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَيَّ الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴾ [المائدہ: 67-68]

”اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے، اسے پہنچا دیجیے، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے رسالت کو نہ پہنچایا اور اللہ تم کو ان لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ کہہ دیجیے کہ اے یہود یو! تم دونوں کچھ بھی (کسی بنیاد پر بھی) نہیں ہو، جب تک تورات اور انجیل پر اور اس کتاب پر جو تمہارے رب نے تمہارے لیے نازل کی قائم نہیں ہو جاؤ گے۔“

”ہاں! ان میں سے بہت کی حالت یہ ہے کہ اللہ کے اتارے ہوئے احکام سے وہ کفر اور سرکشی میں زیادہ ترقی کر جاتے ہیں۔ ان کافروں کے گروہ پر آپ افسوس بھی نہ کریں۔“

یہود اور نصاریٰ کی تعداد اس وقت مسلمانوں کی تعداد سے بہت زیادہ تھی، دو اور سو کی نسبت اس وقت ان میں ہوگی۔ یہود زر و مال والے تھے، تجارت والے تھے، سارے عرب پر ان کا اقتدار تھا۔ مسلمان اور بت پرست ان کے مقروض تھے۔ نصاریٰ فوج، طاقت اور حکومت والے تھے۔ ہر دو کے خلاف ایک ایسا متفقہ فیصلہ سنانا جو ان کی دینی حیثیت کو بالکل لاشے بنا دینے والا تھا، آسان نہ تھا، لہذا آیات کے شروع میں نبی ﷺ کو خاص طور پر آمادہ کیا گیا ہے اور بطور پیش گوئی یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اس فیصلہ کے بعد خواہ یہود کتنا ہی ترائیں اور نصاریٰ کتنا ہی بھنائیں مگر وہ آپ کو کسی طرح کا گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ عصمت الہی ہمیشہ آپ کو ان کے آزار سے بچائے گی۔

فیصلہ یہ ہے کہ یہود کو نصاریٰ کے بالمقابل اپنا تعصب اور نصاریٰ کو یہود کے بالمقابل اپنا کینہ و انتقام چھوڑ دینا چاہیے اور ہر دو کو توراہ و انجیل کا اتباع کرنا چاہیے۔

جو دلیل نصاریٰ کے ہاتھ میں یہودیوں کو دین مسیحی کی دعوت دینے کی بابت ہے وہ اس لیے صحیح ہے کہ نصاریٰ ان کی کتاب اور ان کے نبی (موسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

لہذا یہی دلیل مسلمانوں کے ہاتھ میں بالمقابلہ نصاریٰ اور یہود (ہر دو) حاصل ہے، کیوں کہ مسلمان دونوں کتابوں اور کتاب لانے والوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

نصاریٰ یہود کے سامنے مسیح علیہ السلام کی بابت پیش گوئیاں توراہ سے نکالتے ہیں اور انہیں ملزم ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان، یہود اور نصاریٰ دونوں کے سامنے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیاں بائبل سے پیش کرتے ہیں اور ہر دو حجت الہی کا اتمام کرتے ہیں۔ اب خلاصہ معلوم ہو گیا کہ جب یہود اس لیے مغضوب ہیں کہ انہوں نے تعلیم مسیح علیہ السلام سے انکار کیا، جب کہ مسیح تعلیم تورات کو تسلیم کرتے ہیں تو نصاریٰ بھی اس لیے ضال ہیں کہ وہ شریعت موسوی کے منکر ہیں، جس کی تصدیق مسیح علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اندریں حالات یہ دونوں اس لیے بے بنیاد اور لاشے ہیں کہ وہ اس کتاب اور نبی کے منکر ہیں جس کا وعدہ موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب کے 18 باب کی آیت 15 تا 18 میں موجود ہے۔ نیز جس کی خبر انجیل یوحنا باب 16 کی آیات 11 تا 16 میں موجود ہے۔

الغرض یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ تمام جہان کا معبود صرف ایک اللہ کو بتاتا ہے اور تمام جہان کا پروردگار صرف ایک رب کو ظاہر کرتا ہے۔

اور تمام عالم کے سامنے صرف ایک دین اسلام کو پیش کر کے جملہ اقوام و ادیان اور ممالک کو اللہ تعالیٰ کے انوار و فیوض کا یکساں

وہ کسی بزرگ کا مذہب نہیں، وہ کسی سابقہ مذہب کا مبطل نہیں ہے، بلکہ سب کو سب کے مقبول اصول کے تحت میں لا کر متحد بنانے والا اور ربوبیت خالقہ کی طرح سب سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ کو منوانے والا ہے۔
مبارک ہے اسلام جس نے جملہ اقوام کو متحد و موافق بنانے کے لیے سب کی طرف (اپنا ہاتھ بڑھایا اور مبارک ہیں وہ تو میں جنہوں نے مقدس داعی کے الفاظ پر لبیک کہہ کر محبت عام کو اپنا مسلک بنایا۔

نصل 18

اسلام ہی دین البر (نیکی کا مذہب) ہے

قدیم یونان اور جدید یورپ کے فلاسفروں نے مذہب انسانی پر غور و خوض کرنے کے بعد بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ مذہب صحیحہ کی بنیاد ان اصولوں پر مبنی ہونی چاہیے

① نیکی ② صداقت ③ حسن

مجھے اپنے عنوان کی مناسبت سے صرف نیکی کی بابت اس مقام پر تحریر کرنا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا، وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ، وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ، وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [البقرة: 177]

”یہی نیکی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا کرو۔ نیکی تو ان لوگوں کی ہے (1) جو اللہ پر اور قیامت پر، ملائکہ پر اور کتابوں پر اور انبیاء پر یقین رکھتے ہیں (2) جو اپنی ضرورت ہوتے ہوئے بھی قریبوں کو یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، مانگنے والوں کو، آزادی غلاموں میں اپنا مال دیتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، عہد کر کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور جنگ دستی و بیماری اور جنگ کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی تو صادق لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۔“

﴿أَنْ تَبْرُوهُمْ وَتَقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [المائدہ: 8]

”غیر مذہب والوں سے بھی نیکی کرو اور پورا پورا انصاف کرو، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

﴿وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى﴾ [البقرة: 189] ”نیکی تو خدا ترسی ہے۔“

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ: 2]

”نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔“

﴿وَإَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ﴾ [الانبیاء: 73]

”ہم نے سب نبیوں کے پاس نیکیوں کے کرنے کا حکم بھیجا۔“

﴿ إِنَّ الدِّينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ إِنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴾ [المؤمنون: 57-61]

”جو لوگ اپنے رب کی تعظیم کی نگہداشت ڈرتے ہوئے رکھتے ہیں، جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کا نہیں بناتے، جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال سے لوگوں کو دیتے ہیں اور اس بات کی دہشت رکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کی طرف جانا ہے، یہ ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی طرف جلد جلد جانے والے ہیں، اور یہی ہیں جو نیکیوں کو حاصل کر لیں گے۔“

نبی کریم ﷺ نے انواع البر (نیکیوں کی اقسام) کے متعلق جو احکام دیے ہیں وہ مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہیں:

- ① عظمت الہی کا احساس اور اس احساس کے بعد تعظیم ملے ہوئے ادب کا اثر دل پر محسوس کرنا۔
 - ② احسانات الہی کی یادداشت اور اس یادداشت سے حیرت کا طاری ہو جانا اور طیران حیرانیت سے اثرات حیوانی کا کمزور پڑ جانا۔
 - ③ اقارب اور ہمسایہ، ایمانی و یتیمی، اہل قریہ، اہل وطن کے ساتھ حسن معاشرت اور عمدہ اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔
- خندہ روئی سے ملنا، راہ میں کانٹے یا ٹھوکرا کا ہٹا دینا، کنوئیں سے پانی نکال کر دینا، بھولے ہوئے کو راستہ بتا دینا، تاریکی کے وقت روشنی دکھا دینا، بوجھ اٹھا دینا۔
- دوسرے کو عزت کے ساتھ بلانا، نرم گلامی سے بات کرنا، یہ سب نیکیوں میں شمار کیے گئے ہیں۔ باپ کا اپنے بچے کو تعلیم دینا، صدقہ سے بہتر بتایا گیا ہے۔ ④

- اپنے کنبہ سے بھلائی، نیکی کرنے والے کو بھلا اور بہتر بتایا گیا ہے۔ ②
- بیٹیوں اور بہنوں کو اچھی تعلیم اور تربیت دینے والے کو مستحق جنت بتایا گیا ہے۔ ③
- ایک بلی کو عذاب دینے والے کے لیے دوزخ کا اور ایک کتے کو پانی پلانے والے کے لیے مغفرت کا اعلام فرمایا گیا ہے۔ ④
- اور بالآخر فی سحلی سجد رطبہ أخرجہ ⑤ کے ارشاد سے اس عنوان کو مکمل کر دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک جاندار جو تازہ جگر اپنے اندر رکھتا ہے (یعنی زندہ ہے) کے ساتھ بھلائی کرنا موجب اجر ہے۔
- ان احکام سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام دین البر ہے۔

فصل 19

اسلام دین التقویٰ (پارسائی کا مذہب) ہے

- ① پارسائی کو بر باد کرنے والی سب سے بڑھ کر شراب ہے، مگر پولوس نے (اتماظا 5/32 میں) یہ حکم دیا ہے کہ: ”آگے کو تو صرف پانی نہ پیا کر، بلکہ اپنے ہاضمہ اور اکثر کمزوریوں کے واسطے تھوڑی سے (شراب) پی۔“

① ترمذی: 1998, 1997, 1996 ② ترمذی: 2081، سلسلہ الصحیحہ: 417 ③ ابوداؤد: 5147، ترمذی: 1916، ابن حبان: 445 ④ بخاری: 173، 3318، مسلم: 2242، 2244، ابن ماجہ: 4256، ابن حبان: 544، احمد: 261/2 ⑤ بخاری: 2363، مسلم: 2244، ابوداؤد: 2550، ابن حبان: 544، ابن ماجہ: 3686، مسند احمد: 375/2، 374/1، موطا: 113/3

شراب پینے کا حکم اور سادہ پانی پینے کی نہی کا یورپ اور امریکہ پر کیا اثر ہوا کہ لفظ تھوڑی کی قید بالکل نہ رہی اور شراب ان تمام خرابیوں کی جزا ثابت ہوئی جسے قرآن پاک نے اور ارشادات نبوی ﷺ نے صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔

مذکورہ حفظان صحت نے پولوس کی وجہ علت کا بھی غلط اور باطل ہونا ثابت کر دیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ شراب کا برا اثر معدہ، جگر، دل، دماغ اور شش پر بدترین نتائج پیدا کرتا ہے۔ اعصابی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ جنگ عظیم 1914ء تا 1918ء میں فوجیوں کی جسمانی طاقت بحال کرنے اور بڑھانے کے لیے شراب کی قطعاً ممانعت کی گئی تھی۔ اپنی فوج کے لیے کنگ چارج نے نمونہ بنا پسند کیا اور زراروں نے ان کی بیرونی کی۔ امریکہ نے شراب کی ساخت ملک میں بند کر دی اور خرید و فروخت پر بھی سخت بندشیں عائد کیں۔ علم اخلاق کے ماہرین کا بیان ہے کہ شراب کے استعمال سے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ عالمان اقتصادیات کا بیان ہے کہ فقر وفاقہ کا سبب اور تباہی مال کا باعث شراب ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کا بیان ہے کہ جرائم سنگین، قتل، زنا بالجبر، راہزنی وغیرہ کا ارتکاب اکثر بدستی شراب کی حالت میں ہی ہوتا ہے۔

ہندوؤں میں بھی دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے شراب کا چڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر جو چیز دیوی اور دیوتا کے خوش کرنے کا سبب ہو، اسے پجاری اور سیوک کیوں استعمال نہ کریں۔ بعض ہندو اقوام نے شراب میں تقدس پیدا کرنے کے لیے اس کا نام ”گنگا جل“ رکھ دیا۔

اسلام ہی وہ پہلا اور تہذیب ہے جس نے شراب کو جس تہذیباً عمل الشیطان اور ام النہایت اس کا نام رکھا۔

ایسے نشہ کی مقدار قلیل کو بھی جو مقدار کثیر میں پہنچ کر نشہ آور حرام بنایا۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ اسلام پارسائی کا مذہب ہے۔

اسلام میں زنا حرام ہے اور اس کی حرمت کو مضبوط و محکم کرنے کے لیے جو حکم دیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزِّنَاتِ﴾ [بنی اسرائیل: 32] ”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔“

اس حکم سے ان اسباب اور وسائل کو بھی حرام کر دیا ہے جو زنا تک لے جانے والے ہیں۔ مردوں، عورتوں کا اختلاط اور ہنسی

و مذاق، ایک ہی مکان کے اندر غیر محرم مرد و زن کی بود و باش، دل ربائی اور حسن نمائی کے طریقے، نظر بازی وغیرہ۔

اس حرمت کو مضبوط کرنے کے لیے نِسَاءً مَسِيلاً بھی فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا کہ جو کوئی زنا کرتا ہے وہ اپنے گھر تک زنا کے

لیے سڑک بناتا ہے۔ وہ جس سڑک پر چل کر دوسروں کے پاس پہنچتا ہے اسی سڑک پر چل کر دوسرے اس کے گھر آ جاتے ہیں حکم دیا گیا:

﴿وَلَا تَتَّخِذُوا أَخْدَانٍ﴾ [النساء: 25] ”کسی عورت کا کوئی مرد آستانہ ہونا چاہیے۔“

﴿وَلَا تَتَّخِذُوا أَخْدَانٍ﴾ [النساء: 5] ”اور کسی مرد کی کوئی عورت آستانہ ہونی چاہیے۔“

اس پارسائی کو قائم رکھنے کے لیے تدبیر بھی بتائی اور اس کی تعمیل بھی فرض ٹھہرائی۔

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ﴾ [النور: 30]

”مؤمن مردوں سے کہہ دیجیے کہ نگاہیں نیچی رکھا کریں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔“

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ [النور: 31]

”عورتوں کو کہہ دیجیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی نگہداشت رکھیں۔“

اس حکم کے بعد یہ بھی فرمایا گیا:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ ﴾ [الاعراف: 33]

”فحش کی کھلی چھپی سب قسموں کو میرے رب نے حرام کر دیا ہے۔“

حکم بالاک کی رو سے تو فواحش حرام ہوئے، ابتدائی مراتب میں جب کہ فحش کے اقدام کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ اسے اسلام نے لفظ ”انہم“ سے تعبیر کیا ہے اور اس کی بابت بھی یہ حکم دیا ہے۔

﴿ وَذَرُّوا ظَاهِرَ الْإِنْتِمِ وَبَاطِنَهُ ﴾ [الانعام: 120]

”گناہ کا بیرونی اور اندرونی حصہ بھی بالکل چھوڑ دیا کرو۔“

تعبیر ہوتا ہے کہ شراب پینے والے مردوں، عورتوں کو فحش آمیز کھلی آزادی دینے والے عبادت گاہوں میں جا کر بھی آتش رخسار حسن سے آنکھیں سینکنے والے نمائش حسن کے پیرا یہ میں نگلی تصور کھجوانے والے اور مخلوط غسل خانوں میں نہانے والے کھلے پن گھٹنوں بھر ننگے اشران کرنے والے اسلام کی پارسائی کا اعتراف نہ کریں۔ شاید اس لیے کہ ایسا اعتراف خود اپنی عریانی کے اعتراف کے مترادف ہے۔

اگر اسلام کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ نفسانی جذبات کو ابھار ابھار کر اپنی تعداد کو بڑھائے تو وہ شراب کی حرمت کا حکم کبھی نہ دیتا اور ایسا حکم نہ دیتا، اس کے لیے کچھ موجب اعتراض بھی نہ ہوتا۔ کیوں کہ جو چیز جملہ مذاہب میں مستعمل اور جملہ مذاہب میں روا تھی اس پر خموشی کبھی موجب اعتراض نہ ہو سکتی تھی اور زنا کی روک تھام کے لیے ایسے سخت قیود عائد نہ کرنا اور ان قیود کے عائد نہ کرنے سے ان قوموں کا جو کورٹ شپ کو جائز سمجھتی ہیں یا جو اولاد لینے کی غرض سے یا ہتھام عورت کو اور اولاد دینے کی غرض سے یا ہتھام و کو عارضی جوڑنا لینے کی اجازت دیتے ہیں، کچھ اعتراض بھی نہ ہوتا، لیکن اسلام نے عفت و پارسائی کا بلند ترین نمونہ پیش کیا ہے اور وہ فی الحقیقت پارسائی کا مذہب ہے۔

معتزلیوں کے پاس اس کے خلاف دلیل صرف یہ ہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ عورت کو بھی بیوی بنالینے کی اجازت دی ہے۔ مگر غور تو کرو کہ داؤد علیہ السلام کو خدا کا اکلوتا بیٹا (زبور-1) کہنے والے اور اس کی سو (100) بیویوں اور سلیمان علیہ السلام کو اللہ کا سادل والا بتانے والے اس کی ایک ہزار (1000) بیویوں پر ابراہیم علیہ السلام کو طفیل الرحمن ماننے والے اس کی بیویوں اور لوٹڈیوں پر کرشن جی مہاراج کو ادتار ماننے والے ان کی سولہ ہزار ایک سو آٹھ (16108) سکھیوں پر اور ان کو ریفارمر اعظم ماننے والے زمانہ حال کے لیڈران کی آٹھ (8) مہارانیوں پر کوئی اعتراض زبان سے نہیں نکالتے، تو پھر ان کا کیا حق ہے کہ وہ اسلام پر ایک سے زائد بیوی کرنے پر اعتراض کریں۔ ہم نے جن محترم ہستیوں کے نام لیے، ان کے مذہب میں ایک سے زائد بیوی کرنے کے لیے کوئی ایسی شرط موجود نہیں، جس کا فقدان ان کو ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لیے روک بن سکے۔ مگر اسلام میں شرط عدل موجود ہے۔

اور اس شرط کے فقدان پر (بلکہ صرف فقدان ہی پر نہیں) احتمال فقدان کی حالت پر بھی فَوَاحِشَ کا کارشا موجود ہے، کیا کوئی مذہب ہے جو اپنی کتاب پاک میں فَوَاحِشَ کا ہم معنی لفظ نکال کر دکھا دے؟ کوئی مذہب ہے جو سوچ یا موسیٰ یا کرشن و رام چندر کے منہ سے نکلی ہوئی بات فَوَاحِشَ کے ہم معنی ثابت کر دے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تب اس کو اقرار کرنا چاہیے کہ یہ بھی اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے اور ایک بیوی والے جس قانون پر یورپ کو فخر ہے، وہ بھی قرآن مجید ہی کے ایک حکم کا خلاصہ اور ناقص خلاصہ ہے۔

اسلام دین الصدق (سچائی کا مذہب) ہے

صدق کی تعریف علمائے اسلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

- ① عمل اور علم کی موافقت باہمی کا نام صدق ہے۔
- ② دل اور زبان کی مطابقت کا نام صدق ہے۔
- ③ سرواعلانہ کے مساوی ہونے کا نام صدق ہے۔
- ④ اس راست بازی کو جس میں بتجاہل کا اندیشہ ہے، اس کذب سے بہتر سمجھنا جس میں رہائی کا گمان ہے صدق کہتے ہیں۔

گر راست سخن گوئی و در بند
بہ زان کہ در وقت و ہداز بند رہائی

مندرجہ ذیل آیات و احادیث پاک پر غور کرو۔
صدق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے:

- ① ﴿قُلْ صَدَقَ اللَّهُ﴾ [آل عمران: 95] ”اللہ نے تو سچ فرمایا ہے۔“
- ② صدق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے اوصاف میں سے ہے:
﴿صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ [آب: 22] ”اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا“
- ③ مریم صدیقہ ﷺ کا درجہ پہنچہ صدق برتر و بلند تھا:
﴿صَدَقَتْ بِكَلِمَاتٍ رَبِّهَا﴾ [التريم: 12] ”اس نے اللہ کے فرمودہ کو سچ سمجھا۔“
- ④ اصحاب نبویہ ﷺ کا درجہ بوجہ صدق ہے۔
﴿رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ [آب: 23]
- ⑤ ”یہ وہ جو اس مرد ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیے ہیں وہی سچے کر دکھائے۔“
نبی ﷺ کی بزرگی صدق کی تعلیم اور صدق کی تصدیق میں ہے:
﴿الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ﴾ [الزمر: 33]
- ⑥ ”نبی وہ ہے جو صدق لے کر آیا اور اس کی تصدیق بھی کی ہو۔“
صدق کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہما موطا و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی میں موجود ہے:

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَدِّقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكُذْبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكُذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا۔ [1]

”صدق نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔ انسان سچ بولنے لگتا ہے اور سچ کو عادت بناتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں صدق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہوں کی راہ دکھاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ دکھاتے ہیں۔ انسان جھوٹ بولنے لگتا ہے اور جھوٹ کو عادت بنا لیتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“

7 سنن نسائی میں ہے اور ترمذی نے اسے صحیح بتایا ہے کہ ابوالحور نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی بات سیکھی، فرمایا: میں نے سیکھا اور یاد رکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

دَعُ مَا يُؤْيِسُكَ إِلَى مَا لَا يُؤْيِسُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ الطَّمَّانِيَّةَ وَالْكَذِبَ رِيئَةَ۔ [2]

”جو چیز شک پیدا کرے اسے چھوڑ دے اور جس میں کوئی شک نہ ہو وہ لے لے کہ صدق تو طمانیت کا نام ہے اور کذب شک کو کہتے ہیں۔“

8 اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے:

﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبہ: 119] ”اہل صدق کا ساتھ دو۔“

9 عربی زبان میں صدق کے مدارج علیا کے مطابق اس مصدر سے فاعل کے تین صیغے رہتے ہیں:

صادق، صدوق اور صدیق اور صدیق وہ برترین درجہ ہے کہ انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم پر بھی اس خطاب کا استعمال ہوا۔

ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کو ﴿إِنَّكَ كَانَتْ صِدْقًا نَبِيًّا﴾ (مریم) اور یوسف علیہ السلام کو بھی صدیق کے لقب سے روشناس کیا گیا۔

سیدہ مریم بنت ماریم علیہا السلام کو بھی سورہ مائدہ میں ﴿وَأَمَّا صِدْقًا﴾ فرمایا گیا، اور پھر سورہ نساء اور سورہ حدید میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد و ممتاز کے لیے صدیقیت کا درجہ تجویز کیا گیا۔

﴿أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ﴾ [الہد: 9]

”یہی لوگ تو صدیق اور شہید ہیں۔ اپنے رب کے پاس ہیں، ان کے لیے اجر بھی ہے اور نور بھی۔“

ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ صدق کے شان بلند کے اظہار میں اسلام نے کیسے کیسے اسلوب بدیع سے کلام فرمایا ہے۔ اور اس بیان سے عہد حاضرہ کے فلاسفوں کا وہ مطالبہ پورا ہو جاتا ہے کہ دین طبعی کے لیے صدق کا ہونا شرط ہے۔ الحمد للہ! کہ اسلام اپنی خصوصیت کا اظہار چودہ صدیوں سے کر رہا ہے۔



[1] بخاری: 6094، مسلم: 2607، ابوداؤد: 4989، ترمذی: 1971، ابن حبان: 273، السنن: لابن ابی الدنیا: 467، 442، احمد: 384/1، تہذیب: 273/10

[2] ترمذی: 2518، ابن حبان: 722، احمد: 200/1، مستدرک: 245/2، نسائی: 5711، مستدرک حاکم: 13/2، ہموار القلم: 137

اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے

لوگوں نے صرف عورتوں کے محظوظ خال و ناز و انداز کا نام حسن رکھ چھوڑا ہے، لیکن یہ صرف کوتاہ نظری ہے اور صرف ایام شباب کا محدود مذاق ہے۔

بائیں ہمدونیا کے مختلف ممالک کے باشندے ہیں جن کا مذاق اس بارہ میں بھی اس قدر مختلف ہے کہ حسن نسائی کی متفق علیہ تعریف بیان کرنا بھی ناممکن ہے۔

روس کے شمال میں صاف شفاف آسمان جیسی نیلی آنکھیں غایت حسن سمجھی جاتی ہیں۔ اہل عرب ازرق چشم کو نہایت مکروہ سمجھتے ہیں۔ یورپ میں سنہری بالوں کی تعریف کی جاتی ہے اور ایشیا میں سیاہ ترین چوٹی کو حسن سمجھا جاتا ہے۔ یورپ کو سفید رنگت پر ناز ہے، مگر حشیشوں کے نزدیک سیاہ رنگ کے سوا اور کسی کو حسین کہلانے کا حق ہی نہیں۔

جب ہم نے اس مضمون کا عنوان ”دین الحسن والجمال“ ثبت کیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ اسلام بھی حسن نسائی کا سراپا لگا رہے، غلط اور قطعاً غلط ہے۔ ہاں اسلام حسن کا ایک بلند درجہ تجویز کرتا ہے اور جمال کو بہترین صنع ربانی قرار دیتا ہے، اسلام کی نگاہ میں یہ جہاں سر تا پا حسن کا پیکر ہے اور عالم کی ہر شے آئینہ دار جمال ہے۔

انسانی حسن و جمال

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ [اتین: 4]

”ہم نے انسان (مردوزن) کو سب سے زیادہ خوشنماؤں میں پر پیدا کیا۔“

لفظ تقویم میں اندرونی و بیرونی ساخت دونوں شامل ہیں۔ عالمان علم تشریح جانتے ہیں کہ انسانی دماغ، انسانی قلب و جگر، احشاء و اعصاب کو دیگر حیوانات کے مقابلہ میں کس قدر برتری حاصل ہے، اس کے وراثت اور معدہ میں کیوں کہ نباتاتی غذا اور حیوانی غذا کھانے والے حیوانات کی صفات جمع ہیں۔

صورت کی خوشنمائی

﴿وَصَوَّرَكُم مَّا أَحْسَنَ صُورًا﴾ [التغابن: 3]

”اللہ نے تمہاری صورتیں بنائیں اور ان کو کتنا اچھا بنایا۔“

عام اصناف انسان کو وہ زنگی ہو یا فرنگی دیگر حیوانات پر صفائی بشرہ، لیسٹ جلد، استقامت قد اور خوشنمائی حد کے بارہ میں جو خصوصیت حاصل ہے اس کا بیان فَاَحْسَنَ صُورًا میں آ جاتا ہے۔

بیوی کی صفات

﴿لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [الروم: 21]

”تا کہ اس سے آرام پاؤ اور آپس کی محبت اور پیار بھی تم کو عطا کیا۔“

بیوی کا شوہر کے لیے سکون قلب ہونا اور شوہر وزن میں باہمی محبت باہمی کشش کا پایا جانا دونوں کی خوبی کا باعث ہے۔

﴿عُرُوبًا أُنْزَابًا﴾ [الواقعة: 37] ”شوہروں سے پیار کرنے والیاں اور ہم مذاق۔“

یہی وہ بڑی خوبی ہے جو صنف نساں کو ممتاز کرتی ہے۔

جمال مواشی و انعام

﴿وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ﴾ [الاحقاف: 6]

”مواشی جب صبح کو نکلتے ہیں اور شام کو چر اگاہ سے واپس آتے ہیں تو ان میں تمہارا جمال ہے۔“

دودھ دینے والے، قلب رانی کرنے والے، پانی کھینچنے والے جانوروں کو لوگ دیکھتے ہیں۔ گاؤں سے باہر عموماً صبح و شام حیوان

بھی جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے مالک انسانی بھی اچھے جانوروں کی تعریفیں ہوتی ہیں اور مالک کا چہرہ تعریفیں سن کر روشن ہو جاتا ہے۔

آیت میں اسی حالت کی جانب اشارہ ہے۔

سواری کے جانور بھی زینت ہی ہیں

﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ [الاحقاف: 6]

”گھوڑے، چھریں، گدھے، ہمار برداری اور سواری کا کام بھی دیتے ہیں اور سب زینت بھی ہیں۔“

ان جانوروں کا بار برداری اور سواری کا کام دینا تو عام طور پر مسلم ہی ہے، لیکن اسلام نے زینت کا لفظ ایزاد کرنے سے ثابت

کر دیا کہ وہ ہر شے کی خوبصورتی پر بھی توجہ دلاتا اور اس کی قدر کرنا سکھاتا ہے۔

جملہ اشیائے ارضی میں زینت و جمال ہونا

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [الکہف: 7]

”جتنی چیزیں بھی زمین پر ہیں، ہم نے ان کو زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ انسانوں کا امتحان لیں کہ ان میں سے کون

اچھے اعمال والا ہے۔“

ہر شے کا زمین کے لیے زینت و جمال ہونا اسلام ہی کی نگاہ سے معلوم ہوا ہے۔ زمین پر بچھا ہوا سبزہ، زمین کے لیے اپنی

خوشمنائی سے زینت ہے اور آسمان کی طرف بلند ہونے والے درخت ان کو چھونے والی ڈالیاں، ان کی سایہ گستر شاخیں اپنے طور پر

زمین کی رونق بن رہی ہیں، شوخ رنگ رکھنے والے پھول، بھانت بھانت کا مزہ دینے والے پھل، عجیب و غریب اشکال کے اوراق،

مختلف تاثیرات و خواص رکھنے والے پہاڑ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سفید سفید خیمے کھڑے کرنے والی برف اور میدانوں کی چٹیل زمین پر نرم

نرم فرش، بچھانے والی ریت، آبشاریں، غار، مرفزار اور جنگل، وادی و ہامون آبادیاں اور ویرانے اپنی اپنی حالت، اپنی اپنی وضع، اپنے

اپنے محل وقوع کے لحاظ سے تمام کرہ ارضی کے حسن کو بڑھانے والے جمال کو کرتی دینے والے ہیں۔

یہ سب زمین کا سنگار ہیں، یہ سب زمین کی زینت اور زیور ہیں، ان کی خوبصورتی کو دکھانے والا یہی دین الاسلام ہے جو دین

الحسن و الجمال ہے۔

آیات بالا میں صنعت ربانی کے حسن جمال کے بیان کے بعد ایک تقابلی بھی موجود ہے اور وہ بندہ کا حسن عمل ہے۔ وہ قدرت ربانیہ جس نے خود انسان کو صاحب الجمال پیدا کیا، جس نے ہر شے کو حسن و زینت کا خزینہ دار بنایا کیا اس کا یہ حق نہیں کہ وہ انسان سے بھی احسن اعمال کی توقع کرے؟ ہاں ضرور ہے۔

اگر کوئی شخص قصر سلطانی میں داخل ہوتا ہے، وہاں کی پیش بہا اور قیمتی اشیاء کا ملاحظہ کرتا ہے، وہاں کی اعلیٰ زینت و آرائش کو دیکھتا ہے تو اس شخص سے اس کی قوت ضمیر سے یہی امید ہو سکتی ہے کہ وہ وہاں جا کر نہ نقصان کرے گا، نہ چیزوں کو بگاڑے گا، نہ خس و خاشاک پھیلائے گا، یہی وہ توقع ہے جو انسان سے اس داور کی گاہ عالم میں کی گئی ہے۔

جب خود انسان بہترین جمال والا ہے اور جس کون و مکان میں وہ رہتا ہے، وہ بھی سراپا حسن و جمال ہے تو پھر انسان کا احسن اعمال کا پیش نہ کرنا اور دنیاوی حسد و اخروی حسد کا طالب نہ ہونا اس کی عقل و فہم سے بہت ہی بعید ہے۔

جملہ مخلوق کا اپنی بناوٹ کے لحاظ سے حسین تر ہونا

﴿أَحْسَنَ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ﴾ [اسجد: 7]

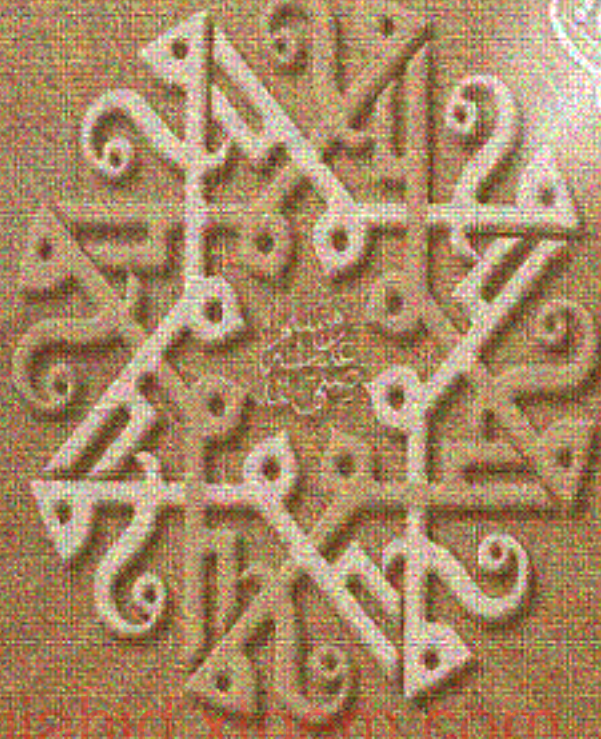
”ہر شے کو اس کی اپنی خلقت، اپنی بناوٹ میں بہت خوشنما اور بہت خوب بنایا ہے۔“

ہزاروں قسم کے پرندے ہیں، ہزاروں قسم کے پھول ہیں، ہزاروں قسم کے درخت ہیں، ہر قسم کے جاندار زمین کے اندر رہنے والے، پیٹ کے بل چلنے والے، پاؤں پر دوڑنے والے، سمندروں کے اندر رہنے والے موجود ہیں۔ اپنے اپنے رنگ، اپنی اپنی وضع، اپنے اپنے خواص، اپنی اپنی آواز، اپنے اپنے افعال میں اس قدر حسین و جمیل خوش منظر اور زیبا بیکر واقع ہوئے ہیں کہ چشم انتخاب کو ترجیح دینا دشوار ہے۔

الف الف سلام و تحیة علی سید المرسلین و علی

الہد واصحابہ اجمعین





مَا رَمَدَ اللَّهُ إِلَّا رَحْمَةً لِّعَالَمِينَ



حَمْدٌ لِلَّهِ الْعَلِيِّ

قاضي محمد سليمان سلمان
منصور پوری

MARKAZ
Al-Hrmain-ul-Islami

GULBAHAR COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777